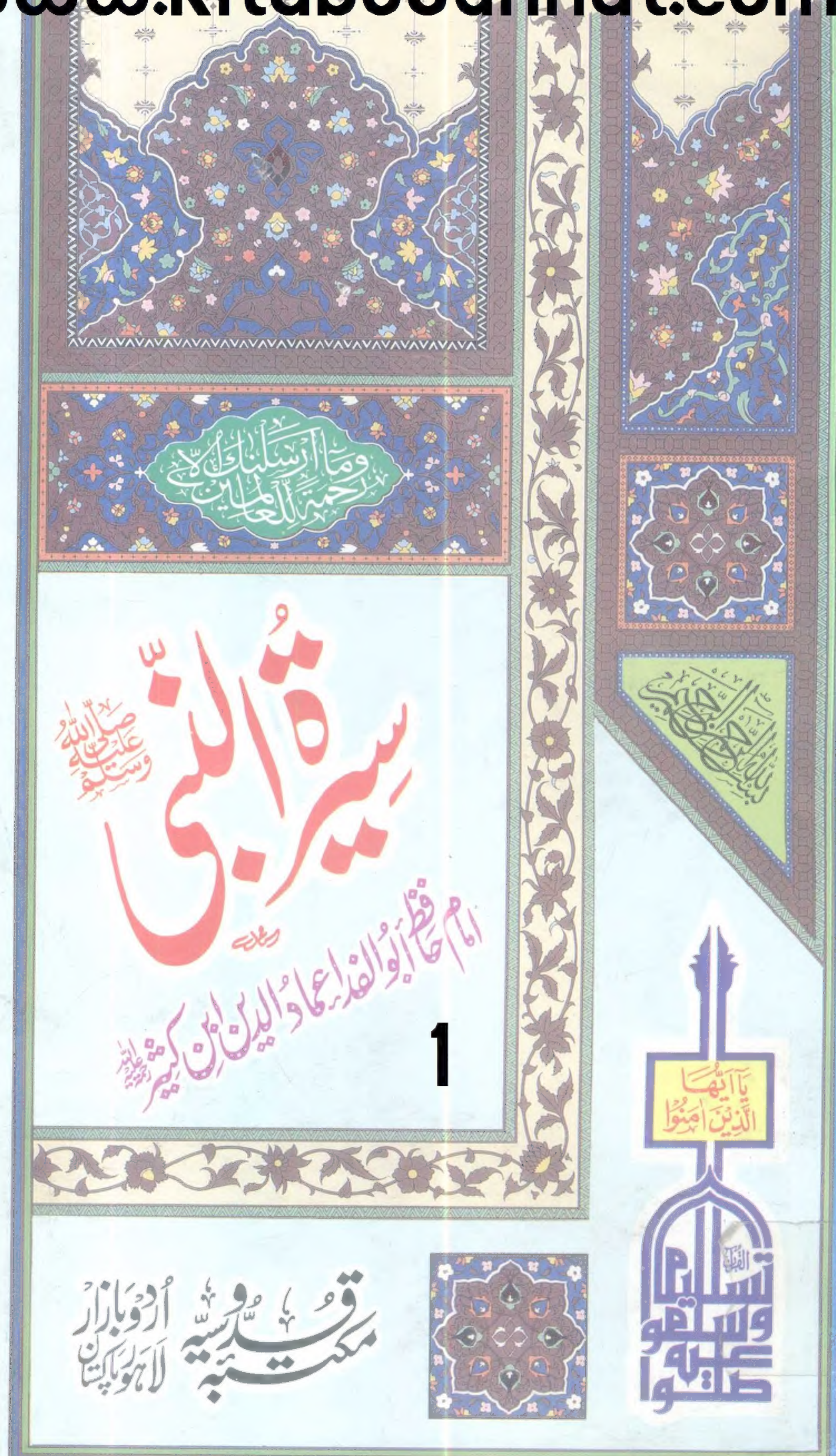

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
1
یا ایھا الذین امنوا
صلوا علیہ وسلموا تسلیما
مکتبہ قدوسیہ
اردو بازار لاہور پاکستان

لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة۔ (القرآن)



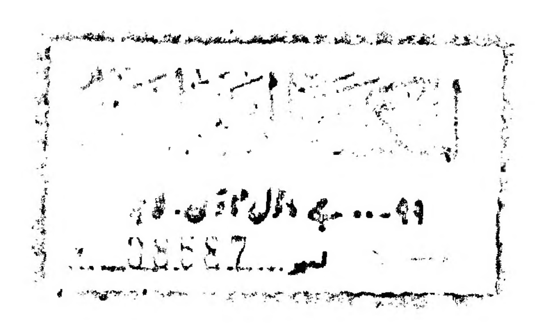
امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ

ترجمہ

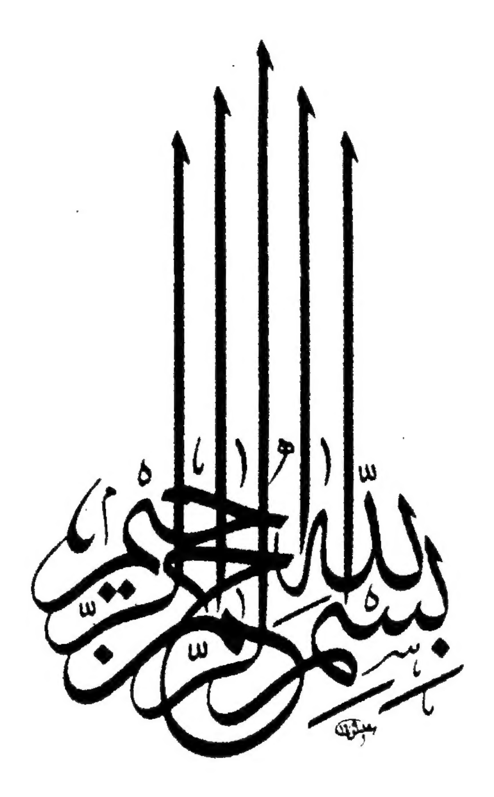
مولانا ہدایت اللہ ندوی

جلد اوّل

مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور



ناشر ——— ابو بکر قدوسی
طبع اول ——— اکتوبر ۹۶ء
مطبع ——— ندیم یونس پرنٹرز



حرف اول

سیرت النبی ﷺ ان چند موضوعات میں سے ہے جن پر ہر زبان میں بہت کچھ لکھا گیا۔ اسی طرح اردو زبان میں بھی سیرت النبی ﷺ پر ہزاروں کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن اس موضوع کی برکت ایسی ہے کہ آج بھی عمدہ کتاب شائقین کے دلوں میں گھر کر لیتی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی ﷺ اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی رحمتہ للعالمین مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہیں اور حال ہی میں شائع ہونے والی مولانا صفی الرحمان مبارک پوری کی الرحیق المختوم بڑی تعداد میں شائع ہو رہی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ سے محبت رکھنے والوں کے لیے کاروباری منفعت سے قطع نظر کتب سیرت کی اشاعت باعث سعادت اور ذریعہ ثواب ہوتی ہے۔ سو آج اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے قلم سے سیرت النبی کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

امام ابن کثیر کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کتب کثیرہ کے مصنف ہیں۔ مگر تفسیر ابن کثیر اور البدایہ والنہایہ آپ کی بلند پایہ اور شہرہ آفاق کتب شمار ہوتی ہیں۔ الحمد للہ مکتبہ قدوسیہ قبل ازیں تفسیر ابن کثیر کو نہایت اعلیٰ معیار پر شائع کر چکا ہے جب کہ البدایہ والنہایہ بزبان عربی بھی شائع کر چکا ہے۔

البدایہ والنہایہ ایک زمانے میں بڑی نایاب کتاب تھی۔ اس وقت یہ طبع نہ ہوئی تھی جب کہ مخطوطہ بھی دستیاب نہ تھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ سیرۃ النبی کے دیباچے میں مولانا شبلی نعمانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ "بعض کتابوں کی ان کو تلاش ہی رہی مگر ان کو مل نہ سکیں۔ جیسے کتاب البدایہ والنہایہ۔ مصنف سے اکثر حسرت کے ساتھ سنا کہ افسوس تاریخ ابن کثیر نہیں ملتی۔ وہ مل جاتی تو ساری مشکلیں حل ہو جاتیں"۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ماضی قریب میں اہل علم کے لیے تحقیق و تالیف کے میدان میں کیا کیا دشواریاں تھیں جب کہ دور جدید میں جہاں ہر میدان میں ترقی ہو رہی ہے وہاں طباعتی میدان میں بھی روز بروز جدت اور نئی کتب آ رہی ہیں اور دنیا بھر میں اہل علم لائبریوں میں محفوظ مخطوطے تحقیق و تنقید کے بعد شائع کر رہے ہیں۔

البدایہ والنہایہ ۱۴ جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ مصر سے ۱۳۵۸ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا عکسی نسخہ ۱۹۸۷ء میں مکتبہ قدوسیہ کی طرف سے شائع ہوا۔ اس میں ابتدائے آفرینش سے ۷۶۸ھ تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں سیرت النبی سے متعلق حصہ آپ کی خدمت میں ہے۔ اس کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے قبل عرب کے حالات کیا گیا ہے تاکہ قارئین ولادت نبوی سے قبل کے عرب کے حالات اور معاشرت سے آگاہ ہو جائیں جب کہ سیرت النبی ﷺ کا باقاعدہ آغاز بدء الوحی سے ہوا ہے۔

امام ابن کثیر اپنے زمانے کے بڑے نامور محدث بھی تھے۔ وہ البدایہ میں جو روایت بیان کرتے ہیں، اگر اس میں کسی قسم کا ضعف ہو تو اس کی وضاحت بھی کر دیتے ہیں۔ بے سروپا اور غیر مستند قسم کی روایات سے

امام ابن کثیر نے اجتناب کیا ہے۔ نیز اسرائیلی روایات سے بھی احتراز کیا ہے۔ البتہ جن روایات کے بیان کرنے کی شارع علیہ السلام نے اجازت فرمائی ہے صرف انہیں بیان کیا گیا ہے۔

یہ کتاب اپنے اندر بے پناہ مواد سموئے ہوئے ہے۔ امام ابن کثیر نے واقعات کا انداز تاریخ کے حساب سے رکھا ہے۔ سن وار واقعات کو درج کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے سے قارئین کو بہت سی ایسی معلومات حاصل ہوں گی جو کہ اس سے قبل سیرت کی کسی اور کتاب میں شامل نہیں۔

کتاب کے مترجم مولانا ہدایت اللہ ندوی ہیں جو کہ اس سے قبل کئی کتابوں کا ترجمہ کر چکے ہیں۔ پرانے بزرگ ہیں اور بڑی فاضل شخصیت۔ ترجمہ کے فن سے بخوبی آشنا ہیں۔

امام ابن کثیر اعلیٰ پائے کے ادیب اور عمدہ شعری ذوق کے مالک تھے۔ البدایہ میں انہوں نے جا بجا اشعار درج کیے ہیں۔ محترم ندوی صاحب نے ان اشعار کو بھی اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ان کا ترجمہ بھی کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ بعض مقامات پر مختلف روایات کی اسناد کے متعلق بحث ہے۔ امام ابن کثیر جہاں بھی روایات بیان کرتے ہیں' سند ضرور بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ اردو دان حلقے کے لیے سند کا ہونا کوئی خاص ضروری نہیں لیکن کتاب کی افادیت کے پیش نظر ہم نے خیال کیا کہ سند بھی ساتھ بیان کر دی جائے۔ البتہ عام قارئین کی سہولت کے لیے ہم نے روایات کی سند کو اس طریقے سے بیان کیا ہے کہ ابتدائی راوی اور آخری راوی کو چھوڑ کر دیگر رواۃ کو باریک خط میں لکھا ہے تاکہ جو لوگ سند نہ پڑھنا چاہیں وہ نہ پڑھیں۔

مثلاً امام ترمذی کی ایک روایت ہے کہ امام ترمذی (عبد بن حمید' عبداللہ بن موسیٰ' اسرائیل' سدی' ابوصالح) ام ہانی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا --------

اب جو لوگ سند نہ پڑھنا چاہیں وہ اس طرح پڑھ سکتے ہیں کہ امام ترمذی' ام ہانی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ---------

فاضل مترجم نے واقعات کے جا بجا ذیلی عنوانات بھی دیئے ہیں جو بڑے مفید ہیں اور کہیں کہیں کچھ تشریحات بھی کی ہیں جو کہ "ندوی" کے تحت بریکٹ میں درج ہیں۔

آخر میں ہم تمام احباب کے شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ ہمارے دوست نسیم حسن شہزاد نے بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ کتاب کمپوز کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس دل آویز تذکرے کو مولف' مترجم' ناشر' ناشر کے والدین' اور جملہ اہل ایمان کے لیے شفاعت کا ذریعہ بنائے' آمین۔

ابوبکر قدوسی

یکم اکتوبر' ۱۹۹۶ء

تفسیر الجمل

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

نام و نسب:۔ اسمٰعیل نام' ابو الفدا کنیت' عماد الدین لقب اور ابن کثیر عرف ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے اسمٰعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن ذرع القیسی البصروی ثم الدمشقی

آپ ایک معزز اور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد شیخ ابو حفص شہاب الدین عمر اپنی بستی کے ایک ممتاز خطیب تھے اور آپ کے بڑے بھائی شیخ عبدالوہاب ایک ممتاز عالم اور فقیہ تھے۔

ولادت و تعلیم:۔ امام ابن کثیر کی ولادت ۷۰۰ھ یا ۷۰۱ھ میں بمقام مجدل ہوئی جو ملک شام کے مشہور شہر بصریٰ کے اطراف میں ایک قریہ ہے' اس وقت آپ کے والد یہاں کے خطیب تھے' ابھی آپ تیسرے یا چوتھے برس میں ہی تھے کہ والد بزرگوار نے ۷۰۳ھ میں وفات پائی اور نہایت ہی کم سنی میں آپ کو یتیمی کا داغ اٹھانا پڑا' باپ کا سایہ سر سے اٹھا تو بڑے بھائی نے اپنی آغوش تربیت میں لے لیا۔ والد کی وفات کے تین سال بعد یعنی ۷۰۶ھ میں آپ اپنے برادر بزرگوار کے ساتھ دمشق چلے آئے اور پھر یہیں آپ کی نشوونما ہوئی' ابتداء میں اپنے بڑے بھائی سے فقہ کی تعلیم پائی۔ بعد میں شیخ برہان الدین ابراہیم بن عبدالرحمان فرازی معروف بہ ابن فرکاح شارح التنبیہ المتوفی ۷۲۹ھ اور شیخ کمال الدین ابن قاضی شہبہ سے اس فن کی تکمیل کی' اس زمانہ میں دستور تھا کہ طالب علم جس فن کو حاصل کرتا اس فن کی کوئی مختصر کتاب زبانی یاد کر لیتا۔ چنانچہ آپ نے بھی فقہ میں التنبیہ فی فروع الشافعیہ' مصنفہ شیخ ابو اسحاق شیرازی المتوفی ۷۴۶ھ کو حفظ کر کے ۷۱۸ھ میں سنا دیا اور اصول فقہ میں علامہ ابن حاجب مالکی المتوفی ۶۴۶ھ کی مختصر کو زبانی یاد کیا۔ اصول کی کتابیں آپ نے علامہ شمس الدین محمود بن عبدالرحمٰن اصفہانی شارح مختصر ابن حاجب المتوفی ۷۴۹ھ سے پڑھی تھیں۔

فن حدیث کی تکمیل آپ نے اس عہد کے مشہور اساتذہ فن سے کی تھی۔ علامہ سیوطی' ذیل تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔ "حجارؒ اور اس طبقہ کے علماء سے آپ نے سماع حدیث کیا۔"

حجارؒ کے ہم طبقہ وہ علماء جن سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا اور جن کا ذکر خصوصیت سے آپ کے تذکرہ میں علماء نے کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ (۱) عیسیٰ بن المطعم (۲) بہاؤالدین قاسم بن عساکر المتوفی ۷۲۳ھ (۳) عفیف الدین اسحاق بن یحییٰ الآمدی المتوفی ۷۲۵ھ (۴) محمد بن زراد (۵) بدر الدین محمد بن ابراہیم معروف بہ ابن سویدی المتوفی ۷۱۱ھ (۶) ابن الرضی (۷) حافظ مزی (۸) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ (۹) حافظ ذہبی (۱۰) عماد الدین محمد بن شیرازی المتوفی ۷۴۹ھ

لیکن ان تمام حضرات میں سب سے زیادہ جس سے آپ کو استفادہ کا موقع ملا وہ محدث شام حافظ جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن مزی شافعی مصنف تہذیب الکمال المتوفی ۷۴۲ھ ہیں' حافظ مزی نے خصوصی

تعلق کی بنا پر اپنی اکلوتی صاحبزادی کا آپ سے نکاح کر دیا تھا۔ اس رشتہ نے اس تعلق کو اور زیادہ استوار کر دیا۔ سعادت مند شاگرد نے اپنے محترم استاد کی شفقت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ مدت مدید تک حاضر خدمت رہے اور ان کی اکثر تصانیف کا جس میں تہذیب الکمال بھی داخل ہیں خود ان سے سماع کیا اور اس فن کی پوری تکمیل ان ہی کی خدمت میں رہ کر کی۔ اسی طرح شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ المتوفی ۷۲۸ھ سے بھی آپ نے بہت کچھ علم حاصل کیا تھا اور عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے تھے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ مصر سے آپ کو دیوسی' وانی اور ختنی وغیرہ نے حدیث کی اجازت دی تھی۔

منزلت علمی:۔ امام ابن کثیر کو علم حدیث کے علاوہ فقہ' تفسیر' تاریخ اور عربیت میں بھی کمال حاصل تھا' چنانچہ علامہ ابن العماد حنبلی' ابن حبیب سے ناقل ہیں۔ "ان پر تاریخ' حدیث اور تفسیر میں ریاست علمی ختم ہو گئی" اور مشہور مورخ علامہ ابوالمحاسن جمال الدین یوسف ابن تغری بردی حنفی المنہل الصافی' المستوفی بعد الوافی میں لکھتے ہیں "حدیث' تفسیر' فقہ اور عربیت میں ان کو بڑی معلومات تھیں۔"

اور حافظ ابوالمحاسن حسینی فرماتے ہیں "فقہ' تفسیر اور نحو میں ماہر تھے اور رجال و علل حدیث میں بڑی گہری نظر پیدا کی تھی"

خاص طور پر علم حدیث میں تو ان کا یہ پایہ ہے کہ حفاظ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں' چنانچہ حافظ ابوالمحاسن حسینی اور علامہ سیوطی نے تذکرۃ الحفاظ پر جو ذیل لکھے ہیں اس میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور خود امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ کے خاتمہ میں یہاں اپنے ممتاز شیوخ حدیث اور رفقاء درس کا تعارف کرایا ہے' ان کا بھی ذکر کیا۔

علماء کا آپ کی خدمت میں خراج تحسین:۔ حافظ زین الدین عراقی المتوفی ۸۰۶ھ سے کسی نے پوچھا کہ مغلطائی' ابن کثیر' ابن رافع اور حسینی ان چاروں معاصرین میں کون سب سے بڑا ہے؟ حافظ عراقی نے جواب دیا ان میں سب سے زیادہ وسیع الاطلاع اور انساب کے عالم تو مغلطائی ہیں اور سب سے زیادہ متون و تواریخ کے حافظ ابن کثیر ہیں اور سب سے زیادہ طلب حدیث میں تکنے والے اور موتلف و مختلف کے عالم ابن رافع ہیں اور سب سے زیادہ شیوخ معاصرین سے باخبر اور تخریج کے واقف حسینی ہیں۔

اور حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ کے خاتمہ میں ان القاب کے ساتھ یاد کرتے ہیں "الفقیہ' المفتی' المحدث' ذی الفضائل" اور اس کے بعد لکھتے ہیں۔ "ان کو رجال' متون حدیث اور فقہ کے ساتھ اعتنا ہے' انہوں نے احادیث کی تخریج کی' مناظرہ کیا' تصنیف کی' تفسیر لکھی اور آگے بڑھ گئے"

اور حافظ حسینی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔ **الشیخ الامام العالم الحافظ المفید البارع** اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **الامام المحدث ذوالفضائل** اور علامہ ابن العماد لکھتے ہیں "الحافظ الکبیر" اور حافظ ابن حجی المتوفی ۸۱۶ھ جو آپ کے نامور شاگرد ہیں' یہ رائے ظاہر کرتے ہیں

"ہم نے جن لوگوں کو پایا ان سب میں وہ متون احادیث کے سب سے بڑے حافظ اور جرح و رجال اور صحیح اور ضعیف سب سے زیادہ پہچاننے والے تھے اور اس بارے میں ان کے معاصرین اور اساتذہ بھی ان کے

معترف تھے اور مجھے یاد نہیں کہ باوجود میرے کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو کہ میں آپ سے ملا ہوں اور استفادہ نہ کر سکا ہوں"۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی' ان کو بھی امام ابن کثیر کے متعلق اتنا تسلیم ہے کہ حدیث کے متون اور رجال کے مطالعہ میں مشغول رہے تاہم اپنی عادت کے مطابق یہ ریمارک کر گئے ہیں

"یہ عالی اسانید کی تحصیل اور عالی و نازل کی تمیز اور اسی قسم کے دیگر فنون میں جو محدثین کے خاص فن ہیں' محدثین کی طرح نہ تھے' بلکہ یہ تو فقہاء کے محدث تھے"

لیکن حافظ سیوطی نے اس کا بڑا اچھا جواب دیا ہے وہ فرماتے ہیں

"میں کہتا ہوں اصل چیز علم حدیث میں صحیح اور سقیم کی پہچان اور علل اور اختلاف طرق کا علم اور رجال کی جرح و تعدیل سے واقفیت ہے' رہا عالی و نازل وغیرہ سو یہ زائد میں داخل ہیں نہ کہ اصول مہمہ میں"

اگرچہ حافظ ابن کثیر پر متون حدیث کے حفظ کرنے کا زیادہ غلبہ تھا۔ لیکن ان کی حیثیت اتنی گری ہوئی بالکل نہ تھی کہ وہ طبقات رواۃ اور ان کے احوال کی معرفت کے اعتبار سے عالی و نازل کی بھی تمیز نہ کر سکتے ہوں بلکہ یہ بات تو ایسے شخص پر بھی مخفی نہیں رہ سکتی جو علم رجال میں ان سے بدرجہا کمتر ہو اور بھلا یہ کس طرح ہو سکتا تھا جب کہ وہ ایک طویل مدت تک حافظ مزی کی خدمت میں برابر حاضر رہے اور ا لتکمیل کے جمع کرنے پر لگے رہے اور حافظ ابن حجر کی اندرونی باتیں ان لوگوں کے تذکرہ میں کھل جاتی ہیں جو فضل و کمال میں مشہور ہیں۔

مورخین نے حافظ ابن کثیر کے حافظہ اور فہم کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔

درس و افتاء' ذکر الٰہی' شگفتہ مزاجی:۔ حافظ ابن کثیر کی تمام عمر درس و افتاء اور تصنیف و تالیف میں بسر ہوئی' حافظ ذہبی کی وفات کے بعد مدرسہ ام صالح اور مدرسہ تنکزیہ (جو اس زمانہ میں علم حدیث کے مشہور مدرسے تھے) میں آپ شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے' بڑے ذاکر شاغل تھے' چنانچہ ابن حبیب نے آپ کے متعلق لکھا ہے امام ذی التسبیح والتھلیل طبیعت بڑی شگفتہ پائی تھی' لطیفہ گو اور بذلہ سنج تھے' حافظ ابن حجر نے آپ کے اوصاف میں حسن الفاکھۃ کے الفاظ استعمال کئے ہیں یعنی بڑا پر لطف مزاح کیا کرتے تھے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے خصوصی تعلق:۔ اخیر میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حافظ ابن کثیر کو اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے خصوصی تعلق تھا جس نے آپ کی علمی زندگی پر گہرا اثر ڈالا تھا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ بعض ان مسائل میں بھی امام ابن تیمیہؒ سے متاثر تھے جن میں وہ جمہور سلف سے متفرد ہیں' چنانچہ ابن قاضی شہبہ اپنے طبقات میں لکھتے ہیں۔

"ان کو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا اور ان کی طرف سے لڑا کرتے تھے اور بہت سی آراء میں ان کی اتباع کرتے تھے چنانچہ طلاق کے مسئلہ میں بھی انہی کی رائے پر فتویٰ دیتے تھے جس کے نتیجے میں آزمائش میں پڑے اور ستائے گئے۔"

ایک وقت میں تین طلاقیں دینے کے بارے میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا مسلک یہ تھا کہ وہ ان تینوں طلاقوں کو ایک طلاق ہی شمار کرتے تھے۔

وفات:۔ امام ابن کثیرؒ کی اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی' جمعرات کے دن شعبان کی چھبیس تاریخ ۷۷۴ھ میں وفات پائی اور مقبرہ صوفیہ میں اپنے محبوب استاذ شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے پہلو میں دفن کئے گئے' آپ کے کسی شاگرد نے آپ کی وفات پر بڑا درد انگیز مرثیہ لکھا ہے' جس کے دو شعر یہ ہیں۔

(شائقین علوم تمہارے اٹھ جانے پر متاسف ہیں' اس کثرت سے آنسو بہا رہے ہیں کہ تھمنے ہی کو نہیں آتے اور اگر وہ آنسوؤں کے ساتھ لہو بھی ملا دیتے تب بھی اے ابن کثیرؒ تمہارے لئے یہ تھوڑے تھے)

پسماندگان میں دو صاجزادے بڑے نامور چھوڑے تھے' ایک زین الدین عبدالرحمٰن جن کی وفات ۷۹۲ھ میں ہوئی اور دوسرے بدر الدین ابوالبقاء محمد۔ یہ بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔ انہوں نے ۸۰۳ھ میں بمقام رملہ وفات پائی ہے' ان دونوں کا ذکر حافظ بن فہد نے اپنے ذیل میں بسلسلہ وفیات کیا ہے۔

تصنیفات

آپ نے تفسیر' حدیث' سیرت اور تاریخ میں بڑی بلند پایہ تصانیف یادگار چھوڑی ہیں' یہ آپ کے اخلاص کا ثمرہ اور حسن نیت کی برکت تھی کہ بارگاہ ایزدی سے ان کو قبول عام اور شہرت دوام کی مسند عطا ہوئی' مورخین نے آپ کی تصانیف کی افادیت اور ان کی قبولیت کا ذکر خاص طور سے کیا ہے' ذہبی لکھتے ہیں آپ کی تصانیف بڑی نفع بخش ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں "ان کی زندگی ہی میں ان کی تصانیف شہر شہر جا پہنچیں اور ان کی وفات کے بعد لوگ ان سے نفع اٹھاتے رہے۔ اور امام شوکانی لکھتے ہیں لوگوں نے ان کی تصانیف خصوصاً تفسیر سے نفع اٹھایا۔

آپ کی جن تصانیف پر ہمیں اطلاع مل سکی وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر القرآن العظیم۔
۲۔ البدایہ والنہایہ۔
۳۔ تخریج احادیث مختصر ابن الحاجب۔
۴۔ الہدی والسنن فی احادیث المسانید والسنن۔
۵۔ طبقات الشافعیہ۔
۶۔ مناقب الشافعی۔
۷۔ تخریج احادیث ادلۃ التنبیہ
۸۔ التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاہیل۔
۹۔ شرح صحیح بخاری۔
۱۰۔ الاحکام الکبیر۔
۱۱۔ اختصار علوم الحدیث۔
۱۲۔ مسند الشیخین۔
۱۳۔ السیرۃ النبویۃ
۱۴۔ الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول۔
۱۵۔ کتاب المقدمات۔
۱۶۔ مختصر کتاب المدخل للبیہقی۔
۱۷۔ الاجتہاد فی طلب الجہاد۔
۱۸۔ رسالۃ فی فضائل القرآن۔
۱۹۔ مسند امام احمد بن حنبل۔

مولانا ہدایت اللہ ندوی مترجم سیرت النبی ﷺ

قصبہ راعیانوالہ ریاست فرید کوٹ میں قریباً ١٩٢٨ء بمطابق ١٣٤٦ھ میں حاجی نور محمد بن حاجی ابراہیم آرائیں کے گھر حیات مستعار سے مستفیض ہوا۔ فاول ارض مس بها جلدی ترابها

والدین اور برادر بزرگ حاجی عنایت اللہ مرحوم کی عنایات سے دینی تعلیم کی طرف رجحان ہوا۔ چنانچہ ابتدائی تعلیم قصبہ میں ہی مدرسہ دار السلام میں مولانا سلطان احمد آف موہل سے حاصل کی۔

١٩٣٩ء میں دوسری عالم گیر جنگ کے آغاز کے بعد اپنے ہم درس مولوی محمد اسحاق مولوی فاضل ----- حال صدر انجمن اہل حدیث چک L.۱۴/۱۶ ضلع ساہیوال ----- کی رفاقت و معیت میں مدرسہ عربیہ منچن آباد ریاست بہاول پور میں تعلیم کے لیے حاضر ہوا مولانا محمد امیر آف میانوالی اور مولانا محمد مصطفیٰ سے استفادہ کیا۔

بعد ازاں موضع بڈھیمال ضلع فیروز پور میں مولانا عطاء اللہ رحمہ اللہ بن صوفی عنایت اللہ' اور مولانا حافظ احمد اللہ صاحب بڈھیمالوی کے زیر درس رہا' اس وقت مولوی محمد یعقوب داندروی گوجردی بھی زیر تعلیم تھے پھر استاذ مکرم حافظ عبداللہ صاحب بڈھیمالوی رحمہ اللہ کے پاس جھوک دادو میں بھی ایک سال زیر تعلیم رہا وہاں اس وقت مولوی محمد صدیق کرپالوی رحمہ اللہ' مولوی حمزہ رحمہ اللہ اور مولوی عتیق اللہ رحمہ اللہ پسران مولانا میاں محمد باقر رحمہ اللہ بھی ہم درس تھے پھر استاذ مکرم مولانا محمد عبدہ الفلاح کے ہاں زیر تعلیم رہا۔

بعد ازاں ١٩٤٣ء کے ماہ رمضان میں امام العصر حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ (م ١٩٥٦ء) کے ہاں دورہ تفسیر قرآن کریم میں شامل ہوا' جمعہ کے خطبہ کے دوران' و ان کان رجل یورث کلالہ ۱۲/۴ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے' فرمایا اس کی تفسیر "میں ہوں" اور فرط جذبات سے آبدیدہ ہو گئے۔ دوران درس بعض طلبہ بار بار کچھ پوچھتے یا اعتراض کرتے تو آپ فرماتے فلا تسئلنی عن شیئی حی احدث لک منه ذکرا ۱۸/۷۰۔

آپ مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے بڑے گرویدہ تھے۔ بنابریں الفصل فی الملل و النحل لابن حزم میں "هل تعصی الانبیاء ام لا" کی بحث درساً" پڑھایا کرتے تھے۔

بعد ازاں ١٣٦٢ھ/١٩٤٣ء میں حضرت استاذ مکرم مولانا محمد یونس رحمہ اللہ کے ہاں' مدرسہ میاں صاحب پھاٹک حبش خاں دلی میں ایک سال زیر تعلیم رہا۔ وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔ شیخ عطاء اللہ خاں متوفی ١٤١٢ھ استاذ دار الحدیث الخیریہ مکہ مکرمہ بھی شریک درس تھے۔

١٩٤٣ء میں' دلی میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقد ہوئی اس میں حضرت مولانا محمد ابراہیم آروی' حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری م ١٩٤٨ء کو پہلی بار دیکھنے اور سننے کا موقعہ ملا۔ دریں اثنا دلی میں

حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبدالرحیم پتوکی' کی مہمانی اور میزبانی سے مشرف ہوا۔

پھر محدث عصر مولانا محمد یونس صاحب رحمہ اللہ کے مشورہ سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں آخری جماعت میں داخلہ لیا۔ وہاں سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ (م ۱۳۷۳ھ) کی علمی مجالس میں حاضر ہونے کا اکثر موقعہ ملا۔ حضرت الاستاذ مولانا شاہ حلیم عطاء رحمہ اللہ اور مولانا حمید الدین رحمہ اللہ سے حدیث اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے تفسیر اور مقدمہ ابن خلدون' حضرت مولانا محمد ناظم ندوی مدظلہ سے ادب و انشاء' مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی سے سیاسیات و معاشیات اور مولانا محمد عمران خان ندوی ازھری رحمہ اللہ سے اتقان للسیوطی کا درس لیا۔ عیدالاضحیٰ کی تعطیلات میں' ندوہ کے طلبہ کی ایک تبلیغی جماعت دلی روانہ ہوئی۔ وہاں مرکز تبلیغ بستی نظام الدین اولیاء میں بانی تحریک مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ (م ۱۲ جولائی ۱۹۴۵ء) سے ملاقات ہوئی۔ قریباً دو ہفتہ تک وہاں قیام رہا۔

پھر ۱۳۶۴ھ میں سند فراغت حاصل کر کے وطن مراجعت ہوئی' بعد ازاں ایک سال درجہ تخصص فی الادب العربی میں عربی ادب کی تکمیل کے سلسلہ میں قیام رہا' اس سال مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ ندوہ میں تشریف لائے اور مختصر خطاب فرمایا۔ مولانا حبیب الرحمان خان صاحب شیروانی رحمہ اللہ سے بھی ندوہ کے مہمان خانہ میں ملاقات ہوئی' اور مولانا عبدالباری ندوی کے مکان پر مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بھی شرف ملاقات ہوا۔

پھر ندوہ سے فراغت کے بعد ماہ شوال ۱۳۶۵ھ میں پٹی ضلع لاہور کے مدرسہ محمدیہ میں ایک سال بطور استاذ قیام رہا' صدر مدرس مولانا عبدالرحمان صاحب لکھوی تھے وہاں مولوی محمد یوسف ---- حال مہتمم دارالحدیث راجووال ضلع اوکاڑہ---- حافظ شفیق الرحمان لکھوی---- حال صدر مدرس مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد' اور مولوی عبدالواحد آف جہانیاں وغیرہ طلبہ زیر تعلیم رہے۔

پھر تقسیم ملک کے بعد چک 14/16.L ضلع ساہیوال میں مستقر نصیب ہوا کچھ عرصہ بعد' جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں بطور استاذ قیام ہوا سالہا سال تک جامعہ میں قیام رہا' اس عرصہ میں "تاریخ تدوین حدیث" کو مرتب کیا' حضرت استاذ الاساتذہ مولانا محمد عطاء اللہ لکھوی (م ربیع الاول ۱۳۷۲ھ بمطابق نومبر ۱۹۵۲ء) اس وقت صدر مدرس تھے عرض کیا ترکیب نحوی کے سلسلہ میں کون سی کتاب مفید ہے فرمایا "تفسیر الجمل" پھر آپ نے بتایا کہ میں ۱۹۳۹ء/۵۷ھ میں حج پر روانہ ہوا جہاز ران کمپنیوں میں مقابلہ کی وجہ سے ایک جہاز ران کمپنی نے جدہ کا کرایہ صرف ۵۵ روپے لیا اور اس سال "تفسیر الجمل" مکہ سے خرید کر لایا۔

اس عرصہ میں یہاں یہ طلبہ زیر تعلیم رہے۔ مولوی عبدالعزیز علوی۔ حال شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ فیصل آباد' مولوی عبدالحلیم۔ حال شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ اوکاڑا۔ مولوی علی محمد نو مسلم--- حال استاذ جامعہ سلفیہ فیصل آباد--- مولوی مجیب الرحمان بنگالی۔ حال پروفیسر راج شاہی یونیورسٹی۔ مولوی صدیق الحسن۔ حال مدیر تعلیم جامعہ سلفیہ اسلام آباد۔ مولوی عبداللہ امجد چھتوی۔ حال صدر مدرس مدرسہ ستیانہ فیصل آباد۔ مولوی

عبدالکبیر۔ حال شیخ الحدیث مدرسہ دارالحدیث عام خاص باغ ملتان۔۔۔۔ مولوی قدرت اللہ فوق۔ حال استاذ جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد۔ مولوی سید عبدالشکور اثری شاہ کوٹ' حافظ عبداللہ صاحب خلیق بھٹوی' مولوی عبدالغفور شاہ کھڈیاں' حافظ ثناء اللہ سرہالوی' مولوی ابراہیم معمار قصوری' حافظ محمد رحمہ اللہ لکھوی' مولوی منیرالدین لکھوی اور حافظ عزیز الرحمان لکھوی رحمہ اللہ بانی مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد' مولوی عبدالرحمان عزیز الہ آبادی' حافظ عبدالسلام بھٹوی یکے از مجلس ادارت مجلہ "الدعوۃ" لاہور۔

پھر مولوی رفیق احمد مرحوم آف راعیانوالہ ریاست فرید کوٹ' اعزازی مجسٹریٹ اور نمبردار دیہہ مذکور' برادر مولوی عبدالعزیز رحمہ اللہ' چیف جسٹس ریاست فرید کوٹ کے ایماء سے ۵۹ء میں چک L.۱۴/۱۶ میں سابقہ مدرسہ دارالسلام کا اجراء کیا۔ یہ مدرسہ صرف ایک سال جاری رہا' اس وقت مولوی عطاء اللہ ثاقب رحمہ اللہ مترجم فتح المجید شرح کتاب التوحید' مولوی محمد شریف ڈوگر میاں چنوں' اور مولوی عبدالرشید مسعود وغیرہ قریباً بیس طلبہ زیر تعلیم تھے۔

بعد ازاں حضرت مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے حکم سے جامعہ سلفیہ فیصل آباد منتقل ہوا' حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ اس وقت شیخ الحدیث تھے اور حضرت مولانا محمد اسحاق چیمہ رحمہ اللہ مہتمم تھے' اس اثنا میں یہ طلبہ زیر تعلیم رہے' مولوی حافظ بن یامین۔۔۔۔ حال شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن فیصل آباد' مولوی محمد مدنی۔ حال رئیس جامعہ علوم الاثریہ جہلم' مولوی محمد یوسف کاظم حال استاذ جامعہ اسلامیہ اسلام آباد' مولوی بشیر احمد سیالکوٹی۔ دارالعلم اسلام آباد' مولوی محمود احمد غضنفر۔ حال مدیر اعلیٰ تنظیم اہل حدیث لاہور۔ مولوی عبیداللہ خاں عفیف۔ حال صدر مدرس جامعہ اہل حدیث چوک دالگراں لاہور' مولوی عبدالخالق قدوسی رحمہ اللہ شہید۔۔۔ بانی مکتبہ قدوسیہ لاہور' علاوہ ازیں تبتی اور بنگالی طلبہ بھی زیر تعلیم تھے۔

۱۹۶۱ء کے بعد بوجوہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد نہ جا سکا' اور کچھ عرصہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں دوبارہ قیام رہا پھر گھریلو حالات کی وجہ سے میاں چنوں منتقل ہو گیا' کاروبار کے ساتھ ساتھ درج ذیل کتب کے تالیف و ترجمہ کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی وللہ الحمد۔

فرہنگ القراءۃ الرشیدہ' مسئلہ نسخ' مقام اولیاء' تاریخ تدوین حدیث' شیعہ سنی اتحاد ترجمہ الخطوط العریضہ لمحب الدین خطیب مصری' عصمت انبیاءؑ ترجمہ **هل تعصى الانبياء ام لا** ماخوذ از الفصل لابن حزم' ترجمہ جزء رفع الیدین از امام بخاری رحمہ اللہ' ترجمہ جزء قرات خلف الامام از امام بخاری رحمہ اللہ۔ سفر سعادت کا ترجمہ۔ **الجواب الكافى لمن سئل عن الدواء الشافى** کا ترجمہ' المنزاف والمتماجنین از ابن جوزی رحمہ اللہ کا ترجمہ' ترجمہ مناسک حج از امام ابن تیمیہ' ترجمہ حجۃ الوداع از امام ابن کثیر' ترجمہ از البدایہ و النہایہ سیرت الانبیاء' سیرت النبیؐ' سیرت عثمانؓ' سیرت علیؓ' سیرت امیر معاویہ' شہید کربلا۔ اور "در منثورہ" کے عنوان سے طبقات ابن ابی یعلیٰ کے اقتباسات الاعتصام میں عرصہ تک مسلسل شائع ہوتے رہے۔

عہد جاہلیت کے شہرہ آفاق اعیان ۸۶

سیرت رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے عجیب واقعات کا بیان

وحی کا آغاز اور قرآن پاک کی پہلی آیات کا نزول

دعوت و ارشاد کا عام آغاز

نبی علیہ السلام کی مدینہ آمد

واقعات عرب کا بیان

عرب عاربہ : اسماعیلؑ پورے عرب کے مورث اعلیٰ اور جد امجد ہیں لیکن صحیح اور مشہور یہ ہے کہ قبل از اسماعیلؑ عرب میں اصل عرب اور عرب عاربہ آباد تھے مثلاً عاد' ثمود' طسم' جدیس' امیم' جرہم' عمالقہ اور دیگر اقوام جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

عرب مستعربہ : اسماعیلؑ کی اولاد ہیں جو حجاز میں آباد ہیں۔

یمنی عرب : وہ حمیری ہیں' بروایت ابن ماکولا یمنی قحطان کی نسل سے ہیں جن کا نام مہزم ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ وہ چار بھائی تھے۔ قحطان' قاحط' مقحط اور فالغ۔

(۱) قحطان بن ہود (۲) قحطان کا نام ہی ہود تھا (۳) قحطان' ہود کا برادر تھا (۴) قحطان ہود کی نسل سے تھا (۵) بروایت ابن اسحاق وغیرہ قحطان اسماعیلؑ کی اولاد سے ہے (۶) بعض نے ان کا نسب یوں بیان کیا ہے' قحطان بن تیمن بن قیذر بن اسماعیلؑ (۷) اسماعیلؑ تک نسب میں ایک اور قول بھی منقول ہے' واللہ اعلم۔

بنی اسماعیل : "باب نسبة الیمن الی اسماعیل" کے عنوان کے تحت امام بخاری نے سلمہؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام "اسلم" قبیلہ کے لوگوں کے پاس سے گزرے اور وہ تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا' اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کی مشق کرو' میں بھی تم میں سے ایک فریق کے ہمراہ ہوں۔ یہ سن کر وہ تیر اندازی سے رک گئے تو آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تم نشانہ بازی سے کیوں رک گئے؟ تو وہ کہنے لگے' اب ہم تیر اندازی میں مقابلہ کیونکر کر سکتے ہیں جبکہ آپ فلاں فریق میں شامل ہیں' تو آپ نے فرمایا' نیزہ بازی کی مشق شروع رکھو' میں آپ سب کے ہمراہ ہوں۔ ایک روایت میں ہے۔ تمہارا باپ اسماعیلؑ بھی تیر انداز تھا' اور ایک روایت میں ہے کہ جس فریق کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ نے شمولیت کا عزم کیا تھا اس کا نام "ابن ادرع" ہے۔

اسلم : امام بخاری فرماتے ہیں اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر' قبیلہ خزاعہ سے ہے' خزاعہ قبیلہ' سبا کے قبائل کی ایک شاخ ہے جب اللہ تعالیٰ نے سبا پر بلاخیز سیلاب برپا کیا تو خزاعہ ان سے کٹ کر جدا ہو گیا تھا۔

اوس' خزرج : اوس اور خزرج قبائل اس کی شاخ ہیں۔ نبی علیہ السلام نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تھا اے بنی اسماعیل! تم تیر اندازی کرو' رسول اللہ کے فرمان کے مطابق وہ اسماعیلؑ کی نسل سے ہیں' بعض نے فرمان رسولؐ سے "عرب قوم" مراد لی ہے مگر یہ تاویل بے دلیل اور خلاف ظاہر ہے۔

قحطانی اور عدنانی : جمہور کا قول ہے کہ یمن وغیرہ عرب' اسماعیلؑ کی نسل سے نہیں ہیں بلکہ پورے عرب کی آبادی دو قبائل (قحطانی اور عدنانی) پر منقسم ہے۔ قحطان قبیلہ کی دو شاخیں ہیں سبا اور حضرموت' اسی طرح عدنان کی بھی دو فرع ہیں' ربیعہ اور مضر پسران نزار بن معد بن عدنان۔

قضاعہ : پانچویں شاخ قضاعہ کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے بعض ان کو "عدنانی" کہتے ہیں' بقول ابن عبدالبر' اکثر مورخین کی یہی رائے ہے۔ ابن عباس' ابن عمر اور جبیر بن مطعم سے بھی یہی مروی ہے۔ زبیر بن بکار اور اس کے چچا مصعب زبیری اور ابن ہشام کا یہ مختار قول ہے۔ اور ایک حدیث میں بھی قضاعہ بن معد' مذکور ہے مگر بقول ابن عبدالبر وغیرہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ جاہلی دور میں اور آغاز اسلام میں خود کو عدنانی کہلواتے تھے مگر یہ لوگ خالد بن یزید بن معاویہؓ کے ننھیال تھے۔ اس کے عہد حکومت میں قحطانی کہلانے لگے' اعشیٰ بن ثعلبہ شاعر نے اس خاندانی تبدیلی کو یوں بیان کیا ہے۔

قالت قضاعة إنا من ذوي يمن ۔۔۔ والله يعلم ما بروا وما صدقوا

قد ادعوا والدًا ما نال أمهم ۔۔۔ قد يعلمون ولكن ذلك الفرق

(قضاعہ کا دعویٰ ہے کہ ہم یمنی ہیں اللہ جانتا ہے کہ وہ نیک اور راست گو نہیں' انہوں نے ایسے والد کا دعویٰ کیا ہے جس کا وصل ان کی ماں سے نہیں ہوا وہ خوب جانتے ہیں لیکن یہی فرق ہے کہ وہ جانتے ہوئے بھی نہیں مانتے۔)

امام سہیلی نے "روض الانف" میں چند اشعار ذکر کئے ہیں جن سے ان کا یمن کی طرف منسوب ہونا' ایجاد و اختراع معلوم ہوتا ہے۔

قضاعہ قحطانی ہیں : قضاعہ قبیلہ بقول ابن اسحاق' کلبی اور بعض ماہرین نسب کے مطابق قحطانی ہے اور ابن اسحاق نے یہ نسب ذکر کیا ہے۔ قضاعہ بن مالک بن حمیر بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان اور ان کے شاعر عمرو بن مرہؓ صحابی سے یہ اشعار منقول ہیں۔ نیز ان سے دو حدیثیں بھی مروی ہیں۔

يأيها الداعي ادعنا وابشر ۔۔۔ وكن قضاعيا ولا تنزر

نحن بنو الشيخ الهجان الأزهر ۔۔۔ قضاعة بن مالك بن حمير

(اے پکارنے والے! تو ہمیں پکار اور خوش ہو' قضاعہ کی طرف نسبت کر اور حقیر نہ سمجھ۔ ہم گورے چٹے شیخ قضاعہ بن مالک کی اولاد ہیں یہ نسب مشہور و معروف ہے۔)

بعض نے یہ نسب' اس طرح بیان کیا ہے۔ قضاعہ بن مالک بن عمر بن مرہ بن زید بن حمیر۔ ابن لهیعہ' معروف بن سوید' ابوعشانہ' محمد بن موسیٰ' عقبہ بن عامرؓ سے بیان کرتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "اما نحن من معد" کیا ہم معد قبیلہ سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا! نہیں' تو میں نے پوچھا پھر کس قبیلہ سے ہیں تو فرمایا تم قضاعہ بن مالک بن حمیر کی اولاد ہو۔

بقول ابن عبدالبر' عقبہ بن عامر بالاتفاق جہینہ بن زید بن اسود بن اسلم بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کی

اولاد ہیں۔ اس قول کے مطابق ان کا شمار حمیر بن سبا سے ہے۔

تطبیق : زبیر بن بکار وغیرہ کا بیان ہے' بعض ائمہ نے نسب دانوں کے ان دو اقوال کی یہ تطبیق بیان کی ہے کہ مالک بن حمیر نے ایک جرہمی خاتون سے شادی کی۔ اس کے شکم سے قضاعہ پیدا ہوا' پھر نومولد قضاعہ کی والدہ' معد بن عدنان کی زوجیت میں آگئی۔ (بزعم بعض وہ حاملہ تھی کہ معد کے گھر میں آباد ہو گئی) حسب رواج وہ اپنی والدہ کے نئے شوہر کی طرف منسوب ہو گیا' واللہ اعلم۔

جملہ عرب تین قبائل ہیں : ہر نسب محمد بن سلام کے مطابق عرب کے تین قبائل ہیں۔ عدنانی' قحطانی اور قضاعہ' اس سے کسی نے پوچھا ان میں سے کس کی اکثریت ہے؟ تو اس نے کہا یہ قضاعہ قبیلہ پر منحصر ہے' اگر یہ یمنی عرب میں شمار ہوں تو قحطانیوں کی اکثریت ہے۔ اگر یہ معد میں شمار ہوں تو عدنانی اکثریت میں ہوں گے۔

اس تبصرہ سے واضح ہے کہ وہ اپنی نسب میں متردد تھے ابن لھیعہ کی مذکور بالا روایت درست ہو تو صاف ظاہر ہے کہ قضاعہ قبیلہ قحطانی ہے' واللہ اعلم۔

شعوب کی تشریح : وجعلنا کم شعوبا وقبائل الخ (۴۹/۱۲) اور تم کو تقسیم کیا ہم نے قوموں اور قبائل میں' نسب کا انتہائی بالائی حصہ شعب اور شعوب کہلاتا ہے پھر قبیلہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ پھر عشیرہ' نام ہے آدمی کے انتہائی قریبی رشتہ داروں کی جماعت کا۔

اب ہم ان شاء اللہ قحطانی قبیلہ کے واقعات بیان کریں گے پھر عدنان کے جاہلی دور کے واقعات و حوادث تاکہ یہ حوادثات "سیرت النبیؐ" کا مقدمہ اور تمہید ہوں' وبہ الثقتہ۔

ذکر قحطان : کے عنوان سے امام بخاری نے ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبل از قیامت قحطان میں ایک بادشاہ پیدا ہو گا جو لوگوں کو اپنے عصاء سے ہانکے گا۔ (کذا رواہ مسلم)

بقول سہیلی' قحطان پہلا شخص ہے جو "ابیت اللعن" کے خطاب سے مخاطب ہوا' یہ جاہلی دور میں بادشاہوں کا سلام تھا اور سب سے قبل اسے "انعم صباحا" گڈ مارننگ یعنی صبح کا سلام کہا گیا۔ یہ مشرکوں کا باہمی سلام تھا۔

مسند احمد میں ذی فجر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' حکمرانی پہلے حمیر میں تھی' اللہ تعالیٰ نے ان سے سلب کر کے قریش کے سپرد کر دی۔ اور عنقریب ان کی طرف پھر منتقل ہو جائے گی۔ عبداللہ بن امام احمد کہتے ہیں میرے والد کی کتاب میں' و س ی ع و د۔ ا ل ی ھ م' مکتوب تھا اور جب اسے رواں پڑھتے تو وسعودا الیھم کہتے۔

قصہ سبا : بے شک قوم سبا کے لئے ان کی بستی میں ایک نشانی موجود تھی۔ دائیں اور بائیں دو باغ اپنے رب کی روزی کھاؤ اور اس کا شکر کرو' عمدہ شہر ہے رہنے کو اور بخشنے والا ہے رب' پھر انہوں نے نافرمانی کی

پھر ہم نے ان پر بند توڑ کر سیلاب بھیج دیا اور ہم نے ان کے دونوں باغوں کے بدلے میں' دو باغ بدمزہ پھل کے اور جھاؤ کے اور کچھ تھوڑی سی بیریوں کے بدل دیئے۔ یہ ہم نے ان کی ناشکری کا بدلہ دیا اور ہم ناشکروں کو ہی برا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (۱۷/۳۴)

اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی' بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے اور ہم نے ان میں منزلیں مقرر کر دی تھیں۔ ان میں رات اور دن کو امن سے چلو پھر انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہماری منزلوں کو دور' دور کر دے اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا' سو ہم نے انہیں کہانیاں اور افسانہ بنا دیا اور ہم نے انہیں پورے طور پر پارہ پارہ کر دیا' بے شک اس میں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔ (۱۹/۳۴)

وجہ تسمیہ : محمد بن اسحاق کے مطابق سبا کا نام عبد شمس بن یشجب بن یعرب یہ پہلا عربی ہے جس نے "اسیر" بنایا۔ بنابریں اس کا نام سبا مشہور ہو گیا اور "رائش" اس وجہ سے نام پڑا کہ لوگوں میں مال و دولت تقسیم کیا کرتا تھا۔ سہیلی نے نقل کیا ہے کہ یہ پہلا بادشاہ ہے جس کی تاج پوشی ہوئی۔

بشارت : بقول بعض وہ مسلمان تھا اس نے چند اشعار میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کی نوید سنائی ہے جو **التنویر فی مولد البشیر النذیر** از ابن دحیہ میں مذکور ہیں۔

سيملك بعدنا ملكا عظيما   نبي لا يرخص في الحرام
ويملك بعده منهم ملوك   يدينون العباد بغير ذام
ويملك بعدهم منا ملوك   يصير الملك فينا باقتسام
ويملك بعد قحطان نبي   تقي جبينه خير الانام

(ہمارے بعد ایک نبی عظیم حکومت کا حکمران ہو گا' جو حرام مسجد میں کسی گناہ کی اجازت نہ دے گا۔ اس کے بعد متعدد حکمران ہوں گے۔ جو بغیر قتل و غارت کے لوگوں کو مطیع کریں گے۔ پھر ان کے بعد ہم سے بادشاہ ہوں گے اور ملک تقسیم ہو جائے گا۔ قحطان کے بعد وہ نبی حکمران ہو گا جو کشادہ پیشانی اور مخلوق سے برتر ہو گا)

يسمى أحمدا ياليت أني   أعمر بعد مبعثه بعام
فأعضده وأحبوه بنصري   بكل مدجج وبكل رام
متى يظهر فكونوا ناصريه   ومن يلقاه يبلغه سلامي

(ان کا نام نامی احمد ہو گا۔ کاش کہ میں ان کی بعثت کے بعد ایک سال تک زندہ رہتا۔ میں ان کا دست و بازو بنتا' ہر مسلح اور تیر انداز کے ذریعہ اس کی مدد کرتا۔ جب وہ ظاہر ہو تو تم اس کی مدد کرو' جس کی ان سے ملاقات ہو وہ ان کو میرا سلام عرض کرے)

سبا کیا ہے؟ : مسند احمد میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے سبا کے بارے میں پوچھا کیا وہ مرد تھا یا عورت یا کسی علاقہ کا نام ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک آدمی تھا' اس کے دس بیٹے تھے' چھ یمن میں مقیم تھے اور چار شام میں۔ یمن میں (۱) مذحج (۲) کندہ (۳) ازد (۴) اشعری (۵) انمار (۶) حمیر

تھے' (۷) لخم (۸) جذام (۹) عاملہ اور (۱۰) غسان شام میں مقیم تھے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کنندہ فروہ بن مسیک عطیفی ہے۔

الغرض "سبا" ان سب قبائل کا مورث اعلیٰ اور جد امجد تھا۔ ان ہی سے ملوک یمن "تبابعہ" تھے یہ تبع بادشاہ ایوان عدالت میں تاج پہن کر فیصلے کیا کرتے تھے' جیسا کہ شاہان فارس تاج پہنا کرتے تھے۔

شاہی القاب : یمن کے جس حکمران کے تابع شحر سے حضرموت تک کا علاقہ ہو' اسے تبع کہتے تھے۔ جو بادشاہ مشک شام بمع جزیرہ کا فرمانروا ہو' اسے قیصر کہتے تھے' فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ تھا' مصر کے شاہ کو فرعون کہتے تھے' اور حبشہ کے حکمران کا لقب نجاشی ہوتا تھا اور ہندوستان کے بادشاہ کا لقب بطلیموس تھا' یمن کے شاہان حمیر میں ملکہ بلقیس کا بھی شمار ہے۔

یہ قوم سبا کے لوگ نہایت قابل رشک زندگی بسر کر رہے تھے' دولت کی ریل پیل تھی' باغات اور پھلوں کی بہتات تھی۔ زراعت و کاشت خوب عروج پر تھی۔ وہ رشد و ہدایت پر قائم تھے' راہ راست پر گامزن تھے۔ جب انہوں نے یہ روش بدلی اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی تو قوم کو تباہی کے گڑھے میں اتار دیا۔

انبیاء : محمد بن اسحاق نے وھب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ۱۳ ہزار نبی مبعوث کئے اور بقول سدی بارہ ہزار نبی ارسال کئے۔

الغرض جب وہ لوگ رشد و ہدایت کو ترک کر کے گمراہی اور ضلالت کی راہ پر چل پڑے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرنے لگے' یہ آفتاب پرستی ملکہ بلقیس کے عہد حکمرانی میں بھی جاری تھی اور قبل ازیں بھی۔ جب وہ اس غلط کاری اور نافرمانی کی روش پر بلاتامل چلتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بند توڑ سیلاب سے تباہ و برباد کر دیا جیسا کہ (۳۴/۱۷) میں مذکور ہے۔

سد مارب : اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ ۸۰۰ ق م مارب ڈیم کی تعمیر ہوئی۔ دو پہاڑوں کے درمیان پانی رواں تھا اور ان پر اس قدر مضبوط بند باندھ دیا گیا تھا کہ پانی کی سطح بلند ہو گئی اور ان کے قرب و جوار باغات لگا دیئے گئے اور کاشت کرنے لگے۔

مشہور ہے کہ اس کا سنگ بنیاد سبا بن یعرب نے رکھا تھا۔ اس نے ستر وادیوں کا پانی اکٹھا کر اس میں جمع کر دیا تھا اور اس کے بیس در قائم کئے تھے۔ اس کی زندگی میں ڈیم کی تعمیر نہ ہو سکی۔ حمیر نے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا' یہ ڈیم تین مربع میل میں پھیلا ہوا تھا۔

سد مارب کے باشندے رزق کی فراوانی' عمدہ زندگانی اور خوب عیش و عشرت کے مزے لوٹ رہے تھے۔ قتادہ وغیرہ کا بیان ہے کہ باغات میں اس قدر پھل تھا کہ عورت نیچے سے سر پر ٹوکرہ لئے گزرتی تو بغیر ہاتھ لگائے پھلوں سے ٹوکرہ بھر جاتا تھا۔ آب و ہوا لطیف اور ماحول اس قدر پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا کہ مچھر مکھی اور کھٹمل کا نام و نشان نہ تھا۔ جیسا کہ سورہ سبا میں ہے بلدة طيبة (۳۴/۱۵) پاکیزہ اور صاف ستھرا شہر۔

کفران نعمت : جب وہ غیر اللہ کی پرستش کرنے لگے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگے تو آبادیوں کے قریب راستوں سے اکتا کر دور دراز مسافتوں کی خواہش کرنے لگے۔ باغات کی پرکشش عیش سے دل اچاٹ ہو گیا تو جہد مسلسل کی تمنا اور آرزو کرنے لگے' آرام و راحت کی بجائے محنت و مشقت طلب کرنے لگے' جیسا کہ بنی اسرائیل نے من اور سلویٰ سے تنگ آکر کھیتی باڑی سے پیدا ہونے والی غذاؤں اور سبزیوں کا تقاضا کیا تھا۔

چنانچہ ان سے یہ عظیم نعمت سلب کر لی گئی۔ صاف ستھری آب و ہوا غلیظ اور کثیف ہو گئی' عمدہ سرزمین کھنڈرات بن گئی جیسا کہ قرآن (۱۶/۳۴) میں ہے' جب انہوں نے توحید سے منہ پھیر لیا تو ہم نے ان پر سخت سیلاب بھیجا۔

اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بند میں چوہے پیدا کر دیئے جب ان کو چوہوں کی پیدائش کا علم ہوا تو انہوں نے ان پر بلیاں چھوڑ دیں لیکن بلیاں بے کار ثابت ہوئیں۔ قضاء و قدر کے سامنے تمام تدبیریں رائیگاں ہو گئیں' بلوں کے شگافوں اور دراڑوں کے باعث بند گر پڑا' پانی کا سیلاب اُمڈ آیا' آبپاشی کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ کاشت اور باغات تباہ ہو گئے' عمدہ پھلوں کی بجائے محض جھاڑی بوٹیوں کے پھل رہ گئے (**وبدلناھم بجنتیھم جنتین ذواتی اکل خمط واثل** (۱۶/۳۴) ان باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے جن میں بدمزہ میوے اور جھاڑ تھے۔

الفاظ کے معانی : بقول مجاہد اور ابن عباس "**اکل خمط**" سے مراد پیلو ہیں اور "**اثل**" سے مراد جھاؤ یا ایسا درخت جو صرف ایندھن کے کام آئے' پھل دار نہ ہو' **وشی من سدر قلیل** (۱۶/۳۴) اور تھوڑے سے بیری کے درخت یعنی عمدہ پھلوں کی بجائے محض بیری ایسے خاردار درخت کا پھل باقی رہ گیا جس پر کھودا پہاڑ نکلا چوہا' کی ضرب المثل صادق آتی ہے۔ **لحم جمل غث علی راس جبل**

ترک سکونت اور عیسائیت : اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا' یہ تھا ان کے کفر کا بدلہ' جو ہم نے ان کو دیا اور ناشکرے انسان کے سوا' ہم ایسا بدلہ اور کسی کو نہیں دیتے (۱۷/۳۴) یعنی ایسی سخت سزا ان لوگوں کو دیتے ہیں جو ناشکری کرتے ہیں' ہمارے رسل کی تکذیب کرتے ہیں اور ہمارے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں اور گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں **فجعلناھم احادیث ومزقناھم کل ممزق** (۱۸/۳۴) ہم نے ان کو کہانیاں اور افسانے بنا دیا اور ان کی دھجیاں اڑا دیں' سرسبز علاقہ برباد ہو گیا' مال و دولت تباہ ہو گیا تو وہ اپنا مالوف وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

عرب کے غور اور نجد' ہتھاڑ اور اتاڑ کے علاقوں پر منتشر ہو گئے' چنانچہ خزاعہ قبیلہ مکہ مکرمہ کے نواح میں آباد ہوا۔ ایک قبیلہ موجودہ مدینہ منورہ کے مقام پر فروکش ہوا' پھر ان کے پاس' یہود کے تین قبائل **بنو قینقاع' بنو قریظہ** اور بنو نضیر آباد ہوئے اور اوس و خزرج کے حلیف ہوئے۔

غسان' عاملہ' بہراء' لخم' جذام' تنوخ اور تغلب وغیرہ قبائل شام میں چلے آئے اور عیسائیت کے حلقہ بگوش ہو گئے' ابوبکر' عمر رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں شام کی فتوحات کے سلسلے میں ان قبائل کا تذکرہ

کریں گے' ان شاء اللہ۔

محمد بن اسحاق بذریعہ ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ اعشیٰ شاعر نے یہ اندوہناک حادثہ ایک نظم میں پیش کیا ہے

وفــي ذاك للمؤتســي أســوة ومــأرم عفــى عليهــا العــرم
رخــام بنتــه لهــم حميــر إذا جــاء مــواره لم يــرم
فــأروى الــزرع وأعنابهــا علــى سـعة مـاءهم إذ قسـم
فصــاروا ايــادي لا يقــدرون علــى شــرب طفــل إذا مــافطم

(اس طوفان میں حق بات کی پیروی کرنے والے کے لئے اچھا نمونہ ہے۔ سدمارب کو سیلاب نے نیست و نابود کر دیا۔ حمیر نے ان کے لئے پتھروں سے بند تعمیر کیا جب طغیانی آئی تو وہ ٹھہر نہ سکا۔ پانی جب دروں میں تقسیم ہوتا تھا' زراعت اور باغات کو سیراب کرتا تھا۔ اب وہ لوگ منتشر ہو گئے اور سدمارب سے پانی کی بوند کو ترس رہے تھے کہ شیر خوار بچے کو دودھ چھڑانے کے وقت پلا سکیں)

سیل عرم سے قبل ہی : محمد بن اسحاق سیرت میں رقم طراز ہیں کہ عمرو بن عامر لخمی بن عدی بن حارث بن مرہ بن ازد بن زید بن مضع بن عمرو بن عریب بن یشجب بن زید بن کھلان بن سبا' سیل عرم سے قبل ہی یمن سے ترک سکونت کر کے باہر چلا گیا۔

ابو زید انصاری کی روایت کے مطابق اس کے ترک سکونت کا باعث یہ ہوا کہ اس نے دیکھا وہ سد مارب جس سے وہ حسب منشا آبپاشی کرتے ہیں اس میں چوہوں نے بلیں کھود لی ہیں۔ ان کے باعث سد مارب کا قائم رہنا دشوار امر ہے۔ چنانچہ اس نے ترک وطن کا ایک خفیہ منصوبہ تیار کر لیا۔ اس نے اپنے منجھلے بیٹے کو کہا جب میں تجھے برا بھلا کہہ کر تھپڑ رسید کروں تو جواباً تم بھی مجھے اسی طرح تھپڑ رسید کر دینا۔ حسب منصوبہ اس کے بیٹے نے یہ گستاخی کی تو اس نے کہا میں ایسے علاقے میں قیام سے باز آیا جہاں اولاد باپ کی بے ادبی کرے چناچہ اس نے اپنا سارا مال و متاع فروخت کے لئے پیش کر دیا لوگوں نے موقع غنیمت جان کر اس کا سارا مال و متاع خرید لیا اور وہ اپنے خاندان کو لے کر وہاں سے ترک سکونت کر آیا۔

ازد قبیلہ نے کہا عمرو چلا گیا ہے تو ہم بھی یہاں رہنے کے نہیں۔ چنانچہ وہ بھی اپنا مال فروخت کر کے اس کے ہمراہ ہو گئے۔ "قیام گاہ" کی تلاش میں " عک بن عدنان" کے علاقے میں سے گذرے تو ان سے جنگ و جدال ہو گیا۔ یہ قتل و قتال ان میں کافی عرصہ تک جاری رہا۔ کبھی یہ غالب کبھی وہ غالب۔ عباس بن مرداس نے ایک قصیدہ میں اس کا ذکر کیا ہے

وعــك بــن عدنــان الذيــن تلعبــوا بغســان حتــى طــردوا كــل مطــرد

(عک وہ قبیلہ ہے جس نے غسان کو جنگ کے بعد تتر بتر کر دیا)

چنانچہ یہ لوگ وہاں سے نکل کر مختلف مقامات پر چلے گئے۔ آل جفنہ بن عمرو بن عامر شام میں مقیم ہو گئے۔ اوس اور خزرج موجودہ مدینہ منورہ کے مقام پر فروکش ہو گئے۔ جس کو یثرب کہتے تھے اور خزاعہ قبیلہ

مر میں رہائش پذیر ہو گیا اور "ازد سراۃ" سراۃ میں اور "ازد عمان" عمان میں ۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حکم و امر سے سیلاب آیا اور سد مارب کا علاقہ تباہ و برباد ہو گیا۔ یہ واقعہ سورہ سبا ۱۵ ار ۳۴ میں مذکور ہے۔

محمد بن اسحاق سے ایک روایت مروی ہے کہ عمرو بن عامر کاہن تھا (کسی اور سے یہ منقول ہے) کہ اس کی بیوی طریفہ بنت خیر حمیریہ کاہنہ تھی۔ اس نے بتایا کہ یہ علاقہ عنقریب تباہ ہو جائے گا اس کے بعد انہوں نے سد مارب میں چوہوں کی بلیں دیکھیں تو ان کا یقین پختہ ہو گیا اور وہ وہاں سے ترک سکونت کر کے چلے آئے (واللہ اعلم) یہ واقعہ میں نے عکرمہ سے روایات ابن ابی حاتم سے مفصل نقل کیا ہے۔

سیل عرم کے بعد سبا کی ساری اولاد نے یمن کو خیرباد نہیں کہا بلکہ کافی لوگ وہاں ہی مقیم رہے' سد مارب کے باشندے ہی وہاں سے منتقل ہوئے اور متفرق مقامات میں آباد ہوئے۔ ابن عباس کی مذکورہ بالا روایت کا بھی یہی مطلب ہے کہ سبا کے جملہ قبائل نے یمن سے سکونت ترک نہیں کی' بلکہ یمن میں چھ قبائل بدستور مقیم رہے یعنی مذحج' کندہ' انمار' اشعری' بجیلہ اور حمیر

شاہ حبشہ کی حکومت : یہی قبائل اس علاقہ میں حکمران رہے' پھر شاہ حبشہ نے ابرہہ اور ارباط کے زیر قیادت لشکر روانہ کر کے اس کو اپنے تابع اور زیر فرمان کر لیا قریباً ۷۰ سال اس پر قابض اور حکمران رہا' پھر رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ۵۷۱ء سے کچھ عرصہ قبل سیف بن ذی یزن حمیری نے اس پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے یمن میں علی' خالد بن ولید' ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کو اسلام کی نشرواشاعت کے لئے روانہ کیا' پھر اسود عنسی' متنبی یمن پر غالب آ گیا اور رسول اللہ ﷺ کے نمائندوں کو اس نے وہاں سے نکال باہر کیا' پھر اسود عنسی کے قتل کے بعد وہاں ابوبکر صدیق خلیفہ اول کے عہد خلافت میں اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔

ربیعہ بن نصر بن ابی حارثہ بن عمرو بن عامر لخمی کا قصہ

سہیلی اور یمن کے ماہرین نسب درج ذیل سلسلہ نسب بیان کرتے ہیں۔ نصر بن ربیعہ بن نصر بن حارث بن نمارہ بن لخم ----- زبیر بن بکار اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ربیعہ بن نصر بن مالک بن شعوذ بن مالک بن عجم بن عمرو بن حارثہ بن لخم۔

لخم کا وجہ تسمیہ : لخم' جذام کا بھائی ہے اور لخم کا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس نے اپنے بھائی کے تھپڑ رسید کیا تو اس کا نام لخم "تھپڑ مارا" پڑ گیا' بھائی نے ہاتھ کاٹ کھایا تو اس کا نام جذام "کاٹ ڈالا" مشہور ہو گیا۔

ربیعہ یمن کے شاہان تبع میں سے ہے' سطیح اور شق دو کاہنوں نے اس کا خواب بتا کر تعبیر لگائی اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مژدہ سنایا۔

سطیح : سطیح کا نام ہے ربیع بن ربیعہ بن مسعود بن مازن بن ذئب بن عدی بن مازن بن غسان۔ یہ ایک بے عضو انسان تھا' مشک کی طرح' اس کا چہرہ سینہ میں تھا' غضبناک ہو جاتا تو اس کا جسم پھول جاتا اور بیٹھ جاتا۔

شق : یہ ایک ادھورا اور نصف انسان تھا۔ نسب یہ ہے' شق بن صعب بن یشکر بن رہم بن افرک بن قیس بن عبقر بن انمار بن نزار ـــــــ بعض کہتے ہیں کہ انمار بن اراش بن لحیان بن عمرو بن غوث بن نابت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا مشہور ہے کہ خالد بن عبداللہ قسری سلالہ کی نسل سے ہے۔

سہیلی کا بیان ہے کہ سطیح اور شق دونوں کاہن اسی روز پیدا ہوئے جس روز طریفہ بنت خیر حمیریہ زوجہ عمرو بن عامر فوت ہوئی اور یہ بھی منقول ہے کہ اس نے ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور اس کی کہانت ان کی طرف منتقل ہو گئی' واللہ اعلم۔

خواب مع تعبیر : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ ربیعہ بن نصر' تبع شاہ یمن نے ایک خوفناک خواب دیکھا اور حیران و پریشان ہو گیا۔ چنانچہ اس نے قلمرو کے سب کاہن' ساحر قیافہ شناس اور نجومی دربار میں طلب کر لئے اور ان کو بتایا کہ میں نے ایک اندوہ ناک خواب دیکھا ہے' میں نہایت مضطرب اور بے چین ہوں' مجھے خواب بمع تعبیر بتاؤ تو حاضرین نے کہا حضور! خود بیان فرمایئے' ہم اس کی تعبیر سے آگاہ کر دیں گے' تو اس نے کہا اگر وہ خواب میں خود بتا دوں تو تعبیر سے میری تسلی نہ ہو گی' کیونکہ اس کی تعبیر سے وہی باخبر ہے جو میرے بتائے بغیر خواب سے آگاہ ہو تو ایک درباری نے عرض کیا بادشاہ سلامت! اگر آپ کا یہ مقصد ہے تو شق اور سطیح کو طلب کیجئے۔ ان سے بڑھ کر کوئی بھی خواب کی تعبیر نہیں جانتا' وہ آپ کے ہر سوال کا صحیح جواب دیں گے۔ چنانچہ ان کو پیغام بھیج کر طلب کر لیا۔ سطیح' شق سے قبل دربار میں حاضر ہوا تو شاہ نے بتایا مجھے ایک وحشت ناک خواب آیا ہے' میں سخت بے قرار اور خوفزدہ ہوں' مجھے وہ خواب بتاؤ اگر تو خواب بتا سکے گا تو اس کی تعبیر سے بھی آشنا اور آگاہ ہو گا' یہ سن کر اس نے کہا میں یہ معمہ حل کر سکتا ہوں۔

آپ نے روشن آگ کو تاریکی سے نکلتے دیکھا ہے اور وہ روشنی تہامہ میں پھیل گئی ہے اور اس نے ہر ذی روح کو ہڑپ کر لیا ہے۔ شاہ نے کہا تم نے بالکل درست کہا اب اس کی تعبیر بتایئے۔

تو سطیح نے کہا میں دو سنگلاخ وادیوں کے درمیان ہر ذی روح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے علاقے پر حبشی غالب آجائیں گے اور "ابین" تا "جرش" پر قابض ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے کہا' جناب! یہ تو نہایت اندوہ ناک اور دردناک بات ہے' یہ کب معرض وجود میں آئے گی۔ میرے عہد حکومت میں یا بعد میں؟ تو سطیح نے کہا' ابھی نہیں۔ یہ ساٹھ یا ستر سال کے بعد ظہور پذیر ہو گی۔

شاہ نے پھر پوچھا کیا یہ ان کی حکمرانی سدا رہے گی یا ختم ہو جائے گی؟ تو سطیح نے کہا یہ ستر سال سے کچھ زائد عرصہ کے بعد کچھ قتل ہو جائیں گے اور کچھ فرار ہو جائیں گے۔

شاہ نے پوچھا ان کے ساتھ نبرد آزما کون ہو گا؟ تو اس نے کہا عدن سے ارم ذی یزن حملہ آور ہو گا۔ یمن میں ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔

شاہ نے مزید پوچھا کیا اس کی سلطنت سدا رہے گی یا منقطع ہو جائے گی؟ اس نے کہا اس کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ پوچھا کون ختم کرے گا؟ بتایا ایک پاکباز' جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہو گی' پوچھا یہ نبی کون سے قبیلہ سے پیدا ہو گا؟ اس نے بتایا غالب بن فہر کے خاندان سے' اور تاقیامت اس کی قوم میں یہ حکمرانی باقی رہے گی۔ پھر پوچھا کیا دنیا کا اختتام بھی ہے؟ تو اس نے بتایا' جی ہاں! جس روز پہلے اور پچھلے سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے' نیک لوگ سرخرو ہوں گے اور بدکار عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ شاہ نے پوچھا جو تو بتا رہا ہے' کیا بالکل سچ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! شام کی سرخی' رات کی تاریکی اور بدر کی روشنی کی قسم! جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ حق سچ ہے۔

شق کی تعبیر : بعد میں شق آیا تو اس سے امتحان و آزمائش کی خاطر' سطیح کا سوال' جواب مخفی رکھا اور حسب سابق سوال کیا تو اس نے کہا ہاں! تم نے آتش کو ظلمت سے نکلتے دیکھا ہے' پھر وہ روضہ اور اکمہ کے درمیان رونما ہوئی' اور اس نے ہر زندہ کو ہڑپ کر لیا ہے۔

شق کاہن نے جب یہ خواب بتایا تو شاہ نے تصدیق کی کہ آپ نے بالکل درست کہا ہے اب اس کی تعبیر بتایئے؟ تو اس نے کہا کہ میں حرتین کے درمیان آباد انسان کی قسم کھا کر کہتا ہوں' تمہارے علاقے میں حبشی آجائیں گے اور سب پر غالب آجائیں گے اور "ابین" سے لے کر "نجران" تک قابض ہو جائیں گے۔

شاہ نے کہا' جناب! یہ بات تو نہایت تکلیف دہ ہے۔ بتایئے یہ کب ہو گا؟ کیا میرے عہد حکومت میں یا بعد میں؟ اس نے کہا تمہارے بعد کچھ عرصہ' پھر ان سے ایک عظیم الشان انسان نجات دلائے گا اور ان کو نہایت ذلیل و رسوا کرے گا۔ پوچھا یہ عظیم انسان کون ہو گا؟ فرمایا وہ کمینہ اور کمزور نہیں' ذی یزن کے خاندان سے ہو گا۔ شاہ نے مزید پوچھا' اس کی سلطنت ہمیشہ قائم رہے گی یا منقطع ہو جائے گی؟

تو شق نے کہا ایک رسول کے ذریعے یہ حکومت ختم ہو گی جو صاحب ملت ہے' حق و صداقت اور عدل و انصاف کا پیغمبر ہے۔ "یوم الفصل" تک اس کی قوم میں حکومت باقی رہے گی۔ شاہ نے پوچھا "یوم الفصل" کیا ہے؟ تو شق نے بتایا جس روز سلاطین کو بدلہ ملے گا۔ آسمان سے آوازیں آئیں گی' ہر زندہ اور مردہ سنے گا' سب لوگ ایک میقات پر اکٹھے ہوں گے' متقی اور نیک انسان کے لئے فوز و فلاح اور خیر و برکت ہو گی۔

شاہ نے پوچھا' جو کچھ تم نے بتایا ہے کیا وہ صحیح اور سچ ہے' شق نے کہا زمین و زمان اور ہر نشیب و فراز کے مالک کی قسم! جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ سچ ہے اس میں شک نہیں۔

احتیاطی تدابیر : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ شاہ اس تعبیر سے اس قدر متاثر اور ملول ہوا کہ اپنے اہل خانہ کو عراق روانہ کر دیا اور شاہ سابور بن خرزاذ کے نام ایک مکتوب تحریر کیا اور اس نے اس کے خاندان کو حیرہ میں آباد کر دیا۔

نعمان بن منذر : بقول محمد بن اسحاق' نعمان بن منذر بن عمرو' حیرہ کا گورنر منجانب کسریٰ' ربیعہ بن نصر کی اولاد میں سے ہے۔ عرب کے وفود اس کے دربار میں حاضر ہوتے اور اس کی مدح و ستائش کرتے' اکثر مورخین نے اسحاق کی ...

نیز محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ نعمان بن منذر کی تلوار جب حضرت عمرؓ کے دربار میں پیش کی گئی تو حضرت عمرؓ نے جبیر بن مطعم سے پوچھا یہ نعمان کس کی اولاد ہے؟ تو جبیرؓ نے کہا قنص بن معد بن عدنان کی اولاد میں سے ہے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں خدا جانے نعمان بن منذر قحطانی تھا یا عدنانی۔

تبع ابی کرب کا اہل مدینہ کے ساتھ اچھے سلوک کا بیان : بیت اللہ پر حملے کا عزم پھر حقیقتاً حال منکشف ہونے پر اس کی تعظیم و تکریم کرنا اور اس پر (پہلی بار) غلاف چڑھانا۔

بقول محمد بن اسحاق' ربیعہ کی وفات کے بعد' پورے یمن کا بادشاہ تھا' ابو کرب حسان بن تبان اسعد۔ تبان اسعد آخری تبع ہے ------ بن کلکی کرب بن زید۔ زید پہلا تبع ہے۔ بن عمرو ذی الاذعار بن ابرہہ بن ذی المنار بن رائش بن عدی بن سبا اصغر بن کعب (کہف الظلم) بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن غوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن انس بن ہمیسع بن عربحج ۔حمیر۔ بن سبا اکبر بن یعرب بن یشجب بن قحطان۔ بقول عبدالملک بن ہشام' سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان درست ہے۔

تبان اسعد : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ تبان اسعد ابو کرب مدینہ منورہ میں آیا اور دو یہودی علماء کو اپنے ہمراہ یمن لے گیا۔ اس نے بیت اللہ کی مرمت کروائی اور غلاف چڑھایا' ربیعہ بن نصر سے قبل یہ حکمران تھا۔

وہ مشرقی ممالک کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے مدینہ کے راہ آیا اور اپنے بیٹے کو وہاں چھوڑ گیا' واپس ہوا تو اس کا بیٹا قتل ہو چکا تھا۔ قاتل کا کوئی سراغ نہ ملا تو اس نے مدینہ اور اس کے نخلستان کو تباہ و برباد کرنے کا عزم کر لیا تو انصار نے عمرو بن طلحہ نجاری یکے از عمروہ بن مبذول کی زیر قیادت اس کی مزاحمت کی۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ عدی بن نجار کی اولاد میں سے "احمر" نے اس لڑکے کو کھجوریں توڑتا ہوا پایا اور اسے درانتی کے وار سے موت کے گھاٹ اتار دیا جو کھجور کا پھل پیوند کرنے والے کے پاس ہوتی ہے۔ **انما التمر لمن البر تبع** یہ سن کر بھپر گیا اور قتل و غارت شروع کر دی۔

انصار کا بیان ہے کہ نجاری دن کو تبع کے ساتھ بر سر پیکار ہوتے اور رات کو حسب دستور اس کی میزبانی کرتے' تبع یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ تھا کہ واللہ! یہ لوگ نہایت ناتجربہ کار اور بالکل سادہ لوح ہیں۔

وجہ عناد : ابن اسحاق نے انصار سے نقل کیا ہے کہ تبع یہود پر سخت ناراض تھا کہ انہوں نے اس کو مدینہ میں جنگ و جدال سے منع کیا تھا۔

سہیلی نے نقل کیا ہے کہ تبع اپنے (ابنائے عم) انصار کے تعاون کے لئے مدینہ آیا تھا کہ یہود' مدینہ میں انصار کے پاس چند شرائط کے تحت آباد ہوئے تھے' یہود نے ان شرائط کی خلاف ورزی کی اور ان پر دست درازی شروع کر دی' واللہ اعلم۔

پیش گوئی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ تبع' انصار کے مقابل بر سر پیکار تھا کہ بنی قریظہ کے دو یہودی علماء کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ مدینہ اور اس کے باشندگان کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے تو علمائے یہود نے اس سے

گزارش کی' حضور! آپ ایسا نہ کیجئے' آپ مدینہ کو تہس نہس نہیں کر سکتے ممکن ہے آپ کسی وبال میں مبتلا ہو جائیں۔ اس نے پوچھا یہ کیونکر؟ تو علماء نے کہا' یہ ایک آخر الزمان قریشی نبی کی ہجرت گاہ ہے جو مکہ سے یہاں تشریف لائے گا۔ بنابریں وہ جنگ و جدال سے باز آگیا اور ان کے علم و دانش کا قائل و معتقد ہو گیا اور ان کے دین و ایمان کا پابند ہو گیا اور مدینہ سے کوچ کر گیا۔

تبع کا عقیدہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ تبع اور اس کی قوم بت پرست تھی' وہ یمن کی طرف براستہ مکہ سفر کر رہا تھا کہ عسفان اور امج کے درمیان پہنچا تو ہذیل بن مدرکہ کے چند افراد نے اس سے عرض کیا جناب! ہم آپ کو ایک عظیم خزانے کی نشان دہی کرتے ہیں جو قبل ازیں تمام بادشاہوں کی نظروں سے اوجھل رہا ہے۔ وہ سیم و زر' یاقوت و جواہر سے بھرپور ہے۔ اس نے کہا ضرور بتایئے' چنانچہ انہوں نے کہا' مکہ میں ایک گھر ہے' وہ ان کا عبادت خانہ ہے' وہاں وہ نماز پڑھتے ہیں۔

بدنیتی : آل ہذیل کا خیال تھا کہ وہ اس پر حملہ آور ہو گا تو تباہ ہو جائے گا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جس نے بھی اس کی تباہی کا عزم کیا وہ خود ہلاک ہو گیا۔ جب اس نے حملے کا پختہ عزم کر لیا تو ان یہودی علماء سے مشورہ کیا تو علماء نے بتایا کہ آل ہذیل نے آپ کی اور لشکر کی تباہی اور ہلاکت کا منصوبہ بنایا ہے۔ ہمارے علم میں تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر صرف یہی "گھر" اپنی عبادت کے لئے منتخب فرمایا ہے' اگر آپ اس پر حملہ آور ہوئے تو لشکر سمیت تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

طواف و طعام : پھر اس نے پوچھا جب میں وہاں پہنچوں تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ تو انہوں نے بتایا جو کچھ وہاں کے باشندے کرتے ہیں' آپ بھی وہی کریں۔ اس کا طواف کریں اور تعظیم و تکریم بجا لائیں۔ سر منڈوائیں اور واپسی تک عجز و نیاز کا مظاہرہ کریں۔

اس نے پوچھا' تو پھر تم اس کا طواف وغیرہ کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا' واللہ! یہ ہمارے مورث اعلیٰ ابراہیمؑ کا تعمیر کردہ گھر ہے جسے ہم نے آپ کے گوش گزار کیا ہے وہ اسی طرح قابل احترام ہے' لیکن دراصل بات یہ ہے کہ ان مشرکین نے وہاں بت نصب کر دیئے ہیں اور ان پر غیر اللہ کے نام پر قربانیاں کر کے خون بہاتے ہیں۔ (ہم اس وجہ سے اس سے اجتناب کرتے ہیں) چنانچہ وہ ان کی خیر خواہی اور راست گوئی کا معترف ہو گیا اور ہذیل کے ان چند افراد کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور خود مکہ روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے طواف کیا' قربانی کی اور سر منڈوایا اور وہاں چھ روز قیام کیا اس دوران وہ لوگوں کو گوشت کھلاتا رہا اور شہد کا میٹھا پانی پلاتا رہا۔

غلاف کعبہ : اسے خواب آیا کہ بیت اللہ پر غلاف چڑھائے' چنانچہ اس نے کھدر اور موٹے کپڑے کا غلاف چڑھایا پھر خواب آیا کہ اس سے بہتر غلاف پہنائے' پھر اس پر یمن کے "معافری" کپڑے کا غلاف ڈالا پھر بھی اسے خواب آیا کہ اس سے بھی بہتر کپڑے کا غلاف چڑھائے چنانچہ اس نے دھاری دار سرخ کپڑے کی پوشش ڈالی ـــــــ مورخین کا خیال ہے کہ تبع نے سب سے پہلے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا اور اس کے متولی جرہم قبیلہ کو اس بات کی وصیت کی اور ان کو بیت اللہ کی صفائی کا حکم دیا' نیز بیت اللہ کو خون مردار

اور ناپاک چیزوں سے محفوظ رکھیں اور اس نے ایک دروازہ نصب کر کے اس کو مقفل کر دیا۔

نصیحت آموز اشعار : اسی بات کی روشنی میں سبیعہ بنت احب زوجہ عبد مناف بن کعب بن سعد بن تیم اپنے بیٹے خالد کو مکہ میں ظلم و تعدی سے باز رہنے کی نصیحت کرتی ہے۔

ابنـــي لا تظلـــم بمكـــة ... لا الصغـــير ولا الكبـــير
واحفـــظ محارمهـــا بنـــي ... ولا يغرنـــك الغـــرور
ابنـــي مـــن يظلـــم بمكـــة ... يلـــق أطـــراف الشـــرور
أبنـــي يضـــرب وجهـــه ... ويلـــج بخديـــه السـعير
أبنـــي قـــد جربتهـــا ... فوجـــدت ظالمهـــا يبـــور

(اے بیٹے! مکہ میں خورد و کلاں پر ظلم نہ کر۔ بیٹا! اس کی حرمتوں کا خیال کر اور شیطان تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اے جگر گوشہ! جو بھی مکہ میں ظلم کرے گا وہ شر و فساد میں مبتلا ہو گا۔ اے بیٹا! ظالم اپنے چہرے کو پیٹے گا اور خود جہنم رسید ہو گا۔ بیٹا میں نے اس کا آزمودہ دیکھا ہے اور اس میں ظالم کو ہلاک ہوتے پایا ہے)

الله آمنهـــا ومـــا ... بنيـــت بعرصتهـــا قصـــور
والله آمـــن طيرهـــا ... والعصـــم تـــأمن فـــي ثبـــير
ولقـــد غزاهـــا تبـــع ... فكســـا بنيتهـــا الحبـــير
وأذل ربـــي ملكـــه ... فيهـــا فـــأوفى بـــالنذور
يمشـــي إليهـــا حافيـــا ... بفنهائهـــا ألفـــا بعـــير

(اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ اور اس کے صحن میں تمام عمارات کو امن و امان بخشا ہے۔ اللہ نے اس کے پرندوں کو امن دیا ہے اور ہرن کوہ ثیر پرامن ہیں۔ تبع نے جنگ کی نیت کی' بالآخر اس نے احتراماً" غلاف چڑھایا۔ میرے رب نے اس کے ملک کو اس وجہ سے ذلیل کر دیا اور اس نے نذر کی تکمیل کی۔ وہ برہنہ پاؤں پیدل گیا دو ہزار شتر اس کے پاس تھے)

ويظـــل يطعـــم اهلهـــا ... لحـــم المهـــارى والجـــزور
يســـقيهم العســـل المصفـــى ... والرحيـــض مـــن الشـــعير
والفيـــل أهلـــك جيشـــه ... يرمـــون فيهـــا بـــالصخور
والملـــك في أقصـــى البـــلا ... دوفـــي الأعـــاجم والخـــزور
فـــاسمع إذا حدثـــت وأفهـــم ... كيـــف عاقبـــة الأمـــور

(اور وہ وہاں کے باشندوں کو اونٹوں کا گوشت کھلاتا رہا۔ (چھ روز تک) اور خالص شہد کا شربت پلاتا رہا اور جو کے ستو پلاتا رہا۔ ہاتھی والے لشکر کو ہلاک کر دیا' ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ اور بادشاہ کو دور دراز' عجم اور خزر کے علاقہ میں ہلاک کر دیا۔ جب بات ہو سن اور سمجھ' دیکھو کیسا ہے انجام کار)

یمن میں یہودیت کیونکر پھیلی؟ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ تبع لشکر اور دو علمائے یہود کو اپنے ہمراہ لے کر یمن کی طرف روانہ ہوا' وہاں پہنچ کر اس نے اپنی قوم کو یہودیت اختیار کرنے کی دعوت دی تو قوم نے صاف انکار کر دیا کہ وہ یہودیت کو یمن میں "موجود آگ" کے پاس محاکمہ اور فیصلہ لے جانے کے بعد قبول کریں گے۔

فیصلہ کن آگ : ابن اسحاق' ابو مالک بن ثعلبہ قرظی کی معرفت ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبیداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ تبع جب یمن کی حدود مملکت کے قریب پہنچا تو حمیر نے مزاحمت کی اور اسے یمن میں داخل ہونے سے روک دیا کہ آپ ہمارے دین کو ترک کر چکے ہیں لہٰذا یہاں نہ آیئے۔

تبع نے ان کو یہودیت کی دعوت پیش کی اور کہا یہ دین تمہارے دین سے بہتر ہے تو انہوں نے کہا ہم یہ فیصلہ آگ کے سامنے پیش کریں گے' اس نے کہا ضرور کیجئے۔ اہل یمن کے مطابق وہاں ایک آگ تھی جو متنازعہ امور میں دو ٹوک فیصلہ کر دیتی تھی۔ ظالم کو اپنی گرفت میں لے لیتی اور مظلوم کو ضرر نہ پہنچاتی' چنانچہ یمنی لوگ اپنے بتوں اور نیازوں کے ہمراہ میدان میں آئے اور یہودی علماء اپنے صحیفوں کو حمائل کئے ہوئے باہر میدان میں آکر آگ کے نکلنے کی جگہ بیٹھ گئے۔ چنانچہ آگ نکلی اور بت پرستوں کی طرف لپکی تو وہ ڈر کر دوڑنے لگے تو حاضرین نے لعن طعن کی اور صبر کی تلقین کی تو وہ رک گئے اور آگ نے بتوں اور بت پرستوں کو جلا کر خاکستر کر دیا اور یہودی علماء صحیفوں سمیت صحیح سالم آگ سے باہر نکل آئے۔ صرف ان کی پیشانیاں عرق آلود تھیں۔ آگ کے فیصلہ کے بعد حمیر قبیلہ یہودیت کا حلقہ بگوش ہو گیا۔ یہ حادثہ یمن میں یہودیت پھیلنے کا موجب ہوا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے کسی محدث نے بتایا ہے کہ یہودی علماء اور یمنی باشندے آگ کو دھکیلنے کے لئے آگ کے پیچھے لگ گئے اور سب نے فیصلہ کیا کہ جو گروہ آگ کو دھکیل کر اس کے منبع میں داخل کر دے گا وہ حق پرست ہے۔

یمنی نمائندے اپنے بتوں کو لے کر آگ کے قریب ہوئے تو آگ ان کو جلانے کے لئے لپکی تو وہ فرار ہو گئے اور آگ کو دھکیل کر منبع میں داخل نہ کر سکے۔

بعد ازیں یہودی علماء آگ کو دھکیلنے کے لئے تورات کی تلاوت کرتے ہوئے آگ کی طرف بڑھے تو آگ مدھم پڑ گئی اور اس کو منبع میں داخل کر دیا۔ پھر یمنی حمیری سب لوگ یہودیت کے قائل ہو گئے۔ (خدا معلوم ان دونوں واقعات میں سے کون سا واقعہ ظہور پذیر ہوا)

بت کدہ رئام : مشرکین حمیر کا "رئام" بت کدہ تھا وہ اس کی تعظیم کرتے اور اس کے گردونواح قربانیاں ذبح کرتے' ان یہودی علماء نے تبع کو بتایا یہ بت شیطان ہے ان کو دین سے برگشتہ کرتا ہے۔ اس کی شکست و ریخت کی اجازت دیجئے۔ یمنیوں کے مطابق' علماء یہود نے بت توڑ کر اس میں سے کالا کتا نکالا اور اسے قتل کر ڈالا اور اس بت کدے کو مسمار کر ڈالا۔

تبع کا اسلام : مرفوع روایت میں ہے کہ تبع کو برا مت کہو۔ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا تھا بقول

سہیلی، معمر از ہمام از ابوہریرہؓ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسعد حمیری کو سب و شتم نہ کرو اور برا نہ کہو۔ سب سے پہلے اس نے کعبہ پر غلاف چڑھایا ہے۔

جب یہودی علماء نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پیش گوئی کی تو تبع نے یہ اشعار کہے۔

شـــهـدت علـــى احمــــد انـــه رســـول مـــن اللہ بـــاری النسم
فلـــو مـــد عمـــری الی عمـــره لکنـــت وزیـــراً لـــه وابـــن عـــم
وجـــاهـدت بالســـيف أعـــداءه وفرجـــت عـــن صـــدره کـــل هـــم

(میں گواہ ہوں کہ احمدؐ اللہ تعالیٰ خالق ارواح کے رسول ہیں۔ اگر میری عمر دراز ہوئی تو میں اس کا وزیر اور حامی ہوں گا۔ اس کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور اس کے دل سے ہر رنج و الم کو دور کروں گا)

یہ اشعار ابوایوب انصاریؓ کے پاس محفوظ تھے اور انصار یہ اشعار یاد کر کے گنگناتے رہتے تھے۔

تبع کی لڑکیاں : کتاب القبور میں ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ صفا میں ایک قبر کی کھدائی کی گئی۔ اس میں دو عورتوں کی لاشیں مدفون تھیں، ان کے ہمراہ قبر میں ایک نقرئی تختی پر آب زر سے یہ عبارت کندہ تھی "لمیس اور حبی دختران تبع کی یہ قبر ہے" یہ دونوں اللہ وحدہ لاشریک کی الوہیت کا اقرار کرتی ہوئیں فوت ہوئیں۔ قبل ازیں پارسا لوگ بھی اس کا اقرار و اعتراف کرتے ہوئے فوت ہوئے ہیں۔

حسان بن تبان و سعد اور شہر یمامہ کا وجہ تسمیہ : بعد ازیں حسان بن تبان اسعد تخت نشین ہوا، اور خاتون یمامہ زرقاء جسے "جو" شہر کے دروازے پر سولی چڑھایا گیا اور اسی روز سے اس شہر کا نام یمامہ مشہور ہو گیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے، حسان نے عرب و عجم کو زیر کرنے کا منصوبہ بنایا اور اہل یمن کو ساتھ لے کر اس مہم پر روانہ ہوا، جب عراق پہنچا تو یمنی اور حمیری قبائل نے اس کی رفاقت کو ناگوار سمجھا اور وطن کی طرف واپس لوٹنے کا مصمم ارادہ کر لیا چنانچہ ان قبائل نے حسان کے بھائی عمرو کے ساتھ مل کر یہ سازش تیار کی کہ حسان کو قتل کر دو، ہم آپ کو بادشاہ تسلیم کر لیں گے اور وطن واپس لے چلیں گے، عمرو اس بات پر رضامند ہو گیا تو یہ اتفاق رائے ماسوائے "ذورعین حمیری" سب نے یہ فیصلہ کر لیا، ذورعین نے عمرو کو قتل سے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا تو اس نے درج ذیل دو شعر تحریر کر کے عمرو کے پاس امانت رکھ دیئے۔

الا مـــن یشـــتری ســـهراً بنـــوم ســـعید مـــن یبیـــت قریـــر عـــین
فامـــا حمـــیر غـــدرت وخـــانت فمعـــذرة الآلـــه لـــذی رعـــین

(سنو! جو شخص راحت کی نیند کے بدلے، بے خوابی کا خریدار ہے، وہ سیاہ بخت ہے، نیک بخت وہ ہے جو خنک آنکھ کے ساتھ رات بسر کرے۔ حمیر نے بے وفائی کر کے خیانت کی ہے اللہ تعالیٰ کے پاس ذورعین معذرت خواہ ہے)

بھائی کا قتل موجب ہلاکت : عمرو، بھائی حسان کے قتل کے بعد، یمن واپس چلا آیا تو نیند حرام ہو گئی، بے خوابی میں مبتلا ہو گیا تو اس نے طبیبوں اور کاہنوں سے رجوع کیا تو اس کے مرض کی یہ تشخیص ہوئی کہ جو شخص اپنے بھائی یا کسی عزیز رشتہ دار کو ناحق قتل کر دیتا ہے اس کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے اور وہ بے خوابی

کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پھر اس نے قتل کا مشورہ دینے والوں کو یکے بعد دیگرے قتل کر دیا جب ذورعین کو قتل کرنے لگا تو اس نے کہا' میرا قتل سے بیزاری کا ثبوت تمہارے پاس موجود ہے' عمرو نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے آپ کو کاغذ کا ایک پرزہ امانت دیا تھا' کھولا تو اس میں درج بالا اشعار موجود تھے چنانچہ اسے زندہ چھوڑ دیا اور عمرو اس مہلک مرض سے ہلاک ہو گیا تو حمیر طوائف الملوکی کے شکار ہو گئے۔

لخنیعۃ ذوشناتر کا یمن پر غاصبانہ قبضہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ لخنیعۃ ینوف نوشناتر نامی ایک عام حمیری تھا' جس کا شاہی خاندان سے کوئی رشتہ نہ تھا' یہ جرات کر کے سلطنت پر قابض ہو گیا۔ سربر آوردہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور شاہی خاندان کو تباہ کر دیا۔ بایں ہمہ وہ لوطی اور لونڈے باز تھا۔ اس مشغلے کے لئے اس نے ایک خاص بالاخانہ بنا رکھا تھا' کسی شہزادے کو منگوا لیتا اور اس کے ساتھ لواطت کرتا کہ اس کے دل میں حکومت کا خیال تک نہ آسکے اور بدکاری کے بعد مسواک کرتا ہوا بالا خانے سے نیچے جھانکتا تاکہ محافظوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ فارغ ہو چکا ہے۔ ایک روز اس نے زرعہ ذونواس بن تبان اسعد' برادر حسان کو بلا بھیجا یہ ایک حسین و جمیل اور ہوشمند لڑکا تھا' جب اس کے پاس بلاوا پہنچا تو وہ حقیقت حال کو تاڑ گیا۔ چنانچہ اس نے تیز دھار عمدہ چھری جوتے میں چھپا لی' جب تنہائی میں لخنیعہ اس کی طرف لپکا تو اس نے دبوچ کر قتل کر ڈالا' پھر چھری سے سر کاٹ کر اس طاق میں رکھ دیا جس سے وہ نیچے جھانکا کرتا تھا اس کے منہ میں مسواک بھی رکھ دیا' لخنیعہ نے ۲۷ برس حکمرانی کی۔

جرات کا ثمرہ : زرعہ ذونواس محل سے باہر آیا تو محافظوں نے پوچھا ذونواس "ارطب ام بیاس" اے ذونواس! تر ہے یا خشک! اس نے کہا سر سے پوچھ' دبر تر ہے' ذونواس کی دبر کو کوئی خطرہ نہیں۔

نوٹ : دستور تھا کہ لخنیعہ کے پاس سے بدکاری کے بعد جب لڑکا برآمد ہوتا تو محافظ اس کی سواری کے ہونٹ اور دم کاٹ دیتے اور بلند آواز سے کہتے (ارطب ام یباس) جب ذونواس کمرے سے برآمد ہوا اور اپنی ناقہ مراب پر سوار ہو گیا تو محافظوں نے کہا اے ذونواس! "ارطب ام یباس" تو اس نے کہا' محافظوں کو ذونواس کی دبر کے بارے میں معلوم ہو جائے گا' تر ہے یا خشک (سل نحماس' استر طبان' ذونواس استر طیان لا بیاس) (حاشیہ)

محافظوں نے طاق دیکھا تو اس میں لخنیعہ کا کٹا ہوا سر موجود ہے۔ (منہ میں مسواک ہے) چنانچہ سب لوگوں نے ذونواس سے عرض کیا آپ ہی بادشاہت کے اہل اور لائق ہیں کہ اس خبیث اور بدطینت لوطی کو قتل کر کے دنیا کو سکون و راحت بخشا۔

اس طرح سب نے بہ اتفاق رائے اس کو بادشاہ تسلیم کر لیا یہ حمیر کا آخری بادشاہ اور تاجدار تھا اور اس کا نام یوسف تجویز کیا اور اس نے ۶۸ سال حکمرانی کی۔

نجران میں عیسائیت : عبداللہ بن ثامر کی زیر قیادت کچھ عیسائی' عیسائیت کے پابند اور انجیل پر عامل

ابن اسحاق نے نجران کے باشندوں میں عیسائیت کی اشاعت کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ شام کے علاقے میں فیمیون نامی ایک عابد زاہد اور مستجاب الدعوات عیسائی تھا' اپاہجوں اور مصیبت زدگان کے لئے دعا کرتا وہ شفایاب ہو جاتے اور صالح نامی اس کا ہم سفر اور رفیق تھا۔ وہ دونوں اتوار کے دن عبادت و ریاضت میں مصروف گزارتے اور باقی ایام میں محنت مزدوری کرتے۔

فیمیون اور اس کے ساتھی کو کسی بدوی نے گرفتار کر کے نجران میں فروخت کر دیا۔ وہاں فیمیون جس کمرے میں رات کو عبادت کرتا تھا وہ کمرہ جگمگا اٹھتا' اس کا آقا یہ منظر دیکھ کر نہایت متعجب ہوتا اور حیرت کا اظہار کرتا۔ اہل نجران ایک نہایت طویل کھجور کو زیورات سے سجا کر عبادت کیا کرتے تھے' فیمیون نے اپنے آقا سے عرض کیا' جناب! میں اللہ تعالیٰ سے اس کھجور کے بارے التجا کروں اور اللہ تعالیٰ اسے تباہ و برباد کر دے' تو کیا آپ کو اس عقیدہ کے غلط اور باطل ہونے کا یقین و ادعان ہو جائے گا؟ آقا نے کہا بالکل درست ہے' چنانچہ نجران کے باشندے وہاں جمع ہو گئے اور فیمیون مصلے پر کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی' تیز آندھی آئی اور کھجور جڑ سے اکھڑ گئی اور زمین پر آ رہی۔

یہ کرامت دیکھ کر سب لوگ عیسائی ہو گئے اور فیمیون نے ان کو انجیل کے مسائل سے آگاہ کیا۔ بدین وجہ نجران میں عیسائیت ظہور پذیر ہوئی اور عبداللہ بن ثامر بھی عیسائیت کا حلقہ بگوش ہو گیا۔

ذوم نواس شاہ یمن کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے اشتعال میں آکر نجران کے عیسائیوں کو یہودیت کی دعوت دی اور کہا یہودیت یا موت دونوں میں سے ایک کو پسند کر لو' چنانچہ انہوں نے موت کو یہودیت پر ترجیح دی تو اس نے کھائیاں کھود کر آگ دھکائی' اور بیس ہزار افراد کو اس میں جلا کر بھسم کر دیا۔ یہ واقعہ سورہ بروج (۱۰/۸۵) میں مذکور ہے۔

ذونواس کی شکست اور ارباط کی فتح : شق اور سطیح کاہنوں کی تعبیر کے مطابق اہل نجران میں سے صرف ایک شاہ سوار "دوس ثعلبان" زندہ بچا اور وہ قیصر کے دربار میں پہنچا' شاہ سے ذی نواس اور اس کی حکومت کے خلاف مدد اور تعاون کی درخواست کی اور اپنی حالت زار بیان کی اور مذہب کے نام پر اپیل کی کہ وہ عیسائی تھا۔

شاہ نے کہا' آپ کا علاقہ یہاں سے نہایت دور واقع ہے۔ براہ راست مدد کرنا دشوار ہے' میں آپ کے قریب شاہ حبشہ کو تعاون کی بابت لکھتا ہوں۔ وہ بھی آپ کا ہم مشرب عیسائی ہے' چنانچہ دوس قیصر کا حکم نامہ لے کر نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نجاشی شاہ حبش نے ارباط کی زیر قیادت ستر ہزار فوج کا لشکر جرار روانہ کر دیا اس لشکر میں ابرہہ اشرم' نکٹا بھی تھا' ارباط نے سمندر کے راستے بحری بیڑا پر سفر کیا اور دوس بھی ان کے ہمراہ تھا۔ وہ ساحل یمن پر اترے اور ذونواس کی طرف بڑھے' ذونواس بھی اپنا لاؤ لشکر لے کر بالمقابل ہو گیا۔ جب میدان کارزار گرم ہوا تو ذونواس کو شکست فاش ہوئی' ذونواس جب شکست اور قوم کی ذلت و رسوائی سے دوچار ہوا تو شکست کی ذلت و رسوائی برداشت نہ کر سکا اور اپنے گھوڑے کو سمندر میں ڈال دیا اور وہیں غرقاب ہو گیا اور ارباط

بزور بازو یمن پر قابض ہو گیا۔

ابرہہ اشرم کی بغاوت اور جنگ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ارباط یمن پر سالہا سال تک اقتدار پر قابض رہا پھر ابرہہ نے بغاوت کی اور حبشی دو گروہوں میں بٹ گئے یہاں تک کہ جنگ و جدال کی نوبت آ گئی' جب جنگ کا آغاز ہونے لگا تو ابرہہ نے ارباط کو پیغام بھیجا کہ اس طرح آپس کی خانہ جنگی سے رفتہ رفتہ ساری قوم تباہ ہو جائے گی بہتر ہے کہ میری اور آپ کی براہ راست لڑائی ہو' جو غالب آ جائے اس کی حکومت قائم ہو جائے' ارباط نے جواب میں کہا تم نے منصفانہ تجویز پیش کی ہے اور یہی دستور بہتر ہے۔

ابرہہ پست قامت بھاری بھرکم اور کٹر عیسائی تھا' ارباط دراز قامت اور حسین و جمیل جوان تھا' آپس میں جنگ مبارزت شروع ہوئی اور ابرہہ نے اپنی پشت کی حفاظت کی خاطر عتودہ نامی غلام مقرر کر دیا' ارباط نے پہلے وار کیا اور اس کے سر پر برچھا مارا تو اس کا ناک اور ہونٹ کٹ گیا اور اشرم لقب پڑ گیا' عتودہ فوراً ارباط پر حملہ آور ہوا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ---- پھر بہ اتفاق رائے ابرہہ یمن کا حاکم نامزد ہو گیا اور ارباط کی دیت ادا کر دی۔

شاہ حبش کی ناراضگی اور مسند حکومت : جب اس جنگ و جدال کا شاہ حبش کو علم ہوا تو وہ ابرہہ اشرم پر سخت ناراض ہوا کہ میرے نامزد کردہ امیر کو بلا اجازت قتل کر دیا گیا۔ اب ابرہہ کی خیر نہیں' میں خود اس کے علاقے کو روند ڈالوں گا اور روبرو جنگ لڑوں گا اور اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر ذلیل و رسوا کروں گا۔ ابرہہ کو شاہ حبش کے جنگی عزائم کا علم ہوا تو اس نے خاک یمن کا ایک تھیلہ اور اپنے سر کے بال کاٹ کر شاہ حبش کی خدمت میں روانہ کر دیئے اور ایک درخواست تحریر کی' جناب! ارباط آپ کا غلام تھا' میں بھی آپ کا ادنیٰ خادم اور غلام ہوں' ہمارا آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہم سب آپ کے تابع اور مطیع ہیں مگر میں حبشی سلطنت کے مفادات کا' اس سے زیادہ حامی اور محافظ ہوں' نظم و ضبط اور امور سلطنت پر زیادہ نگہبان ہوں۔

مجھے آپ کے حلف کا علم ہوا تو میں نے اپنے سر کے بال خود کٹوا کر ارسال خدمت کر دیئے ہیں اور ارض یمن کی خاک کا تھیلہ آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا کہ آپ اسے روند کر اپنی قسم پوری کر لیں ---- اس اطاعت شعاری سے شاہ حبش ابرہہ پر راضی ہو گیا اور اسے شاہی فرمان لکھ بھیجا "ان اثبت بارض یمن حتی یاتیک امری" کہ تا حکم ثانی تم یمن پر قابض رہو' چنانچہ ابرہہ یمن پر قابض ہو گیا۔

ابرہہ کا ہاتھیوں کے ہمراہ تخریب کعبہ کے عزم کا سبب : کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا برتاؤ کیا' کیا ان نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں بنا دیا تھا اور اس نے ان پر غول کے غول پرندے بھیجے جو ان پر پتھر' کنکر کی قسم کے پھینکتے تھے پھر انہیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر ڈالا (۱۰۵/۱---۵)

اولیات : بعض مورخ کہتے ہیں کہ آفریدوں میں اثغیان' قاتل ضحاک نے سب سے پہلے ہاتھی کو سدھایا ... [illegible] اور سب سے اول گھوڑے کو مسخر اور تابع کیا'

تیسرے عالم گیر بادشاہ' طہمورث نے اور بعض کہتے ہیں اسماعیل علیہ السلام سب سے قبل گھوڑے پر سوار ہوئے اور احتمال ہے کہ عرب میں سب سے قبل اس پر اسماعیلؑ سوار ہوئے ہوں' واللہ اعلم۔

ہاتھی بلی سے ڈرتا ہے : ہاتھی اپنے عظیم قدو قامت کے باوصف بلی سے ڈرتا ہے' کسی سپہ سالار نے ہندوستان کے میدان جنگ میں بلیوں سے ہاتھیوں کو بھگا دیا تھا۔

قلیس کی تعمیر : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ صنعاء میں ابرہہ نے ایک بے مثال عظیم الشان "قلیس" نامی کلیسا تعمیر کروایا اور نجاشی کی طرف ایک مکتوب لکھا کہ میں نے آپ کے لئے ایک بے مثال اور عدیم نظیر کلیسا تعمیر کروایا ہے اور میں عربوں کا حج اس کلیسا کی طرف موڑے بغیر نہ رہوں گا ---- سہیلی نے نقل کیا ہے کہ ابرہہ نے اہل یمن سے اس کلیسا کی تعمیر و تزئین کے سلسلہ میں خوب بیگاری اور کئی پابندیاں عائد کیں' جو شخص طلوع آفتاب سے قبل کام پر حاضر نہ ہوتا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا۔

کلیسا کی عمارت کا اکثر سازوسامان اور خادم وغیرہ بلقیس کے محل سے منگوایا اور اس میں سیم و زر کی صلیبیں آویزاں کیں' ہاتھی دانت اور آبنوس کی قیمتی لکڑی کے منبر بنوائے اور نہایت وسیع و عریض فلک بوس عمارت تعمیر کی۔

☜ ابرہہ کی ہلاکت کے بعد اس کلیسا سے جو شخص کوئی سامان اٹھانا چاہتا تو اس پر جنات کا حملہ ہو جاتا کیونکہ ابرہہ نے کلیسا کا سنگ بنیاد دو بتوں کعیب اور اس کی زوجہ کے نام پر رکھا تھا جن کی قامت ساٹھ ہاتھ تھی اور یہ عمارت خلیفہ سفاح کے عہد خلافت تک بدستور قائم رہی اور اس نے اہل علم و دانش اور ارباب عزیمت کو وہاں بھیج کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔

کنانی کا اشتعال اور لڑائی کا آغاز : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابرہہ کے اس مکتوب کا علم جب عرب کو ہوا تو ایک کنانی اس سے نہایت مشتعل ہوا اور "قلیس" کے اندر گھس کر ایک کونے میں ٹٹی کر دی اور واپس حجاز چلا آیا۔ ابرہہ کو یہ اطلاع ملی تو اس نے تحقیق کروائی تو معلوم ہوا کہ یہ مکہ کے کسی عرب باشندے کی حرکت ہے۔ جہاں کعبہ ہے جس کا وہ حج کرتے ہیں اس نے یہ حرکت آپ کے اشتعال انگیز اعلان سننے کے بعد کی ہے کہ میں عربوں کا حج اس کلیسا کی طرف موڑے بغیر نہیں رہوں گا۔ چنانچہ اس عربی نے یہاں رفع حاجت کی کہ یہ کلیسا حج کے قابل نہیں۔

جب ابرہہ کو یہ حقیقت حال معلوم ہوئی تو اس نے غضبناک ہو کر حلفاً کہا کہ وہ کعبہ پر حملہ کر کے مسمار کر دے گا' پھر اس نے ------ ماہ محرم مطابق ۵۷۱ھ ------ اعلان جنگ کیا اور ساٹھ ہزار کا لشکر تیار ہو گیا پھر لشکر جرار گیارہ ہاتھیوں کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا' عرب نے یہ خبر سنی تو وہ بے حد حیران ہوئے اور اس سے نبرد آزما ہونے کو ضروری سمجھا۔

ذونفر اور نفیل کا مزاحم ہونا : چنانچہ اشراف یمن میں سے ایک سردار "ذونفر" عربوں کا ایک جم غفیر لے کر ابرہہ کو بیت اللہ کی طرف بڑھنے سے روکنے کے لئے نکلا' لڑائی ہوئی تو وہ شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ ابرہہ نے اسے قتل کرنا چاہا تو اس نے کہا' حضور! آپ مجھے قتل نہ کیجئے' ممکن ہے کہ میرا آپ کے ہمراہ زندہ

رہنا قتل سے بہتر ہو' ابرہہ متحمل مزاج اور بردبار انسان تھا' اسے قتل نہ کیا اور گرفتار کر کے اپنے ہمراہ اٹھا لیا پھر خثعم کے علاقہ میں پہنچا تو نفیل 'شہران اور ناہس کے علاوہ متعدد قبائل عرب کو لے کر ابرہہ کے مقابلے کے لئے آیا وہ بھی شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ ابرہہ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے التماس کیا' حضور! آپ مجھے قتل نہ کریں' عرب کے علاقہ میں' میں آپ کی راہنمائی کے فرائض سرانجام دوں گا نیز شہران اور ناہس دونوں قبیلے آپ کے تابع اور وفادار بن گئے ہیں چنانچہ ابرہہ نے اسے معاف کر دیا اور اپنے ہمراہ بطور راہنما لے لیا۔

ابو رغال : جب طائف پہنچا تو مسعود بن معتب ثقفی' بنی ثقیف کو لے کر ابرہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا' حضور! ہم آپ کے غلام ہیں تابعدار ہیں ہم آپ کی خلاف ورزی کی تاب نہیں لا سکتے' ہمارا یہ بتکدہ وہ معبد نہیں جسے آپ مسمار کرنا چاہتے ہیں' آپ تو جس کعبہ کو گرانے آئے ہیں وہ مکہ میں ہے۔ ہم آپ کے ہمراہ راہنما روانہ کر دیتے ہیں۔ ابرہہ نے یہ تجویز قبول کر لی اور ان سے درگزر کیا۔

لات : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بنی ثقیف کا ایک معبد تھا اس میں "لات" نصب تھا وہ اس کی کعبہ کی طرح تعظیم و تکریم کرتے تھے' بنی ثقیف نے ابرہہ کے ہمراہ "ابو رغال" کو روانہ کر دیا اور وہ مکہ کا راستہ بتاتا تھا جب "مغمس" مقام پر پہنچا تو ابو رغال مر گیا۔ چنانچہ عرب اس کی قبر پر سنگ باری کرتے ہیں۔

قصہ ثمود میں بیان ہو چکا ہے کہ ابو رغال ثمودی تھا' حرم کی وجہ سے وہ عذاب سے محفوظ رہا' جب حدود حرم سے باہر آیا تو اسے پتھر لگا اور وہ ہلاک ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہ یہاں دفن ہوا اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے ہمراہ سونے کی دو چھڑیاں بھی مدفون ہیں' لوگوں نے اس کی قبر کھود ڈالی' اور چھڑیاں وہاں موجود تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بنی ثقیف کا جد اعلیٰ ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان دونوں واقعات کی تطبیق یہ ہے کہ ابرہہ کا دلیل راہ "ابو رغال" اور ثمودی ابو رغال دونوں ہم نام تھے' عرب ثمودی ابو رغال کی طرح اس ابو رغال کی قبر پر بھی سنگ باری کیا کرتے تھے' واللہ اعلم۔ جریر شاعر نے کہا ہے۔

إذا مات الفرزدق فارجموه كرجمكم لقبر أبي رغال

مکہ میں لوٹ مار : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ "مغمس" سے ابرہہ نے اسود بن مقصود حبشی کو ایک فوجی دستہ دے کر روانہ کیا۔ وہ اہل تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ لایا ان میں عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ عبدالمطلب قوم کے رئیس اور قبیلہ کے سردار تھے حرم مکہ کے سب قبائل نے ان سے کہا کہ ابرہہ سے نبرد آزما ہونا چاہیے۔ وہ ابرہہ کی فوجی طاقت دیکھ کر لڑائی سے دستبردار ہو گئے۔ ابرہہ نے حناطہ حمیری کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ان کے سردار کو معلوم کر کے کہو کہ شاہ کا فرمان ہے کہ وہ تم سے لڑنے نہیں آیا وہ تو صرف کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے آیا ہے۔ اگر تم مزاحمت نہ کرو' تو اسے تمہارے قتل و غارت سے کوئی غرض نہیں' وہ اگر جنگ کرنا نہ چاہتے ہوں تو ان کے رئیس کو میرے پاس لے آنا۔

رئیس مکہ کی پیش : حناطہ مکہ میں پہنچا تو اس نے رئیس مکہ کی بابت دریافت کیا تو معلوم ہوا وہ

عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابرہہ کا پیغام پہنچایا تو عبدالمطلب نے کہا' واللہ! ہم ابرہہ سے لڑنا نہیں چاہتے اور نہ ہی ہم میں' اس کی طاقت ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے' اور اس کے خلیل ابراہیمؑ کا تعمیر کردہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے تو وہ اس کا گھر ہے۔ اگر اسے تنہا بے یارومددگار چھوڑ دے تو وہ جانے ہمیں ابرہہ کے ساتھ لڑنے کی ہمت نہیں۔

حناطہ نے کہا' آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں' اس نے مجھے آپ کو ساتھ لانے کا حکم دیا ہے' چنانچہ عبدالمطلب اپنے بعض لڑکوں کو لے کر ابرہہ کی طرف روانہ ہوئے لشکر میں پہنچے تو اپنے قدیم دوست "ذونفر" کے بارے دریافت کیا' تو معلوم ہوا کہ وہ پابند ہے' اس کے پاس گئے اور کہا جناب ذونفر!! کیا ہماری اس مصیبت کا کوئی حل ہے؟ تو "ذونفر" نے کہا ایک شاہی اسیر کیا کر سکتا ہے۔ اسے تو خود صبح شام اپنی جان کا کھٹکا ہے۔ میں آپ کے کچھ کام نہیں آسکتا' ہاں! "انیس" فیلبان میرا دوست ہے۔ میں اسے پیغام بھیجتا ہوں اور آپ کی وجاہت و عظمت کا اسے احساس دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ شاہ سے آپ کی ملاقات کا بندوبست کرا دے اور ممکن ہو تو وہ آپ کی سفارش بھی کرے تو جناب عبدالمطلب نے کہا مجھے یہی کافی ہے۔

اونٹوں کا مطالبہ : چنانچہ ذونفر نے انیس کو پیغام بھیجا کہ عبدالمطلب قوم کے رئیس ہیں اور زمزم کے مالک ہیں' لوگوں کے خوردونوش کا اہتمام کرتے ہیں اور وحشی جانوروں کو بھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر گوشت کھلاتے ہیں۔ شاہ نے ان کے دو صد شتر پکڑ لئے ہیں' آپ حسب استطاعت ان کا کام کیجئے اور شاہ سے بات چیت کا انتظام کرا دیجئے' اس نے کہا میں کوشش کرتا ہوں' چنانچہ انیس نے شاہ سے گفتگو کی' حضور! یہ قریش کے رئیس' دروازہ پر ہیں' آپ کی ملاقات کے منتظر ہیں' وہ زمزم کے مالک ہیں' انسانوں اور وحشی جانوروں کو گوشت کھلاتے ہیں' آپ انہیں اجازت مرحمت فرمائیے۔ وہ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں' چنانچہ ابرہہ نے اسے اجازت دے دی۔

عبدالمطلب نہایت وجیہہ اور حسین و جمیل تھے' ابرہہ آپ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اور خوب تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور اپنے تخت سے اتر کر' تکیہ کے پاس آبیٹھا اور ان کو بھی اپنے پہلو میں بٹھا لیا ---- پھر اپنے ترجمان کی معرفت ان سے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے ترجمان کے ذریعہ بتایا کہ میرے جو اونٹ پکڑے گئے ہیں وہ آپ مجھے واپس دے دیں۔ ابرہہ نے ترجمان کی زبانی کہا' میں آپ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا تھا' مگر آپ کی بات نے میری نگاہ میں آپ کو بے وقار کر دیا ہے۔ آپ اپنے دو سو اونٹوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اور بیت اللہ کا نام تک نہیں لے رہے جو آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا دینی مرکز ہے' حالانکہ میں اسے مسمار کرنے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا' میں تو صرف اونٹوں کا مالک ہوں اور اللہ کعبہ کا رب ہے جو اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے کہا وہ میرے حملہ سے بچ نہ سکے گا۔ عبدالمطلب نے کہا "انت وذاک" آپ جانیں اور وہ جانے' پھر ابرہہ نے ان کے اونٹ واپس کر دیئے۔

ابن اسحاق نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ عبدالمطلب کے ہمراہ ابرہہ کے پاس یعمر بن نفاثہ بن عدی' رئیس بنی بکر اور خویلد بن واثلہ رئیس ھذیل بھی گئے تھے' انہوں نے تہامہ کی پیداوار کا تہائی حصہ بطور جزیہ اس

شرط پر پیش کیا کہ آپ واپس چلے جائیں اور کعبہ نہ گرائیں۔ اس نے انکار کر دیا۔ واللہ اعلم' یہ بات ہوئی یا نہیں۔ بعد ازاں عبدالمطلب مکہ چلے آئے اور قریش کو صورت حال سے باخبر کیا اور ان کو مکہ سے نکل جانے کا مشورہ دیا اور پہاڑوں میں پناہ گزین ہونے کا کہا۔

دعا : پھر عبدالمطلب اور چند قریشیوں نے کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں' ابرہہ اور اس کے لشکر پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور عبدالمطلب نے کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر کہا۔

لاهـم إن العبـد يمنـع رحلـه فـامنع رحـالك
لا يغلـبن صليبهـم ومحـالهم غـدوا محـالك
ان كنـت تـاركهم وقبلتنـا فـامر مـا بدالـك

(الٰہی! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر۔ کل صبح ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر پر غالب نہ آنے پائے۔ اگر تو ان کو اور ہمارے کعبہ کو اپنے حال پر چھوڑنا چاہتا ہے تو جو چاہے کر)

ابن ہشام نے اس بیان کی تائید و توثیق کی ہے۔

پرندوں کے ذریعہ عذاب : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عبدالمطلب نے کعبہ کے در کا کنڈا چھوڑ دیا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑوں میں چلے گئے اور ابرہہ کے حملہ کے انتظار میں تھے۔ دوسرے روز صبح مکہ میں داخل ہونے کے لئے ابرہہ تیار ہوا۔ محمود نامی ہاتھی پر ہودج ڈالا اور لشکر کو مسلح کیا جب ہاتھی کا رخ مکہ کی طرف کیا تو نفیل بن حبیب خثعمی نے ہاتھی کا کان پکڑ کر کہا (ابرک محمود' ارجع من حیث اتیت) محمود بیٹھ جا جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا' تو اللہ تعالیٰ کے محترم شہر میں ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کان چھوڑ دیا اور ہاتھی بیٹھ گیا۔ نفیل خثعمی دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ (بقول سہیلی) ہاتھی بیٹھا نہیں بلکہ گر پڑا کیونکہ ہاتھی بیٹھا نہیں کرتا اور بعض کا خیال ہے کہ کچھ ہاتھی اونٹ کی طرح بیٹھتے ہیں' واللہ اعلم۔

ہاتھی کو اٹھانے کے لئے مارنے لگے وہ نہ اٹھا۔ اس کے سر پر کلہاڑیاں اور لکڑیاں برسائیں۔ پھر بھی وہ نہ اٹھا' اسے یمن کی طرف متوجہ کرتے تو وہ دوڑنے لگتا' اسی طرح شام اور مشرق کی سمت موڑتے تو تیز دوڑنے لگتا اور جب مکہ کی طرف موڑتے تو بیٹھ جاتا۔ اتنے میں ان پر اللہ تعالیٰ نے چڑیوں ایسے پرندے بھیج دیئے' ہر پرندہ تین کنکر اٹھائے ہوئے تھا' دو پنجوں میں اور ایک چونچ میں' اور کنکر چنے کے دانے کے برابر تھا' جس پر گرتا تھا وہ ہلاک ہو جاتا تھا۔ وہ سارے وہاں ہلاک نہیں ہوئے۔ افراتفری کے عالم میں وہ جس راستے سے آئے تھے اس کی طرف بھاگنے لگے اور نفیل خثعمی کو تلاش کرنے لگے کہ ان کو یمن کا راستہ بتائے'

نفیل نے یہ صورت حال اشعار میں پیش کی ہے۔

ألا حييـت عنـا يا ردينـا نعمنـاكم مـع الاصبـاح عينـا
ردينـة لـو رأيـت فـلا تريـه لـدى جنـب المحصـب مارأينـا
إذا لعذرتنـي وحمـدت أمـري ولم تاسـي علـى مافـات بينـا
حمـدت الله إذ أبصـرت طيـرا وخفـت حجـارة تلقـى علينـا

وکل القوم یسأل عن نفیل کأن علی للحبشان دینا

(اے رودینہ! ہماری طرف سے سلام و تحیہ ہو اور صبح دم تم سے آنکھ ٹھنڈی ہو۔ اے رودینہ! جو کچھ ہم نے محصب کے پاس دیکھا ہے اگر تو دیکھتی تو حیران رہ جاتی اور خدا کرے تو اس کو نہ دیکھے۔ ایسے میں تو مجھے معذور سمجھتی اور میرے کارنامہ کی تعریف کرتی اور فراق پر تو رنجیدہ نہ ہوتی۔ جب میں نے پرندوں کو دیکھا تو اللہ کی تعریف کی' اور پتھروں سے خائف تھا جو ہم پر گرائے جا رہے تھے۔ قوم کا ہر فرد نفیل کو ڈھونڈ رہا تھا گویا میں حبشیوں کا مقروض ہوں)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب راستوں پر وہ گرتے پڑتے جا رہے تھے اور راستے ان کی لاشوں سے اٹے پڑے تھے' ابرہہ کو بھی کنکر لگا' حبشی اسے اپنے ہمراہ لے چلے' اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر رہا تھا جب بھی جسم سے کوئی ٹکڑا گرتا معاً پیپ اور لہو بہنے لگتا اسے صنعاء لے کر پہنچے تو وہ "بوٹ" تھا بغیر بال و پر کے چوزے ایسا' پھر اس کا سینہ پھٹا اور مر گیا۔ بقول ابن اسحاق اسی سال عرب میں چیچک کا مرض دیکھا گیا' حرمل' حمہ اور مرار وغیرہ تلخ پودے بھی اس سال دیکھے گئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو اللہ نے من جملہ اور احسانات کے' قریش پر ابرہہ کے جارحانہ حملے کا دفاع کا بھی سورہ فیل میں ذکر فرمایا ہے۔

سجیل : نہایت سخت اور پختہ مٹی (یونس اور ابوعبیدہ) بعض کے نزدیک یہ کلمہ سنگ اور گل سے مرکب ہے اور عرب نے اس کا معرب سجیل بنا لیا۔

ابابیل : جھنڈ کے جھنڈ' جوق در جوق' قطار در قطار' بقول ابن ہشام جمع ہے۔ میرے علم کے مطابق عرب نے اس کا مفرد استعمال نہیں کیا۔ بعض اس کا مفرد ابول بر وزن عجول بتاتے ہیں اور رؤاسی "ایبالہ" بتاتے ہیں اور کسائی کہتے ہیں میں نے اس کا مفرد ابیل سنا ہے۔ بقول اسلاف' ابابیل کا معنی ہے پرندوں کے متفرق گروہ جو پے درپے مختلف سمتوں سے آ گئے۔ بقول ابن اسحاق ان کی چونچیں پرندوں ایسی تھیں اور پنجے کتوں ایسے اور بقول عکرمہ ان کے سر درندوں جیسے تھے۔ یہ سبز رنگ کے پرندے بحر احمر کی طرف سے آئے تھے۔ بقول عبید بن عمیر' سیاہ فام دریائی جانور تھے ان کی چونچوں اور پنجوں میں پتھر تھے۔ ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ ان کی شکل و صورت سیمرغ جیسی تھی۔ ان کے منہ اور پنجوں میں سب سے چھوٹا پتھر آدمی کے سر کے برابر تھا اور بعض کہتے ہیں پتھر شتر کے سر کے مطابق تھا' اور بعض کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے پتھر تھے۔ ابن ابی حاتم نے عبید بن عمیر سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہاتھی والوں کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو ان پر بحر احمر کی طرف سے چڑیوں ایسے پرندے بھیجے' ہر پرندہ تین پتھر اٹھائے ہوئے تھا' دو پنجوں میں اور ایک چونچ میں اور وہ پرندے ان پر صف بستہ تھے' پرندوں نے چیخ ماری اپنے پنجوں اور چونچوں کے پتھر نیچے پھینک دیئے۔ جس آدمی کے سر پر پتھر گرتا اس کی دبر سے خارج ہو جاتا اگر جسم کے کسی اور حصہ پر لگتا تو بھی آر پار ہو جاتا' اللہ تعالیٰ نے تیز آندھی چلائی جس کی بدولت پتھروں کی ضرب میں اور شدت پیدا ہو گئی اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سب پتھر سے ہلاک نہ ہوئے تھے بلکہ بعض نے یمن پہنچ کر اس ہلاکت خیز عذاب کی اطلاع دی تھی اور ابرہہ بھی یمن پہنچ کر مرا تھا۔ ابن اسحاق نے عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے فیلبان انیس اور ہاتھی کے قائد دونوں کو اپاہج اور اندھے مکہ میں بھیک مانگتے دیکھا ہے' بقول مفسر نقاش' بلاخیز طوفان آیا اور ان کی لاشوں کو سمندر میں بہا لے گیا۔

ولادت باسعادت : بقول سہیلی' یہ واقعہ ذوالقرنین سکندر مقدونی کی تقویم کے مطابق ۸۸۲ ذ-ق مطابق ۵۷۱ء میں رونما ہوا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں مشہور قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت اسی سال ۹ ربیع الاول بروز سوموار ہوئی (مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء)

ابرہہ کی مذمت میں اشعار : ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ یہ اتنا عظیم حادثہ تھا کہ متعدد شعراء عرب نے اس کے بارے قصیدے کہے' اللہ تعالیٰ نے محیر العقول سنگریزوں کی بارش برسا کر کعبہ کو ابرہہ کے ناپاک منصوبے سے محفوظ رکھا' اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ کعبہ کی تعظیم و تکریم میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے مزید اضافہ کرے جس میں نماز اہم ترین رکن ہے۔ بلکہ دین کا ستون ہے اور نماز کا قبلہ اسی کعبہ کو قرار کرے۔ سنگ ریزوں کی اس بارش سے قریش کی نصرت و حمایت مقصود نہ تھی کیونکہ ابرہہ اور اس کا لشکر عیسائی تھے اور قریش مشرک تھے بلکہ قدرت کا یہ اعجاز کعبہ کی حفاظت و صیانت کی خاطر تھا اور نبی علیہ السلام کی بعثت و رسالت کی تمہید اور پیش خیمہ تھا۔

عبداللہ بن زبعری سہمی نے کہا۔

تنكلوا عن بطن مكة انها　　كانت قديماً لا يرام حريمها
لم تخلق الشعرى ليالي حرمت　　إذ لا عزيز من الأنام يرومها
سائل أمير الجيش عنها ما رأى　　فلسوف ينبي الجاهلين عليمها
ستون ألفاً لم يؤبوا أرضهم　　بل لم يعش بعد الإياب سقيمها
كانت بها عاد وجرهم قبلهم　　والله من فوق العباد يقيمها

(مکہ کی توہین سے تم عبرت حاصل کرو' ازل سے ہی اس کی بے حرمتی کا قصد ناممکن ہے۔ شعریٰ ستارہ کی تخلیق سے قبل ہی یہ حرم قرار دے دیا گیا ہے کیونکہ اس کی بے حرمتی کرنے والا عزیز و غالب نہیں۔ اس کے بارے حبش کے سپہ سالار سے اس کا آنکھوں دیکھا حال پوچھ' ناواقف کو واقف حال آگاہ کر دے گا۔ ساٹھ ہزار لشکر اپنے علاقے میں واپس نہیں لوٹا' بلکہ ان کا بیمار بھی واپسی کے بعد جانبر نہیں رہ سکا۔ ان سے قبل وہاں عاد اور جرہم قبائل تھے' اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے آدمیوں کے اوپر سے)

ابو قیس بن الصلت انصاری مدنی نے کہا۔

ومن صنعه يوم فيل الحبوش　　إذ كلما بعثوه رزم
محاجنهم تحت أقرابه　　وقد شرموا أنفه فانخرم
وقد جعلوا سوطه مغولا　　إذا يمموه قفاه كلم

(حبشیوں کے ہاتھی والے دن اللہ تعالیٰ کی قدرت یہ تھی کہ جب وہ اسے اٹھاتے تھے بیٹھ جاتا تھا۔ ان کی لاٹھیاں اس کی کوکھوں کے نیچے برس رہی تھیں' انہوں نے اس کا ناک کاٹ ڈالا پس وہ کٹ گیا۔ کوڑے کی بجائے انہوں نے خنجر لیا۔ جب اس کو مارتے تو اس کی گدی کو زخمی کر دیتے)

فولى وأدبر أدراجه ٭ وقد باء بالظلم من كان ثم

فارسل من فوقهم حاصبا ٭ فلفهم مثل لف القزم

تحض على الصبر أحبارهم ٭ وقد ثأجوا كثؤاج الغنم

(وہ پھرا اور اپنے راستوں میں چلا گیا' جو وہاں تھا وہ ظالم اور ستمگر تھا۔ ان کے اوپر سے سنگریزے برسائے' ان کو کمینے کی طرح لپیٹ کر رکھ دیا۔ ان کے احبار ان کو صبر پر آمادہ کرتے تھے اور وہ بکریوں کی طرح میاک رہے تھے)

ابو الصلت ربیعہ بن ابی ربیعہ وہب نے علاج ثقفی اور بقول ابن ہشام امیہ بن ابی صلت نے کہا۔

إن آيات ربنا ثاقبات ٭ ما يماري فيهن إلا الكفور

خلق الليل والنهار فكل ٭ مستبين حسابه مقدور

ثم يجلو النهار رب رحيم ٭ بمهاة شعاعها منشور

حبس الفيل بالمغمس حتى ٭ صار يحبو كأنه معقور

(ہمارے پروردگار کی آیات و علامات روشن ہیں۔ ان پر کوئی کافر اور ناشکر گزار ہی اعتراض کر سکتا ہے۔ اس نے شب و روز کو پیدا کیا' ہر ایک کا حساب واضح انداز سے ہے۔ پھر مہربان پروردگار دن کو سورج کے ساتھ روشن کرتا ہے' اس کی شعاعیں پھیلی ہوئی ہیں۔ مغمس مقام پر اس نے ہاتھی کو روک دیا وہ گھٹنوں کے بل گھسٹتا تھا گویا اس کے پاؤں کٹے ہوئے ہیں)

لازماً حلقة الجران كما ٭ لم من صخر كبكب محدور

حوله من ملوك كندة أبطال ٭ ملاويث في الحروب صقور

خلفوه ثم ابذعروا جميعاً ٭ كلهم عظم ساقه مكسور

كل دين يوم القيامة عند الله ٭ إلا دين الحنيفة بور

(اپنی گردن کو زمین پر رکھنے والا ہے جیسے پہاڑ سے پتھر گر پڑتا ہے۔ اس کے گرد شاہان کندہ کے بہادر تھے لڑائیوں میں شیروں اور شاہ بازوں کی طرح۔ پھر اس کو چھوڑ کر سب متفرق ہو گئے' اس کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ دین حنیف کے علاوہ قیامت کے روز اللہ کے ہاں ہر دین ناکام و نامراد ہو گا)

اصحاب فیل کے سلسلہ میں ابو قیس بن الصلت نے کہا۔

فقوموا فصلوا ربكم وتمسحوا ٭ بأركان هذا البيت بين الأخاشب

فعندكم منه بلاء مصدق ٭ غداة أبي يكسوم هادي الكتائب

كتيبته بالسهل تمشي ورجله ٭ على القاذفات في رؤس المناقب

فلما أتاكم نصر ذي العرش ردهم ٭ جنود المليك بين ساف وحاصب

فولوا سراعا هاربين ولم يؤب إلى أهله ملحبش غير مصائب

(اٹھو اور اپنے رب کی عبادت کرو' پہاڑوں کے درمیان بیت اللہ کے کونوں کو چھوؤ۔ پس تمہارے ہاں اس کی جانب سے' ابرہہ ابویکسوم' سپہ سالار پر صبح دم عذاب نازل تھا۔ اس کا لشکر ہموار زمین پر چلتا تھا اور پیادہ پگڈنڈیوں پر پہاڑی راستوں کے اوپر۔ جب عرش والے کی مدد تمہیں پہنچی تو اس کے لشکروں نے ان لوگوں کو اس حال میں کر دیا کہ کوئی خاک آلودہ اور کوئی سنگسار۔ وہ فوراً بھاگ کھڑے ہوئے' حبشیوں میں سے سوائے ایک پٹیوں والے کے کوئی نہیں صحیح سالم لوٹا)

عبیداللہ بن قیس الرقیات نے بیت اللہ کی عظمت اور بے حرمتی کرنے والے کی ہلاکت کے سلسلہ میں کہا۔

كاده الاشرم الذى جاء بالفيل فولى وجيشه مهزوم
واستهلت عليهم الطير بالجندل حتى كأنه مرجوم
ذاك من يغزه من الناس يرجع وهو فل من الجيوش ذميم

(اس نکٹے نے بیت اللہ کے خلاف تدبیر کی جو ہاتھی لایا وہ پلٹ گیا اور اس کا لشکر شکست خوردہ تھا۔ ان پر پرندے پتھر لے کر ظاہر ہوئے گویا کہ وہ (ابرہہ) سنگسار ہے۔ انسانوں میں سے جو اس کے ساتھ برسرپیکار ہو' وہ شکست خوردہ لائق مذمت لوٹتا ہے)

ابن اسحاق وغیرہ کا بیان ہے کہ ابرہہ کی ہلاکت کے بعد اس کا بیٹا یکسوم جانشین ہوا' بعد ازاں مسروق بن ابرہہ' اسی آخری بادشاہ سے' سیف بن ذی یزن حمیری نے سلطنت سلب کی' اس لشکر کے تعاون سے جو کسریٰ نوشیروان نے اس کے ہمراہ روانہ کیا تھا۔

قلیس کا انجام : حادثہ فیل ذوالقرنین سکندر مقدونی کے سنہ تاریخ کے مطابق ۸۸۶ ذ-ق میں وقوع پذیر ہوا۔ ابرہہ اور اس کے دونوں بیٹے یکسوم اور مسروق کے زمانہ کے بعد ابرہہ کا تعمیر شدہ کلیسا برباد و بے آبرو ہو گیا۔ اس کی بنیاد دو چوبی بتوں' کعیب اور اس کی بیوی پر قائم تھی' جن کی قامت ساٹھ ہاتھ تھی اور یہ جنات کی آماج گاہ تھے' چنانچہ کلیسا کے سازوسامان کو کوئی اچکنا چاہتا تو جنات اس پر حملہ آور ہو جاتے۔ سفاح عباسی کے عہد خلافت تک وہ بدستور قائم رہا' اس کے پاس اس کے ملبہ اور سازوسامان اور خام وغیرہ کا تذکرہ ہوا جو ابرہہ نے بلقیس کے محل سے منگوائے تو اس نے لوگوں کو بھیج کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور قیمتی سازوسامان اپنے پاس منگوا لیا۔ (ذکرہ سہیلی) واللہ اعلم۔

حبشی حکومت کا زوال سیف کے ہاتھوں : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ ابویکسوم ابرہہ حبشی کی عبرت ناک ہلاکت کے بعد اس کا بیٹا یکسوم تخت نشین ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی مسروق حکمران ہوا۔ جب حبشی حکومت کی مسلسل غلط پالیسیوں سے یمنی تنگ آ گئے تو ----- ابو مرہ سیف بن ذی یزن بن ذی اصبح بن مالک بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن غوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن عریب ... شاہ روم قیصر کے دربار میں

حاضر ہوا اور حبشی حکومت کے ظلم و ستم کی داستان سنائی اور اس سے درخواست کی کہ وہ ان کے مظالم سے نجات دلا کر' خود حکومت سنبھال لے اور کسی رومی کو اپنا نائب مقرر کر دے۔ لیکن قیصر نے ان کی درخواست کو در خور اعتناء نہ سمجھا۔

پھر وہ قیصر سے مایوس ہو کر نعمان بن منذر کے دربار میں حاضر ہوا ----- جو عراق کے شہر حیرہ میں کسریٰ کا نائب اور گورنر تھا اور اپنی داستان رنج و الم سنائی' تو نعمان نے کہا سال میں ایک بار کسریٰ کے دربار میں میری باریابی ہوتی ہے۔ اتنی دیر آپ میرے پاس قیام کریں۔ چنانچہ سیف بن ذی یزن' نعمان بن منذر کے پاس ٹھہر گیا۔ پھر نعمان' سیف کو کسریٰ کے دربار میں اپنے ہمراہ لے گیا اور کسریٰ تاج پہنے اپنے دربار میں جلوہ افروز تھا۔

تاج کسریٰ : یہ طلائی تاج ایک بڑے پیمانے کے موافق وزنی تھا۔ یاقوت و زبرجد اور جواہر سے آراستہ تھا' وزنی ہونے کی بنا پر بادشاہ اسے سر پہ اٹھا نہ سکتا تھا' لہٰذا وہ تخت کے اوپر' ایک طلائی زنجیر سے معلق تھا' کسریٰ تخت پر پردے میں جلوہ افروز ہو کر اس میں سر داخل کر دیتا' بعد میں وہ پردہ ہٹا دیا جاتا تو حاضرین اس کی ہیبت اور وحشت سے سجدہ ریز ہو جاتے۔

البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۶۷ پر ہے کہ ۱۶ھ میں مدائن کی فتوحات کے بعد عمر فاروقؓ نے یہ طلائی تاج سراقہ بن مالک کو پہنایا۔ جب سیف بن ذی یزن حمیری' اس کے دربار میں داخل ہونے لگا تو وہ سر خم کر کے داخل ہوا۔ کسریٰ نے یہ دیکھ کر کہا' اس قدر طویل دروازے میں بھی سر جھکا کر داخل ہوتا ہے۔ سیف کو کسریٰ کا یہ مقولہ بتایا گیا تو اس نے کہا میں غم اور اندوہ کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے تھا۔ پھر اس نے کسریٰ سے عرض کیا۔ حضور! ہمارے علاقے پر "اغیربہ" اور سیاہ فام لوگ قابض ہیں' اس نے پوچھا کون اغیربہ؟ حبشی یا سندی؟ عرض کیا حبشی! میں آپ سے مدد کا طلب گار ہوں اور چاہتا ہوں کہ ہمارا علاقہ آپ کے زیر حکومت ہو۔ کسریٰ نے کہا' وہ علاقہ کم منفعت' بے کار اور دور دراز ہے۔ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں' میں عرب میں اپنی فارسی فوج کو مشکلات میں پھنسانا نہیں چاہتا اور اس کو دس ہزار درہم اور خلعت فاخرانہ سے نوازا' سیف نے یہ عطیہ وصول کر لیا' باہر نکل کر یہ سب سکہ اور کرنسی پھینک کر لٹا دی۔ کسریٰ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو کہا معلوم ہوتا ہے یہ عظیم الشان اور عالی مرتبت انسان ہے۔ پھر اسے بلا کر کہا' آپ نے شاہی عطیہ کیونکر لوگوں میں لٹا دیا۔ سیف نے کہا' میں آپ کے عطیہ کو کیا کروں گا' میرا علاقہ تو خود سیم و زر ہے۔

عمدہ تجویز : کسریٰ نے اعیان حکومت کا اجلاس بلا کر ان سے پوچھا' اس شخص کے مطالبے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ ایک مشیر نے کہا' حضور! جیل میں قیدی کافی تعداد میں ہیں جن کی سزا پھانسی اور قتل ہے۔ آپ ان قیدیوں کو اس کے ہمراہ روانہ کر دیں۔ اگر وہ ہلاک ہو گئے تو آپ کا منشا پورا ہو جائے گا' اگر وہ کامیاب ہو گئے تو ملک میں اضافہ ہو جائے گا۔

چنانچہ کسریٰ نے آٹھ سو قیدی اس کے ہمراہ کر دیئے اور ان کی قیادت ایک خاندانی معمر اور تجربہ کار

وھرز نامی کے سپرد کر دی۔ یہ اسیر آٹھ کشتیوں میں سوار تھے' دو ان میں سے غرق ہو گئیں اور چھ ساحل عدن پر صحیح سلامت پہنچ گئیں۔ سیف حمیری نے اپنی قوم کے کچھ افراد اکٹھے کر کے وھرز کے زیر کمان کر دیئے اور کہا' میرا پاؤں آپ کے پاؤں کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہمارا مرنا جینا اکٹھا ہے۔ وھرز نے اس تجویز کی تعریف کی۔

آمنے سامنے : شاہ یمن مسروق بن ابرہہ بھی اپنی فوج کو بالمقابل لے آیا' وھرز نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کے لئے بھیجا تو وہ قتل ہو گیا اور وھرز کا غصہ دو چند ہو گیا۔ دونوں فوجیں میدان جنگ میں آمنے سامنے آکھڑی ہوئیں تو وھرز نے کہا۔ مجھے ان کے بادشاہ کی نشان دہی کر دو' لوگوں نے کہا' آپ ہاتھی پر سوار' تاج پہنے' پیشانی پر سرخ موتی آویزاں کئے' سوار کو دیکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا بالکل' تو لوگوں نے کہا یہ ان کا بادشاہ ہے۔ وھرز نے کہا' بس! بس!! پھر وہ دیر تک آمنے سامنے کھڑے رہے۔ وھرز نے دوبارہ پوچھا' اب وہ کس پر سوار ہے؟ تو رفقاء نے کہا ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا ہے۔ تو اس نے کہا ہاں! ذرا ٹھہرو' چنانچہ خاصی دیر روبرو کھڑے رہے پھر وھرز نے پوچھا' اب وہ کس پر سوار ہے؟ تو انہوں نے بتایا خچر پر' تو وھرز نے کہا خچر' وخت حمار' "سمجھو اب وہ رسوا ہو گیا" اور اس کا ملک بھی رسوا ہو گیا۔ اس نے کہا میں تیر پھینکتا ہوں اگر دیکھو کہ وہ اپنی جگہ پر ثابت قدم ہیں' کوئی ہل چل پیدا نہیں ہوئی تو تم بھی مطمئن رہو' اگر دیکھو کہ انہوں نے مسروق کو گھیرے میں لے لیا ہے تو سمجھو کہ تیر نشانے پر لگا ہے اور یکدم حملہ کر دو۔

پھر اس نے کمان پر تانت چڑھائی اور کمان اتنی سخت تھی کہ اس کے بغیر کوئی تانت نہ چڑھا سکتا تھا۔ پھر اس نے تیر پھینکا تو وہ اس کی پیشانی پر سرخ موتی پر جا لگا اور سر سے پار ہو گیا' وہ سواری سے گر پڑا اور لوگوں نے اس کو گھیرے میں لے لیا' وھرز کے ساتھی یکبارگی دفعتہ" حملہ آور ہوئے۔ حبشی قتل ہوئے' میدان جنگ سے فرار ہوئے اور شکست سے دوچار ہوئے۔ فاتح وھرز' صنعاء شہر میں داخل ہونے لگا تو اس کا دروازہ ذرا نیچا تھا تو اس نے کہا دروازہ مسمار کر دو۔ میرا جھنڈا سرنگوں نہ ہو گا۔ چنانچہ وہ دروازہ گرا دیا گیا اور وہ اپنے علم کو بلند کئے ہوئے شہر میں داخل ہوا۔ سیف بن ذی یزن نے کہا۔

يظن الناس بالملكين أنهما قد التأما
ومن يسمع بلأمهما فإن الخطب قد فقما
قتلنا القيل مسروقا وروينا الكثيب دما
وإن نقيل قيل الناس وهرز مقسم قسما
يذوق مشعشعا حتى نفيء السبي والنعما

(لوگ سمجھتے ہیں کہ دو بادشاہوں نے اتحاد و اتفاق کر لیا' پھر معرکہ سر کیا ہے۔ جو شخص خطرناک مصیبت کو سنے گا وہ سمجھ جائے گا بے شک پانی سر سے گزر چکا تھا۔ ہم نے شاہ مسروق کو قتل کر دیا ہے اور ٹیلے کو خون سے سیراب کر دیا ہے۔ بے شک بادشاہ وھرز ہے لوگوں کو تقسیم کرنے والا۔ اس نے لمبے تڑنگے آدمی کو موت کا مزا چکھایا یہاں تک کہ ہم اسیروں اور نعمتوں کو لوٹ رہے تھے)

اس عظیم کامیابی پر تہنیت اور مبارک باد دینے کے لئے حجاز وغیرہ عرب کے سب علاقے سے لوگ آئے اور قریش کے وفد میں عبدالمطلب بن ہاشم بھی تھے۔ سیف حمیری نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی آمد کی بشارت سنائی تھی۔ ہم یہ "بشارت" کے بیان میں مفصل ذکر کریں گے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابو صلت بن ابی ربیعہ ثقفی نے کہا بقول ابن ہشام' امیہ بن ابی صلت ۔

لیطلب الوتر أمثال ابن ذی یزن ریّم فی البحر للأعداء أحوالا
یمم قیصراً لما حان رحلته فلم یجد عنده بعض الذی سالا
ثم انثنی نحو کسری بعد عاشرة من السنین یهین النفس والمالا
حتی أتی ببنی الاحرار یحملهم إنك عمری لقد أسرعت قلقالا

(ابن ذی یزن ایسے نامور بدلہ لیتے ہیں' وہ سمندر میں دشمنوں کی خاطر متعدد سال رہا۔ جب اس کا وقت سفر قریب آیا تو اس نے قیصر کے پاس جانے کا عزم کیا اور اس کے پاس سے مدعا نہ پایا۔ پھر دس سال بعد کسریٰ کی طرف گیا اپنا جان و مال صرف کر کے۔ یہاں تک کہ وہ ان "آزاد کردہ" اسیروں کو کشتیوں میں لایا' عمر کی قسم! بے شک تو ہمیشہ سفر میں رہنے والا تیز رفتار ہے)

لله درهم من عصبة خرجوا ما إن أری لهم فی الناس أمثالا
غلبا مرازبة بیضاً أساورة أسداً تربب فی الغیضات أشبالا
یرمون عن سدف کأنها غبط بزمخر یعجل المرمی اعجالا
أرسلت أسداً علیٰ سود الکلاب فقد أضحی شریدهم فی الارض فلالا

(اللہ ہی کے لئے ہے اس جماعت کی بھلائی جو وہاں سے آئے' وہ بے مثال لوگ ہیں۔ موٹی گردن والے سردار' سفید فام' شیر دل' وہ اپنے کچھاروں میں اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ چلاتے ہیں وہ کمانوں سے گویا' وہ "ھودے" ہیں باریک تیر سے جو تیر زدہ کو جلدی ہی موت کے گھاٹ اتارتا ہے۔ تو نے سیاہ کتوں پر شیروں کو چھوڑ دیا ان کا فرار ہونے والا شکست خوردہ ہے)

فاشرب هنیئا علیك التاج مرتفقا فی رأس غمدان دارا منك محلالا
تلك المکارم لاقعبان من لبن شیبا بماء فعادا بعد أبوالا

(خوب پی خوشگوار' تجھ پر تاج ٹیک لگائے ہوئے ہے۔ "راس غمدان" تیری قیام گاہ ہے۔ یہ فضائل و مناقب ہیں سدا بہار' پانی میں مخلوط دودھ کے دو پیالے ہیں' جو پینے کے بعد پیشاب کے راستہ نکل جائیں)

غمدان : یمن میں ایک محل تھا جو ۔یعرب بن قحطان نے تعمیر کیا تھا' بعد میں وائلہ بن حمیر بن سبا اس میں قیام پذیر ہوا' اس کی بیس منزلیں تھیں' واللہ اعلم۔

بنی تمیم کے عدی بن زید حمیری کہتے ہیں ۔

ما بعد صنعاء کان یعمرها ولاة ملك جزل مواهبها
رفعها من بنی لذی قزع الحزن وتندی مسکا محاربها

مخفوقة بالجبال دون عرى الكائد ما يرتقي غواربها

يأنس فيها صوت النهام إذا جاوبها بالعشي قاصبها

(صنعاء کے بعد' کہ اس میں آباد تھے حکمران جن کے عطیات گراں قدر تھے۔ اس کے بانی نے اس کو فلک بوس بنایا ہے اور اس کی عمارت سے کستوری کی خوشبو مہکتی ہے۔ وہ پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے' آسمان کے ورے' اس کے کناروں پر چڑھنا دشوار ہے۔ الو کی آواز اس میں بھلی معلوم ہوتی ہے جب پچھلے پہر اس کے کنارے گونج اٹھیں)

ساقت اليها الاسباب جند بني الأحرار فرسانها مواكبها

وفوزت بالبغال توسق بالحتف وتسعى بها توالبها

حتى يراها الاقوال من طرف المنقل مخضرة كتائبها

يوم ينادون آل بربر واليكسوم لا يفلحن هاربها

(قدرت یہاں لے آئی' "بنی احرار" کے لشکر کو' ان کے شاہ سوار خراماں خراماں چلتے تھے۔ وہ میدان جنگ میں خچروں پر سوار ہوئے تھے جن پر موتیں لدی ہوئی تھیں اور ان کے بچے وہاں دوڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو سرداروں نے دیکھا قلعہ کے کنارے سے ان کی فوجیں مسلح تھیں۔ جس دن پکارتے تھے آل بربر اور یکسوم کو کہ ان کا بھاگنے والا نجات نہ پا جائے)

فكان يوما باقي الحديث وزا لت أمة ثابت مراتبها

وبدل الفيج بالزارفة والايام خون جم عجائبها

بعد بني تبع نخاورة قد اطمأنت بها مرازبها

(وہ ایسا دن تھا کہ اس کی بات تا ابد باقی رہے گی اور اپنے مراتب پر قائم ایک قوم ختم ہو گئی۔ جنگ نے جماعت حبشہ کو بدل دیا' زمانہ خالی ہے اور اس کے عجائبات بکثرت ہیں۔ بنی تبع کے بعد سخی اور فیاض لوگ ہیں وہاں ان کے رئیس مطمئن اور پرامن ہیں)

خواب شرمندہ تعبیر : ابن ہشام کا بیان ہے کہ یہی سیف' سطیح کی تعبیر کا مصداق تھا' اس نے کہا تھا۔ **يليه ارم ذی يزن' يخرج عليهم من عدن فلا يترك منهم احدا باليمن** ارم ذی یزن عدن کے رستہ سے آئے گا اور یمن میں ان سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ اور شق کاہن کی تعبیر تھی **غلام ليس بدنی ولا مدن يخرج من بيت ذی يزن** ایک نوجوان وہ کمینہ اور کمزور نہ ہے' ذی یزن کے خاندان سے پیدا ہو گا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے وھرز اور اس کے ساتھی یمن میں مقیم ہو گئے۔

ابنا : آج کل یمن میں "ابنا" ان کی آل اولاد کو کہتے ہیں۔ یمن میں حبش کی حکومت ۷۲ سال رہی' اس عرصہ میں ارباط' ابرہہ' یکسوم اور مسروق بن ابرہہ مسلسل چار حکمران رہے۔

یمن پر نائب کسریٰ کی حکمرانی : ابن ہشام کا بیان ہے کہ وھرز کی وفات کے بعد کسریٰ نے اس کے بیٹے "مرزبان" کو نائب سلطنت نامزد کر دیا۔ پھر اس کے بیٹے "تین جان بن مرزبان" کو اس کی وفات کے بعد نائب سلطنت مقرر کر دیا پھر کسی وجہ سے اس کو معزول کر کے باذان کو نامزد کر دیا اور اسی کے عہد حکومت میں

رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔

مراسلہ کسریٰ : امام زہری کا بیان ہے کہ کسریٰ نے باذان کو ایک مراسلہ بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک قریشی نے مکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم وہاں جاؤ' اس سے دعویٰ نبوت سے تائب ہونے کو کہو' اگر وہ تائب ہو جائے تو نبہا' ورنہ اس کا معاذ اللہ سر قلم کر کے مجھے بھیج دو۔

مکتوب نبویؐ اور کسریٰ کا انجام : باذان نے کسریٰ کا یہ مراسلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں لکھا (**ان اللّٰہ قد وعدنی ان یقتل کسریٰ فی یوم کذا وکذا من شہر کذا**) اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کسریٰ فلاں روز فلاں ماہ میں قتل ہو جائے گا۔ (بقول امام سہیلی وہ منگل کی رات ۱۰ جمادی الاول ۹ھ میں قتل ہوا)

جب باذان کو یہ جواب موصول ہوا تو اس نے توقف کیا اور کہا اگر یہ نبی ہوا تو لازماً ایسا ہو گا چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ وقت کے مطابق ہی کسریٰ کو اس کے بیٹے "شیرویہ" نے قتل کر دیا اور بعض کا خیال ہے کہ اس کے سب بیٹوں نے دفعۃً" حملہ کر کے قتل کر دیا۔ کسریٰ کا نام ہے پرویز بن ھرمز بن نوشیروان بن قباد' یہی سلطنت روم پر غالب آیا تھا جس کا واقعہ سورہ روم میں مذکور ہے۔

مکتوب گرامی : رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ کو اسلام کی دعوت پیش کی تو اس نے برافروختہ ہو کر رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی پارہ پارہ کر دیا اور اس نے اپنے نائب حکومت باذان کو مذکور بالا مراسلہ تحریر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا --- **ان ربی قتل اللیلۃ ربک** --- میرے رب نے تیرے رب کو آج رات قتل کر ڈالا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے عین فرمان کے مطابق وہ قتل ہو گیا۔ اس کے جور وجفا کی وجہ سے اس کے بیٹوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد ازیں اس کا بیٹا شیرویہ حکمران ہوا' وہ چھ ماہ تک زندہ رہا۔ خالد بن حق شیبانی نے کہا۔

وکسری إذ تقسمه بنوه　　باسیاف کما اقتسم اللحام

(قصاب کی طرح جب کسریٰ کو اس کے بیٹوں نے تہ تیغ کر دیا)

(پھر اس کی ہمشیرہ بوران بنت کسریٰ تخت نشین ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لا یفلح قوم ملکتھم امراۃ** "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جسے نے اپنی حکومت کسی عورت کے سپرد کی" چنانچہ وہ صرف ایک سال تک منصب حکومت پر فائز رہی اور اس کی حکومت افراتفری کا شکار ہو گئی۔ پھر ارباب بست و کشاد نے کسریٰ یزدگرد بن شہریار بن پرویز کو نامزد کیا اور یہ آخری کسریٰ تھا جو حضرت عمرؓ کے ایام خلافت میں ہلاک ہوا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نامزد نہ ہوا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی تھی' (**اذا ھلک کسری فلا کسری البعدہ**) اور یہ قدیم سلطنت مسلمانوں کے ہاتھوں نیست و نابود ہو گئی "**والعاقبۃ للمتقین**" ندوی)

جب باذان کو کسریٰ کے قتل کی خبر ہوئی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے اور دیگر لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی اطلاع کر دی اور عرض کیا اب ہم یارسول اللہ ﷺ کس کی طرف منسوب ہوں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (**انتم منا والینا اہل البیت**) تم ہمارے اہل بیت میں سے ہو' بقول امام زہری اسی بنا پر رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا تھا سلمان منا اهل البیت۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ اعزاز تو رسول اللہ ﷺ نے قبل ازیں ہجرت کے بعد ہی سلمانؓ کو عطا فرما دیا تھا۔

یمن میں اشاعت اسلام : بنابریں رسول اللہ ﷺ نے یمن میں اسلام کی دعوت اور اس کی نشرواشاعت کی خاطر صحابہ کرام کو بھیجا۔ سب سے اول خالد بن ولیدؓ اور علیؓ کو روانہ کیا پھر ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ کو بھیجا اور جملہ اہل یمن دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ باذان کی وفات کے بعد اس کا لڑکا شہر بن باذان تخت نشین ہوا' اسود عنسی کے قتل کے بعد یمن پر پھر اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ سطیح کاہن کے اس مقولہ **نبی زکی یاتیه الوحی من قبل العلی** --- کا یہی مطلب تھا' اور شق کاہن کی تعبیر **بل ینقطع برسول مرسل یاتی بالحق والعدل** --- کا بھی یہی مصداق تھا۔ امام ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ یمن کے اندر کسی پتھر پر یہ تحریر کندہ تھی (**لمن ملک ذمار الحمیر الاخیار لمن ملک ذمار للحبشة الا شرار' لمن ملک ذمار لفارس الاحرار' لمن ملک ذمار لقریش التجار**) "یمن پر کس کی حکمرانی ہو گی' حمیر اخیار کی پھر کس کی حکومت ہو گی' شریر حبشیوں کی' پھر کس کی سلطنت قائم ہو گی' فارس کی' پھر کس کے زیر فرمان ہو گا' قریشی تاجروں کے۔

اسی مفہوم کو کسی شاعر نے منظوم بھی کیا ہے جو مسعودی نے نقل کیا ہے۔

حین تسدت ذمار قیل لمن انت   فقالت لحمیر الأخیار

ثم سیلت من بعد ذاک فقالت   أنا للحبش أخبث الاشرار

ثم قالوا من بعد ذاک لمن أنت   فقالت لفارس الأحرار

ثم قالوا من بعد ذاک لمن أنت   فقالت الی قریش التجار

بعض کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کا مذکور بالا کلام' مالک بن ذی منار' برادر عمرو ذی الاذعار بن ذی منار کے عہد حکومت میں بلقیس کے عہد حکومت سے معمولی عرصہ پہلے تیز آندھی چلی اور ہود علیہ السلام کی قبر کے پاس ایک پتھر نمودار ہوا اور اس پر مذکور بالا تحریر نقش تھی اور بقول کسی کے یہ نوشت ہود علیہ السلام کی قبر پر بھی تحریر تھی اور ان کا کلام تھی۔ (سہیلی)

بانی قلعہ حضر' ساطرون کا قصہ : ابن ہشام نے یہ قصہ اس مقام پر اس وجہ سے بیان کیا ہے کہ ماہرین نسب کے مطابق نعمان بن منذر' جس کی معرفت سیف حمیری کو کسریٰ کے دربار میں رسائی حاصل ہوئی تھی وہ ساطرون کی نسل سے تھا۔ ابن اسحاق کا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ نعمان بن منذر' ربیعہ بن نصر قحطانی کی اولاد میں سے ہے۔ اور جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ نعمان' قیصر بن معد بن عدنان کی نسل میں سے ہے' نعمان کے نسب کے بارے یہ تین اقوال منقول ہیں۔

قلعہ حضر : ابن ہشام نے ساطرون بانی قلعہ حضر کا قصہ بیان ضمناً" کیا ہے۔ قلعہ حضر دریائے فرات کے ساحل پر ساطرون بادشاہ نے تعمیر کروایا' وہ فلک بوس عظیم الشان عمارت تھی' بڑے شہر کے موافق جس میں ...... سلطنت کا مال و دولت جمع ہوتا تھا۔

ساطرون : ساطرون کا نام ہے ضیزن بن معاویہ بن عبید بن اجرم از بنی سلیح بن حلوان بن حاف بن قضاعہ (ابن کلبی) اور ابن کلبی کے علاوہ ماہرین نسب کا بیان ہے کہ اس کا شمار "جرامقۃ" میں سے ہے اور یہ "طوائف الملوکی" دور کا ایک بادشاہ تھا جب یہ غیر ملکی باشندوں سے نبرد آزما ہوتے تو یہ ساطرون ان کی قیادت کیا کرتا تھا۔

ابن ہشام کا بیان ہے کہ "کسریٰ سابور ذوالاکتاف" نے ساطرون صاحب حضر سے جنگ کیا اور دیگر مورخین کا بیان ہے کہ ساطرون سے جنگ کرنے والا' سابور بن اردشیر بن بابک' پہلا ساسانی بادشاہ ہے' جس نے طوائف الملوکی ختم کر کے شاہان کسریٰ کی بنیاد ڈالی اور سابور ذوالاکتاف تو بہت دیر بعد میں ہوا' واللہ اعلم۔ (سہیلی)

سابور ساسانی کا محاصرہ اور ناقصات عاقل کا مظاہرہ : سابور ساسانی' بیرون ملک خراسان کے اندر کسی مہم میں مصروف تھا کہ ساطرون نے اس کے علاقہ میں حملہ کر کے تباہی مچا دی' تو سابور نے اسی مہم سے فراغت کے بعد بقول ابن ہشام ----- متواتر سو سال "قلعہ حضر" کا محاصرہ جاری رکھا اور بعض مورخ چار سال کا عرصہ بیان کرتے ہیں۔

ایک روز ساطرون کی بیٹی "نضیرہ" کی نگاہ سابور پر پڑی' سابور ایک نوخیز حسین و جمیل بادشاہ تھا' سر پر طلائی تاج تھا جو جواہر سے آراستہ تھا' اس نے سابور کو ایک خفیہ پیغام بھیجا' اگر میں حضر قلعہ کا دروازہ کھول دوں تو کیا آپ مجھ سے شادی کر لیں گے۔ شاہ سابور نے "ہاں" میں جواب دیا۔ شام ہوئی تو ساطرون حسب دستور شراب میں مخمور تھا' نضیرہ نے باپ کے تکیہ کے نیچے سے قلعہ کی چابیاں نکالیں اور اپنے غلام کے ہاتھ سابور کے پاس بھیج دیں۔ سابور دروازہ کھول کر قلعہ کے اندر داخل ہو گیا۔ ساطرون کو تہ تیغ کر کے قلعہ کو تاخت و تاراج کیا اور نضیرہ سے شادی کر کے اپنے ہمراہ لے آیا وہ ایک رات بستر پر دراز' تلملا رہی تھی اور نیند نہیں آرہی تھی' سابور نے روشنی کر کے اس کا بستر ٹٹولا تو اس پر آس درخت کا پتہ تھا جس کی وجہ سے اس کی نیند اچاٹ تھی۔

سابور نے پوچھا کیا اسی سے تو بے قرار تھی؟ اس نے کہا جی ہاں! تو سابور نے پوچھا تیرا والد' تیری کیسے پرورش کیا کرتا تھا؟ تو اس نے کہا دیباج کا نرم و نازک بستر' ریشمی لباس' مغزیات کھانے کو شراب پینے کو۔ تو سابور نے "برافروختہ ہو کر کہا ایسے شفیق اور مہربان باپ کا صلہ" یہ بے وفائی اور دغابازی' تو مجھ سے بہت جلد دغا کر سکتی ہے' پھر سابور نے اس کی چوٹی کے بال گھوڑے کی دم کے ساتھ باندھ دیئے اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بعض کہتے ہیں کہ شاہ کی دختر نے سابور کو ایک زمین دوز نہر بتائی جس سے قلعہ کے اندر پانی آتا تھا' وہ اس کے ذریعہ قلعہ میں داخل ہوا۔ بعض کا بیان ہے کہ اس نے ایک طلسم بتایا جس سے قلعہ کا دروازہ خودبخود کھل جاتا تھا کہ خاکستری رنگ کی کبوتری کے پنجے گربہ چشم دوشیزہ کے حیض کے خون میں لت پت کر کے چھوڑ دیا جائے جب وہ قلعہ کی دیوار پر بیٹھ جائے تو قلعہ کے دروازے خودبخود کھل جائیں گے۔

اس عبرت آموز قصہ کے بارے میں اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ شاعر نے کہا۔

أم تـر للحضـر إذ أهلـه بنعمـى وهـل خـالد مـن نعـم
أقـام بـه شـاهبور الجنـود حولـين تضـرب فيـه القـدم
فلمـا دعـا ربـه دعـوة أنـاب اليـه فلـم ينتقـم
فهـل زاده ربـه قـوة ومثـل مجـاوره لم يقـم

(کیا تو نے قلعہ حضر کو نہیں دیکھا جب اس کے باشندے ناز و نعمت میں تھے اور کیا نعمتیں جاودان ہوتی ہیں۔ وہاں شاہ پور نے اپنے لشکر کو متواتر دو سال رکھا اس پر کدال برسائے جاتے تھے۔ جب اس نے رب کو پکارا' اس کی طرف متوجہ ہو' تو اس سے انتقام نہ لیا۔ کیا اس کے رب نے اس کی طاقت میں اضافہ کیا اور ایسا مجاور قائم نہیں رہتا)

وكـان دعـا قومـه دعـوة هلمـوا إلى أمركـم قـد صـرم
فموتـوا كرامـاً باسـيافكم أرى المـوت بجشمـه مـن جشـم

(اس نے اپنی قوم کو پکارا ایک طے شدہ امر کی طرف آؤ۔ تم اپنی تلواروں کو استعمال کر کے شریفوں کی موت مرو' میں دیکھتا ہوں کہ موت کو وہی برداشت کرتا ہے جو اس کے برداشت پر راضی ہو)

عدی بن زید نے بھی اس بارے کہا۔

والحضـر صـابت عليـه داهيـة مـن فوقـه أيـد مناكبهـا
ربيـة لم تـوق والدهـا لحينهـا إذ أضـاع راقبهـا
اذ غبقتـه صهبـاء صافيـة والخمـر وهـل يهيـم شـاربها
فاسـلمت أهلهـا بليلتهـا تظـن أن الرئيـس خاطبهـا
فكان حظ العروس إذ جشر الصبح دمـآء تجـرى سـبائبها

(قلعہ حضر پر مصیبت اس کے اوپر سے آئی ہے' اس کی دیواریں مضبوط تھیں۔ جھانکنے والی نے اپنے والد کو بھی موت سے نہ بچایا' جب اس نے اپنے نگاہ بان اور محافظ کو ضائع کر دیا۔ جب اس نے عمدہ شراب شام کے وقت پلایا' شراب خیالات میں تبدیلی پیدا کرتا ہے' اس کے پینے والا بے سدھ ہو جاتا ہے۔ اس نے اپنے اہل کو "اپنی رات کے بدلے" بے یار و مددگار چھوڑ دیا اس کا گمان تھا کہ شاہ اس سے نسبت کرنے والا ہے۔ جب صبح ہوئی تو دلہن کا نصیب تھا خون' جو اس کے دوپٹہ سے بہہ رہا تھا)

وخـرب الحضـر واسـتبيح وقـد احـرق فـى خدرهـا مشـاجبها
أيهـا الشـامت المعـير بـالدهر أ أنـت المـبرء الموفـور
أم لديـك العهـد الوثيـق مـن الايـام بـل أنـت جـاهل مغـرور
مـن رأيـت المنـون خلـدن أم مـن ذا عليـه مـن أن يضـام خفـير
اين كسرى كسرى الملوك أنوشروان أم أيـن قبلـه سـابور

(قلعہ حضر کوٹھیاں

جلا دی گئیں۔ اے مخاطب کی تکلیف پر خوش ہونے والے زمان پر نکتہ چینی کرنے والے! کیا تو صحت مند اور خوشحال ہی ہو گا۔ کیا تیرے پاس کوئی حوادث دہر سے وثیقہ موجود ہے۔ بالکل نہیں بلکہ تو جاہل فریب خوردہ ہے۔ کس کو دیکھا ہے تم نے کہ موت نے اس کو زندہ جاوید رکھا' یا کسی پر ظلم و تشدد سے کون محافظ ہے؟ کسریٰ' نوشیروان کہاں ہے؟ یا اس سے قبل شاہ سابور کہاں ہے؟)

وبنو الاصفر الكرام ملوك الروم لم　　يبق منهم مذكور
واخو الحضر اذ بناه واذ دجلة　　تجبى اليه والخابور
شاده مرمراً وجلله كلـ　　ـسا فللطير فى ذراه وكور
لم يهبه ريب المنون فباد　　الملك عنه فبابه مهجور
وتذكر رب الخورنق إذ　　أشرف يوما وللهدى تفكير

(مکرم اور معزز' زین اصفر' شاہان روم میں سے کوئی فرد باقی نہیں بچا۔ اور قلعہ حضر کا مالک جب اس نے تعمیر کیا' دجلہ اور خابور وادی کا محصول وہاں لایا جاتا تھا۔ اس کو سنگ مرمر سے مضبوط کیا اور چونے کا پلستر کیا' پرندوں کے اس کی چوٹی پر گھونسلے ہیں۔ حوادث دہر اس سے خائف نہ ہوئے' حکومت ختم ہو گئی' اس کا دروازہ بے آباد متروک ہے۔ قلعہ خورنق کے مالک نے نصیحت حاصل کر لی جب وہ ایک روز جھانکا' رشد و ہدایت کے حصول کے لئے غور و فکر ضروری ہے)

سره ماله وكثرة ما يملك　　والبحر معرضا والسدير
فارعوى قلبه وقال وما غبطة　　حى الى الممات يصير
ثم اضحوا كأنهم ورق جف　　فألوت به الصبا والدبور

(اس کو مال و دولت کی کثرت' سمندر کے موڑ اور محل سدیر نے مسرت و فرحت بخشی۔ اس کا دل باز آگیا اور اس نے کہا کسی زندہ کو موت کا رشک نہیں۔ پھر وہ ایک خشک پتے کی طرح ہو گئے اور اس کو پورب اور پچھم کی ہوا لے اڑی)

رب خورنق : امام ابن کثیر فرماتے ہیں "رب خورنق" عہد قدیم میں ایک سرکش بادشاہ تھا' وہ نہایت فضول خرچ' جور و جفا کا پتلا اور حرص و ھویٰ کا بندہ تھا۔ کسی صاحب دل عالم نے اسے وعظ و نصیحت کی کہ غور کرو' بے شمار بادشاہ اور ان گنت حکومتیں قصہ پارینہ بن چکی ہیں' اب ان کا کوئی فرد بھی روئے زمین پر زندہ نہیں' یاد رکھیئے! جو سلطنت آپ کے ورثہ میں آئی ہے' وہ لامحالہ کسی کے ورثہ میں منتقل ہو گی' اس وعظ و نصیحت کی اس پر پوری گرفت ہوئی' "ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد" اور یہ چند کلمات اس کے دل میں اتر گئے اور وہ خوب متاثر ہوا' گناہ و عصیان سے باز آگیا' ماضی اور حال پر غور کرنے لگا' قبر کی تاریکی اور تنگی سے گھبرانے لگا۔ چنانچہ اس نے توبہ کی' اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اپنے غلط رویے سے رک گیا بادشاہت اور سلطنت کو خیرباد کہہ دیا' فقراء کا لباس پہن لیا اور ویران جنگل میں چلا گیا۔ تنہائی اختیار کر لی اور گوشہ نشین ہو گیا۔ ہوائے نفس اور معصیت سے کنارہ کش ہو گیا ــــــ "کتاب التوابین" میں یہ قصہ امام ابن

قدامہ مقدسی نے ذکر کیا ہے اور الروض الانف ص ۵۷ پر امام سہیلی ۵۸۱ھ نے نہایت عمدہ سند اور عمدہ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

طوائف الملوکی کا بیان : ساطرون' صاحب قلعہ حضر' اسکندر مقدونی کے معاصر کا بیان ہو چکا ہے کہ وہ "طوائف الملوکی" کے دور کا سرخیل تھا' جب وہ شاہ فارس دارا بن دارا پر فتح یاب ہوا اور اس کی حکومت کو زیر و زبر کیا' اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی' قوم کو ذلیل و رسوا کیا' محاصل اور آمدنی کے ذخائر پر قبضہ کر لیا اور فارس کو تہ و بالا کر دیا اور اس کے نظم و نسق کو پامال کر دیا۔ اس کا عزم تھا کہ آئندہ کوئی اجتماعی حکومت بال و پر نہ نکال سکے اور نہ وہ ایک حکمران کے تابع ہو سکیں۔ چنانچہ اس نے عرب و عجم کے ہر علاقہ پر ایک بادشاہ اور رئیس نامزد کر دیا اور طوائف الملوکی کی بنیاد ڈال دی۔ ہر بادشاہ اور رئیس اپنے علاقہ کا تحفظ کرتا اور اس کے محاصل اور آمدنی اکٹھی کرتا اور حکومت بطور وراثت منتقل ہوتی' باپ کے بعد بیٹا وارث ہوتا' قریباً پانچ صد سال یہی نظام حکومت جاری رہا' یہاں تک کہ ازدشیر بن بابک یکے از بنی ساسان کا دور آیا اور اس نے تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور حکومتوں کو متحد کر دیا اور ان کے رؤساء اور بادشاہوں کو سبکدوش کر دیا اور طوائف الملوکی کے دور کا خاتمہ کر دیا۔

جب ازدشیر فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے سابور نے طوائف الملوکی کے بانی عظیم زعیم اور قائد اعظم صاحب قلعہ حضر پر' سب سے آخر میں محاصرہ کیا اور اس پر قابض ہو گیا جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

آل اسماعیل کا تذکرہ : سیرت انبیاء میں اسماعیلؑ کا بیان ہو چکا ہے کہ ابراہیمؑ اسماعیلؑ اور ان کی والدہ ہاجرہ دونوں کو شام سے لے کر روانہ ہوئے اور ان کو سرزمین مکہ میں فاران کے پہاڑوں میں تنہا چھوڑ کر چلے آئے۔ اسماعیلؑ اس وقت شیر خوار بچے تھے۔ ان کے پاس سوائے کھجور کے تھیلے اور پانی کے مشکیزے کے کچھ نہ تھا' جب یہ توشہ ختم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ہاجرہؑ کے لئے زمزم کا چشمہ جاری کر دیا' جیسا کہ ابن عباسؓ کی طویل حدیث بخاری میں مروی ہے۔

جرہم : عرب عاربہ میں سے ایک قدیم قبیلہ جرہم وہاں حضرت ہاجرہؑ کے پاس اس شرط پر مقیم ہو گیا کہ ان کا آب زمزم کے استعمال کرنے کے علاوہ چشمہ پر کوئی حق نہ ہو گا۔ ابراہیمؑ متواتر ان کے حالات کا جائزہ لیتے رہے اور ان کی مزاج پرسی کرتے رہے۔ بیت المقدس سے مکہ تک آمدورفت کا سفر' براق پر سوار ہو کر طے کیا کرتے تھے۔

اولاد اسماعیلؑ : جب اسماعیلؑ جوان ہوئے اور عالم شباب کو پہنچے تو ذبح کا واقعہ پیش آیا' پھر جرہم خاندان کی لڑکی سے شادی کی' بعد ازاں اسے طلاق دے کر' سیدہ بنت مضاض بن عمرو جرہمی سے نکاح کیا اسی سے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ (۱) نابت (۲) قیذر (۳) منشا (۴) مسمع (۵) ماشی (۶) دما (۷) اذر (۸) ـطور (۹) نیشی (۱۰) طیما (۱۱) قیذما (۱۲ ویں کا نام درج نہیں) امام ابن اسحاق وغیرہ نے یہ نام اہل کتاب سے نقل کئے ہیں۔

"نسمہ" ایک لڑکی کی شادی عیصو بن اسحاق بن ابراہیم سے ہوئی' جس سے روم' فارس اور اشبان

پیدا ہوئے۔

"اتجاہ الموجات البشریہ فی جزیرۃ العرب" میں شیخ محب الدین خطیبؒ نے بہت تحقیق و جستجو کے بعد یہ نام درج کئے ہیں (۱) نابت (۲) قیدار (۳) یطور (۴) تیما (۵) دومہ (۶) مسمع (۷) قدمہ (۸) ادب ایل (۹) نفیس (۱۰) مبشام (۱۱) اقمیع (۱۲) حداد۔

حکومت : پورے عرب کے حجازی قبائل نابت اور قیدار کی نسل سے ہیں۔ مکہ کا حاکم اعلیٰ اور رئیس کعبہ اور زمزم کے امور کا منصرم' نابت بن اسماعیلؑ جرہمی قبیلہ کا نواسہ تھا' پھر نابت کے بعد نانا کے ناطے کے باعث مضاض بن عمرو جرہمی بیت اللہ پر قابض ہو گیا۔ مکہ اور اس کے گردونواح پر اپنے نواسہ کی اولاد کی بجائے کافی عرصہ تک حکمران رہا۔

مضاض کا نسب : مضاض بن عمرو بن سعد بن الرقیب بن عبیر بن نبت بن جرہم بن قحطان اور بعض اس طرح بیان کرتے ہیں۔ جرہم بن یقطن بن عبیر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح جرہمی' مضاض بن عمرو' جبل تعیقعان پر اعلیٰ مکہ میں قیام تھا اور سمیدع رئیس قطوراء بمع اپنی قوم کے اسفل مکہ میں مقیم تھا۔ یہ دونوں مکہ میں داخل ہونے والے سے ٹیکس اور محصول وصول کیا کرتے تھے۔

کسی بات پر ان کا آپس میں نزاع پیدا ہو گیا' لڑائی ہوئی اور اس میں سمیدع مارا گیا' اس جنگ کے بعد مضاض بن عمرو بلا شرکت غیرے مکہ کا حکمران ہو گیا۔ آل اسماعیلؑ باوجود عظمت و اکثریت کے رشتہ کی نزاکت اور بیت اللہ کی حرمت کی خاطر کسی قسم کا نزاع پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ مضاض کی وفات کے بعد حارث بن مضاض تخت نشین ہوا' اس کے بعد اس کا بیٹا عمرو بن حارث جانشین ہوا۔

اساف و نائلہ کے مسخ کا زمانہ : پھر طاؤس و رباب کا دور شروع ہوا' عصیان و نافرمانی کا دور دورہ ہوا۔ بیت اللہ میں الحاد و فساد کا اس قدر عروج اور فروغ ہوا کہ اساف بن بغی جرہمی اور نائلہ بنت وائل نے بیت اللہ میں بدکاری کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پتھر کی صورت میں مسخ کر دیا۔ عوام نے ان مسخ شدہ مجسموں کو بیت اللہ میں عبرت و نصیحت کی خاطر نصب کر دیا' عرصہ دراز کے بعد سامان عبرت کی بجائے ان مجسموں کی پرستش شروع ہو گئی۔

خزاعہ کی حکومت : عمرو بن عامر "شوہر طریفہ بنت خیر حمیریہ کاہنہ" جس نے متوقع سیل عرم کے پیش نظر' یمن کی سکونت ترک کر دی تھی اس کی آل میں سے خزاعہ نے مکہ کے قریب مرالظہران میں سکونت اختیار کر لی تھی اور اسی علیحدگی کی وجہ سے ان کا نام خزاعہ پڑ گیا۔

خزاعی کعبہ کی توہین اور بے حرمتی کو دیکھ کر سیخ پا ہو گئے اور اس کو برداشت نہ کر سکے' تو ان کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا۔ آل اسماعیلؑ فریقین سے الگ رہے۔ کسی کے ساتھ تعاون نہیں کیا' جرہمی شکست کھا گئے اور خزاعہ یعنی بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ اور غبشان خزاعی نے کعبہ پر قبضہ کر لیا اور عمرو بن حارث کو جلا وطن کر دیا۔ معرکہ کے دوران عمرو بن حارث نے کعبہ کے دو طلائی ہرن' حجر اسود' چند تلواریں اور دیگر متبرک اشیاء چاہ زمزم میں ڈال کر زمزم کو اوپر سے بند کر دیا اور اس پر کچھ علامات و نشانات لگا دیئے پھر اپنے

قدیم وطن یمن میں چلا گیا۔ عمرو بن حارث بن مضاض نے اس معرکہ کے بارے میں کہا۔

وقائلة والدمع سكب مبادر — وقد شرقت بالدمع منها المحاجر

كأن لم يكن بين الحجون الى الصفا — أنيس ولم يسمر بمكة سامر

فقلت لها والقلب مني كأنما — يلجلجه بين الجناحين طائر

بلى نحن كنا أهلها فازالنا — صروف الليالي والجدود العواثر

(بہت سے قبائل کہنے والے ہیں' اس حال میں آنسو لگاتار بہہ رہے ہیں اور وہ آنکھوں میں اٹک گئے ہیں۔ گویا کہ حجون سے لے کر صفا تک کوئی مانوس انسان نہیں اور نہ مکہ میں کسی نے رات کو باتیں کیں۔ میں نے ان کو کہا اور میرا دل گویا کہ پرندے کے دو پروں کے درمیان پھڑپھڑا رہا ہے۔ کیوں نہیں' ہم اس کے باشندے تھے' حوادثات دہر نے جلا وطن کر دیا اور بدقسمتی نے الگ کر دیا)

وكنا ولاة البيت من بعد نابت — نطوف بذاك البيت والخير ظاهر

ونحن ولينا البيت من بعد نابت — بعز فما يحظى لدينا المكاثر

ملكنا فعززنا فاعظم بملكنا — فليس لحي غيرنا ثم فاخر

ألم تنكحوا من خير شخص علمته — فابناؤه منا ونحن الأصاهر

(نابت کے بعد ہم متولی ہوئے' ہم اس کا طواف کرتے تھے اور خیر و برکت نمایاں تھی۔ نابت کے بعد ہم بیت اللہ کے متولی ہوئے' ایسے معزز کہ کوئی سرمایہ دار بھی ہمارے ہاں صاحب نصیب نہ تھا۔ ہم حکمران ہوئے اور غالب ہوئے' ہمارا ملک کس قدر عظیم تھا' ہمارے علاوہ کوئی بھی وہاں فخر و افتخار کا اہل نہ تھا۔ کیا تم نے بہترین شخص کو نکاح نہیں دیا' اس کی اولاد ہماری بیٹی سے ہے اور ہم ان کے سسرال ہیں)

فان تنثني الدنيا علينا بحالها — فان لها حالا وفيها التشاجر

فاخرجنا منها المليك بقدرة — كذلك يا للناس تجري المقادر

أقول إذا نام الخلي ولم انم — أذا العرش لا يبعد سهيل وعامر

وبدلت منها أوجها لا أحبها — قبائل منها حمير ويحابر

(اگر انقلاب زمانہ ہمارے برخلاف ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں' دنیا کے گوناں گوں حالات ہیں اور اس میں اختلافات ہیں۔ اللہ نے ہمیں اس سے اپنی قدرت سے جلا وطن کر دیا اے لوگو! قضا و قدر اس طرح رواں دواں ہے۔ میں کہتا ہوں جب کہ بے فکر آدمی سو گیا اور میری نیند اچاٹ ہے۔ عرش والے کی سزا سہیل اور عامر سے دور نہیں۔ ان کی بجائے میرے لیے ناپسندیدہ قبائل حمیر اور یمامہ کے لوگ بدل دئے گئے ہیں)

وصرنا أحاديثاً وكنا بغبطة — بذلك عضتنا السنون الغوابر

فسحت دموع العين تبكي لبلدة — بها حرم أمن وفيها المشاعر

وتبكي لبيت ليس يؤذى حمامه — يظل به أمنا وفيه العصافر

وفيه وحوش لا ترام انيسة — اذا خرجت منه فليست تغادر

(ہم افسانہ بن چکے ہیں۔ اور ہم قابل رشک تھے' گذشتہ زمانہ نے ہمیں مصائب میں مبتلا کیا ہے۔ اس متبرک شہر کے لئے آنکھیں اشکبار ہیں' وہاں پرامن حرم ہے اور اس میں اللہ کے شعائر ہیں۔ آنکھیں اس کعبہ کے لئے اشکبار ہیں جس کے کبوتر کو کوئی اذیت نہیں پہنچتی اس میں وہ اور چڑیاں پرامن ہیں۔ اس میں وحشی جانور مانوس ہیں ان کو تکلیف نہیں دی جاتی جب وہاں نکل کر باہر جائیں تو چھوڑ نہیں جاتے)

عمرو کی نصیحت : امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عمرو بن حارث بن مضاض بنی بکر اور غبشان خزاعی کو نصیحت کرتا ہے

يا أيها الناس سيروا إن قصاركم　ان تصبحوا ذات يوم لا تسيرونا
حثوا المطى وأرخوا من أزمتها　قبل الممات وقضوا ما تقضونا
كنا أناسا كما كنتم فغيرنا　دهر فانتم كما صرنا تصيرونا

(اے لوگو! تم مکہ میں چلتے رہو تم ایک روز یہاں نہ چل سکو گے۔ سواریوں کو تیز چلاؤ اور ان کی مہاریں ڈھیلی چھوڑ دو' موت سے قبل اور جو تم کرنا چاہتے ہو پایہ تکمیل کو پہنچا دو۔ ہم تمہارے جیسے انسان تھے' ہمیں زمانے نے تبدیل کر دیا اب تم بھی ہم جیسے ہو جاؤ گے)

ابن ہشام کا بیان ہے کہ یہ اشعار اس کے قصیدہ میں سے مجھے صحیح ثابت ہوئے ہیں۔ بعض علمائے شعر کا بیان ہے کہ یہ اولین اشعار ہیں جو عرب کے بارے میں کہے گئے' یمن میں کسی پتھر پر کندہ پائے گئے' مگر اس کے شاعر کا نام مذکور نہیں۔ امام سہیلی نے ان پر اور اشعار کا بھی اضافہ کیا ہے اور عجیب و غریب حکایات بیان کی ہیں۔ "فضائل مکہ" میں ابو الولید ازرقی نے عمرو بن حارث کے ان اشعار پر یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے

قد مال دهر علينا ثم أهلكنا　بالبغي فينا وبز الناس ناسونا
واستخبروا في صنيع الناس قبلكم　كما استبان طريق عنده هون
كنا زمانا ملوك الناس قبلكم　نسكن في حرام الله مسكونا

خزاعہ اور عمرو بن لحی کا قصہ اور عرب میں آغاز بت پرستی : خزاعہ میں سے قبیلہ غبشان کا عمرو بن حارث غبشانی رئیس مکہ مقرر ہوا' بنی بکر بن عبد مناۃ نے ایثار سے کام لیا۔ قریش اس وقت مختلف مقامات میں بٹے ہوئے تھے۔ عمرو بن عامر جب یمن سے سکونت ترک کر کے آیا تو اس کا ارادہ شام میں آباد ہونے کا تھا۔ وہ راستہ میں مرالظہران کے مقام پر فروکش ہوا تو جو لوگ ان میں سے وہیں مقیم ہو گئے ان کا نام "خزاعہ" ہو گیا' چنانچہ عدن بن ایوب انصاری خزرجی نے کہا۔

فلما هبطنا بطن مر تخزعت　خزاعة منا في حلول كراكر
حمت كل واد من تهامة واحتمت　بصم القنا والمرهفات البواتر

(جب ہم مرالظہران میں فروکش ہوئے تو خزاعہ ہم سے حلول کراکر میں جدا ہو گیا اور اس نے تہامہ کی ہر وادی کی حفاظت کی' نیزوں اور قاطع تلواروں کے ساتھ خود بھی محفوظ رہے)

ابو المطہر اسماعیل بن رافع انصاری دوسی نے کہا۔

فلما هبطنا بطن مكة أحمدت خزاعة دار الآكل المتحامل

فحلت أكاريسا وشتت قنابلا على كل حي بين نجد وساحل

نفوا اجرهما عن بطن مكة واحتبوا بعز خزاعي شديد الكواهل

(جب ہم مکہ کے قرب و جوار میں فروکش ہوئے تو خزاعہ نے بزور بازو کھانے والے مقام کو پسند کیا۔ اس نے شیرازہ بکھیر دیا' نجد اور ساحل کے درمیان ہر قبیلہ کے گروہ کو متفرق کر دیا۔ انہوں نے جرھم کو مکہ سے جلا وطن کر دیا اور مضبوط خزاعی عزت کو حاصل کر لیا)

بیت اللہ کی ریاست و تولیت یکے بعد دیگرے میں چلتی رہی اور یہ حکومت ان میں قریباً" تین سو یا پانچ سو سال تک قائم رہی' ان کا آخری رئیس حلیل بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربعیہ خزاعی تھا' اس کی بیٹی حبی سے قصی بن کلاب نے شادی کی اور اس کے شکم سے عبدالدار' عبدمناف' عبدالعزیٰ اور عبد پیدا ہوئے۔ پھر بیت اللہ کی تولیت و نظامت حلیل کے داماد' قصی کے سپرد ہو گئی جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ موقع پر بیان ہو گی۔

ایک اہم رسم اور عمرو خزاعی : خزاعی بھی بدترین متولی اور ظالم حکمران ثابت ہوئے کیونکہ ان ہی کے عہد حکومت میں حجاز کے اندر بت پرستی کا آغاز ہوا اور ان کے عہد میں عمرو بن لحی خزاعی لعین نے بت پرستی کی دعوت دی۔ یہ بہت بڑا سرمایہ دار تھا۔ اس نے بیس اونٹوں کی آنکھ پھوڑی تھی۔ عرب کا دستور تھا جس کی ملکیت میں ایک ہزار اونٹ ہو جاتے وہ ایک اونٹ کی آنکھ پھوڑ دیتا تھا تاکہ باقی اونٹ نظربد سے محفوظ رہیں۔ ازرقی اور سہیلی کا بیان ہے کہ وہ موسم حج میں ہر سال دس ہزار اونٹ ذبح کر کے کھلایا کرتا تھا اور دس ہزار کپڑے کے جوڑے پہناتا' گھی اور شہد کا حلوہ کھلاتا اور ستو پلاتا۔ ریاست و عظمت اور سرمایہ داری کے باعث وہ قوم کا مطاع اور مقتدا تھا اس کا قول و فعل شریعت کی طرح قابل اتباع تھا۔

بت پرستی کا آغاز : ابن ہشام کا بیان ہے کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا کہ عمرو بن لحی ایک دفعہ مکہ سے "شام" میں کسی غرض سے گیا' جب "بلقاء" کے شہر میں آیا جو عمالقہ (اولاد عملاق بن لاوذ بن سام بن نوح) کے زیر حکومت تھا' وہاں کے لوگوں کو بت پوجتے دیکھ کر پوچھا یہ بت جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کا کیا مفاد ہے' تو انہوں نے کہا' یہ بت جن کی ہم بندگی کرتے ہیں قحط میں ان سے بارش طلب کرتے ہیں' تو وہ بارش برسا دیتے ہیں۔ ان سے فتح و نصرت طلب کرتے ہیں تو وہ فتح سے ہمکنار کر دیتے ہیں' یہ سن کر عمرو نے کہا مجھے بھی کوئی بت دے دو' میں اسے عرب میں لے جاؤں اور وہاں کے لوگ اس کی بندگی کریں چنانچہ وہ ہبل بت کو مکہ لے آیا اور اسے نصب کر دیا اور لوگوں کو اس کی پرستش کا حکم دیا۔

پتھر کی پوجا کا آغاز : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آل اسماعیل میں بت پرستی کے آغاز کی وجہ یہ تھی کہ مکہ مکرمہ سے جب کوئی شخص سفر پر روانہ ہوتا تو حرم کے احترام کی وجہ سے حرم کا پتھر' اپنے ہمراہ اٹھا لے جاتا' جہاں فروکش ہوتا' کعبہ کی طرح اس کا طواف کرتا' رفتہ رفتہ وہ ہر عمدہ پتھر کو پوجنے لگے اور اصل حقیقت کو

بھول گئے۔ بخاری شریف میں ابو رجاء عطاردی کا مقولہ ہے کہ جب کوئی خوبصورت پتھر نہ ملتا تو مٹی کی ڈھیری بنا کر اس پر بکری کا دودھ' دوھ دیتے اور اس کا طواف کرتے۔ غرضیکہ ابراہیمؑ کا دین چھوڑ کر بت پوجنے لگے اور سابقہ گمراہ اقوام کی طرح ضلالت و گمراہی کا شکار ہو گئے' بایں ہمہ ان میں ابراہیمی دین کے بعض آثار باقی تھے' گو ان میں بھی کچھ تبدیلی آچکی تھی۔ مثلاً بیت اللہ کا طواف' احرام باندھنا' عمرہ کرنا' دوران حج' منیٰ' مزدلفہ اور عرفات میں وقوف کرنا اور تلبیہ کہنا۔

شرکیہ تلبیہ اور ابلیس کی ایجاد : بنی کنانہ اور قریش یہ تلبیہ کہتے

لبیک اللّٰھم لبیک لا شریک لک' الا شریکا ھولک تملکه وما ملک

(حاضر ہوں' اے اللہ' حاضر ہوں' حاضر ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں بجز اس شریک کے جس کا تو مالک ہے اور اس کے ملک کا بھی)

قرآن حکیم میں ہے "اور اکثر لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں مگر پھر بھی شرک کرتے ہیں' یعنی توحید میں شرک کی آمیزش کرتے ہیں" (١٢/١٠٦)

سہیلی وغیرہ کا بیان ہے کہ عمرو بن لحی اس تلبیہ کا موجد ہے۔ ابلیس ایک شیخ کے روپ میں نمودار ہوا اور عمرو بن لحی کو اس تلبیہ کی تلقین کی اور عرب نے اس کی تقلید کی۔ بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ان کا یہ تلبیہ سنتے تو فرماتے قد قد بس بس یہی کافی ہے' استثناء کی کوئی ضرورت نہیں۔ امام بخاری' حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ابو خزاعہ عمرو بن عامر' پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے نام پر جانور (سائبہ) چھوڑے اور بت پرستی کی' میں نے اسے دوزخ میں دیکھا ہے وہ اپنی آنتیں کھینچ کر چل رہا ہے"

ابو خزاعہ کی تحقیق : اس حدیث کا مقتضی اور مطلب یہ ہے کہ عمرو' خزاعہ قبیلہ کا بانی ہے' جس کی طرف پورا قبیلہ منسوب ہے۔ جیسا کہ ابن اسحاق وغیرہ علماء نسب کا قول ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں اگر اس حدیث کو سرسری نظر سے دیکھیں تو یہ مفہوم ظاہر ہے بلکہ یہ نص کا درجہ رکھتی ہے۔ مگر بعض اسناد میں اس کے مخالف لفظ بھی مذکور ہیں۔

امام بخاری (ابو یمان' شعیب' زہری) سعید بن مسیب سے نقل کرتے ہیں کہ بحیرہ جانور وہ ہے جس کا دودھ بتوں کے لئے وقف ہو' اور کوئی نہ دوھے اور سائبہ وہ جانور ہے جسے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے ہیں اس پر بوجھ نہیں لادتے۔ اور ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمرو خزاعی کو دوزخ میں دیکھا ہے وہ اپنی آنتیں کھینچ رہا ہے اور وہی سائبہ جانور چھوڑنے کی رسم کا موجد ہے۔ مذکورہ بالا متن بخاری اور مسلم کی معرفت (صالح بن کیسان' زہری' سعید) ابو ہریرہؓ سے بھی منقول ہے۔

تعاقب اور نکتہ : امام بخاری نے یہ روایت "ابن الهاد" از زہری بھی بیان کی ہے۔ امام حاکم کہتے ہیں کہ امام بخاری کا مطلب ہے کہ یہ روایت ابن الہاد' بذریعہ عبدالوہاب بن بخت' زہری سے مروی ہے۔ امام احمد نے یہ روایت (عمرو بن سلمہ خزاعی' لیث' یزید بن الہاد' زہری' سعید) ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے۔ "ابن

الهاد" اور زہری کے درمیان عبدالوہاب بن بخت راوی ذکر نہیں کیا جیسا کہ امام حاکم نے کہا ہے' واللہ اعلم۔ مسند احمد میں یہ روایت (عبدالرزاق' معمر' زہری) ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ یہ سند منقطع ہے اور صحیح سند زہری از سعید از ابو ہریرہؓ ہے۔

ان دونوں روایات میں عمرو بن عامر خزاعی کا نام' صراحت سے ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبیلہ کا والد اور بانی نہیں بلکہ خزاعی قبیلہ کی طرف منسوب ہے' علاوہ ازیں اس میں کسی راوی کی تصحیف اور غلطی ہے۔ یہ ابو خزاعہ' ابو خزاعہ تھا' یا یہ محض کنیت ہے اور اس سے قبیلہ کے بانی اور والد کی نشان دہی مقصود نہیں' واللہ اعلم۔

کافر کے ساتھ شکل و صورت میں مشابہت : امام ابن اسحاق (محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی' ابو صالح سمان) ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اکثم بن جون خزاعی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دوزخ میں دیکھا ہے وہ اپنی آنت کھینچ رہا ہے۔ تمہاری اور اس کی ہو بہو ایک شکل ہے" اکثم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ مشابہت نقصان دہ ہو گی۔ آپ نے فرمایا "بالکل نہیں' آپ (ماشاء اللہ) مومن مرد ہیں اور وہ کافر تھا' وہ پہلا شخص ہے جس نے دین اسماعیلؑ میں تبدیلی پیدا کی' کعبہ میں بت نصب کئے' بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام کی رسمیں ایجاد کیں۔" مذکورہ بالا سند سے یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں۔ اور یہ حدیث ابن جریر نے (ہناد بن عبدہ' محمد بن عمرو' ابی سلمہ) ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً بیان کی ہے۔ یہ سند بھی صحاح ستہ میں نہیں۔

امام بخاری (محمد بن ابی یعقوب ابو عبداللہ کرمانی' حسان بن ابراہیم' یونس' زہری' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں نے دوزخ کی آگ کو دیکھا ہے وہ پرجوش ہے' ایک پر' دوسری کو توڑ کر غالب آ رہی ہے اور میں نے عمرو کو دیکھا ہے وہ اپنی آنت دوزخ میں کھینچ رہا ہے۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے سائبہ رسم ایجاد کی۔" امام طبرانی نے یہ روایت صالح از ابن عباسؓ بھی مرفوعاً بیان کی ہے۔ غرضیکہ ملعون عمرو بن لحی نے ملت ابراہیمی میں چند بدعات اور رسومات ایجاد کیں اور ملت ابراہیمی میں رخنہ اندازی کی اور عرب اس کی اتباع و تقلید کر کے ضلالت و ذلت کے گھڑے میں جا گرے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ سورہ مائدہ ۱۰۳ میں ہے "اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا بحیرہ کا اور نہ سائبہ کا اور نہ وصیلہ کا اور نہ حام کا' لیکن کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور بہتیرے ان میں عقل نہیں رکھتے" ان رسومات کی تشریح تفسیر ابن کثیر میں خوب بیان ہے' وللہ الحمد۔

"اور یہ لوگ جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ حصہ ان کا ٹھہراتے ہیں جن کو شعور ہی نہیں' اللہ کی قسم! کافرو! جو تم جھوٹ باندھتے ہو قیامت کے دن اس کی تم سے باز پرس ہو گی۔" (۱۶/۶۵)

"اور اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اس کے لئے مقرر کرتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے حصہ میں منتقل نہیں ہو سکتا اور جو اللہ کا حصہ ہے وہ ان کے شریکوں کے حصہ میں منتقل ہو سکتا ہے۔ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔" (۶/۱۳۶)

"اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے خیال میں ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو خوش نما بنا دیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے' سو انہیں ان کے بہانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔" (۶/۱۳۷)

"اور کہتے ہیں یہ جانور اور کھیت ممنوع ہیں' انہیں صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنہیں ہم چاہیں اور کچھ جانور ہیں ان پر سواری کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اور کچھ جانور ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے --- ذبح کے وقت --- یہ سب اللہ پر افترا ہے۔ عنقریب اللہ انہیں اس افترا کی سزا دے گا۔" (۶/۱۳۸)

"اور کہتے ہیں جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے یہ ہمارے مردوں کے لئے خاص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور جو بچہ مردہ ہو تو مرد عورت دونوں اس کے کھانے میں برابر ہیں' اللہ انہیں ان باتوں کی سزا دے گا۔" (۶/۱۳۹)

عرب کی جہالت : عرب کی جہالت کے زیر عنوان امام بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ عرب کی جہالت اور نادانی کا اندازہ معلوم کرنا ہو تو سورہ انعام کی آیت-۱۴۰ پڑھیے "تحقیق خسارے میں ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو جہالت اور نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ پر بہتان باندھ کر اس رزق کو حرام کر لیا جو اللہ نے انہیں دیا تھا' بے شک وہ گمراہ ہوئے اور سیدھی راہ پر نہ آئے۔"

ملعون عمرو بن لحی نے مال مویشی کی مصلحت و شفقت کی خاطر چند بدعات اور شرکیہ رسومات ایجاد کیں جو محض کذب و افترا کا پلندہ تھیں' قوم نے اندھا دھند اس کی تقلید کی اور ملت ابراہیمی جو توحید و وحدانیت' رد شرک' تردید بت پرستی کا مجموعہ تھی' اسے یکسر بدل ڈالا۔ شعائر حج اور دینی امور کو تہ و بالا کر ڈالا بغیر کسی دلیل و حجت اور علم و دانش کے' سابقہ اقوام کی مشرکانہ راہ و رسم کو پسند کیا اور نوحؑ کی قوم کی شرکیہ اختراع کو اختیار کیا۔ نوحؑ کی قوم کے لوگ دنیا میں سب سے پہلے مشرک اور بت پرست تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف نوحؑ کو مبعوث فرمایا اور آپ پہلے رسول تھے جو لوگوں کو شرک اور بت پرستی سے منع کرتے تھے اور قوم کے مشرک سربراہ کہتے تھے تم اپنے معبودوں کو مت چھوڑو' ود' سواع' یغوث' یعوق اور نسر کی عبادت کو ترک نہ کرو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ "ود" وغیرہ نیک سیرت انسان تھے۔ ان کی وفات کے بعد عقیدت مند' ان کی قبروں کے مجاور بن گئے اور رفتہ رفتہ ان کی پرستش کرنے لگے۔

بت اور ان کے پرستار : بقول ابن اسحاق وغیرہ عرب میں دین اسماعیلؑ میں تبدیلی کے بعد انہی کے بتوں کی پرستش شروع ہو گئی۔

ود : ود بت دومتہ الجندل میں نصب تھا' بنی کلب بن مرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کا معبود تھا۔

سواع : سواع بت کے پرستار بنی ہذیل بن الیاس تھے اور یہ "رہاط" میں نصب تھا۔

یغوث : یہ بت جرش میں نصب تھا۔ طئی قبیلہ کے بنی انعم اور مذحج قبیلہ کے اہل جرش اس کی پرستش کرتے تھے۔

یعوق : یعوق یمن کے ہمدان علاقہ میں منصوب تھا اور بنی خیوان کا معبود تھا۔

نسر : یہ حمیر کے علاقہ میں نصب تھا اور ذوالکلاع قبیلہ اس کی پوجا کرتا تھا۔

عم انس : یہ خولان قبیلہ کا بت تھا' وہ اپنی کھیتی باڑی اور مال مویشی کے صدقات و تبرکات اللہ تعالیٰ اور اس بت کے درمیان تقسیم کیا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ کے حصہ میں سے جو مال بت کے مال میں چلاجاتا تو اسے ویسے ہی رہنے دیتے (کہ اللہ تعالیٰ غنی و بے نیاز ہے) اور بت کے نام کی جو نیاز' اللہ تعالیٰ کے حصہ میں مل جاتی' اسے نکال کر بت کے حصے میں داخل کردیتے۔ اس بری رسم کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی ہے۔ (انعام/۱۳۶) ''اور اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اس کے لئے مقرر کرتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حصہ ہے اور یہ ہمارے شریکوں' بتوں کا ہے۔ سو جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے وہ اللہ کی طرف نہیں جا سکتا اور جو اللہ کا حصہ ہے وہ ان کے شریکوں کی طرف جا سکتا ہے' کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔''

سعد صخرہ : بنی ملکان بن کنانہ کا بت تھا' ان کے علاقہ میں نصب تھا۔ وہ لوگ نذرونیاز کے جانور ذبح کر کے اس پر خون کے چھینٹے مار دیتے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی اپنے اونٹوں کو اس کے پاس برکت حاصل کرنے کی خاطر لایا' اس کے اونٹ بت کو دیکھ کر بدک گئے تو اس نے ناراض ہو کر اس کے سر پر ایک پتھر دے مارا اور اپنے اونٹوں کی تلاش میں لگ گیا' بصد مشکل اونٹ تلاش کر کے لایا تو اس نے کہا اے سعد! اللہ تیرا ناس کرے' تو نے میرے اونٹ بھگا دیئے اور یہ اشعار کہے۔

اتینا الی سعد لیجمع شملنا فشتتنا سعد فلا نحن من سعد

وھل سعد الا صخرۃ بتنوفۃ من الارض لا یدعو لغی ولا رشد

(ہم ''سعد'' کے پاس آئے تھے کہ ہماری بگڑی بنا دے' الٹا سعد نے ہمیں پریشان کر دیا۔ دراصل ''سعد'' تو تنوفہ علاقہ کا ایک پتھر ہے اس کا رشد اور گمراہی سے کوئی سروکار نہیں)

ایک بت دوس قبیلہ میں بھی تھا۔ عمرو بن حممہ دوسی اسکا خادم اور متولی تھا۔ (ابن اسحاق)

ہبل : قریش کا بت تھا جو کعبہ کے پاس' بیئر زمزم کے اوپر نصب تھا۔ بقول ہشام' عمرو بن لحی خزاعی نے کعبہ میں پہلا بت یہی نصب کیا تھا۔

اساف اور نائلہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ زمزم کے پاس اساف اور نائلہ دو بت نصب تھے۔ وہ لوگ ان کے پاس قربانیاں ذبح کیا کرتے تھے۔ دراصل اساف نے نائلہ سے کعبہ میں بدکاری کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہم یہ بات سنتے چلے آئے ہیں کہ اساف اور نائلہ جرہم قبیلہ میں سے تھے' انہوں نے کعبہ میں بدکاری کی' اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بدکاری کی مہلت ہی نہیں دی اور قبل ازیں مسخ کر دیا اور ان کو بطور عبرت صفا اور مروہ کے پاس نصب کر دیا۔ پھر عمرو بن لحی نے ان کو منتقل کر کے زمزم کے پاس نصب کر دیا اور لوگ ان کا طواف کرنے لگے۔ ابو طالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

وحیث ینیخ الاشعرون رکابھم بمفضی السیول من اساف ونائل

واقدی نے بیان کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جب نائلہ بت توڑا گیا تو اس سے ایک سیاہ فام' سفید بالوں والا بھوت نکلا جو اپنے چہرے کو نوچ رہا تھا اور واویلا کر رہا تھا۔

قلس : اجا بن عبد الحیٰ نے سلمٰی بنت حام سے بدکاری کی اور ان کو حجاز میں دو پہاڑوں کے درمیان تختہ دار پر لٹکا دیا گیا اور یہ دونوں پہاڑ اجا اور سلمٰی کے نام سے مشہور ہو گئے' ان پہاڑوں میں طی قبیلہ کا "قلس" بت بھی تھا۔ (سہیلی)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ہر محلہ میں ایک بت ہوتا تھا' اہل محلہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ جب کوئی شخص سفر پر روانہ ہوتا تو اس بت کو روانگی پر چھوتا اور واپسی میں بھی گھر آنے سے قبل اس کے حضور حاضری دیتا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو توحید کا علم دے کر مبعوث فرمایا گیا تو کفار قریش نے کہا (۵/۳۸) "کیا اس نے کئی خداؤں کی بجائے ایک اللہ تعالیٰ کو ہی کارساز قرار دے دیا ہے' یہ تو بڑی انوکھی بات ہے۔" بقول ابن اسحاق' اہل عرب نے کعبہ کے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات تجویز کر رکھے تھے جن کی وہ کعبہ کی طرح ہی تعظیم و تکریم بجا لاتے تھے۔ ان کا طواف کرتے' تعظیماً ان کے پاس قربانیاں ذبح کرتے۔ کعبہ کی طرح ان کے خادم اور متولی تھے۔ بایں ہمہ وہ کعبہ کو سب سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے تھے کہ اس کے بانی اور موسس ابراہیمؑ ہیں۔

عزیٰ : نخلہ مقام میں قریش اور بنی کنانہ کا "عزیٰ" بت نصب تھا' اس کے متولی اور دربان بنی شیبان تھے۔ خالد بن ولید نے فتح مکہ کے بعد اس کو مسمار کر دیا تھا۔

لات : طائف میں ثقیف قبیلہ کا بت تھا' اس کے مجاور اور متولی ثقیف قبیلہ میں سے بنی معتب تھے' ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ نے اسے اکھاڑ پھینکا تھا۔

مناۃ : ساحل سمندر پر مشلل کی سمت قدید میں نصب تھا' اوس اور خزرج وغیرہ مدینہ کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔ اسے ابوسفیانؓ یا علیؓ نے تہس نہس کر دیا تھا۔

ذوالخلصہ : دوس' خثعم اور بجیلہ وغیرہ قبائل عرب کا بت تھا اور "تبالہ" مقام پر نصب تھا' وہ لوگ اسے "کعبہ یمانیہ" کہتے تھے اور بیت اللہ کو "کعبہ شامیہ" کہتے تھے۔ جریر بن عبد اللہ بجلی نے اس تھان کو برباد اور مسمار کر دیا۔

رآم : حمیر اور اہل یمن کا معبد تھا اسے جب مسمار کیا گیا تو اس کے اندر سے سیاہ کتا نکلا۔

رضاء : بنی ربیعہ کا عبادت خانہ تھا' اس کے بارے' کعب بن ربیعہ بن کعب' مستوغر کا شعر منقول ہے۔

ولقد شددت على رضاء شدة فتركتها قفرا بقاع اسحما

مستوغر' مضر قبیلہ کا سن رسیدہ اور کہن سال شخص تھا۔ ۳۳۰ تین سو تیس سال زندہ رہا وہ کہتا ہے۔

ولقد سئمت من الحياة وطولها وعمرت من عدد السنين مئينا

(میں طویل زندگی سے اکتا چکا ہوں میری عمر اس وقت تین سو بارہ سال ہے)

بقول ابن ہشام یہ اشعار زہیر بن خباب سے بھی منسوب ہیں۔

سن رسیدہ لوگ : امام سہیلی کہتے ہیں کہن سال اور سال خوردہ لوگ جو دو یا تین سو سال تک زندہ رہے' معدودے چند ہیں۔ (۱) زہیر (۲) عبید بن شریعہ (۳) دغفل بن حنظلہ نسابہ (۴) ربیع بن ضبع الفزاری (۵) ذوالاصبع عدوانی (۶) نصر بن دھمان بن اشجع' اس کے تو بال سفید پھر سیاہ ہو گئے تھے اور خمیدہ پشت سیدھی ہو گئی تھی۔

ذوا لکعبات : یہ بت سنداد مقام پر نصب تھا۔ بکر تغلب اور ایاد قبیلے اس کی پوجا کرتے تھے۔ اعشیٰ بن قیس کہتا ہے۔

بین الخورنق والسدیر وبارق　والبیت ذو الشرفات من سنداد

بقول سہیلی' خورنق قلعہ' نعمان اکبر نے اپنے بیٹے سابور کے لئے تعمیر کروایا تھا۔ بیس سال کے عرصہ میں "سنمار" معمار نے یہ بے نظیر قلعہ تعمیر کیا تو نعمان نے اس اندیشے سے "سنمار" کو قلعہ کے اوپر سے گرا کر ہلاک کر دیا مبادا کہ کسی اور بادشاہ کا ایسا قلعہ تعمیر کر دے۔

الغرض یہ سب تھان اور بت خانے اسلام کے آغاز میں مسمار کر دیئے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے بالمقابل ہر بت خانے کو جس میں عبادت کا شائبہ تھا تہس نہس کروا ڈالا اور صرف اللہ وحدہ لا شریک کی پرستش ہونے لگی' وبہ الثقۃ۔

حجاز کے جد اعلیٰ عدنان کا ذکر : بہ اتفاق رائے' عدنان' اسماعیلؑ کی نسل میں سے ہیں۔ لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ اسماعیلؑ اور عدنان کے درمیان کتنے "آباء" ہیں۔ اکثر مورخین کا خیال ہے کہ ۴۰ پشتوں کا فاصلہ ہے اور اہل کتاب کے ہاں یہ نسب نامہ موجود ہے۔ جو انہوں نے "ارمیابن حلقیا" پیغمبر کے منشی "رخیا" سے حاصل کیا تھا اور بعض کہتے ہیں ۳۰ پشتوں کا فاصلہ ہے اور بعض کے نزدیک ۲۰ اور اسی طرح ۱۵' ۱۰' ۹ اور ۷ پشتوں کا فاصلہ بھی مذکور ہے اور کم از کم چار پشتوں کا فاصلہ' موسیٰ بن یعقوب' عبداللہ بن وھب بن زمعہ زمعی' اپنی پھوپھی سے' ام سلمہ سے مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا "**معد بن عدنان بن اود بن زند بن الیری بن اعراق الثری**" ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ زند کا نام ہمیسع ہے اور الیری' نابت کا نام ہے اور "اعراق الثریٰ" سے مراد اسماعیلؑ ہیں کہ وہ ابراہیمؑ کے لخت جگر ہیں اور ابراہیمؑ پر آگ اثر انداز نہیں ہوئی جیسا کہ آگ مٹی کو نہیں جلاتی۔ امام دار قطنی کا بیان ہے کہ زند کا نام ہم نے اسی روایت میں سنا ہے۔ البتہ ابودلامہ شاعر کا نام زند بن جون ہے۔ امام سہیلی وغیرہ کا بیان ہے کہ عدنان اور اسماعیلؑ کے درمیان چار یا دس یا بیس پشتوں سے فاصلہ کہیں زیادہ ہے کیونکہ بخت نصر کے عہد میں معد بن عدنان کی عمر ۱۲ سال تھی۔

ارمیا نبی کا عجب واقعہ : ابو جعفر طبری وغیرہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارمیا بن حلقیا' نبی کی طرف وحی کی کہ بخت نصر کو بتا دے میں نے اسے عرب پر مسلط کر دیا ہے اور ارمیا' پیغمبر کو حکم دیا کہ معد بن عدنان کو اپنے ہمراہ لے جائے کہ اسے کوئی گزند نہ پہنچے کیونکہ میں اس کی پشت سے خاتم الانبیاء پیدا کرنا چاہتا ہوں'

چنانچہ ارمیا نبی' معد کو اپنے ہمراہ' براق پر سوار کر کے شام لے گئے' معد بن عدنان نے شام میں بنی اسرائیل کے ساتھ نشوونما پائی اور معانہ بنت جوشن سے شادی کی۔ پھر جب جزیرہ عرب میں' امن و امان کا دور دورہ ہوا تو وہ واپس چلے آئے' ارمیاؑ نبی کے کاتب رخیا نے معد کا نسب نامہ اپنے پاس تحریر کر رکھا تھا اور معد کا نسب نامہ' ارمیاؑ نبی کے خزانہ کتب میں محفوظ تھا' واللہ اعلم۔

عدنان کا نسب : بدیں وجہ امام مالک' عدنان سے اوپر' نسب بیان کرنا مکروہ سمجھتے تھے' امام سہیلی فرماتے ہیں ہم نے ابن اسحاق' امام بخاری' زبیر بن بکار اور طبری وغیرہ ائمہ نسب کے مطابق سلسلہ نسب بیان کیا ہے جو اسے مکروہ نہیں سمجھتے۔ امام مالک سے دریافت ہوا' ایک شخص اپنا نسب نامہ مسلسل آدم تک بیان کرتا ہے تو امام موصوف نے فرمایا' اسے نسب کا علم کہاں سے میسر ہوا اور اسے ناگوار سمجھا' پھر دریافت ہوا' اسماعیلؑ تک نسب بیان کرنا کیسا ہے تو اسے بھی ناپسند کیا اور فرمایا اسے کس نے بتایا اور انبیاء کا مسلسل نسب نامہ بیان کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔ اپنی کتاب میں امام معیطی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ امام مالک کی طرح' عروہ بن زبیر سے بھی منقول ہے کہ ہم نے ایسا کوئی نسب دان نہ پایا جو عدنان سے اسماعیلؑ تک نسب جانتا ہو۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عدنان اور اسماعیلؑ کے درمیان ۳۰ غیر معروف پشتوں کا فاصلہ ہے اور ابن عباسؓ جب سلسلہ نسب' عدنان تک بیان کرتے تو کہتے' علماء نسب غلط کہتے ہیں اور ابن مسعودؓ سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے۔ عمر فاروقؓ کہتے ہیں صرف عدنان تک نسب بیان کیا جائے۔ "الانباہ فی معرفۃ قبائل الرواہ" میں امام ابن عبدالبر' ابن لھیعہ' ابو الاسود کی معرفت عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں' ہم نے کوئی ماہر نسب نہیں پایا جو عدنان کے بعد نسب جانتا ہو' عدنان کے بعد نسب بیان کرنا' صرف ظن و تخمینی اور وہم و گمان پر مبنی ہے۔ ابو الاسود کہتے ہیں ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ' قریش کے اشعار اور انساب کا بہت بڑا ماہر عالم تھا اس کا بیان ہے کہ ہم نے کسی شاعر اور عالم کو عدنان کے بعد نسب بیان کرتے نہیں سنا۔

امام ابن عبدالبر بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود' عمرو بن میمون ازدی اور محمد بن کعب قرظی علماء نسب جب **والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ** (۱۴/۹) تلاوت کرتے' تو کہتے نسب دان' دروغ گوئی کرتے ہیں۔ امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں' ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ بنی آدم کی پوری مردم شماری کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ جو ان کا خالق ہے' باقی رہا عرب کا نسب' تو علماء نسب نے اسے یاد رکھا اور بیان کیا' صرف بعض فروع نسب میں اختلاف مذکور ہے۔ امام ابو عمر نے کہا ہے ماہرین نسب عدنان کا سلسلہ نسب یوں بیان کرتے ہیں' عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ۔ محمد بن اسحاق نے سیرت میں اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن ابن ہشام کہتے ہیں عدنان بن ادبن ادد' باقی سب اسی طرح ہے اور اس سے آگے نسب نامہ قصہ ابراہیمؑ میں بیان ہو چکا ہے۔

باقی رہا قبائل عرب کا عدنان تک نسب نامہ تو یہ شہرہ آفاق ہے' اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور نبی علیہ السلام کا نسب نامہ عدنان تک تو روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے اور اس بارے میں ایک مرفوع روایت بھی مروی ہے جو ہم آئندہ بیان کریں گے۔

شجرہ طیبہ : رسول اللہ ﷺ کا شجرہ نسب امام ابوالعباس' عبداللہ بن محمد ناشی معروف بہ ابن شرشیرم ۲۹۳ھ نے ایک فصیح و بلیغ قصیدہ میں بیان کیا ہے۔

مدحت رسـول اللّٰه أبغـي بمدحـه وفـور حظـوظـي مـن كريـم المـآرب

(میں نے رسول اللہ ﷺ کی مدح بیان کی ہے جس سے میرا مقصد اللہ سے وافر حظ و نصیب کا حصول ہے)

امام ابن عبدالبر اور شیخ حافظ ابو الحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں یہ قصیدہ نقل کیا ہے۔ تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۹۲ پر ہے کہ اس نے قریباً چار ہزار اشعار کا قصیدہ ایک ہی قافیہ پر کہا تھا۔ ابو العباس عبداللہ بن ناشی عرف ابن شرشیر' انبار میں پیدا ہوا' بغداد آیا اور وہاں سے مصر منتقل ہو گیا اور مصر میں ہی ۲۹۳ میں فوت ہوا' معتزلی اور ''علم کلام'' کا ماہر تھا ''مقالات'' میں شیخ ابوالحسن اشعری معتزلہ کے اقوال اس سے نقل کرتے ہیں' قادر الکلام شاعر تھا' شعراء سے مقابلہ ہوتا تو ان کے معانی اور مطالب کے برعکس اشعار منظوم کرتا اور نئے انداز میں فصیح و بلیغ معانی پیدا کرتا' یہاں تک کہ بعض نے کہا ہے کہ اس کو دماغی خلل اور جنون کا عارضہ لاحق تھا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے شجرہ نسب پر ۷۷' اشعار کا قصیدہ امام موصوف کی قادر الکلامی' فصاحت و بلاغت' علم و فہم' حفظ اور یادداشت کا بین ثبوت ہے۔ ''خدا رحمت کندا این عاشقان پاک طینت را''

حجازی عربوں کا عدنان تک سلسلہ نسب : معد اور عک عدنان کے بیٹے ہیں' سہیلی کے مطابق عدنان کے بیٹے' حارث اور مذھب بھی ہیں' نیز آپ کا ایک اور بیٹا ضحاک بھی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ضحاک' معد کا بیٹا ہے' عدنان کا نہیں' طبری کے مطابق' ابین اور عدن بھی عدنان کے بیٹے ہیں اور عدن کے نام پر ''عدن'' شہر آباد ہے۔

عک : عک نے اشعر قبیلہ میں شادی کر لی اور یمن کا خیال ہے کہ وہ عک بن عدنان بن عبداللہ بن ازد بن یغوث کی اور بعض کہتے ہیں عک بن عدنان بن ذیب (یا ریث) بن عبداللہ بن اسد۔ اور صحیح یہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ عک ''عدنانی'' ہیں قحطانی نہیں' عباس بن مرداس نے کہا۔

وعـك بـن عدنـان الذيـن تلعبـوا بغسـاني حتـى طـردوا كـل مطـرد

معد : معد کے چار بیٹے ہیں۔ قضاعہ' نزار' قنص اور ایاد' قضاعہ پلوٹھا بیٹا تھا اور اس کے نام سے اس کی کنیت ''ابو قضاعہ'' تھی' قضاعہ کے بارے میں اختلاف ہم بیان کر چکے ہیں لیکن ابن اسحاق وغیرہ کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

قنص : قنص کی کوئی اولاد زندہ نہ رہی۔ سوائے نعمان بن منذر کے جو حیرہ میں' کسریٰ کا نائب تھا۔ یہ قول بعض اسلاف کا ہے اور بعض مورخ' نعمان کو حمیر کی نسل سے بتاتے ہیں' واللہ اعلم۔

نزار : نزار کی اولاد' ربیعہ' مضر اور نمار ہے۔ بقول ابن ہشام ایک بیٹے کا نام ایاد بھی ہے۔

وفتـو حسـن أوجههـم مـن ايـاد بـن نـزار بـن معـد

ایاد اور مضر حقیقی بھائی ہیں' والدہ کا نام ہے سودہ بنت عک' ربیعہ اور انمار کی والدہ کا نام ہے' شقیقہ یا جمعہ بنت عک' ابن اسحاق کے مطابق' خثعم اور بجیلہ دونوں انمار کے لڑکے ہیں اور جریر بن عبداللہ بجلی بجیلہ قبیلہ کے چشم و چراغ ہیں۔ یہ لوگ یمن میں آباد ہو گئے تھے' ابن ہشام کے مطابق اہل یمن یہ نسب بیان کرتے ہیں۔ انمار بن اراش بن لحیان بن عمرو بن غوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا' امام ابن کثیر کہتے ہیں "سبا" کے بیان میں مذکور روایت اس نسب کے صحت پر بین ثبوت ہے' واللہ اعلم۔

مضر : پہلا حدی خوان تھا وہ خوش الحان تھا' ایک دفعہ اونٹ سے گر کر اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور وہ وایدیاہ' وایدیاہ کہنے لگا' اونٹ اس کی یہ خوش الحانی سن کر تیز دوڑنے لگے۔ مضر کے دو بیٹے ہیں' الیاس اور عیلان۔

الیاس : الیاس کے بیٹے ہیں مدرکہ اور طابخہ' قمعہ' ان کی والدہ ہے' خندف بنت عمران بن الحاف بن قضاعہ۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مدرکہ کا نام تھا' عامر اور طابخہ کا عمرو' دونوں شکاری تھے۔ شکار کا گوشت پکا رہے تھے کہ ان کے اونٹ بھاگ نکلے' عامر ان کی تلاش میں چلا گیا اور ان کو لے آیا' عمرو گوشت پکاتا رہا' یہ قصہ باپ کے گوش گزار کیا تو اس نے عامر کو کہا تو مدرکہ ہے اور عمرو کو طابخہ کہا۔ مضر کے نسب دان بیان کرتے ہیں کہ "خزاعہ" عمرو بن لحی بن قمعہ بن الیاس کی اولاد ہیں' لیکن امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ عمرو بن لحی ان میں سے ایک فرد ہے' قبیلہ کا مورث اعلیٰ نہیں اور یہ خزاعہ حمیر قبیلہ سے ہے' واللہ اعلم۔

مدرکہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مدرکہ کے بیٹے خزیمہ اور ہذیل ہیں' ان کی والدہ قضاعی خاتون ہے۔

خذیمہ : خذیمہ کے بیٹے ہیں' کنانہ' اسد' اسدہ اور ہون۔ بقول طبری' عامر' حارث' نضیر' غنم' سعد' عوف' جرول' حزان اور غزوان۔

کنانہ : کنانہ کی اولاد ہے نضر' ملک' عبدمناۃ اور ملکان۔

قریش (بنی نضر) کے نسب و فضل اور اسکے اشتقاق کا ذکر

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ نضر کی والدہ ہے' برہ بنت مر بن اد بن طابخہ اور باقی اولاد' دوسری بیوی سے ہے۔ مگر ابن ہشام نے بتایا ہے کہ نضر' ملک اور ملکان کی والدہ ہے برہ اور عبدمناۃ کی والدہ ہے ہالہ بنت سوید بن غطریف' ازد شنوہ میں سے۔

قریش : ابن ہشام کا بیان ہے کہ نضر ہی قریش ہے جو اس کی اولاد سے ہے وہ قرشی ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہیں وہ قرشی نہیں' بعض کہتے ہیں فہر بن مالک بن کنانہ ہی قریش ہے' اس کی نسل قریشی ہے اور جو اس کی نسل سے نہیں وہ قرشی نہیں۔

یہ دونوں اقوال شیخ ابو عمر بن عبدالبر' زبیر بن بکار اور مصعب بن زبیر وغیرہ ائمہ نسب سے منقول ہیں۔ ابو عبیدہ اور ابن عبدالبر کا بیان ہے کہ اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ اسعد بن قیس کی حدیث کے موجب نضر بن کنانہ ہی قریش ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں' ہشام بن محمد سائب کلبی' ابو عبیدۃ معمر بن مثنیٰ کا بھی

یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا جادہ اور مسلک ہے۔

ابن عبدالبر کا مختار قول یہ ہے کہ قریش فہر بن مالک کی اولاد ہیں۔ زبیر بن بکار' معصب زبیری اور علی بن کیسان وغیرہ کا یہی پسندیدہ قول ہے۔ زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ قریش کے نسب دان علماء کا اجماع ہے کہ قریش فہر بن مالک کی نسل سے ہی ہیں۔ فہر بن مالک کی اولاد قرشی ہے اور اس کے علاوہ کسی کی اولاد قرشی کہلانے کا حق نہیں رکھتی اور ابن بکار نے اس قول کی شد و مد سے تائید کی ہے۔ امام بخاری نے کلیب بن وائل سے نقل کیا ہے کہ میں نے زینب بنت ابو سلمہ' نبی علیہ السلام کی ربیبہ' سے پوچھا' کیا نبی علیہ السلام مضر قبیلہ سے تھے؟ تو بتایا آپ مضر قبیلہ میں سے نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے۔

کندہ : طبرانی میں جشیش کندی کا بیان ہے کہ کندہ قبیلہ کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہا (**انت منا وادعوہ**) آپ ہمارے قبیلہ سے ہیں اور انہوں نے اس بات کا دعویٰ کیا تو آپ نے فرمایا' بالکل نہیں ہم تو نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں۔ ہم اپنی ماں پر چوری اور بدکاری کا الزام نہیں لگاتے اور نہ ہی اپنے باپ کے نسب سے الگ ہوتے ہیں۔

امام ابوعثمان بن سعید بن یحییٰ (ابوہ یحییٰ' کلبی' ابوصالح) ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ جشیش کندی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم سمجھتے ہیں کہ عبدمناف ہم سے ہیں۔ اس نے یہ جملہ سہ بار کہا اور آپ نے مسلسل اس سے اعراض فرمایا اور کہا ہم نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔ **لا نقف امنا ولا ننتفی من ابینا** تو اشعث نے کہا تو پہلی بار ہی کہہ کر' خاموش کیوں نہ رہا' چنانچہ ان کا ادعاء رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ہی باطل ہو گیا۔ یہ سند غریب ہے اور کلبی کی وجہ سے ضعیف بھی ہے' واللہ اعلم۔

مسند احمد میں اشعث بن قیس کندی سے مروی ہے کہ میں کندہ کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور وہ مجھے اپنے سے بہتر نہ سمجھتے تھے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارا خیال ہے کہ آپ ہمارے قبیلہ سے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں "**لا تقف امنا ولا ننتفی من ابینا**" تو اشعث نے کہا واللہ! کسی کو قریش کی نضر بن کنانہ سے نفی کرتا ہوا سنوں تو اسے حد لگا دوں گا۔ امام ابن ماجہ نے بھی حماد بن سلمہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے۔ یہ سند نہایت عمدہ اور قوی ہے اور اس باب میں فیصلہ کن ہے۔ لہٰذا اس کے مخالف قول ناقابل التفات ہے' واللہ اعلم وللہ الحمد۔

جریر بن عطیہ تمیمی' خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا مدح سرا ہے۔

فما الأم التي ولدت قريشاً بمُقرِفَة النجار ولا عقيم
وما قرم بأنجب من أبيكم ولا خال بأكرم من تميم

(جس ماں نے قریش کو جنا ہے نہ وہ دوغلی نسل والی ہے اور نہ بانجھ ہے۔ کوئی رئیس تمہارے باپ سے اعلیٰ نہیں اور نہ کوئی ماموں' تمیم بن مرہ (برادر برہ بنت مر' نضر بن کنانہ کی والدہ) سے افضل ہے۔ (قالہ ابن ہشام)

قریش کی وجہ تسمیہ : ... لوگ قصی

بن کلاب کے زمانہ میں مختلف مقامات پر آباد تھے' قصی نے ان کو جمع کر کے حرم میں بسایا۔ حذافہ بن غانم عدوی نے کہا۔

أبوكم قصي كان يدعى مُجمِّعا　به جمع الله القبائل من فهر

بعض کہتے ہیں کہ قریش' قصی کا نام ہے' بعض کہتے ہیں قریش تقرش' بہ معنی تجمع سے ماخوذ ہے' جیساکہ ابو خلدہ بشکری نے کہا۔

اخوة قرشوا الذنوب علينا　في حديث من دهرنا وقديم

(ماضی اور حال میں بھائیوں نے ہم پر سب گناہوں کا الزام لگایا)

بعض کہتے ہیں' قریش کا ماخذ تقرش' بہ معنی کسب و تجارت ہے۔ (ابن ہشام) جوہری لغوی سے منقول ہے کہ قریش کا معنی ہے کسب اور جمع کرنا' فراء کا بیان ہے کہ یہی قریش کی وجہ تسمیہ ہے اس قبیلہ کا جد اعلیٰ نضر بن کنانہ ہے۔ اسی کی اولاد قرشی ہے' کنانہ کے دوسرے لڑکوں کی اولاد قرشی نہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ تقرش بہ معنی تلاش و جستجو اور کھوج لگانے سے ماخوذ ہے' ہشام بن کلبی کا بیان ہے کہ نضر بن کنانہ کو قریش اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کی ضروریات معلوم کر کے اپنے مال و دولت سے پوری کیا کرتا تھا اور اس کی اولاد بھی' ایام حج میں حاجیوں سے ہر قسم کا تعاون کرتی تھی۔ لہٰذا وہ قریش کے نام سے مشہور ہو گئے اور تقرش بہ معنی تفتیش کے سلسلہ میں حارث بن حلزہ کا شعر ہے۔

أيها الناطق المقرش عنا　عند عمرو فهل له إبقاء

بعض کہتے ہیں قریش' قرش کی تصغیر ہے اور یہ ایک بحری جانور ہے۔ کسی نے کہا۔

وقريش هي التي تسكن البحر　بها قريش قريشا

امام بیہقی سے مروی ہے کہ امیر معاویہؓ نے ابن عباس سے پوچھا قریش کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ تو بتایا کہ قریش ایک عظیم اور قوی بحری جانور کا نام ہے۔ وہ ہر چھوٹے بڑے جانور کو ہڑپ کر جاتا ہے۔ تو امیر معاویہؓ نے کہا کوئی استشہاد اور دلیل پیش کیجئے تو ابن عباسؓ نے جمحی کے اشعار سنائے۔

وقريش هي التي تسكن البحر　بها سميت قريش قريشا
تأكل الغث والسمين لا　تترك لذي الجناحين ريشا
هكذا في البلاد حي قريش　يأكلون البلاد أكلا كميشا
ولهم آخر الزمان نبي　يكثر القتل فيهم والخموشا

(قریش ایک بحری جانور ہے اسی وجہ سے قریش قبیلہ کو قریش کہتے ہیں وہ ہر چھوٹے موٹے جانور کو کھا جاتا ہے اور کسی بازوؤں والے کے پر کو نہیں چھوڑتا۔ اسی طرح علاقہ میں قبیلہ قریش ہے جو علاقہ کے لوگوں کو کھا کر فنا کر دیتے ہیں۔ ان کا آخر الزمان نبی ہے' ان میں اکثر کو قتل اور زخمی کرے گا)

بعض کہتے ہیں کہ قریش بن حارث بن یخلد بن نضر بن کنانہ کی وجہ سے قبیلے کا نام مشہور ہوا' وہ بنی نضر کا راہنما اور میر سامان تھا' اور اس کے بیٹے بدر بن قریش نے وہ کنواں تعمیر کیا تھا جس کے پاس

رمضان ۲ھ میں ایک عظیم معرکہ پیش آیا اور اسی کے نام سے "غزوہ بدر" موسوم ہوا۔

نسبت : قریش کی نسبت قرشی اور قریشی دونوں طرح منقول ہے۔ بقول جوہری یہی قرین قیاس ہے۔

لکــل قريشــي عليــه مهابــة سـريع إلى داعــي النــدا والتكــرم

انتخاب : مسلم شریف میں واثلہ بن اسقع سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اولاد اسماعیل سے اللہ نے کنانہ کو ممتاز کیا اور کنانہ سے قریش کو منتخب کیا اور قریش سے ہاشم کو برگزیدہ کیا اور بنی ہاشم سے مجھے نبوت سے سرفراز کیا۔

نضر : نضر کے بیٹے ہیں مالک' مخلد اور صلت اور ان سب کی والدہ ہے بنت سعد بن ظرب عدوانی کثیر بن عبدالرحمان' کثیر عزہ خزاعی (یکے از بنی ملیح بن عمرو) نے کہا۔

أليس أبـي بـالصلت أم ليس اخوتـي لكــل هجــان مـن بنـي النضـر أزهـرا

ابن ہشام کا بیان ہے کہ بنی ملیح بن عمرو' صلت بن نضر کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

مالک : مالک کے بیٹے ہیں فہر اور اس کی والدہ ہے جندلہ بنت حارث بن مضاض۔

فہر : فہر کے بیٹے ہیں غالب' محارب اور اسد اور ان کی والدہ ہے لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ' اور ان کی ایک ہمشیرہ ہے جندلہ۔

غالب : غالب کے بیٹے ہیں' لوی اور تیم' یہ بنی ادرم کے نام سے معروف ہیں۔ ان کی والدہ ہے سلمیٰ بنت عمرو خزاعی اور قیس بن غالب کی والدہ ہے' سلمیٰ بنت کعب خزاعی (وھی ام لوی)

لوی : لوی کے بیٹے ہیں' کعب' عامر' سامہ اور عوف' بقول ہشام ان کے بیٹے حارث سعد اور خزیمہ بھی ہیں۔

سامہ بن لوی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ سامہ بن لوی کا اپنے بھائی عامر سے نزاع اور اختلاف تھا' عامر نے اسے ڈرایا دھمکایا تو وہ گھر بار چھوڑ کر عمان کی طرف نکل گیا وہاں اونٹنی چرا رہا تھا کہ اس کے ہونٹ سے سانپ لپٹ گیا اور وہ ہلاک ہو گئی' پھر سانپ نے سامہ کو ڈس لیا اور وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس نے نزع کے عالم میں زمین پر یہ اشعار تحریر کئے۔

عــين فــابكي لسـامة بــن لــؤى عُلِقَــتْ مــا بســامة العَلاّقــه
لا أرى مثــل ســامة بــن لــؤى يــوم حلّــوا بـــه قتيــلا لناقــه
بلغــا عـــامراً وكعبــا رســولا أن نفســـي اليهمـــا مشـــتاقه
إن تكـن فـي عمــان داري فــاني غــالبي خرجــت مــن غــير فاقــه

(اے آنکھ تو سامہ پر آنسو بہا' سامہ کے ساتھ کچھ چمٹ گیا۔ میں نے سامہ ایسا کسی کو نہیں دیکھا جب انہوں نے قتیل ناقہ کو قبر میں اتارا۔ عامر اور کعب کو بتا دو کہ میرا دل ان کی طرف مشتاق ہے۔ اگرچہ میں عمان میں آیا ہوں' میں غالب کی اولاد ہوں' وہاں سے بغیر کسی فقر و فاقے کے آیا ہوں)

رب کأس هرقت یا ابن لؤی حذر الموت لم تکن مهراقه
رمت دفع الحتوف یابن لؤی ما لمن رام ذاك باختف طاقه

(اے ابن لوی! تو نے موت کے خوف سے بہت سے لوگوں کی جان کے پیالے بہائے جو بہانے کے قابل نہ تھے۔ اے ابن لوی! تو نے موت کو روکنے کی کوشش کی' موت کو روکنے کی کسی کو طاقت نہیں)

ابن ہشام کا بیان ہے کہ سامہ کی نسل میں سے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے اپنا نسب سامہ بن لوی تک بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا سامہ شاعر؟ تو کسی صحابی نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ آپ کا اشارہ سامہ کے اس شعر کی طرف ہے۔

ربَّ کأس هرقت یابن لؤی حذر الموت لم تکن مهراقه

تو آپ نے فرمایا ہاں۔

سہیلی نے کسی سے بیان کیا ہے کہ وہ لاولد تھا' اور زبیر کا بیان ہے کہ سامہ بن لوی کی اولاد ہے۔ غالب' نبیت اور حارث اور یہ لوگ عراق میں مقیم تھے اور حضرت علیؓ سے بغض رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک شخص "علی بن جعد" تھا وہ اپنے والد کو اس وجہ سے برا بھلا کہتا تھا کہ اس نے "علی" نام کیوں رکھا۔ محمد بن عرعرہ بن الیزید م ۲۱۳ھ امام بخاری کا استاذ بھی سامہ بن لوی کی نسل سے ہے۔

عوف : قریش کے ایک قافلہ میں روانہ ہوا' غطفان بن سعد بن قیس عیلان کے علاقہ میں پہنچا تو وہ کسی وجہ سے پیچھے رہ گیا اور قافلہ اسے چھوڑ کر کوچ کر گیا تو ثعلبہ بن سعد ذبیانی اسے اپنے پاس لے گیا۔ اس کے ساتھ مواخات قائم کر کے اپنے قبیلہ میں شادی کر دی۔ چنانچہ ذبیان اور ثعلبہ میں اس کی نسل پھیل گئی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عمر فاروقؓ نے فرمایا' اگر میں کسی قبیلے کو اپنے ساتھ ملحق کرنا چاہتا تو "بنی مرہ بن عوف" کو اپنے ساتھ ملحق کر لیتا کیونکہ ہم ان کے عادات و خصال کی اپنے ساتھ مشابہت کے علاوہ' عوف کی گمشدگی کو بھی جانتے ہیں' عمر فاروقؓ نے ان کو کہا اگر چاہو تو تم اپنے اصل نسب کی طرف منسوب ہو سکتے ہو۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ یہ لوگ غطفان کے شرفاء تھے' ان کے زعیم اور قائد تھے اور نامور تھے اور اسی نسب پر قائم رہے جب کوئی ان کے پاس "عوف بن لوی" کی نسل سے ہونا بیان کرتا تو مثبت اور منفی کوئی جواب نہ دیتے اور خاموش رہتے۔

بسل : غطفان قبائل میں ان کی قدر و منزلت اور عزت کا ہر کوئی معترف تھا۔ یہ لوگ سال بھر میں "آٹھ ماہ" کو محترم قرار دیتے تھے یہ رسم بسل کے نام سے معروف تھی اور عرب ان کے ساتھ آٹھ ماہ امن و امان سے بسر کرتے تھے۔

چار ماہ : ربیعہ اور مضر سال میں چار ماہ کو محترم سمجھتے تھے' تین ماہ مسلسل' ذی قعد' ذوالحج اور محرم' چوتھے مہینے میں ان کا باہمی اختلاف تھا۔ ربیعہ رمضان کو حرام قرار دیتے تھے اور مضر رجب کو۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا "زمانہ گھوم گھوم کر اپنی اصل شکل و صورت میں رونما ہو چکا ہے۔" سال میں بارہ ماہ ہیں چار ماہ ان میں محترم ہیں۔ تین متواتر پے در پے ۱۱-۱۲ اور سال کا پہلا ماہ اور رجب' صفر جو

جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان واقع ہے' نبی علیہ السلام نے اس اختلاف کو رفع کر دیا اور مضر کے عقیدہ کو ترجیح دی اسی لئے "رجب مضر" مشہور ہوا۔ نیز "چار ماہ حرام" قرار دے کر رسم بسل کی بیخ کنی فرمائی کہ وہ چار کی بجائے آٹھ ماہ کو حرام قرار دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان میں اضافہ اور افراط کے مرتکب تھے اور تین ماہ مسلسل بیان فرما کر رسم "نسئی" کی تردید فرمائی کہ وہ محرم کی بجائے صفر کو حرام قرار دے لیتے۔

کعب : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ کعب بن لوی کے تین بیٹے تھے مرہ' عدی اور ہصیص۔

مرہ : مرہ کے بھی تین بیٹے تھے' کلاب' تیم اور یقظہ مختلف بیویوں سے۔

کلاب : کلاب کے دو لڑکے تھے' قصی اور زہرہ ان کی والدہ کا نام ہے فاطمہ بنت سعد بن سیل جدری یکے از جعثمہ یمن' حلیف بن دیل بن بکر بن عبد مناۃ۔ اس کے والد کے بارے شاعر کہتا ہے

ما نری فی الناس شخصا واحدا　من علمناه کسعد بن سیل

(ہم نے سعد بن سیل ایسا کوئی نہیں دیکھا)

سہیلی کہتے ہیں سیل کا نام ہے خیر بن جمالہ اور یہ پہلا شخص ہے جس کے لئے تلوار پر سیم و زر کی ملمع سازی ہوئی۔ اس کو "جدری" اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عامر بن عمرو بن خزیمہ بن جعثمہ نے حارث بن مضاض جرہمی کی دختر سے شادی کی اور جرہمی اس وقت بیت اللہ کے متولی تھے' عامر نے کعبہ کی ایک "جدار" اور دیوار تعمیر کی تو اسے لوگ "جادر" کہنے لگے اور اس کی اولاد "جدرہ" کے نام سے مشہور ہو گئی۔

قصی بن کلاب کا ذکر اور بیت اللہ کی تولیت کو خزاعہ سے چھین کر قریش کے سپرد کرنا :

کلاب کی وفات کے بعد قصی کی والدہ' فاطمہ بنت سعد سے عذرہ قبیلہ کے ربیعہ بن حرام نے نکاح کر لیا وہ فاطمہ اور اس کے بیٹے قصی کو اپنے علاقہ میں لے گیا۔ قصی عالم شباب میں مکہ واپس آیا اور کعبہ کے متولی حلیل بن حبشیہ اور رئیس خزاعہ کی دختر "حبی" سے شادی کر لی۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کے شکم سے عبدالدار' عبد مناف اور عبد پیدا ہوئے (تخمر اور برہ دو لڑکیاں) اللہ تعالیٰ نے ان کو کثرت اولاد اور مال و دولت کی فراوانی سے نوازا' حلیل سسر کی وفات کے بعد اس کو خیال آیا کہ وہ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی ریاست کا سب سے زیادہ حقدار ہے کیونکہ قریش آل اسماعیلؑ کے ممتاز اور نامور ہیں۔ چنانچہ اس نے قریش اور بنی کنانہ سے گفتگو کی کہ خزاعہ اور بنی بکر کو مکہ سے جلاوطن کر دیا جائے۔ وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے تو اس نے اپنے اخیافی بھائی رزاح بن محمود کو مکتوب لکھ کر تعاون طلب کیا' وہ اپنے علاتی بھائیوں' حسن' محمود اور جلمہ پسران ربیعہ اور قضاعہ قبیلہ کے لوگوں کو ہمراہ لے کر چلا آیا اور یہ سب قصی کے تعاون کے لئے مستعد تھے چنانچہ قصی نے ان کو مکہ بدر کر دیا اور خود کعبہ کی تولیت پر قابض ہو گیا۔ لیکن خزاعہ قبیلہ کا خیال ہے کہ حلیل رئیس خزاعہ نے اپنے نواسوں کی کثرت کے بدولت کعبہ کی تولیت' قصی کے سپرد کر دی اور اسے سب سے زیادہ حقدار سمجھا۔ بقول ابن اسحاق یہ بات صرف خزاعہ سے منقول ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان دو باتوں میں سے کون سی بات معرض وجود میں آئی۔

صوفہ : ... کے سپرد

تھا۔ رمی جمار اور منیٰ سے واپسی ان کے حکم کے تابع تھی' جب ان کی نسل ختم ہو گئی تو سب سے پہلے یہ فریضہ صفوان بن حارث بن شجنہ بن عطارد بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم نے سرانجام دیا پھر یہ فریضہ کرب بن صفوان کے سپرد ہوا اور اسلامی دور آگیا۔

ابو سیارہ عدوانی : مزدلفہ سے واپسی کا اہتمام "عدوان" قبیلہ میں تھا۔ اسلام کے ظہور کے وقت یہ رسم ابو سیارہ عمیلہ (یا عاص) بن اعزل خالد' سرانجام دیا کرتا تھا۔ وہ یک چشم' کانی گدھی پر سوار ہو کر یہ رسم چالیس سال تک ادا کرتا رہا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ جملہ کہا "**اشرق ثبیر کیما نغیر**" اور سب سے اول اس نے "سو اونٹ" دیت مقرر کی۔

عامر عدوانی : عامر بن ظرب عدوانی' عرب کے باہمی تنازعات نپٹایا کرتے تھے اور وہ ان کے فیصلہ کو برضاء و رغبت قبول کر لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عامر عدوانی کے پاس ہیجڑے اور خنثیٰ کی وراثت کا مسئلہ پیش ہوا وہ ساری رات سراسیمہ اور حیران و پریشان رہا کہ کیا فیصلہ صادر کرے۔ اس کی کنیز **سخیلہ**' بکریوں کی چرواہا نے پوچھا کیا بات ہے؟ آپ رات بھر جاگتے رہے' تو اس نے قصہ بتایا' شاید مسئلہ کا کوئی حل اس کے ذہن میں ہو' کنیز نے کہا پیشاب کے موافق فیصلہ صادر کر دو' عامر عدوانی نے کہا' واللہ! **سخیلہ** تم نے مشکل مسئلہ حل کر دیا اور عامر نے اس کے موافق فیصلہ سنا دیا۔

استدلال : امام سہیلی کہتے ہیں کہ علامات و نشانات سے استدلال کر کے فیصلہ کرنے کا اصول' شرع میں موجود ہے مثلاً **جاؤ علی قمیصه بدم کذب** جھوٹا خون اس وجہ سے کہا کہ قمیص پر بھیڑیئے کے دانتوں کا نشان نہ تھا' اسی طرح یوسفؑ کی قمیص کے آگے اور پیچھے سے پھٹنے پر زلیخا کے صدق و کذب پر استدلال کرنا۔ ایسے ہی مشتبہ عورت کے بچے سے عفت اور بدکاری پر استدلال کرنا کہ اگر بچہ ایسے ایسے نقش و نگار اور شکل و صورت والا پیدا ہو گا تو وہ حرامی ہو گا۔

نسئی : نسئی کی رسم کا موجد ہے قلمس یعنی حذیفہ بن عبد بن فقیم بن عدی۔ پھر یہ رسم یکے بعد دیگرے عباد بن قلمس حذیفہ' قلع بن عباد' امیہ بن قلع' عوف بن امیہ اور ابو ثمامہ جنادہ بن عوف نے سرانجام دی' پھر اسلام کی آمد سے یہ رسم ختم ہو گئی۔ حج سے فراغت کے بعد عرب کا اجتماع ہوتا "نسئی" کی رسم سرانجام دینے والا خطاب کرتا اور حسب ضرورت ماہ محرم کو "حلال" قرار دے دیتا اور اس کی بجائے ماہ صفر کو محترم قرار دے دیتا کہ حرمت والے "چار ماہ" کی تعداد پوری رہے۔ عرب اس کے فیصلہ کا احترام کرتے اور اس کی اتباع کرتے۔ عمیر بن قیس عرف جدل الطعان کہتا ہے۔

ألسنا الناسئين على معد　شهور الحل نجعلها حراما

(کیا ہم معد کے برخلاف رسم "نسئ" کو سرانجام دینے والے نہیں ہیں' حلال مہینہ کو حرام قرار دے دیتے ہیں)

قصی بن کلاب : قصی اپنی قوم کا مقتداء و مطاع اور رئیس تھا' اس نے سارے جزیرہ عرب سے قریش کو یکجا مکہ میں جمع کر دیا۔ خزاعہ اور قصی کے درمیان خوب کشت و خون اور جنگ و جدال ہوا اور آخر کار کسی کو جج اور حکم تسلیم کرنے پر بات چیت ہوئی۔ چنانچہ **یعمر** شداخ (رائیگاں کرنے والا) بن عوف

بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کو فریقین نے حکم اور منصف تسلیم کر لیا تو اس نے فیصلہ صادر کیا کہ کعبہ پر خزاعہ کی نسبت، قصی کا حق فائق ہے، خزاعہ اور بنی کنانہ کے مقتولین کی کوئی قدر و قیمت نہیں، جس قدر خزاعہ اور بنی بکر نے قصی کے لوگ قتل کئے ہیں وہ ان کی دیت ادا کریں، کعبہ کی تولیت اور مکہ کی ریاست قصی کو بلا شرکت غیرے سپرد کر دی جائے اس فیصلہ کے روز **یعمر** کا نام "شداخ" توڑنے والا رکھ دیا گیا۔

مناصب کا بقا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قصی کعبہ کی تولیت اور مکہ کی ریاست پر قابض ہو گیا، گردنواح سے قوم کے سب افراد کو اکٹھا کر لیا اور سب نے اس کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ قصی نے آل صفوان کا رمی جمار اور منیٰ سے روانگی کے اعلان کا اعزاز آل عدوان کا مزدلفہ سے روانگی کے اعلان منصب، آل قلمس کا ماہ محرم کے مقدم، موخر کرنے کا عہدہ اور آل مرہ بن عوف کی رسم "بسل" کے وقار کو بدستور قائم رکھا کہ وہ ان رسومات کو دین سمجھتا تھا اور ان میں کسی قسم کا تغیر روا نہ سمجھتا تھا یہاں تک اسلام نے آکر ان بے ہودہ مناصب کا قلع قمع کیا۔ کعب کی اولاد میں سے قصی واحد شخص ہے جو حکمران ہوا اور قوم نے اس کی حکمرانی کو تسلیم کیا، حاجیوں کے خوردونوش، رفادہ اور سقایہ کا انتظام، حجابہ اور کعبہ کی نگہبانی کا اعزاز، دارالندوہ اور مجلس مشاورت کی صدارت لواء اور علم باندھنے کے منصب کو قصی نے اپنے لئے مختص کر لیا، مکہ کے تمام منصب پر قابض ہو گیا۔

قریش ابطاح اور قریش الظواہر : مکہ کی سرزمین میں سب رہائشی قطعات لوگوں میں تقسیم کر دیئے اور سب قریش کی رہائش کا مکہ میں انتظام کر دیا، قریش کے بعض قبائل کو پہاڑوں کے درمیان شعب اور ہموار پتھریلے مقامات میں آباد کیا وہ "قریش البطاح" کے نام سے معروف ہوئے اور بعض قبائل کو شعب سے الگ دور مقامات میں پہاڑوں پر بسایا وہ "قریش الظواہر" کے نام سے مشہور ہوئے۔

دارالندوہ : غرضیکہ قصی نے مکہ کے تمام مناصب اور محاصل پر قبضہ کر لیا اور "دارالندوہ" کے نام سے ایک عمارت تعمیر کی، اس کا دروازہ کعبہ کی طرف کھلتا تھا، اس میں باہمی نزاع اور ازالہ اور مقدمات کا فیصلہ ہوتا تھا، جب کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو ہر قبیلے کے سربر آوردہ لوگ اس میں جمع ہوتے اور باہمی مشاورت سے بات طے کرتے، جنگ کی تیاری، قافلہ تجارت کی روانگی، نکاح اور دیگر تقریبات کی رسومات بھی دارالندوہ میں سرانجام دیتے۔ بنی عبدالدار کے بعد یہ دارالندوہ حکیم بن حزام "مولود کعبہ" کی ملکیت ہو گیا، حکیمؓ نے یہ امیر معاویہ کے عہد حکومت میں ایک لاکھ درہم کے عوض فروخت کر دیا تو امیر معاویہؓ نے حکیم کو اس کی فروخت پر ملامت کی اور برا بھلا کہا کہ "تو نے قوم کی عزت اور بزرگی ایک لاکھ میں فروخت کر دی" تو حکیم نے کہا آج اسلامی دور میں شرافت اور بزرگی تقویٰ اور خدا ترسی کا نام ہے، میں نے یہ دارالندوہ، شراب کے ایک مشکیزے کے عوض خریدا تھا اور اسے لاکھ درہم میں فروخت کر دیا، سنو! میں تمہارے سامنے یہ ساری رقم فی سبیل اللہ صدقہ کرتا ہوں بتاؤ کون خسارے میں ہے۔ (**ذکرہ الدار قطنی فی اسماء رجال الموطا**)

سبیل : حاجیوں کے پانی کا انتظام بھی قصی کے ذمہ تھا۔ جرہم کے زمانہ سے لے کر اب تک چاہ زمزم نامعلوم تھا' اوپر سے بالکل بند تھا اس کے اصل مقام کا کسی کو علم نہ تھا۔

مینارۂ نور : واقدی کا بیان ہے کہ قصی پہلا حکمران ہے جس نے مزدلفہ میں' عرفات سے آنے والے حاجیوں کے لئے روشنی کا انتظام کیا کہ صحیح راستہ پر چلے آئیں۔

کھانے کا انتظام اور رفادہ : ایام حج میں وطن واپسی تک حاجیوں کے طعام کا انتظام بھی خود قصی کیا کرتے تھے' ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قصی نے یہ اخراجات ان کے ذمہ لگائے اور ان کو اکٹھا کر کے کہا اے قریشیو! تم بیت اللہ کے قرب و جوار میں ہو' مکہ کے باشندے ہو' اور اہل حرم ہو' حاجی اللہ کے مہمان ہیں اور کعبہ کی زیارت کو آتے ہیں ان کی ضیافت اور میزبانی ضروری امر ہے۔ ایام حج میں واپسی تک ان کے کھانے پینے کا انتظام کرو' چنانچہ قریش سالانہ رقم جمع کر کے' قصی کے سپرد کر دیتے تھے اور وہ اس رقم کو ایام منیٰ میں حاجیوں کے خورد و نوش میں صرف کر دیا کرتے تھے۔ یہ رسم اسلام کے عہد تک قائم رہی اور آج تک جاری ہے یعنی ایام منیٰ میں اختتام حج تک "وقت کا حکمران" حاجیوں کے خورد و نوش کا اہتمام کرتا ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام محمد بن اسحاق ۱۵۱ھ کے زمانے کے بعد یہ "دعوت عام" کی رسم ختم ہو گئی۔ پھر سرکاری سطح پر بیت المال سے کچھ رقم حاجیوں کے خوردونوش پر خرچ کی جاتی رہی' بوجوہ یہ ایک زریں کارنامہ ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ بیت المال کے حلال ترین مال سے صرف کیا جائے اور بہتر یہ ہے کہ ذمیوں کے جزیہ کا مال حاجیوں کے لئے صرف ہو' کیونکہ وہ حج کے قائل نہیں' حدیث میں ہے کہ جو شخص حج کی استطاعت کے باوجود حج نہ کرے وہ اسلام سے بیزار ہے' خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی۔

قصی کی مدح میں کسی نے کہا۔

قصي لعمري كان يدعى مجمعا　　به جمع الله القبائل من فهر
هموا املؤا البطحاء مجدا و سؤددا　　وهم طردوا عنا غواة بني بكر

(زندگی کی قسم! قصی کو مجمع کہا جاتا تھا' اسی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے فہر کے قبائل کو یکجا و جمع کیا۔ انہوں نے بطحاء مکہ کو مجد و شرف اور سرداری سے لبریز کر دیا۔ انہوں نے ہم سے بنی بکر کے غاوی لوگوں کو جمع کیا)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قصی جب جنگ سے فارغ ہو گیا تو رزاح بن ربیعہ اپنے دیگر بھائیوں حسن' محمود اور جلمہ پسران ربیعہ سمیت واپس اپنے علاقہ میں چلا آیا۔ رزاح نے کہا۔

ولما أتى من قصي رسول　　فقال الرسول أجيبوا الخليلا
نهضنا اليه نقود الجياد　　و نطرح عنا الملول الثقيلا
نسير بها الليل حتى الصباح　　و نكمي النهار لئلا نزولا
فهن سراع كورد القطا　　يجبن بنا من قصي رسولا

(جب قصی کا پیامبر آیا اور اس نے کہا کہ اپنے دوست کے پیام پر عمل کرو۔ ہم اس کی طرف عمدہ گھوڑے لے کر چلے آئے اور بوجھل تھکاوٹ کو دور کرتے چلے آئے۔ ہم رات کو صبح تک سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے کہ ہم

اپنے مقصد سے زائل نہ ہو جائیں۔ وہ قطاء جانور کے پانی کی طلب میں آنے سے بھی تیز رفتار تھے وہ ہمارے ساتھ قصی کے پیامبر کی بات پر لبیک کہہ رہے تھے)

جمعنا من السر من اشمذين ومن كل حي جمعنا قبيلا
فيا لك حلبة ما ليلة تزيد على الالف سيبا رسيلا
فلما مررن على عسجز وأسهلن من مستناخ سبيلا
وجاوزن بالركن من ورقان وجاوزن بالعرج حيا حلولا

(ہم نے اشمذین کے دونوں قبائل اور ہر قبیلہ سے ایک جماعت کو ساتھ لیا۔ پس اے قصی! تیرے لئے ہے گھوڑوں کا دستہ جو ہزار سے زائد ہے اور تیری طرف خوش بخوش روانہ ہے۔ جب وہ کوہ عسجر پر گزرے اور وہ مستناخ وادی سے نرم و گداز راستہ میں چلے آئے۔ اور وہ رکن مقام سے ورقان پہاڑ سے گزرے اور عرج میں سے وہاں آباد قبیلہ کے پاس سے چلے)

مررن على الحلى ما ذقنه وعالجن من مر ليلا طويلا
ندني من العوذ أفلاءها ارادة أن يسترقن الصهيلا
فلما انتهينا الى مكة أبحنا الرجال قبيلا قبيلا
نعاورهم ثم حد السيوف وفي كل أوب خلسنا العقولا

(ہم "حلی" پھل کے پاس سے گزرے اس کو انہوں نے منہ نہ لگایا اور رات بھر کوفت برداشت کی۔ ہم بچھیروں کو ان کی ماؤں کے قریب کر دیتے تھے اس خیال سے کہ وہ آواز نہ کریں۔ ہم نے مکہ پہنچ کر کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ ہم وہاں تلواروں کی دھار سے مارتے تھے اور ہر بار ان کی مت مار دیتے تھے)

نخبزهم بصلاب النسور رخبز القوى العزيز الذليلا
قتلنا خزاعة في دارها وبكرا قتلنا وجيلا فجيلا
نفيناهم من بلاد المليك كما لا يحلون أرضا سهولا
فاصبح سبيهم في الحديد ومن كل حي شفينا الغليلا

(ہم ان کو مضبوط لشکر سے دھکیل رہے تھے جیسے قوی غالب' کمزور ذلیل کو دھکیلتا ہے۔ ہم نے خزاعہ کو ان کے محلہ میں قتل کیا' بنی بکر کو اور دیگر قبائل کو۔ ہم نے ان کو مکہ سے جلا وطن کر دیا جیسے وہ اس نرم زمین میں آباد ہی نہیں ہوئے۔ ان کے اسیر ہتھکڑیوں میں بندھے تھے اور ہر قبیلہ سے ہم نے اپنی پیاس بجھائی)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رزاح واپس وطن چلا آیا تو اس کو اور حسن کو خوب برگ و بار لگایا اور وہ آج تک "عذرہ" قبیلہ کے نام سے معروف ہیں' قصی نے اس سلسلہ میں کہا۔

أنا ابن العاصمين بني لؤي بمكة منزلي وبها ربيت
الى البطحاء قد علمت معد ومروتها رضيت بها رضيت
فلست لغالب أن لم تأثل بها أولاد قيذر والنبيت

رزاح ناصری وبہ أسامی فلست أخاف ضیما ما حییت

(میں لوگوں کی حفاظت کرنے والے' بنی لوی کا سپوت ہوں مکہ میں میرا قیام ہے اور وہیں میری تربیت ہوئی ہے۔ بطحاء تک' معد اور ان کا کوہ مروہ جانتا ہے اور میں اس کو خوب پسند کرتا ہوں۔ میں غالب کی اولاد ہی نہیں اگر یہاں قیدر اور نبیت کی اولاد کو نہ جمع کروں۔ بھائی رزاح میرا مددگار ہے اور میں اس کے ساتھ بلند و بالا ہوں اور تاحیات میں کسی ظلم و تشدد سے خوف زدہ نہیں)

لیکن مورخ اموی کا بیان ہے کہ قصی نے خزاعہ کو مکہ بدر کر دیا تو بعد ازیں رزاح آیا۔

حلف المطیبین اور احلاف : قصی عمر رسیدہ ہو گیا تو اس نے رفادہ' سقایہ' حجابہ' لواء اور دارالندوہ' یہ تمام مناصب اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو سونپ دیئے کیونکہ اسی کے دیگر بھائی عبدمناف' عبدشمس اور عبد نہایت سرمایہ دار اور قبیلہ میں معزز محترم تھے۔ والد نے عبدالدار کو یہ مناصب دے کر ان کے ہم پلہ کر دیا' بھائیوں کی زندگی میں تو مناصب بدستور اس کے پاس رہے' وہ اس سے کوئی نزاع نہ کرتے تھے' جب ان کا دور ختم ہوا تو ان کی اولاد نے ان مناصب کی تقسیم کا شوشہ چھوڑ دیا کہ قصی نے عبدالدار کو محض معاشی مساوات کے لئے یہ منصب عطا کئے تھے' اب ہم بھی ان میں برابر کے حصہ دار ہیں' یہ نزاع اس قدر طویل ہوا کہ قبیلہ دو حصوں میں بٹ گیا۔ ایک گروہ نے عبدالدار کی بیعت کی اور اس کا حلیف ہو گیا اور ایک گروپ نے عبدمناف کی طرف داری کی اور اس کا حلیف ہو گیا اور حلف کے وقت انہوں نے پیالہ میں خوشبو ڈال کر ہاتھوں کو اس میں رکھ دیا پھر کعبہ کی دیواروں کو یہ خوشبو لگا دی تو اس وجہ سے ان کا نام ہو گیا "حلف المطیبین" اس کے طرف دار تھے بنی اسد بن عبدالعزیٰ بنی زہرہ' بنی تمیم اور بنی حارث اور عبدالدار کی اولاد کے حامی اور مددگار تھے۔ بنی مخزوم' بنی سہم' بنی جمح اور بنی عدی' ان کا نام تھا' "احلاف" باقی رہے عامر بن لوی اور محارب بن فہر یہ سب سے الگ رہے کسی کی حمایت نہ کی۔

پھر بہ اتفاق رائے رفادہ اور سقایہ کا منصب بنی عبدمناف کو دے دیا' حجابہ' لواء اور دارالندوہ کی صدارت بدستور بنی عبدالدار کے پاس رہی اور یہ تقسیم برابر جاری رہی۔ مورخ اموی نے اشرم کی معرفت ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے کہ خزاعہ کے بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ قصی نے حبی بنت حلیل سے شادی کی اور حلیل نے کعبہ کی تولیت اپنی بیٹی حبی کے سپرد کر دی۔ ابو غبشان سلیم بن عمرو بطور نائب تولیت کے فرائض سرانجام دیا کرتا تھا' قصی نے ابو غبشان سے حق نیابت' شراب کی ایک مشک اور اونٹ کے عوض خرید لیا اور یہ مثل مشہور ہو گئی (اخسر من صفقة ابی غبشان) (یعنی یہ تجارت' ابو غبشان کے سودے سے زیادہ نقصان دہ ہے) خزاعہ کو جب اس سودے بازی کا علم ہوا تو وہ قصی پر پل پڑے' چنانچہ قصی نے اپنے بھائی رزاح بن محمود وغیرہ سے تعاون حاصل کر لیا اور تولیت کعبہ پر قابض رہا' پھر قصی نے یہ سارے منصب عبدالدار کے حوالے کر دیئے۔ (کما سیاتی) ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قصی کے چار بیٹے عبدمناف' عبدشمس' عبدالدار اور عبدالعزیٰ تھے اور دو لڑکیاں تخمر اور برہ تھیں

ان کی والدہ تھی حبی بنت حلیل۔

عبدمناف کی اولاد : ابن ہشام کا بیان ہے کہ عبدمناف بن قصی کے بیٹے تھے' ہاشم' عبدشمس اور مطلب۔ ان کی والدہ ہے عاتکہ بنت مرہ بن ہلال اور نوفل بن عبدمناف کی والدہ ہے واقدہ بنت عمرو مازنیہ' نیز بقول ابن ہشام' عبدمناف کی اولاد ہے ابو عمرو اور چھ بیٹیاں ہیں' تماضر' قلابہ' حیہ' **ریطه**' ام اخثم اور ام سفیان۔

ہاشم : ہاشم کے چار بیٹے ہیں' عبدالمطلب' اسد' ابو صیفی اور نضلہ اور بیٹیاں ہیں' شفاء' خالدہ' ضعیفہ' رقیہ' حیہ۔ عبدالمطلب اور رقیہ کی والدہ ہے سلمٰی بنت عمرو بن زید بن لبید بن فراش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار' مدنیہ۔

ابو الحارث عبدالمطلب بن ہاشم : ان کے بیٹے ہیں عباس' حمزہ' عبداللہ' ابوطالب عبدمناف' زبیر' حارث --- یہ سب سے بڑا تھا اور اس کے نام پر کنیت تھی --- جحل' غیداق' مقوم' ضرار' ابولہب عبدالعزیٰ اور بیٹیاں ہیں' صفیہ' ام حکیم بیضاء' عاتکہ' امیمہ' اروٰی اور برہ۔

عبداللہ' ابوطالب اور زبیر' نیز تمام بیٹیوں (بجز صفیہ) کی والدہ ہے فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

عبداللہ بن عبدالمطلب : ان کے فرزند ارجمند ہیں محمد رسول اللہ ﷺ' والدین کی طرف سے نسب سے ساری کائنات سے اشرف و اعلیٰ اور حسب میں سید عالم۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ ملاحظہ ہو حدیث واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ۔

عہد جاہلیت کے شہرہ آفاق اعیان

خالد بن سنان عبسی : بعض اسے نبی کہتے ہیں' واللہ اعلم۔

حافظ طبرانی (احمد بن زہیر تستری' یحیٰی بن معلی بن منصور رازی' محمد بن صلت' قیس بن ربیع' سالم افطس' سعید بن جبیر) ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ خالد بن سنان کی دختر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی' آپ نے اس کے بیٹھنے کے لئے کپڑا بچھا کر فرمایا یہ اس نبی کی بیٹی ہے جس کو اس کی قوم نے تباہ و ضائع کر دیا۔ حافظ بزار نے یہ حدیث اسی سند سے بیان کر کے کہا ہے' یہ حدیث صرف اسی سند سے مرفوع ہے۔ قیس بن ربیع راوی بذات خود ثقہ ہے مگر اس کا حافظہ کمزور ہے' اس کا بیٹا اس کی "احادیث" میں اپنی طرف سے اضافہ کرتا رہتا تھا' واللہ اعلم۔ بقول امام بزار ثوری نے یہ روایت سالم افطس کی معرفت سعید بن جبیر سے مرسل بھی بیان کی ہے۔

آتش فشاں : حافظ ابوبکر ... بیان کرتے ہیں کہ خالد بن سنان ... نے اپنی

قوم کو مخاطب کر کے کہا حرتین کی آگ میں تم سے فرو کر دوں گا۔ تو عمارہ بن زید عبسی نے کہا واللہ! جناب خالد! آپ ہر وقت سچ اور صحیح بات کہتے ہیں۔ آپ کا خیال ہے کہ حرتین کی آگ فرو کر دیں گے۔ چنانچہ خالد تیس آدمیوں کو ہمراہ لے کر حرتین کی طرف گیا' عمارہ عبسی بھی ان کے ہمراہ تھا۔ حرتین کی آگ پہاڑ کے ایک شگاف سے بر آمد ہو رہی تھی' خالد عبسی نے ان کو لے کر ایک دائرہ اندر بٹھا کر کہا' اگر مجھے کچھ دیر بھی ہو جائے تو مجھے میرا نام لے کر نہ بلانا' چنانچہ حرتین سے شعلے مارتی ہوئی سرخ آگ رونما ہوئی اور خالد کہہ رہا تھا "بدا' بدا' بدا' کل ھدیٰ' زعم ابن راعیۃ المعزیٰ' انی لا اخرج منہا وثیابی بیدی" رونما ہوئی' ہر ایک ہدایت یافتہ ہے' بکریوں کی چرواہی کے بیٹے کا خیال ہے کہ میں صحیح سالم واپس نہ آسکوں گا۔

خالد یہ فقرہ کہتا ہوا اپنے عصا سے آگ دھکیلتا ہوا شگاف میں داخل ہو گیا اور کافی دیر تک باہر نہ آیا تو عمارہ نے کہا' اگر خالد زندہ سلامت ہوتا تو کبھی کا باہر آچکا ہوتا' حاضرین نے کہا' اس کا نام لے کر بلاؤ کسی نے کہا' اس نے نام سے پکارنے کو منع کیا تھا۔ آخر کار انہوں نے نام لے کر پکارا تو وہ اپنا سر تھامے باہر نکل آیا' تو اس نے کہا' کیا میں نے نام سے پکارنے کو منع نہ کیا تھا' واللہ! تم نے مجھے قتل کر ڈالا' اب مجھے دفن کر دو' جب تمہارے پاس سے گدھوں کا قافلہ گزرے اور اس میں دم کٹا گدھا ہو' تو میری قبر اکھاڑ کر مجھے نکال لینا میں زندہ ہوں گا۔ چنانچہ اسے دفن کر دیا گیا جب گدھوں کا قافلہ گزرا تو قبر اکھاڑنے کا ارادہ ہوا تو عبس نے کہا قبر نہ اکھاڑو' مضر قبیلہ کہے گا کہ ہم قبروں سے مردوں کو اکھاڑتے ہیں۔

خالد عبسی نے ان سے کہا تھا' اگر کوئی مشکل درپیش ہو تو سنو! میری بیوی کے پاس دو تختیاں ہیں ان میں تمہاری مشکل کا مداوا ہو گا اور یہ یاد رہے کہ ناپاک اور حیض والی عورت ہاتھ نہ لگائے' جب اس کی بیوی سے تختیوں کے بارے دریافت ہوا تو اس نے بحالت حیض تختیاں ان کو نکال کر دے دیں' چنانچہ جو علم ان میں تھا وہ کافور ہو گیا۔ ابو یونس' سماک بن حرب سے بیان کرتا ہے کہ نبی علیہ السلام سے اس کے بارے دریافت ہوا تو آپ نے فرمایا (ذاک نبی ضیعہ قومہ) وہ نبی تھا قوم نے اس کو ضائع کر دیا۔

نیز سماک بن حرب سے منقول ہے کہ خالد عبسی کا بیٹا' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے ابن اخی' برادر زادہ کہہ کر خوش آمدید کہا' یہ روایت موقوف ہے' نیز اس میں خالد کی نبوت کا ذکر بھی نہیں' علاوہ ازیں مرسل روایت قابل حجت نہیں۔ وہ ایک نیک طبع صالح انسان تھے۔ کرامات کا مظہر تھا۔ اگر اس کا ظہور فترت عیسیٰ اور محمدؐ کے درمیانی عرصہ میں تھا تو بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ کے' میں سب سے قریب نبی ہوں میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہ تھا۔ اگر اس کا ظہور فترت سے قبل تھا تو بھی درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (ما اتاھم من نذیر من قبلک) (یٰسین/۶) کہ قریش کے پاس آپ سے قبل کوئی نبی نہیں آیا اور بے شمار اہل علم کا قول ہے کہ اسماعیلؑ کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

اسی دلیل سے سہیلی وغیرہ ائمہ نے مدین والے شعیب کے عربی نبی ہونے کی نبوت کا انکار کیا ہے اور حنظلہ بن صفوان کی نبوت کی بھی تردید کی ہے' جس کے ظہور کا زمانہ معد بن عدنان کا عہد بتایا جاتا ہے کہ

عرب نے ان کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر مسلط کر دیا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیک بصیرت لوگ تھے اور عوام کو رشد و ہدایت کی طرف دعوت دیتے تھے' واللہ اعلم۔

حاتم طائی جاہلی دور کا فیاض ترین م/۶۰۵ء : ابوسفانہ' حاتم طائی بن عبداللہ بن سعد بن حشرج بن امرائی القیس بن عدی بن احزم بن ابی احزم ہرومہ بن ربیعہ بن جرول بن ثعل بن عمرو بن غوث بن طی۔ عدیؓ صحابی کے والد' جاہلی دور کے ممدوح اور سخاوت میں ضرب المثل' بیٹا بھی باپ کی طرح سخاوت میں بے مثل۔ حاتم طائی کی بے شمار خوبیاں ہیں اور عجیب و غریب متعدد کارنامے ہیں' لیکن اس تعجب خیز سخاوت اور عجیب کارناموں سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا' خوشنودی اور روز قیامت میں سعادت کا حصول نہ تھا۔ اس کا مقصد ریاء و نمود اور ذکر و شہرت تھا۔

عبیدہ بن واقد اور ابو نصر : ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں محمد بن معمر' عبید بن واقد قیسی' ابو نصر ناجی' عبداللہ بن دینار' ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے پاس حاتم طائی کا ذکر ہوا تو فرمایا اس کا جو مقصد تھا وہ اس نے پالیا (حدیث غریب) دار قطنی کا بیان ہے کہ عبید بن واقد اس میں منفرد ہے (ابونصر ناجی سے) ابونصر ناجی کا نام حماد ہے بقول ابن عساکر' امام حاکم نے ابونصر ناجی اور ابونصر حماد کو دو راوی قرار دیا ہے اور ناجی کا نام نہیں بیان کیا اور ابن عساکر کی بعض روایات سے "ابونصر شیبہ ناجی" مذکور ہے' واللہ اعلم۔ امام احمد (یزید بن اسماعیل' سفیان' سماک بن حرب' مری بن قطری) عدی بن حاتم سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس میں نے اپنے والد کا ذکر کیا کہ وہ صلہ رحمی کرتا تھا اور خوب فیاض تھا' کیا اسے اس کا اجر ملے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے والد کا جو مقصد تھا وہ اس نے پالیا۔ ابو یعلی موصلی اور ابو القاسم بغوی نے بھی یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ تین قسم کے لوگوں سے جہنم کی آگ جلائی جائے گی (۱) وہ سخی جو مال اس لئے خرچ کرتا ہے کہ اسے فیاض اور سخی کہا جائے' لہٰذا اس کا بدلہ اسے دنیا میں مل گیا' اسی طرح مجاہد اور عالم کا حال ہو گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ بن جدعان کے بارے پوچھا' کیا اس کی سخاوت اس کے کام آئے گی؟ تو فرمایا اس کی سخاوت اس کے کچھ کام نہ آوے گی۔ کیونکہ اس نے کبھی نہ کہا تھا رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین

حسن اخلاق کی قدر و قیمت : ابوبکر بیہقی نے علیؓ سے نقل کیا ہے کہ اکثر لوگ نیکی میں کس قدر کوتاہی کرتے ہیں' مسلمان کے پاس اس کا مسلم بھائی' کسی ضرورت کے سلسلے میں تعاون کے لئے حاضر ہوتا ہے اور وہ تعاون سے گریز کرتا ہے۔ اگر وہ ثواب و صلہ اور عذاب و عتاب سے بے نیاز بھی ہو تو اسے مکارم اخلاق کی طرف پیش قدمی کرنی چاہئے۔ یہ کامرانی کی راہ ہے۔ ایک آدمی نے بہ ادب کھڑے ہو کر حضرت علیؓ سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث رسول کریم ﷺ سے سنی ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دے کر فرمایا اس سے بھی بہتر' کہ طی قبیلہ کے اسیروں میں سے ایک لڑکی تھی۔ سرخ فام' سرخ سیاہی مائل لب' صاف ستھری دراز گردن' ستواں ناک' درمیانہ قد' معتدل سر' پتلی کمر' چھریرا بدن' میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا' میں نے

دل میں سوچا کہ رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کروں گا کہ وہ فے میں سے مجھے عطا کر دیں۔ جب وہ گویا ہوئی تو اس کی فصاحت' اس کے حسن و جمال سے دوبالا اور فائق تھی' اس نے عرض کیا جناب محمدؐ! آپ مجھے رہا فرما دیں اور قبائل عرب کی خوشی کا سامان نہ بنوائیں۔ میں رئیس قوم کی لخت جگر ہوں' میرا والد ذمہ داری اور ذمار کا نگہدار تھا' اسیر کو رہا کراتا تھا' بھوکے کو کھلاتا تھا' سنئے! میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں' یہ سن کر آپؐ نے فرمایا' لڑکی! یہ تو سب خصلتیں مومنوں کی ہیں' اگر تیرا باپ مومن اور مسلمان ہوتا تو ہم اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے' آپ نے حاضرین کو کہا' اسے چھوڑ دو' اس کا والد مکارم اخلاق اور عمدہ خصال کو پسند کرتا تھا' اللہ تعالیٰ بھی حسن اخلاق کو پسند کرتا ہے' تو ابو بردہ بن تیار نے باادب کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ واللہ! اللہ تعالیٰ خوش اخلاقی کو پسند کرتا ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **والذی نفسی بیدہ** واللہ! خوش اخلاقی جنت میں داخلہ کا موجب ہے۔

فیاضی : ابن ابی دنیا' عرکی بن حلیس طائی' کے دادا سے بیان کرتے ہیں جو عدی کا اخیافی بھائی تھا کہ حاتم طائی کی بیوی نوار سے کسی نے پوچھا کہ حاتم طائی کی سرگذشت سنایئے؟ تو اس نے کہا' حاتم کی ہر بات تعجب خیز تھی۔ ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ ہر چیز تلف ہو گئی' زمین خشک ہو گئی' آسمان غبار آلود ہو گیا' ماں بچے کو دودھ پلانے سے گریزاں' دودھیل اونٹنیوں کا دودھ خشک اور ناپید' موسم سرما کی طویل رات تھی' عبداللہ' عدی اور سفانہ' بھوک سے بلک رہے تھے' بچوں کو بہلانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔ حاتم ایک بچے کو گود میں لے کر بہلانے لگے' میں دوسرے کو تھپکیاں دینے لگی۔ دیر بعد وہ چپ ہوئے' اسی طرح تیسرے بچے کو بھی سلا دیا۔ پھر ہم نے شامی کمبل بچھایا اور بچوں کو اس پر لٹایا' میں اور حاتم بھی لیٹ گئے اور بچے ہمارے درمیان تھے' پھر حاتم مجھے سلانے کے لئے باتیں کرنے لگے' میں ان کا مطلب سمجھ گئی اور آنکھیں بند کر لیں' اس نے پوچھا سو گئی اور میں یہ سن کر خاموش رہی' تو حاتم نے کہا معلوم ہوتا ہے سو چکی ہے۔ حالانکہ نیند مجھ سے کوسوں دور تھی۔

جب رات بھیگ گئی' ستارے چھٹ گئے' آوازیں تھم گئیں' آمدورفت رک گئی کہ گھر کا پردہ سرکا' حاتم نے پوچھا' کون؟ کوئی آواز نہ آئی' میں سمجھی کہ صبح ہو چکی ہے۔ پھر پردہ سرکا تو پوچھا کون؟ اس نے کہا جناب! میں آپ کی فلاں ہمسایہ ہوں' بچے بھوک سے بلک رہے ہیں' آپ کے علاوہ کوئی پرسان حال نہیں۔ حاتم نے کہا' بچے فوراً لے آؤ۔ نوار نے کہا' میں نے اچھل کر کہا' کیا کہہ رہے ہو؟ لیٹ جاؤ' واللہ! تمہارے اپنے بچے تو بھوک سے بلک رہے ہیں' ہمسائی کے بچوں سے کیا سلوک کر سکتے ہو' یہ سن کر حاتم نے کہا' واللہ! میں تجھے بھی خوب کھلاؤں گا' انشاء اللہ' پھر وہ چھ بچوں کے ہمراہ چلی آئی گویا وہ اس کے گرد و پیش شتر مرغ کے بچے ہیں بے بال و پر۔ حاتم نے گھوڑا ذبح کر دیا' چقماق رگڑا اور آگ جلائی' گھوڑے کی کھال اتار کر' چھری عورت کے ہاتھ میں تھما دی اور کہا' کھاؤ' پھر مجھے بھی کہا' اپنے بچوں کو لے آؤ' میں لے آئی تو پھر حاتم نے کہا' محلّہ داروں کے بغیر تنہا کھا لینا بے مروتی ہے۔ سب کو ایک ایک کر کے جگا لایا اور خود کپڑا اوڑھے ایک گوشہ میں لیٹ گیا' واللہ! اس نے ایک لقمہ تک نہ کھایا حالانکہ وہ بھوک سے تھا۔ صبح ہوئی تو

صرف اسپ تازی کی ہڈیاں باقی تھیں۔

ایک خواہش : امام دار قطنی نے حاتم طائی سے نقل کیا ہے کہ حاتم کی بیوی نے حاتم سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میری تمنا ہے کہ میں تنہا آپ کے ہمراہ کھانا تناول کروں' چنانچہ حاتم نے اس کا خیمہ الگ نصب کروا دیا' کھانا تیار کرنے کو کہا اور وہ تنہا "پردے" میں بیٹھا' جب کھانا تیار ہونے کے قریب ہوا اور تناول کرنے کا وقت آیا تو حاتم نے پردہ اٹھا کر کہا۔

فلا تطبخي قدري وسترك دونها　　علي إذن ما تطبخين حرام

ولكن بهذاك اليفاع فأوقدي　　بجزل إذا أوقدت لا بضرام

(میری ہانڈی پردے میں نہ پکا' درپردہ تیار کردہ کھانا مجھ پر حرام ہے۔ لیکن اس کھلے میدان میں جب تو آگ جلائے تو آگ خوب روشن ہو معمولی نہ ہو)

حاتم کے منتخب اشعار : پھر اس نے دعوت عام کا اعلان کیا اور کھانا ختم ہونے کے بعد نوار نے کہا آپ نے میرا مطالبہ پورا نہ کیا تو حاتم نے کہا' تنہا خوری مجھے پسند نہیں۔ سخاوت اور فیاضی میرا ضمیر ہے پھر اس نے کہا۔

أمارس نفسي البخل حتى أعزها　　وأترك نفس الجود ما أستثيرها

ولا تشتكيني جارتي غير أنها　　إذا غاب عنها بعلها لا أزورها

سيبلغها خيري ويرجع بعلها　　إليها ولم تقصر عليها ستورها

إذا ما بت أشرب فوق ري　　لسكر في الشراب فلا رويت

(میں بخل کی عادت ڈالنے کی کوشش کرتی ہوں یہاں تک کہ وہ شاق گزرتا ہے اور میں سخاوت کو ترک کرنا پسند نہیں کرتا۔ ہمسایہ عورت میرا شکوہ نہیں کرتی علاوہ ازیں کہ اس کے خاوند کی غیر موجودگی میں' اس کے پاس نہیں جاتا۔ اس کے خاوند کی آمد تک میری سخاوت اس کو میسر ہوتی ہے۔ جب میں شکم سیر ہونے سے زائد تنہا قورمے نوش کروں تو سیراب نہ ہوں)

إذا ما بت أختل عرس جاري　　ليخفيني الظلام فلا خفيت

أأفضح جارتي وأخون جاري　　فلا والله أفعل ما حييت

ما ضر جاراً لي أجاوره　　أن لا يكون لبابه ستر

أغضي إذا ما جارتي برزت　　حتى يواري جارتي الخدر

(جب میں اپنے ہمسایہ کی بیوی سے فریب کروں کہ مجھے رات کی تاریکی چھپا لے تو میں چھپ نہ سکوں۔ کیا میں اپنی ہمسایہ عورت کو رسوا کروں اور ہمسایہ کی خیانت کروں' واللہ! میں تاحیات یہ نہ کر سکوں۔ میرے ہمسایہ کے در پر' پردہ نہ ہونا' نقصان دہ نہیں۔ جب میری ہمسایہ عورت باہر آتی ہے تو میں اس کے پردہ کے اندر داخل ہونے تک نگاہ بند رکھتا ہوں)

وما من شيمتي شتم ابن عمي　　وما أنا مخلف من يرتجيني

وکلمة حاسد من غير جرم سمعت وقلت مرى فانقذيني
وعابوها علىّ فلم تعبني ولم يعرق لها يوما جبيني
وذى وجهين يلقاني طليقا وليس إذا تغيب يأتسيني

(چچازاد کو گالی گلوچ دینا میری عادت نہیں' میں اپنے امیدوار کو ناکام اور مایوس نہیں رکھتا۔ بلاوجہ حاسدانہ بات میں سنتا ہوں اور کہتا ہوں چلی جا اور مجھے چھوڑ دے۔ وہ نکتہ چینی کرتے ہیں اور وہ مجھے معیوب نہیں اور نہ میری جبین عرق آلود ہوتی ہے۔ منافق اور دوغلہ مجھے خندہ پیشانی سے ملتا ہے اور عدم موجودگی میں میرا غم خوار نہیں ہوتا)

سلى البائس المقرور يا أم مالك إذا ما أتاني بين نارى ومجزرى
أأبسط وجهى إنه أول القرى وابذل معروفى له دون منكرى
وإنك ان أعطيت بطنك سؤله وفرجك نالا منتهى الذم أجمعا
ضفرت بعيبه فكففت عنه محافظة على حسبى ودينى

(مجھے اس کا عیب معلوم ہوتا ہے اور لب کشائی نہیں کرتا' اپنے دین و ایمان اور عزت و آبرو کی خاطر۔ اے ام مالک! تم فاقہ زدہ فقیر و محتاج سے پوچھ جب وہ میرے ہاں کھانا تیار ہونے کے وقت آئے۔ کیا میں اس سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہوں؟ یہ مہمانی کا آغاز و ابتدا ہے اور میں بغیر رنجش کے اس کو مہمانی پیش کرتا ہوں۔ اگر تو شکم و شرمگاہ کا ہر مطلب پورا کرے گا تو مذمت و رسوائی کی انتہا کو پہنچ جائے گا)

حاتم کا تعاقب : قاضی ابوالفرج معافی بن زکریا جریری' ابوعبیدہ سے بیان کرتے ہیں کہ حاتم طائی کو متلمس کے یہ درج ذیل اشعار معلوم ہوئے۔

قليل المال تصلحه فيبقى ولا يبقى الكثير على الفساد
وحفظ المال خير من فناه وعسف فى البلاد بغير زاد

(کم مال کو بحفاظت تمام رکھے تو وہ باقی رہے گا اور زیادہ مال بے جا خرچ سے فنا ہو جاتا ہے۔ مال کی حفاظت اس کے خراب کرنے سے بہتر ہے اور بے توشہ چلنا پھرنا یا زندگی بسر کرنا شرمندگی کا باعث ہے)

تو حاتم طائی نے کہا' اللہ اس کی زبان کاٹ دے' لوگوں کو بخل اور کنجوسی پر اکساتا ہے۔

فلا الجود يفنى المال قبل فنائه ولا البخل فى مال الشحيح يزيد
فلا تلتمس مالا بعيش مقتر لكل غد رزق يعود جديد
ألم تر أن المال غاد ورائح وان الذى يعطيك غير بعيد

(سخاوت سے مال تلف نہیں ہوتا' بخل سے مال میں اضافہ نہیں ہوتا۔ بخیلانہ زندگی سے مال جمع نہیں ہوتا' روزانہ نیا رزق میسر ہوتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ مال و دولت صبح شام آتا ہے اور جو ذات مال عطا کرتی ہے وہ دور نہیں)

بقول قاضی ابوالفرج جریری' "**ان الذی یعطیک غیر بعید**" قابل ستائش مصرع ہے' وہ مسلم ہوتا تو اس کے لئے محشر میں مغفرت کی امید تھی' **واسالو اللہ من فضلہ' واذا سالک عبادی عنی فانی قریب**

"اللہ سے اس کا فضل و کرم مانگتے رہو" (۴/۳۲) "اور جب میرے بارے میں میرے بندے پوچھیں تو بتا دو میں قریب ہی ہوں۔" وضاح بن معبد طائی کا بیان ہے کہ حاتم' شاہ نعمان بن منذر کی خامت میں حاضر ہوا' اس نے طائی کی خوب تعظیم کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا' واپسی میں علاوہ قیمتی اشیاء کے سیم و زر کے دو اونٹ لاد دیئے جب اپنے علاقہ میں پہنچے تو طی قبیلہ کے دیہاتی لوگوں نے آپ کو کہا' آپ سلطان نعمان بن منذر کے پاس سے آئے ہیں اور ہم اپنے اہل و عیال کے پاس سے آئے ہیں اور فقر و فاقہ سے چور ہیں تو حاتم نے کہا' آؤ یہ مال آپس میں تقسیم کر لو' چنانچہ انہوں نے سیم و زر کے علاوہ قیمتی اشیاء باہمی بانٹ لیں تو حاتم طائی کی کنیز طریفہ نے اسے کہا اللہ سے ڈرو اور اپنی جان پر رحم کرو' یہ مفت خور مال و مویشی اور درہم و دینار کچھ نہ چھوڑیں گے۔ تو حاتم نے کہا۔

قالت ضریفة ما تبقی دراهمنا ۔۔۔ ومابنا سرف فیها ولا خرق
إن یفن ما عندنا فالله یرزقنا ۔۔۔ ممن سوانا ولسنا نحن نرتزق
ما یألف الدرهم الکاری خرقتنا ۔۔۔ إلا یمر علیها ثم ینطلق
إنا إذا اجتمعت یوما دراهمنا ۔۔۔ ضمت الی سبل المعروف تستبق

(طریفہ نے کہا ہمارے درہم و دینار باقی نہ رہیں گے' سنو! ہم اس میں فضول خرچ ہیں نہ گاؤدی اور بے ہنر۔ اگر ہمارا سرمایہ ختم ہو گیا تو اللہ اور دے گا اور لوگوں کے ہم رزاق نہیں۔ رائج الوقت سکہ ہمارے پلے نہیں رہتا وہ آیا اور گیا۔ جب ہمارے ہاں سرمایہ جمع ہو جائے تو نیکی کی راہوں میں فوراً خرچ ہو جاتا ہے)

عجیب واقعہ : ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں' حاتم سے کسی نے پوچھا **هل فی العرب اجود منک** کیا عرب میں کوئی تم سے بھی زیادہ سخی ہے؟ پھر اس نے ایک واقعہ بتایا کہ میں ایک رات کسی یتیم لڑکے کا مہمان ہوا' اس کے پاس سو بکری تھی' اس نے بکری ذبح کی اور پکا کر میرے پاس لایا' جب اس نے مغز اور بھیجا میرے سامنے رکھا تو میں نے کہا کیا عمدہ مغز ہے' یہ توصیفی کلمات سن کر وہ چلا گیا اور مسلسل میرے پاس مغز لاتا رہا یہاں تک کہ میں نے کہا' بس کافی ہے' تو وہ بھی رک گیا' جب صبح بیدار ہوا تو دیکھا کہ اس نے سو عدد بکری ذبح کر ڈالی اور کوئی باقی نہ بچی' کسی نے کہا' تم نے یہ کیا کیا؟ تو اس نے کہا ہر چیز بھی نثار کر دوں تو اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ حاتم کہتے ہیں پھر میں نے اسے یک صد عمدہ اونٹ عطا کیے۔

ام حاتم : مکارم الاخلاق میں محمد بن جعفر خرائطی نے بیان کیا ہے کہ غنیہ بنت عفیف بن عمرو بن امرئ القیس' حاتم طائی کی والدہ بے حد فیاض تھی۔ اس کے بھائی اسے سخاوت کرنے سے روکتے تھے' وہ ایک سرمایہ دار خاتون تھی۔ بھائیوں نے اس کو سال بھر قید تنہائی میں رکھا' صرف بقدر کفایت کھانا دیتے' شاید وہ فیاضی سے باز آجائے' سال بعد اس سے پابندی اٹھالی' یہ سوچ کر کہ شاید وہ سدھر گئی ہو اور رائج الوقت سکہ کی تھیلی اسے ضروریات زندگی کے لئے تھما دی' اس کے پاس ایک ہوازنی خاتون آئی وہ قبل ازیں بھی اس کے پاس آیا کرتی تھی۔ اس نے سوال کیا تو ام حاتم نے یہ تھیلی اسے عطا کر کے کہا' واللہ! سال بھر مجھے بھوک پیاس نے خوب ستایا ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤں گی۔

لعمری لقدما عضنی الجوع عضة　فآلیت ان لا أمنع الدھر جائما
فقولا لھذا الملائمی الیوم أعفنی　وان أنت لم تفعل فعض الا صابعا
فماذا عساکم ان تقولوا الاختکم　سوی عذلکم أو عذل من کان مانعا
وماذا ترون الیوم إلا طبیعة　فکیف بترکی یا ابن عمی الطبائعا

(زندگی کی قسم! عہد رفتہ میں بھوک نے مجھے خوب ستایا ہے' میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی سائل کو تہی دست نہ واپس کروں گی۔ آج اس ملامت گر کو کہو' مجھے معاف رکھو! اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو غصہ سے اپنی انگلیاں کاٹ لو۔ ماسوائے ملامت اور طعن و تشنیع کے تم اپنی بہن کو اور کیا کہہ سکتے ہو۔ یہ سخاوت ایک طبعی تقاضا ہے اے بھائی! میں اپنی افتاد طبع سے کیسے باز آسکتی ہوں)

وصیت : ہیثم بن عدی' ملحان بن عرکی بن عدی بن حاتم' عدی سے بیان کرتے ہیں کہ حاتم نے بستر مرگ پر وصیت کی اے لخت جگر! میں تین باتوں کا پابند رہا ہوں' واللہ! میں نے کبھی ہمسایہ خاتون سے فریب نہیں کیا اور امانت میں خیانت نہیں کی' اور مجھ سے کسی کو اذیت نہیں پہنچی۔ ابوبکر خرائطی' محرر مولی ابی ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حاتم کے مزار کے قریب عبدالقیس کا وفد فروکش ہوا تو ان میں سے ایک نوجوان **ابوالخیبری** نے قبر پر لات مارتے ہوئے کہا' اے ابو جعفر! مہمانی کیجئے' تو ساتھی نے کہا' تو خستہ اور بوسیدہ ہڈیوں سے کیا مطالبہ کر رہا ہے؟ رات کو سو گئے تو **ابوالخیبری** نے پریشانی کے عالم میں بیدار ہو کر کہا' دوستو! اپنی اپنی سواریاں تھام لو' مجھے حاتم طائی نے خواب میں یہ اشعار سنائے ہیں۔

أبا الخیبری وانت امرؤ　علوم العشیرة ستامُها
أتیت بصحبك تبغی القری　لدی حفرة قد صدت ھامھا
أتبغی لی الذنب عند المبیت　وحولك طَي وانعامھا
وإنا لنشبع أضیافنا　وتأتي المطي فنعتامھا

(اے **ابوالخیبری**! تو قبیلہ کا ستم گر اور جھگڑالو ہے۔ تو اپنے ساتھیوں کو لے کر اس قبر کے پاس مہمانی تلاش کر رہا ہے جس کی روح تشنہ ہے۔ کیا تو میری قبر کے پاس مجھے مجرم تصور کرتا ہے حالانکہ تیرے آس پاس طے قبیلہ اور ان کے مویشی موجود ہیں۔ ہم اپنے مہمانوں کو شکم سیر کرتے ہیں' سواریاں آتی ہیں اور ہم ان کو منتخب کرتے ہیں)

اچانک **ابوالخیبری** کی سواری بلبلا کر سر کے بل گر پڑی' سب نے ذبح کر کے گوشت کھا لیا اور کہنے لگے' واللہ! حاتم زندہ بھی سخی اور فیاض تھا اور مردہ بھی مہمان نواز ہے۔ چنانچہ قافلہ وہاں سے **ابوالخیبری** کو ردیف اور پیچھے بٹھا کر چل پڑا' یکایک ایک شتر مرغ نمودار ہوا اس کے ہمراہ ایک سواری تھی وہ پوچھ رہا ہے **ابوالخیبری** کون ہے' یہ سن کر اس نے کہا میں **ابوالخیبری** ہوں' تو شتر سوار نے کہا کہ حاتم نے مجھے خواب میں بتایا ہے کہ اس نے تیرے مہمانوں کی میزبانی کے لئے اپنی سواری ذبح کی ہے اور مجھے اس نے کہا ہے کہ میں آپ کی سواری کا انتظام کروں' چنانچہ یہ سواری موجود ہے' لے لو۔

عبداللہ بن جدعان : عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم' قبیلہ تیم کا رئیس اور ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ کا چچازاد بھائی تھا۔ جاہلی دور میں بڑا فیاض اور قحط کے ایام میں لنگردار تھا' اوائل عمر میں تہی

دست اور محتاج تھا' نہایت بدقماش اور جرائم پیشہ تھا' قوم' قبیلہ' خاندان اور ابا جان سمیت سب اس سے تنگ آچکے تھے۔ چنانچہ وہ حیران و پریشان مکہ کی گھاٹیوں میں دور نکل گیا۔ وہاں اس نے پہاڑ میں ایک شگاف دیکھا' کسی مہلک اور زہریلے کیڑے مکوڑے کا خیال کرتے ہوئے اس میں داخل ہو گیا کہ اس ذلیل زندگی سے موت اچھی' جب وہ ذرا اندر گیا تو ایک اژدھا نظر آیا تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ سونے کا سانپ ہے اور اس کی آنکھیں یاقوتی ہیں' چنانچہ وہ اس کو توڑ مروڑ کر غار کے اندر داخل ہو گیا تو وہاں شاہان جرہم کی قبریں ہیں۔ من جملہ' ان کے رئیس حارث بن مضاض تھا جو یکایک غائب ہوا اور اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا کہ کہاں گیا۔ ان کے سرہانے ایک سونے کا کتبہ تھا جس میں ان کی تاریخ وفات اور حکومت کی مدت درج تھی اور وہاں لعل و جواہر اور سیم و زر کی کثیر مقدار موجود تھی۔ اس نے حسب ضرورت وہاں سے مال و متاع اٹھایا اور غار کے دروازے پر نشان لگایا اور قوم کے پاس چلا آیا لوگوں کو اس قدر مال و دولت سے نوازا کہ ہر دل عزیز ہو گیا' جب سرمایہ میں کمی محسوس کرتا تو وہاں سے حسب ضرورت لے آتا۔

کتاب التیجان از عبدالملک بن ہشام میں یہ قصہ مذکور ہے نیز ری العاطش و انس الواحش میں بھی یہ موجود ہے۔ اس کے پاس کھانے کا بہت بڑا برتن تھا وہ ہمہ وقت لبریز رہتا تھا۔ شتر سوار اس سے کھانا کھا سکتا تھا۔ ایک دفعہ اس میں بچہ ڈوب گیا' ابن قتیبہ وغیرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں عبداللہ بن جدعان کے جفنہ اور کڑاھا کے سایہ میں دوپہر کے وقت بیٹھ جاتا تھا۔ ابوجہل کے قتل کے بعد آپ نے صحابہ سے فرمایا مقتولوں میں سے اس کی لاش تلاش کرو' اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے گھٹنے پر زخم کا نشان ہے' میں اور وہ ابن جدعان کی ایک دعوت میں مزاحم ہوئے تھے میں نے اسے دھکیلا تو وہ گھٹنے کے بل گرا اور گھٹنہ زخمی ہو گیا۔ اس کا داغ اس کے گھٹنے پر موجود ہے' چنانچہ اس کو اسی طرح پایا۔ بیان ہے کہ وہ لوگوں کو کھجور' ستو اور دودھ پلایا کرتا تھا جب کہ اس نے امیہ بن ابی صلت کا یہ کلام سنا۔

ولقد رأيت الفاعلين وفعلهم فرأيت أكرمهم بني الديان

البر يلبك بالشهاد طعامهم لا ما يعللنا بنو جدعان

(میں نے سخی لوگ اور ان کی سخاوت دیکھی ہے' سب سے فیاض بنی دیان کو دیکھا ہے۔ گندم کی روٹی کے ہمراہ شہد ان کا کھانا ہے' بنی جدعان کی طرح وہ بہلاتے نہیں)

چنانچہ ابن جدعان نے دو ہزار بار بردار اونٹ بھیج کر شام سے گندم' شہد اور گھی منگوایا' ہر رات کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اعلان کرتا' ابن جدعان کی دعوت پر چلے آؤ' پھر ابن ابی صلت نے کہا۔

له داع بمكة مشمعل وآخر فوق كعبتها ينادي

إلى ردح من الشيزى ملاء لباب البر يلبك بالشهاد

(اس کا تیز اور تازہ دم اعلان کرنے والا مکہ میں ہے اور دوسرا کعبہ کی چھت پر سے منادی کرتا ہے۔ اور بلاتا ہے حوض نما لبریز پیالہ کی طرف' اس میں گندم کا آٹا شہد میں مخلوط ہے)

بایں سخاوت و فیاضی رسول اللہ ﷺ سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا

یارسول اللہ ﷺ ابن جدعان لوگوں کو کھلاتا تھا اور مہمان نوازی کرتا تھا کیا یہ بروز قیامت اس کو مفید ہو گا؟ تو آپ نے فرمایا' بالکل نہیں! کیونکہ اس نے کبھی نہیں کہا رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین یارب! میرے گناہ بروز قیامت معاف کر دینا۔

امراؤ القیس بن حجر کندی صاحب معلقہ از معلقات سبع : یہ معلقہ جس کا پہلا مصرع ہے۔ **قفا نبک من ذکری حبیب و منزل** سب معلقات سے سلیس اور شہرہ آفاق ہے۔

امام احمد (ہشام' ابو جہم' زہری' ابوسلمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امرؤ القیس تمام جاہلی شعراء کا دوزخ کی طرف نمائندہ اور علم بردار ہے۔ یہ حدیث ہشام سے متعدد راویوں نے نقل کی ہے' من جملہ ان کے بشر بن حکم' حسن بن عرفہ' عبداللہ بن ہارون خلیفہ مامون برادر امین اور یحییٰ بن معین ہیں اور ابن عدی نے بہ سند عبدالرزاق از زہری یہ روایت بیان کی ہے جو منقطع ہے اور ابوہریرہؓ سے دوسری سند سے بھی مروی ہے جو بالکل واہی اور غیر معتبر ہے۔ مذکور بالا سند کے علاوہ کوئی سند درست نہیں۔ بقول ابن عساکر' نام ہے امرؤ القیس بن حجر بن حارث بن عمرو بن حجر آکل المرار بن عمرو بن معاویہ بن حارث بن یعرب بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندہ' کنیت ہے ابویزید یا ابووھب یا ابوالحارث کندی' یہ دمشق کے علاقہ میں قیام پذیر تھا اور دمشق کے بعض مقامات کا اس نے اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے۔

قفانبك من ذكرى حبيب ومنزل بسقط اللوى بين الدخول فحومل
فتوضح فالمقراة لم يعف رسمها لما نسجتها من جنوب وشمأل

(ٹھہرو' دوست اور اس کی منزل کی یاد میں روئیں جو "سقط لوی" میں دخول' حومل' توضح اور مقراۃ کے درمیان میں واقع ہے' اس کے نشانات مٹے نہیں کیونکہ جنوبی اور شمالی ہوا نے ان کو محو ہونے سے بچا لیا ہے ایک مٹاتی ہے تو دوسری اجاگر کر دیتی ہے۔ یہ مقامات حوران میں مشہور و معروف ہیں)

شعر نے حیات نو بخشی : ہشام بن محمد بن سائب کلبی (فروۃ بن سعید' سعید بن معدی کرب) معدی کرب سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یمن سے ایک وفد آیا اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے ہمیں امرؤ القیس کے اشعار کے ذریعہ نئی زندگی بخشی ہے' آپ نے پوچھا وہ کیسے؟ تو بتایا کہ ہم آپ کی طرف آرہے تھے کہ راستہ بھول گئے' متواتر تین روز تک پوری تگ و دو کے باوصف پانی نہ پا سکے' کیکر کے درختوں کے نیچے ہر ایک علیحدہ علیحدہ لیٹ گیا کہ لقمہ اجل ہو جائے' ہم سسک رہے تھے' آخری سانس تھے کہ ایک تیز رفتار سوار نمودار ہوا' اسے دیکھ کر ہمارے ایک رفیق نے یہ اشعار پڑھے اور شتر سوار نے سن لئے۔

تَيَمَّمت العين التي عند ضارج يفيء عليها الظل عَرْمَضُها طامي

(سواری نے اس چشمہ کا رخ کیا جو ضارج کے پاس ہے اس پر سایہ ہے اور کائی اس پر پھیلی ہوئی ہے)

سوار نے ہماری خستہ حالی دیکھ کر پوچھا یہ شعر کس کا ہے؟ ہم نے بتایا امرؤ القیس کا تو اس نے کہا واللہ!

اس نے درست کہا یہ ضارج وادی تمہارے قریب ہے' ہم نے بغور دیکھا تو ہمارا اور اس کا فاصلہ صرف پچاس گز کا ہے' ہم گھٹنوں کے بل وہاں پہنچے' وہ بالکل امرؤ القیس کے بیان کے مطابق تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ آدمی دنیا میں معروف ہے اور آخرت میں مجہول ہے' دنیا میں نامور ہے اور آخرت میں گمنام ہے۔ شعراء کا علم بردار ہے' ان کو دوزخ میں لے جائے گا۔

ذوالخلصه : کلبی نے بیان کیا ہے کہ امرؤ القیس کے والد کو بنی اسد نے قتل کر دیا تو وہ بنی اسد سے انتقام لینے کے لئے جا رہا تھا کہ تبالہ پہنچا وہاں **ذوالخلصه** بت نصب تھا' عرب اس کے پاس قسمت آزمائی کرتے تھے' اس نے یہ عمل کیا تو منع کرنے والا تیر نکلا' دوبارہ سہ بار یہ عمل کیا تو "مانع" تیر ہی برآمد ہوا' پھر اس نے تیر توڑ کر **ذوالخلصه** کے منہ پر دے مارا اور اس کو برا بھلا کہتے ہوئے کہا اگر تیرا باپ مقتول ہوتا تو جنگ سے منع نہ کرتا پھر بنی اسد پر حملہ آور ہوا اور ان کو خوب قتل کیا۔ بقول کلبی' اسلامی دور آنے تک پھر کسی نے **ذوالخلصه** کے پاس قسمت آزمائی نہیں کی۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس نے قیصر شاہ روم کی مدح و ستائش کی اور اس سے جنگ میں کمک طلب کی تو اس نے حسب خواہش مدد نہ کی تو اس کی ہجو کی' مشہور ہے قیصر نے اسے زہر پلا کر ہلاک کر دیا اور کوہ عسیب کے پاس ایک عورت کی قبر کے پاس لقمہ اجل ہوا اور اس نے یہ اشعار تحریر کئے۔

أجارتنا إن المزار قريب وإني مقيم ما اقام عسيب
أجارتنا إنا غريبان ههنا وكل غريب للغريب نسب

(اے ہمسایہ خاتون ہماری قبریں قریب ہیں جب تک کوہ عسیب ہے ہم بھی ہیں۔ ہم دونوں یہاں پردیسی ہیں' ایک پردیسی دوسرے کا ہم نسب ہوتا ہے)

یہ سات معلقات کعبہ میں آویزاں تھے' عرب کا دستور تھا جب کوئی مشہور شاعر قصیدہ کہتا تو قریش کے سامنے پیش کرتا اگر وہ اس کی تعریف کرتے تو اس کی عظمت کی خاطر کعبہ میں آویزاں کر دیتے' اسی طرح وہاں سات قصیدے معلق اور آویزاں ہوئے' پہلا قصیدہ امرؤ القیس کا تھا دوسرا قصیدہ نابغہ ذبیانی' زیاد بن معاویہ یا زیاد بن عمرو بن معاویہ ذبیان کا ہے پہلا شعر ملاحظہ ہو۔

يا دارمية بالعلياء فالسند أقوت وطال عليها سالف الأبد

تیسرا قصیدہ زہیر بن ابی سلمٰی ربیعہ بن رباح مزنی کا ہے' پہلا شعر ہے۔

أمن أمّ أوفى دمنة لم تكلم بحومانة الدرّاج فالمتثلّم

چوتھا قصیدہ طرفہ بن عبد بن سفیان کا ہے۔ پہلا شعر ہے۔

لخولة أطلالٌ ببرقةِ ثهمدِ تلوح كباقي الوشم في ظاهر اليد

پانچواں قصیدہ عنترہ بن شداد عبسی کا ہے پہلا شعر ہے۔

هل غادر الشعراء من مُتردّم أم هل عرفتَ الدار بعد توهم

چھٹا قصیدہ علقمہ بن عبدہ تیمی کا ہے۔ اول شعر ہے۔

ضحابك قلب في الحسان طروب بُعَيد الشباب عصر حان مشيب

ساتواں قصیدہ لبید بن ربیعہ ہوازنی کا ہے۔ اصمعی وغیرہ اہل علم اس کو معلقات میں شمار نہیں کرتے۔ پہلا شعر ہے۔

عفت الديار مَحلّها فمُقامُها بمنى تأبد غولها فرجامُها

ابو عبیدہ' اصمعی اور مبرد وغیرہ کے نزدیک یہ کسی گمنام شاعر کا ہے یہ نہایت طویل قصیدہ ہے۔ اس میں نہایت مفید اور عمدہ معانی مذکور ہیں اس کا اول شعر ہے۔

هل بالطلول لسائل رد ام هل لها بتكلم عهد

امیہ بن ابی الصلت ثقفی م ۶۲۴' ۵ھ : بقول ابن عساکر' امیہ بن ابی الصلت عبداللہ بن ابی ربیعہ بن عوف بن عقدہ بن عزہ بن عوف بن ثقیف' کنیت ہے ابو عثمان یا ابوالحکم ثقفی' یہ جاہلی دور کا شاعر ہے۔ قبل از ظہور اسلام دمشق آیا۔ اوائل عمر میں صراط مستقیم اور ایمان پر قائم تھا پھر برگشتہ ہو گیا اور آیت (۷/۱۷۵) کا مصداق ہے "اور انہیں اس شخص کا حال سنا دے جسے ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ ان سے نکل گیا اور اس کے پیچھے شیطان لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔"

زبیر بن بکار کہتے ہیں امیہ کی والدہ' رقیہ بنت عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ اس کا والد بھی مشہور شاعر تھا' امیہ ان سب سے نامور تھا۔ عبدالرزاق' ثوری سے بیان کرتے ہیں کہ حبیب بن ابی ثابت نے عبداللہ بن عمروؓ سے بیان کیا ہے کہ سورہ اعراف کی ۷/۱۷۵ آیت کا مصداق ہے' امیہ بن ابی صلت۔ اسی طرح ابوبکر بن مردویہ' نافع بن عاصم بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک حلقہ درس میں تھے' کسی نے سورہ اعراف کی ۷/۱۷۵ آیت تلاوت کی تو عبداللہ بن عمرو نے کہا' جانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ کسی نے کہا صیفی بن راہب ہے' کسی نے کہا اسرائیلی بلعم ہے' تو ابن عمرو نے کہا یہ نہیں تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا بتایئے یہ کون ہے؟ تو اس نے کہا امیہ ثقفی ہے۔ ابوصالح' کلبی اور قتادہ سے بھی یہ قول منقول ہے۔

پیشین گوئی : طبرانی' حضرت ابو سفیانؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں اور امیہ دونوں بغرض تجارت شام کی طرف روانہ ہوئے جب ہم کسی مقام پر فروکش ہوتے تو امیہ کتاب پڑھ کر سناتا' بلاناغہ ہمارا یہی دستور تھا کہ ہم اتفاقاً عیسائی بستی میں فروکش ہوئے۔ عیسائی لوگوں نے امیہ کی تعظیم و تکریم کی اور تحائف پیش کئے اور اس کو اپنے ہمراہ گھر لے گئے۔ وہ دوپہر کے وقت واپس آیا' چنانچہ اس نے اجلا لباس اتارا اور سیاہ فام لباس تبدیل کر لیا' تو اس نے مجھے کہا جناب ابو سفیان! کیا کسی جید عیسائی عالم سے گفتگو کرنے کا ارادہ ہے؟ تو میں نے کہا' مجھے کوئی ضرورت نہیں اگر اس نے مجھے میری حسب خواہش جواب دیا تو مجھے اعتبار نہیں اگر خلاف مرضی جواب دیا تو خواہ مخواہ وسواس اور خلجان پیدا ہو گا' چنانچہ وہ چلا گیا تو کسی عیسائی شیخ نے مجھے کہا' آپ کو اس لاٹ پادری سے ملاقات کرنے میں کیا امر مانع ہے؟

میں نے کہا میں اس کے مذہب کا قائل نہیں ہوں۔ تو اس نے کہا گو تم قائل نہیں مگر پھر بھی عجیب و غریب باتیں سنو گے اور کرامات دیکھو گے۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا تم ثقفی ہو' میں نے کہا جی نہیں میں تو

قرشی ہوں۔ تو اس نے پھر کہا لاٹ پادری سے ملاقات کرو' وہ تم سے محبت کرتا ہے اور تمہارے بارے وصیت کرتا ہے چنانچہ وہ میرے پاس سے چلا گیا اور امیہ رات گئے واپس آیا' لباس تبدیل کیا اور بستر پر دراز ہو گیا' رات بھر صبح تک نہایت حزین و غمگین' بے چینی اور بے قراری سے لیٹا رہا' نہ اس نے ہم سے بات کی اور نہ ہم نے اس سے۔ پھر اس نے کہا' کیا ہم کوچ نہ کریں گے؟ میں نے پوچھا کیا سفر کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ چنانچہ ہم متواتر دو رات چلتے رہے۔ تیسری رات اس نے کہا۔ جناب ابوسفیان! کوئی بات نہیں کرتے؟ میں نے کہا' کیا آپ کوئی بات کریں گے؟ واللہ! آپ جس پادری سے ملاقات کر کے واپس آئے ہیں اس کی مثال نہیں' تو اس نے کہا اس بات سے تیرا کوئی سروکار نہیں' وہ تو ایک ایسی بات ہے جس سے میں مرنے کے بعد دوبارہ پلٹنے سے فکرمند ہوں' میں نے حیرت سے پوچھا' کیا مرنے کے بعد پھر جینا ہے؟ تو اس نے کہا واللہ! میں فوت ہونے کے بعد زندہ ہوں گا۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا کیا تو میرا عہد و پیمان قبول کرتا ہے۔ اس نے پوچھا کس بات کا؟ میں نے کہا نہ تو زندہ ہو گا اور نہ تیرا حساب ہو گا۔ امیہ نے ہنس کر کہا کیوں نہیں' واللہ! جناب ابوسفیان! ہم سب کا حشر ہو گا' پھر حساب ہو گا۔ ایک فریق جنت میں دوسرا جہنم میں ہو گا۔

ابوسفیان کہتے ہیں میں نے پوچھا تم کس فریق میں ہو گے' کیا لاٹ پادری نے تمہیں اس بارے کچھ بتایا ہے؟ تو امیہ نے کہا' یہ بات تو اسے اپنے متعلق بھی معلوم نہیں چہ جائے کہ میرے بارے' چنانچہ ہم دو رات کے طویل سفر میں اسی موضوع پر بات کرتے رہے۔ وہ مجھ سے تعجب کرتا اور میں ہنسی میں اس کی بات اڑا دیتا۔ چنانچہ ہم چلتے چلتے دمشق کے غوطہ شہر میں پہنچے دو ماہ قیام رہا' تجارت کا کاروبار کرتے رہے' وہاں سے واپسی میں ہمارا ایک عیسائی بستی میں قیام ہوا' وہ لوگ امیہ کے پاس آئے' خوب عزت و احترام سے پیش آئے' کچھ تحائف دیئے اور وہ ان کے کلیسا میں ان کے ہمراہ چلا گیا۔ زوال کے بعد آیا اور اپنا لباس تبدیل کیا پھر وہ کلیسا دوبارہ چلا گیا اور رات گئے واپس آیا' لباس تبدیل کر کے بستر پر لیٹ گیا۔ بے چینی کے عالم میں پریشان رہا۔ صبح کو بیدار ہوا تو سراسیمہ و فکرمند تھا' گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا' پھر اس نے کہا کوچ کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں اگر چاہو تو چنانچہ ہم نے اس پریشانی کے عالم میں بھی سفر شروع کر دیا۔ پھر دوران سفر اس نے کہا جناب ابوسفیان! ہم رفقائے سفر سے ذرا آگے چلیں' چنانچہ ہم نے اپنے احباب سے کچھ دیر علیحدگی میں سفر کیا تو اس نے کہا جناب ابوسفیان! میں نے کہا کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا مجھے عتبہ بن ربیعہ کی بابت بتاؤ کیا وہ ظلم و ستم اور حرام امور سے پرہیز کرتا ہے؟

میں نے جواب دیا ہاں واللہ! پھر اس نے کہا وہ خود صلہ رحمی کرتا ہے اور اس کا پرچار بھی کرتا ہے۔ میں نے پھر وہی جواب دیا تو اس نے پوچھا کیا اس کے والدین نیک اور صالح ہیں اور قبیلہ میں وہ معزز ہے؟ میں نے کہا جی ہاں' پھر اس نے پوچھا کیا کوئی قریشی اس سے بھی بہتر ہے؟ میں نے کہا "نہیں" واللہ! میرے علم میں نہیں کہ کوئی اس سے اعلیٰ ہو گا۔ پھر اس نے پوچھا کیا وہ غریب و محتاج ہے؟ میں نے کہا نہیں وہ تو بڑا سرمایہ دار ہے۔ پھر اس نے پوچھا' اس کی کتنی عمر ہے؟ میں نے کہا سو سال سے اوپر ہو گی' پھر امیہ نے کہا

اس کا معزز' عمر رسیدہ اور سرمایہ دار ہونا اس کی بے نصیبی کا باعث ہے۔ میں نے کہا یہ صورت حال اس کو کیوں ضرر رساں ہے؟ واللہ! یہ امور تو سب عزت افزا ہیں' امیہ نے کہا بات وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں' پھر اس نے کہا' ذرا ستا لیں' میں نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے۔ ہم وہاں آرام کے لئے لیٹ گئے اور قافلہ چلتا رہا پھر ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ ایک اور پڑاؤ میں رات بسر کی پھر ہم دن بھر چلتے رہے' جب رات چھا گئی تو اس نے مجھے کہا' جناب ابو سفیان! میں نے کہا کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا کیا گذشتہ رات کی بات کے بارے میں آپ کو کچھ اور معلوم ہے؟ میں نے کہا' کیا آپ مزید تفصیل سے بات کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا' بالکل' چنانچہ ہم اپنی سواریوں پر چلتے رہے جب ذرا علیحدہ ہو گئے تو اس نے کہا عتبہ بن ربیعہ کے بارے کچھ بتایئے' میں نے کہا پوچھئے تو اس نے پوچھا کیا وہ حرام کاموں سے بچتا ہے' جور و جفا سے پرہیز کرتا ہے' صلہ رحمی کرتا ہے اور صلہ رحمی کی تاکید کرتا ہے؟

میں نے کہا واللہ! وہ یہ سب کچھ کرتا ہے' پھر امیہ نے پوچھا وہ سرمایہ دار ہے؟ میں نے کہا ہاں وہ مالدار ہے۔ پھر اس نے پوچھا کیا اس سے بھی کوئی زیادہ رئیس ہے؟ میں نے کہا جی نہیں' واللہ! میرے علم میں اس سے زیادہ کوئی رئیس نہیں۔ پھر امیہ نے پوچھا اس کی کتنی عمر ہے؟ میں نے کہا سو سال سے اوپر' تو اس نے کہا عمر رسیدہ معزز ترین اور سرمایہ دار ہونا اس کے لئے ضرر رساں ہے۔ میں نے کہا' بالکل نہیں' واللہ! یہ حالات اسے نقصان دہ نہیں' آپ جو کہنا چاہتے ہیں کہئے! تو اس نے کہا' یہ بات راز رہے' جو ہونا ہے وہ ہو گا' پھر اس نے کہا آپ نے جو میری آشفتہ حالی دیکھی تھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اس لاٹ پادری سے کچھ مسائل دریافت کئے' پھر میں نے اس سے "نبی منتظر" کے بارے دریافت کیا تو اس نے کہا وہ عرب میں سے ہو گا' میں نے کہا عرب کے کون سے علاقہ میں؟ تو اس نے کہا جس علاقہ میں عرب حج کرتے ہیں تو میں نے کہا ہمارے علاقے میں ہی عرب حج کے لئے آتے ہیں۔ تو اس نے کہا وہ قریشی ہو گا' یہ سن کر واللہ! مجھے ایسی پریشانی لاحق ہوئی کہ میں کبھی ایسی پریشانی میں مبتلا نہ ہوا تھا۔ میرے ہاتھ سے دنیا اور آخرت کی فلاح و بہبود نکل گئی۔ میں اس نبوت کا امیدوار تھا۔

میں نے پادری سے کہا ذرا اور وضاحت کیجئے' تو اس نے بتایا کہ وہ جوان ہو گا' پیران سالی کے آغاز میں ہو گا' ابتدائے عمر میں وہ ظلم و تعدی اور حرام سے پرہیز کرتا ہو گا' خود صلہ رحمی کرتا ہو گا اور صلہ رحمی کی تاکید کرتا ہو گا' وہ محتاج و ضرورت مند ہو گا' اس کے والدین شریف و کریم ہوں گے۔ اپنے قبیلہ میں افضل اور معتبر ہو گا' اس کی بیشتر فوج فرشتوں میں سے ہو گی۔ امیہ نے پوچھا اس کی نشانی اور علامت کیا ہے؟ تو پادری نے کہا' عیسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد شام میں اسی زلزلے آچکے ہیں ہر زلزلہ میں سخت نقصان ہوا' بس ایک زلزلہ باقی رہ گیا ہے۔ اس میں بھی شدید نقصان ہو گا۔ یہ سن کر ابو سفیان نے کہا' واللہ! یہ سب جھوٹ ہے' اگر اللہ کو رسول مبعوث کرنا منظور ہوا تو وہ عمر رسیدہ اور رئیس ہو گا' تو امیہ نے کہا' واللہ! ابو سفیان! یہ بات اسی طرح ہی ہے (جیسے میں نے کہی) تم خود کہو گے کہ عیسائی عالم کی بات برحق تھی' کیا اب رات کو آرام کرنے کا خیال ہے؟ میں نے کہا بالکل۔ چنانچہ ہم نے آرام کیا اور قافلہ بھی پہنچ گیا۔

پھر ہم نے سفر کا آغاز کیا' ہمارے اور مکہ مکرمہ کے درمیان صرف دو مرحلے کا سفر باقی رہ گیا تو ایک شتر سوار راستہ میں ہمیں ملا۔ ہم نے اس سے شام کے حالات دریافت کیئے تو اس نے کہا تمہارے بعد شام میں ایک سخت زلزلہ آیا۔ بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔

یہ سن کر امیہ نے مجھے متوجہ کرتے ہوئے کہا جناب ابو سفیان! عیسائی عالم کی بات کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے کہا واللہ! غالب گمان ہے کہ اس لاٹ پادری کی بات سچ ہے۔ ابو سفیان نے کہا ہم چلتے چلتے مکہ میں پہنچ گئے۔ میں ضروری کاروبار سے فارغ ہو کر یمن میں تجارت کے لئے چلا آیا۔ وہاں پانچ ماہ قیام رہا' پھر مکہ مکرمہ واپس آیا' میں اپنے اہل خانہ میں ہی تھا کہ لوگ مجھے سلام کرتے اور اپنے منافع کی بابت پوچھتے' اسی اثنا میں محمدؐ بن عبداللہ تشریف لائے' میری بیوی ہند اپنے بچوں کو کھلا رہی تھی' انہوں نے سلام کہا' خوش آمدید کہا اور میرے سفر کے حالات دریافت کئے اور اپنے منافع کی بات بھی نہ کی اور تشریف لے گئے' میں نے ہند سے کہا واللہ! مجھے تو یہ بڑا پیارا لگتا ہے۔ ہر قریشی نے اپنے منافع کی بابت پوچھا مگر اس نے منافع کی کوئی بات نہیں کی' تو ہند نے کہا کیا تو اس کی شان سے واقف نہیں' میں نے گھبراہٹ کے عالم میں پوچھا اس کی کیا شان ہے؟

اس نے بتایا کہ وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر ہند نے مجھے کچو کا مارا اور مجھے لاٹ پادری کی بات یاد آگئی تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی تو ہند نے کہا' کیا ہوا؟ میں ذرا سنبھلا تو میں نے کہا' یہ غلط بات ہے؟ وہ دعوائے نبوت سے بالا ہے' ہند نے یہ سن کر کہا واللہ! وہ اسی کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنی نبوت کی طرف بلاتا ہے۔ اس کے کچھ ساتھی بھی ہیں۔ میں نے کہا یہ بالکل باطل اور محال ہے۔ میں گھر سے آیا اور طواف کرنے لگا۔ میری ان (محمدؐ) سے ملاقات ہو گئی تو میں نے کہا آپ کا سرمایہ اتنا اتنا ہو گیا ہے' آپ کا مال عمدہ تھا' آپ کسی کو بھیج کر اپنا سرمایہ منگوا لیجئے۔ میں آپ سے کمیشن نہ لوں گا' تو آپؐ نے کہا' یہ ٹھیک نہیں' اگر ایسا ہوا تو میں منافع نہ لوں گا۔ میں نے کہا' آپؐ کسی کو بھیجئے وہ سرمایہ لے جائے اور میں آپ سے حسب دستور کمیشن کاٹ لوں گا۔ چنانچہ آپ نے کسی کو بھیجا اور سرمایہ منگوا لیا اور میں نے ان سے کمیشن لے لیا۔

ابو سفیان کہتے ہیں پھر میں بغرض تجارت یمن چلا گیا' وہاں سے واپس آکر طائف آیا اور امیہ کا مہمان ہوا تو امیہ نے کہا جناب ابو سفیان! کیا آپ کو لاٹ پادری کی بات یاد ہے؟ میں نے کہا بالکل اور وہ معرض وجود میں آچکی ہے۔ امیہ نے پوچھا وہ کون؟ میں نے کہا محمدؐ بن عبداللہ' تو اس نے مزید وضاحت کے لئے پوچھا ابن عبدالمطلب؟ میں نے کہا جی ہاں! ابن عبدالمطلب' پھر میں نے اس کو ہند کی بات بتائی تو یہ سن کر پسینہ میں شرابور ہو گیا اور کہا اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے' پھر اس نے کہا واللہ! ممکن ہے وہی ہو' اس کی صفات و علامات وہی ہیں' اگر اس نے میری زندگی میں اعلان نبوت کر دیا تو میں اس کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ سے معذرت طلب کر لوں گا۔

ابو سفیان کہتے ہیں میں پھر یمن چلا گیا اور وہیں مجھے آپ کے اعلان نبوت کی اطلاع ملی۔ پھر میں طائف میں امیہ کے پاس آیا تو میں نے کہا جناب ابو عثمان! محمدؐ نے نبوت کا اعلان کر دیا ہے۔ آپ سن چکے ہیں' تو اس

نے کہا واقعی وہ ظہور پذیر ہے' میں نے کہا تو آپ کا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا میں کسی رسول پر کبھی ایمان نہ لاؤں گا جو ثقفی نہ ہو۔ ابو سفیان کہتے ہیں میں مکہ واپس چلا آیا۔ مکہ سے میں ابھی کچھ فاصلے پر تھا کہ میں نے دیکھا کہ محمدؐ کے ساتھیوں کو مارا جا رہا ہے اور حقارت آمیز سلوک کیا جا رہا ہے۔ میں نے دل میں کہا اس کی فرشتوں کی فوج کہاں ہے' چنانچہ میں بھی لوگوں کی طرح ان کی مخالفت کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ حافظ بیہقی نے بھی یہ روایت "دلائل" میں اسماعیل بن طریح کی سند سے بیان کی ہے لیکن حافظ طبرانی کی روایت جو ہم نے بیان کی ہے مکمل اور طویل ہے' واللہ اعلم۔

ابو سفیان کی حالت : حافظ طبرانی' ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ امیہ بن ابی صلت غزہ میں تھا یا یروشلم میں۔ واپسی کے دوران اس نے مجھ سے کہا' جناب ابوسفیان! قافلے سے آگے علیحدہ ہو کر میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں' میں نے اثبات میں جواب دیا تو جب ہم علیحدہ ہو گئے تو اس نے مجھ سے عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں پوچھا' میں نے کہا وہ نجیب الطرفین اور نیک والدین کا فرزند ہے۔ حرام اور ظلم و ستم سے کنارہ کش رہتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا وہ رئیس اور عمر رسیدہ ہے؟ میں نے کہا بالکل ایسا ہی ہے۔ تو امیہ نے کہا ریاست اور بڑھاپا اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ میں نے کہا آپ غلط کہتے ہیں۔ پیرانہ سالی تو باعث شرافت ہے۔ تو امیہ نے کہا' جناب ابوسفیان! جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے ایسا کرخت جواب مجھے کسی نے نہیں دیا' آپ عجلت سے کام نہ لیجئے' میں آپ کو صورت حال سے آگاہ کروں گا۔ میں نے کہا بتایئے تو اس نے کہا کہ میں نے اپنی کتابوں میں یہ تحریر پائی ہے کہ ہمارے اس سنگلاخ علاقہ سے ایک نبی مبعوث ہو گا۔ میرا گمان نہیں بلکہ یقین تھا کہ میں وہ نبی ہوں گا۔ جب میں نے اہل علم سے مذاکرہ کیا تو معلوم ہوا وہ عبد مناف میں سے ہو گا۔ میں نے خاندان عبد مناف کو غور سے دیکھا تو بجز عتبہ کے کوئی بھی اس منصب کے اہل نظر نہ آیا۔ جب مجھے اس کی عمر کی بابت معلوم ہوا تو میں نے کہا وہ نہیں ہے۔ وہ چالیس سال سے تجاوز ہو گیا ہے اور اس کی طرف وحی نہیں ہوئی۔

ابو سفیان کہتے ہیں وقت گزرتا گیا اور رسول اللہؐ کی طرف وحی ہوئی' میں قریش قافلہ میں تجارت کے لئے یمن جا رہا تھا' راستہ میں' میں نے طائف میں امیہ سے بطور مزاح کہا' جناب امیہ! جس نبی کی آپ صفات بتا رہے تھے وہ مکہ میں ظاہر ہو چکا ہے' تو امیہ نے کہا بالکل وہ سچا ہے تو اس کی اتباع کر' میں نے کہا آپ اس کی اتباع و پیروی کیوں نہیں کرتے تو اس نے کہا مجھے صرف خواتین ثقیف کا طنز مانع ہے' چونکہ میں کہا کرتا تھا کہ میں ہی نبی منتظر ہوں' اب وہ مجھے عبد مناف کے ایک فرد کے تابع دیکھ کر ہنسی اڑائیں گی۔ پھر امیہ نے کہا جناب ابوسفیان! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کی مخالفت کرو گے' اور تم بزغالہ کی طرح ان کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور وہ اپنی مرضی کے مطابق تمہارے بارے فیصلہ کریں گے۔

خواب : حافظ عبدالرزاق کلبی سے بیان کرتے ہیں کہ امیہ محو خواب تھا اس کی دو بیٹیاں بھی اس کے پاس سو رہی تھیں۔ ان میں سے ایک گھبرا کر چلائی' باپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا' میں نے خواب میں دیکھا کہ دو شاہین آئے ہیں انہوں نے گھر کی چھت اتاری پھر ایک نے آپ کا پیٹ چاک کیا اور دوسرے

نے گھر کی چھت پر سے کہا "کیا اس نے یاد رکھا" تو نیچے والے نے اثبات میں جواب دیا پھر اس نے پوچھا طاہر و پاکیزہ بھی ہے تو اس نے کہا نہیں' یہ سن کر امیہ نے کہا' تمہارے والد کو نبوت کا مژدہ تھا مگر ایسا نہ ہوا۔

فارعہ کا چشم دید واقعہ : اسحاق بن بشر' سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ امیہ کی ہمشیرہ فارعہ فتح مکہ --- اسد الغابہ اور اصابہ میں ہے فتح طائف --- کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ حسن و جمال اور عقل و کمال کا پیکر تھی اور رسول اللہ ﷺ بھی اس کی صلاحیت کے معترف تھے۔ ایک روز آپ نے اس کو کہا فارعہ! کیا تجھے اپنے بھائی کے اشعار یاد ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دے کر کہا ان اشعار سے بھی میں نے ایک تعجب خیز منظر دیکھا ہے' میرے بھائی امیہ سفر سے واپس آئے اور پہلے میرے پاس ہی آئے اور میری چارپائی پر سو گئے' میں اپنے ہاتھ سے چمڑا درست کر رہی تھی۔ دو سفید فام پرندے یا سفید پرندوں جیسے آئے ایک روشندان میں بیٹھ گیا اور دوسرے نے سینے سے ناف تک اس کا پیٹ چاک کیا پھر پیٹ میں ہاتھ ڈال کر دل نکال لیا اور ہاتھ پر رکھ کر اس کو سونگھا تو دوسرے پرندے نے کہا' کیا اس نے یاد رکھا؟ تو اس نے اثبات میں جواب دیا' پھر اس نے پوچھا کیا پاک بھی ہے؟ تو اس نے جواب دیا "ابی" منکر ہے۔ پھر اس نے دل وہیں رکھ دیا اور زخم آنکھ جھپکنے کے عرصہ سے قبل ہی مندمل اور درست ہو گیا پھر وہ دونوں پرندے اڑ گئے' میں نے اس کو قریب ہو کر ہلایا اور پوچھا کیا کوئی تکلیف تو نہیں؟ اس نے کہا کوئی تکلیف نہیں' صرف جسم میں کمزوری سی محسوس ہو رہی ہے اور میں یہ منظر دیکھ کر گھبرا گئی تھی' اس نے میری یہ کیفیت دیکھ کر پوچھا تم خوف زدہ کیوں ہو' میں نے اس کو سارا واقعہ سنایا تو اس نے کہا' خیر و شر میرا مقدر تھی مگر نصیب نہ ہوئی پھر اس نے کہا۔

باتت همومي تسري طوارقها　　أكف عيني والدمع سابقها
مما أتاني من اليقين ولم　　أوت براة يقص ناطقها
أم من تلظى عليه واقدة النـ　　ـار محيط بهم سرادقها
أم أسكن الجنة التي وعد الـ　　ـأبرار مصفوفة نمارقها
لا يستوي المنزلان ثم ولا الـ　　ـأعمال لا تستوي طرائقها

(میں ہم و افکار میں مبتلا ہوں وہ رات کو مجھے ستاتے ہیں' میں آنکھوں کو رونے سے روکتا ہوں' لیکن آنسو اس سے پہلے ٹپک پڑتے ہیں۔ اس یقین کی وجہ سے جو مجھے آیا لیکن مجھے نجات میسر نہ ہوئی' جسے کوئی بولنے والا بیان کرے۔ کیا میں ان لوگوں میں ہوں گا جن پر آگ شعلہ بار ہے' آتشین قناتیں ان کو محیط ہیں۔ یا مجھے اس جنت میں سکونت ملے گی جس کا نیک لوگوں کو وعدہ ہے' اس میں قالین قطار در قطار بچھے ہوئے ہیں۔ آخرت میں دونوں منزلیں برابر نہیں ہیں اور نہ اعمال ہی یکساں ہیں' نہ اس کے طریقے بھی برابر ہیں)

هما فريقان فرقة تدخل الـ　　ـجنة حفت بهم حدائقها
وفرقة منهم قد ادخلت الـ　　ـنار فساءتهم مرافقها
تعاهدت هذه القلوب اذا　　همت بخير عاقت عوائقها

وصدها للشقاء عن طلب الجنة دنيا الله ماحقها

عبد دعا نفسه فعاتبها يعلم ان البصير رامقها

(وہ دو فریق ہیں ایک فریق جنت میں داخل ہو گا جو متعدد باغیچوں میں گھری ہوئی ہے۔ ایک فریق دوزخ میں داخل ہو گا ان کی تکیہ گاہیں بری ہیں۔ ان دلوں کا عہد و پیمان ہے کہ جب وہ کسی نیک کام کا ارادہ کریں تو موانع حائل ہو جائیں۔ جنت کی طلب سے دنیا نے اس کو بد قسمتی کے باعث روک دیا ہے۔ اللہ اسے برباد کرنے والا ہے۔ انسان نے اپنے دل کو پکارا اور اسے عتاب کیا' وہ جانتا ہے کہ اللہ بصیر اسے تاک رہا ہے)

ما رغّب النفس في الحياة وان تحى قليلا فالموت لاحقها

يوشك من فر من منيته يوما على غرة يوافقها

ان لم تمت غبطة تمت هرماً للموت كأس والمرء ذائقها

(کون سی چیز دل کو زندگی کی آسائش سے بہرہ ور کرے اگر وہ معمولی عرصہ زندہ بھی رہا تو بہرحال موت آنے والی ہے۔ جو شخص موت سے ڈر کر بھاگتا ہے قریب ہے کہ وہ کبھی اس کو غفلت میں دبوچ لے۔ اگر وہ جوانی کی خوشحالی میں نہ فوت ہو گا تو بڑھاپے میں فوت ہو جائے گا موت کا پیالہ لبریز ہے انسان اس کا مزہ چکھنے والا ہے)

بعد ازاں وہ اپنے گھر چلے گئے' معمولی عرصہ بعد ان کو تکلیف لاحق ہوئی' مجھے اطلاع ملی' میں وہاں گئی تو وہ بستر مرگ پر تھے' ان پر کپڑا ڈال دیا گیا تھا' میں قریب ہوئی تو اس نے سسکی لی اور آنکھ کھول کر آسمان کی طرف دیکھ کر بہ آواز بلند کہا:

میں کافر ہوں' تمہارے سامنے ہوں' دیکھو! میں تمہارے پاس ہوں' کوئی سرمایہ دار نہیں جو میرا فدیہ دے اور نہ کوئی ایسا اہل و عیال ہے جو میری حمایت کرے۔ پھر اس پر غشی طاری ہو گئی' جب اس نے لمبی سانس لی تو میں سمجھی کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ پھر اس نے اوپر کو دیکھتے ہوئے بلند آواز سے کہا **لبیکما' لبیکما' ھا انا ذالدیکما** میں عیب سے پاک نہیں' معذرت خواہ ہوں اور قبیلہ دار نہ ہوں کہ مدد طلب کروں۔ پھر اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی اور اس نے ٹھکا لیا آنکھیں کھول کر اوپر کی جانب دیکھ کر کہا **لبیکما' لبیکما' ھا انا ذالدیکما** نوازشات سے سرشار ہوں' گناہوں میں گرفتار ہوں' پھر اس پر مدہوشی طاری ہوئی' لمبا سانس لیا اور اس نے کہا **لبیکما' لبیکما' ھا انا ذالدیکما --- ان تغفر اللّٰھم تغفر جما' ای عبدلک لا الما** الٰہی! اگر تو معاف فرمائے تو سب گناہ معاف فرما' کون سا بندہ گنہ گار نہیں ہے۔ پھر اس پر بے ہوشی طاری ہوئی اور آخری سانس ہوئے تو اس نے کہا۔

كل عيش وان تطاول دهراً صائر مرة الى أن يزولا

ليتني كنت قبل ماقد بدالي في قلال الجبال أرعى الوعولا

(ہر زندہ اگرچہ وہ طویل عرصہ تک زندہ رہے' وہ زوال پذیر ہے۔ ان حالات کے ظاہر ہونے سے قبل' کاش کہ میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکریوں کا چرواہا ہوتا)

۵ھ موافق ۶۲۶ء کو روح پرواز ہو گئی' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فارعہ! تیرے بھائی کی مثال'

اس شخص کی ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات سے نوازا اور وہ ان سے بغیر عبرت حاصل کئے گزر گیا' غرائب الحدیث میں امام خطابی نے اس کے مشکل الفاظ کی تشریح فرمائی ہے۔

امیہ کا ارادہ اسلام : حافظ ابن عساکر نے امام زہری سے نقل کیا ہے کہ امیہ بن ابی صلت نے کہا۔

ألا رسول لنا منا یخبرنا ما بعد غایتنا من رأس مجرانا

(کیا کوئی رسول نہیں ہے جو ہمیں آگاہ کرے کہ ہماری زندگی کے آغاز سے ماورا تک کیا ہو گا)

پھر امیہ طائف سے بحرین منتقل ہو گیا اور اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا اور یہ بحرین سے آٹھ سال کے قیام کے بعد طائف آیا تو اہل طائف سے پوچھا' محمدؐ بن عبداللہ کیا کہتا ہے' لوگوں نے کہا اس کا خیال ہے کہ وہ وہی نبی ہے جس کا تو منتظر تھا چنانچہ اس نے مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی اور آمد کا مقصد بیان کیا جناب ابن عبدالمطلب! آپ یہ کیا دعویٰ کر رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کے علاوہ کوئی قابل پرستش نہیں تو اس نے کہا میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں آپ کل کا وقت دیجئے' آپ نے فرمایا ٹھیک' کل کا وقت مقرر ہے پھر اس نے کہا میں تنہا آؤں یا احباب کے ہمراہ' اسی طرح آپ بھی تنہا ہوں یا صحابہ کے ہمراہ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسے چاہو' چنانچہ دوسرے روز امیہ قریش کے دیگر گروہ میں آیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی چند صحابہ موجود تھے' کعبہ کے سایہ میں بیٹھ کر امیہ نے اپنا خطاب شروع کیا پھر مسجع اور ہم وزن کلمات کہے' بعد ازیں اشعار سنا کر اس نے کہا' جناب ابن عبدالمطلب ان کا جواب ارشاد فرمایئے تو رسول اللہ ﷺ نے تعوذ و تسمیہ کے بعد پوری سورہ یاسین پڑھ کر سنائی' تو امیہ پاؤں گھسٹتا ہوا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا۔ قریش بھی اس کے پیچھے پیچھے یہ کہتے ہوئے چلے جناب امیہ! کیا خیال ہے؟ اس نے کہا میں شاہد ہوں کہ وہ حق پر ہیں' قریش نے پوچھا کیا اس کی پیروی بھی کرو گے؟ تو اس نے کہا میں ذرا غور کر لوں۔ پھر وہ شام چلا گیا اور نبی علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

عتبہ' شیبہ' امیہ کے ماموں زاد تھے : جنگ بدر کے بعد شام سے میدان بدر میں آیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا ارادہ کیا تو کسی نے پوچھا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا محمدؐ سے ملاقات کا عزم ہے تو اس نے پوچھا کیا کرو گے؟ تو اس نے کہا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤں گا اور خود کو ان کے سپرد کر دوں گا۔ تو کسی نے کہا' معلوم ہے قلیب بدر میں کون کون لوگ مدفون ہیں' اس نے جواب دیا معلوم نہیں تو اس شخص نے کہا' اس میں عتبہ' شیبہ پسران ربیعہ مدفون ہیں' وہ آپ کے ماموں زاد بھائی تھے' اس کی والدہ ہے ربیعہ بنت عبد شمس۔ چنانچہ اس نے یہ وحشت اثر خبر سن کر اپنی سواری کے دم اور کان کاٹ ڈالے اور قلیب پر کھڑے ہو کر زور دار مرثیہ کہا' جنگ بدر کے بیان میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔ پھر مکہ چلا آیا اور طائف میں قیام پذیر ہو گیا اور اسلام کو نظرانداز کر دیا۔ اس روایت میں دو سفید فام پرندوں اور اس کی موت کی تفصیل بیان ہے اور بستر مرگ پر اشعار کا ذکر بھی موجود ہے۔

کل عیش وان تطاول دھرا صائر مرۃ الی أن یزولا

لیتنی کنت قبل ماقد بدالی فی قلال الجبال أرعی الوعولا

فاجعل الموت نصب عينيك واحذر غولة الدهر ان للدهر غولا
نائلا ظفرها القساور والصد عان والطفل فی المنار الشكيلا
وبغاث النياف واليعفر النا فرو العوهج البرام الضئيلا

(موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور زمانہ کی ہلاکت سے ڈرو بے شک زمانہ ہلاکت خیز ہے۔ موت کے ناخن شیروں' وحشی گاؤ اور خوبرو بچوں کو بھی ہلاک کر دیتے ہیں۔ کوہستان کے شاہینوں' وحشی پرندوں اور شتر مرغ کے بچوں کو بھی معاف نہیں کرتے' الغرض صحراؤں میں وحشی جانور پہاڑوں کی چوٹیوں میں شاہین بھی موت سے محفوظ نہیں' ہر چھوٹا بڑا لقمہ اجل ہے)

اللّٰھم باسمک کی برکت اور عجیب واقعہ : "التعریف والاعلام" میں امام سہیلی نے بیان کیا ہے کہ امیہ کے اولیات میں "باسمک اللّٰھم" ہے۔

اس مقام پر امام سہیلی نے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ چند قریشی کسی مہم پر روانہ ہوئے' من جملہ ان کے ابوسفیان کے والد حرب بن امیہ بھی تھے۔ راستہ میں ایک سانپ کو مار ڈالا۔ سر شام ایک مادہ جن آئی' اس نے ان لوگوں کو ڈانٹا ڈپٹا ان کے پاس ایک چھڑی تھی' اس نے زمین پر زور سے ماری تو سب اونٹ بدک کر ادھر ادھر بھاگ گئے' بسیار کوشش کے بعد انہوں نے اونٹ اکٹھے کئے تو پھر چھڑی لئے آگئی اور زور سے زمین پر ماری تو پھر اونٹ بدک کر اردگرد بھاگ اٹھے۔ ان کو بڑی مشکل سے تلاش کیا' اس تکلیف دہ صورت حال کے پیش نظر انہوں نے اس سے پوچھا کہ اس مصیبت سے کوئی نجات کی راہ ہے؟ تو اس نے کہا ابھی تو نہیں لیکن میں غور کروں گی' چنانچہ وہ اس پڑاؤ سے ادھر ادھر گھومنے لگی کہ کسی سے اس مصیبت کا علاج معلوم ہو' کچھ فاصلہ پر آگ کا شعلہ نظر آیا وہ وہاں پہنچے تو خیمے کے دروازے پر ایک بوڑھا آگ جلا رہا ہے وہ ایک جن تھا نہایت قبیح اور کریہہ شکل' ان قریشیوں نے اس کو سلام کہہ کر اپنا مدعا پیش کیا تو اس نے بتایا جب وہ آئے تو "باسمک اللّٰھم" پڑھو وہ بھاگ جائے گی' چنانچہ وہ اپنے ڈیرے میں واپس چلے آئے' وہ مادہ جن حسب سابق آئی تو امیہ نے "باسمک اللّٰھم" پڑھا اور وہ بھاگ گئی۔

حرب کی موت : لیکن جنات نے سانپ کے بدلہ میں حرب بن امیہ کو مار ڈالا اور اس کے رفقاء نے اس کو وہیں ویرانہ میں دفن کر دیا تو کسی جن نے کہا۔

وقبر حرب بمكان قفر وليس قرب قبر حرب قبر

(حرب کی قبر ویران مقام میں ہے' اس کی قبر کے پاس کسی کی قبر نہیں)

جانوروں کی زبان : بیان ہے کہ وہ بعض اوقات جانوروں کی زبان سمجھ لیتا تھا۔ چنانچہ سفر میں جا رہے تھے کہ اس نے اپنے رفقائے سفر کو بتایا کہ یہ جانور یہ بات کہہ رہا ہے۔ رفقاء نے کہا ہمیں اس بات کی صداقت کا کیا علم! چلتے چلتے بکریوں کے ایک ریوڑ کے پاس سے گزرے ایک بکری ریوڑ سے پیچھے رہ گئی اور اس کے ہمراہ ایک بزغالہ اور چھوٹا میمنہ تھا' بکری نے اس کی طرف متوجہ ہو کر "بیں بیں" کی اور بزغالہ کو تیزی رفتاری پر آمادہ کیا تو امیہ نے کہا معلوم ہے یہ کیا کہتی ہے؟ رفقاء نے کہا' کچھ معلوم نہیں۔ تو امیہ نے

بتایا کہ وہ بچے کو کہہ رہی ہے کہ جلدی جلدی چلو مبادا گذشتہ سال کے بچے کی طرح تجھے بھی بھیڑیا کھا جائے' یہ سن کر رفقاء نے چرواہے سے پوچھا کیا گذشتہ سال یہاں بھیڑیئے نے تمہارا بزغالہ شکار کر لیا تھا؟ تو چرواہے نے اثبات میں جواب دیا۔

شتر : امیہ ایک روز شتر کے پاس سے جا رہے تھے' اس پر ایک خاتون سوار تھی' اونٹ اس کی طرف منہ کر کے بلبلاتا تھا' تو امیہ نے کہا یہ شتر کہہ رہا ہے کہ تو مجھ پر سوار ہے' پالان میں سوئی ہے (جو مجھے چبھ رہی ہے) چنانچہ انہوں نے اس عورت کو اتار کر' پالان کھولا تو اس میں سوئی موجود تھی۔

کوا : ابن سکیت نے بیان کیا ہے کہ امیہ ایک روز پانی پی رہا تھا کہ کوے نے دو بار کائیں کر کے کہا' "**بفیک التراب**" یعنی تو ابھی مرجائے گا' کسی نے پوچھا یہ کیا کہہ رہا ہے تو اس نے بتایا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ تو اپنے ہاتھ والا پیالہ پینے کے بعد مرجائے گا۔ کوا پھر بولا تو امیہ نے کہا وہ بتا رہا ہے کہ میں اس روڑی پر سے ہڈی کھاؤں گا' وہ میرے حلق میں پھنس جائے گی اور میں مرجاؤں گا' کوے نے اس "روڑی" سے ہڈی کھائی اور اس کے حلق میں اٹک گئی تو وہ مرگیا۔ تو امیہ نے کہا اس نے اپنے متعلق تو صحیح کہا ہے۔ لیکن اب میں تجربہ کرتا ہوں کہ اس نے میرے متعلق بھی صحیح کہا ہے۔ پھر اس نے ہاتھ والا پیالہ پی لیا تو زمین پر ٹیک لگاتے ہی مرگیا۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہایت سچا کلام جو کسی شاعر نے کہا وہ لبید شاعر کا کلام ہے۔ **الا کل شئی ماخلا اللہ باطل** سنو! اللہ کے علاوہ ہر چیز نیست و نابود ہے' نیز فرمایا قریب تھا کہ امیہ مسلمان ہو جاتا۔

اچھے اشعار سننا : امام احمد' (روح' زکریا' ابراہیم بن میسرہ' عمر بن شرید) شرید ثقفی سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا تو آپ نے فرمایا' کیا امیہ کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا' سناؤ' میں سناتا رہا اور آپ مسلسل کہتے رہے "ایہ" اور' یہاں تک کہ میں نے سو اشعار سنائے پھر رسول اللہ ﷺ بھی خاموش ہو گئے اور میں بھی۔ (امام مسلم نے بھی اس کو ابن میسرہ سے نقل کیا ہے اور متعدد اسناد میں' عن عمرو بن شرید عن شرید بن سوید ثقفی عن النبی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **ان کاد یسلم**)

یحییٰ بن محمد بن صاعد' (ابراہیم بن سعید جوہری' ابو اسامہ' حاتم بن ابی صفرہ' سماک بن حرب' عمرو بن نافع) شرید ہمدانی ثقفی و اخوالہ سے بیان کرتے ہیں ہم حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ ایک روز میں (شرید) پیدل چل رہا تھا کہ پیچھے سے ایک سواری آئی اس پر رسول اللہ ﷺ سوار تھے آپ نے فرمایا "شرید ہے" میں نے کہا جی ہاں! پوچھا سوار ہو گئے؟ عرض کیا کیوں نہیں۔ مجھے تھکاوٹ نہ تھی محض حصول برکت کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار ہوا۔ آپ نے مجھے سواری بٹھا کر سوار کر لیا۔ پوچھا کیا امیہ کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے جی ہاں کہا تو آپ نے فرمایا "**ھات**" پڑھو' چنانچہ میں آپ کو سناتا رہا' میرا خیال ہے کہ میں نے آپ کو قریباً سو اشعار سنائے ہوں گے تو آپ نے فرمایا امیہ کی عاقبت کا علم اللہ جانے۔

ابن صاعد کہتا ہے یہ حدیث غریب ہے اور امیہ کے بارے جو رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا جاتا ہے۔

"امن شعره وکفر قلبه" اس کے اشعار میں ایمان کی جھلک ہے اور دل کافر ہے۔ مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں' واللہ اعلم۔ امام احمد نے بہ سند صحیح از عکرمہ از ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امیہ کے اشعار کی تصدیق فرمائی۔

زحل وثور تحت رجل يمينه والنسر للاخرى وليث مرصد
والشمس تبدو كل آخر ليلة حمراء يصبح لونها يتورد
تأبى فما تطلع لنا في رسلها إلا معذبة وإلا تجلد

(آدمی اور بیل اس کے عرش کے دائیں پائے کے تحت ہیں' گدھ دوسرے پائے کے لئے ہے اور شیر بھی اسی کام کے لئے مستعد ہے۔ ہر شب کے دامن سے سرخ سورج طلوع ہوتا ہے اور مطلع گلابی ہوتا ہے۔ وہ پس و پیش ہونا چاہتا ہے پھر وہ حسب دستور زیر عذاب اور زیر عتاب طلوع ہوتا ہے)

سورج کا طلوع ہونا : ابوبکر ہذلی از عکرمہ از ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ ستر ہزار فرشتے روزانہ سورج کو ٹھونسا مار کر کہتے ہیں افق پر نمودار ہو جا "اطلعی" تو وہ کہتا ہے میں ایسی قوم پر طلوع ہونا نہیں چاہتا جو اللہ کو چھوڑ کر میری پرستش کرتی ہے' چنانچہ جب وہ ناچار طلوع ہوتا ہے تو شیطان اس کو روکنے کی غرض سے آگے بڑھتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اور اس کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے' جب غروب ہونے لگتا ہے تو اللہ کے لئے سجدہ ریز ہونے کا عزم کرتا ہے تو پھر شیطان اس کو سجدہ سے روکنے کے لئے آڑے آتا ہے تو وہ اس کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور شیطان کو جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔ ابن عساکر نے یہ طویل بیان کیا ہے۔ "حاملین عرش کے بارے میں امیہ کے یہ اشعار بھی ہیں" رواہ ابن عساکر۔

فمن حامل احدى قوائم عرشه ولولا إله الخلق كلوا وأبلدوا
قيام على الاقدام عانون تحته فرائصهم من شدة الخوف ترعد

(بعض فرشتے اس کے ایک پایہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اگر کائنات کا معبود نہ ہوتا تو وہ تھک جاتے اور حیرت میں پڑ جاتے۔ اس کے نیچے قدم کے بل جھکے کھڑے ہیں ان کے کندھے شدت خوف سے کپکپا رہے ہیں)

اصمعی امیہ کے یہ اشعار پڑھا کرتے تھے :

مجدوا الله فهو للمجد أهل ربنا في السماء أمسى كبيرا
بالبناء الأعلى الذي سبق الناس وسوى فوق السماء سريرا
شرجعا يناله بصر العين ترى دونه الملائك صورا

(اللہ کی تعریف و ستائش بیان کرو' وہی شرف و مجد کا اہل ہے۔ ہمارا رب آسمان میں ہے۔ عظیم و کبیر ہے درطہ حیرت میں ڈال دینے والی عظیم عمارت کی وجہ سے اور اس نے آسمان کے اوپر عالی شان عرش کو استوار کیا ہے۔ اس قدر بلند ہے کہ نگاہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی' فرشتوں کو اس کے ورے گردن جھکائے ہوئے دیکھو گے)

امیہ : امیہ نے عبداللہ بن جدعان تیمی کی تعریف و ستائش میں بھی چند اشعار کہے ہیں۔

أأذكر حاجتی أم قد كفانی حياء إن شيمتك الحياء
وعلمك بالحقوق وانت فرع لك الحسب المهذب السناء
كريم لا يغيره صباح عن الخلق الجميل ولا مساء
يباری الريح مكرمة وجودا إذا ما الكلب أحجره الشتاء
وارضك مكرمة بنتها بنو تيم وانت لها سماء

(کیا میں اپنی ضرورت بیان کروں یا میرا آنا ہی تیرے شرم و حیا کے باعث کافی ہے کیونکہ تیری سرشت ہی حیا ہے۔ نیز تجھے حقوق العباد کا علم ہی کافی ہے' آپ خاندان کی بزرگ شاخ ہیں۔ آپ ہی کے لئے حسب و شرف اور وقعت و عظمت ہے۔ ایسا فیاض ہے کہ صبح و شام کی گردش اس کے حسن سلوک میں تبدیلی نہیں پیدا کرتی۔ وہ سخاوت کرنے میں تند ہوا سے مقابلہ کرتا ہے۔ جب کتے قحط سال سے متاثر ہوتے ہیں۔ تیرے مسکن کی بنیاد عمدہ اور مضبوط ہے جس کے بانی بنی تیم ہیں اور تو اس کی چھت ہے)

إذا أثنى عليك المرء يوما كفاه من تعرضه الثناء
لا ينكتون الارض عند سؤالهم كتطلب العلات بالعيدان
بل يسفرون وجوههم فترى لها عند السؤال كاحسن الألوان
واذا المقل اقام وسط رحالهم ردوه رب صواهل وقيان
واذا دعوتهم لكل ملمة سدوا شعاع الشمس بالفرسان

(جب تیرا ثنا خواں ایک بار تعریف کر دے تو اس کو بار بار تعریف کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ سوال کے وقت تنکوں سے زمین نہیں کریدتے' بہانہ تراش کی مانند۔ بلکہ وہ اپنے چہروں کو شگفتہ رکھتے ہیں' تو سوال کے وقت ان کے چہروں پر عجیب رونق و تروتازگی پائے گا۔ جب تہی دست ان کے محلہ میں آتا ہے' تو اسے گھوڑے اور کنیزیں دے کر واپس کرتے ہیں۔ جب تو ان کو کسی مصیبت کے لئے پکارے تو وہ اس قدر گھوڑے لاتے ہیں کہ سورج کی شعاعیں ماند پڑ جاتی ہیں)

بحیرا راہب : بارہ سال کی عمر میں جب رسول اللہ ﷺ چچا ابوطالب کے ہمراہ ایک تجارتی قافلہ میں شام تشریف لے گئے تو بحیرا راہب نے آپ کے چہرہ اقدس سے نبوت کے آثار پہچان لئے' اس نے دیکھا کہ سارے قافلے میں سے صرف آپ پر ابر سایہ افگن ہے۔ چنانچہ اس نے سارے قافلے کی ضیافت کی۔ امام ترمذی نے اس کے بارے ایک حدیث نقل کی ہے ہم اس پر آئندہ مفصل بحث کریں گے۔ حافظ ابن عساکر نے بحیرا کے بارے بہت معلومات جمع کی ہیں مگر ترمذی کی روایت کو نظرانداز کرنا تعجب خیز ہے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ وہ کفر بستی میں مقیم تھا جو بصریٰ سے چھ میل کی مسافت پر ہے۔ اس کو "دیر بحیرا" بھی کہتے ہیں' بعض کہتے ہیں کہ وہ بلقا کے علاقہ میں "منفعہ" نامی بستی میں آباد تھے جو "زیرا" کے عقب میں واقع تھی' واللہ اعلم۔

قس بن ساعدہ ایادی : "ہواتف جان" میں حافظ ابوبکر خرائطی نے (داؤد قنطری' عبداللہ بن صالح'

ابو عبداللہ مشرقی' ابو الحارث وراق' ثور بن یزید' مورق عجلی) عبادہ بن صامت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایاد کا وفد آیا تو آپ نے پوچھا کہ قس ایادی کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے کہا یارسول اللہ! فوت ہو گیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا عکاظ کے میلے پہ میں نے اسے سرخ اونٹ پر سوار دیکھا ہے' وہ نہایت سلیس اور شگفتہ بات کر رہا تھا' مجھے وہ اچھی طرح ازبر نہیں۔ مجلس کے ایک کونے سے ایک دیہاتی نے کہا یارسول اللہ! مجھے یاد ہے (رسول اللہ ﷺ یہ سن کر نہایت مسرور ہوئے) اس نے کہا وہ عکاظ میلہ میں سرخ شتر پر سوار تھا اور کہہ رہا تھا' اے لوگو! قریب آجاؤ اور سنو کہ جو فوت ہو گیا دنیا سے چلا گیا اور جو چیز آنے والی ہے وہ ضرور آئے گی' رات تاریک ہے' آسمان برجوں والا ہے' سمندر تلاطم خیز ہے' ستارے روشن ہیں' پہاڑ پیوستہ ہیں' نہریں رواں دواں ہیں' آسمان خبر کا سرچشمہ ہے' زمین عبرت کا مرقع ہے۔ تعجب ہے کہ میں دیکھتا ہوں لوگ جاتے ہیں واپس نہیں آتے' کیا ان کو وہیں قیام پسند آگیا ہے' اور وہ وہیں مقیم ہو گئے ہیں یا واپسی کا ارادہ ترک کر دیا ہے اور وہیں سو گئے ہیں' قس حتمی قسم کھا کر کہتا ہے کہ اللہ کا ایک پسندیدہ دین ہے جو تمہارے دین سے بہتر ہے پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

فـــي الذاهبـــين الأولـــين ٭ مـــن القـــرون لنـــا بصـــائر

لمـــا رأيـــت مـــوارداً ٭ للمـــوت ليـــس لهـــا مصـــادر

ورأيـــت قومـــي نحوهـــا ٭ يمضـــي الاصـــاغر والأكـــابر

لا مـــن مضـــى يـــأتي اليـــك ٭ ولا مـــن البـــاقين غـــابر

أيقنـــت أنـــي لا محالـــة ٭ حيـــث صـــار القـــوم صـــائر

(گذشتہ زمانے اور تاریخ عالم میں ہمارے لئے عبرت آموز سبق ہے۔ میں نے موت کے گھاٹ پر لوگوں کو جاتے دیکھا' واپس آتے نہیں۔ میں نے اپنی قوم کے بچے' بوڑھے' سب کو اس کی طرف جاتے دیکھا ہے۔ جانے والا تیرے پاس آئے گا نہ باقی ماندہ زندہ رہے گا۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ جہاں قوم پہنچ گئی ہے مجھے بھی وہاں لازماً جانا ہے)

(یہ سند غریب ہے)

معجم کبیر میں حافظ طبرانی نے (محمد بن سری بن مہران بن ناقد بغدادی' محمد بن حسان' محمد بن حجاج' مجالد' شعبی) ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا' آپ میں سے کوئی قیس ایادی کو جانتا ہے؟ تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم سب جانتے ہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اس کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا وہ تو فوت ہو گیا ہے' تو آپ نے فرمایا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ ذی قعد میں عکاظ کے میلے میں سرخ شتر پر سوار خطبہ دے رہا تھا۔

یاایھا الناس اجتمعوا واستمعوا دعوا من عاش مات ومن مات فات' وکل ماھو آت آت' ان فی السماء لخبرا' وان فی الارض لعبر مھاد وموضوع وسقف مرفوع ونجوم تمور' وبحار تغور' واقسم قس قسما حقالئن کان فی الامر اخی لیکون بعدہ سخط' ان اللہ دینا ھوا حب الیہ من دینکم الذی انتم علیہ' مالی اری الناس یذھبون ولا یرجعون' ارضوا بالمقام فاقاموا ام ترکوا فنا موا

بعد ازیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کو اس کے اشعار یاد ہیں تو پھر کسی نے شعر پڑھے (جن کا ترجمہ گذشتہ روایت میں بیان ہو چکا ہے) دلائل النبوۃ میں حافظ بیہقی نے بھی یہ واقعہ بہ سند محمد بن حسان سلمی بیان کیا ہے۔

"اخبار قس" میں اسی طرح استاذ ابن درستویہ نحوی نے بھی یہ واقعہ عبدالکریم --- تا --- محمد بن حجاج' ابراہیم واسطی نزیل بغداد عرف صاحب الفریسہ سے بیان کیا ہے۔ یحییٰ بن معین' ابو حاتم اقدی اور دار قطنی نے ابراہیم کو جھوٹا کہا ہے اور ابن عدی وغیرہ نے اس کو موضوع حدیث بنانے والا کہا ہے۔ حافظ بزار اور ابو نعیم نے یہ روایت محمد بن حجاج مذکور بالا سے بیان کی ہے۔ ابن درستویہ اور ابو نعیم نے (کلبی' ابو صالح) ابن عباس سے بھی نقل کیا ہے۔ یہ سند گذشتہ اسناد سے بہتر ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ ابوبکرؓ نے قس کی نظم و نثر رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کی۔ حافظ ابو نعیم (احمد بن موسیٰ بن اسحاق حطمی' علی بن حسین بن محمد مخزومی' ابو حاتم بجستانی' وھب بن جریر' محمد بن اسحاق' زہری' سعید بن مسیب) ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بکر بن وائل کا وفد آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے حلیف قس ایادی کا کیا حال ہے؟ (پھر طویل قصہ بیان کیا)

جارود کا اسلام لانا : احمد بن ابی طالب حجار' حسن بصری سے بیان کرتے ہیں کہ جارود بن معلی لاٹ پادری' کتب سماوی کا علم اور شارح تھا' تاریخ ایران کا ماہر تھا' عظیم طبیب اور فلسفی تھا' بڑا مدبر اور کایاں تھا' ادیب و اریب' حسین و جمیل' غنی اور رئیس تھا' وہ وفد عبدالقیس میں جو نہایت دانشور' فصیح و بلیغ' ذہین و فطین اور خطیب حضرات پر مشتمل تھا' رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور باادب کھڑے ہو کر کہا۔

یا نبی الهدی أتتك رجال قطعت فدفداً وآلا فآلا
وطوت نحوك الصحاصح بها لا تعد الكلال فيك كلالا
كل بهماء قصر الطرف عنها أرقلتها قلاصنا ارقالا
وطوتها العتاق يجمع فيها بكماة كانجم تتلالا
تبتغي دفع بأس يوم عظيم هائل أوجع القلوب وهالا

(اے ہدایت یافتہ نبی! آپ کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے ہیں' جنہوں نے صحرا اور سیراب در سیراب طے کئے ہیں۔ آپ کی طرف انہوں نے چٹیل ویرانوں کو تیزی سے عبور کیا ہے' وہ آپ کے بارے میں تھکاوٹ کو تھکاوٹ نہیں سمجھتے۔ ہر جانور نے ان صحراؤں سے اپنی نگاہ' تھکن کے باعث نیچی کر لی' لیکن ہماری سواریوں نے ان کو تیز رفتاری سے طے کیا۔ ان کو عمدہ سواریاں مسلح جوانوں کے لئے جو ستاروں کی طرح روشن مزاج ہیں لئے نہایت نشاط سے دوڑ رہی ہیں۔ بڑے خوفناک دن کے عذاب سے خلاصی چاہتے ہیں' جس نے دلوں کو گھائل اور بے چین کر دیا ہے)

ومزاداً لمحشر الخلق طراً وفراقاً لمن تمادى ضلالا

نحو نور من الاله وبرهان وبرو نعمة أن تنالا
خصك الله يا ابن آمنة الخير بها إذ أتت سجالا سجالا
فاجعل الحظ منك يا حجة الله جزيلا لاحظ خلف أحالا

(وہ میدان حشر کے لئے زاد راہ کے طالب ہیں اور سرکش گمراہ لوگوں سے یکسوئی اور علیحدگی کے خواہاں ہیں۔ وہ اللہ کے نور' دلیل و برہان' نیکی و نعمت کی طرف آئے ہیں کہ وہ اس سے بہرہ ور ہو سکیں۔ اے آمنہ کے فرزند ارجمند! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار انعامات سے مخصوص فرمایا ہے۔ اے حجت الٰہی! ہم پر زیادہ سے زیادہ نوازش فرما دیں' نکمے اور بد چلن کے مقسوم کی طرح نہیں)

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے قریب بٹھا کر فرمایا جارود! تم نے مع اپنی قوم کے اسلام لانے میں بڑی دیر کی' تو اس نے کہا **"فداک ابی وامی"** آپ پر میرے ماں باپ صدقے' جس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے میں دیر کی یہ اس کی بدقسمتی ہے۔ یہ عظیم گناہ اور شدید عذاب ہے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جنھوں نے آپ کو دیکھا یا سنا اور آپ کو نظر انداز کر کے کسی اور کے تابع ہو گئے' اب آپ کو میرے دین اور اعتقاد کے بارے بخوبی علم ہے' میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں' میں اس دین کو ترک کر کے آپ کے دین کو قبول کرتا ہوں' کیا یہ میرے گزشتہ گناہ اور تقصیر کا مداوا ہو جائے گا؟ اور رب کی رضا کا باعث بن جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس بات کا ضامن ہوں' نصرانیت اور عیسائیت کو ترک کر کے خالص وحدانیت اختیار کر لو' تو جارود نے عرض کیا **"فداک ابی وامی"** ہاتھ پھیلایئے میں مسلمان ہو کر آپ کی بیعت کرتا ہوں' خالص توحید اور آپ کی رسالت کا تہہ دل سے اقرار کرتا ہوں۔ وہ اور اس کی ساری قوم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی' رسول اللہ ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور ان کی خاطر خواہ تعظیم و تکریم کی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا' کیا آپ میں سے کوئی قس ایادی کو جانتا ہے تو جارود نے کہا **"فداک ابی وامی"** ہم سب جانتے ہیں اور ان میں سے میں اس کے حالات کو بخوبی جانتا ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ قس ایادی خالص عرب ہے' چھ سو سال زندہ رہا' جنگلات اور صحراء میں زندگی کا اکثر حصہ بسر کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بلند آواز سے تسبیح و تقدیس کرتا تھا۔ بے قرار اور بے در تھا اور ہمسایہ سے بھی بے نیاز تھا' ٹاٹ زیب تن' سیروسیاحت سے شغل' زہد اور ترک دنیا سے شغف' شترمرغ کے انڈوں پر گزر بسر' وحشی جانوروں سے مانوس' تاریکی سے لطف اندوز' غورو فکر اور عبرت آموزی کا پیکر' یکتائے روزگار' ضرب المثل' ماہر بست و کشاد' حواریوں کے رئیس سمعان سے فیض یاب وہ پہلا عربی ہے جس نے اللہ کی الوہیت' وحدانیت کا اظہار کیا اور اس کی پرستش کا اقرار کیا' حشر اور حساب پر ایمان کا اعلان کیا' برے انجام سے ہوشیار کیا' بروقت کام پر آمادہ کیا' موت کو عبرت انگیز قرار دیا' ہر حال میں تقدیر پر رضامندی کا اظہار کیا' قبرستان کی زیارت کی' حشر نشر کو یاد کیا اور اشعار میں لوگوں کو تبلیغ کی' قضا و قدر میں غور کیا' آسمان اور نشوونما کے بارے اس نے بتایا' اس نے ستاروں کے متعلق بیان کیا اور پانی کی حقیقت بیان کی' سمندروں کا

تذکرہ کیا اور آثار قدیمہ کو پہچانا' اس نے سوار ہو کر خطبہ دیا اور تگ و دو سے نصیحت کی' اس نے غم اور غصے سے آگاہ کیا' اس نے کتابوں اور رسولوں کو ترتیل و آہستگی سے پڑھا اور ہر خوفناک امر کو بیان کیا' اپنے خطابات میں اس نے مشکل امور کے سرانجام دینے پر آمادہ کیا اور اپنی کتابوں میں اس کو واضح بیان کیا' زمانے کی گردش سے اس نے آگاہ کیا اور اس نے صنف نازک کے بارے آگاہ کیا اور اس کی اہمیت کو بیان کیا' شرک و کفر سے دور رہنے کی تلقین کی اور دین حنیف کی رغبت دلائی اور الوہیت کی طرف دعوت دی۔

عکاظ کے میلے میں اس نے خطاب کیا' سورج کا طلوع اور غروب ہونا ہے' یتیمی اور کنبہ داری ہے' صلح اور جنگ ہے' خشک اور تر ہے' تلخ اور شیریں ہے' سورج اور چاند ہیں' ہوائیں اور برسات ہے' دن اور رات ہے' مرد اور عورت ہے' سمندر اور جنگلات ہیں' غلہ اور نباتات ہے' مائیں اور باپ ہیں' اجتماع اور انتشار ہیں' یہ سب علامات در علامات ہیں۔ (اللہ کی ذات پر)

روشنی اور تاریکی ہے' فراخ دستی اور تنگ دستی ہے' اللہ اور بت ہیں' لوگ گمراہ ہیں' نومولود ہے اور قبر مفقود ہے' پرورش معدوم ہے' ایک فقیر ہے دوسرا غنی ہے' ایک نیک ہے' دوسرا گنہ گار ہے' غافل اور مدہوش لوگوں کی ہلاکت ہے' عمل کرنے والا اپنے اعمال کو درست پائے گا اور محض امید پر جینے والا رائیگاں ہو گا۔ غلط نہیں درحقیقت وہی ایک معبود ہے' نہ باپ نہ بیٹا' لوٹانے والا اور ظاہر کرنے والا' موت اور زندگی بخشنے والا' نر اور مادہ کو پیدا کرنے والا' دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔

امابعد! اے گروہ ایاد! کہاں ہیں ثمود اور عاد' کہاں ہیں باپ اور دادا' کہاں ہیں بیمار اور تیماردار' ہر ایک کا انجام اور معاد ہے' فرداً" فرداً" اکٹھے کئے جاؤ گے' جب صور پھونکا جائے گا اور زمین روشن ہو جائے گی اور واعظ نصیحت کرے گا' مایوس اور بے بس الگ ہو جائے گا اور صاحب نظر دیکھ لے گا۔ صد افسوس ہے اس کے لئے جو واضح حق سے منحرف ہوا' روشن نور سے الگ ہوا' بروز قیامت اللہ کے سامنے عدل و انصاف کی عدالت میں پیش ہونے سے منکر ہوا۔ جب اللہ فیصلہ نافذ کرے گا اور نبی حاضر و موجود ہو گا' مددگار مفقود ہو گا' کوتاہی اور گناہ و جرم سامنے ظاہر ہو گا۔ ایک گروہ جنت میں اور دوسرا دوزخ میں ہو گا' قس ایادی نے کہا

ؔ

ذکر القلب من جواه ادکار   ولیال خلالهن نهار
وسجال هواطل من غمام   ثرن ماء وفی جواهن نار
ضوءها یطمس العیون وأرعا   دشداد فی الخافقین تطار
وقصور مشیدة حوت الخیر   واخری خلت بهن قفار
وجبال شوامخ راسیات   وبحار میاههن غزار

(سوز دل سے اس کی یاد ہے اور راتوں کے درمیان میں دن ہیں۔ اور موسلا دھار بارش ہے بادلوں سے' بادلوں نے پانی کو جوش دیا اور ان کی سوزش میں آگ روشن ہے۔ اس کی روشنی آنکھوں کو چندھیا رہی ہے اور مشرق و مغرب میں سخت گرج کی آواز آرہی ہے۔ اور مضبوط قلعوں میں خیر و برکت ہے اور کچھ خالی بے آباد ہیں۔ اور بلند و بالا

مضبوط پہاڑ ہیں اور سمندروں کے پانی بہت اور بے کراں ہیں)

ونجوم تلوح فی ظلم اللیل نراھا فی کل یوم تدار
ثم شمس یحثھا قمر اللیل وکل متابع موّار
وصغیر وأشمط وکبیر کلھم فی الصعید یوما مزار
وکبیر مما یقصر عنہ حدسہ الخاطر الذی لا یحار
فالذی قد ذکرت دل علی اللہ نفوسا لھا ھدی واعتبار

(اور ستارے رات کی تاریکی میں چمکتے ہیں ہم ان کو روزانہ متحرک دیکھتے ہیں۔ پھر چاند سورج کو اکساتا کرتا ہے اور سب پے در پے متحرک ہیں۔ بچے ادھیڑ عمر اور عمر رسیدہ سب کا ایک روز زمین کے اندر مزار ہو گا۔ اور عمر رسیدہ جس سے اس کا وہم و گمان بھی قاصر ہے۔ جو باتیں ذکر ہو چکی ہیں وہ لوگوں کے لئے اللہ کی طرف رہنما ہیں ان کے لیے ان میں ہدایت اور عبرت میسر ہے)

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں عکاظ کے میلے میں قس ایادی کو سرخ اونٹ پر سوار خطبہ دیتے ہوئے کبھی نہیں بھول سکتا اس نے کہا' اکٹھے ہو جاؤ اور سنو اور جب سن چکو تو یاد رکھو اور پھر یادداشت سے فائدہ اٹھاؤ اور جب بات کرو تو سچ بولو' جو زندہ ہے وہ فوت ہو گا اور جو فوت ہو گیا وہ دنیا سے چلا گیا' ہر آنے والی چیز آکر رہے گی' بارش اور نباتات زندہ اور مردے' تاریک رات' آسمان برج والے' ستارے چمکدار' بحر بیکراں' روشنی اور تاریکی' دن اور رات' نیکی اور گناہ' بے شک آسمان میں خبرو آگاہی ہے' زمین میں سامان عبرت ہے' اس میں دانشور حیرت زدہ ہیں' زمین ہموار ہے' آسمان بالا ہے' ستارے مخفی ہیں اور سمندر ساکن ہیں' موت قریب ہے' زمانہ فریب دہ ہے' تیر کی دھار کی طرح اور ترازو کے تول کی طرح۔

قس نے قسم اٹھائی ---- وہ اس میں جھوٹا ہے نہ گنہ گار ---- کہ اگر اس زندگی میں خوشی میسر ہے تو اس میں رنج و ملال بھی ہو گا۔ پھر اس نے کہا' اے لوگو! اللہ کا ایک دین ہے جو اسے تمہارے اس دین سے پسندیدہ ہے اور یہ اس کے ظہور کا وقت ہے۔ پھر قس نے کہا' میں دیکھتا ہوں لوگ دنیا سے جاتے ہیں واپس نہیں لوٹتے' کیا وہیں انہوں نے اقامت کو پسند کر لیا یا دنیا کے دھندوں سے آزاد ہو گئے اور محو خواب ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اس کے اشعار کون سناتا ہے؟ تو ابو بکرؓ نے کہا "فداک ابی وامی" میں اس روز موجود تھا وہ کہہ رہا تھا ---- پھر ابو بکر صدیق ؓ نے وہی اشعار پڑھے جو حافظ ابو بکر خرائطی کی روایت میں مذکور ہیں۔

ایک عجیب واقعہ : بعد ازاں مجلس میں سے وفد کے ایک عمر رسیدہ' عظیم سر طویل قامت' عریض سینہ بوڑھے شخص نے اٹھ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "فداک ابی وامی" میں نے قیس ایادی کا ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھا ہے' آپ نے فرمایا بتاؤ کیا دیکھا ہے؟ اس نے کہا جوانی کے ایام میں میرے چار اونٹ بھاگ گئے' میں ان کی تلاش میں وسیع و عریض صحرا' جس میں ککڑیاں اور جثجاث کے درخت تھے۔ وہ کھجوروں کے درختوں حوذان (سبزی) سے ڈھکے ہوئے میدانوں' تاریک ویرانوں اور ایہقان (بوٹی) سے

آراستہ سرسبز و شاداب علاقے کے درمیان تھا۔ میں ان جنگلات کے میدانوں میں گھوم رہا تھا اور اس کے ویرانوں میں چکر لگا رہا تھا۔ اچانک میں ایک ٹیلے کے پاس پہنچا اس کے دامن میں پیلو کے درخت تھے' اس کا پھل خوب ترو تازہ تھا' اس کی شاخیں پھل کے بوجھ سے جھکی ہوئی تھیں' گویا پیلو' سیاہ مرچ کی طرح ہے اور اس کی ٹہنیاں بابونہ کی طرح ہیں۔

پھر یکایک وہاں ایک جوش مارنے والے چشمہ سرسبز و شاداب باغ اور خود کاشتہ درخت پر پہنچا۔ اس درخت کے نیچے قیس ایادی تشریف فرما ہیں' ان کے ہاتھ میں چھڑی ہے' میں نے اس کے قریب ہو کر کہا **"هلا انعم صباحا"** (دور جاہلیت کا السلام علیکم) اس نے بھی جواب دیا **"وانت فنعم صباحک"** (یعنی وعلیکم السلام) چشمے پر پینے کے لئے کئی ایک درندے آئے' کوئی درندہ اگر اپنی باری سے پہلے پانی پینے کی کوشش کرتا تو اس کو ہاتھ والی چھڑی مار کر کہتا صبر کر' پہلے کو پی لینے دے' میں یہ منظر دیکھ کر خوفزدہ ہوا تو اس نے میری طرف دیکھ کر کہا' مت ڈر' وہاں دو قبروں کے درمیان ایک مسجد تھی' پوچھا یہ قبریں کن کی ہیں؟ تو اس نے کہا یہ دو بھائی تھے' یہاں اللہ کی پرستش کیا کرتے تھے' میں بھی ان کی قبروں کے درمیان اللہ کی عبادت کرتا رہوں گا تاآنکہ میں فوت ہو جاؤں' میں نے عرض کیا' آپ اپنی قوم کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے؟ ان کے نیک کاموں میں شامل ہوں اور برے کاموں سے علیحدہ رہو' اس نے مجھے کہا **"ثکلتک امک"** تو مرے' کیا تجھے معلوم نہیں کہ بنی اسماعیلؑ نے اپنے باپ کا دین ترک کر دیا ہے۔ متضاد باتوں کے پیروکار ہیں' بتوں کی تعظیم کرتے ہیں' پھر اس نے قبروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

خليلي هبّا طالما قد رقدتما ... أجد كما لا تقضيان كراكما
أرى النوم بين الجلد والعظم منكما ... كأنّ الذى يسقى العقار سقاكما
أمن طول نوم لا تجيبان داعياً ... كأن الذى يسقى العقار سقاكما
ألم تعلما أني بنجران مفرداً ... ومالى فيه من حبيب سواكما

(میرے دوستو! نیند سے بیدار ہو جاؤ' بہت سو چکے' کیا تمہاری کوشش ہے کہ نیند کو ختم نہ کرو۔ کیا گہری نیند کی وجہ سے تم جگانے والے کو جواب نہیں دے رہے' گویا ساقی نے تمہیں شراب پلا کر مدہوش کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے گوشت پوست میں نیند سرایت کر چکی ہے گویا ساقی نے شراب پلا دی ہے)

مقيم على قبريكما لست بارحا ... اياب الليالى أو يجيب صداكما
أبكيكما طول الحياة وما الذى ... يرد على ذى لوعة أن بكاكما
فلو جعلت نفس لنفس أمرىء فدى ... لجدت بنفسى أن تكون فداكما
كأنكما والموت أقرب غاية ... بروحى فى قبريكما قد أتاكما

(میں تمہاری قبروں پر مقیم ہوں کہیں جانے کا نہیں حتیٰ کہ تمہاری آواز آجائے۔ کیا میں زندگی بھر تم کو روتا رہوں' پریشان آشفتہ حال کو کون جواب دے گا اگر تمہیں روتا رہے۔ اگر کوئی زندہ کسی پر قربان ہو سکتا' تو میں اپنی جان تم پر قربان کر دیتا۔ گویا کہ تم اور تمہاری موت' میری روح کا پہلا ہدف ہے کہ وہ تمہارے پاس آئے)

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قس پر اللہ رحم فرمادے وہ قیامت کے روز بذات خود ایک قوم کے برابر ثواب میں اٹھایا جائے گا۔ اس سند سے یہ حدیث نہایت غریب ہے اور یہ مرسل ہے۔ الا یہ کہ حسن بصری کا جارودؓ سے سماع ثابت ہو' واللہ اعلم۔

پیش گوئی : حافظ بیہقی اور حافظ ابو القاسم نے بہ سند (محمد بن عیسیٰ بن محمد بن سعید قرشی اخباری' ابوہ عیسیٰ بن محمد' علی بن سلیمان بن علی' علی بن عبداللہ) عبداللہ بن عباس سے بیان کیا ہے کہ جارودؓ آیا الخ۔ گذشتہ حسن بصری والی روایت سے بھی اس نے طویل روایت بیان کی ہے اور اس میں اونٹوں کے متلاشی بوڑھے سے منقول ہے کہ میں نے ایک ایسی وادی میں رات بسر کی جہاں مجھے موت کا انتہائی خطرہ تھا' بس صرف تلوار پر ہاتھ تھا' ستاروں کو گن رہا تھا اور شدید تاریکی کو دیکھ رہا تھا' یہاں تک کہ رات کی تاریکی ذرا ہلکی ہوئی اور صبح نمودار ہونے کے قریب ہوئی تو ہاتف نے کہا

یاأیها الراقد فی اللیل الاجم قد بعث اللہ نبیاً فی الحرم

من هاشم أهل الوفاء والکرم یجلو دجیات الدیاجی والبهم

(اے تاریک رات میں سونے والے! اللہ نے حرم میں نبی مبعوث فرمایا ہے۔ وہ اہل وفا اور اہل سخا ہاشم قبیلہ سے ہیں گھٹاٹوپ اندھیروں میں وہ اجالا کر رہا ہے)

وہ بوڑھا کہتا ہے' میں نے اپنے آس پاس دیکھا تو کوئی شخص نظر نہ آیا اور نہ ہی کسی کے چلنے کی آہٹ سنی تو میں نے کہا۔

یاأیها الهاتف فی داجی الظلم أهلا وسهلا بك من طیف الم

بیّن هداك اللہ فی لحن الکلم ماذا الذی تدعو الیه یغتنم

(اے تاریکی میں آواز دینے والے' خوش آمدید ہے اس خیال کو جو آیا۔ اللہ تیرا راہنما ہو! طرز بیان بامحاورہ ہو' جس کی طرف تو بلا رہا ہے وہ تو غنیمت ہے)

اس نے کہا میں نے کچھ آواز محسوس کی اور اس نے کہا' نور ہدایت رونما ہو چکا ہے' باطل مضمحل ہے' اللہ نے محمد ﷺ کو حبور و سرور کے ہمراہ مبعوث کیا ہے۔ سرخ شتر والے تاج اور خود والے' خوبرو' چاند سا چہرہ' آنکھ کی سفیدی اور سیاہی خوب گہری ہو گی' کلمہ توحید کا قائل ہو گا۔ یہ محمدؐ ہیں جو عرب و عجم' شہر اور دیہات کے لوگوں کی طرف مبعوث ہیں' پھر اس نے کہا۔

الحمد للہ الذی لم یخلق الخلق عبث

لم یخلنا یوما سدی من بعد عیسی واکترث

أرسل فینا أحمدا خیر نبی قد بعث

صلی علیه اللہ ما حج له رکب وحث

(سب تعریف ہے اس ذات کی جس نے مخلوق کو عبث اور بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ اس نے ہمیں کبھی مہمل نہیں چھوڑا' عیسیٰ کے بعد اور پورا خیال کیا۔ اللہ اس پر صلوۃ و سلام بھیجے جب تک سوار حج کرتے رہیں اور اس پر آمادہ

کرتے رہیں)

اس روایت میں قس کے اشعار :

یا ناعی الموت والملحود فی جدث   علیهم من بقایا قولهم خرق

دعهم فان لهم یوما یصاح بهم   فهم اذا انتبهوا من نومهم أرقوا

حتی یعودوا بحال غیر حالهم   خلقاً جدیداً کما من قبله خلقوا

منهم عراة ومنهم في ثیابهم   منها الجدید ومنها المنهج الخلق

(اے موت کی خبر دینے والے اور میت قبر میں ہے' ان پر ان کے اقوال کی دہشت اور حیرت چھائی ہوئی ہے۔ ان کو چھوڑو! بے شک ان کے لئے ایک وقت مقرر ہے اس میں ان کو پکارا جائے گا' جب وہ اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو سنبھل جائیں گے۔ بعض ان سے برہنہ ہوں گے' اور بعض اپنے لباس میں' بعض کا لباس سیاہ ہو گا اور بعض کا بوسیدہ ہو گا)

حافظ بیہقی' ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں' یہ روایت بھی علی بن عبد اللہ از ابن عباس کی روایت کے بالکل مطابق ہے اس میں صرف یہ اضافہ ہے کہ مذکور بالا تین اشعار ایک صحیفہ میں تھے' جو اس کے سرہانے تھا اور اس کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ! قس ایادی کا قیامت پر ایمان تھا۔ یہ جملہ اسانید ضعیف ہونے کے باوجود' اصل قصہ کے ثبوت پر ایک دوسرے کی معاون ہیں۔ امام ابو محمد بن درستویہ نحوی نے اس حدیث کے غریب اور نامانوس الفاظ کی تشریح کی ہے۔ حدیث کے زیادہ تر حصہ کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ جن الفاظ میں کچھ غرابت غیرمانوسیت اور اجنبیت ہے' وہ ہم نے حواشی میں بیان کر دیئے ہیں مگر یہ حواشی مطبوعہ اور مخطوطہ کسی نسخے میں موجود نہیں ہے' واللہ اعلم۔

حافظ بیہقیؒ (ابو سعید بن محمد بن احمد شعیشی' ابو عمرو بن ابی طاہر محمد آبادی' ابو لبابہ محمد بن مہدی اموردی' ابوہ' سعید بن ہبیرہ' معتمر بن سلیمان' ابوہ) انس بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ قوم ایاد کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے ان سے قس ایادی کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ (۶۰۰ء) میں فوت ہو چکا ہے۔ بعد ازیں حافظ ابو بکر خرائطی کی روایت از عبادہ بن صامت کے بالکل مطابق ہے۔ حافظ بیہقی فرماتے ہیں یہ روایت (کلبی' ابو صالح) ابن عباس سے کچھ کمی بیشی کے ساتھ مروی ہے۔ حسن بصری سے بھی منقطع مروی ہے' سعد بن ابی وقاصؓ' ابو ہریرہؓ' عبادہ بن صامتؓ' عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی دلائل میں ابو نعیم نے (عبداللہ بن محمد بن عثمان واسطی' ابو الولید طریف بن عبیداللہ مولی علی بن ابی طالب در موصل' یحییٰ بن عبدالحمید رحمانی' ابو معاویہ' اعمش' ابوالضحیٰ' مسروق' ابن مسعودؓ) بیان کی ہے' نیز حافظ ابو نعیم نے عبادہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی روایات بھی بیان کی ہیں۔ حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ جب ایک حدیث متعدد طرق اور اسانید سے مروی ہو اگرچہ اس کی بعض سندیں ضعیف ہی ہوں تو اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اس حدیث کی بنیاد موجود ہے' واللہ اعلم۔

زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن

عدی بن کعب بن لوی قرشی عدوی ----- حضرت عمر کے والد خطاب' زید کے چچا اور ماں جایا اخیافی بھائی ہیں' کیونکہ عمرو بن نفیل نے اپنے باپ کی منکوحہ' خطاب بن نفیل کی والدہ سے نکاح کر لیا تھا' (زبیر بن بکار اور محمد بن اسحاق کے بیان کے مطابق)

زید بن عمرو بت پرستی چھوڑ کر اپنے آبائی دین سے علیحدہ ہو چکے تھے اور صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ یونس بن بکیر' اسماء بنت ابی بکر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن عمرو کو کعبہ سے ٹیک لگائے دیکھا وہ کہہ رہے تھے' اے گروہ قریش! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں زید کی جان ہے کہ میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر قائم نہیں' پھر کہتے ہیں' یا اللہ! اگر مجھے تیری عبات کا صحیح اور پسندیدہ طریقہ معلوم ہو جاتا تو میں اسی طریقہ سے تیری عبادت کرتا پھر اپنی سواری پر ہی سجدہ ریز ہو جاتے۔ ابو اسامہ' ہشام بن عروہ سے اسی طرح روایت بیان کرتے ہیں' لیکن اس میں مزید اضافہ ہے کہ وہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور اقرار کرتے تھے کہ میرا معبود' ابراہیمؑ کا معبود ہے' میرا دین ابراہیم کا دین ہے' "موؤدہ" اور زندہ درگور لڑکی کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے' اس کا "قاتل" باپ جب قتل کا عزم کر لیتا تو اسے کہتے مت قتل کر' میرے سپرد کر دو میں اس کی کفالت کروں گا' جب جوان ہو جائے خواہ لے لو' خواہ میرے پاس رہنے دو۔ امام نسائی نے بھی اس کو بہ سند ابی اسامہ بیان کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو معلق بیان کیا ہے کہ لیث کہتے ہیں ہشام بن عروہ نے بہ سند عروہ یہ روایت مجھے تحریر کر کے ارسال کی۔

یونس بن بکیر' محمد بن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ قریش کے چند افراد زید بن عمرو' ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ' عثمان بن حویرث بن اسد بن عبدالعزیٰ اور عبداللہ بن جحش بن رہ ب بن یعمر بن صبرہ بن برہ بن کبیر بن غنم بن دوان بن اسعد بن اسد بن خزیمہ (اس کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب ہے اور ہمشیرہ زینبؓ بنت جحش جن سے رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ سے طلاق کے بعد شادی کر لی تھی) ایک عید میں جمع ہوئے جس میں وہ اپنے بت کے پاس جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ انہوں نے آپس میں "راست گوئی" اور سچ بولنے کا معاہدہ کیا اور رازداری کا عہد لیا' ان میں سے کسی نے کہا' تم جانتے ہو کہ تمہاری قوم "راہ حق" پر نہیں' ابراہیمی دین کو چھوڑ چکی ہے' بت کیسا معبود ہے؟ بے کار' نہ فائدہ مند نہ نقصان دہ' اپنے لئے صحیح دین تلاش کرو' چنانچہ وہ دین کی تلاش میں اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور مختلف ممالک میں یہود و نصاریٰ اور دیگر اہل ادیان سے ابراہیمی دین کی جستجو کرتے رہے۔

ورقہ بن نوفل : ورقہ بن نوفل نے عیسائیت اختیار کر لی اور وہ اس میں پختہ ہو گیا' عیسائیوں سے علم حاصل کر کے جید عالم بن گیا۔

زید بن عمرو : زید بن عمرو ان میں سے نہایت انصاف پرور اور ثابت قدم تھا' بت پرستی سے دور رہا' یہودیت' عیسائیت اور مجوسیت سے الگ رہا' ابراہیمی دین کا پابند تھا' موحد تھا' بتوں کا منکر تھا' غیر اللہ کے نام پر ذبح کردہ جانور کے گوشت سے پرہیز کرتا تھا۔ جب قریش کے مشرکانہ رسوم سے اس نے الگ رہنے کا عزم

کر لیا تو خطاب نے اس کو بے حد اذیت پہنچائی' گھر چھوڑ کر مکہ کے بالائی حصہ میں چلے گئے' خطاب نے قریشی نوجوانوں اور اوباشوں کو اس بات پر مامور کر دیا تھا کہ وہ مکہ میں داخل ہونے نہ پائے۔ آپ چوری چھپے گھر آتے' جب ان کو معلوم ہو جاتا تو آپ کو نکال باہر کرتے اور سخت اذیت پہنچاتے' مباداان کے دین کو زک پہنچائے یا کوئی اس کے تابع ہو جائے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں میں نے ایک نہایت ثقہ راوی سے سنا ہے کہ زید قریش کے بتوں کے نام پر ذبح کرنے پر نکتہ چینی کرتے تھے کہ بکری کو اللہ نے پیدا کیا' اس کے لئے آسمان سے پانی برسایا' زمین پر چارہ اگایا۔۔۔ اللہ کے ان احسانات کے ہوتے ہوئے تم غیر اللہ کے نام پر کیوں ذبح کرتے ہو۔

یونس' ابن اسحاق سے بیان کرتے ہیں' زید مکہ کی سکونت ترک کر کے ابراہیمی دین کو تلاش کی خاطر کہیں اور جانے کا قصد کرتے' اس کی بیوی صفیہ بنت حضرمی کو جب یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ کہیں جانے کا ارادہ کر رہا ہے تو خطاب بن نفیل کو بتا دیتی' چنانچہ وہ بصد مشکل دین ابراہیم کی تلاش میں شام کی طرف روانہ ہو گئے' مسلسل اس کی تلاش و جستجو میں رہے۔ (موصل) جزیرہ' سب علاقے چھان مارے' بلقا کے بیع اور گرجا میں یگانہ زمان ایک لاٹ پادری سے ملاقات ہوئی اور اس سے دین ابراہیم کے بارے میں دریافت کیا تو لاٹ پادری نے کہا آپ ایسے گوہر نایاب کی تلاش و جستجو میں ہیں جس کا بتانے والا کوئی نہیں' اس کے عالم ناپید ہو گئے ہیں اور اس کے ماہر دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں' لیکن ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ قریب آگیا ہے' چنانچہ وہ راہب کی بات سنتے ہی مکہ کی طرف عازم سفر ہو گیا' قوم لخم کے علاقہ میں پہنچا تو ان کے ہاتھوں وہاں قتل ہو گیا اور ورقہ بن نوفل نے مرثیہ کہا۔

رشدت وأنعمت ابن عمرو وإنما تجنبت تنوراً من النار حاميا
بدينك رباً ليس رب كمثله وتركك أو ثان الطواغي كماهيا
وقد تدرك الانسان رحمة ربه ولو كان تحت الأرض ستينا واديا

(اے ابن عمرو! تو نے ہدایت پائی اور خوش و خرم ہو گیا اور تو نے آگ کے گرم تور سے نجات پائی۔ بوجہ اپنے رب کی عبادت کے' جس کی مثل مفقود ہے اور بوجہ طاغوت بتوں کے ترک کرنے کے۔ اور بے شک انسان کو رحمت الٰہی پالیتی ہے اگرچہ وہ زمین کی ساٹھ وادیوں میں ہو)

ابن ابی شیبہ' زید سے بیان کرتے ہیں کہ جاہلی دور میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا' حتیٰ کہ وہ ایک یہودی کے پاس آیا تو اس سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے یہودی بنالیں تو یہودی نے کہا کہ آپ یہودیت میں تب داخل ہو سکتے ہیں جب اللہ کے غضب سے اپنے حصہ کا اعتراف اقرار کرو' تو زید نے کہا غضب الٰہی سے تو میں بچنے کے لئے پھرتا ہوں۔ پھر اس نے عیسائی عالم سے کہا آپ مجھے دائرہ عیسائیت میں شامل کر لیں تو اس نے کہا عیسائیت میں داخلہ کے لئے اپنے حصہ کی ضلالت کا اعتراف ضروری ہے' تو اس نے کہا ضلالت و خباثت سے تو میں متنفر ہوں' تو عیسائی عالم نے کہا میں آپ کو ایک ایسے دین کی بابت بتاتا ہوں اگر تم اختیار کر لو تو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے تو اس نے پوچھا کون سا دین؟ تو اس نے کہا' دین ابراہیم' تو

اس نے کہا' الٰہی میں گواہی دیتا ہوں کہ میرا جینا اور مرنا دین ابراہیم پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا تذکرہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا وہ قیامت کے روز تنہا ایک قوم ہو گا۔ موسیٰ بن عقبہ نے سالم کے ذریعہ ابن عمر سے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

محمد بن سعد' عبدالرحمان بن زید بن خطاب سے بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرو نے کہا' میں نے یہودیت اور عیسائیت کو قریب سے دیکھا اور ان کو ناپسند کیا' میں نے شام اور اس کا گرد و نواح' چھان مارا حتیٰ کہ میں ایک راہب کے پاس اس کی عبادت گاہ میں آیا' اپنے وطن سے دور دراز سفر کرنے کی غرض بتائی' بت پرستی' یہودیت اور عیسائیت سے نفرت کا اظہار کیا' تو اس نے کہا' اے مکی' معلوم ہوتا ہے تو دین ابراہیم کا طلب گار ہے؟ تو ایسے دین کا طالب ہے جس کا وجود آج ناپید ہے۔ وہ تیرے مورث اعلیٰ ابراہیم کا دین ہے وہ حنیف تھا' یہودی تھا نہ عیسائی صرف حنیف تھا۔ وہ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا تھا۔ لہٰذا تم اپنے علاقے میں چلے جاؤ' اللہ تعالیٰ تیری قوم سے تیرے شہر میں نبی مبعوث کرے گا جو دین ابراہیم کو پیش کرے گا وہ ساری کائنات سے اللہ کو معزز و محترم ہے۔

یونس' ابن اسحاق' آل زید کے کسی فرد سے بیان کرتے ہیں کہ زید بیت اللہ میں داخل ہوتے تو کہتے "**لبیک حقا حقا تعبدا ورقا**" میں حاضر ہوں' تیرے سامنے صدق دل سے بندگی اور غلامی کی غرض سے' میں اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جس سے ابراہیم نے پناہ مانگی تھی' جب اس نے کہا تھا' میرا چہرہ تیرے سامنے خم اور خاک آلودہ ہے جو تو مجھے تکلیف دے میں اسے برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں میں نیکی اور تواضع کا خواست گار ہوں' بڑائی اور تکبر کا نہیں' محو خواب رہنے والا دوپہر کو چلنے والے کی مانند نہیں۔ ابوداؤد طیالسی' سعید بن زید سے بیان کرتے ہیں کہ زید اور ورقہ دونوں دین کی تلاش میں ایک راہب کے پاس موصل پہنچے تو راہب نے زید سے پوچھا اے شتر سوار! کہاں سے آئے ہو' تو اس نے کہا مکہ سے' پوچھا "کس کی تلاش میں" تو اس نے کہا دین کی جستجو میں' تو راہب نے کہا' واپس چلے جایئے' عنقریب یہ دین تیرے علاقہ میں رونما ہو گا' چنانچہ ورقہ نے تو عیسائیت قبول کر لی' میں نے بھی عیسائیت قبول کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ میرے خیال کے مطابق نہ تھی' میں یہ کہتا ہوا واپس چلا آیا۔

لبیک حقا حقا تعبدا ورقا' البرا ابغی لا الخال فهل مهجر کمن قال

امنت بما آمن به ابراهیم وهو یقول' انفی لک عان راغم مهما تجشمنی فانی جاشم یہ کہہ کر سجدہ ریز ہو جاتے (اس کا ترجمہ مذکور بالا روایت میں ہو چکا ہے)

سعید بن زید یکے از عشرہ مبشرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے والد' آپ کو معلوم ہی ہے کیسے تھے' آپ اس کے لئے دعا مغفرت کریں تو آپ نے اثبات میں جواب دے کر فرمایا "**فانه یبعث یوم القیامة امة واحدة**" رسول اللہ ﷺ اور زید بن حارثہ ایک دستر خوان پر کھانا تناول فرما رہے تھے کہ زید بن عمرو بھی آ گئے تو آپ نے اس کو کھانے کی دعوت دی تو اس نے کہا اے ابن اخ! اے بھتیجے! میں بتوں پر ذبح کردہ جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا۔ محمد بن سعد' حجر بن ابی اہاب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے

زید بن عمرو کو شام سے واپسی کے بعد دیکھا وہ سورج کے زوال کے منتظر تھے اور میں "بوانہ" بت کے پاس تھا' جب سایہ ڈھل گیا تو اس نے ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھی اور کہا یہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کا قبلہ ہے۔ میں پتھر کی پرستش کرتا ہوں نہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہوں اور نہ اس پر ذبح شدہ جانور کا گوشت کھاتا ہوں اور نہ تیروں سے قسمت آزمائی کرتا ہوں' میں دم واپسیں تک بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا رہوں گا' حج کے دوران عرفات میں قیام کرتا اور یہ تلبیہ کہتا "**لبیک لا شریک لک ولا ندلک**" پھر عرفات سے پیدل واپسی کے دوران کہتا "**لبیک متعبدا مرقوقا**"

عامر بن ربیعہ : واقدی' عامر بن ربیعہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن عمرو کو یہ کہتے سنا کہ میں اولاد عبدالمطلب میں سے نبی کا منتظر ہوں' میں غالباً اس کا عہد مسعود نہ پا سکوں گا۔ میں اب اس پر ایمان لاتا ہوں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میں شاہد ہوں کہ وہ نبیؐ ہے۔ اگر تیری زندگی طویل ہو اور تو اسے دیکھ لے تو میرا ان کو سلام کہنا۔ میں آپ کو اس کا حلیہ بتاتا ہوں کہ مخفی نہ رہے۔ میں نے عرض کیا فرمایئے' تو کہا وہ معتدل قد و قامت ہیں' اسی طرح موئے مبارک بھی معتدل' آنکھوں میں سرخ ڈورا' کندھوں کے درمیان ختم نبوت کی علامت' اسماء مبارک "احمد" جائے پیدائش مکہ' جائے بعثت بھی مکہ' قوم ان کو ہجرت پر مجبور کرے گی' ان کے فرامین کو ناپسند کرے گی اور وہ یثرب ہجرت کر کے چلے جاویں گے' وہاں ان کا بول بالا ہو گا۔ تم ان سے مکر و فریب سے پیش نہ آنا۔ میں نے تمام دنیا کا سفر دین ابراہیم کی تلاش میں کیا ہے' میں نے جس یہودی' عیسائی اور مجوسی سے بھی دریافت کیا وہ یہی کہتے تھے کہ یہ دین تیرے علاقے میں ظاہر ہو گا اور وہ آپؐ کا حلیہ مبارک اسی طرح بیان کرتے تھے جو میں نے آپ کو بتایا ہے اور وہ کہتے تھے کہ وہ آخری نبیؐ ہے۔

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں جب میں مسلمان ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو زید کا پیغام اور سلام پہنچایا تو آپ نے سلام کا جواب دے کر اس کے لئے رحمت کی دعا کی اور فرمایا میں نے اس کو جنت میں دو شالہ گھسیٹتے دیکھا ہے۔ صحیح بخاری میں عنوان ہے "ذکر زید بن عمرو" اس کے تحت درج ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام زید سے بلوح --- مکہ کے مغربی جانب تنعیم کے راہ میں پہاڑ --- کے دامن میں ملے۔ ابھی آپ پر وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ آپ کے سامنے کھانے کا دستر خوان بچھایا گیا' زید نے وہ کھانا کھانے سے انکار کر دیا' پھر کہنے لگا میں ان جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا جس کو تم لوگ اپنے بتوں پر ذبح کرتے ہو' میں اس جانور کا گوشت کھاتا ہوں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ زید بن عمرو قریش کی ان قربانیوں پر نکتہ چینی کرتے تھے اور کہتے (حیرت انگیز بات ہے) بکری کو اللہ نے پیدا کیا آسمان سے پانی بھی اللہ نے برسایا' چارہ بھی زمین سے اسی نے اگایا' پھر تم اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو؟ یہ بات محض مشرکوں کے کام پر نکتہ چینی اور گناہ تصور کرتے ہوئے کہتے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ' ابن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرو دین حق کی تلاش و تتبع میں مکہ سے شام گئے وہاں یہود کے کسی عالم سے ملاقات ہوئی۔ اس سے دین کی بابت دریافت کیا کہ شاید میں آپ کا دین

اختیار کر لوں تو اس نے بتایا تو ہمارا دین اختیار کرے گا تو اللہ کے غضب میں اپنا حصہ لے گا۔ زید بن عمرو نے کہا' واہ! میں تو اللہ کے غضب سے بھاگ کر آیا ہوں' میں اللہ کے غضب کو اپنے اوپر کبھی نہ اٹھاؤں گا نہ مجھ کو اس کے اٹھانے کی سکت ہے' کیا کوئی اور دین تو مجھے بتا سکتا ہے؟ تو اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ کوئی دین سچا ہو' بجز دین حنیف کے' زید نے کہا حنیف دین کیا ہے؟ تو اس نے کہا ابراہیم کا دین جو نہ یہودی تھے نہ عیسائی صرف اللہ کی پرستش کرتے تھے' چنانچہ زید وہاں سے چلے اور ایک عیسائی عالم سے ملے۔ اس کو بھی اپنی خواہش بتائی تو اس نے کہا تو ہمارے دین میں آئے گا تو اللہ کی لعنت میں سے ایک حصہ لے گا۔ زید نے کہا میں تو اللہ کی لعنت سے بھاگتا ہوں' مجھ سے نہ خدا کی لعنت اٹھ سکے گی اور نہ خدا کا غضب اور مجھ میں اتنی طاقت کہاں سے آئی' کیا تو مجھے کوئی اور دین بتا سکتا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا' بجز اس بات کے کہ وہ "حنیف دین" ہو' زید نے پوچھا "ما الحنیف" وہ کیا؟ تو اس نے کہا ابراہیم کا دین جو نہ یہودی تھے نہ عیسائی صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے' جب زید نے یہودیوں اور عیسائیوں کا نظریہ ابراہیم علیہ السلام کی بابت سنا تو وہاں سے چلے اور جب آبادی سے باہر نکلے تو دونوں نے ہاتھ اٹھا کر "دعا کی اور اقرار کیا" یااللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں ابراہیم کے دین پر ہوں۔

کتابت حدیث : اور لیث بن سعد نے کہا مجھ کو ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ کی یہ روایت اسماء بنت ابی بکرؓ سے لکھ کر ارسال کی' وہ کہتی ہیں میں نے زید بن عمرو کو دیکھا وہ کعبہ سے اپنی پشت لگائے ہوئے کہہ رہے تھے' اے قریش کے لوگو! واللہ! تم میں سے میرے سوا ابراہیم کے دین پر کوئی نہیں۔ اور زید نوزائیدہ بچیوں کو زندہ درگور نہیں کرنے دیتے تھے۔ وہ اس شخص سے جو اپنی بیٹی کو قتل کرنا چاہتا' یہ کہتے کہ تو اس کو مت قتل کر' مجھے دے دے' میں اس کی پرورش کروں گا۔ چنانچہ اس کو لے کر تربیت کرتے جب بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے اگر چاہو تو اپنی بیٹی کو لے لو' میں ابھی دیتا ہوں اگر مرضی ہو تو میں خود اس کی تمام تر ذمہ داری اپنے سر لیتا ہوں' **انتھی ما ذکرہ البخاری** (پ-۱۵) یہ لیث والی روایت حافظ ابن عساکر نے بیان کی ہے بہ سند (ابوبکر بن داؤد' عیسیٰ بن حماد' لیث' ہشام' عروہ' اسماء رضی اللہ عنہا) اور متن اسی طرح ہے۔

عبدالرحمان بن ابی الزناد' اسماءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن عمرو کو کعبہ سے ٹیک لگائے دیکھا وہ کہہ رہے تھے یا معشر قریش! تم زنا سے بچو وہ فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حافظ ابن عساکر نے اس مقام پر متعدد نہایت غریب احادیث بیان کی ہیں' بعض میں شدید نکارت اور عجوبہ پن ہے اور متعدد اسناد سے اس نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا زید قیامت کے روز ایک قوم کے قائم مقام ہو گا (ان میں سے بعض روایات یہ ہیں) محمد بن عثمان بن ابی شیبہ' جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت ہوا کہ زید بن عمر جاہلی دور میں قبلہ رخ ہو کر کہا کرتا تھا' میرا معبود ابراہیم کا معبود ہے اور میرا دین ابراہیم والا اور سجدہ کرتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تنہا ہی قیامت کے روز ایک قوم ہو گا' یہ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہے' اس روایت کی سند جید اور حسن ہے۔

واقدی' سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ زید کعبہ کی تعمیر کے دوران فوت ہوئے (رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونے سے پانچ سال قبل) وہ کہا کرتے تھے میں ابراہیمؑ کے دین پر قائم ہوں پھر ان کا فرزند ارجمند سعد مسلمان ہوا۔ سعید بن زید اور عمر بن خطاب نے رسول اللہ ﷺ سے زید کے بارے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "غفراللّٰه له ورحمه" اللہ اس کو معاف کرے اور اس پر رحمت نازل کرے وہ دین براہیم پر فوت ہوا ہے۔ چنانچہ مسلمان بعد ازیں جب ان کا تذکرہ کرتے تو ان کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے' یہ روایت بیان کرنے کے بعد' سعید بن مسیب نے بھی "رحمه اللّٰه وغفرله" کہا۔ محمد بن سعد' یحییٰ سعدی سے بیان کرتے ہیں کہ زید مکہ میں فوت ہوئے اور جبل حراء کے دامن میں دفن ہوئے۔

تعاقب : گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ شام کے علاقے بلقا میں وہ قتل ہوئے' **لخم قبیلہ** نے ان پر حملہ کر کے میفعہ کے مقام پر شہید کر دیا' واللہ اعلم۔ باغندی (ابو سعید اشج' ابو معاویہ' ہشام' عروہ) عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں جنت میں گیا تو وہاں زید بن عمرو کے دو بڑے درخت دیکھے' یہ سند نہایت عمدہ اور جید ہے لیکن صحاح ستہ میں نہیں۔

اشعار : زید بن عمرو کے سترہ اشعار ہم **ذکر ما یتعلق بخلق السموات** میں بیان کر چکے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اشعار امیہ بن ابی صلت کے ہیں' واللہ اعلم۔ توحید کے متعلق کچھ اشعار ان کے ابن اسحاق اور ابن بکار وغیرہ نے نقل کئے ہیں۔

وأسلمت وجهي لمن أسلمت — له الارض تحمل صخرا ثقالا
دحاها فلما استوت شدها — سواء وأرسى عليها الجبالا
وأسلمت وجهي لمن أسلمت — له المزن تحمل عذبا زلالا
إذ هي سيقت إلى بلدة — أطاعت فصبت عليها سجالا
وأسلمت وجهي لمن أسلمت — له الريح تصرف حالا فحالا

(میں نے اپنی ذات اس کے سپرد کر دی ہے' جس کے زمین تابع ہے' بھاری بھرکم پہاڑ اٹھائے ہوئے۔ زمین کو پھیلایا اور جب وہ ہموار ہو گئی تو اس کو مضبوط کر دیا اور اس پر پہاڑ پیوست کر دیئے۔ اور میں اسی کے تابع ہوں جس کے تابع بادل ہیں صاف شیریں پانی اٹھائے ہوئے۔ جب ان کو کسی علاقے کی طرف لے جایا جائے تو وہ تابع فرمان ہو کر' اس پر موسلا دھار بارش برسا دیتے ہیں۔ اور میں اس ذات کے مطیع ہوں جس کی اطاعت گزار ہوا ہے جو حالات میں تبدیلی رونما کرتی ہے)

محمد بن اسحاق' ہشام بن عروہ' عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرو نے یہ اشعار کہے۔

أرب واحد أم ألف رب — أدين إذا تقسمت الامور
عزلت اللات والعزى جميعا — كذلك يفعل الجلد الصبور
فلا العزى أدين ولا ابنتيها — ولا صنمي بني عمرو أزور
ولا غنما أدين وكان ربا — لنا في الدهر اذ حلمي يسير

(کیا ایک رب کی اطاعت کروں یا ہزار کی جب دو عالم کے معاملات تقسیم ہوں۔ میں لات عزیٰ سب بتوں سے معزول ہو چکا ہوں' پختہ رائے صبر مند انسان اسی طرح کرتا ہے۔ میں نہ عزیٰ کا مطیع ہوں نہ اس کی دو دختر کا اور نہ بنی عمرو سے بتوں کی زیارت کرتا ہوں۔ اور نہ میں غنم کی عبادت کرتا ہوں' عہد قدیم میں وہ ہمارا رب تھا جب میری عقل ناقص تھی)

عجبت وفی اللیالی معجبات　وفی الأیام یعرفها البصیر
بان اللہ قد افنی رجالا　کثیراً کان شأنهم الفجور
وابقی آخرین ببر قوم　فیربل منهم الطفل الصغیر
وبینا المرء یعثر ثاب یوما　کما یتروح الغصن النضیر

(میں تعجب کرتا ہوں اور شب و روز میں تعجب خیز واقعات مضمر ہیں جن کو عقل مند جانتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا جو فاسق و فاجر تھے۔ بعض کی نیکی اور تقویٰ کے باعث کچھ لوگوں کو زندگی بخشی ان کے شیر خوار بچے نشوونما پاتے ہیں۔ انسان لغزش کھاتا تو کبھی توبہ کر لیتا ہے' نازک شاخ کی طرح)

ولکن اعبد الرحمن ربی　لیغفر ذنبی الرب الغفور
فتقوی اللہ ربکم احفظوها　متی ما تحفظوها لا تبوروا
تری الأبرار دارهم جنان　وللکفار حامیة سعیر
وخزی فی الحیاة وإن یموتوا　یلاقوا ما تضیق به الصدور

(لیکن میں اپنے مہربان پروردگار کی عبادت کرتا ہوں تاکہ رب غفور میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ اپنے پروردگار اللہ کے تقویٰ کی نگہداشت رکھو' جب تم اس کی نگاہ بانی رکھو گے تو ہلاک نہ ہو گے۔ تو دیکھے گا کہ ابرار لوگوں کی رہائش گاہ جنت ہے اور کافروں کے لئے جلتا ہوا جہنم۔ وہ دنیا میں رسوا ہیں' موت کے بعد ایسے حوادثات سے دوچار ہوں گے جو دل پر دشوار گزار ہوں گے)

ابوالقاسم بغوی' اسماء بنت ابی بکر سے بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرو نے یہ اشعار کہے۔ یہ سات اشعار' ابن اسحاق کے مذکورہ اشعار میں شامل ہیں لیکن غیر مرتب۔ (اسی طرح ورقہ بن نوفل سے بھی یہاں سات اشعار درج ہیں جو غیر مرتب طور پر پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ ندوی) زید بن عمرو کے حالات آپ پڑھ چکے ہیں' باقی رہا ورقہ بن نوفل کے حالات زندگی "بدء الوحی" کے باب میں بیان کریں گے۔

عثمان بن حویرث : شام میں مقیم رہا' یہاں تک کہ قیصر کے پاس ہی فوت ہوا' اس کے عجیب و غریب حالات اموی نے بیان کئے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ قیصر کے پاس آیا اور اپنی قوم کے مظالم کا اس سے شکوہ کیا' قیصر نے ابن جفنہ شاہ شام کو مراسلہ ارسال کیا کہ قریش کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اس کے ہمراہ فوج بھیج دے' اس نے لڑائی کا عزم کر لیا تو عرب کے باشندوں نے اس کو بیت اللہ کی عظمت و ہیبت کی خاطر جنگ سے روک دیا اور اس کو اصحاب فیل کا قصہ سنایا تو ابن جفنہ نے عثمان کو رنگین زہریلا قمیص پہنا دیا وہ اس کی زہر سے مر گیا' زید بن عمرو نے اس کا مرثیہ کہا جو اموی نے بیان کیا ہے مگر ہم نے اس کو اختصار کے مدنظر ترک کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے تین سال قبل فوت ہوئے یا اس کے قریب' واللہ اعلم۔

عہد فترت کے کچھ اہم حوادثات

تعمیر کعبہ : بعض کہتے ہیں کہ کعبہ کے بانی آدم علیہ السلام ہیں۔ اس کے بارے میں عبداللہ بن عمرو کی ایک مرفوع روایت بھی مروی ہے لیکن اس سند میں ابن لہیعہ کمزور راوی ہے۔ سب سے زیادہ صحیح اور قوی قول یہ ہے کہ اس کے بانی' معمار حرم ابراہیمؑ خلیل ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' اسی طرح سماک بن حرب' خالد بن عرعرہ' علی بن ابی طالب سے مذکور ہے کہ کعبہ مسمار ہو گیا تو عمالقہ نے تعمیر کیا پھر خراب ہو گیا تو بنی جرہم نے اس کی دوبارہ تعمیر کی' پھر اس کی شکستگی کے بعد قریش نے از سر نو تعمیر کی' امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔ یہ تعمیر پانچ یا پندرہ سال قبل از بعثت نبوی معرض وجود میں آئی۔ بقول امام زہری رسول اللہ ﷺ حد بلوغ کو پہنچ چکے تھے۔ (یہ اپنے مقام پر مفصل بیان ہو گا)

کعب بن لوی : ابو نعیم' ابو سلمہ سے بیان کرتے ہیں کہ بروز جمعہ کعب قوم کو جمع کرتے' قریش جمعہ کو عروبہ کہتے تھے' اور ان کو خطاب کرتے' امابعد! سنو! اور علم حاصل کرو' سمجھو اور یقین کرو کہ رات تاریک ہے۔ دن روشن ہے' زمین ہموار ہے' آسمان چھت ہے' پہاڑ میخیں ہیں' ستارے راستوں کے علم ہیں' قدیم اقوام بعد میں آنے والوں کی طرح ہیں' مرد اور عورت ہے' روح اور ہر وہ چیز جو متحرک ہے فنا کی طرف رواں ہے' آپس میں صلہ رحمی کرو' رشتہ ناطہ کی نگہبانی کرو' مال و دولت میں اضافہ کرو' کیا تم نے دیکھا کہ کوئی مردہ واپس آیا یا میت کو دوبارہ زندہ کیا گیا؟ اصل گھر تمہارے سامنے آئے گا' تمہارے بے جا اقوال کے علاوہ علم و یقین ہے' اپنے حرم کو آراستہ کرو اور اس کی تعظیم کرو اور اس کے پابند رہو' عنقریب اس سے عظیم خبر صادر ہو گی' اس سے نبیؐ کریم کا ظہور ہو گا۔

نهار وليل كل يوم بحادث   سواء علينا ليلها ونهارها
يؤوبان بالأحداث حتى تأوبا   وبالنعم الضافي علينا ستورها
على غفلة يأتي النبي محمد   فيخبر أخباراً صدوق خبيرها

(بلاناغہ شب و روز جدید ہوتے ہیں' اس کے لیل و نہار ہمارے لئے یکساں ہیں۔ شب و روز آتے رہیں گے اور درپردہ انعامات لاتے رہیں گے یہاں تک کہ اچانک نبی علیہ السلام کا ظہور ہو گا اور وہ واقعات بتائیں گے جن کے بتانے والا راست باز ہے)

بعد ازیں فرماتے واللہ! اگر میرے اعضاء رئیسہ' آنکھ' کان' ہاتھ اور پیر اس وقت صحیح ہوں تو میں مضبوط اونٹ کی طرح اپنا کردار ادا کروں اور اس معاملہ میں خوب تگ و دو کروں پھر اس نے کہا۔

يا ليتني شاهداً نجواء دعوته   حين العشيرة تبغي الحق خذلانا

کعب کی وفات اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے درمیان ۵۶۰ سال کا فاصلہ ہے۔

چاہ زمزم کی تجدید : محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ عبدالمطلب بن ہاشم حطیم میں سوئے ہوئے تھے۔ عبدالمطلب کو ہی چاہ زمزم کی کھدائی کا خواب آیا۔ جیسا کہ یزید بن ابی حبیب مصری' علی بن ابی طالب سے

حدیث زمزم بیان کرتے ہیں کہ عبدالمطلب نے کہا میں حطیم میں سویا ہوا تھا کہ مجھے کسی نے کہا "طیبہ" کی کھدائی کرو' میں نے کہا "طیبہ" کیا ہے۔ وہ بغیر جواب دیئے چلا گیا' دوسرے روز میں اپنے بستر پر سونے کے لئے دراز ہوا تو پھر کسی نے کہا "برہ" کی کھدائی کیجئے۔ میں نے پوچھا "برہ" کیا ہے' پھر وہ بغیر بتائے چلا گیا' اگلے روز میں پھر سویا تو وہ آیا اور اس نے کہا "مضنونہ" کی کھدائی کرو' میں نے کہا مضنونہ کیا ہے؟ پھر بھی وہ چپ چاپ چلا گیا' اگلے روز پھر میں سویا تو اس نے کہا چاہ زمزم کی کھدائی کرو' میں نے کہا زمزم کیا ہے؟ تو اس نے کہا کبھی ختم نہ ہو گا اور نہ کم ہو گا۔ حاجیوں کو پلائے گا' یہ گوبر اور خون کے درمیان ہو گا' کوئے کے ٹھونگا مارنے کے قریب ہو گا' چیونٹیوں کے بل کے قریب ہو گا' جب اس کی حقیقت اور جگہ معلوم ہو گئی اور واضح ہوا کہ اس نے سچ کہا ہے تو دونوں باپ بیٹا۔۔۔ حارث بن عبدالمطلب اس وقت صرف یہی ایک بیٹا تھا ۔۔۔ کدال لے کر کھدائی کرنے لگے' جب اس کی بنیاد ظاہر ہوئی تو عبدالمطلب نے نعرہ تکبیر بلند کیا تو قریش سمجھ گئے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے تو کہنے لگے' جناب عبدالمطلب یہ ہمارے مورث اعلیٰ اسماعیل کا کنواں ہے۔ ہم بھی اس کے حقدار ہیں' ہمیں بھی اس کا حصہ دیجئے۔ عبدالمطلب نے کہا' ایسا نہ ہو گا' یہ کنواں میرے ساتھ مختص ہے۔ اور صرف مجھے عطا کیا گیا ہے تو وہ کہنے لگے' انصاف سے کام لو تنہا تمہاری ملکیت نہیں رہنے دیں گے' ہم مخالفت کریں گے تو عبدالمطلب نے کہا کوئی جج اور منصف تسلیم کر لو ہم اس کے پاس مقدمہ لے جاتے ہیں' بنی سعد کی کاہنہ کا نام بطور منصف پیش ہوا تو عبدالمطلب نے بھی تسلیم کر لیا۔

وہ کاہنہ شام کے علاقہ میں تھی' چنانچہ قریش کے ہر قبیلے کا ایک ایک فرد تیار ہوا' عبدالمطلب کے ہمراہ چند اموی بھی تھے' اس وقت راستے بے آباد اور صحرا تھے' چلتے چلتے سفر میں ایک مقام پر پہنچ کر سب کا پانی ختم ہو گیا اور پیاس کے مارے موت کے منہ میں آنے لگے اگر کسی کے پاس چلو بھر پانی تھا بھی تو وہ بھی کسی کو دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس صورت حال کے پیش نظر عبدالمطلب نے کہا ابھی تو ہم میں کچھ قوت و طاقت باقی ہے ہر آدمی اپنی قبر کھود لے جب وہ پیاس سے مر جائے تو ساتھی اس میں دفن کر دیں صرف آخر میں ایک آدمی رہ جائے گا تو ایک آدمی کا بلا کفن رہنا' بہ نسبت سب کی کچھ برا نہیں' اس تجویز کو بہتر سمجھتے ہوئے ہر ایک نے اپنی قبر کھود لی اور موت کے انتظار میں بیٹھ گئے۔

پھر عبدالمطلب نے رفقاء سفر سے کہا' ہمارا اس طرح خود کو موت کے سپرد کرنا اور گرد و نواح میں پانی نہ تلاش کرنا بزدلی اور حماقت ہے' ممکن ہے اللہ تعالیٰ کسی جگہ پانی میسر کر دے' چنانچہ وہ سفر کے لئے تیار ہوئے تو عبدالمطلب نے اپنی سواری اٹھائی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے شیریں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا تو عبدالمطلب اور اس کے رفقاء نے نعرہ تکبیر بلند کیا پھر عبدالمطلب نے کہا آؤ پانی پیو' اللہ تعالیٰ نے پانی عطا کر دیا ہے۔ چنانچہ سب نے پیا اور سواریوں کو پلایا اس صورت حال کے مد نظر سب نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ ہم آپ سے زمزم کے بارے کبھی تنازع نہ کریں گے جس ذات باری تعالیٰ نے آپ کو اس صحراء میں پانی سے محروم نہیں رکھا اسی نے آپ کو زمزم عطا کیا ہے۔ اپنے پانی کی طرف خیر و برکت سے

واپس ہو چلو' چنانچہ وہ راستے سے ہی واپس چلے آئے اور کاہنہ کے پاس نہ گئے اور زمزم سے دستبردار ہو گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے کسی نے عبدالمطلب کے بارے بتایا ہے کہ کھدائی کے وقت یہ غیبی آواز آئی' پھر تو سیراب کرنے والے صاف شفاف پانی کی طرف بلا۔ جو ہر مشک میں حاجیوں کو سیراب کرے گا۔ جب تک وہ ہے اس سے اذیت و تکلیف کا خطرہ نہیں' یہ غیبی آواز سن کر عبدالمطلب نے قریش کے پاس آکر کہا' سنو! مجھے چاہ زمزم کے کھودنے کا حکم ہوا ہے' تو انہوں نے پوچھا کیا تجھے اس کے مقام کی نشاندہی کر دی گئی ہے؟ تو اس نے کہا' نہیں' تو قریش نے کہا جاؤ اسی خواب گاہ میں لیٹ جاؤ جہاں تم نے یہ خواب دیکھا ہے اگر منجانب اللہ سچا ہوا تو وہ تجھے وضاحت کر دے گا' اگر شیطانی وسوسہ ہوا تو وہ نہ آئے گا' چنانچہ وہ خواب گاہ میں لیٹ گئے تو یہ آواز آئی۔ چاہ زمزم کھود' تو نے کھود لیا تو پشیمان نہ ہو گا۔ یہ تمہارے مورث اعلیٰ کا ترکہ ہے۔ نہ کبھی ختم ہو گا نہ کم ہو گا۔ تو حاجیوں کا ساقی ہو گا۔ جو ریوڑ کی طرح جوق در جوق آئیں گے۔ اس میں حقیقی منعم کی نذر ماننے والے ہوں گے' یہ تیرا ورثہ اور مستحکم حصہ ہو گا' کسی اور کی اس میں شراکت نہ ہو گی اور گوبر اور خون کے درمیان نمودار ہو گا۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ عبدالمطلب کو جب یہ آواز آئی تو پوچھا کہاں ہے؟ تو جواب آیا چیونٹیوں کے بل کے پاس جہاں کل کوا ٹھونگ مارے گا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون سا واقعہ پیش آیا۔ چنانچہ صبح عبدالمطلب مع بیٹے حارث کے (اس کے علاوہ اس وقت کوئی اور بیٹا نہ تھا۔) (بقول اموی سیرت نگار) اور غلام اصرم کے نشان زدہ مقام پر آئے تو وہاں چیونٹیوں کا بل تھا' اساف اور نائلہ بتوں جن کے پاس قریش قربانیاں کرتے تھے کے درمیان کوئے کو ٹھونگ مارتے دیکھا۔ کھدائی شروع کی تو قریش نے مزاحمت کی کہ ہم اپنے ان بتوں کی قربان گاہ کے درمیان قطعاً کھودنے نہ دیں گے' تو عبدالمطلب نے بیٹے حارث کو کہا' تم ان کو روکو میں کھودتا ہوں' واللہ! میں اس کی سرتابی نہ کروں گا۔ جب قریش اس کے عزم کو سمجھ گئے تو رک گئے' معمولی کھدائی کے بعد' بنیاد ظاہر ہو گئی تو عبدالمطلب نے نعرہ مارا اور سمجھ گیا کہ وہ آواز صحیح تھی جب کچھ اور کھودا تو اس میں سے سونے کے دو آہو نظر آئے جو جرہم نے وہاں دفن کر دیئے تھے' قلعہ مقام کی ساختہ تلواریں اور زرہیں بھی وہاں موجود پائیں۔

یہ دیکھ کر قریش نے کہا ہماری بھی اس میں حصہ داری اور شراکت ہے۔ عبدالمطلب نے کہا بالکل نہیں (ہاں زیادہ ہی اصرار کرو) تو دو ٹوک فیصلہ کر لیتے ہیں' تیروں سے قسمت آزما لیتے ہیں' انہوں نے کہا کس طرح؟ تو عبدالمطلب نے کہا کعبہ کے دو تیر' میرے بھی دو تیر اور تمہارے سب کے دو تیر' جس کا تیر کامیاب نکلے وہ چیز اس کی اور ناکام کو کچھ نہ ملے' سب نے کہا درست ہے۔ چنانچہ کعبہ کے دو زرد رنگ کے تیر تھے' عبدالمطلب کے سیاہ فام اور قریش سفید' پھر یہ سب تیر ہبل بت کے مجاور کو دے دیئے (ہبل بت سب سے بڑا تھا' اس لئے جنگ احد میں ابوسفیان نے اس کی سرفرازی کا نعرہ اعلیٰ ہبل' مارا تھا) اور عبدالمطلب اللہ سے دعا مانگنے لگے یونس بن بکیر' محمد بن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ عبدالمطلب نے کہا:

اللهم أنت الملك المحمود ربي أنت المبدئ المعيد
وممسك الراسية الجلمود من عندك الطارف والتليد
إن شئت ألهمت كما تريد لموضع الحلية والحديد
فبين اليوم لما تريد إني نذرت العاهد المعهود
اجعله رب لي فلا أعود

(یااللہ! تو مالک محمود ہے' میرے پروردگار تو پیدا کرنے والا اور دوبارہ لوٹانے والا ہے۔ بڑے پہاڑوں کو تھامے ہوئے ہے۔ تیری ہی طرف سے نیا اور پرانا مال ہے۔ اگر تو چاہے تو الہام کر دے' سونے اور لوہے کے مقام کے لئے آج واضح کر دے' جو تیرا منشا ہے۔ میں نے پختہ عہد کر کے نذر مانی ہے' اے اللہ! تو اس کو میرا مقصد بنا دے میں وعدہ خلافی نہ کروں گا)

پھر مجاور نے تیروں کو حرکت دی تو زرد تیر کعبہ کے حصہ میں آگئے اور دونوں سیاہ تیر تلواروں اور زرہوں پر عبدالمطلب کے حصہ میں آگئے اور سفید تیر قریش کی ناکامی کی علامت بن گئے' عبدالمطلب نے تلواروں سے کعبہ کا دروازہ بنا دیا اور سونے کے دو ہرنوں کو دروازے میں استعمال کر دیا اور کعبہ کی سونے سے یہ ملمع کاری تھی' پھر عبدالمطلب نے حاجیوں کے لئے زمزم کے پانی کی ایک سبیل لگا دی۔

مکہ میں قبل ازیں اور کنوئیں تھے : ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مکہ میں عبدالمطلب کے چاہ زمزم کھودنے سے قبل بھی گیارہ بارہ کنوئیں تھے۔ ابن اسحاق نے سب کے نام اور مقام بیان کئے ہیں اور کھودنے والوں کے نام بھی ذکر کئے ہیں۔ ان سب کنوؤں کے زمزم کی وجہ سے نام و نشان نہ رہے' سب کی توجہ چاہ زمزم کی طرف ہو گئی کہ وہ مسجد حرام میں ہے' دیگر کنوؤں سے اس کا پانی بہتر اور افضل ہے۔ اسماعیلؑ مورث اعلیٰ کا ترکہ ہے۔ آل عبدمناف کے لئے قریش بلکہ سارے عرب و عجم پر وجہ افتخار ہے۔

زمزم کا پانی : مسلم شریف میں ابوذرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمزم کا پانی کھانے کے قائم مقام ہے اور بیماری کی دوا ہے۔ امام احمد' (عبداللہ بن ولید' عبداللہ بن المئومل' ابوالزبیر) جابر بن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ زمزم کا پانی جس غرض سے پیا جائے مفید ہے۔ باب الشرب من زمزم میں امام ابن ماجہ نے بھی عبداللہ بن مومل سے یہ بیان کی ہے۔ عبداللہ بن مئومل مجروح راوی ہے۔ سوید بن سعید' (ابن مبارک' عبدالرحمان بن ابی الموالی' محمد بن منکدر) جابر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**ماء زمزم لما شرب له**" مگر اس میں بھی سوید ضعیف راوی ہے اور محفوظ سند ابن مبارک از عبداللہ بن مئومل ہے جیسے پہلے گزر چکی ہے۔ امام حاکم نے ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے "**ماء زمزم لما شرب له فيه نظر**" واللہ اعلم۔

امام ابن ماجہ "باب الشرب من زمزم" اور حاکم نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ اس نے کسی آدمی کو کہا جب تو زمزم کا پانی پیئے تو کعبہ رخ ہو۔ اللہ کا نام لے اور تین سانس لے اور خوب پیٹ بھر کر پی بعد ازاں الحمدللہ کہہ' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا اور منافقوں کا امتیازی نشان یہ ہے کہ وہ پیٹ بھر

کر آب زمزم نہیں پیتے۔ عبدالمطلب سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے' یااللہ! میں آب زمزم غسل کرنے والے کے لئے حلال نہیں سمجھتا اور پینے والے کے لئے حلال اور مباح ہے۔ بعض فقہانے یہ جملہ عباسؓ کی طرف منسوب کیا ہے' لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ عبدالمطلب کا قول ہے۔ مغازی میں اموی نے سعید بن مسیب سے بیان کیا ہے کہ عبدالمطلب نے جب چاہ زمزم کھودا تو اعلان کیا' **"لا احلها لمغتسل وهى لشارب حل وبل"** اور پانی کے دو حوض تعمیر کئے ایک پینے کے لئے دوسرا برائے وضو تو اس وقت کہا کہ غسل کرنے والے کے لئے اس کا استعمال میں درست نہیں سمجھتا کہ مسجد غسل کے پانی سے محفوظ اور منزہ رہے۔

وبل : ابو عبید نے اصمعی لغوی سے نقل کیا ہے کہ "وبل" تابع مہمل ہے' ابو عبید نے تعاقب کیا ہے کہ تابع مہمل بغیر حرف عطف کے ہوتا ہے بلکہ اس کا معنی لغت حمیر میں "مباح" ہے جیسا کہ **معتمر** بن سلیمان سے منقول ہے۔ ابو عبید' حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے **"لا احلها لمغتسل وهى لشارب حل وبل"** عبدالرحمان بن مہدی' ابن عباس سے یہی مذکور بالا اعلان نقل کرتے ہیں' عباس اور ابن عباس دونوں کی طرف اس کی نسبت درست ہے' کیونکہ وہ دونوں اپنے اپنے دور میں بطور تبلیغ و اعلام عبدالمطلب کی پابندی کا اعلان کرتے تھے جو انہوں نے زمزم کی کھدائی کے ایام میں عائد کی تھی' اس میں کوئی تضاد نہیں' واللہ اعلم۔

سقایہ : پانی پلانے اور سبیل کا انتظام عبدالمطلب کے زیر اہتمام تھا۔ ان کی زندگی بھر ابوطالب کے زیر انتظام کافی عرصہ رہا۔ دریں اثنا ابوطالب تہی دست ہو گئے اور اپنے بھائی عباس سے دس ہزار قرض لیا کہ آئندہ موسم حج تک ادا کروں گا' ابوطالب نے یہ رقم سبیل میں صرف کر دی۔ جب دوسرا موسم حج آیا تو بھی ابوطالب کے پاس کچھ فاضل مال نہ تھا' تو پھر بھائی عباس سے ۱۴ ہزار قرض لے لیا' آئندہ سال تک کے لئے پھر عباس نے کہا' اگر آپ مجھے قرض ادا نہ کر سکیں تو "سقایہ" سے میرے حق میں دستبردار ہو جائیں' میں یہ انتظام کر لوں گا' تو ابوطالب نے اثبات میں جواب دیا' جب پھر موسم حج آیا تو ابوطالب' عباس کا قرض ادا نہ کر سکے اور "سقایہ" سے عباس کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ ان کی وفات ۳۲ھ کے بعد یہ عبداللہ بن عباس ۶۸ھ کے سپرد ہوا' پھر ان کے بیٹے علی بن عبداللہ کے' بعد ازاں ان کے فرزند داؤد بن علی کے پھر سلیمان بن علی کے پھر خلیفہ نے یہ انتظام سنبھال لیا اور اپنا غلام ابو رزین اس پر مقرر کر دیا "ذکرہ الاموی"

عبدالمطلب کا اپنے ایک بیٹے کی قربانی کی نذر ماننا : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبدالمطلب سے زمزم کی کھدائی کے وقت جب قریش مزاحم ہوئے تو اس نے نذر مانی اگر اس کے دس لڑکے دفاع کے قابل ہو جائیں تو ان میں سے ایک کو راہ خدا کعبہ کے پاس ذبح کر دے گا۔ جب اس کے دس بیٹے --- حارث' زبیر' جحل' ضرار' مقوم' ابولہب' عباس' حمزہ' ابوطالب اور عبداللہ --- دفاع کے قابل ہو گئے تو ان کو اکٹھے کر کے اپنی نذر سے آگاہ کیا اور نذر کی تکمیل کی تلقین کی' تو سب نے بیک آواز کہا اس کا کیا طریقہ ہے۔ پھر والد نے کہا ہر ایک تیر پر نام تحریر کر کے میرے حوالے کر دے' چنانچہ سب نے سر تسلیم خم کر کے تیر باپ

کے سپرد کر دیئے۔ عبدالمطلب وہ تیر لے کر ہبل بت کے پاس چلے آئے۔

ہبل : کعبہ میں ایک گڑھے کے پاس نصب تھا' جہاں نذر اور قربانی وغیرہ کا مال جمع ہوتا تھا۔ وہاں سات تیر تھے' قریش میں جب دیت' نسب یا اور کسی کام میں مشکل پیش آتی تو وہ اس بت کے پاس قسمت آزمائی اور فیصلہ کے لئے چلے آتے اور اس کے امر و نہی بجالاتے۔ غرضیکہ ہبل کے پاس جب عبدالمطلب تشریف لائے تو قرعہ عبداللہ کے نام نکلا جو ان کا سب سے عزیز اور کمسن بیٹا تھا۔ اس نے چھری لے کر عبداللہ کا ہاتھ پکڑا' اساف اور نائلہ کے درمیان منحر اور قربان گاہ کی طرف لے چلا تو قریش اپنی محفلوں سے اٹھ کر اس کی طرف لپکے کہ جناب عبدالمطلب آپ کا کیا ارادہ ہے؟ تو اس نے کہا' اسے ذبح کروں گا' پھر قریش اور اس کے بھائیوں نے عرض کیا واللہ! آپ اسے ذبح نہیں کر سکتے تاآنکہ آپ کی معذرت قبول نہ ہو۔ اگر آپ نے یہ رسم ڈال دی تو لوگ بھی اپنی نرینہ اولاد کو قربان کرنے لگیں گے اور یہ انقطاع نسل کا باعث ہو گا۔

یونس بن بکیر' ابن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ کو ذبح کرنے کے لئے عبدالمطلب نے اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا تھا کہ عباس نے فوراً نیچے سے کھینچ لیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے چہرے پر زخم ہو گیا تھا جو دم واپسیں تک باقی رہا۔ قریش نے عبدالمطلب کو مشورہ دیا کہ مدینہ میں ایک کاہنہ ہے' اس سے دریافت کرے' وہ جو مشورہ دے اس پر عمل کرو' چنانچہ وہ مدینے چلے آئے تو معلوم ہوا کہ وہ عرافہ 'سجاح' تو خیبر میں ہے۔ چنانچہ خیبر آئے سارا قصہ اس کے گوش گزار کیا تو اس نے کہا آج واپس چلے جایئے' میرا تابع جن آئے گا تو میں اس سے دریافت کروں گی' وہ سب واپس چلے آئے اور عبدالمطلب اللہ تعالیٰ کے سامنے تضرع اور گریہ و زاری میں مصروف تھے پھر صبح اس کے پاس گئے تو اس نے کہا تمہارے مسئلے کا حل موجود ہے۔ بتاؤ تمہارے قتل کی کیا دیت ہے؟ بتایا دس اونٹ (درحقیقت دیت یہی تھی) تو اس نے کہا وطن واپس جاؤ' اپنے لڑکے اور دس اونٹوں کو قربان گاہ میں لاؤ اور ان پر تیروں سے قرعہ ڈالو' اگر قرعہ لڑکے کے نام نکلے تو دس اونٹوں کا اضافہ کر دو یہاں تک اضافہ کرتے جاؤ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اگر وہ قرعہ اونٹوں کے نام نکلے تو اس کو ذبح کرو اور سمجھو کہ تمہارا اللہ راضی ہو چکا ہے اور تمہارا بچہ نجات یافتہ ہے۔

چنانچہ وہ مکہ مکرمہ چلے آئے اور اس تجویز پر عمل درآمد کا ارادہ کیا تو عبدالمطلب دعا میں محو ہو گئے' عبداللہ اور دس اونٹوں کو قربان گاہ میں لے آئے' قسمت آزمائی اور تیر نکالنے کا عمل شروع ہوا تو ہر بار عبداللہ کو ذبح کرنے کا قرعہ نکلتا تاآنکہ سو اونٹ اور عبداللہ پر تیر ڈالا گیا تو قرعہ اونٹوں کے ذبح کرنے کا نکلا تو قریش نے عبدالمطلب کو کہا جب وہ ہبل کے پاس اللہ سے دعا مانگ رہا تھا۔ تیرا رب راضی ہو چکا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ عبدالمطلب نے کہا جب تک سو بار یہ عمل نہ ہو' میں راضی نہ ہوں گا' چنانچہ تین بار ہی قرعہ اونٹوں کے نام نکلا تو سارے اونٹ ذبح کر دیئے گئے' گوشت کھلا چھوڑ دیا گیا' کسی انسان اور درندے کو (بقول ابن ہشام) بھی ممانعت نہ تھی۔ بعض سے یہ بھی مروی ہے کہ جب سو تک اونٹ کی تعداد پہنچ گئی پھر بھی قرعہ عبداللہ کے نام نکلا یہاں تک کہ تین سو اونٹ اور عبداللہ پہ قرعہ ڈالا تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا پھر تین سو اونٹ کو ذبح کر دیا مگر صحیح پہلا قول ہے' واللہ اعلم۔

فتویٰ : ابن جریر' قبیصہ بن ذویب سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس سے ایک عورت نے فتویٰ پوچھا کہ میں نے کعبہ کے پاس اپنے بچے کے ذبح کرنے کی نذر مانی ہے' تو ابن عباس نے اس کو سو اونٹ ذبح کرنے کا فتویٰ دیا۔ اور بطور دلیل عبدالمطلب کا قصہ بیان کیا۔ پھر اس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا' آپ نے توقف کیا' کوئی فتویٰ نہ دیا۔ یہ بات امیر مدینہ مروان بن حکم کو معلوم ہوئی تو اس نے کہا دونوں فتوے درست نہیں' پھر اس نے اس خاتون کو کہا کہ حتی الوسع نیک کام کرے' اور بچے کو ذبح نہ کرے اسے سو اونٹ ذبح کرنے کا حکم نہیں دیا' لوگوں نے مروان کے فتویٰ پر عمل کیا' واللہ اعلم۔

عبدالمطلب کا اپنے لخت جگر عبداللہ کی شادی آمنہ بنت وھب سے کرنا

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبدالمطلب اپنے لخت جگر عبداللہ کا ہاتھ تھامے جا رہے تھے کہ ان کا گزر ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کی ہمشیرہ ام قتال کے پاس ہوا جو کعبہ کے قریب تھی تو اس نے عبداللہ کے چہرے کو دیکھ کر پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ تو آپ نے کہا اپنے والد کے ہمراہ' پھر اس نے رازداری سے پیشکش کی' ابھی مجھ سے ہم بستر ہو' اور سو اونٹ پکڑ لے' جو تجھ سے قربان ہو چکے ہیں' تو عبداللہ نے کہا اب تو میں والد کے ہمراہ ہوں ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ عبدالمطلب وھب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس چلے آئے جو ہر لحاظ سے بنی زہرہ کا رئیس تھا' اس نے اپنی بیٹی آمنہ سیدۃ النساء آپ کے عقد میں دے دی۔ حسب دستور آپ انہی کے مکان پر ہم بستر ہوئے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کا حمل ٹھہر گیا۔ پھر وہ وہاں سے آکر' اس عورت کے پاس گئے جس نے پیشکش کی تھی اور اسے کہا' کیا وجہ ہے کہ تم کل کی پیشکش کو دہراتی کیوں نہیں؟ تو اس نے جواب دیا' تیرے مبارک جبین پر وہ نور نہیں چمک رہا جو کل تھا اب مجھے کوئی ضرورت نہیں' کیونکہ اس کا بھائی عیسائی عالم تھا وہ اس سے سنتی رہتی تھی کہ اس قوم میں نبی پیدا ہونے والا ہے' اسے خواہش ہوئی کہ وہ اسی کے بطن مبارک سے پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اعلیٰ حسب نسب' بہترین طبع و طینت اور عمدہ اصل و نسل میں پیدا فرمایا' قرآن پاک میں (۶/۱۲۴) میں ہے اللہ خوب جانتا ہے جہاں وہ پیغمبر رکھتا ہے۔ آگے میلاد کا مفصل بیان آئے گا۔ ام قتال نے اپنے مقصد فوت ہونے اور اپنی ناکامی پر جو حسرت آمیز اشعار کہے وہ حافظ بیہقی نے بذریعہ یونس بن بکیر' ابن اسحاق سے بیان کئے ہیں ؎

فكل الخلق يرجوه جميعاً ... يسود الناس مهتدياً إماما
براه الله من نور صفاه ... فأذهب نوره عنا الظلاما
وذلك صنع ربك إذ حباه ... إذا ما سار يوماً أو قاما
فيهدي أهل مكة بعد كفر ... ويفرض بعد ذلكم الصياما

(سب کائنات اس کی امیدوار ہے' وہ ہدایت یافتہ پیشوا سب سے فائق ہے۔ اللہ نے اس کو صاف شفاف نور سے پیدا کیا ہے' اس کے نور ہدایت کی روشنی نے ظلمت کو ہم سے دور کر دیا ہے۔ یہ اللہ کا کرشمہ ہے جب اس کو یہ عطا کیا قیام

حافظ ابوبکر خرائطی' ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو شادی کی غرض سے لے جا رہے تھے کہ راستے میں شہر تبالہ کی ایک تعلیم یافتہ یہودی کاہنہ فاطمہ بنت مرخثعمیہ موجود تھی' اس نے عبداللہ کے چہرے پر نور نبوت دیکھ کر فوراً شادی کا اظہار کیا اور سو اونٹ کی پیشکش بھی کی تو عبداللہ نے کہا۔

أمـا الحـرام فالممـات دونـه ۔۔۔ والحـل لا حـل فأستـبينه

فكيـف بـالأمر الـذي تبغينـه ۔۔۔ يحمـي الكريـم عرضـه ودينـه

(حرام کاری کے ارتکاب سے موت بہتر ہے اور نکاح بھی اس وقت ہو گا کہ میں اس کی تحقیق کر لوں۔ تیرا مطالبہ کیونکر پورا کر سکتا ہے' اچھا شخص تو اپنے دین اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے)

پھر اپنے والد کے ہمراہ چلے گئے اور اس نے آپ کی شادی آمنہ بنت وہب سے کر دی اور حسب دستور وہاں تین روز قیام کیا' پھر ان کے دل میں کاہنہ کی خواہش کا خیال آیا تو اس کے پاس آئے اس نے کہا' اس ملاقات کے بعد آپ نے کیا کیا؟ عبداللہ نے سارا ماجرا سنایا تو اس نے کہا واللہ! میں بدکار عورت نہیں ہوں۔ میں نے آپ کے چہرے پر نور دیکھا تھا۔ میری خواہش تھی کہ وہ میرے بطن میں منتقل ہو جائے لیکن اللہ کو جہاں منظور تھا وہیں منتقل کیا پھر اس نے کہا۔

إنـي رأيـت مخيلـة لمعـت ۔۔۔ فتـلألأت بحنـاتم القطـر

فلمأتهـا نـورا يضـيء لـه ۔۔۔ مـا حولـه كاضـاءة البـدر

ورجوتهـا فخـرا أبـوء بـه ۔۔۔ مـا كـل قـادح زنـده يـوري

لله مـا زهريـة سـلبت ۔۔۔ توبيـك مـا استبلت ومـا تـدر

(میں نے ایک ابر میں چمک دیکھی' وہ سیاہ بادلوں میں نمودار ہوئی۔ میں نے اس میں روشنی دیکھی جو ماحول کو بدر منیر کی طرح منور کر رہی ہے۔ میں اس افتخار کے حصول کی امیدوار تھی' لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شد' ہر خواہش پوری نہیں ہوتی۔ تعجب ہے کہ جو آمنہ زہریہ نے تجھ سے سلب کیا' اس کو اس بات کا علم نہیں)

بني هاشم قـد غـادرت مـن أخيكـم ۔۔۔ أمينـة إذ للبـاه يعتركـان

كمـا غـادر المصبـاح عنـد خمـوده ۔۔۔ فتـائل قـد ميثـت لـه بدهمـان

ومـاكل مـا يحـوي الفتـى مـن تـلاده ۔۔۔ بحـزم ولا مافاتـه لتوانـي

فاجمـل إذا طـالبت أمـراً فاتـه ۔۔۔ سـيكفينه جـدان يعتلجـان

(اے بنی ہاشم! کہ آمنہ نے تمہارے بھائی کو شب زفاف کے بعد ایسا خالی کر دیا ہے۔ جیسے چراغ گل ہونے کے وقت بتیوں کو چوس لیتا ہے۔ ہر عمدہ چیز جو جوان کو میسر ہو وہ اس میں محتاط نہیں ہوتا اور جو اس کے مقدر میں نہ ہو وہ اس میں غافل نہیں ہوتا۔ جب تو کسی چیز کو حاصل کرے تو اچھے طریقے سے حاصل کر' کیونکہ اس کے نصیب اور بدنصیبی دونوں آپس میں تھپیڑے مار رہے ہیں)

سـيكفيكه إمـا يـد مقفلـة ۔۔۔ وإمـا يـد مبسـوطة بينـان

ولما حوت منـ مينـة مـا حـوت حوت منه فخراً مـا لذلـك ثـانْ

اس کی تہی دستی اور ناکامی کافی ہو گی یا فراخ دستی اور تونگری۔ اور آمنہ نے اس سے وہ باعث صد افتخار چیز حاصل کی ہے جس کی نظیر نہیں)

پیشین گوئی : "دلائل النبوۃ" میں حافظ ابو نعیم نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ موسم سرما کے سفر میں عبدالمطلب یمن میں ایک یہودی کے ہاں ٹھہرے تو ایک یہودی نے ان سے عرض کیا جناب عبدالمطلب! کیا آپ مجھے اپنے جسم کا بعض حصہ دیکھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟ آپ نے اثبات میں جواب دے کر کہا بشرطیکہ شرم گاہ نہ ہو' چنانچہ اس نے ان کے دونوں نتھنوں کو دیکھ کر بتایا کہ آپ کے ایک ہاتھ میں حکومت ہے اور دوسرے میں نبوت' لیکن ہم تو یہ علامات بنی زہرہ کے بارے میں تحریر شدہ پاتے ہیں' یہ کیونکر ہوا؟ میں (عبدالمطلب) نے کہا مجھے معلوم نہیں' تو اس نے پوچھا کیا آپ کی "شاغہ" ہے میں نے کہا "شاغہ کیا؟" تو اس نے کہا "بیوی" میں نے کہا آج کل تو نہیں تو اس نے کہا واپس جاؤ تو بنی زہرہ میں شادی کر لینا' چنانچہ عبدالمطلب نے واپس آکر ہالہ بنت وہب سے شادی کر لی' ان کے بطن سے حمزہ اور صفیہ پیدا ہوئے پھر عبداللہ نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی تو ان کے بطن اطہر سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے' جب عبداللہ کی آمنہ سے شادی ہوئی تھی تو قریش نے کہا' عبداللہ فائز و کامران ہے' یعنی بیٹا باپ سے بازی لے گیا

سیرت رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ ﷺ کے نسب کا بیان

اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ : (۶/۱۲۴) "اللہ خوب جانتا ہے جہاں وہ رسالت رکھتا ہے" جب ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان سے آپؐ کے صفات و علامات کے بارے سوالات کئے تو اس نے پوچھا تم میں ان کا نسب کیسا ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا وہ ہم میں عالی نسب ہیں تو ہرقل نے کہا' واقعی رسول و انبیاء اسی طرح اپنی قوم میں عالی نسب ہوتے ہیں یعنی ان کا حسب نسب اعلیٰ اور خاندان اکثر و بیشتر ہوتا ہے۔ **اسمائے مبارک :** آپ ہیں اولاد آدم کے رئیس اور سید عالم' دنیا اور آخرت میں سب کے باعث افتخار' فخر دو عالم' ابوالقاسم' ابو ابراہیم' محمد' احمد' ماحی جن کی وجہ سے کفر مٹا' عاقب یعنی آخری نبی' حاشر جن کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہو گا' مقفی' نبی رحمت' نبی توبہ' غازی نبی' خاتم النبین' فاتح عالم' طٰہٰ' یٰسین اور عبداللہ --- بقول بیہقی بعض علماء نے قرآن میں مذکورہ ناموں کا بھی اضافہ کیا ہے --- رسول' نبی' امین' شاہد' مبشر' نذیر' داعی الی اللہ باذنہ' سراج منیر' رؤف' رحیم' مذکر' رحمت' نعمت' ہادی --- بعد ازیں ہم ایک مستقل باب میں وہ احادیث بیان کریں گے جس میں رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی مذکور ہیں۔ اس باب میں بیشتر احادیث مروی ہیں جن کو پورے اہتمام سے حافظ بیہقی اور حافظ ابن عساکر نے جمع فرمایا ہے اور بعض مؤلفین نے آپؐ کے ایک ہزار نام جمع فرمائے ہیں۔ احوذی شرح ترمذی میں فقیہ ابوبکر بن العربی المالکی نے ان میں سے ۶۴۰ نام آپ کے گنوائے ہیں' واللہ اعلم۔

والد گرامی اور چچا : رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی' عبداللہ' اپنے والد عبدالمطلب کے چھوٹے فرزند تھے' ذبیح ثانی (جن پر سو اونٹ قربان کیا گیا) بقول زہری' قریش کے حسین و جمیل اشخاص میں سے تھے' آپ کے برادران ہیں' حارث' زبیر' حمزہ' ضرار' ابوطالب عبدمناف' ابولہب عبدالعزیٰ' مقوم عبدالکعبہ (بعض کہتے ہیں یہ دو افراد کے نام ہیں) حجل مغیرہ' غیداق (سخی) نوفل بعض اس کا نام حجل بتاتے ہیں یہ نو' رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں۔

پھوپھیاں : آپ کی پھوپھیاں چھ ہیں' اروای' برہ' امیمہ' صفیہ' عاتکہ' حکیم بیضا۔ ان سب کے مفصل بیانات ہم آئندہ بیان کریں گے۔ (ابن کثیر)

عبدالمطلب : عبدالمطلب کا نام شیبہ ہے کہ سر میں طبعی طور پر کچھ بال سفید تھے اور "شیبۃ الحمد" سخاوت کی وجہ سے کہتے تھے اور عبدالمطلب کا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے والد گرامی ہاشم نے بغرض تجارت

شام جاتے ہوئے مدینہ میں عمرو بن زید بن لبید بن حرام بن خراش بن خندف بن عدی بن نجار خزرجی نجاری' رئیس قوم کے ہاں قیام کیا' ان کی بیٹی سلمیٰ ان کو بھلی لگی اور پسند آئی تو اس کے والد عمرو سے رشتہ طلب کیا تو والد نے اس شرط پر شادی کر دی کہ بیٹی کا قیام ہمارے ہاں رہے گا' بعض کہتے ہیں یہ شرط تھی کہ زچگی کے ایام ہمارے ہاں گزارا کرے گی' شام سے واپسی پر اسے اپنے ہمراہ مکہ لے آئے' پھر شام جاتے ہوئے سلمیٰ بنت عمرو کو جو حاملہ تھی والد کے پاس چھوڑ گئے اور خود شام چلے گئے اور وہاں غزہ میں فوت ہو گئے۔

سلمیٰ بنت عمرو کے ہاں بچہ پیدا ہوا جس کا نام شیبہ تجویز ہوا' اپنے ننھیال کے ہاں سات سال رہا' پھر اس کا چچا مطلب بن عبدمناف چپکے سے ماں کی اجازت کے بغیر مکہ لے آیا' لوگوں نے مطلب بن عبدمناف کے ہمراہ بچے کو سواری پر دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے؟ تو اس نے کہا "عبدی" میرا غلام' لوگ مطلب کو مبارک باد دینے کے لئے آئے تو اس کے لڑکے کو عبدالمطلب کہنے لگے اور یہی نام مشہور ہو گیا۔

عبدالمطلب بڑے امیر کبیر اور قوم کے رئیس تھے' ان کی عزت و وقار کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ ان کے قائد اور زعیم تھے۔ مطلب کی وفات کے بعد' سقایہ اور سبیل' رفادہ اور مہمان نوازی انہی کے سپرد تھی' بنی جرہم کے عہد قدیم سے چاہ زمزم جو نامعلوم تھا' اسی نے از سرنو اس کی کھدائی کی' تلواروں کے ہمراہ سونے کے دو آہو' جو چاہ زمزم سے ملے تھے ان سے کعبہ کے دروازے کو' سب سے قبل' اس نے ملمع کیا۔ بقول ابن ہشام' عبدالمطلب کے بہن بھائی ہیں' اسد' فضلہ' ابی صیفی' حیہ' خالدہ' رقیہ' شفاء' ضعیفہ۔

ہاشم : ان کے والد ہیں عمرو ہاشم' ہاشم کی وجہ تسمیہ یہ ہے قحط سالی میں اس نے لوگوں کو شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر' ثرید کھلایا' جیسا کہ مطرود بن کعب خزاعی نے ایک قصیدہ میں کہا ہے یا ز۰عری والد عبداللہ نے۔

عمرو الذی هشم الثرید لقومه ورجال مکة مسنتون عجاف
سنت الیه الرحلتان کلاهما سفر الشتاء ورحلة الاصیاف

(عمرو وہ ہے جس نے لوگوں کو ثرید کھلایا اور مکہ کے باشندے قحط زدہ کمزور تھے۔ موسم سرما اور گرما کے دو سفروں کی ایجاد کی نسبت اس کی طرف ہے)

کہ وہ دونوں سفروں کے موجد ہیں اور اپنے والد کے بڑے صاحبزادے ہیں' ابن جریر کے مطابق وہ اور عبدشمس توام (جڑویں بھائی)۔ تھے اس کا پاؤں عبدشمس کے سر سے چمٹا ہوا تھا جب علیحدہ کیا گیا تو خون جاری ہو گیا' اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ ان کی اولاد کے درمیان جنگ و جدال ہوں گے۔ چنانچہ ۱۳۳ھ میں اموی اور عباسی خاندان کے درمیان سخت خونریزی ہوئی۔ تیسرا بھائی مطلب اپنے والد کا چھوٹا بیٹا تھا' ان تینوں کی والدہ ہے عاتکہ بنت مرہ بن ہلال اور چوتھے بھائی کی والدہ ہے واقدہ بنت عمرو المازنیہ۔

مجیرون : یہ چاروں بھائی قوم کے رئیس تھے اور عوام میں "مجیرون" کے نام سے معروف تھے کہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے شاہان عالم سے امن و امان کی ضمانت حاصل کر لی تھی کہ آزادانہ طور پر تجارت کر

سکیں' چنانچہ ہاشم نے شاہان شام روم اور غسان سے امن و امان کی ضمانت حاصل کر لی تھی' عبد شمس نے شاہ حبشہ نجاشی اکبر سے' نوفل نے کسریٰ سے اور عبدالمطلب نے شاہان حمیر سے' شاعر ان کی نسبت کہتا ہے۔

یا ایہا الرجل المحول رحلہ ۔ الا نزلت بآل عبد مناف

(اے وہ آدمی جو اپنے کجاوے کو اٹھائے ہوئے ہے' کیوں نہ آل عبد مناف کا مہمان ہوا)

والد کی وفات کے بعد' سقایہ اور رفادہ کا منصب ہاشم کے سپرد ہوا' ہاشم اور عبدالمطلب کی نزدیکی رشتہ داری قائم رہی' وہ اسلام اور جاہلی دور میں ایک ہی رہے جدا نہیں ہوئے اور شعب ابی طالب میں بھی متحد رہے۔ عبد شمس اور نوفل کی اولاد ان سے الگ اور جدا ہے۔ بنابریں ابوطالب نے قصیدہ لامیہ میں کہا۔

جزی اللہ عنا عبد شمس ونوفلا ۔ عقوبۃ شر عاجلا غیر آجل

(اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے عبد شمس اور نوفل کو بدترین سزا دے نہایت جلدی بغیر دیر کے)

عجب اتفاق : تاریخ میں ایسا معلوم نہیں کہ ایک باپ کی اولاد اس قدر مختلف مقامات میں فوت ہوئی۔ ہاشم شام کے علاقہ غزہ میں فوت ہوئے' عبد شمس نے مکہ میں انتقال کیا' نوفل کو عراق کے علاقہ سلامان میں موت آئی اور مطلب (حسن و جمال کی وجہ سے ان کو قمر کہتے تھے) یمن کے علاقہ ریحان میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ ہاشم' عبد شمس' نوفل اور مطلب' یہ چار بھائی شہرہ آفاق ہیں' ان کا ایک پانچواں بھائی ابوعمرو عبد "اصل نام عبد قصی ہے" اس قدر مشہور نہ تھا' لوگ کہتے ہیں کہ اس کی نسل ختم ہو گئی تھی **(قال الزبیر بن بکار وغیرہ)** ان کی چھ بہنیں ہیں' تماضر' حیہ' ریطہ' قلابہ' ام الاخثم اور ام سفیان' یہ ہیں گیارہ بہن بھائی عبد مناف کی اولاد۔

عبد مناف : مناف ایک بت کا نام ہے' عبد مناف کا اصل نام ہے مغیرہ' اپنے والد کی زندگی میں ہی قوم کا رئیس اور سردار تھا اور شہرہ آفاق تھا۔ ان کا بھائی عبدالدار سب سے بڑا تھا۔ قوم کے سب منصب باپ نے اس کے سپرد کئے تھے "کما تقدم" دیگر بہن بھائی تھے۔ عبدالعزیٰ' عبد' برہ اور تخمر' ان چار بھائیوں اور دو ہمشیرگان کی والدہ ہے' حبی بنت حلیل بن حبشی بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی۔ شہزادی حبی کا والد شاہان خزاعہ کا آخری بادشاہ تھا' اور یہی لوگ بادشاہ بیت اللہ کے متولی تھے' یہ چار بھائی اور دو بہنیں قصی کی اولاد تھے۔

قصی : قصی کا نام زید ہے۔ ان کو قصی اس وجہ سے کہتے تھے کہ اس کے باپ کلاب کے بعد اس کی والدہ نے ربیعہ بن حزام بن عذرہ سے نکاح کر لیا تھا اور وہ اسے دور دراز اپنے علاقہ میں لے گیا تھا اور یہ بچہ بھی ان کے ہمراہ تھا' اس وجہ سے زید کا نام قصی مشہور ہو گیا' پھر بڑا ہو کر مکہ واپس لوٹا اور قریش کی پریشانی کا مداوا کیا اور متفرق مقامات سے لا کر ان کو مکہ میں آباد کیا۔ بیت اللہ سے خزاعہ کی تولیت کو ختم کیا بلکہ ان کو مکہ سے جلاوطن کر دیا اور حالات صحیح ڈگر پر آئے اور وہ قریش کا علی الاطلاق خود مختار' سربراہ ہو گیا۔ رفادۃ' حجاج کی خبر گیری' سقایہ' سبیل اور پانی کا انتظام' سدانت' کعبہ کی مجاورت و خدمت' حجابیہ' کعبہ کی کلید برداری' لواء' علم برداری' دارالندوہ' مجلس شوریٰ وغیرہ تمام منصب اس کے سپرد تھے جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا

ہے۔

قصی ، لعمری کان یدعی مجمعاً بہ جمع اللہ القبائل من فھر

(میری زندگی کی قسم! قصی کو مجمع اور منتظم اعلیٰ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی بدولت اللہ نے فہر کے قبائل کو یکجا جمع اور اکٹھا کیا)

یہ قصی زہرہ کا بھائی ہے اور یہ دونوں کلاب کے بیٹے ہیں۔

کلاب : کلاب کے بھائی تیم اور ابو مخزوم یقظہ ہیں۔ ان تینوں کا والد ہے مرہ

مرہ : مرہ کے بھائی عدی اور ہصیص ہیں ان کے والد ہیں کعب۔

کعب : کعب ہر جمعہ لوگوں کو اکٹھے کر کے خطبہ دیا کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی بشارت سنایا کرتا تھا اور دریں اثناء اشعار پڑھا کرتا تھا' ان کے بھائی عامر' سامہ' خزیمہ' سعد' حارث اور عوف ہیں' یہ سات بھائی لوی کی اولاد ہیں۔

لوی : تیم ادرم کے بھائی ہیں اور یہ دونوں' لوی اور تیم' غالب کی اولاد ہیں۔

غالب : غالب حارث اور محارب کے بھائی ہیں یہ تینوں اولاد ہیں فہر کی۔

فہر : فہر بھائی ہیں حارث کے' ان دونوں کے والد ہیں مالک۔

مالک : ان کے بھائی صلت اور یخلد ہیں اور یہ تینوں نضر کی اولاد ہیں جو قریش کے منصرم اعلیٰ تھے۔

نضر : ان کے بھائی ہیں مالک' ملکان اور عبد مناف وغیرہ ان سب کے والد ہیں کنانہ۔

کنانہ : کنانہ کے بھائی ہیں اسد' اسدہ' ہون۔ یہ چار ہیں خزیمہ کی اولاد۔

خزیمہ : یہ خزیمہ ہذیل کا بھائی ہے اور یہ دونوں "مدرکہ" عمرو نامی کی اولاد ہیں۔

مدرکہ' عمرو : ان کے بھائی ہیں "طابخہ عامر" اور قمعہ' یہ تینوں بیٹے ہیں الیاس کے۔

الیاس : اس کا بھائی ہے غیلان "قیس خاندان" کا مورث اعلیٰ' الیاس اور غیلان دونوں مضر کے لڑکے ہیں۔

مضر : مضر اور ربیعہ دونوں کو اسماعیل علیہ السلام کی خالص نسل سے شمار کیا جاتا ہے۔ ان کے دو بھائی انمار اور ایاد دونوں یمن چلے گئے' یہ مضر ربیعہ' انمار اور ایاد' نزار کی اولاد ہیں اور نزار کے بھائی قضاعہ ہیں۔ بقول ماہرین نسب قضاعہ بھی حجازی اور عدنانی تھے' نزار اور قضاعہ دونوں معد بن عدنان کی اولاد ہیں۔ اس مذکورہ بالا نسب نامہ میں ماہرین انساب کے ہاں کوئی اختلاف نہیں۔ حجاز کے سب قبائل کا نسب معد بن عدنان تک پہنچتا ہے۔

بنابریں ابن عباسؓ وغیرہ مفسرین نے ۴۲/۲۳ "قل لا اسئلکم علیہ من اجر الا المودۃ فی القربیٰ" کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا بجز رشتہ داری کی محبت کے' کے بارے میں کہا ہے کہ عرب

کے جملہ' عدنانی قبائل کا رشتہ آپؐ کے ساتھ ددھیال کی طرف سے وابستہ ہے اور بیشتر کے ساتھ ننھیالی رشتہ مفصل بیان کیا ہے۔ ہم عدنان کے تعارف و ترجمہ میں پورا نسب اور اس پر اعتراض وغیرہ سب تحریر کر چکے ہیں اور لامحالہ قطعی طور پر عدنان' اولاد اسماعیل میں سے ہے۔ گو اس بات میں اختلاف موجود ہے کہ عدنان اور اسماعیل کے درمیان کتنی نسلیں ہیں' یہ بھی مفصل بیان ہو چکا ہے' واللہ اعلم۔ عدنان سے آدم علیہ السلام تک نسب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور اس سلسلہ میں ابو العباس عبداللہ بن محمد الناشی کا ایک قصیدہ جو ۷۷ اشعار پر مشتمل ہے' بھی بیان کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہؐ کا نسب پر تبصرہ : امام ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ کے ابتداء میں رسول اللہ ﷺ کے نسب مبارک پر نہایت عمدہ بحث تحریر کی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنا نسب عدنان تک بر سر منبر بیان کیا ہے مگر اس کی صحت اور درستگی کا حال مذکور معلوم ہے۔ جیسا کہ حافظ بیہقی سے بیان ہے کہ انس اور ابوبکر بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ کندہ قبیلہ کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی نسب سے ہیں' تو آپ نے کہا یہی بات عباس اور ابوسفیان بھی کہتے ہیں۔ مگر ہم اپنے آبا کی نسب سے الگ نہیں ہوتے' ہم تو نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا' میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بہ فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار' جب بھی نسل میں دو شاخیں پیدا ہوئیں مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر شاخ میں منتقل کر دیا اور میرا دنیا میں ظہور ایسے والدین سے ہوا جو زنا سے پاک رہے۔ حضرت آدم سے لے کر نکاح کی پیداوار ہوں' زنا کی نہیں' میں اپنی ذات اور باپ کے لحاظ سے تم سب سے بہتر اور برتر ہوں' مالک بن انس کی یہ حدیث نہایت غریب ہے۔ اس میں قدامی راوی بھی ضعیف اور منفرد ہے۔ لیکن ہم دوسری اسناد سے اس کے شواہد پیش کرتے ہیں' **خرجت من نکاح لا من سفاح** کہ میں نکاح کی پیداوار ہوں زنا کی نہیں" اس بات کی تائید میں ہے کہ عبدالرزاق ابن عیینہ' جعفر بن محمد' ابوہ ابو جعفر باقر سے ۹/۱۲۸ **لقد جاء کم رسول من انفسکم** کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جاہلیت کی ولادت یعنی زنا سے پاک رہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**انی خرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح**" یہ روایت نہایت عمدہ مرسل ہے۔

اسی طرح امام بیہقی نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ ربیعہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**ان اللہ اخرجنی من النکاح ولم یخرجنی من السفاح**" اس روایت کو ابن عدی نے موصول اور مرفوع بیان کیا کہ احمد بن حفص' علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں آدم سے لے کر اپنے والدین تک نکاح کی پیداوار ہوں زنا کی نہیں۔ میرے نسب میں زنا کا شائبہ تک نہیں۔ یہ حدیث اس سند سے غریب اور کمزور ہے' بالکل صحیح نہیں۔ ھیثم' مدینی' ابوالحویرث' ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے نسب میں جاہلیت کے نکاح کا شائبہ تک نہیں۔ میرا ظہور اسلامی نکاح کی طرح ہوا ہے۔ یہ

سند بھی غریب ہے۔ حافظ ابن عساکر نے یہ روایت ابو ہریرہ سے بیان کی ہے۔ اس کی سند میں ضعف ہے' واللہ اعلم۔ محمد بن سعد' عائشہؓ سے بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**ولدت من نکاح غیر سفاح**" ابن عساکر' ابن عباسؓ سے **وتقلبک فی الساجدین** کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ آپ آغاز دنیا سے نبیوں کی نسل میں چلے آئے حتیٰ کہ آپ نبی پیدا ہوئے' شبیب نے اس کو عطاء سے بھی بیان کیا ہے۔

محمد بن سعد' محمد کلبی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کی پانچ سو والدہ کی بابت تلاش اور جستجو کی ہے۔ میں نے ان میں زنا کی بو تک نہیں پائی۔ بخاری میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بنی آدم کی بہتر سے بہتر نسل میں پیدا ہوتا رہا یہاں تک کہ اب میں (عبداللہ) کی نسل سے پیدا ہوا ہوں۔ مسلم شریف میں واثلہ بن اسقع کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو منتخب فرمایا اور اولاد اسماعیل سے بنی کنانہ کو' اور بنی کنانہ سے قریش کو' اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو۔ امام احمد (ابو نعیم' سفیان' یزید بن ابی زیاد' عبداللہ بن حارث بن نوفل' مطلب بن ابی وداعہ) عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے نسب میں بعض لوگوں کی نکتہ چینی معلوم ہوئی' تو آپؐ نے برسر منبر فرمایا "میں کون ہوں؟" تو سامعین نے کہا' آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا میں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا پھر اس نے مجھ کو اس کی بہترین نسل میں منتقل کر دیا پھر ان کے دو گروہ ہوئے تو مجھے بہترین گروہ میں منتقل کر دیا' پھر اللہ نے قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں منتقل کر دیا پھر ان کو اللہ نے خاندانوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین خاندان میں پیدا کیا۔ پس میں تم سب سے ذات اور خاندان کے لحاظ سے اعلیٰ اور افضل ہوں' **صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ دائما ابدا الی یوم الدین**

یعقوب بن سفیان (عبیداللہ بن موسیٰ' اسماعیل بن ابی خالد' یزید بن ابی زیاد' عبداللہ بن حارث بن نوفل) عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کہ قریش جب آپس میں ملاقات کرتے ہیں تو بڑے ہشاش بشاش ہوتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو خندہ پیشانی سے پیش نہیں آتے' یہ سن کر آپ سخت غصے ہوئے اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جب تک کوئی آدمی تم سے اللہ اور رسول کی خاطر محبت نہ رکھے اس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو گا۔ میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کہ قریش اپنے حسب نسب کی بابت مذاکرہ کر رہے تھے تو انہوں نے آپؐ کی مثال یوں دی جیسے کھجور کا درخت کچرے کوڑے میں اگ آئے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ان اللّٰہ یوم خلق الخلق جعلنی فی خیرھم ثم لما فرقھم قبائل جعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم حین جعل البیوت جعلنی فی خیر بیوتھم فانا خیرھم نفسا وخیرھم بیتا

یہی روایت ابن ابی شیبہ نے ابن فضیل' یزید بن ابی زیاد' عبداللہ بن حارث' ربیعہ بن حارث سے بیان کی ہے لیکن اس نے عباس کا ذکر نہیں کیا۔

یعقوب بن سفیان' (یحییٰ بن عبدالحمید' قیس بن عبداللہ' اعمش' عبایہ بن ربعی) ابن عباس سے بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین حصہ میں منتقل کیا۔ یہ تفسیر ہے **واصحاب الیمین واصحاب الشمال** کی' میں اصحاب یمین میں سے ہوں اور ان سب سے بہتر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو تین حصوں --- یمین' یسار اور سابق --- میں تقسیم کیا تو میں سابق لوگوں میں شمار ہوا اور میں "سابق لوگوں" میں سے بہتر ہوں' پھر ان کو قبائل میں منتقل کیا تو مجھے بہترین قبیلہ میں منتقل کیا تو مجھے بہترین خاندان میں تبدیل کیا۔ یہ ہے مطلب **وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم** کا' میں سب کائنات سے متقی ہوں اور سب سے افضل ہوں۔ یہ بات فخر اور خود ستائی نہیں اظہار حقیقت ہے' پھر قبائل کو خاندانوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین خاندان میں تبدیل کیا۔ یہ ہے مقصد **انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا** کا' چنانچہ میں اور اہل بیت سب گناہوں سے پاک ہیں۔ اس حدیث میں نہایت غرابت اور نکارت و عجوبہ پن ہے۔

ابوسفیان کا اعتراض : حاکم اور بیہقی نے ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ ہم نبی علیہ السلام کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک خاتون آئی' کسی نے کہا' یہ رسول اللہ ﷺ کی دختر نیک اختر ہے تو ابوسفیان نے کہا' بنی ہاشم میں محمد کی مثال خوشبودار پودے کی ہے جو بدبودار جگہ میں ہو۔

اس خاتون نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ کے چہرے پر غصہ ہویدا تھا' آپ نے فرمایا مجھے بعض لوگوں سے طرح طرح کی باتیں پہنچتی ہیں' سنو! اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے' ان سے اعلیٰ کو پسند کیا اور اپنی مخلوقات سے جس کو پسند کیا اس میں آباد کیا پھر اللہ نے ساری کائنات سے اولاد آدم کو پسند کیا اور ان سے عرب کو پسند کیا اور عرب سے مضر کو پسند کیا اور مضر سے قریش کو' اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو' چنانچہ میں بہتر سے بہتر ہوں۔ جو شخص عرب سے محبت رکھتا ہے وہ میری وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض و عناد رکھتا ہے وہ میرے ساتھ عناد کی وجہ سے ان سے بغض و عناد رکھتا ہے۔ یہ حدیث بھی غریب ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں قیامت کے روز اولاد آدم کا رئیس اور سردار ہوں گا۔ یہ اظہار حقیقت ہے' فخر و تکبر نہیں۔ حاکم اور بیہقی نے (موسیٰ بن عبیدہ' عمرو بن عبداللہ بن نوفل' زہری' ابو اسامہ یا ابو سلمہ) عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل نے کہا میں نے روئے زمین کا مشرق و مغرب چھان مارا' محمدؐ سے افضل کسی کو نہ پایا اور میں نے دنیا کا مشرق و مغرب خوب ٹٹولا' بنی ہاشم سے کسی کو بہتر نہ پایا۔ حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے گو بعض راوی ضعیف اور ناقابل حجت ہیں' تاہم یہ ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں اور سب کا مرکزی مفہوم حدیث واثلہ کی تائید کرتا ہے' واللہ اعلم۔

ابوطالب کے اشعار : ابوطالب نے آپ کی تعریف و ستائش میں چند اشعار کہے۔

إذا اجتمعت یوماً قریش لمفخر   فعبد مناف سرّھا وصمیمھا
فان حصلت أشراف عبد منافھا   ففی ھاشم أشرافھا وقدیمھا

وإن فخرت يوماً فإن محمداً ... هو المصطفى من سرها وكريمها

تداعت قريش غثها وسمينها ... علينا فلم تظفر وطاشت حلومها

(جب قریش کسی روز فخر و مباہات کے لئے جمع ہوں تو سنو! قبیلہ عبد مناف اس کا وسط اور خالص ہے۔ اگر عبد مناف کے اشراف کا خلاصہ نکال لیا جائے تو ہاشم قبیلہ میں ہی اس کے اشراف اور قدیم بزرگ ہیں۔ اگر ہاشم قبیلہ کبھی افتخار کا اظہار کرے تو صرف محمدؐ ہی ان کے اچھے لوگوں سے منتخب ہیں۔ ہمارے خلاف ہر کمی قریشی جمع ہو گیا' پس وہ ناکام ہوئے اور ان کی عقلیں ماری گئیں)

وكنا قديماً لا نقر ظلامة ... إذا ما ثنوا صعر الخدود نقيمها

ونحمي حماها كل يوم كريهة ... ونضرب عن أحجارها من يرومها

بنا انتعش العود الذواء وإنما ... بأكنافنا تندى وتنمى أرومها

(ہم عہد قدیم سے ہی ظلم و تشدد کا اعتراف نہیں کرتے' جب وہ ٹیڑھے ہوں تو ہم مغرور لوگوں کی گردنیں سیدھی کر دیتے ہیں۔ ہم ہر مشکل وقت میں اس کی چراگاہ کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کے گھروں پر جو حملہ آور ہوں ان کو مارتے ہیں۔ خشک لکڑی ہماری وجہ سے ترو تازہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ اس کی جڑ اور بنیاد ہی ہمارے سایہ میں نشوونما پاتی ہے)

عباس کے مدحیہ اشعار : وہ "جز اور مجموعہ" جو ابو السکن زکریا بن یحییٰ طائی کی طرف منسوب ہے اس میں ہے کہ عمر بن ابی زحر بن حصین' جدہ حمید ابن منہب' خریم بن اوس سے نقل کرتا ہے کہ میں تبوک سے واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہوا اور عباس کہہ رہے تھے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی مدح میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہو تمہارے دانت سلامت رہیں۔

من قبلها طبت في الظلال وفي ... مستودع حيث يخصف الورق

ثم هبطت البلاد لا بشر أنت ... ولا مضغة ولا علق

بل نطفة تركب السفين وقد ... ألجم نسراً وأهله الغرق

تنقل من صلب إلى رحم ... إذا مضى عالم بدا طبق

(قبل ازیں آپ سایوں میں خوش و خرم رہے اور ایسے مقام میں جہاں پتے جوڑ کر لباس بنایا جاتا ہے یعنی جنت میں۔ پھر تو روئے زمین پر آیا بشر تھا نہ بوٹی' نہ بستہ خون۔ بلکہ تو پانی کی بوند تھا جو کشتی میں سوار ہوا' نسر اور اس کے پرستاروں کو غرق کر دیا۔ تو پشت سے رحم میں تبدیل ہوتا رہا' جب ایک زمانہ گزر جاتا تو دوسرا قرن نمودار ہوتا)

حتى احتوى بيتك المهيمن من ... خندف علياء تحتها النطق

وأنت لما ولدت أشرقت الارض ... وضاءت بنورك الأفق

فنحن في ذلك الضياء وفي النور ... وسبل الرشاد نخترق

(تا آنکہ اس نے خندف کے عالی مقام اور نگہبان خاندان کو محفوظ کر دیا اور وہ خاندانی نطق و گویائی سے آراستہ ہے۔ آپ کی ولادت کے وقت زمین روشن ہو گئی' اور آپ کی روشنی سے آفاق منور ہو گئے۔ ہم اس روشنی نور اور نیکی

کے راستوں میں چلتے ہیں)

یہی اشعار حسان بن ثابت سے بھی منقول ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن عساکر ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "فداک ابی وامی" آدم جنت میں تھے تو آپ کہاں تھے؟ آپ نے خوب مسکرا کر فرمایا میں آدم کی پشت میں تھا پھر میں اپنے والد نوح کی پشت میں کشتی پر سوار تھا' پھر ابراہیم کی پشت میں آیا' ہمارے آباء و امہات نے کبھی زنا نہیں کیا' اللہ تعالیٰ مجھ کو مسلسل شریف پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا۔ میں ہدایت یافتہ ہوں' خاندان کی دو شاخوں میں سے میں بہتر اور برتر شاخ میں تبدیل ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے نبوت کا میثاق اور اسلام کا عہد لیا۔ تورات اور انجیل میں نام نشر کیا۔ ہر نبی نے اپنی امت کو میری صفات بتائیں' میرے نور سے زمین روشن ہو گئی اور میرے چہرے سے بادل منور ہو گئے' مجھے اپنی کتاب کا علم دیا۔ آسمان پر میری قدر و منزلت میں اضافہ کیا' اپنے نام سے میرا نام مشتق کیا' عرش والا محمود ہے اور میں محمد اور احمد ہوں۔ مجھ سے حوض اور کوثر کا وعدہ فرمایا اور مجھے پہلا شافع اور سفارشی بنایا اور میں ہی وہ اولین شخص ہوں جس کی سفارش قبول ہو گی' پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے بہتر زمانے میں اپنی امت اور قوم کے لئے پیدا کیا اور میری امت حمادون اور اللہ کی تعریف کرنے والی ہے۔ نیکی کا امر کرتے ہیں' برائی سے روکتے ہیں۔ پھر سابقہ روایت والے اشعار بیان کئے ہیں جو حسان کے ہیں' یہ اشعار سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا "حسان پر اللہ رحمت کرے' تو علیؓ نے کہا رب کعبہ کی قسم! حسان کے لئے جنت واجب ہو گئی' بقول ابن عساکر یہ حدیث نہایت غریب ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں بلکہ نہایت منکر ہے صحیح بات یہی ہے کہ یہ اشعار عباسؓ کے ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ یہ اشعار عباس بن مرداس سلمی کے ہیں' واللہ اعلم۔

نام کی عظمت اور محمد نام کے چھ اشخاص : (نوٹ) شفا میں قاضی عیاض م (۱۱۴۹ء/۵۴۴ھ) نے بیان کیا ہے کہ اسم احمد جو آسمانی کتابوں میں مذکور ہے اور انبیائے کرام نے ان کی آمد کا مژدہ سنایا ہے۔ بہ تقاضائے حکمت الٰہی (یا حسن اتفاق سے) کوئی شخص بھی اس نام سے موسوم نہ ہوا اور نہ ہی اس نام سے کسی کو پکارا گیا کہ ضعیف الاعتقاد اور شکی مزاج انسان کو التباس نہ ہو۔ ایسے ہی اسم محمدؐ کو بھی عرب و عجم میں کسی نے بطور نام استعمال نہیں کیا' البتہ رسول اکرم ﷺ کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل یہ مشہور ہو گیا تھا کہ محمدؐ نامی نبی مبعوث ہو گا پس نبوت کی امید میں بعض عرب نے اپنے بیٹوں کا یہ نام تجویز کیا تھا (**واللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ**) اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے گا' چنانچہ یہ ہیں چھ اشخاص جو اس نام سے موسوم ہوئے۔ (۱) محمد بن اصیحہ بن جداح اوسی (۲) محمد بن سلمہ انصاری (۳) محمد بن براء کندی (۴) محمد بن سفیان بن مجاشع (۵) محمد بن حمران جعفی اور (۶) محمد بن خزاعی سلمی' ان کا ساتواں کوئی نہیں۔ بعض کہتے ہیں سب سے اول محمد بن سفیان اس نام سے موسوم ہوا۔ یمنی کہتے ہیں محمد بن یحمد ازدی۔

جو شخص بھی اس نام سے موسوم ہوا' اللہ نے اس کو دعوائے نبوت سے محفوظ رکھا یا کسی نے بھی اس کی نبوت کا اقرار کیا ہو یا اس پر نبوت کے کچھ آثار ہویدا ہوئے ہوں جن سے اشتباہ کا خطرہ لاحق ہو' یہاں

تک کہ دونوں باتیں آپ کے لئے بلانزاع محقق ہو گئیں یعنی بذات خود دعوائے نبوت اور عوام کی تائید و تصدیق۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت

آپ بروز سوموار پیدا ہوئے' صحیح مسلم کی ابو قتادہؓ کی روایت کے مطابق کہ کسی اعرابی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ سوموار کے روزے کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں' تو آپؐ نے فرمایا' اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھے نبوت نصیب ہوئی۔ امام احمد (موسیٰ بن داؤد' ابن لھیعہ' خالد بن ابی عمران' حنش صنعانی) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بروز سوموار پیدا ہوئے' اور اس روز نبوت سے سرفراز ہوئے اور اسی روز ہجرت کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے اور اسی روز مدینہ تشریف لائے' اسی روز فوت ہوئے اور اسی روز بیت اللہ میں حجر اسود رکھا۔ امام احمد اس روایت میں منفرد ہیں ---- ابن لھیعہ سے یہ روایت عمرو بن بکیر بھی بیان کرتے ہیں اور یہ اضافہ کرتے ہیں **الیوم اکملت لکم دینکم** (۵/۳) بھی سوموار کو نازل ہوئی۔ اسی طرح موسیٰ بن داؤد سے کسی اور نے بھی روایت نقل کی ہے اور اس نے یہ اضافہ کیا ہے کہ غزوہ بدر بھی سوموار کو ہوا۔ (یزید بن حبیب بھی اسی بات کا قائل ہے) یہ حدیث نہایت منکر ہے۔ حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ جنگ بدر اور **الیوم اکملت** (۵/۳) کا نزول جمعہ کے روز ہونا' صحیح ثابت ہے۔ حافظ ابن عساکر نے واقعی حقیقت حال کے مطابق کہا۔ عبداللہ بن عمر' کریب' ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت بروز سوموار ہوئی اور اسی روز وفات ہوئی۔ ابن عباسؓ سے متعدد اسناد سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کے روز پیدا ہوئے۔ یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے۔

بروز جمعہ : ۱۸ ربیع الاول بروز جمعہ کو جو لوگ ولادت باسعادت کے قائل ہیں وہ غلط کار ہیں' یہ بات حافظ ابن دحیہ نے "اعلام الروی باعلام الھدی" از بعض شیعہ" سے نقل کی ہے پھر اس کی خوب تضعیف اور تردید کی ہے اور یہ بات قابل تردید ہی ہے کہ خلاف نص ہے۔

دو ربیع الاول : جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ولادت ربیع الاول میں ہوئی بعض کہتے ہیں دو ربیع الاول (استیعاب از ابن عبدالبر) نیز واقدی نے بھی یہی تاریخ ابو معشر نجیح بن عبدالرحمان مدنی سے نقل کی ہے۔

۸ ربیع الاول : بعض کہتے ہیں "آٹھ ربیع الاول" یہ قول حمیدی نے ابن حزم سے نقل کیا ہے۔ نیز مالک' عقیل' یونس بن یزید وغیرہ نے بھی امام زہری از محمد بن جبیر مطعم بیان کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے مورخین سے اس کی تصحیح اور درست ہونا نقل کیا ہے۔ "حافظ کبیر" محمد بن موسیٰ خوارزمی نے بھی اس کو درست قرار دیا ہے اور **التنویر فی مولد البشیر والنذیر** میں حافظ ابو الخطاب بن دحیہ نے بھی اس کو ترجیح دی ہے۔

دس ربیع الاول : بعض "دس ربیع الاول" کہتے ہیں۔ ابن دحیہ نے اس کو اپنی مذکور کتاب میں ذکر کیا

ہے۔ حافظ ابن عساکر نے یہ ابو جعفر الباقر سے نقل کیا ہے۔ نیز مجاہد نے شعبی سے بھی ذکر کیا ہے۔

۱۲ ربیع الاول : ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ ابن اسحاق نے بیان کی ہے اور "مصنف" میں ابن ابی شیبہ نے عفان' سعید بن مینا' جابر اور ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول میں پیدا ہوئے' اسی روز مبعوث ہوئے' اسی روز معراج ہوا' اسی روز ہجرت کی اور اسی روز فوت ہوئے۔ جمہور کے نزدیک یہی تاریخ مشہور ہے' واللہ اعلم۔

۱۷ ربیع الاول : بعض لوگ ۱۷۔ ربیع الاول کے قائل ہیں جیسا کہ ابن دحیہ نے بعض شیعہ سے نقل کیا ہے۔

۲۲ ربیع الاول : بعض ۲۲۔ ربیع الاول بھی کہتے ہیں۔ یہ قول ابن دحیہ نے وزیر ابو رافع بن حافظ ابن حزم کے خط سے اس کے والد کا قول نقل کیا ہے' لیکن ابن حزم کا صحیح قول ۸۔ ربیع الاول ہے جو حمیدی نے ان سے بیان کیا ہے اور یہی صحیح ثابت ہے۔

۹ ربیع الاول : مصر کے مشہور ماہر فلکیات محمود پاشا نے بدلائل یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ۹۔ ربیع الاول بروز سوموار موافق ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی (ندوی)

رمضان : رسول اللہ ﷺ کی ولادت رمضان میں ہوئی' یہ زبیر بن بکار کا قول ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بلا تکلف وحی رمضان میں نازل ہوئی' اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ بنا بریں آپ کی ولادت بھی رمضان میں ہوئی ہو گی۔ یہ قول محل نظر ہے' واللہ اعلم۔

یکم ربیع الاول : حافظ خیثمہ بن سلیمان (خلف بن محمد کردوس واسطی' معلی بن عبدالرحمان' عبدالحمید بن جعفر' زہری' عبیداللہ بن عبد اللہ) ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارک ماہ ربیع الاول میں بروز سوموار ہوئی اور یکم ربیع الاول بروز سوموار آپ نبوت سے سرفراز ہوئے اور بروز سوموار ربیع الاول میں آپ پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔ رواہ ابن عساکر' **وھذا غریب جدا۔**

۱۲ رمضان : زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ جمرہ وسطی کے قریب' شعب ابی طالب میں حج کے موسم میں' قربانی کے ایام میں' آپ کی والدہ ماجدہ امید سے ہوئیں اور آپ کی ولادت باسعادت ۱۲ رمضان کو مکہ مکرمہ میں' اس گھر میں ہوئی جو دار محمد بن یوسف برادر حجاج کے نام سے معروف ہے اور کسی مورخ کا بیان ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کی والدہ خیزران نے جس سال حج کیا اس نے اس گھر کو مسجد میں تبدیل کرنے کا حکم صادر کیا' آج کل وہ مسجد معروف ہے۔

۱۲ رمضان : حافظ ابن عساکر نے (محمد بن عثمان بن عقبہ بن مکرم' مسیب بن شریک' شعیب بن شعیب' ابوہ' جدہ) نقل کیا ہے کہ دس محرم کو رسول اللہ ﷺ کا حمل قرار پایا اور بروز سوموار ۱۲ رمضان' واقعہ فیل کے ۲۳ سال بعد آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

سہیلی کا قول : امام سہیلی نے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی ولادت مبارک ۲۰ نیشان (مطابق اپریل)

۸۸۲ ذوالقرنین میں ہوئی اور یہ موسم نہایت معتدل اور عمدہ ہوتا ہے۔

عام الفیل : بقول ابن اسحاق' جمہور کا قول یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ ابراہیم بن منذر حزامی کہتے ہیں کہ کسی اہل علم کو اس بات میں شک و شبہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام فیل میں پیدا ہوئے اور واقعہ فیل کے چالیس سال بعد مبعوث ہوئے۔ حافظ بیہقی' (ابو اسحاق **سبیعی**' سعید بن جبیر) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عام فیل میں پیدا ہوئے۔ **محمد ابن اسحاق**' (مطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ' عبداللہ بن قیس) قیس بن مخرمہ سے بیان کرتے ہیں' میں اور رسول اللہ ﷺ ہم عمر تھے عام فیل میں پیدا ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے قباث بن اشیم کے از بنی یعمر بن لیث سے پوچھا عمر میں تم بڑے تھے یا رسول اللہ ﷺ' تو اس نے کہا رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں لیکن میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں' میں نے ہاتھی کی لید سبز رنگ بدلتے ہوئے دیکھی ہے۔ (ترمذی اور حاکم از ابن اسحاق)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر میلہ عکاظ کے سال' بیس سال کی تھی اور حرب فجار بھی واقعہ فیل کے بیس سال بعد ہوئی اور کعبہ کی تعمیر' حرب فجار سے پندرہ سال بعد ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت' تعمیر کعبہ کے پانچ سال بعد ہوئی۔ **محمد بن جبیر بن** مطعم کہتے ہیں کہ عکاظ میلہ کی ابتداء حادثہ فیل کے پندرہ سال بعد ہوئی اور کعبہ کی تعمیر عکاظ سے دس سال بعد ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کعبہ کی تعمیر کے پندرہ سال بعد ہوئی۔

قباث : حافظ بیہقی نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے قباث بن اشیم کنانی لیثی سے پوچھا تم عمر میں بڑے ہو یا رسول اللہ ﷺ؟ تو اس نے نہایت مودبانہ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے اکبر اور اعظم و اعلیٰ ہیں' میں ان سے عمر میں بڑا ہوں' رسول اللہ ﷺ عام فیل میں پیدا ہوئے اور میری والدہ نے مجھے ہاتھی کی لید دکھائی جو سبز رنگ بدلے ہوئے تھی اور رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔

سوید : یعقوب بن سفیان نے سوید بن غفلہ سے بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ہم عمر ہوں' میں عام فیل میں پیدا ہوا' لیکن بیہقی نے سوید بن غفلہ سے بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے دو سال چھوٹا ہوں۔ یعقوب بن سفیان نے محمد بن جبیر بن مطعم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام فیل میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت کے پندرہ سال بعد میلہ عکاظ ہوا اور کعبہ کی تعمیر حادثہ فیل سے ۲۵ سال بعد ہوئی اور رسول اللہ ﷺ واقعہ فیل سے چالیس بعد نبوت سے سرفراز ہوئے۔

واقعہ فیل کے بعد ۵۰ روز : غرضیکہ رسول اللہ ﷺ بقول جمہور' حادثہ فیل کے سال پیدا ہوئے۔ حادثہ فیل کے بعد ایک ماہ یا چالیس روز یا پچاس دن اور یہ ۵۰ والا قول مشہور ہے۔ ابو جعفر باقر بیان کرتے ہیں کہ ۱۵ محرم کو حادثہ فیل ہوا اور ۵۵ روز بعد رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ بقول ابن ابزیٰ' واقعہ فیل رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے دس سال قبل ہوا اور شعیب بن شعیب اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ واقعہ فیل رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے ۲۳ سال قبل ہوا اور موسیٰ بن عقبہ زہری سے نقل کرتے ہیں کہ

آپ کی ولادت واقعہ فیل کے ۳۰ سال بعد ہوئی اور یہی اس کا مختار قول ہے۔ ابن عساکر نے ابو زکریا عجلانی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت حادثہ فیل کے چالیس سال بعد ہوئی۔ یہ قول نہایت غریب ہے اور اس سے بھی زیادہ غریب اور کمزور قول وہ ہے جو خلیفہ بن خیاط' شعیب بن حبان' عبدالواحد بن ابی عمرو' کلبی' ابو صالح' ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حادثہ فیل سے ۱۵ سال قبل پیدا ہوئے۔ یہ روایت نہایت غریب' ضعیف اور منکر ہے۔ خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں متفق علیہ قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت حادثہ فیل کے سال ہوئی۔

("نوٹ" عکاظ کا میلہ طائف اور نخلہ کے درمیان قائم ہوتا تھا کیم ذی قعد سے ۲۰ ذی القعد تک اور اس کا آغاز ۵۴۰ء میں ہوا اور یہ ۷۴۶ء/۱۲۹ھ تک جاری رہا' تاریخ الادب العربی لزیات ص ۱۵)

رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے واقعات و صفات

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کے ذبح کرنے کی نذر کے جب سو اونٹ قربان کر دیئے اور اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کو محفوظ رکھا کہ ازل سے قدرت کو منظور تھا کہ اس کی پشت سے سید عالم خاتم رسل نبی امی کا ظہور ہو۔ چنانچہ عبدالمطلب نے آمنہ بنت وہب سے ان کی شادی کر دی اور حسب دستور آپ ان کے گھر ٹھہرے تو وہ امید سے ہو گئیں (قبل ازیں ام قتال رقیقہ ہمشیرہ ورقہ بن نوفل نے عبداللہ کی آنکھوں کے درمیان ایک نور دیکھ کر خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ نور ان کے بطن میں منتقل ہو جائے کیونکہ وہ اپنے بھائی سے بکثرت سنتی رہتی تھی کہ آخر الزمان نبی کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے) اس خواہش کا اظہار بقول بعض نکاح کے ذریعہ سے تھا اور یہی واضح ہے' واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ نے اس خواہش کی تکمیل سے معذرت کی اور جب یہ نور آمنہ کی طرف منتقل ہو گیا تو گویا وہ اس پیشکش سے نادم ہوئی اور پھر عبداللہ نے پھر اسی پیشکش کو قبول کرنے کا عزم کیا تو اس نے کہا مجھے اب تیری ضرورت باقی نہیں رہی اور اسی نعمت عظمیٰ سے محرومی پر اس نے شدید افسوس کا اظہار کیا' اس کے بارے فصیح و بلیغ چند اشعار بھی کہے' جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ یہ عصمت و صیانت عبداللہ کی خاطر نہ تھی بلکہ یہ عفت و پاک دامنی محض رسول اللہ ﷺ کی خاطر تھی' کیونکہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ رسالت کو کس کے سپرد کرے اور صحیح سند سے روایت بیان ہو چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (**ولدت من نکاح لا من سفاح**) غرضیکہ جب حضرت آمنہ امید سے ہوئیں تو پیدائش سے قبل ہی حضرت عبداللہ فوت ہو گئے' یہی مشہور قول ہے۔

مدینہ میں فوتگی : محمد بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ شام میں غزہ کی طرف ایک تجارتی قافلے میں گئے۔ خرید و فروخت سے فارغ ہو گئے تو واپسی میں مدینہ ٹھہرے۔ حضرت عبداللہ بیمار تھے' انہوں نے رفقائے سفر سے کہا میں اپنے ننھیال میں بنی عدی بن نجار کے ہاں قیام کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس

مہینہ بھر بیمار رہے اور ان کے باقی رفقاء مکہ چلے آئے۔ عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کے بارے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا وہ بیمار تھا' ننھیال کے ہاں ٹھہر گیا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے اپنے بڑے صاحبزادے حارث کو مدینے روانہ کیا' وہاں پہنچے تو حضرت عبداللہ فوت ہو چکے تھے اور دارالنابغہ میں دفن کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ وہ وطن چلے آئے اور اہل خانہ کو ان کی وفات کی خبر سنائی تو وہ سب بہن بھائی اور عبدالمطلب نہایت غمگین اور رنجیدہ ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال تھی اور رسول اللہ ﷺ ابھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ بقول واقدی' عمر اور وفات کے بارے میں یہ روایت سب سے مستند ہے۔

واقدی' معمر' زہری سے نقل کرتے ہیں کہ عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو مدینہ سے کھجوریں لانے کے لئے روانہ کیا تو وہ وہاں فوت ہو گئے۔ محمد بن سعد' عوانہ بن حکم سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ ۸ ماہ کے بچے تھے یا سات ماہ کے کہ حضرت عبداللہ فوت ہو گئے۔ بقول محمد بن سعد' پہلا قول درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ زبیر بن بکار (محمد بن حسن' عبدالسلام) ابن خربوذ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ مدینہ میں فوت ہوئے اور رسول اللہ ﷺ اس وقت ۲ ماہ کے بچے تھے اور چار سال کی عمر میں والدہ فوت ہو گئی اور آٹھ سال کی عمر میں دادا فوت ہو گیا اور ان کی تربیت و پرورش کی وصیت ابوطالب سے کی۔

راجح قول : واقدی اور ابن سعد کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے قبل ہی حضرت عبداللہ فوت ہو گئے تھے اور یہ اعلیٰ درجہ کی یتیمی ہے۔

والدہ کا خواب : یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ میں شکم مادر میں تھا کہ والدہ نے خواب دیکھا گویا اس کے جسم سے نور نمودار ہوا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت آمنہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حمل کے دوران مجھے کسی نے کہا' تیرے شکم میں اس امت کا سید ہے' جب وہ پیدا ہوا تو کہنا میں پناہ مانگتی ہوں' ایک اللہ کے ساتھ ہر حسد کرنے والے سے' ہر بدخو انسان سے دفاع کرنے والا میرا دفاع کرے' بے شک وہ حمید اور ماجد کے پاس ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو دیکھوں کہ وہ مشاہد و مجالس میں آئے اور علامت یہ ہے کہ پیدائش کے وقت اس کے ہمراہ ایک نور خارج ہو گا جس سے شام کے علاقہ "بصریٰ" کے محلات روشن ہو جائیں گے۔ جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا' اس کا نام تورات میں احمد مذکور ہے' زمین و زمان والے اس کی تعریف کریں گے' اس کا نام نامی انجیل میں بھی ہے' زمین آسمان والے اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں' اس کا نام قرآن میں محمد مذکور ہے' ان دو باتوں کا تقاضا ہے کہ اس نے بوقت حمل اس نور کو ملاحظہ کیا تھا گویا اس سے نور خارج ہوا ہے' جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں اور وضع حمل کے وقت بھی نور دیکھا جیسا کہ بوقت حمل قبل ازیں دیکھا تھا' واللہ اعلم۔

محمد بن سعد' واقدی' محمد بن عبداللہ بن مسلم' زہری' واقدی' موسیٰ بن عبدہ' اخوہ اور محمد بن کعب قرظی' عبداللہ بن جعفر' زہری' پھوپھی ام بکر بنت مسود' ابوھا مسود' عبدالرحمان بن ابراہیم مزنی اور زیاد بن

حشرج' ابو وجزہ' معمر' ابو نجیح' مجاہد' طلحہ بن عمرو' عطاء' ابن عباس' ان چھ اسناد کی روایات باہم خلط ملط ہیں کہ حضرت آمنہ نے کہا جب میں رسول اللہ ﷺ سے امید سے ہوئی تو مجھے وضع حمل تک کوئی گرانی اور مشقت محسوس نہیں ہوئی' وضع حمل کے وقت اس کے ہمراہ ایک نور خارج ہوا جس سے از مشرق تا مغرب منور ہو گیا پھر آپ دونوں ہاتھ ٹیک کر زمین پر گرے پھر مٹھی سے مٹی اٹھائی اور آسمان کی طرف سر اٹھایا اور بعض راویوں نے کہا ہے کہ دو زانوؤں کے بل زمین پر آئے' اوپر کو سر اٹھائے اور آپ کے ساتھ ایک نور خارج ہوا' جس سے شام کے قصور و محلات اور اس کے بازار روشن ہو گئے تاآنکہ بصریٰ شہر کے اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں۔ حافظ بیہقی (حافظ محمد بن عبداللہ' محمد بن اسماعیل' محمد بن اسحاق' یونس بن مبشر بن حسن' یعقوب بن محمد زہری' عبدالعزیز بن عمران' عبداللہ بن عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم' ربیعہ' ابن ابی سوید ثقفی' عثمان بن ابی العاص) اپنی والدہ سے بیان کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی میں بھی زچہ خانہ میں موجود تھی گھر میں نور ہی نور ہویدا تھا' میں ستاروں کو اپنے قریب دیکھ رہی تھی' یہاں تک کہ میرا خیال ہوا کہ وہ مجھ پر آگریں گے۔ قاضی عیاض نے عبدالرحمان ؓ بن عوف کی والدہ شفاء سے نقل کیا ہے کہ وہ دایہ تھی اور اس نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے ہاتھوں پر آئے اور آواز کی تو کسی نے کہا "**یرحمک اللّٰہ**" اور ان سے ایسا نور نمودار ہوا جس سے روم کے قصور و محلات روشن ہو گئے۔

عبدالمطلب کا آپ کو بیت اللہ میں لانا : محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ (آپؐ شکم مادر میں تھے کہ والد فوت ہو گئے' بعض کہتے ہیں کہ جب والد فوت ہوئے تو آپؐ کی عمر مبارک ۲۸۔ ماہ تھی۔ اللہ بہتر جانتا ہے کب فوت ہوئے) وضع حمل کے بعد والدہ نے کنیز کے ہاتھ عبدالمطلب کو یہ پیغام ارسال کیا کہ آپ کا پوتا پیدا ہوا ہے' تشریف لائیے' جب وہ تشریف لے آئے تو والدہ آمنہ نے اس کو خواب' نور کا واقعہ اور نام رکھنے وغیرہ کی سب باتیں بتا دیں تو عبدالمطلب ان کو لے کر بیت اللہ کے اندر ہبل کے پاس لے گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

الحمد للہ الذی أعطانی　هذا الغلام الطیب الاردان
قد ساد فی المهد علی الغلمان　أعیذه بالبیت ذی الارکان
حتی یکون بلغة الفتیان　حتی أراه بالغ البنیان

(سب تعریف ہے اس ذات کی جس نے مجھے یہ پاکیزہ بچہ عطا کیا ہے۔ وہ گہوارے میں ہی سب بچوں سے فائق ہے' میں اسے بیت اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ تاآنکہ وہ نوجوانوں کو کفایت کرنے والا ہو جائے اور میں اس کو توانا و طاقتور دیکھوں)

أعیذه من کل ذی شنآن　من حاسد مضطرب العنان
ذی همة لیس له عینان　حتی أراه رافع اللسان
أنت الذی سمیت فی القرآن　فی کتب ثابتة لمثانی
احمد مکتوب علی اللسان

(میں اس سے پناہ مانگتا ہوں ہر دشمن سے اور ہر پریشان حاسد سے۔ ہر بوڑھے پھونس سے جس کی بینائی نہ ہو' تا آنکہ میں اسے گویا دیکھوں۔ تو وہ محترم ہے جس کا نام قرآن میں ہے اور بار بار تلاوت شدہ کتابوں میں احمد جو زبانوں پر تحریر ہے)

ختنہ شدہ : بیہقی' (حافظ ابو عبداللہ' ابوبکر محمد بن احمد داربوزی عمرو' ابو عبداللہ بوشنجی' ابو ایوب سلیمان بن سلمہ خبائری' یونس بن عطا بن عثمان بن ربیعہ بن زیاد بن حارث' صدائی در مصر' حکم بن ابان' عکرمہ' ابن عباس) عباس سے بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ختنہ شدہ' آنول بریدہ پیدا ہوئے۔ چنانچہ آپ کے دادا عبدالمطلب خوش ہوئے اور فرمایا کہ میرا بیٹا عظیم الشان ہو گا' چنانچہ ایسا ہی ہوا (یہ حدیث محل نظر ہے) (اور وہ آپ کے ہاں مقبول ہے)

حافظ ابن عساکر (سفیان بن محمد مصیصی اور حسن بن عرفہ' **ھیثم**' یونس بن عبید' حسن) انس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ہاں یہ میری تعظیم و تکریم ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور میری شرم گاہ کسی نے نہیں دیکھی۔

ابو نعیم (ابو احمد بن محمد بن احمد غطریفی' حسین بن احمد مالکی' سلیمان بن سلمہ خبائری' یونس بن عطاء' حکم بن ابان' عکرمہ' ابن عباس) عباس **(قال ولد رسول اللّٰہ مختونا مسرورا فاعجب ذلک جدہ عبد المطلب وحظی عندہ وقال لیکونن لا بنی ھذا شان فکان لہ شان)** (ترجمہ سابقہ حدیث کی طرح ہے) بعض علماء نے اس حدیث کو کثرت طرق کی وجہ سے صحیح کہا ہے حتیٰ کہ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ متواتر ہے' یہ سب طرق اور سندیں محل نظر ہیں۔

جبرائیل نے ختنہ کیا : حافظ ابن عساکر (عبدالرحمان بن **عیینہ بصری**' علی بن محمد مدائنی سلمی' سلمہ بن محارب بن سلم' ابوہ) ابوبکرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ شق صدر کے وقت جبرائیلؑ نے ختنہ کیا تھا۔ یہ نہایت غریب ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کا عبدالمطلب نے ختنہ کروایا اور قریش کی دعوت کی' واللہ اعلم۔

دستور عرب اور نام : بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' محمد بن کامل قاضی' محمد بن اسماعیل سلمی' ابو صالح عبداللہ بن صالح' معاویہ بن صالح) ابو الحکم تنوخی سے نقل کرتے ہیں کہ قریش کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو دستور تھا اسے صبح تک قریشی عورتوں کے سپرد کر دیتے' وہ اس پر ہانڈی اوندھی ڈال دیتیں' چنانچہ عبدالمطلب نے آپ کو حسب دستور عورتوں کے سپرد کیا اور انہوں نے آپ پر ہانڈی الٹا کر رکھ دی۔ صبح سویرے انہوں نے دیکھا تو ہانڈی دو ٹکڑے ہو چکی تھی اور آپ آنکھیں کھولے آسمان کو دیکھ رہے تھے' چنانچہ انہوں نے عبدالمطلب کو کہا' ہم نے ایسا بچہ کبھی نہیں دیکھا۔ ہم نے صبح دیکھا تو ہانڈی دو نیم تھی اور وہ آسمان کو آنکھیں کھولے دیکھ رہا تھا' تو عبدالمطلب نے کہا اس کی خوب حفاظت کرو' مجھے امید ہے کہ وہ عظیم الشان انسان ہو گا۔ ساتویں روز کچھ جانور ذبح کر کے قریش کی دعوت کی' خوردونوش سے فارغ ہو کر انہوں نے عبدالمطلب سے بچے کا نام پوچھا تو عبدالمطلب نے "محمد" بتایا تو انہوں نے کہا کہ اپنے خاندانی ناموں سے ہٹ کر تم نے یہ نام کیوں تجویز کیا تو انہوں نے کہا میری خواہش ہے کہ اللہ آسمان پر اس کی تعریف و ستائش کرے اور زمین میں مخلوق'

بغوی کہتے ہیں کہ اچھی عادات و خصال کے جامع' ہر انسان کو محمد کہتے ہیں' کسی نے کہا۔

الیک - أبیت اللعن - عملت نافتي الی الماجد القرم الکریم المحمد

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اسم محمد' اللہ عزوجل نے ان کو الہام کیا تھا کیونکہ آپ عمدہ خصال و صفات کے پیکر تھے تاکہ اسم اور مسمی صورت و معنی کے مطابق ہو جائے جیسا کہ ابوطالب نے کہا اور یہ حسان سے بھی منقول ہے۔

(وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمود وھذا محمد)

(اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت و جلالت ظاہر کرنے کے لئے' اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے' سنو! رب عرش محمود ہے اور وہ محمد ہے)

آنحضور ﷺ کے اسماء گرامی' خصال و شمائل' صفات و اخلاق' معجزات و فضائل ہم ان شاء اللہ سیرت کے آخر میں بیان کریں گے۔

حافظ بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابو العباس محمد بن یعقوب' احمد بن شیبان الجلی' احمد بن ابراہیم حبلی' حیثم بن جمیل' زہیر بن محارب بن اثار' عمرو بن یثربی) عباس بن عبدالمطلب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے آپ کے دین قبول کرنے کی خواہش آپ کی ایک علامت نبوت سے پیدا ہوئی کہ میں نے آپ کو گہوارے میں دیکھا آپ چاند سے ہم کلام ہیں اور اس کی طرف انگلی سے اشارہ کر رہے ہیں آپ جس طرف اشارہ کرتے ہیں چاند اسی طرف جھک جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں اور چاند آپس میں باتیں کر رہے تھے وہ وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور عرش کے نیچے جا کر جب سجدہ کرتا ہے تو میں اس کی "تسبیحات" کی آواز سنتا ہوں' اس روایت میں لیثی منفرد ہے اور وہ مجہول ہے۔ یہ یاد رہے کہ حضرت عباسؓ آپؐ سے صرف دو سال عمر میں بڑے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی شب ولادت کے واقعات : باب ہواتف الجان" میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آپ کی شب ولادت میں بیشتر بتوں کا منہ کے بل اوندھے گرنا' نجاشی شاہ حبشہ کا خواب' آپ کی ولادت کے وقت نور کا ظہور' اس روشنی سے شام کے محلات کا منور ہونا اور بوقت ولادت آپ کا دو زانوؤں کے بل گر کر آسمان کی طرف سر اٹھانا' ہانڈی کا دو نیم ہو جانا' زچہ خانہ کا بقعہ نور بن جانا اور ستاروں کا قریب ہو جانا وغیرہ۔ "تفسیر" بقی بن مخلد سے سہیلی نے نقل کیا ہے کہ (ابلیس چار بار چلا کر رویا جب اس پر لعنت پڑی' جب آسمان سے دھتکارا گیا' جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی اور جب سورت فاتحہ نازل ہوئی۔)

یہودی تاجر کا عجب واقعہ : محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ اپنے والد کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ سے بیان کرتا ہے کہ مکہ میں ایک یہودی تجارتی کاروبار کرتا تھا' جس رات رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے' اس نے قریش کی ایک مجلس میں آکر پوچھا آیا آج رات کسی قریشی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے۔ اہل مجلس نے لاعلمی کا اظہار کیا' اس نے "اللہ اکبر" کہہ کر کہا تم کو نہیں معلوم تو خیر' غور سے سنو اور میری بات یاد رکھو' آج رات کو آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک نشانی ہے جس میں

گھوڑے کی ایال کی طرح مسلسل بال ہیں۔ وہ دو رات تک دودھ نہ پیئے گا۔ کیونکہ ایک عفریت جن نے اس کے منہ میں انگلی ڈال دی ہے' جس کی وجہ سے وہ دودھ نہیں پی سکتا' چنانچہ مجلس برخاست ہوئی اور وہ یہودی کی بات سے نہایت حیرت و تعجب میں تھے' جب گھروں کو لوٹے تو ہر ایک نے اپنے اہل خانہ سے پوچھا تو سب کے اہل خانہ نے کہا واللہ! عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور اس کا نام محمدؐ رکھا ہے' پھر اہل مجلس کی باہمی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا یہودی کی بات تم نے سن لی ہے اور کہا بچے کی پیدائش کی خبر بھی معلوم ہوئی ہے' چنانچہ وہ یہ بات کرتے ہوئے یہودی کے پاس آئے اور اسے سارا واقعہ بتایا تو اس نے کہا میرے ساتھ چلو کہ میں اس بچے کو دیکھوں' چنانچہ وہ یہودی کو آمنہ کے گھر لے آئے تو انہوں نے کہا اپنے بچے کو تو لاؤ وہ لائی تو انہوں نے بچے کی کمر سے کپڑا سرکایا تو اس پر یہودی نے تل دیکھا تو غش کھا کر گر پڑا' جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا' افسوس! تجھے کیا ہوا؟ تو اس نے کہا واللہ! اسرائیل کے خاندان سے نبوت رخصت ہو گئی' اے قریش! تم اس نبوت سے خوش ہو جاؤ!! واللہ! تم پر وہ ایسا حملہ کرے گا کہ ساری دنیا میں اس کی خبر پھیل جائے گی۔

محمد بن اسحاق' حسان بن ثابت سے بیان کرتے ہیں کہ میں سات یا آٹھ سال کا تھا اور ہر بات سمجھ سکتا تھا' یثرب میں صبح سویرے ایک یہودی نے چلا کر کہا' اے یہودیو! (اور میں سن رہا تھا) سب اس کے پاس چلے آئے' انہوں نے پوچھا ویلک! کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا احمد کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے جو آج رات پیدا ہو گا۔

یوشع : "دلائل النبوۃ" میں حافظ ابونعیم' ابی سعید سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مالک بن سنان سے سنا کہ وہ ایک روز بنی عبدالاشہل کے ہاں بات چیت کے لئے آیا' ہماری ان دنوں میں صلح ہو چکی تھی' وہاں میں نے یوشع یہودی سے سنا کہ احمد نبی کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے' وہ حرم میں پیدا ہو گا۔ خلیفہ بن ثعلبہ اشہلی نے اس سے بطور مزاح پوچھا' اس کا حلیہ کیسا ہے؟ تو اس نے کہا معتدل قامت کا نوجوان ہے' اس کی آنکھوں میں سرخی ہے' وہ شملہ پہنے گا' گدھے کی سواری کرے گا' اس کے کندھے پر نبوت کی مہر ہو گی' یثرب اس کی ہجرت گاہ ہو گا۔ پھر میں اپنی قوم بنی خدرہ میں چلا آیا اور میں یوشع کی بات سے بڑا حیران تھا۔ میں نے اپنے ہی ایک آدمی سے سنا' وہ کہہ رہا تھا کہ یہ بات صرف یوشع ہی نہیں کہتا یہ بات تو ہر یہودی کی زبان پر ہے۔ مالک بن سنان کہتے ہیں پھر میں بنی قریظہ کے پاس آیا تو وہ بھی متوقع نبی کا تذکرہ کر رہے تھے۔

ابن باطا یہودی : چنانچہ زبیر بن باطا یہودی نے کہا کہ وہ سرخ ستارا طلوع ہو چکا ہے جو کسی نبی کے ظہور کے وقت نمودار ہوتا ہے اور صرف احمد نبی کا ہی انتظار ہے' یہ یثرب اس کی ہجرت گاہ ہے۔ ابو سعیدؓ کہتا ہے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو نبی علیہ السلام کو میرے والد نے یہ بات بتائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر زبیر مسلمان ہو جائے تو سب رؤسائے یہود مسلمان ہو جائیں کیونکہ وہ اس کے تابع فرمان ہیں۔ ابونعیم' ام سعد بنت سعد بن ربیع سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے قریظہ اور نضیر کے یہودی علماء

سے سنا کہ وہ نبی علیہ السلام کا حلیہ مبارک بیان کر رہے تھے۔ جب سرخ ستارہ طلوع ہوا تو یہود نے کہا یہ اس نبی کی علامت ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا اس کا نام نامی احمد ہے اور یثرب اس کا مقام ہجرت ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو یہود نے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا اور حسد کر کے کفر پسند کر لیا۔ یہ قصہ ابو نعیم نے دلائل میں متعدد طرق سے بیان کیا ہے' واللہ الحمد۔ ابو نعیم اور ابن حسان' اسامہ بن زید سے بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل نے کہا کہ مجھے شام کے کسی پادری نے بتایا کہ تیرے شہر میں نبی کا ظہور ہو چکا ہے یا وہ پیدا ہونے والا ہے' اس کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے' وطن چلا جا' اس کی تصدیق کر کے' اتباع کر۔

شاہ ایران کے محل لرز جانے کا ذکر

کنگرے گرنا' آگ بجھنا اور موبذان کا خواب : ھواتف الجان میں حافظ خرائطی نے (علی بن حرب' ابو ایوب -علی بن عمران از اولاد جریر بجلی' مخزوم بہ ہانی مخزومی' ہانی مخزومی بہ عمر ۱۵۰ سال) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شب ولادت میں قصر کسریٰ پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس کے ۱۴ کنگرے گر گئے' فارس کا آتش کدہ جو ہزار سال سے روشن تھا' بجھ گیا' ساوہ --- فارس کی نہر--- خشک ہو گئی اور موبذان نے خواب دیکھا کہ تنومند سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ رہے ہیں جو دریائے دجلہ عبور کر کے وسیع علاقے میں پھیل چکے ہیں۔ کنگروں کے سقوط نے کسریٰ شاہ فارس کو پریشان کر دیا۔ دل پر جبر کر کے اس نے یہ بات مخفی رکھنے کا خیال کیا پھر اس کا خیال ہوا کہ اعیان مملکت کو آگاہ کرنا چاہئے چنانچہ اس نے ایک اجتماع کا اعلان کیا' خود تاج پہن کر شاہی تخت پر براجمان ہوا' جب سب لوگ آگئے تو اس نے کہا' معلوم ہے میں نے آپ کو کیوں بلوایا ہے؟ انہوں نے کہا بالکل معلوم نہیں الا یہ کہ بادشاہ سلامت خود بتا دیں' ابھی بات شروع ہو ہی رہی تھی کہ آتش کدہ ایران کے بجھنے کا پروانہ موصول ہوا' پروانے نے جلتی پر تیل کا کام کیا کہ بادشاہ ایک اور غم میں مبتلا ہو گیا پھر اس نے محل کے کنگرے گرنے کا واقعہ سنایا تو موبذان نے کہا بادشاہ سلامت! میں نے ام شب ایک خواب (مذکور بالا) دیکھا ہے تو بادشاہ نے موبذان سے پوچھا یہ کیا ہو گا؟ تو اس نے کہا' عرب کے گرد و نواح کوئی حادثہ رونما ہو گا' کسریٰ خود بھی بڑا عالم تھا۔

مراسلہ اور اس کا جواب : چنانچہ اس نے ایک مراسلہ لکھا (شہنشاہ کسریٰ بنام نعمان بن منذر' امابعد! کسی دانشور کو میرے پاس روانہ کرو' اس سے کوئی بات دریافت طلب ہے) چنانچہ اس نے عبدالمسیح بن عمرو بن حیان غسانی کو شاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا' جب وہ دربار میں حاضر ہوا تو کسریٰ نے پوچھا' کیا میرے سوال کا جواب دو گے؟ تو اس نے کہا' آپ مجھے بات بتا دیں یا مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھیں' اگر مجھے معلوم ہوا تو بتا دوں گا' ورنہ ایسے عالم کا نام بتا دوں گا جو اسے جانتا ہو۔ چنانچہ بادشاہ نے اس خواب کی بابت پوچھا تو اس نے کہا اس کی تعبیر میرے ماموں خوب جانتے ہیں' وہ شام میں مقیم ہے۔ اس کا نام سطیح ہے تو بادشاہ نے کہا

فوراً جاؤ تعبیر پوچھ کر چلا آ' چنانچہ عبدالمسیح' سطیح کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بستر مرگ پر تھا اس نے سلام کے بعد کلام کی تو سطیح نے کچھ جواب نہ دیا تو اس نے کہا۔

أصم أم يسمع غطريف اليمن　　أم فاد فازلم به شأو العنن
يا فاصل الخطة أعيت من ومن　　أتاك شيخ الحي من آل سنن
وأمه من آل ذئب بن حجن　　أزرق نهم الناب صرار الاذن
أبيض فضفاض الرداء والبدن　　رسول قيل العجم يسرى للوسن

(کیا بہرہ ہے یا یمن کے رئیس کی بات سنتا ہے' یا فوت ہو چکا ہے اور اس پر موت قابض ہے۔ اے مقدسہ اور مشکل امر کے فیصلہ کرنے والے سب اس کے سلجھانے سے عاجز ہیں' آل سنن کے قبیلہ کا رئیس تیرے پاس آیا ہے۔ اور اس کی والدہ ذئب بن جحن کی آل سے ہے' نیلگوں آنکھوں والا' رئیس بات سننے کے لئے آمادہ۔ سفید فام' کشادہ سینہ' کشادہ ہاتھ' شاہ عجم کا ایلچی جو آرام و راحت کے لئے آیا ہے)

تجوب بي الارض علنداة شزن　　لا يرهب الرعد ولا ريب الزمن
ترفعني وجنا وتهوى بي وجن　　حتى أتى عارى الجآجي والقطن
تلفه في الريح بوغاء الدمن　　كأنما حثحث من حضني ثكن

(موٹی طاقتور ٹھوس بدن والی اونٹنی مجھ کو لے کر سفر طے کرتی ہے وہ آسمان اور زمانے کے خطرات سے بے خوف ہے۔ وہ مجھے سنگلاخ زمین کے نشیب و فراز میں لئے چل رہی ہے' یہاں تک کہ میں کھلے سینہ اور کشادہ پیڑو آیا ہوں۔ آندھی اس کو لپیٹ رہی' گوبر والی نرم زمین میں' جیسے ثکن پہاڑ کے دونوں پہلوؤں سے بھگایا گیا ہے)

سطیح کی تعبیر : یہ اشعار سطیح ذہبی نے سنے تو اس نے سر اٹھا کر کہا' عبدالمسیح تیز رو اونٹ پر سطیح کے پاس آیا جو قریب المرگ ہے۔ تجھے ساسانی بادشاہ نے بھیجا ہے۔ ایوان کسریٰ پر لرزہ طاری ہونے کی وجہ سے اور آتش کدہ فارس کے بجھ جانے کے باعث اور موبذان کے خواب کے سبب' اس نے طاقتور اونٹ دیکھے جو عربی گھوڑوں کی قیادت کے لئے آ رہے ہیں' انہوں نے دریائے دجلہ عبور کر لیا ہے اور اس علاقے میں پھیل گئے ہیں۔

اے عبدالمسیح! جب تلاوت قرآن عام ہو گی اور لاٹھی والا ظاہر ہو گیا' وادی سماوہ میں سیلاب آگیا اور نہر ساوہ خشک ہو گئی اور فارس کا آتش کدہ بجھ گیا' پھر شام سطیح کا نہ ہو گا' ان کنگروں کی تعداد کے مطابق ان کے بادشاہ ہوں گے اور جو حادثہ رونما ہونے والا ہے وہ ضرور ظاہر ہو گا۔ پھر سطیح فوت ہو گیا اور عبدالمسیح یہ کہتا ہوا روانہ ہوا۔

شمر فانك ماضي العزم شمير　　لا يفزعنك تفريق وتغيير
إن يمس ملك بني ساسان أفرطهم　　فان ذا الدهر أطوار دهارير
فربما ربما أضحوا بمنزلة　　يخاف صولهم الاسد المهاصير
منهم أخو الصرح بهرام وإخوته　　والهرمزان وسابور وسابور

(اے شمیر اور کوشش کرنے والے! تو مستعد رہ تو پختہ عزم والا ہے' تجھے یہ تفریق و تبدیلی پریشان نہ کر دے۔ اگر ساسانیوں کی حکومت جاتی رہی تو کیا بات ہے' بے شک زمانہ نئے نئے رنگ بدلتا ہے۔ وہ بسا اوقات ایسے بلند مرتبے پر فائز تھے کہ حملہ آور شیر بھی ان کے حملہ سے ڈرتا تھا۔ ان میں سے شاہ بہرام شاہی محل والا اور اس کے برادران ہیں' ہرمزان شابور اور سابور)

والناس أولاد علات فمن علموا أن قد أقل فمحقور ومهجور
ورب قوم هم صحبان ذي اذن بدت تلهيهم فيه المزامير
وهم بنو الام إما إن رأو نشباً فذاك بالغيب محفوظ ومنصور
والخير والشر مقرونان في قرن فالخير متبع والشر محذور

(سب لوگ علاتی بھائی ہیں جس کو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کمزور ہو چکا یا غریب ہو چکا ہے تو وہ ذلیل اور تنہا ہوتا ہے۔ بہت سی اقوام ان کے رفقاء ان کے رسیا ہوتے ہیں' ان میں گانے بجانے کے آلات ظاہر ہوتے ہیں' جو ان کو غافل کر دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ ایک ماں کی اولاد ہیں' اگر وہ کسی کا مال و دولت دیکھ لیں تو وہ غائب ہونے کے باوجود محفوظ و منصور ہوتا ہے۔ خیر و شر دونوں ایک رسی میں بندھے ہوئے ہیں' خیر کی تلاش ہوتی ہے اور شر سے فرار)

چودہ کسریٰ : جب عبدالمسیح نے کسریٰ کو سطیح کی ساری تعبیر سنا دی تو اس نے کہا چودہ سلاطین تک بہت زمانہ ہے۔ چنانچہ ان میں سے دس سلطان تو صرف چار سال کے عرصہ میں گزر گئے اور باقی چار حضرت عثمان کی خلافت تک رہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں ان کا پہلا بادشاہ خیومرت بن امیم بن لاوز بن سام بن نوح تھا اور آخری معزول بادشاہ تھا یزد جرد بن شہریار بن ابرویز بن ہرمز بن انوشیروان اور انوشیروان بن قباز کے عہد میں ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا تھا۔ ان کی حکومت کا عرصہ تھا ۳۱۶۴ سال۔

سطیح : تاریخ میں ابن عساکر نے لکھا ہے' سطیح بن ربیع بن ربیعہ بن مسعود بن مازن بن ذئب بن عدی بن مازن بن ازد (ایک روایت میں ربیعہ کی بجائے مسعود ہے) اس کی والدہ ہے ردعا بنت سعد بن حارث حجوری' جابیہ میں سکونت تھی۔ ابو حاتم سجستانی کے بقول ابوعبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس کا عہد لقمان بن عادیا کے بعد کا ہے۔ سیل عرم کے وقت پیدا ہوا اور ذی نواس کے عہد تک ۳۰ قرن زندہ رہا اور بحرین میں قیام تھا' قبیلہ عبدالقیس کے بقول' وہ ان میں سے ہے اور ازد کا دعویٰ ہے کہ وہ ان میں سے ہے۔ بقول اکثر محدثین وہ ازد سے تعلق رکھتا ہے اور یہ بات بھی ازد کے دعویٰ پر ہی موقوف ہے۔ بقول ابن عباس' سطیح عام انسان جیسا نہ تھا۔ وہ صرف گوشت پوست تھا۔ اس کے سر' آنکھوں' ہاتھوں کے سوا کوئی ہڈی نہ تھی' پاؤں سے لے کر گردن تک لپیٹ دیا جاتا اور اس کی صرف زبان متحرک تھی' بقول بعض' جب غصہ میں آتا تو اس کا جسم پھول جاتا اور وہ بیٹھ جاتا۔

مکہ میں آمد : ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ سطیح ایک دفعہ مکہ میں آیا تو رؤسائے مکہ عبد شمس اور عبد مناف وغیرہ نے اس کا استقبال کیا اور بطور امتحان اس سے بعض باتیں دریافت کیں تو اس نے بالکل صحیح جواب دیا۔ پھر اس سے کچھ مستقبل اور آئندہ آنے والے واقعات کے بارے دریافت کیا تو اس نے کہا یہ

واقعات مجھ سے سنو اور یہ اللہ کا میری طرف الہام ہے۔ اے معشر عرب! تم اب زوال پذیر اور ناتوانی کے عالم میں ہو۔ عرب اور عجم کا اب کوئی امتیاز نہیں' تم اور وہ یکساں ہو۔ تم علم و فہم سے عاری ہو' تمہاری نسل سے دانش مند لوگ پیدا ہوں گے' متعدد علوم و فنون سے فیض یاب ہوں گے۔ بت پرست نہ ہوں گے۔ توحید پرست ہوں گے' عجم کو قتل اور تہ تیغ کریں گے اور غنیمت حاصل کریں گے۔

پھر اس نے کہا زندہ جاوید اور تا ازل رہنے والے کی قسم! اس مکہ شہر سے ہدایت یافتہ نبی کا ظہور ہو گا۔ رشد و ہدایت کا علم بردار ہو گا' یغوث اور نسر بتوں سے کنارہ کش ہو گا' اصنام پرستی سے بیزار ہو گا۔ ایک رب کا پرستار ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہتر مقام اور اعلیٰ حال میں فوت کرے گا۔ زمین سے مفقود ہو گا' آسمان پر موجود ہو گا پھر اس کا خلیفہ صدیق ہو گا۔ صحیح فیصلہ کرے گا اور حقوق و فرائض کی ادائیگی میں گاؤدی ہے' نہ بے عقل' بعد ازاں ایک تجربہ کار رئیس اور حنیف خلیفہ ہو گا' امور سلطانی میں اضافہ کرے گا' شریعت کو مستحکم کرے گا' پھر اس نے حضرت عثمان اور ان کی شہادت کا تذکرہ کیا' امیوں اور عباسی حکومتوں کے حالات بیان کئے' بعد ازیں فتنہ و فساد اور جنگوں کے حالات ذکر کئے' حافظ ابن عساکر نے اس کو ابن عباس سے مفصل نقل کیا ہے۔

ربیعہ بن نصر شاہ یمن کے قصہ میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ سطیح نے اس کو خواب اور اس کی تعبیر سے قبل ازیں کہ وہ بتائے' آگاہ کر دیا تھا۔ پھر اس نے یمن کے علاقہ میں آئندہ تغیرات اور فسادات سے باخبر کیا یہاں تک کہ اس نے سیف بن ذی یزن تک کے واقعات بیان کئے' پھر ربیعہ نے پوچھا کہ اس کی حکومت دائمی ہو گی یا عارضی اور تغیرپذیر' اس نے کہا ختم ہو جائے گی۔ پھر پوچھا کون ختم کرے گا تو اس نے بتایا ایک پاکیزہ نبی' اس پر وحی نازل ہو گی' پھر پوچھا یہ نبی کس نسل سے ہو گا؟ تو اس نے کہا غالب بن فہر کی نسل سے اور آخر دنیا تک اس کی حکومت قائم رہے گی' تو اس نے بڑی حیرت سے پوچھا کیا دنیا کا بھی آخر اور اختتام ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! ایک دن پہلے اور پچھلے سب جمع ہوں گے' نیک لوگ سعادت سے ہمکنار ہوں گے اور بدکار شقاوت سے۔ پھر اس نے پوچھا کیا تمہارا فرمان صحیح اور سچ ہے' تو اس نے ہاں! کہہ کر کہا شام کی شفق اور سرخی' رات کی تاریکی' چاند کی چاندنی کی قسم! جن باتوں سے میں نے تم کو آگاہ کیا بالکل حق سچ ہے اور "شق" کاہن نے بھی اس کی بالفاظ دیگر پوری پوری تائید کی اور سطیح کے اشعار میں سے یہ ہیں۔

عليكم بتقوى الله في السر والجهر　　ولا تلبسوا صدق الامانة بالغدر

وكونوا لجار الجنب حصناً وجنة　　إذا ما عرته النائبات من الدهر

(عیاں اور پنہاں ہر حال میں اللہ کے تقویٰ کو لازم پکڑو' امانت کی صداقت کو غدر و بے اعتنائی سے مت ملوث کرو۔ اپنے ہمسایہ کے لئے تم مضبوط قلعہ اور سپر بن جاؤ جب اس کو زمانے کے مصائب سے سامنا ہو)

یہ حافظ ابن عساکر کا بیان ہے۔ معافی بن زکریا جریری نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ سطیح کے واقعات بکثرت ہیں اور متعدد اہل علم نے ان کو جمع اور مدون کیا' مشہور یہ ہے کہ وہ ایک کاہن تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کے صفات اور بعثت کا بیان کیا اور ایک سند سے مروی ہے (جس کی حالت خدا جانے کیسی ہے) کہ

رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "نبی ضیعہ قومہ" نبی تھا' اس کی قوم نے اس کی قدر نہیں کی۔

امام ابن کثیر کا تبصرہ : امام ابن کثیر فرماتے ہیں یہ حدیث بالکل موضوع ہے' موجودہ اسلامی کتب میں اس کا وجود تک نہیں اور میں نے اس کی کوئی سند نہیں دیکھی' خالد بن سنان عیسیٰ کے بارے بھی اسی طرح مروی ہے' اس کا بھی کوئی وجود نہیں۔ سطیح کے اقوال و اخبار سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ ایک عمدہ علم کا حامل تھا۔ اس میں اسلام کی تصدیق و تائید کے آثار پائے جاتے ہیں' لیکن اس نے اسلامی عہد نہیں پایا (جیسا کہ جریری نے کہا ہے) قبل ازیں ہم اس روایت میں عبد المسیح کے سوال کا جو جواب سطیح نے دیا تھا وہ بیان کر چکے ہیں اور ابن طراز الحریری' غالب امکان ہے یہ جریری ہوگا' کے بیان کے مطابق وہ سات سو سال زندہ رہا' بعض کا قول ہے کہ وہ پانچ سو سال زندہ رہا اور بعض تین سو سال کہتے ہیں' واللہ اعلم۔

فصیح جواب : ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک لڑکے کے مشتبہ نسب کے بارے سطیح سے دریافت کیا تو اس نے نہایت فصیح و سلیس عبارت میں طول طویل جواب دیا اور حقیقت حال سے باخبر کر دیا تو بادشاہ نے پوچھا' جناب سطیح! آپ کو یہ علم کہاں سے میسر ہوتا ہے؟ تو اس نے کہا یہ معلومات میری نہیں ہیں' لیکن میں نے یہ اپنے بھائی سے اخذ کی ہیں جس نے طور سینا میں وحی سنی تھی' تو اس نے مزید پوچھا کیا یہ تیرا ہمزاد اور جن ہے جو ہمہ وقت تیرے ساتھ ہوتا ہے تو اس نے جواب دیا میں جہاں جاتا ہوں میرے ساتھ ہوتا ہے اور میں اس کی بات نقل کرتا ہوں۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہ اور کاہن "شق" بن مصعب بن یشکر ایک ہی روز پیدا ہوئے اور طریفہ بنت حسین حمیریہ کاہنہ کے پاس ان کو لے جایا گیا' اس نے ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور اسی روز فوت ہو گئی اور "شق" ادھورا اور آدھا انسان تھا' مشہور ہے کہ خالد بن عبداللہ قسری م ۱۲۶ھ اس کی نسل سے ہے اور سطیح سے کافی عرصہ قبل فوت ہوا۔

عبد المسیح اور خالد کا زہر کھانا : عبد المسیح بن عمرو بن قیس غسانی اور نصرانی سن رسیدہ اور کہن سال بوڑھا تھا' تاریخ میں ابن عساکر نے اس کا تعارف و ترجمہ تحریر کیا ہے کہ اس نے خالد بن ولید سے ایک معرکہ میں صلح کی اور اس کا طویل قصہ بیان کیا ہے اور خالدؓ نے اس کے ہاتھ سے زہر ہلاہل لی اور بسم اللہ وباللہ رب الارض والسماء الذی لا یضر مع اسمہ اذی پڑھ کر کھالی اور اس پر غش طاری ہو گیا پھر اس نے اپنے ہاتھ سینے پر مارے' پسینہ سے شرابور ہو گیا اور ہوش میں آگیا اور مرنے سے بچ گیا۔ رضی اللہ عنہ

نرالی روایت : حافظ ابو نعیم نے شعیب بن شعیب کے والد اور اس کے دادا سے نقل کیا ہے کہ "مرالظہران" میں ایک شامی راہب "عیصا" نامی کلیسا میں رہتا تھا۔ عاص بن وائل کی پناہ میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت علم سے نوازا تھا اور اہل مکہ کے لئے بہ وجوہ مفید تھا۔ کلیسا میں رہتا صرف سال میں ایک بار مکہ جاتا اور لوگوں کو بتاتا کہ اے اہل مکہ! عنقریب تمہارے ہاں ایک بچہ پیدا ہوگا' سارا عرب اس کے تابع ہوگا اور عجم پر قابض ہوگا' یہ اس کے ظہور اور خروج کا وقت ہے۔ جس نے اس کا عہد پالیا اور اس کا پیرو ہو گیا وہ سرخرو ہو گیا اور جس نے اس کی مخالفت کی وہ خائب و خاسر ہو گیا۔

واللہ! میں اپنا سرسبز و شاداب اور امن و امان والا علاقہ چھوڑ کر بھوک و پیاس اور خطرناک علاقے میں صرف اس کی تلاش و جستجو کے لئے آیا ہوں' مکہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کے بارے دریافت کرتا اور حقیقت حال سے آگاہ ہو کر کہتا وہ ابھی نہیں آیا۔ اس سے ان کی صفات و علامات پوچھی جاتیں تو وہ نہ بتاتا بلکہ چھپاتا تاکہ اس خبر کی وجہ سے بچے کو معمولی تکلیف بھی پہنچی تو اس کی قوم کی جانب سے اسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ کی شب ولادت کی صبح' عبداللہ بن عبدالمطلب کلیسا کے پاس آئے اور یاعیسا کہہ کر بلایا تو اس نے پوچھا کون ہے؟ بتایا میں عبداللہ ہوں (اس نے اوپر سے جھانکتے ہوئے کہا' اللہ کرے تو اس کا باپ ہو' جس بچے کے بارے میں تم کو بتایا گیا تھا وہ سوموار کو پیدا ہو چکا ہے' اسی روز وہ نبی ہو گا اور اسی روز فوت ہو گا) اور پھر بتایا میرے ہاں صبح بچہ پیدا ہوا ہے راہب نے پوچھا کیا نام رکھا ہے تو کہا محمد! راہب نے کہا' واللہ! میری خواہش تھی کہ یہ بچہ تمہارے ہاں پیدا ہو۔ مجھے اس کے متعلق تین علامات معلوم تھیں کہ اس کا ستارہ گذشتہ رات طلوع ہو چکا ہے' وہ آج پیدا ہو گا' اس کا نام محمد ہو گا۔

آپ تشریف لے جایئے جس بچے کی میں علامات بتا رہا ہوں وہ آپ کا ہی بچہ ہے۔ تو عبداللہ نے پوچھا' تجھے کیسے معلوم ہے کہ وہ میرا ہی بیٹا ہے؟ ممکن ہے کہ آج کوئی اور بھی مولود پیدا ہوا ہو۔ تو اس نے کہا' تیرے بیٹے کا نام میرے اس علم کے موافق ہے' ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ علماء کو القیاس اور مخمصے میں ڈالے' بے شک وہ دنیا میں حجت ہے اور ایک عظمت معجزہ ہے۔ سنو! وہ اب تکلیف و درد میں مبتلا ہے' تین روز اذیت میں رہے گا' تیسرے روز اس کو بھوک محسوس ہو گی پھر وہ تندرست ہو جائے گا' خاموش رہو' کسی بچے پر ایسا حسد نہیں ہوا اور نہ کسی پر ایسا جور و جفا' اگر تو زندہ رہا اور وہ گفتگو کے قابل ہو گیا پھر وہ دنیا کو رشد و ہدایت کی دعوت پیش کرے گا اور قوم کا رویہ اس قدر درشت اور کرخت ہو گا کہ وہ صبر و سکون کے بغیر برداشت نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ خاموش رہو' کوئی پوچھے تو ٹال دو۔ پھر اس نے پوچھا اس کی عمر کتنی ہے' تو اس نے بتایا' کم و بیش اس کی عمر ستر سال سے زائد نہ ہو گی اور وہ ساتویں دھاکے کے طاق سالوں ۶۱-۶۳' میں فوت ہو گا اور اس کی کثرامت کی یہ عمر ہو گی۔

۱۰ محرم میں رسول اللہ ﷺ شکم مادر میں آئے' بروز سوموار ۱۲۔ رمضان ۲۳ عام فیل کو پیدا ہوئے' ابونعیم نے اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں عجوبہ پن اور غرابت ہے' واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کی دایہ' کھلایہ اور دودھ پلانے والیاں

ام ایمن مسماۃ برکت باندی : رسول اللہ ﷺ کو والد کے ترکہ سے ملی تھی' یہ آپ کو کھلایا کرتی تھی۔ عاقل بالغ ہوئی تو آپ نے اسے آزاد کر کے اپنے غلام زید بن حارثہ سے شادی کر دی اور ان سے اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کو حلیمہ سعدیہ سے قبل والدہ ماجدہ کے ہمراہ ابولہب کی باندی ثویبہ نے بھی دودھ پلایا تھا۔ بخاری و مسلم میں ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان کی روایت ہے کہ اس نے عرض کیا یارسول

اللہ ﷺ آپ میری بہن ("عزہ" مسلم شریف) دختر ابو سفیان سے شادی کر لیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تمہیں یہ پسند اور گوارہ ہے' میں نے عرض کیا اب بھی تو میں آپ کی اکیلی بیوی نہیں ہوں۔ مجھے اپنی بہن کو خیر و برکت میں شریک بنانا پسند اور خوش گوار ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے یہ جائز نہیں (کہ دو بہنیں بیک وقت نکاح میں رکھوں) میں نے عرض کیا ہم نے تو سنا ہے کہ آپ ابو سلمہ کی بیٹی (درہ ایک روایت میں) سے نکاح کرنا چاہتے ہیں (آپ نے نہایت حیرت سے پوچھا) میں ام سلمہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! تو آپ نے فرمایا وہ اگر میری بیوی کے پہلے خاوند کی بیٹی نہ بھی ہوتی تب بھی مجھے حلال نہ ہوتی' کیونکہ دودھ کے رشتہ سے میری بھتیجی ہے' مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا' سنو! میرے روبرو اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو نکاح کے لئے پیش نہ کیا کرو۔

ثویبہ : عروہ کہتے ہیں ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی' جسے ابولہب نے آزاد کر دیا تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو دودھ پلایا تھا' جب ابولہب مرگیا تو اسے اہل خانہ میں سے کسی نے خواب میں برے حال میں دیکھ کر کہا' تو کن حالات سے دو چار ہے؟ اس نے جواب دیا تم سے جدا ہونے کے بعد میں خیر و خوشحالی سے محروم ہوں۔ مگر ثویبہ کے آزاد کرنے کے باعث میں اس میں سے یعنی انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان میں پلایا جاتا ہوں۔ سہیلی وغیرہ کا بیان ہے کہ اس کے بھائی عباس کو خواب آیا تھا اور یہ خواب ابولہب کی وفات (بعد از بدر) کے ایک سال بعد آیا تھا اور اس خواب میں یہ بھی بیان ہے کہ سوموار کے دن کے موافق مجھ سے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب ثویبہ نے بھتیجے محمد بن عبداللہ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو اس نے ثویبہ کو فوراً اس بشارت کی وجہ سے آزاد کر دیا تھا بنابریں اس کو عذاب میں تخفیف ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کی رضاعت کا بیان

حلیمہ سعدیہ سے اور جو برکات و آیات ظہور پذیر ہوئیں

حلیمہؓ : رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانے کیلئے حلیمہؓ کا انتخاب ہوا' یعنی حلیمہ بنت ابی ذؤیب عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس عیلان بن مضر۔ رسول اللہ ﷺ کے رضائی باپ' حلیمہ کے شوہر ہیں' حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن۔ رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بہن بھائی ہیں' عبداللہ بن حارث انیسہ بنت حارث حذافہ بنت حارث' یہی شیماء ہے جو آپؐ کو اپنی والدہ کے ہمراہ کھلایا کرتی تھی۔

محمد بن اسحاق' جہم بن ابی جہم غلام زوجہ حارث بن حاطب عرف مولیٰ حارث بن حاطب' یکے از تابعین عبداللہ بن جعفر' عبداللہ بن جعفر سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے کسی نے حلیمہ کا یہ قصہ سنایا کہ میں مکہ میں بنی سعد کی چند خواتین کے ہمراہ قحط کے سال شیر خوار بچوں کی تلاش میں آئی' بقول واقدی دس عورتیں تھیں۔ میں سفید گدھی پر سوار تھی جو نہایت سست رفتار تھی۔ ایک بچہ شیر خوار ہمراہ تھا اور اونٹنی تھی جو

بالکل دودھ نہ دیتی تھی۔ ہم رات بھر بچے کی بھوک کی وجہ سے سو نہ سکتے تھے نہ میری چھاتی میں بقدر کفایت دودھ تھا اور نہ ہماری اونٹنی ہی دودھ دیتی تھی۔ لیکن ہم خوشحالی اور آسودگی کے امیدوار تھے الغرض میں ایسی کمزور گدھی پر سوار تھی جو سارے قافلہ کی رکاوٹ کا باعث تھی' یہاں تک کہ ان کو ہماری یہ کمزوری اور ناتوانی گوارا نہ تھی' بالاخر ہم مکہ پہنچ گئے۔ واللہ! ہر انا کو رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ کی طرف سے رضاعت کی پیشکش کی گئی مگر سب نے یتیم ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا کہ ایک بیوہ عورت کیا کفالت کرے گی۔ ہم بچے کے والد سے انعام و اکرام کے امیدوار ہوتے ہیں باقی رہی بیوہ والدہ تو وہ کیا اجرت دے سکتی ہے۔ چنانچہ ماسوائے میرے ہر عورت نے شیر خوار بچہ اجرت پر لے لیا تھا۔ مجھے اس یتیم کے علاوہ کوئی بچہ میسر نہ تھا اور ہم نے خالی ہاتھ چلے جانے کا عزم کر لیا تو میں نے اپنے شوہر حارث بن عبداللہ سے کہا' واللہ! میں ناکام اور بے نیل مرام واپس جانا پسند نہیں کرتی' میں تو اس یتیم بچے کو ہی لے لوں گی' تو میرے خاوند نے بھی تائید کی' لے لو' کوئی حرج نہیں' اللہ برکت کرے گا۔ چنانچہ میں ان کے گھر گئی اور شیر خوار بچہ لے آئی' واللہ حقیقت یہی ہے کہ میں نے اس کو محض مجبوری کی خاطر لیا' واللہ میں بس اس کو اپنے ڈیرے میں لائی تھی کہ میری چھاتی میں حسب ضرورت دودھ اتر آیا' چنانچہ اس کمی شیر خوار اور میرے بچے نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا اور میرے شوہر نے اونٹنی کو دوھنے کا ارادہ کیا تو اس کے تھن بھی شیر سے بھرپور تھے۔ اس نے اس قدر دودھ نکالا کہ ہم سب کے لئے کافی تھا۔ چنانچہ ہم نے آرام و راحت سے رات بسر کی۔

صبح ہوئی تو میرے خاوند نے کہا حلیمہ! معلوم ہوتا ہے کہ تو نے ایک مبارک روح کو حاصل کیا ہے' جب سے ہم نے اس کی کفالت کا ذمہ لیا ہے ہم خیروبرکت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید خیروبرکت سے نوازے گا۔ جب ہم مکہ سے واپس ہوئے تو یہی گدھی قافلہ کے آگے آگے تھی' کوئی بھی گدھی اس کے ساتھ نہ چل سکتی تھی' یہاں تک کہ ساتھی عورتیں کہہ رہی تھیں کہ اری دختر ابی ذؤیب! یہ وہی گدھی ہے جس پر تو جاتی دفعہ سوار تھی؟ میں جواب دیتی جی ہاں! واللہ یہ وہی ہے تو وہ پھر کہتیں واللہ! اس کی تو اب عجیب کیفیت ہے' پھر ہم اپنے علاقہ بنی سعد میں پہنچ گئے' ہمارا علاقہ قحط زدہ تھا' ہماری بکریاں صبح جاتیں اور شام کو پیٹ بھر کر اور بہت دودھ والی واپس آتیں اور باقی لوگوں کی بکریاں شام کو بھوکی اور بے دودھ کے واپس آتیں اور لوگ ہماری بکریوں کو دیکھ کر اپنے چرواہوں کو تاکید کرتے کہ جہاں دختر ابی ذؤیب کی بکریاں چرتی ہیں وہاں لے جایا کرو' چنانچہ وہ ہماری بکریوں کے ہمراہ چراتے پھر بھی ان کی بکریاں خالی پیٹ' بے دودھ آتیں اور ہماری بکریاں پیٹ بھر کر' دودھ والی آتیں اور ہم خوب دوھتے۔

ہم اللہ تعالیٰ کی جانب سے دو سال سے خوب خیروبرکت میں تھے' آپ کا قدو قامت عام بچوں سے ممتاز تھا' واللہ! آپ دو سال کی عمر میں خوب توانا اور کھانا کھانے کے قابل ہو گئے' ہم اس کو آمنہ کے پاس لے آئے' خیروبرکت کی وجہ سے ان کو ہم اپنے پاس رکھنے کے بہت حریص تھے۔ پھر ہم نے ان کی والدہ سے عرض کیا آپ اجازت دیں ہم ان کو ایک سال اور اپنے پاس لے جاتے ہیں شاید مکہ شہر کی آب و ہوا ان کو راس نہ آئے۔

شرح صدر : ہم برابر ان کی منت سماجت کرتے رہے حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئیں۔ ہم ان کو اپنے ہمراہ لے آئے دو یا تین ماہ کا عرصہ گزرا ہو گا کہ وہ اپنے رضاعی بھائی کے ہمراہ مکان کے پچھواڑے بکریوں میں تھے کہ ان کا بھائی دوڑتا ہوا آیا کہ میرا قرشی بھائی یہاں ہے۔ اس کے پاس سفید پوش دو آدمی آئے' انہوں نے اسے لٹا کر پیٹ چاک کر دیا ہے۔ چنانچہ میں اور میرا شوہر دوڑتے ہوئے آئے تو آپ کھڑے ہیں اور رنگ فق ہے۔ میرے شوہر نے ان کو گلے لگا کر پوچھا' کیا بات ہے؟ تو آپ نے بتایا کہ دو سفید پوش انسان آئے' انہوں نے مجھے لٹا کر پیٹ چاک کیا اور کوئی چیز اندر سے نکال کر پھینک دی' پھر پیٹ کو اسی طرح کر دیا پھر ہم ان کو اپنے ساتھ لے آئے۔ اس بات کے پیش نظر' میرے شوہر نے کہا' حلیمہ میں خطرہ محسوس کرتا ہوں چلو ہم ان کو واپس لوٹا آئیں۔ حلیمہ نے کہا ہم ان کو آمنہ کے پاس لے آئے تو اس نے حیرت کے عالم میں پوچھا کیوں واپس لے آئے! تم تو بڑے حرص و آز سے لے گئے تھے تو عرض کیا ہم نے بحمد اللہ مدت رضاعت کا عرصہ پورا کر دیا ہے۔ ہم کسی خوف و خطرے کے مدنظر ان کو واپس لے آئے ہیں' یہ سن کر آمنہ نے کہا یہ بات نہیں' سچ سچ بتاؤ' ان کے اصرار پر ہم نے پورا قصہ گوش گزار کر دیا' تو اس نے کہا' کیا آپ کو اس پر آسیب اور شیطانی حرکت کا خطرہ ہے۔ سنو! ایسا بالکل نہیں' واللہ! ان پر شیطان قابو نہیں پا سکتا' واللہ! میرے لخت جگر کا ایک شان اور مرتبہ ہو گا۔ میں اس کی ولادت کا قصہ سناؤں؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں! اس نے کہا' اس کے حمل کی وجہ سے مجھے کوئی گرانی نہیں ہوئی' اس سے ہلکا حمل میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حمل کی حالت میں مجھے خواب آیا گویا میرے جسم سے نور خارج ہوا ہے جس سے شام کے محل منور اور ہویدا ہو گئے۔ پھر وضع حمل بھی خلاف عادت ہوا کہ وہ زمین پر ہاتھوں سے ٹیک لگائے آسمان کو دیکھ رہا تھا' آپ ہر قسم کے خوف و خطرے کا خیال چھوڑ دیں۔

یہ حدیث علمائے سیرت اور مغازی کے ہاں مشہور اور متداول ہے اور متعدد اسناد سے مروی ہے۔

واقدی (معاذ بن محمد' عطا بن ابی رباح) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حلیمہ رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں باہر نکلی تو اس نے دیکھا بکریاں دھوپ میں ہیں اور آپ اپنی رضاعی بہن کے پاس ہیں تو حلیمہ نے خفا ہو کر کہا' اس شدید گرمی میں باہر لے آئی' تو لڑکی نے کہا' امی! میرے بھائی کو دھوپ محسوس نہیں ہوتی' میں نے دیکھا ان پر بادل سایہ کئے ہوئے ہے جب یہ رک جاتا تو بادل بھی رک جاتا اور جب چلتا تو بادل بھی اس کے ساتھ چلتا اسی کیفیت سے وہ یہاں پہنچا ہے۔

دعائے ابراہیمؑ : ابن اسحاق (ثور بن یزید' خالد بن معدان) صحابہ کرام سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اپنی ذات کے بارے ارشاد فرمایئے تو آپ نے فرمایا کہ میں ابراہیم کی دعا ہوں' عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میں شکم مادر میں تھا کہ میری ماں نے دیکھا کہ اس کے بدن سے ایک نور خارج ہوا ہے' جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ بنی سعد بن بکر میں میری رضاعت کا اہتمام ہوا' میں بکریوں کے ریوڑ میں تھا کہ دو سفید پوش آدمی آئے ان کے پاس سونے کی طشتری میں برف تھی۔ انہوں نے مجھے لٹا کر پیٹ چاک کیا' پیٹ سے دل نکال کر چیرا اور اس سے سیاہ بوٹی نکال کر پھینک دی۔ پھر میرے دل

اور پیٹ کو برف سے دھویا اور پھر اس کو پہلے کی طرح کر دیا۔

بعد از خدا بزرگ توئی : (بعد ازاں ایک نے دوسرے کو کہا کہ ان کا دس مسلمانوں سے موازنہ کرو' چنانچہ انہوں نے دس سے تولا تو میں ان سے بھاری نکلا' پھر سو افراد سے تولا گیا تو پھر بھی میں بھاری ثابت ہوا پھر ہزار سے تولا گیا پھر بھی میں غالب اور زیادہ تھا' پھر ایک نے دوسرے کو کہا چھوڑو' اگر ان کو ساری امت سے بھی تولا جائے تو بھاری ثابت ہوں گے)یہ سند عمدہ اور قوی ہے۔ دلائل میں حافظ ابو نعیم نے عمر بن صبح ابو نعیم' ثور بن یزید' مکحول' شداد بن اوس سے یہ رضاعت والا قصہ نہایت طویل بیان کیا ہے۔ اس سند میں عمر بن صبح راوی' متروک' کذاب وضاع اور مصنوعی حدیثیں بنانے والا ہے' اسی لئے ہم نے اس متن حدیث کو نظر انداز کر دیا ہے۔

ابو عمرو بن حمدان (حسن بن نفیر' عمرو بن عثمان' بقیہ بن ولید' بحیر بن سعید' خالد بن معدان' عبد الرحمان بن عمرو سلمی) عتبہ بن عبد اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ کسی صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کے ابتدائی حالات کیسے تھے؟ تو آپ نے فرمایا میری رضاعی ماں' بنی سعد بن بکر سے تھی' میں نے بھائی سے کہا جاؤ امی سے کھانا لے آؤ' چنانچہ وہ کھانا لینے چلا گیا اور میں ریوڑ کے پاس تھا کہ دو سفید پرندے آئے گدھ کی طرح۔ ایک نے دوسرے کو کہا' کیا یہی ہے' دوسرے نے کہا ہاں! پھر دونوں نے مجھے جھپٹ کر پکڑا اور گدی کے بل پچھاڑ دیا پھر پیٹ چاک کر کے دل نکالا اور اس کو چیر کر دو سیاہ بوٹیاں نکالیں پھر ایک نے دوسرے کو کہا برف کا ٹھنڈا پانی لاؤ' اس پانی سے انہوں نے میرا پیٹ دھویا پھر اولے کے ٹھنڈے پانی سے میرا دل صاف کیا' بعد ازاں اس نے کہا سکینت اور تسکین قلبی لاؤ' پھر اس نے یہ دل پر چھڑک دی۔ پھر ایک نے دوسرے کو کہا اس شگاف کو سی دو' چنانچہ اس نے سی دیا اور میرے دل پر نبوت کی مہر لگا دی' پھر ایک نے دوسرے کو کہا' ان کو ترازو کے ایک پلڑے میں بٹھاؤ اور دوسرے پلڑے میں ایک ہزار امتی' میں دیکھ رہا تھا کہ ہزار والا پلڑا اوپر اٹھا ہوا تھا' ہلکا تھا' مجھے خطرہ تھا کہ وہ مجھ پر گر نہ پڑیں پھر انہوں نے کہا۔ اگر پوری امت کے برابر بھی تولا جائے تو پھر بھی وزنی ہو گا۔ پھر مجھے چھوڑ کر چلے گئے اور میں سخت خوفزدہ تھا۔ پھر میں نے امی کو سارا واقعہ بتایا تو اس کو خطرہ لاحق ہوا کہ بچے کی عقل ٹھیک نہیں رہی اور اس نے دعا دی کہ میں تجھے اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں' پھر اس نے سواری کو تیار کر کے مجھے پیچھے بٹھایا اور ہم مکہ میں پہنچ گئے تو اس نے میری والدہ سے کہا میں نے امانت واپس کر دی اور اپنی ذمہ داری نبھا دی ہے اور اس نے میرا ماجرا بھی بتایا تو والدہ کو کوئی فکر لاحق نہ ہوا اور اسے بتایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے جسم سے نور خارج ہوا ہے' جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔

امام احمد نے یہ روایت بقیہ بن ولید سے بیان کی ہے اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہ نے بھی بقیہ بن ولید سے نقل کی ہے۔

نبوت کا علم : حافظ ابن عساکر (ابوداؤد طیالسی' جعفر بن عبد اللہ بن عثمان قرشی' عمیر بن عمر بن عروہ بن زبیر' عروہ) ابوذرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں اور

نبوت پر کیسے یقین آیا تو آپ نے فرمایا اے ابوذر! میں بطحاء مکہ میں تھا کہ دو فرشتے آئے ایک زمین پر اتر آیا دوسرا فضا میں معلق رہا' ایک نے دوسرے کو کہا کیا وہ یہی ہے' تو اس نے کہا وہی ہے' پھر اس نے کہا ان کو ایک آدمی سے تولو' مجھے تولا گیا تو میرا پلہ بھاری نکلا' پھر اس روایت میں شق صدر' مہر نبوت کے بیان کے بعد کہا وہ چلے گئے تو گویا میں وہ تمام سرگذشت دیکھ رہا ہوں۔ ابن عساکر نے اسی قسم کی روایت ابی بن کعبؓ سے بھی بیان کی ہے اور شداد بن اوس کی روایت سے مفصل اور مبسوط بیان کی ہے۔

سلائی کے نشانات :(مسلم شریف میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیلؑ آئے اور آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے' آپ کو پکڑ کر گرایا اور دل چاک کر کے اس سے ایک سیاہ بوٹی نکال کر پھینک دی اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر سونے کے طشت میں زمزم کے پانی کے ساتھ دھو کر سینہ میں لوٹا دیا اور پھر اس کو درست کر کے سی دیا' لڑکے بھاگے ہوئے حلیمہ کے پاس آئے کہ محمدؐ کو کسی نے مار ڈالا ہے' حلیمہ وغیرہ سب آئے تو آپ کے چہرے کا رنگ فق تھا' حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے آپ کے سینے میں اس سلائی کے نشانات دیکھے۔)

حافظ ابن عساکر نے (ابن وہب' عمرو بن حارث' عبد ربہ' ثابت بنانی) انسؓ سے بیان کیا ہے کہ نماز مدینہ میں فرض ہوئی اور دو فرشتے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو چاہ زمزم کے پاس لے گئے پیٹ چاک کر کے کچھ حصہ سونے کے طشت میں نکالا اور اس کو آب زمزم سے دھویا پھر دل میں علم و حکمت کو بھر دیا۔ نیز ابن وہب (یعقوب بن عبدالرحمان زہری' ابوہ' عبدالرحمان بن عامر بن عتبہ بن ابی وقاص) انس ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تین رات کوئی آیا اس نے کہا' ان میں سے بہتر اور برتر انسان کو پکڑو' چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کو پکڑ کر چاہ زمزم کے پاس لے گئے' پیٹ چاک کر کے' سونے کا طشت لایا گیا' اسے دھو کر ایمان و حکمت سے لبریز کر دیا اور یہ روایت سلیمان بن مغیرہ از ثابت از انسؓ بھی مروی ہے۔ صحیحین میں حدیث اسراء میں یہ مذکور ہے کہ اس رات آپ کا شق صدر ہوا اور آب زمزم سے دھویا گیا۔

یہ روایات متضاد نہیں کیونکہ یہ قوی احتمال ہے کہ ایک بار شق صدر بچپن میں ہوا اور دوسری بار شب معراج میں' ملاء اعلیٰ کے ہاں جانے کی خاطر مناجات الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے کے باعث۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے کہا' میں تم سب سے فصیح ہوں' میں قرشی ہوں اور قبیلہ سعد بن بکر میں' میں شیر خوار تھا۔

عیسائی قافلہ : ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ دودھ چھڑانے کے بعد حلیمہ نے جب والدہ کے پاس مکہ میں رسول اللہ ﷺ کو واپس لوٹایا تو راستہ میں ایک قافلہ ملا جنہوں نے آپ کو الٹ پلٹ کر کے دیکھا تو کہنے لگے ہم اس کو اپنے ملک میں لے جاتے ہیں' آئندہ یہ عظیم انسان ہو گا' چنانچہ وہ بڑی جدوجہد کے بعد ان کی دستبرد سے بچی۔

ووجدک ضالا : مذکور ہے کہ جب خطرہ محسوس کرنے کے بعد نبی علیہ السلام کو واپس لا رہی تھیں تو مکہ کے قریب آپ گم ہو گئے' بڑی تلاش کے بعد نہ ملے تو وہ عبدالمطلب کے پاس آئی' ان کو بتایا چنانچہ وہ چند

لوگوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلے تو ورقہ بن نوفل اور ایک قریشی آپ کو تلاش کر کے عبدالمطلب کے پاس لے آئے۔ عبدالمطلب نے آپ کو کندھے پر بٹھا کر طواف کروایا اور ان کے لئے دعا کی' پھر ان کی والدہ آمنہ کے پاس لائے۔

متضاد قصہ : اموی نے (عثمان بن عبدالرحمان وقاصی --- ضعیف راوی --- زہری) سعید بن مسیب سے رسول اللہ ﷺ کی ولادت اور حلیمہ سے رضاعت کا قصہ ابن اسحاق کے متضاد بیان کیا ہے کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کہا کہ تو مولود کو قبائل عرب میں لے جائے اور ان کے لئے انا تلاش کرے' چنانچہ وہ لے گئے اور رضاعت اور شیر خوارگی کے لئے حلیمہ کے سپرد کر دیا اور رسول اللہ ﷺ اس کے ہاں چھ سال رہے۔ وہ ہر سال بچہ کو مکہ میں بغرض ملاقات لایا کرتی تھی۔ جب شق صدر کا واقعہ رونما ہوا تو اس نے آمنہ کو واپس لوٹا دیا۔ پھر آپ والدہ کے پاس آٹھ سال کی عمر تک رہے' والدہ فوت ہو گئی تو دس سال کی عمر تک عبدالمطلب نے کفالت کی' بعد ازاں چچا زبیر اور ابوطالب نے سرپرستی کی جب آپ کی عمر چودہ سال کی ہوئی تو چچا زبیر کے ہمراہ یمن گئے۔

اعجاز یا ارہاص : اور اس سفر کے دوران رسول اللہ ﷺ سے عجائبات کا ظہور ہوا کہ ایک بدمست اونٹ نے راستہ روک رکھا تھا جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو زمین پر سینہ لگا کر بیٹھ گیا اور رسول اللہ ﷺ اس پر سوار ہو گئے۔ راستہ میں خطرناک سیلاب حائل تھا' اللہ تعالیٰ نے اس کو آپ کی بدولت خشک کر دیا اور وہ صحیح سلامت گزر گئے۔ آپ کی عمر مبارک چودہ سال کی تھی کہ چچا زبیر فوت ہو گئے اور ابوطالب آپ کے واحد کفیل رہ گئے۔ غرضیکہ حلیمہ کا خاندان آپ کی شیر خوارگی کے ایام میں آپ کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوا پھر سارا قبیلہ ہوازن آپ کے انعامات و احسانات سے مستفیض ہوا جب وہ فتح مکہ کے بعد جنگ ہوازن میں اسیر ہو کر آئے انہوں نے آپ کی رضاعت کا واسطہ دیا تو آپ نے ان کو آزاد کر کے چھوڑ دیا۔

محمد بن اسحاق نے جنگ ہوازن کے سلسلہ میں عمرو بن شعیب کی روایت بیان کی ہے کہ ہم حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ جب آپ ان کے مال مویشی اور اہل و عیال پر قابض ہو گئے تو ان کا وفد دائرہ اسلام میں داخل ہو کر' جعرانہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم ایک معزز خاندان کے افراد ہیں' ہمارے آلام و مصائب سے آپ سے مخفی نہیں' آپ احسان فرمایئے' اللہ آپ پر نوازش کرے گا۔

خطیب ہوازن کے اشعار : ان کے نمائندہ اور خطیب زہیر بن صرد نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کیمپوں میں آپ کی خالائیں' دودھ پلانے والی اور کفالت کرنے والی اسیرو گرفتار ہیں' اگر ہم حارث بن ابی شمر غسانی (شاہ غسان) اور نعمان بن منذر شاہ یمن کو دودھ پلاتے' پھر ان سے کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے جیسے کہ آپ کی جانب سے ہم آلام و مصائب میں گرفتار ہیں' تو ہم ان کے لطف و کرم کے امیدوار ہوتے' آپ تو سب سے بہتر ہیں (امید ہے کہ آپ رضاعت کا احترام کریں گے)۔

امنن علینا رسول اللہ فی کرم فانک المرء نرجوہ وندخر

امنن علی بیضۃ قد عاقھا قدر ممزق شملھا فی دھرھا غیر

ابقت لنا الدھر ھتافا علی حزن علی قلوبھم الغماء والغمر

إن لم تدارکھا نعماء تنشرھا یا أرجح الناس حلما حین یختبر

(یارسول اللہ! آپ ہم پر احسان فرمایئے' ہم آپ سے امیدوار ہیں' ہم نے آپ کو اسی غرض کے لئے محفوظ کر رکھا تھا۔ ایسے مستقر اور مقام پر رحم' جس پر تقدیر نامہربان ہے' اس کا اتحاد پارہ پارہ ہے' اس کے حالات تغیر پذیر ہیں۔ جنگ نے ہمیں زمانہ بھر کے غم سے دوچار کر دیا ہے' ان کے دل رنجیدہ اور کینہ ور ہیں۔ اے سب سے تحمل مزاج بوقت ضرورت! اگر آپؐ کے کھلے احسانات نے ان کا تدارک نہ کیا)

امنن علی نسوۃ قد کنت ترضعھا إذ فوك تملؤہ من محضھا درر

امنن علی نسوۃ قد کنت ترضعھا وإذ یزینك ما تأتی وما تذر

لا تجعلنا کمن شالت نعامتہ واستبق منا فانا معشر زھر

إنا لنشکر للنعمی وإن کفرت وعندنا بعد ھذا الیوم مدخر

(ایسی عورتوں پر احسان کر' تو جن کا دودھ پیا کرتا تھا' جب تیرا منہ ان کے خالص دودھ سے بھر جاتا تھا۔ اور جب تجھے کسی کام کا کرنا یا اس سے باز رہنا آراستہ کرتا تھا۔ تو ہمیں اس شخص کی مانند نہ کر جس کی جماعت متفرق ہو اور تو ہم پر رحم کر' ہم اچھے لوگ ہیں۔ ہم آپ کے احسانات کے مشکور ہیں جیسے بھی ہوں' آج کے بعد وہ ہمارے پاس ذخیرہ ہیں)

یہی قصہ عبید اللہ بن رماحس کلبی دلی' زیاد بن طارق جشمی' ابی صرو زہیر بن جرول رئیس قوم سے مروی ہے کہ جنگ حنین میں جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں گرفتار کر لیا تو عورتوں کو مردوں سے الگ کرنے کا اشارہ فرمایا تو میں اچھل کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور چند اشعار جو قریباً مذکورہ بالا اشعار سے ملتے جلتے ہیں' سنائے' جن میں' میں نے آپ کے ہوازن کے قیام اور نشوونما اور رضاعت کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مال غنیمت میں جو میرا اور اولاد عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ فی سبیل اللہ ہے اور تمہارا ہے اور انصار نے بھی اعلان کر دیا ہمارا حصہ بھی اللہ اور رسول کے حکم کے تابع ہے۔ آپ نے قریباً چھ ہزار بچے اور خواتین آزاد کر دیئے اور ان کو بے شمار مال و مویشی عطا کئے' بقول ابوالحسین بن فارس ان کی قیمت ''خمس مائۃ' الف الف درہم'' ہے۔ یہ سب رسول اللہ ﷺ کے دنیاوی فیوض و برکات ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ عالم آخرت میں آپ کے انعامات و احسانات کس قدر عظیم الشان ہوں گے۔

رضاعت کے بعد : بقول ابن اسحاق' ایام رضاعت کے بعد' رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ آمنہ اور دادا عبدالمطلب کے زیر تربیت و حفاظت تھے۔ نبوت سے سرفرازی کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کی خوب نشوونما فرمائی۔ جب آپ کی عمر ۶ سال ہوئی تو والدہ فوت ہو گئیں۔

ابواء میں وفات : ابن اسحاق' عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بمقام ''ابوا'' فوت ہوئیں۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سال تھی۔

والدہ ان کو مدینہ میں' بنی عدی بن نجار کے ہاں ماموؤں کی ملاقات کے لئے لے گئیں اور واپسی کے دوران راستہ میں فوت ہو گئیں۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت آمنہ نبی علیہ السلام کو لے کر مدینہ روانہ ہوئی' ام ایمن بھی ہمراہ تھی' آپ کی عمر اس وقت چھ سال تھی' پھر مدینہ پہنچ کر ننھیال سے ملاقات کی۔ ام ایمن کا بیان ہے کہ ایک روز مدینہ کے دو یہودی آئے' انہوں نے مجھے کہا' ہمیں محمد دکھاؤ وہ دیکھ چکے تو ایک نے دوسرے کو کہا یہ بچہ اس امت کا نبی ہے اور یہ شہر اس کا مقام ہجرت ہے اور یہاں خوب قتل و غارت اور اسارت ہو گی۔ جب والدہ نے یہ تبصرہ سنا تو وہ ان کو لے کر واپس مکہ روانہ ہو گئی اور بمقام "ابوا" راستہ میں فوت ہو گئیں۔

والدہ کے لئے دعائے مغفرت : امام احمد (حسین بن محمد' ایوب بن جابر' سماک' قاسم بن عبدالرحمان' ابن بریدہ) بریدہ سے بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے جب "ودان" میں پہنچے تو آپ نے فرمایا میرے واپس آنے تک یہیں ٹھہرنا' چنانچہ آپ واپس تشریف لائے تو طبیعت بوجھل تھی' فرمایا میں والدہ کی قبر سے آرہا ہوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی درخواست کی تھی' اللہ تعالیٰ نے منظور نہیں فرمائی۔ میں تم کو قبرستان کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا' اب اجازت ہے۔ میں تم کو تین روز کے بعد قربانی کا ذخیرہ رکھنے سے منع کیا کرتا تھا' اب اجازت ہے' کھاؤ اور حسب خواہش رکھ لو' میں ان برتنوں کے استعمال سے تم کو روکا کرتا تھا ان کا استعمال اب جائز ہے۔

حافظ بیہقی نے (سفیان ثوری' علقمہ بن یزید' سلیمان بن یزید) بریدہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے پاس پہنچے اور وہاں بیٹھ گئے' صحابہ بھی آپ کے گردونواح میں بیٹھ گئے' آپ گفتگو کرنے کے انداز میں سر کو جنبش دے کر آبدیدہ ہو گئے تو عمرؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میری والدہ کی قبر ہے' میں نے اللہ سے قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مرحمت فرما دی' پھر میں نے استغفار و بخشش کی درخواست کی تو منع فرما دیا' یہ سن کر رقت طاری ہو گئی اور میں آبدیدہ ہو گیا' راوی کہتا ہے اس وقت لوگ بے تحاشہ روئے (محارب بن دثار نے علقمہ کی متابعت کی ہے)

بیہقی (حاکم' اصم' بحر بن نصر' عبداللہ بن وہب' ابن جریج' ایوب بن ہانی' مسروق بن اجدع) عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبرستان میں تشریف لے گئے' ہم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ہمیں وہاں بیٹھ جانے کا فرمایا اور ہم بیٹھ گئے' رسول اللہ ﷺ قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک قبر کے پاس رک گئے' آپ دیر تک مناجات میں محو رہے' پھر آپ کے رونے کی آواز آئی تو ہم بھی آپ کی وجہ سے رونے لگے' پھر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو عمرؓ نے آگے بڑھ کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کیوں روئے؟ آپ کی وجہ سے ہم پر بھی گریہ اور بے چینی طاری ہو گئی' تو آپ نے پوچھا کیا میرے آہ و بکا نے تم کو بے چین اور بے قرار کر دیا؟ ہم نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا' جس قبر کے پاس میں محو مناجات تھا وہ والدہ کی قبر ہے' میں نے اللہ تعالیٰ سے زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی' پھر میں نے استغفار و مغفرت کی اجازت طلب کی تو نہ ملی اور یہ آیت نازل ہوئی (۹/۱۱۳) "نبی

اور ایمان والوں کو نہیں چاہئے کہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا مانگیں گو وہ ان کے رشتہ دار ہوں' جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ' مشرک' دوزخی ہیں۔" بنابریں مجھ پر والدہ کی محبت کی وجہ سے رقت طاری ہو گئی اور اس باعث مجھے رونا آگیا۔ یہ حدیث غریب ہے اور صحاح میں نہیں۔

امام مسلم نے ابوہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور حاضرین کو رلایا پھر فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی پھر میں نے استغفار کی اجازت طلب کی تو نہ ملی۔ پس تم قبرستان میں جاؤ' یہ موت کی یاد کا باعث ہے۔

کافر والدین کا انجام : امام مسلم نے انس سے بیان کیا ہے کہ کسی آدمی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ میرا والد کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں' جب وہ مجلس سے اٹھ چلا تو آپ نے اس کو بلا کر کہا' تیرا اور میرا والد دونوں دوزخی ہیں۔

اعرابی کا سوال اور ذمہ داری : بیہقی نے (ابو نعیم فضل بن دکین' ابراہیم بن سعد' زہری' عامر بن سعد) سعد سے بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی نے اپنے والد کی سخاوت و صلہ رحمی وغیرہ کا رسول اللہ ﷺ کے پاس تذکرہ کر کے پوچھا وہ کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا "دوزخ میں" یہ جواب سن کر اعرابی کچھ رنجیدہ ہوا تو اس نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کے والد کہاں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا جب بھی تیرا گزر کسی کافر کی قبر کے پاس ہو تو اس کو دوزخ کی بشارت دے' پھر اعرابی مسلمان ہو گیا تو اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ایک ناگوار اور تکلیف دہ عمل میرے ذمہ لگا دیا ہے' چنانچہ میں جس کافر کی قبر کے پاس سے گزرتا ہوں' اسے دوزخ کی بشارت دیتا ہوں۔ یہ روایت غریب ہے اس سند سے کتب صحاح میں مذکور نہیں ہے۔

فاطمہؓ : احمد (ابوعبدالرحمان' سعدی بن ابی ایوب' ربیعہ بن سیف معافری' ابو عبدالرحمان حبلی) عبداللہ بن عمرو سے بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جا رہے تھے کہ آپ نے ایک عورت کو دیکھا (غالباً گمان ہے کہ آپ نے اسے پہچانا نہیں) آپ راستہ کے وسط میں پہنچ کر رک گئے تو وہ عورت آپ کے قریب پہنچ گئی تو معلوم ہوا وہ فاطمہ دختر رسول اللہ ﷺ ہے' آپ نے پوچھا فاطمہ! گھر سے کیوں باہر آئی؟ تو اس نے کہا میں اس گھر والوں کے پاس ان کی میت کی تعزیت اور ترحم کے لئے آئی تھی تو آپ نے کہا' "**لعلک بلغت معهم الکری**" شاید تم ان کے ہمراہ قبرستان گئی ہو۔ (یا نوحہ میں شرکت کی ہے) تو اس نے کہا میں ان کے ہمراہ قبرستان میں جانے سے اللہ سے پناہ مانگتی ہوں' میں نے اس سلسلہ میں آپ کا فرمان سن رکھا ہے' تو آپ نے فرمایا اگر تم ان کے ہمراہ چلی جاتیں تو جنت کو نہ دیکھ سکتی' یہاں تک کہ تیرے والد کا دادا عبدالمطلب جنت کو دیکھتا۔

ربیعہ معافری ۱۲۰ھ : احمد' ابوداؤد' نسائی اور بیہقی نے بھی یہ روایت ربیعہ بن سیف معافری صنمی اسکندری سے بیان کی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں اس کے پاس منکر اور غیر معروف روایات ہیں' امام نسائی نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور ایک بار اس کو "صدوق" کہا ہے اور نسخہ کی روایت میں ضعیف ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بکثرت خطا کرتا ہے اور دار قطنی نے اس کو صالح

کہا ہے۔ تاریخ مصر میں ابن یونس نے اس کے متعلق کہا کہ اس کی احادیث میں منکر روایات ہیں۔ یہ ۱۲۰ھ میں فوت ہوا۔

عبدالمطلب اور امام بیہقی : الغرض عبدالمطلب م ۵۷۹ء دین جاہلیت پر فوت ہوئے' عبدالمطلب اور ابوطالب کے بارے شیعہ کا اس کے برعکس اعتقاد ہے۔

دلائل میں امام بیہقی نے ان جملہ احادیث کے بیان کے بعد کہا ہے کہ آپؐ کے والدین اور دادا عالم آخرت میں دوزخی کیونکر نہ ہوں گے کہ وہ بت پرست تھے اور اسی دین پر فوت ہوئے اور عیسیٰؑ کا دین اختیار نہیں کیا۔ ان کا کفرو شرک پر قائم رہنا نبی علیہ السلام کے نسب میں معیوب اور رخنہ انداز نہیں کہ کفار کے نکاح باہمی صحیح اور درست ہوئے تھے جب کہ غیر شرعی نہ ہوں کیونکہ جب وہ اپنی بیویوں کے ہمراہ مسلمان ہوتے تھے تو تجدید نکاح اور ان سے جدا ہونا ضروری امر نہ تھا' وباللہ التوفیق۔

ابن کثیر کی رائے : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین اور دادا کے بارے روایات (کہ وہ دوزخی ہیں) اس روایت --- کہ اہل فترت اور دو نبوتوں کے درمیانی عرصہ کے لوگ' بچے' پاگل اور بہرے لوگوں کا امتحان قیامت کے روز ہو گا --- کے منافی اور معارض نہیں جیسا کہ ہم نے (۱۵/۱۷) **وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا** کے تحت تفسیر میں مفصل بیان کیا ہے کہ بعض لوگ ان میں سے اللہ تعالیٰ کا فرمان تسلیم کرلیں گے اور بعض تسلیم نہ کریں گے' چنانچہ یہ مذکور لوگ' من جملہ ان لوگوں کے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کا فرمان قبول نہ کریں گے پس اس میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں' وللہ الحمد۔ باقی رہی وہ روایت جو سہیلی نے بیان کی ہے اور اس نے بتایا ہے کہ اس کی سند میں ابن ابی زناد تک دو راوی مجہول ہیں (کہ ابن ابی زناد' عروہ' عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان کے والدین کو زندہ کردے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور آپؐ پر ایمان لائے) نہایت منکر ہے' گو قدرت الٰہی کے مدنظر ممکن ہے' مگر وہ صحیح بخاری کی روایت کے معارض اور مخالف ہے' واللہ اعلم۔

ترجیحی سلوک اور وصیت : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آمنہ کی وفات کے بعد' رسول اللہ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس تھے' عبدالمطلب م ۵۷۹ء کے لئے کعبہ کے سایہ میں قالین بچھایا جاتا اور سارے بچے قالین کے گرداگرد بیٹھتے تاآنکہ عبدالمطلب تشریف لاتے اس قالین پر احتراماً کوئی بچہ نہ بیٹھتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ (بہ عمر ۶ سال) تشریف لاتے تو اس پر براجمان ہو جاتے آپ کے چچاؤں میں سے کوئی آپ کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کرتا تو عبدالمطلب فرماتے چھوڑو' چھوڑو' یہ صاحب قدر و منزلت ہے' پھر ان کو اپنے ہمراہ بٹھا کر پشت پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے اور ان کی عادات و اطوار سے خوش ہوتے۔

امام واقدی نے چھ اسناد سے بذریعہ ابن جبیر وغیرہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے زیر تربیت تھے' جب فوت ہو گئیں تو دادا عبدالمطلب نے اپنے زیر کفالت لے لیا اور ان سے اپنی حقیقی اولاد سے زیادہ محبت و شفقت کرتے' بیٹھتے اٹھتے' سوتے جاگتے' ہر حال میں ان کو اپنے ساتھ رکھتے اور اپنے خصوصی بستر پر بٹھاتے' جب کوئی بستر سے پیچھے ہٹانے کی کوشش کرتا تو اسے منع کرتے ہوئے کہتے کہ وہ ایک

حکومت کا بانی اور رئیس ہو گا۔ بنی مدلج کے بعض قیافہ شناسوں نے عبدالمطلب سے کہا' اس بچے کی خوب نگرانی کرو' اس کا پیر' مقام ابراہیم میں کندہ قدم کے بالکل مشابہ ہے تو عبدالمطلب نے ابوطالب کو کہا' ان کی بات غور سے سنو! چنانچہ ابوطالب ان کی خوب حفاظت کرتے تھے۔

عبدالمطلب' ام ایمن رسول اللہ ﷺ کی دایہ اور کھلایہ کو تاکید کرتے کہ بچے کے حفاظت و نگرانی میں غفلت نہ کرو' میں نے آج ان کو "سدرہ" کے قریب بچوں کے ساتھ کھیلتے پایا ہے' آئندہ ایسا نہ ہو' کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے' عبدالمطلب ان کے بغیر تنہا کھانا نہ کھاتے تھے۔ عبدالمطلب نے بستر مرگ پر ابوطالب کو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت نگہداشت کی وصیت کی' پھر ۵۷۹ء میں عبدالمطلب فوت ہوئے اور حجون میں دفن کئے گئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آٹھ سال کے تھے کہ دادا عبدالمطلب فوت ہو گیا' دادا نے قبل از وفات اپنی سب (۶) بیٹیوں کو اکٹھا کر کے کہا کہ وہ مرثیہ کہیں چنانچہ ابن اسحاق نے ان کے اشعار اور مرثیے سب بیان کئے ہیں یہ مرثیے عبدالمطلب نے قبل از مرگ ان کی زبان سے سنے' یہ سب سے اعلیٰ نوع کی نوحہ گری ہے۔ لیکن ابن ہشام کہتے ہیں کہ فن شعرو شاعری سے آشنا لوگ ان مرثیہ جات سے قطعاً واقف نہیں۔

سقایہ : بقول ابن اسحاق' عبدالمطلب کی وفات کے بعد زمزم اور سقایہ کا منصب عباس کے زیر اہتمام تھا جو ان کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے اور یہ اہتمام اسلام تک ان کے زیر انتظام رہا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس منصب پر ان کو قائم و برقرار رکھا۔

ابوطالب رسول اللہ ﷺ کے کفیل : عبدالمطلب کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ ابوطالب کی زیر کفالت تھے' عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق نیز وہ عبداللہ والد رسول اللہ ﷺ کے حقیقی بھائی تھے' ان کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ مخزومیہ تھیں چنانچہ ابوطالب' رسول اللہ ﷺ کے سارے امور سرانجام دیتے تھے۔ واقدی نے متعدد اسناد سے بیان کیا ہے کہ عبدالمطلب کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ ابوطالب کے پاس رہتے تھے' لیکن ابو طالب زیادہ خوشحال اور سرمایہ دار نہ تھے' بایں وصف وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنی اولاد سے عزیز سمجھتے تھے اور ان کے کھانے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔

ابوطالب کے اہل و عیال جب تنہا رسول اللہ ﷺ کے بغیر ایک برتن میں کھانا کھاتے تو شکم سیر نہ ہوتے اور جب رسول اللہ ﷺ ہمراہ ہوتے تو سب شکم سیر ہو جاتے چنانچہ جب کھانے کا وقت ہوتا تو ابوطالب کہتے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرو' رسول اللہ ﷺ آتے اور ساتھ کھانا کھاتے تو کھانا بچ رہتا چنانچہ ابوطالب کہتے آپ مبارک قدم ہیں' بقول ابن عباس بچے صبح کو نیند سے بیدار ہوتے تو عموماً آنکھوں میں چیپڑ بھرے ہوئے ہوتے اور رسول اللہ ﷺ سر میں تیل لگے ہوئے سرمیلی آنکھوں والے بیدار ہوتے۔ حسن بن عرفہ (علی بن ثابت' طلحہ بن عمرو' عطاء بن ابی رباح) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ابو طالب کے بچے صبح کو بیدار ہوتے تھے آنکھوں میں گد ہوتی اور رسول اللہ ﷺ صاف ستھرے ہوتے اور ابوطالب ایک ہی پلیٹ اور طشت میں سب بچوں کو کھانا دیتے' بچے چھینا جھپٹی کرتے تو رسول اللہ ﷺ کھانے سے دست کش ہو جاتے' ان کے

ساتھ مل کر نہ کھاتے۔ اس صورت حال کے مدنظر وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے علیحدہ برتن میں کھانا ڈال دیتے۔

قیافہ شناس : محمد بن اسحاق (یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر) عباد بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ لہب کے قبیلہ کا ایک قیافہ شناس تھا وہ مکہ میں آتا تو قریشی لوگ اپنے بچوں کو اس کے پاس لاتے اور وہ ان کو دیکھ کر اپنا قیافہ بتاتا' ابوطالب بھی رسول اللہ ﷺ کو چند بچوں کے ہمراہ لایا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا پھر کسی اور بات میں مشغول ہو گیا جب سب سے فارغ ہو چکا تو اس نے کہا "وہ بچہ لاؤ" ابوطالب کو جب اس کا اصرار اور خاص خیال معلوم ہوا تو ان کو چھپا دیا اور وہ بار بار کہہ رہا تھا وہ بچہ لاؤ جس کو میں نے ابھی دیکھا تھا' واللہ وہ عظیم الشان ہو گا۔

ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر اور بحیریٰ سے ملاقات : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابوطالب ایک قافلہ میں بغرض تجارت شام روانہ ہوئے۔ جب سامان تیار کر لیا اور سفر کا عزم کر لیا تو رسول اللہ ﷺ کو بھی اشتیاق ہوا (جیسا کہ ان کا خیال ہے) ابوطالب پر بھی رقت طاری ہو گئی تو کہا واللہ! میں ان کو ساتھ لے جاؤں گا اور کبھی ان سے جدا نہ ہوں گا۔ چنانچہ ان کو ساتھ لے لیا اور شام کے علاقہ بصریٰ میں فروکش ہوئے' وہاں بحیریٰ راہب اپنے گرجا میں مقیم تھا۔ عیسائی علوم کا ماہر تھا۔ اس گرجا میں عہد قدیم سے ہی ایسا راہب رہا کرتا تھا جو جید عالم ہو اور پشت در پشت خاندانی عالم ہو۔ قبل ازیں لوگ بحیریٰ کے پاس اترتے تو وہ کوئی توجہ نہ دیتا اور ان کو قابل اعتنا نہ سمجھتا۔ اس سال وہ وہاں اترے تو اس نے ان کے لئے کھانے کا اہتمام کیا۔

ان کا خیال ہے کہ اس نے اپنے گرجا میں دیکھا کہ ایک قافلہ میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اور بادل ان پر سایہ فگن ہے۔ جب وہ گرجا کے قریب درخت کے نیچے آئے تو بادل درخت پر چھا گیا اور درخت کی شاخیں رسول اللہ ﷺ پر لٹک آئیں اور رسول اللہ ﷺ اس کے سایہ میں براجمان ہوئے' جب بحیریٰ نے یہ منظر دیکھا تو گرجا سے اترا اور کھانا تیار کرنے کا انتظام کیا اور ان کو دعوت نامہ بھیجا' اے معشر قریش! میں نے آپ کے لئے کھانے کا اہتمام کیا ہے' میں چاہتا ہوں کہ سب رفقائے قافلہ چھوٹے بڑے' آقا اور غلام اس دعوت میں شامل ہوں۔ اس میں غیر متوقع دلچسپی کے پیش نظر کسی نے کہا' واللہ! جناب بحیریٰ! آج تو کوئی خاص بات ہے' قبل ازیں ہم آپ کے ہاں فروکش ہوتے تھے تو آپ توجہ نہ کیا کرتے تھے' لیکن آج کیا خاص بات ہے؟ تو بحیریٰ نے کہا تم درست کہتے ہو' ایسا ہی تھا' لیکن بہرحال تم لوگ مہمان ہو میری خواہش ہے کہ میں آپ کی مہمانی کروں اور آپ تناول فرمائیں۔ چنانچہ وہ سب دعوت میں چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ کم سن اور بچپن کی وجہ سے ڈیرے میں سایہ تلے بیٹھے رہے۔

جب ان مہمانوں کو بحیریٰ نے دیکھا تو وہ صفات اور خصوصی علامات کا حامل شخص ان میں نہ پایا تو اس نے کہا کیا کوئی آدمی دعوت میں شریک ہونے سے باقی رہ گیا ہے تو انہوں نے کہا جناب! بس ایک کم سن لڑکا ڈیرے میں رہ گیا ہے تو اس نے کہا ایسا نہ کرو' اس کو بھی شریک کرو۔ پھر ایک قریشی نے بھی کہا لات اور

عزیٰ کی قسم! محمد بن عبداللہ کا کھانا میں شرکت نہ کرنا ہمارے لئے قابل ملامت ہے' چنانچہ آپ تشریف لائے اور ان کو بڑے اہتمام سے بٹھایا۔ بحیریٰ نے آپ کو دیکھا تو وہ غور سے توجہ کرنے لگا اور آپ کے جسم اطہر کے اعضاء کو غائر نظر سے دیکھنے لگا اور وہ آپ کی صفات سے قبل ازیں آگاہ تھا۔ لوگ جب کھانا تناول فرما چکے اور ادھر ادھر چلنے پھرنے لگے تو بحیریٰ نے آپ کو مخاطب کر کے کہا یا غلام! میں آپ کو لات و عزیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرے سوال کا درست جواب دیں۔ بحیریٰ نے لات و عزیٰ کا نام اس لئے ذکر کیا کہ وہ آپس میں ان کے نام کی قسم کھاتے تھے۔

حاضرین دعوت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لات اور عزیٰ کے واسطہ سے مجھے سوال نہ کرو' واللہ! میں ان کو نہایت برا سمجھتا ہوں' تو بحیریٰ نے اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ آپ میرے سوال کا جواب ارشاد فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو دریافت کرنا چاہتے ہو پوچھو' چنانچہ اس نے آپؐ سے نیند وغیرہ کے احوال دریافت کئے اور آپ نے جوابات دیئے اور یہ بحیریٰ کی معلومات کے مطابق تھے' پھر اس نے آپ کی پشت مبارک دیکھی تو دونوں کندھوں کے درمیان خاتم نبوت کو اپنی معلومات کے عین موافق موجود پایا جب وہ اس شناخت سے فارغ ہو گیا تو ابوطالب سے پوچھا' اس بچے کا آپ سے کیا رشتہ ہے؟ تو اس نے کہا میرا بیٹا ہے' تو اس نے کہا وہ تیرا بیٹا نہیں' ان صفات کے حامل بچے کا باپ زندہ نہ ہونا چاہئے' پھر ابوطالب نے کہا وہ میرا بھتیجا ہے' تو اس نے پوچھا باپ کو کیا سانحہ پیش آیا تو ابوطالب نے بتایا وہ شکم مادر میں تھا کہ اس کا والد فوت ہو گیا تو راہب نے تصدیق کرتے ہوئے کہا اس کو اپنے علاقے میں واپس لے جاؤ' مجھے ان کے خلاف یہود سے خطرہ محسوس ہوتا ہے' واللہ! اگر وہ میری طرح آگاہ ہو جائیں تو آپ کے قتل کے درپے ہو جائیں۔ آپ کے اس بھتیجے کا عجب اور عظیم شان ہو گا۔ ان کو فوراً لے جاؤ' چنانچہ ابوطالب کاروبار تجارت سے فارغ ہو کر فوراً آپ کو مکہ لے آئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں لوگوں کے مطابق زریر' تمام اور دریسا یہودی بھی آپ سے اس سفر میں اسی طرح آگاہ ہوئے تھے جس طرح بحیریٰ راہب' پھر انہوں نے آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو بحیریٰ نے ان کو باز رکھا تو ان کو اللہ کا حکم سنایا اور آسمانی کتاب میں جو آپ کی صفات مذکور ہیں وہ بتائیں۔ بایں ہمہ انہوں نے آپ کے خلاف پھر منصوبہ بنایا اور کامیاب نہ ہو سکے تو بادل نخواستہ بحیریٰ کی بات کو صحیح سمجھتے ہوئے آپ کے قتل سے باز رہے اور واپس لوٹ آئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں ابوطالب نے اس سانحہ کے بارے تین قصیدے کہے' ابن اسحاق سے یہ بلا سند منقول ہے۔ اس کے موافق ایک مرفوع مسند روایت بھی مروی ہے۔

حافظ ابوبکر خرائطی (عباس بن محمد داری' ضرار ابو نوح' یونس' ابو اسحاق' ابوبکر بن ابی موسیٰ) ابو موسیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب قریش کے ایک قافلہ میں بغرض تجارت شام کی طرف روانہ ہوئے' رسول اللہ ﷺ بھی آپ کے ہمراہ تھے جب بحیریٰ راہب کے قریب پہنچے تو وہاں فروکش ہوئے اور اپنے کجاوے اونٹوں سے اتار دیئے' اسی وقت راہب آیا (اور وہ قبل ازیں ان کے پاس آتا تھا نہ ان کی طرف توجہ دیتا تھا) اور ان کے

درمیان گھس کر چلنے لگا' یہاں تک کہ اس نے آکر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہا' "یہ سید عالم ہیں" اور بیہقی میں ہے' یہ رب العالمین کی طرف سے رسول ہیں۔ اللہ نے اس کو رحمت عالم بنا کر بھیجا ہے۔ رؤسائے قریش سے پوچھا' یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا' راہب نے کہا جس وقت تم عقبہ سے چلے ہو' ہر شجر اور حجر' ہر پیڑ اور پہاڑ سجدہ ریز ہو گیا۔ یہ درخت اور پتھر سوائے نبی کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے اور میں ان کو مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو آپ کے مونڈھے کی ہڈی کے نیچے ہے۔ پھر وہ واپس آیا اور ان کے لئے کھانا تیار کرنے لگا۔ جس وقت وہ کھانا لے کر ان کے پاس آیا تو آپ' اونٹوں کو چرا رہے تھے تو پادری نے کہا ان کو بلا لاؤ' چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو ایک بادل آپ کے سر پر سایہ فگن تھا۔ جب آپ قریب پہنچے تو اس نے کہا ان کی طرف دیکھو ان پر بادل سایہ افگن ہے' جب آپ بالکل مجلس کے قریب میں پہنچ گئے تو لوگ درخت کے سایہ میں بیٹھ چکے تھے' جب آپ بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ پر جھک گیا یہ دیکھ کر پادری نے کہا دیکھو درخت کا سایہ ان کی طرف سرک گیا ہے۔

وہ راہب ان کے پاس کھڑا ہوا ان کو اللہ کا واسطہ دے کر کہہ رہا تھا کہ ان کو روم نہ لے جائیں کہ رومیوں نے ان کو دیکھ لیا تو وہ آپ کو صفات و علامات کی وجہ سے پہچان جائیں گے اور آپ کو قتل کر ڈالیں گے۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو سات رومی چلے آ رہے ہیں ان کا استقبال کرتے ہوئے پوچھا تم کیوں آئے ہو؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ یہ نبی اس ماہ میں ظاہر ہونے والا ہے۔ پس کوئی راستہ ایسا نہیں جہاں چند آدمی نہ بھیجے گئے ہوں اور ہمیں اس کی خبر آپ کے اس راستہ میں ملی ہے؟ تو اس نے پوچھا' ہمیں تو بس اس کا پتہ آپ کے راستہ میں بتایا گیا ہے تو اس نے کہا اچھا تو یہ بتاؤ اللہ تعالیٰ نے کسی امر کا ارادہ کیا ہو تو کیا کوئی اس کو روک سکتا ہے۔ انہوں نے کہا بالکل نہیں' پھر انہوں نے آپ کی بیعت کر لی اور آپ کے ساتھ وہاں مقیم رہے۔ راہب نے پوچھا تمہیں خدا کی قسم! یہ بتاؤ کہ اس کا سرپرست کون ہے؟ انہوں نے بتایا ابو طالب ہے' راہب ان کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا رہا کہ انہیں واپس لے جاؤ' بالآخر ابو طالب نے آپ کو مکہ واپس بھیج دیا اور آپ کے ہمراہ ابوبکر صدیق نے بلال کو روانہ کیا اور راہب نے آپ کو روٹی اور تیل کا زاد راہ دیا۔

قراد ابو نوح اور تبصرہ : اسی طرح ترمذی نے بذریعہ ابو العباس فضل بن سہل اعرج قراد ابی نوح سے یہ روایت بیان کی ہے' حاکم' بیہقی اور ابن عساکر نے بہ سند ابو العباس محمد بن یعقوب اصم عباس بن محمد دوری سے یہ بیان کی ہے' اسی طرح متعدد حفاظ نے یہ روایت بہ سند ابو نوح عبدالرحمان بن غزوان خزاعی (خزاعہ کے غلام) ضبی عرف قراد بغدادی بیان کی ہے اور یہ ان ثقہ لوگوں میں شمار ہیں جن سے بخاری نے روایت بیان کی ہے اور دیگر ائمہ حفاظ نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔ میرے علم میں کسی نے ان پر جرح نہیں کی' بایں ہمہ ان کی اس حدیث میں غرابت اور عجوبہ پن ہے۔ بقول امام ترمذی یہ حدیث حسن غریب ہے اور صرف اسی سند سے مروی ہے' عباس دوری کہتے ہیں کہ قراد ابی نوح کے علاوہ اس حدیث کو دنیا میں کوئی بھی نہیں بیان کرتا۔ قراد ابو نوح سے امام احمد اور یحییٰ بن معین نے محض اس حدیث کی غرابت اور منفرد ہونے

کی بنا پر سماعت کی' یہ بیان بیہقی اور ابن عساکر کا ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں' اس روایت میں بعض باتیں عجیب اور غریب ہیں۔ یہ روایت مرسلات صحابہ میں سے ہے کیونکہ ابو موسیٰ اشعریؓ ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت مدینہ میں تشریف لائے اور ابن اسحاق کا ان کو مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کی فہرست میں شمار کرنا ناقابل التفات ہے۔ یہ روایت بہرحال مرسل ہے۔ اس قصہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک ۱۲ سال تھی۔ ممکن ہے ابو موسیٰ اشعریؓ نے یہ رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا اور بیان کر دیا یا کسی عمر رسیدہ صحابی سے سنا ہو یا یہ واقعہ مشہور و معروف ہو۔ استفاضہ اور شہرت کی بنا پر اس کو نقل کر دیا ہو۔ بادل کا تذکرہ اس سے صحیح روایت میں موجود نہیں۔ "ابوبکر نے بلال کو آپ کے ساتھ کر دیا تھا" رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک ۱۲ سال تھی تو ابوبکر اس وقت ۹ یا ۱۰ سال کے ہوں گے اور بلال اس سے بھی کم تر' بایں وصف ابوبکر اور بلال کا وہاں موجود ہونا کیسے ممکن ہے۔ بنا بریں حدیث ترمذی کا یہ فقرہ غریب اور بداہتہً غلط ہے۔ الا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر اس سے زیادہ ہو یا یہ کہ یہ سفر بعد ازیں پیش آیا ہو۔ یا "رسول اللہ ﷺ کی عمر اس وقت بارہ سال ہو" کا فقرہ غلط اور غیر محفوظ ہو' واقدی نے بھی بارہ کا تذکرہ کیا ہے (علاوہ ازیں) امام سہیلی نے تو کسی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ کی عمر مبارک اس وقت نو سال تھی' واللہ اعلم۔ واقدی (محمد بن صالح' عبداللہ بن جعفر اور ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ) داؤد بن حصین سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بارہ سال کی عمر میں ابوطالب اپنے ہمراہ شام کی طرف ایک تجارتی قافلہ میں لے گئے اور بحیریٰ راہب کے پاس پڑاؤ ڈالا اور اس نے ابوطالب کو خفیہ اور بطور راز بتایا اور مشورہ دیا کہ ان کی حفاظت و نگہداشت کرو' چنانچہ ان کو ابوطالب اپنے ہمراہ مکہ واپس لے آئے۔

ابوطالب کے زیر کفالت : ابوطالب کی زیر کفالت و تربیت رسول اللہ ﷺ جوان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نگہداشت میں تھے۔ جاہلی امور اور معیوب عادت سے ان کو باری تعالیٰ محفوظ رکھتے تھے کہ ان کو دنیا کی امامت و پیشوائی کے فرائض انجام دینے تھے۔ آپ بالغ اور جوان ہوئے تو قوم کے سب افراد سے مروت و انسانیت کے لحاظ سے افضل تھے۔ سب سے خوش اخلاق تھے' میل ملاپ میں سب سے خوش گوار تھے' باہمی گفتگو اور آداب محفل سے سب سے زیادہ آراستہ تھے' سب سے اچھے تحمل مزاج اور اعلیٰ امانت دار تھے' سب سے بہتر اور راست باز تھے' فحش کلامی اور بدزبانی سے کوسوں دور تھے' کسی کو پھٹکار اور ملامت نہ کرتے' بحث و تکرار کرتے بھی نہیں دیکھے گئے' یہاں تک کہ قوم نے آپ کو "امین" کے لقب سے پکارا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اعلیٰ اوصاف اور عمدہ خصال سے آراستہ کر دیا تھا اور ابوطالب (۱۰ نبوی) بھی تاحیات آپ کی حفاظت و حمایت اور نصرت و تعاون میں محو رہے۔

محمد بن سعد (خالد بن معدان' معتمر بن سلیمان' سلیمان) ابی مجلز سے بیان کرتے ہیں کہ عبدالمطلب یا ابوطالب' یہ شک خالد بن معدان کو ہے' عبداللہ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ پر بہت مہربان تھے' سفر و حضر میں ان کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے' چنانچہ آپ ایک دفعہ شام کی طرف بغرض تجارت روانہ ہوئے تو آپ

ایک پڑاؤ میں فروکش ہوئے تو آپ کے پاس ایک راہب آیا اور اس نے کہا' تمہارے قافلہ میں ایک نیک مرد ہے۔ پھر اس نے پوچھا ان کا والد کہاں ہے؟ تو ابوطالب نے کہا میں ان کا ولی اور سرپرست ہوں' تو اس نے کہا ان کی حفاظت کرو اور ان کو شام مت لے جاؤ' کیونکہ یہود حاسد قوم ہے اور مجھے ان کے بارے یہود سے خطرہ لاحق ہے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو واپس کر دیا اور راہب نے کہا الٰہی! میں محمدؐ کو تیری حفاظت و امانت کے سپرد کرتا ہوں' پھر وہ فوت ہو گیا۔

بحیرا : سہیلی نے سیر زہری سے نقل کیا ہے کہ بحیرا یہودی عالم تھا' امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ قصہ راہب کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ راہب عیسائی تھا اور مورخ مسعودی کا بیان ہے کہ وہ قبیلہ عبدالقیس سے تھا اس کا نام جرجیس ہے۔ "معارف" از ابن قتیبہ میں ہے کہ قبل از اسلام جاہلی دور میں پردہ غیب سے کسی ہاتف سے یہ سنا گیا کہ روئے زمین میں بہترین تین اشخاص ہیں' بحیری راہب' رئاب بن براء شنی اور تیسرا منتظر ہے یعنی رسول اللہ ﷺ۔

بقول ابن قتیبہ' رئاب اور اس کے لڑکے کی قبر پر ابر رحمت کی بوندا باندی ہوتی رہتی ہے۔

نبی علیہ السلام کی نشوونما' تربیت و پرورش' حفاظت و نگاہ داشت

عہد یتیمی میں باوقار مقام دینا اور فقر کو غنا میں بدل دینا

محمد بن اسحاق کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ایسے حالات و اطوار میں عالم شباب میں پہنچے کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و صیانت میں تھے اور جاہلی دور کی غلط عادات سے محفوظ و مامون تھے' کیونکہ آپ کو دنیا کی امامت اور رسالت کے فرائض سرانجام دینا تھے' چنانچہ آپ رجولیت اور مردانگی کے عہد میں پہنچے تو قوم سے مروت و انسانیت میں افضل اعلیٰ تھے' خوش اخلاق تھے' حسب و شرافت میں برتر اور بہتر تھے۔ میل ملاپ اور آداب محفل سے سب سے زیادہ آراستہ تھے' سب سے زیادہ تحمل مزاج تھے' نہایت راست باز تھے سب سے اعلیٰ امین تھے' فحش اور بداخلاقی سے نفور اور دور تھے' آپ ہمہ صفت موصوف تھے کہ آپ کا نام قوم میں "امین" معروف تھا کیونکہ آپ تمام ستودہ صفات اور عمدہ خصال کے حامل تھے۔

عریانی : بقول ابن اسحاق رسول اللہ ﷺ نے بچپن اور کم سنی کا ایک واقعہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ و مامون رکھا کہ ہم چند قریشی بچے کسی کھیل کے سلسلہ میں پتھر اٹھا رہے تھے' سب نے تہ بند کھول رکھے تھے اسے کندھے پر رکھ کر پتھر اٹھا رہے تھے اور میں بھی اسی طرح برہنہ ان کے ساتھ کھیل میں مشغول تھا کہ مجھے کسی نے ہلکی سے چپت لگا کر کہا (**شد علیک ازارک**) تہمد باندھو چنانچہ میں نے تہمد باندھ لی اور پھر کندھے پر پتھر اٹھانے لگا ان میں صرف میں ہی تہمد پوش تھا۔ یہ قصہ بخاری شریف کے "باب بنیان الکعبہ" کے تحت درج حدیث کے بالکل مشابہہ ہے۔ اگر یہ قصہ وہ نہیں ہے تو یہ اس کے لئے بطور تمہید دیباچہ ہو گا' واللہ اعلم۔

عبدالرزاق (ابن جریج' عمرو بن دینار) جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جب کعبہ کی قریش نے مرمت کی تو رسول اللہ ﷺ اور عباسؓ دونوں پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' عباس نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ اپنا تہ بند

کندھے پر ڈال لو' پتھر کی رگڑ سے محفوظ رکھے گا' چنانچہ آپ نے ایسا کیا تو اسی وقت بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور آنکھیں آسمان کو لگ گئیں پھر ہوش آیا تو آپ نے کھڑے ہو کر کہا میرا تہ بند دو پھر آپ نے تہ بند باندھ لیا۔ صحیحین میں یہ روایت عبدالرزاق کے علاوہ روح بن عبادہ' زکریا بن ابی اسحاق' عمرو بن دینار' جابر بن عبداللہ سے بھی مروی ہے۔

حافظ بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابو سعید بن ابی عمرو' ابو العباس محمد بن یعقوب' محمد بن اسحاق صاغانی' محمد بن بکیر حضرمی' عبدالرحمان بن عبداللہ دشتکی' عمرو بن ابی قیس' سماک' عکرمہ' ابن عباس) عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے کعبہ کی مرمت کی تو وہ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے' عباسؓ کہتے ہیں کہ قریش نے دو دو آدمیوں کی ٹولی بنا دی تھی' مرد پتھر اٹھاتے تھے' عورتیں چونا اور گارا۔ میں اور میرا بھتیجا محمد دونوں کندھوں پر پتھر اٹھا رہے تھے' ہمارے تہ بند پتھروں کے نیچے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے' جب لوگوں میں آتے' تہ بند پہن لیتے' اسی دوران میں پیچھے چل رہا تھا اور محمدؐ آگے تھے' آپ منہ کے بل گر پڑے' میں اپنا پتھر پھینک کر رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑا۔ (آیا تو دیکھا) آپ آسمان کو تک رہے ہیں' میں نے پوچھا کیا بات ہے تو آپ نے کھڑے ہو کر اپنا تہ بند پہن لیا اور فرمایا (انی نھیت ان امشی عریانا) مجھے برہنہ ہو کر چلنے سے منع فرما دیا گیا ہے۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں آپ کے اس مقولے کو لوگوں سے چھپاتا تھا' مبادا وہ آپ کو دیوانہ کہیں۔

گانے کی محفل : حافظ بیہقی (یونس بن بکیر' محمد بن اسحاق' محمد بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ' حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب' ابوہ محمد) جدہ علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ اہل جاہلیت' عورتوں کے گانے بجانے میں شرکت کا بہت شوق کیا کرتے تھے' میں نے صرف دو مرتبہ دو راتوں میں ایسا ارادہ کیا اور گیا اور دونوں مرتبہ اللہ نے مجھے محفوظ رکھا' ایک رات میں نے اپنے ساتھی سے کہا (ہم بکریوں کے ریوڑ میں تھے) کہ میری بکریوں کا خیال رکھنا میں مکہ میں قصے کہانیاں اور داستان سننے کے لئے جا رہا ہوں' جیسے کہ نوجوان کہاوتیں سنتے ہیں' اس نے کہا' کیوں نہیں (جایئے) چنانچہ میں مکہ آیا اور داخل ہوتے ہی پہلے مکان میں سے گانے بجانے اور باجوں کی آواز سنی' میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ فلاں نے فلاں عورت سے شادی کی ہے۔ میں بھی وہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا اور میری آنکھ لگ گئی' واللہ! جب دھوپ لگی تو آنکھ کھلی' میں اپنے ساتھی کے پاس لوٹ آیا اس نے پوچھا کیا کیا؟ میں نے کہا کچھ نہیں کیا پھر اسے رات کا واقعہ بتایا۔ پھر میں نے اسے دوسری رات بھی کہا کہ میری بکریوں کا دھیان کرنا میں داستان سننے جا رہا ہوں اس نے منظور کر لیا تو میں مکہ چلا آیا' گذشتہ شب کی طرح میں نے آواز سنی' پوچھا تو کسی نے بتایا کہ فلاں نے فلاں عورت سے شادی کی ہے۔ میں بھی وہاں بیٹھ کر دیکھنے لگا اور میری آنکھ لگ گئی' واللہ! مجھے دھوپ لگی تو آنکھ کھلی' پھر میں اپنے ساتھی کے پاس واپس چلا آیا تو اس نے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ میں نے کہا' کچھ نہیں' پھر اسے ساری داستان سنائی' واللہ بعد ازیں میں نے کبھی کسی ایسی مجلس میں شامل ہونے کا ارادہ تک نہیں کیا حتی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرما دیا۔

یہ حدیث نہایت غریب ہے۔ البتہ یہ حضرت علیؓ سے بھی سماع کی صراحت کے بغیر مروی ہے بدین صورت یہ فقرہ --- حتی اکرمنی اللہ عزوجل بنبوتہ --- متمم اور کسی راوی کا بے جا اضافہ ہو گا' واللہ اعلم۔

شیخ ابن اسحاق : محمد بن اسحاق کے شیخ --- محمد بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ --- کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ وہ صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں اور ہمارے استاذ حافظ مزی (م ۷۴۲ھ) نے اپنی کتاب تہذیب میں کہا ہے میں اس سے واقف نہیں ہوں' واللہ اعلم۔ حافظ بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابو العباس محمد بن یعقوب' حسن بن علی بن عفان عامری' ابو اسامہ' محمد بن عمرو' ابو سلمہ اور یحییٰ بن عبدالرحمان بن حاطب' اسامہ بن زید) زید بن حارثہ سے بیان کرتے ہیں کہ اساف اور نائلہ تانبے کے بت تھے' مشرک جب طواف کرتے تو ان کو ہاتھ سے چھوتے تھے' رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ میں نے بھی طواف کیا' جب میں ان بتوں کے پاس سے گزرا تو میں نے بھی چھو لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (لا تمسه) اسے مت چھو' زید بن حارثہ کہتے ہیں ہم طواف ہی کر رہے تھے کہ میں نے دل میں کہا چھوتا ہوں کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے' چنانچہ میں نے پھر چھوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (الم تنه) کیا تو رکتا نہیں۔ حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ محمد بن عمرو کے شاگرد ابو اسامہ کے علاوہ کسی اور نے بیان کیا ہے کہ زید نے کہا' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبوت سے سرفراز کیا اور آپ پر قرآن اتارا کہ آپ نے کبھی بت کو چھوا نہیں' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت سے سرفراز فرما کر قرآن نازل فرمایا۔ گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ جب بحیریٰ نے آپ کو لات اور عزیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے ان کا واسطہ دے کر نہ پوچھ واللہ میں ان کو نہایت برا سمجھتا ہوں۔

حدیث بیہقی کی توجیہ : باقی رہی حدیث جو حافظ بیہقی نے (ابو سعد مالینی' ابو احمد بن عدی الحافظ' ابراہیم بن اسباط' عثمان بن ابی شیبہ' جریر' سفیان ثوری' محمد بن عبداللہ بن محمد بن عقیل) جابر بن عبداللہؓ سے بیان کی ہے کہ نبی علیہ السلام مشرکین کے ہمراہ ان کے مشاہد اور مزاروں میں جایا کرتے تھے' چنانچہ آپؐ نے پیچھے سے آواز سنی کہ ایک فرشتہ نے دوسرے کو کہا چلو ہم رسول اللہ ﷺ کی پشت میں کھڑے ہوں' تو اس نے کہا' ہم ان کے پیچھے کیسے کھڑے ہوں؟ وہ تو بتوں کو چھو رہے ہیں' راوی کہتا ہے بعد ازیں آپ مشرکوں کے ہمراہ مشاہد میں شامل نہیں ہوئے۔ اس حدیث کو اکثر ائمہ نے منکر کہا ہے اور عثمان بن ابی شیبہ پر گرفت کی ہے یہاں تک کہ امام احمد نے ان کے بارے کہا ہے کہ اس کا بھائی تو اس حدیث کا شوشہ بھی نہیں جانتا تھا۔ حافظ بیہقی نے کسی محدث سے یہ معنی بیان کیا ہے کہ آپؐ بتوں کو چھونے والوں کے ساتھ تھے۔ یعنی خود نہیں چھوا اور یہ قبل از بعثت کا واقعہ ہے' واللہ اعلم۔ نیز حدیث زید بن حارثہ میں بیان ہو چکا ہے کہ آپؐ مشرکین کے مشاہد اور خانقاہوں سے الگ رہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرما دیا۔

توفیق ربانی : ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبل از بعثت حج کے دوران عام لوگوں کے ہمراہ عرفات میں قیام کرتے تھے۔ قریش کی طرح مزدلفہ میں ہی نہیں ٹھہرے رہتے تھے (قریش خود کو اہل اللہ کہتے تھے اور حج میں حرم سے باہر نہیں جاتے تھے) جیسا کہ یونس بن بکر' محمد بن اسحاق' عبداللہ بن ابی بکر' عثمان بن ابی سلیمان' نافع بن جبیر بن مطعم' جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا (وهو على دين قومه) وہ اپنی قوم کے ابراہیمی دین پر قائم تھے' قریش میں سے صرف وہی عرفات میں حج کے دوران قیام کیا کرتے تھے اور لوگوں کے ہمراہ واپس رات کو مزدلفہ آتے تھے' یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق تھی ۔۔۔ اسماعیل علیہما

السلام کے باقی ماندہ دین پر قائم تھے اور کبھی شرک میں ملوث نہیں ہوئے۔ صلوات اللّٰہ وسلام علیہ دائما

امام ابن کثیر فرماتے ہیں اس قول سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ آپ کا عرفات میں قیام بھی قبل از بعثت محض توفیق الٰہی کی وجہ سے تھا۔ یہ مفہوم امام احمد نے یعقوب از ابن اسحاق بیان کیا ہے' الفاظ حدیث ملاحظہ ہوں (راءیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبل از ینزل علیہ واللّٰہ لواقف علی بعیر لہ مع الناس بعرفات حتی یرفع معھم توفیقا من اللّٰہ) امام احمد (سفیان' عمرو' محمد بن جبیر بن مطعم) جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ عرفہ میں میرا اونٹ گم گیا' میں اس کی تلاش میں تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عرفات میں دوران حج موجود دیکھ کر کہا یہ تو قریشی ہیں' جو عرفات میں قیام نہیں کرتے' یہاں ان کا قیام کیونکر ہے؟ یہ روایت متفق علیہ ہے۔

نبی علیہ السلام کی حرب فجار میں شرکت : ابن اسحاق کہتے ہیں حرب فجار کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر بیس سال تھی' حرب فجار اس وجہ سے کہتے ہیں کہ قریش و کنانہ اور قیس عیلان نے محرمات کا ارتکاب کرکے فاجرانہ کارروائی کی تھی۔ قریش کا قائد "ابوسفیان کا والد" حرب بن امیہ بن عبد شمس تھا' پہلے پہل قیس عیلان غالب تھے پھر قریش غالب آئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر چودہ یا پندرہ سال تھی جیسا کہ ابوعبیدہ نحوی' ابو عمرو بن علاء سے بیان کرتے ہیں کہ قریش اور ان کے حلیف کنانہ اور قیس عیلان کے درمیان جنگ و جدال ہوا اور لڑائی کا سبب یہ تھا کہ عروہ رحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن نے نعمان بن منذر کے تجارتی قافلہ کو پناہ دی تو براض بن قیس یکے از کنانہ نے اسے کہا' کیا تو کنانہ کے برخلاف ان کو پناہ دے سکتا ہے؟ اس نے کہا' کنانہ کیا ساری مخلوق کے خلاف' چنانچہ عروہ رحال باہر نکلا اور براحق بھی اس کے پیچھے اس کی غفلت کا منتظر تھا یہاں تک کہ وہ عالیہ مقام کے "تیمن ذی طلال" میں تھا کہ براض نے موقعہ پاکر عروہ رحال کو "شہر حرام" میں قتل کر ڈالا اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام "فجار" ہوا براض نے کہا۔

وداھیۃ تھم الناس قبلی　شددت لھا بنی بکر ضلوعی
ھدمت بھا بیوت بنی کلاب　وارضعت الموالی بالضروع
رفعت لہ بذی طلال کفی　فخر یمید کالجذع الصریع

(بہت سی آفات نے مجھ سے قبل لوگوں کو رنجیدہ اور فکرمند رکھا ہے' اے بنی بکر! میں نے ان کے لئے اپنی پسلیوں کو مضبوط کرلیا ہے۔ میں نے اس کے باعث بنی کلاب کے مکانات کو مسمار کردیا ہے میں نے موالی کو دودھیل اونٹنی کا دودھ پلا دیا ہے۔ میں نے ذی طلال میں اس کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا وہ کھجور کے تنے کی طرح ہلتا ہوا گر پڑا)

لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب نے کہا۔

وابلغ - ان عرضت　بنی کلاب　وعامر واخصوب لھا موالی
وبلغ - ان عرضت　بنی نمیر　واخوال القتیل بنی ھلال

بسان نوافد الرحال أمسی مقیما عند تیمن ذی ضلال

(اگر تو عروض میں جائے تو بنی کلاب اور عامر کو پیغام دے دو اور مصائب کے بھی دوست ہوتے ہیں۔ تو بنی نمیر اور مقتول کے ننھیال بنی ھلال کو پیغام پہنچا دے۔ کہ وفد لے جانے والا رحال' تیمن ذی طلال کے پاس مدفون اور زمین بوس ہے)

بقول ابن ہشام' قریش کو معلوم ہو گیا کہ براض نے عروہ رحال کو قتل کر ڈالا ہے اور وہ عکاظ میلہ میں تھا جو یکم ذی قعد سے بیس ذی قعد تک جاری رہتا ہے۔ چنانچہ قریشی وہاں سے چلے آئے اور ہوازن لا علم تھے بعد میں ان کو بھی اس قتل کا علم ہو گیا تو وہ ان کے تعاقب میں آئے اور حرم میں داخل ہونے سے قبل ہی ان کو پا لیا' رات گئے تک لڑائی جاری رہی' پھر وہ حرم میں داخل ہو گئے تو ہوازن لڑائی سے دست کش ہو گئے بعد ازیں کئی روز تک جنگ جاری رہی' پوری قوم ایک دوسرے کا تعاون کر رہی تھی' قریش کے ہر قبیلے کا سپہ سالار اور علم بردار الگ الگ تھا اور کنانہ کا رئیس ان کا اپنا فرد تھا اور قیس کے ہر قبیلے کا رئیس بھی جدا جدا تھا اور رسول اللہ ﷺ بھی بعض ایام میں لڑائی میں شامل ہوئے' آپ کے چچاؤں نے ان کو اپنے ہمراہ شامل کر لیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میں اپنے چچاؤں کو دشمن کے پھینکے ہوئے تیر اٹھا اٹھا کر دے رہا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں حرب فجار کا قصہ نہایت طویل ہے۔ اس کو بالاستیعاب بیان کرنے سے صرف سیرت رسول میں خلل اندازی مانع ہے۔ سہیلی کہتے ہیں کہ فجار بروزن قتال بہ کسرہ فا ہے' مسعودی مورخ کا بیان ہے کہ عرب میں حرب فجار کے نام سے چار لڑائیاں ہوئیں۔ یہ براض والی حرب فجار آخری لڑائی ہے۔ چار روز جاری رہی یوم شمطہ' یوم عبلاء' یہ دونوں لڑائیاں عکاظ کے قریب ہوئیں۔ یوم مشرب' یہ سب سے سنگین لڑائی تھی' اسی میں رسول اللہ ﷺ نے شرکت فرمائی اور اسی جنگ میں قریش اور بنی کنانہ کے رئیسوں حرب بن امیہ اور سفیان نے خود کو باندھ لیا تھا کہ بھاگ نہ سکیں' اس روز قیس شکست کھا گئے' ماسوائے بنی نضر کے چند افراد کے۔

عتبہ کا کارنامہ : بعد ازاں آئندہ سال عکاظ کے میلے پر لڑائی کرنے کا وعدہ ہوا' حسب وعدہ لڑائی کے لئے تیار تھے کہ عتبہ بن ربیعہ نے اپنے شتر پر سوار ہو کر اعلان کیا اے معشر مضر! کیوں جنگ و جدال پر آمادہ ہو؟ تو ہوازن نے پوچھا آپ کس بات کے داعی ہیں؟ تو عتبہ نے کہا میں صلح کا طالب ہوں' تو ہوازن نے کہا' کس طرح اور کیسے؟ تو عتبہ نے کہا ہم تمہارے مقتولوں کی دیت ادا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں اپنے آدمیوں کو گروی رکھتے ہیں اور ہم اپنی دیتوں کو معاف کرتے ہیں۔ ہوازن نے کہا' اس بات کا کون کفیل اور ضامن ہے؟ تو اس نے کہا میں ضامن ہوں' انہوں نے پوچھا تو کون ہے؟ تو اس نے کہا میں عتبہ بن ربیعہ ہوں' چنانچہ ان شرائط پر صلح ہو گئی اور عتبہ نے جن چالیس افراد کو بطور رہن بھیجا تھا ان میں حکیم بن حزام بھی شامل تھا۔ جب ہوازن نے ان لوگوں کو اپنے قبضہ میں دیکھا تو انہوں نے بھی اپنی دیتیں اور خون بہا معاف کر دیئے اور لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ مورخ اموی نے حرب فجار کو نہایت مفصل اور بالاستیعاب بیان کیا ہے' اثرم

یعنی مغیرہ بن علی' ابو عبیدہ معمر بن مثنی سے۔

حلف فضول : حافظ بیہقی (ابو سعد مالینی' ابو احمد بن عدی الحافظ' یحیٰی بن علی خفاق' ابو عبدالرحمان ازدی' اسماعیل بن علیہ' عبدالرحمان بن اسحاق' زہری' محمد بن جبیر بن مطعم) جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں "مطیبین" کے حلف میں اپنے چچاؤں کے ہمراہ حاضر تھا' اگر مجھے اس کے عوض سرخ اونٹ بھی ملیں تو میں اس کو توڑنا پسند نہیں کرتا۔ یہ روایت عبدالرحمان بن اسحاق سے اسماعیل بن علیہ کے علاوہ بشر بن مفضل بھی بیان کرتا ہے۔ ابو نصر بن قتادہ' ابو عمرو بن مطر' ابوبکر بن احمد بن داؤد سمنانی' معلی بن مہدی' ابو عوانہ' عمر بن ابی سلمہ' ابو سلمہ' ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں حلف مطیبین کے علاوہ قریش کے کسی معاہدہ میں شامل نہ تھا' اس معاہدہ کے مقابلہ میں مجھے سرخ اونٹ بھی دے دیئے جائیں تو پھر بھی میں اس کو نہ توڑوں۔

مطیبون : ہاشم' امیہ' زہرہ اور مخزوم قبائل کو کہتے ہیں۔ امام بیہقی کہتے ہیں یہ تفسیر و تشریح حدیث میں اس طرح مروی ہے معلوم نہیں یہ اضافہ کس نے کیا ہے۔ بعض سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ اس روایت میں مذکور مطیبین سے (یہ احلاف میں بھی شامل ہے' دیکھئے احلاف مراد حلف فضول ہے) کیونکہ حلف مطیبین کے وقت رسول اللہ ﷺ نہ تھے۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں واقعی یہ درست ہے کہ قریش نے قصی کی وفات کے بعد حلف اٹھائی تھی اور ایک تنازع اس وجہ سے بپا ہوا تھا کہ قصی نے اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو سقایہ' رفادہ' لواء' ندوہ اور حجابہ سب منصب عطا کر دیئے تھے' بدیں وجہ عبدمناف کی اولاد نے نزاع پیدا کیا اور فریقین کے ہمراہ قریشی قبیلے تھے اور ہر ایک نے اپنے حزب اور گروہ کے ساتھ تعاون کرنے کی قسم اٹھائی تھی' چنانچہ اولاد عبدمناف نے ایک پیالے میں خوشبو ڈال کر اس میں ہاتھ ڈبو کر باہمی تعاون پر قسم اٹھائی بعد ازیں انہوں نے بیت اللہ کے کونوں اور گوشوں کو چھوا' بنابریں ان کا نام ہوا مطیبین جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور یہ عرب کا قدیم دستور تھا۔

لیکن یہاں حلف مطیبین سے مراد حلف فضول ہے جو عبداللہ بن جدعان کے گھر منعقد ہوئی تھی جیسے کہ حمیدی' سفیان بن عیینہ' عبداللہ' محمد' عبدالرحمان پسران ابی بکرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں منعقدہ معاہدہ میں شامل تھا' اگر اب بھی (اسلامی دور میں) مجھے اس قسم کے معاہدہ کی دعوت دی جائے تو میں فوراً قبول کر لوں' اس بات پر معاہدہ قائم ہوا تھا' "ان یردوا **الفضول علی اھلہا و لا یعز ظالم مظلوما**" کہ منافع اس کے حق دار کو دیا جائے اور ظالم کا ظلم مظلوم پر برداشت نہ کیا جائے گا اور ستمگر' ستم رسیدہ پر غالب نہ ہو گا۔ یہ حلف فضول بعثت سے بیس سال قبل منعقد ہوئی تھی' ذی قعد میں حرب فجار کے چار ماہ بعد' کیونکہ اس سال حرب فجار شعبان میں لڑی گئی تھی' حلف فضول عرب میں ایک نہایت مقدس اور پاکیزہ معاہدہ تھا' اس کے پہلے بانی اور محرک زبیر بن عبدالمطلب تھے' اور اس وجہ سے معرض وجود میں آیا کہ ایک زبیدی مکہ میں سامان تجارت لایا وہ عاص بن وائل نے خرید لیا اور قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے احلاف (عبدالدار' مخزوم' جمح' سہم اور عدی بن کعب) کے پاس

فریاد کی تو انہوں نے عاص بن وائل کے خلاف اعانت کرنے سے انکار کر دیا اور اس کو ڈانٹ دیا جب زبیدی مایوس ہو گیا تو طلوع آفتاب کے وقت اس نے کوہ ابی قبیس پر چڑھ کر یہ اشعار کہے اس وقت قریش کعبہ کے گردونواح محفلوں میں براجمان تھے۔

يا آل فهر لمظلوم بضاعته ببطن مكة نائي الدار والنفر
ومحرم أشعث لم يقض عمرته يا للرجال وبين الحجر والحجر
إن الحرام لمن تمت كرامته ولا حرام لثوب الفاجر الغدر

(اے آل فہر! اجنبی بے سہارا مظلوم کی مدد کرو' اس کا سرمایہ مکہ میں ہے۔ اور پراگندہ حال محرم کی جس نے عمرہ ادا نہیں کیا' اے لوگو مدد کرو' جو حجر اسود اور حطیم کے درمیان جلوہ افروز ہو۔ بے شک بیت الحرام معزز و محترم کا محافظ ہے' بدکار اور غدار کی عزت کا محافظ نہیں)

یہ سن کر زبیر بن عبدالمطلب نے کہا یہ رائیگاں نہ ہو گا' چنانچہ ہاشم زہرہ اور تیم بن مرہ تین خاندان' عبداللہ بن جدعان کے مکان پر اکٹھے ہوئے' اس نے کھانے کا اہتمام کیا اور ماہ حرام' ذی قعد میں سب نے حلف اٹھایا اور پختہ معاہدہ کیا' واللہ! ہم سب مظلوم کے ساتھ ایک جماعت اور متحد ہوں گے' ظالم کے خلاف' یہاں تک کہ وہ اس کا حق اور مطالبہ پورا کر دے' یہ معاہدہ ابدالاباد تک قائم رہے گا' جب تک سمندر کا پانی ایک ٹکڑے کو تر کرلے اور جب تک کوہ شہر اور حراء اپنے مقام پر قائم رہے' مواقع روزگار ہر ایک کو یکساں میسر ہوں گے۔ چنانچہ قریش نے اس معاہدہ کا نام حلف الفضول رکھا کہ انہوں نے ایک افضل کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ پھر عاص بن وائل سے زبیدی کا سامان چھین کر اس کے حوالے کر دیا اور زبیر بن عبدالمطلب نے کہا۔

حلفت لنعقدن حلفا عليهم وإن كنا جميعا أهل دار
نسميه الفضول إذا عقدنا يعزبه الغريب لذي الجوار
ويعلم من حوالي البيت أنا أباة الضيم نمنع كل عار

(میں نے قسم اٹھائی تھی کہ ظالموں کے برخلاف ایک معاہدہ قائم کریں گے اگرچہ ہم ایک گھر میں معدودے چند لوگ ہوں۔ ہم نے اس معاہدہ کو "فضول" کا نام دیا ہے جب ہم نے معاہدہ منعقد کیا اس کی وجہ سے اجنبی توانا و طاقتور ہو گا مقامی کی نسبت۔ بیت اللہ کے اطراف و نواح میں سب جانتے ہیں کہ ہم ظلم و جور کو ناپسند کرتے ہیں' ہر فضیحت و رسوائی کے کام سے روکیں گے)

نیز زبیر نے یہ اشعار بھی کہے۔

إن الفضول تعاقدوا وتحالفوا ألا يقيم ببطن مكة ظالم
أمر عليه تعاقدوا وتواثقوا فالجار والمعتر فيهم سالم

(معاہدہ "حلف الفضول" منعقد کرنے والوں نے حلف اٹھایا کہ مکہ میں ظالم نہیں ٹھہر سکے گا۔ اس معاہدہ پر سب نے پختہ عہد کیا بنابریں مقامی اور بیرونی سب یکساں محفوظ ہیں)

اغوا : غریب الحدیث از قاسم بن ثابت میں مذکور ہے کہ ایک خثعمی اپنی خوبرو دختر قتول کے ہمراہ مکہ میں حج یا عمرہ کی غرض سے آیا' تو نبیہ بن حجاج نے اسے اغوا کر لیا تو خثعمی نے لوگوں سے استدعا کی' تو کسی نے کہا کہ حلف فضول کے شرکاء سے تعاون حاصل کرو' چنانچہ اس نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر کہا اے حلف فضول منعقد کرنے والو! میری مدد کرو! یہ سنتے ہی ہر طرف سے لوگ شمشیر بکف لپکے چلے آئے اور وہ پوچھ رہے تھے کیا ہوا؟ ہم ہر طرح کی مدد کے لئے حاضر ہیں تو خثعمی نے بتایا کہ نبیہ نے میری بیٹی اغوا کر لی۔ چنانچہ وہ اس کے مکان پر گئے وہ اندر سے باہر نکلا تو سب نے کہا' لڑکی لاؤ' تجھے معلوم ہے کہ ہم کون ہیں؟ اور ہم نے کیا معاہدہ کر رکھا ہے؟ اس نے کہا بسرو چشم' لیکن مجھے ایک شب اجازت دو' تو انہوں نے کہا' واللہ بالکل نہیں تم رات کہتے ہو ہم معمولی وقفہ دینے کے لئے تیار نہیں' چنانچہ نبیہ نے یہ اشعار کہتے ہوئے وہ ان کے حوالے کر دی۔

راح صحبي ولم أحيي القتولا　لم أودعهم وداعاً جميلا
إذ أجد الفضول أن يمنعوها　قد أراني ولا أخاف الفضولا
لا تخالي أني عشية راح الركب　هنتم علي أن لا يزولا

(میرے احباب چلے گئے اور میں نے قتول کو تحفہ نہیں دیا اور نہ عمدہ طریق سے الوداع کہا۔ جب حلف فضول والوں نے اس کی حفاظت کا عزم کر لیا' میں بھی خود کو ان سے خائف نہیں سمجھتا تھا۔ یہ سوء ظن نہ کرو کہ جب شام کے وقت قافلہ روانہ ہوا' کہ تم ہمیشہ کے لئے میرے نزدیک ہیچ ہو گئے ہو)

وجہ تسمیہ : بعض کہتے ہیں کہ اس معاہدہ کو "حلف الفضول" اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ بنو جرہم کے معاہدہ حلف الفضول کی نقل تھا' اس معاہدہ کے بانی' بقول قتیبہ' تین معزز جرہمی تھے' جن کے نام ہیں' فضل بن فضالہ' فضل بن وداعہ اور فضل بن حارث۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے نام ہیں فضل بن شراعہ' فضل بن بضاعہ اور فضل بن قضاعہ (سہیلی نے یہ بیان کیا ہے) محمد بن اسحاق بن یسار کہتے ہیں کہ قبائل قریش نے ایک معاہدہ کی تحریک پیش کی اور وہ ابن جدعان کے شرف و مجد اور پیرانہ سالی کی وجہ سے اس کے مکان پر اکٹھے ہوئے۔ بنی ہاشم' بنی عبدالمطلب' بنی اسد بن عبدالعزیٰ' زہرہ بن کلاب اور تیم بن مرہ نے باہمی یہ پختہ عہد کیا کہ وہ مکہ میں مقامی اور بیرونی ہر مظلوم کی نصرت و مدد کریں گے۔ ظالم کے برخلاف ہوں گے اور مظلوم کی سرپرستی کریں گے۔ چنانچہ قریش نے اس معاہدہ کو حلف الفضول کا نام دیا۔

ابن اسحاق (محمد بن زید بن مہاجر تنفذ تیمی' طلحہ بن عبد اللہ بن عوف زہری سے) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ابن جدعان کے مکان میں ایک ایسے باوقار معاہدے میں شرکت کی ہے کہ وہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اگر اس قسم کے معاہدہ کی دور اسلام میں بھی تحریک پیش کی جائے تو میں اسے ضرور قبول کر لوں۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسینؓ اور امیر مدینہ' ولید بن عتبہ بن ابی سفیان از جانب امیر معاویہ کے درمیان ذی مروہ میں ایک زمین کا تنازعہ تھا' ولید امارت و حکومت کی وجہ سے ظالمانہ کارروائی کر رہا تھا تو حضرت حسینؓ نے اس کو کہا' میں حلفاً کہتا ہوں کہ تو میرا حق مجھے دے دے

گا' یا میں شمشیر بکف مسجد نبوی میں چلا آؤں گا اور حلف فضول کا اعلان کر دوں گا۔ عبداللہ بن زبیر جو اتفاقاً اس مجلس میں موجود تھے' نے کہا واللہ! اگر اس نے حلف فضول کی دعوت دی تو میں بھی تلوار لئے اس کے ہمراہ ہوں گا' حق مل جائے گا یا موت' یہ بات مسور بن مخرمہ زہری اور عبدالرحمان بن عثمان بن عبید اللہ تیمی نے سنی تو انہوں نے بھی اس عزم کا اظہار کیا' جب اس صورت حال کا ولید امیر مدینہ کو علم ہوا تو اس نے حضرت حسینؓ کو ان کا حق دے کر راضی کر دیا۔

حضرت خدیجہؓ سے شادی : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ایک معزز مالدار اور تجارت پیشہ خاتون تھیں اور بطور مضاربت تاجروں کو سرمایہ دیا کرتی تھیں' جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی صداقت و دیانت اور خوش اخلاقی کے بارے معلوم ہوا تو ان سے درخواست کی کہ آپ میرے غلام میسرہ کے ہمراہ ملک شام میں بغرض تجارت جائیں' میں آپ کو دیگر تاجروں کی نسبت زیادہ منافع دوں گی' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی درخواست منظور فرمائی اور میسرہ کے ہمراہ تجارت کی غرض سے ملک شام روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر کسی راہب کے گرجا کے پاس' ایک درخت کے سایہ تلے فروکش ہوئے۔ راہب نے میسرہ سے پوچھا' اس درخت کے نیچے کون شخص براجمان ہے؟ تو اس نے بتایا یہ صاحب قریشی ہیں اور مکہ کے باشندہ ہیں۔ یہ سن کر راہب نے کہا اس پیڑ کے تلے نبی ہی فروکش ہوتے ہیں۔ پھر آپ خرید و فروخت کے بعد' میسرہ کے ہمراہ مکہ میں واپس چلے آئے۔ بقول مورخین' دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں میسرہ یہ منظر دیکھا کرتا تھا کہ آپ شتر سوار ہیں اور ملائکہ آپ پر سایہ افگن ہیں۔ مکہ پہنچ کر مال تجارت خدیجہ کے سپرد کیا تو اس نے بیچ کر قریباً دو چند منافع کمایا' میسرہ نے راہب کی بات بتائی اور آپ پر فرشتوں کے سایہ کرنے کا واقعہ بھی بتایا تو خدیجہ نے (جو ایک ذہین و فطین سرمایہ دار اور شریف ترین خاتون تھیں' مزید برآں ان کو قدرت کی طرف سے نبی کی زوجیت میں دینا مقصود تھا) رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام ارسال کیا' اے ابن عم! میں آپ کے ساتھ رشتہ داری' وجاہت' صداقت' امانت اور خوش اخلاقی کے باعث نکاح کی خواہشمند ہوں' حالانکہ قوم کے بڑے بڑے رئیس اور سرمایہ دار آپ سے شادی کی درخواست کر چکے تھے۔

نکاح خوانی : رسول اللہ ﷺ کو جب شادی کا پیغام موصول ہوا تو آپ نے چچاؤں سے تذکرہ کیا' چنانچہ آپ کے چچا حمزہ بھی ہمراہ تھے' آپ خویلد بن اسد کے مکان پر آئے تو والد نے ان سے نکاح کر دیا' بقول ابن ہشام بیس اونٹ مہر مقرر ہوا' یہ آپ کی پہلی شادی تھی' ان کی موجودگی میں آپ نے دوسری شادی نہیں کی' بجز ابراہیمؑ آپ کی سب اولاد ان کے بطن مبارک سے ہے' قاسم (ان ہی کے نام سے آپ کی کنیت تھی' ابوالقاسم) طیب' طاہر' زینب' رقیہ' ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اولاد : بقول ابن ہشام' بڑے قاسم تھے' پھر طیب اور طاہر' اور سب سے بڑی صاحبزادی تھی رقیہ پھر زینب پھر ام کلثوم اور فاطمہ رضوان اللہ علیہم۔ حافظ بیہقی (حاکم' ابوبکر بن ابی خیثمہ)' مصعب بن عبداللہ زبیری سے بیان کرتے ہیں سب سے بڑے صاحبزادے قاسم تھے پھر زینب پھر عبداللہ پھر ام کلثوم' پھر فاطمہ پھر رقیہ بہ ترتیب پیدا ہوئے' سب سے اول قاسم فوت ہوئے پھر عبداللہ۔ وفات کے وقت خدیجہؓ کی عمر ۶۵ برس تھی

اور بعض کہتے ہیں پچاس برس تھی اور یہ اصح قول ہے۔

قاسم : بعض کا قول ہے کہ قاسم سواری کرنے کے قابل ہو گئے تھے اور بعد از بعثت فوت ہوئے۔ بعض کہتے ہیں شیر خوارگی کے ایام میں فوت ہو گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جنت میں ان کو دودھ پلانے والی موجود ہے' وہ جنت میں مدت رضاعت پوری کرے گا' اور مشہور یہ ہے کہ آپؐ کا یہ فرمان ابراہیم کے بارے تھا۔ یونس بن بکیر (ابراہیم بن عثمان' قاسم) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ خدیجہؓ کے بطن مبارک سے رسول اللہ ﷺ کے دو بیٹے قاسم اور عبداللہ اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں' فاطمہ' ام کلثوم' زینب اور رقیہ' نرینہ اولاد قبل از نبوت فوت ہو گئی اور بیٹیوں نے بہ حالت اسلام آپ کے ہمراہ ہجرت کی۔ (بقول ابن بکار' عبداللہ کا لقب طیب اور طاہر تھا' کیونکہ وہ بعد از نبوت پیدا ہوا تھا) صرف ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن مبارک سے تھے' تاہم ازواج مطہرات کی اولاد کے حالات ایک مفصل باب میں بیان کریں گے' ان شاء اللہ۔

عمر مبارک : بقول ابن ہشام اکثر اہل علم' ابو عمرو مدنی وغیرہ کا بیان ہے کہ شادی کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر ۲۵ برس تھی۔ یعقوب بن سفیان' ابراہیم بن منذر' عمر بن ابوبکر مؤملی متعدد اہل علم سے نقل کرتے ہیں کہ عمرو بن اسد' خدیجہ کے چچا نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی کے فرائض سرانجام دیئے' رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت ۲۵ برس تھی اور کعبہ زیر تعمیر تھا اور حافظ بیہقی نے بھی یہی عمر بیان کی ہے اور حضرت خدیجہؓ کی عمر اس وقت ۳۵ برس تھی' بقول بعض' ۲۵ برس۔

شادی سے قبل رسول اللہ ﷺ کا شغل : حافظ بیہقی نے اسی عنوان کے تحت (ابو عبداللہ الحافظ' ابوبکر بن عبداللہ' حسن بن سفیان' سوید بن سعید' عمرو بن ابن یحییٰ بن سعید قریشی' جدہ سعید) ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر پیغمبر نے بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے بھی؟ تو آپ نے فرمایا میں اہل مکہ کی بکریاں قراریط میں چرایا کرتا تھا۔ امام بخاری نے بھی یہ روایت از احمد بن محمد مکی از عمرو بیان کی ہے۔ حافظ بیہقی (ربیع بن بدر (ضعیف راوی)' ابو الزبیر) جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خدیجہ سے دو سفروں کا معاوضہ ایک اونٹنی لیا۔

کون ولی تھا؟ : حافظ بیہقی (حماد بن سلمہ' علی بن زید' عمار بن ابی عمار) ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ خدیجہ کے والد نے شراب کی بے ہوشی اور بدمستی میں رسول اللہ ﷺ سے ان کا نکاح کر دیا۔

حافظ بیہقی (ابو الحسن بن فضل قطان' عبداللہ بن جعفر' یعقوب بن سفیان' ابراہیم بن منذر' عمر بن ابوبکر مؤملی' عبداللہ بن ابی عبید بن محمد بن عمار بن یاسر' ابوہ' مقسم بن ابی القاسم غلام عبداللہ بن ابی عبید بن محمد بن عمار بن یاسر' ابوہ' مقسم بن ابی القاسم غلام عبداللہ بن حارث بن نوفل' عبداللہ بن حارث) عمار بن یاسر سے بیان کرتے ہیں کہ وہ خدیجہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی شادی کی بابت لوگوں سے سنتا تو کہتا' میں اس بات کو سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ہم عمر اور دوست تھا' میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا' "حزورہ" میں ہمارا خدیجہ کی ہمشیرہ کے پاس گزر ہوا' وہ چمڑا فروخت کر رہی تھیں' اس نے مجھے بلایا میں اس کے پاس چلا گیا (اور رسول اللہ ﷺ وہیں کھڑے رہے) اور مجھے کہا' کیا تمہارے اس صاحب کو خدیجہ سے شادی کی خواہش

ہے؟ عمار کہتے ہیں میں نے آپؐ کو بتایا تو آپ نے فرمایا "بلی لعمری" کیوں نہیں' پھر میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کا ردعمل بتایا تو اس نے کہا صبح سویرے ہمارے ہاں آؤ' چنانچہ ہم صبح گئے تو انہوں نے گائے ذبح کی اور خدیجہ کے والد خویلد کو نیا جوڑا پہنایا اور داڑھی کو خضاب لگایا اور اپنے بھائی کو صورت حال سے آگاہ کیا' اس نے اپنے والد سے گفتگو کی اور اس کو شراب پلا کر رسول اللہ ﷺ کی موجودگی سے مطلع کیا اور خود خدیجہ نے ان سے کہا کہ وہ آپ سے ان کی شادی کر دے' چنانچہ اس نے خدیجہ کا آپؐ سے نکاح کر دیا' بعد ازیں ہم نے تیار شدہ کھانا کھایا اور ان کے والد سو گئے' پھر ہوش میں آکر بیدار ہوئے تو پوچھا یہ نیا جوڑا کیوں ہے؟ داڑھی پر خضاب کی وجہ کیا ہے؟ اور یہ سالن کیونکر تیار ہوا؟ تو خدیجہ کی ہمشیرہ نے بتایا' یہ جوڑا آپ کو' آپ کے داماد محمدؐ بن عبداللہ نے پہنایا ہے اور اس نے یہ گائے آپ کو پیش کی' ہم نے ذبح کر کے کھانا تیار کر دیا' جب آپ نے ان سے خدیجہ کا نکاح کیا--- پھر اس نے نکاح سے انکار کر دیا اور چلاتا ہوا حطیم میں چلا آیا اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بنی ہاشم بھی حطیم میں آگئے' تو اس سے بات چیت کی تو اس نے کہا تمہارا وہ صاحب کہاں ہے؟ جس کے بارے تم کہتے ہو کہ میں نے خدیجہ کو اس کی زوجیت میں دے دیا ہے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ سامنے آئے تو اس نے کہا اگر میں نے یہ نکاح کر دیا ہے تو بہتر' ورنہ میں اب کر دیتا۔

خدیجہ کا چچا : امام زہری نے اپنی "سیرۃ" میں بیان کیا ہے کہ نشہ کی حالت میں والد نے ان کا نکاح کیا' مؤملی کہتے ہیں کہ متفق علیہ بات یہ ہے کہ خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد نے نکاح کے فرائض سرانجام دیئے اور سہیلی نے اسی بات کو ترجیح دی ہے' ابن عباس اور عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ خدیجہ کا والد خویلد بن اسد حرب فجار سے قبل فوت ہو چکا تھا۔ اسی نے تبع شاہ یمن سے مزاحمت کی تھی' جب اس نے حجر اسود کو یمن لے جانے کا عزم کیا تھا' قریش کا ایک گروہ بھی خویلد کا طرفدار اور معاون تھا' پھر تبع کو ایک خوفناک خواب آیا اور اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ خدیجہ کے بھائی عمرو بن خویلد نے خدیجہ کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا' واللہ اعلم۔

مشورہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد سے مشورہ کیا (جو عیسائی تھا اور عیسائی لٹریچر کا جید عالم اور ماہر تھا) اور اپنے غلام میسرہ کی زبانی راہب کا مقولہ بتایا نیز فرشتوں کا رسول اللہ ﷺ پر سایہ افگن ہونا بھی سنایا تو اس نے کہا' واللہ! بہن خدیجہ! اگر یہ بات درست ہے تو محمدؐ اسی امت کا نبی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس قوم کا نبی آنے والا ہے۔ اس کا انتظار ہے' یہی اس کے ظہور کا زمانہ ہے' چنانچہ ورقہ اس میں دیر محسوس کر رہا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اس نبوت کا کب ظہور ہو گا؟

(اس مقام پر امام ابن کثیر نے ورقہ بن نوفل کے اڑتیس اشعار نقل کئے ہیں' ہم یہ اشعار "آغاز وحی کے بیان" میں پیش کریں گے۔ ندوی)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں ان میں سے کچھ اشعار' بعض اوقات حضرت عمرؓ بطور **استشہاد** و ثبوت پیش

کیا کرتے تھے۔

کعبہ کی مرمت و تجدید' بعثت سے پانچ سال قبل : حافظ بیہقی نے حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح سے قبل مرمت کعبہ کا ذکر کیا ہے اور مشہور یہی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی شادی کے بعد قریش نے کعبہ کی مرمت اور تجدید کا کام دس سال بعد کیا۔ بعد ازاں حافظ بیہقی نے عہد ابراہیم میں کعبہ کی تعمیر کا ذکر کیا ہے اور ابن عباس کی صحیح بخاری والی روایت بیان کی ہے اور عہد آدم سے تعمیر کعبہ کی اسرائیلی روایات نقل کی ہیں جو درست اور صحیح نہیں' کیونکہ نص قرآن کا تقاضا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی اس کے اول بانی اور موسس ہیں' قبل ازیں یہ قطعہ ارض محترم اور مقدس تھا اور ازل سے ہی یہ قطعہ زمین قابل اعتنا اور اشرف تھا' قرآن پاک (۳/۹۶) میں ہے' بے شک لوگوں کے واسطے جو سب سے پہلا گھر مقرر ہوا ہے' یہی ہے جو مکہ میں برکت والا ہے اور جہان کے لوگوں کے لئے راہنما ہے۔ اس میں کھلی نشانیاں ہیں' ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہوا اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

ابوذر کی متفق علیہ روایت میں کہ میں نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ سب سے اول کس مسجد کی تعمیر ہوئی؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام کی' پوچھا پھر کس کی؟ تو فرمایا مسجد اقصیٰ کی' عرض کیا ان کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟ فرمایا چالیس سال کا' ہم اس پر قبل ازیں بحث کر چکے ہیں اور مسجد اقصیٰ کے موسس اور بانی یعقوب علیہ السلام ہیں۔ متفق علیہ روایت میں ہے کہ بے شک مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے ازل اور زمین و زمان کی تخلیق کے روز سے ہی محترم قرار دیا ہے۔ وہ تاقیامت حرمت الٰہی کی وجہ سے محترم اور مکرم ہے۔ حافظ بیہقی' (ابو عبداللہ حافظ' ابو عبداللہ صنعاء' احمد بن مہران' عبیداللہ' اسرائیل' ابو یحییٰ' مجاہد) عبداللہ بن عمرو سے بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ زمین کی تخلیق سے' دو ہزار سال قبل موجود تھا۔ **واذا الارض مدت** (۸۴/۳) یعنی زمین اس کے نیچے سے پھیلائی جائے گی' ابو یحییٰ کی منصور نے' مجاہد سے متابعت کی ہے۔

اسرائیلی روایات : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نہایت غریب ہے۔ گویا یہ روایت کتابوں کی ان دو گٹھڑیوں میں سے ہے جو جنگ یرموک میں عبداللہ ابن عمرو کو دستیاب ہوئی تھیں۔ یہ اسرائیلی روایات کا پلندہ تھیں' عبداللہ بن عمرو ان روایات میں سے بیان کیا کرتے تھے ان میں منکر اور عجیب و غریب روایات تھیں۔ حافظ بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابو جعفر محمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ بغدادی' یحییٰ بن عثمان' ابو صالح جہنی' ابن لھیعہ' یزید بن ابی الخیر) عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جرائیلؑ کو آدمؑ اور حواؑ کے پاس بھیجا اور ان کو یہ پیغام دیا کہ میری عبادت کے لئے ایک گھر تعمیر کرو' جرائیلؑ نے نشان دہی کی' آدمؑ نے بنیاد کھودی اور حواؑ نے مٹی نکالی۔ بنیاد اتنی گہری کھودی کہ تلے سے پانی آ گیا۔ وہاں سے آواز آئی (**حسبک یا آدم**) آدم! بس اتنا کافی ہے۔ جب تعمیر کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے طواف کا حکم فرمایا اور یہ آواز آئی تو ابوالبشر اور پہلا انسان ہے اور یہ اللہ کا پہلا گھر ہے' پھر زمانہ گزرتا گیا' یہاں تک نوح علیہ السلام نے بھی اس کا حج کیا پھر وقت گزرتا رہا کہ ابراہیمؑ نے اس کی بنیادیں استوار کیں۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ اس مرفوع روایت میں ابن لہیعہ منفرد ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں وہ ضعیف راوی ہے اور اس روایت کا عبداللہ بن عمرو پر موقوف ہونا زیادہ قوی اور درست ہے' واللہ اعلم۔ ربیع' (شافعی' سفیان' ابن ابی لبید' محمد بن کعب قرظی) یا کسی اور سے بیان کرتے ہیں کہ آدم نے حج کیا اور ان سے فرشتوں نے کہا اپنا حج پورا کرو ہم نے آپ سے قبل دو ہزار سال حج کیا ہے۔ یونس بن بکیر' عروہ بن زبیر سے نقل کرتے ہیں کہ ماسوائے ہود اور صالح علیہما السلام کے ہر پیغمبر نے بیت اللہ کا حج کیا ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ قبل ازیں ہم ان دونوں نبیوں کا حج کرنا بیان کر چکے ہیں' مطلب یہ ہے کہ اس قطعہ مبارکہ اور بقعہ مقدسہ کا حج تھا گو وہاں عمارت نہ تھی' واللہ اعلم۔ بیہقی خالد بن عرعرہ سے بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے علیؓ سے "ان اول بیت وضع للناس ببکة مبارکا" (۳/۹۶) کی بابت دریافت کیا' کیا وہ روئے زمین پر پہلا گھر تھا؟ بتایا نہیں بلکہ یہ اللہ کا وہ پہلا گھر ہے جس میں لوگوں کے لئے خیروبرکت ہے' راہنمائی ہے' اس میں مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہوتا ہے۔

حجر اسود : اگر چاہو تو میں آپ کو اس کی تعمیر کی کیفیت سے آگاہ کر دوں' وہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میری عبادت کے لئے زمین پر ایک گھر تعمیر کر' یہ سن کر ابراہیم علیہ السلام دل گرفتہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک مخروطی شکل کا بگولا پیدا کیا' وہ باپ بیٹا ایک دوسرے کے آگے پیچھے چل رہے تھے کہ بگولا رک گیا اور سانپ کی طرح بیت اللہ کے مقام پر طوق کی شکل اختیار کر گیا' اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا' حجر اسود تک دیوار بلند ہو گئی تو اسماعیل کو کہا' حجر اسود تلاش کر کے لاؤ' تو وہ کوئی پتھر لائے اور وہاں حجر اسود موجود پا کر دریافت کیا "من این لک هذا" یہ آپ کو کہاں سے میسر ہوا؟ تو بتایا اسے وہ لایا ہے جس نے تجھ پر اعتماد نہیں کیا' اسے جبرائیل آسمان سے لائے ہیں' چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تکمیل کی۔

حجر اسود رسول اللہ ﷺ نے نصب کیا : پھر کچھ زمانہ بعد بیت اللہ گر گیا تو عمالقہ نے اس کی تعمیر کی' پھر شکستہ ہو گیا تو جرہم نے اس کی تعمیر کی پھر گر گیا تو قریش نے اس کی تعمیر کی' رسول اللہ ﷺ اس وقت جوانی کی عمر میں تھے جب حجر اسود کے نصب کا موقعہ آیا تو شدید اختلاف پیدا ہوا اور یہ فیصلہ طے پایا کہ جو شخص اس دروازے سے پہلے آئے اس کا ہم حکم تسلیم کر لیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اسی دروازے سے پہلے آئے تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھیں اور جملہ قبائل مل کر اس کو اوپر اٹھائیں۔ ابوداؤد طیالسی (حماد بن سلمہ' قیس اور سلام' سماک بن حرب' خالد بن عرعرہ) علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جرہم کے بعد جب بیت اللہ گر گیا تو قریش نے اس کی تعمیر کی جب حجر اسود نصب کرنے کا موقعہ آیا تو اختلاف پیدا ہو گیا کہ کون نصب کرے' چنانچہ باتفاق رائے یہ طے پایا کہ جو شخص اس دروازے سے پہلے داخل ہو' وہی نصب کرے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس دروازے باب بنی شیبہ --- میں سے سب سے پہلے تشریف لائے تو آپ نے حجر اسود کو ایک چادر میں رکھنے کا حکم دیا اور ہر خاندان کے ایک ایک فرد کو چادر تھامنے کا فرمایا تو سب نے حجر اسود کو اوپر اٹھایا اور آپ نے پکڑ کر وہاں نصب کر دیا۔

یعقوب بن سفیان' ابن شہاب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بلوغت کے ایام میں' ایک خاتون کعبہ کو خوشبو کی دھونی دینے لگی تو اس کے عود دان سے ایک چنگاری اڑ کر کعبہ کے غلاف پر جا گری تو وہ جل کر راکھ ہو گیا تو قریش نے کعبہ کو مسمار کر دیا' تعمیر کے وقت جب حجر اسود کے نصب کرنے کا موقعہ آیا تو نزاع پیدا ہو گیا تو بحث تمحیص کے بعد فیصلہ ہوا کہ جو شخص پہلے آئے ہم اسے حکم تسلیم کر لیں گے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے تشریف لائے' آپ کے کندھے پر چادر تھی' چنانچہ سب نے آپ کا حکم تسلیم کر لیا' آپ نے حجر اسود کو کپڑے میں رکھنے کا ارشاد فرمایا وہ کپڑے میں رکھ دیا گیا پھر آپ نے ہر خاندان کے رئیس کو کپڑے کے حاشیہ کو پکڑنے کا ارشاد فرمایا اور خود دیوار پر چڑھ گئے' انہوں نے کپڑا اوپر اٹھایا اور آپ نے حجر اسود اٹھا کر نصب کر دیا۔ آپ کی عمر اور شرافت و نجابت میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا' یہاں تک کہ بعثت کے قبل ہی آپ کو لوگ "امین" کہتے تھے۔ جانور ذبح کرتے تو آپ کو تلاش کر کے دعا کی التجا کرتے۔ یہ روایت "سیر زہری" سے ماخوذ ہے اس میں عجوبہ پن ہے' کہ آپ کے بلوغت کے ایام میں (**فلما بلغ الحلم**) حالانکہ مشہور یہ ہے کہ آپ کی عمر اس وقت ۳۵ سال تھی (کما نص ابن اسحاق)

بقول موسیٰ بن عقبہ' کعبہ کی تعمیر' بعثت سے ۱۵ سال قبل تھی' مجاہد' عروہ اور محمد بن جبیر بن مطعم وغیرہ کا یہی قول ہے' واللہ اعلم۔ حرب فجار اور کعبہ کی تعمیر کے درمیان ۱۵ سال کا وقفہ تھا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں حرب فجار اور حلف فضول ایک ہی سال میں منعقد ہوئے' اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک ۲۰ سال تھی' یہ قول ابن اسحاق کے قول کا موید ہے۔

سیلاب اور ولید بن مغیرہ : موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ قریش نے کعبہ کی از سر نو تعمیر اس بنا پر کی کہ جو بند انہوں نے تعمیر کیا تھا وہ طغیانیوں کی وجہ سے خراب اور منہدم ہو چکا تھا۔ بیت اللہ کے اندر پانی داخل ہونے کا خطرہ پیدا ہو چکا تھا' نیز ملیح نامی شخص نے کعبہ کی خوشبو چرائی تھی' بایں وجہ کعبہ کی عمارت کو مضبوط بنانے اور دروازے کو اونچا نصب کرنے کا عزم کیا کہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اندر نہ داخل ہو سکے' چنانچہ اس کیلئے عملہ اور سرمایہ اکٹھا کیا' پھر اسے مسمار کرنے کا قصد کیا وہ اسے مسمار کرنے سے سخت خائف اور پریشان تھے' چنانچہ ولید بن مغیرہ نے اوپر چڑھ کر گرانا شروع کیا تو دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اس کام میں لگ گئے جب بنیاد کھودنے لگے تو اس کو زیادہ گہرا نہ کھود سکے۔

اژدھا : بعض کا خیال ہے کہ پورے بیت اللہ کو اس قدر لمبا اژدھا محیط تھا کہ اس کا سر دم کے ساتھ ملحق تھا اور وہ اس سے سخت خطرہ محسوس کر رہے تھے' مبادا یہ شکست و ریخت کی بربادی اور ہلاکت کا باعث ہو' کیونکہ کعبہ قریش کا حرز جان اور لوگوں میں ان کی قدر و منزلت کا باعث تھا' چنانچہ وہ متفکر اور نہایت متذبذب تھے کہ مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے چند ناصحانہ کلمات کہے اور ان کو اتحاد و اتفاق کی تلقین کی' حسد و عناد سے نفرت دلائی اور اس کی عمارت کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کا خیال ظاہر کیا اور اس میں حرام مال صرف کرنے سے روکا' جب انہوں نے ان پاکیزہ خیالات کا اظہار کیا تو اژدھا نظروں سے اوجھل ہو گیا' اللہ کی طرف سے یہ ایک نیک فال تھی' بعض کہتے ہیں کہ اس اژدھا کو پرندے نے اٹھا کر جیاد

کی طرف پھینک دیا۔

کعبہ کی قدیم عمارت : محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی' جب قریش نے تعمیر کعبہ کا منصوبہ بنایا' کعبہ پتھروں کی چٹان تھا' انسان کے قد و قامت سے ذرا اونچا بغیر چھت کے' اس کے اندر ایک گڑھے میں خزانہ محفوظ تھا۔ وہ چوری ہو گیا' تلاش و جستجو کے بعد وہ خزانہ بنی ملیح بن عمرو بن خزاعہ کے غلام ودیک کے پاس سے ملا' قریش نے چوری کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ قریش کا خیال ہے کہ چوروں نے مسروقہ مال اس کے پاس رکھ دیا تھا وہ چور نہ تھا۔

ساحل جدہ پر جہاز : کسی رومی تاجر کا جہاز طوفان کی زد میں آیا اور ٹوٹ پھوٹ کر ساحل جدہ پر آلگا' قریش نے وہاں سے حاصل کر کے' اس کے ملبے سے کعبہ کی چھت کا سامان تیار کر لیا۔ بقول مورخ اموی یہ جہاز قیصر' شام روم کا تھا' اس میں عمارتی سامان' لکڑی' سنگ مرمر اور لوہا لدا ہوا تھا' قیصر نے رومی معمار باقوم کے ہمراہ حبش کے کلیسا کے لئے روانہ کیا تھا' جس کو فارس نے نذر آتش کر دیا تھا۔ جب یہ جہاز ساحل جدہ کے قریب آیا تو دفعتہً طوفان آیا اور وہ ٹوٹ گیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں مکہ میں ایک قبطی نجار تھا' اس نے قریش کے لئے لکڑی کا کچھ سامان تیار کیا تھا۔ کعبہ کے اندر ایک گڑھے میں روزمرہ کی نذر و نیاز کا خزانہ محفوظ تھا' وہاں سے ایک اژدھا نکل کر کعبہ کی دیوار پر نمودار ہوتا تھا اور قریش اس سے خائف تھے' کوئی اس کے قریب ہوتا تو وہ منہ کھولے کود کر ڈسنے کو تیار رہتا' لوگ اس سے ڈرتے تھے' حسب معمول وہ دیوار پر نمودار تھا' قدرتی ایک پرندہ آیا اور اس کو جھپٹ کر لے گیا' قریش نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عزم و ارادے کو پسند کرتا ہے۔ ہمارے پاس کاریگر ہے اور لکڑی کا سامان بھی موجود ہے اور سانپ سے اللہ نے نجات بخشی ہے۔ امام سہیلی نے رزین سے نقل کیا ہے کہ جرہم کے عہد میں ایک چور کعبہ کے اندر چوری کی غرض سے داخل ہوا۔ اس پر دیوار گر گئی اور وہ اندر سے نہ نکل سکا' لوگوں نے اس کو باہر نکالا اور مسروقہ مال قبضے میں کر لیا' بعد ازاں وہاں ایک اژدھا رہنے لگا' اس کا سر بزغالہ جیسا تھا' پیٹ سفید اور پشت سیاہ تھی' وہاں وہ پانچ سو سال تک رہا یہ وہی اژدھا ہے جس کا ذکر ابن اسحاق نے کیا ہے۔

ابو وہب کا کلام : محمد بن اسحاق کہتے ہیں قریش نے جب کعبہ کے مسمار اور اس کی تجدید و مرمت کا عزم کر لیا تو ابو وہب عمرو بن عابد بن عبد بن عمران بن مخزوم (بقول ابن ہشام عابد بن عمران) نے کعبہ کی دیوار سے پتھر پکڑا تو وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اپنی جگہ پر جا لگا' یہ منظر دیکھ کر اس نے کہا' اے معشر قریش! اس کی تعمیر میں حلال مال صرف کرو' اس میں زنا ربا اور ظلم و عدوان کی رقم شامل نہ ہو --- مورخ یہ کلام ولید بن مغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ابن اسحاق کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ یہ ابو وہب کا مقولہ ہے' ابو وہب رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ کے ماموں تھے' نہایت شریف اور قابل تعریف تھے۔

تعمیر کی تقسیم : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ قریش نے کعبہ کی عمارت کو باہمی تقسیم کر لیا' مشرقی جانب اور دروازے والا حصہ بنو عبد مناف اور زہرہ کے ذمے تھا' حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان والی دیوار

بنی مخزوم اور باقی ماندہ قریش کے حصہ میں آئی' غربی جانب بنی جمح اور سہم کے حصہ میں آئی' حطیم والی دیوار' بنی عبدالدار بن قصی' بنی اسد بن عبدالعزیٰ اور بنی عدی بن کعب کے ذمہ لگی۔ پھر لوگ کعبہ کو مسمار کرنے سے ڈرتے تھے' ولید بن مغیرہ نے کہا' یہ عمل میں شروع کرتا ہوں چنانچہ اس نے کدال پکڑ کر کہا الٰہی ڈر کر نہیں (اللھم لم تروع) اے اللہ! ہمارا ارادہ نیک ہے' پھر اس نے حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان والا حصہ مسمار کر دیا لوگ رات بھر منتظر رہے' اگر ولید بن مغیرہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو گیا تو ہم شکستہ دیوار مرمت کر دیں گے ورنہ اپنا کام جاری رکھیں گے کہ یہ اللہ کی رضا کا مظہر ہے' چنانچہ صبح سویرے ولید اپنے کام پر آگیا اور باقی لوگ بھی اس کے ہمراہ مصروف ہو گئے۔ دیواریں توڑتے اور بنیاد کھودتے ہوئے اساس ابراہیم علیہ السلام تک پہنچ گئے تو سبز رنگ کے پتھر نمودار ہوئے' نیزوں --- اسنہ --- کی طرح ایک دوسرے سے پیوستہ --- صحیح بخاری کی روایت یزید بن رومان میں ہے **کاسنمة الابل** --- اونٹوں کی کوہانوں کی طرح۔ امام سہیلی کہتے ہیں کہ سیرت ابن ہشام کی روایت میں وہم ہے' واللہ اعلم۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مسمار کرنے والوں میں سے کسی قریشی نے دو پتھروں کے درمیان اکھیڑنے کے لئے کدال داخل کی تو پتھر کی جنبش ہوئی اور سارا مکہ لرز اٹھا چنانچہ وہ مزید کھودنے سے رک گئے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ قریش کے عمر رسیدہ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ ابراہیمی اساس تک کھود کر لوگ رک گئے تو لاعلمی سے کسی قریشی نے اساس ابراہیم کا ایک پتھر کھود ڈالا تو اس سے ایک روشنی نمودار ہوئی قریب تھا کہ اس کی بینائی ختم ہو جائے اور وہ پتھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اپنے مقام پر پیوست ہو گیا' وہ آدمی اور باقی عملہ سب گھبرا گئے' کھودا ہوا پتھر اپنے رخنے پر پیوست ہو گیا تو وہ اپنے کام پر واپس آئے اور کہنے لگے کہ اس پتھر کے لیول پر بنیاد رہنے دو۔

کتبے : ابن اسحاق کہتے ہیں قریش نے رکن یمانی میں ایک کتبہ پایا جو سریانی میں تحریر تھا' وہ اس کے مندرجات کو پڑھ نہ سکے تو ایک یہودی عالم نے پڑھا۔ اس کا مضمون یہ ہے' میں اللہ ہوں' مالک مکہ' میں نے زمین و زمان کی تخلیق اور شمس و قمر کی تصویر کے روز اس کو پیدا کیا ہے اور سات ملائکہ کے پروں سے اس کو ڈھانپ دیا ہے۔ جب تک اس کے پہاڑ قائم ہیں وہ بھی قائم ہے اس کا پانی اور دودھ اہل مکہ کے لئے بابرکت ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ مقام ابراہیم میں بھی ایک کتبہ موجود تھا' اس کا مضمون ہے' حرم مکہ میں رزق تین رستوں سے آتا ہے۔

لیث بن ابی سلیم کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ۴۰ سال قبل ایک کتبہ ملا اس میں درج تھا' جو نیکی بوئے گا' مسرت حاصل کرے گا' جو برائی بوئے گا ندامت پائے گا' عمل برے کریں' بدلہ نیک پائیں' ممکن ہے؟ ہاں جیسے خاردار درخت سے انگور حاصل کرنا۔ سعید اموی' معتمر بن سلیمان رقی' عبداللہ بن بشر زہری سے مرفوع بیان کرتے ہیں' مقام ابراہیم میں سے تین تختیاں اور کتبے پائے گئے (۱) انا اللہ ذوبکہ صنعتھا یوم صنعت الشمس والقمر وحففتھا بسبعة املاک حنفاء وبارکت لا ھلھا فی اللحم واللبن (اس کا ترجمہ ابھی گزر چکا ہے) (۲) انی انا اللہ ذوبکہ میں نے خیر و شر اور اپنی تقدیر کو پیدا

کیا' (۳) مبارک ہے نیک اعمال شخص' حسرت و افسوس ہے بدکردار کے لئے۔

حجر اسود کے بارے نزاع : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ سب قبائل نے کعبہ کی تعمیر کے لئے اپنے علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کر لئے تھے' جب دیوار حجر اسود کے مقام کے برابر ہو گئی تو حجر اسود کے نصب کرنے میں نزاع پیدا ہو گیا' ہر قبیلہ یہ سعادت حاصل کرنے کا خواہشمند تھا' حالات اس قدر کشیدہ ہو گئے کہ لڑائی تک نوبت پہنچ گئی' بنی عبدالدار اور بنی عدی بن کعب نے اسی مقابلہ میں مرمٹنے کا معاہدہ کر لیا اور خون سے لبریز پیالے میں ہاتھ ڈبو کر اپنی جان پر کھیل جانے کا عہد و پیمان کیا۔ اسی وجہ سے ان کا نام "لعقة الدم" خونخوار پڑ گیا۔ اسی مخمصے میں چار پانچ روز گزر گئے بالآخر بیت اللہ میں اکٹھے ہو کر "بیک از شوری" ایک انصاف پرور فیصلہ کیا کہ بعض روایات میں ہے کہ ابو امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم جو سب سے عمر رسیدہ تھا' نے کہا' اے قریش کے لوگو! اس نزاع میں تم یہ تجویز کرو کہ جو صاحب اس در سے پہلے داخل ہو وہی تمہارا قاضی اور جج ہو' چنانچہ وہ سب اس بات پر راضی ہو گئے' چنانچہ سب سے پہلے آنے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ کو آتے دیکھ کر کہنے لگے' اس امین کو ہم نے پسند کر لیا' یہ محمدؐ ہیں جب آپ ان کے پاس پہنچے اور انہوں نے آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا "هلموا الی ثوبا" ایک کپڑا لاؤ' جب وہ کپڑا لایا گیا تو آپ نے اس میں حجر اسود رکھ کر کہا ہر قبیلہ کپڑے کا ایک کونہ تھام لے پھر سب اوپر کو اٹھا دو' جب وہ اوپر پہنچا تو آپ نے اسے اٹھا کر نصب کر دیا' قریش رسول اللہ ﷺ کو قبل ازیں امین کے نام سے پکارتے تھے۔

سائب کا بیان : امام احمد (عبدالصمد' ابو یزید ثابت' بلال بن حبان' مجاہد) مولاہ سائب بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں (کہ وہ کعبہ کے تعمیر کنندگان میں شامل تھا' وہ کہتا ہے کہ میں نے پوجا پاٹ کے لئے ایک پتھر تراش رکھا تھا' میں اس پر بچا کھچا دودھ ڈال دیتا' کتا چاٹنے کے بعد اس پر پیشاب کر دیتا) کہ جب کعبہ کی عمارت حجر اسود کے برابر پہنچی حجر اسود آدمی کے سر کے موافق تھا وہ باقی پتھروں میں سے ایسا ممتاز تھا کہ آدمی کا اس سے چہرہ نظر آتا تھا' قریش کے ایک خاندان نے کہا' ہم اسے نصب کریں گے باقی قبائل نے کہا تم نہیں ہم نصب کریں گے بالآخر انہوں نے کہا ایک حکم تجویز کرو چنانچہ انہوں نے کہا کہ پہلا شخص جو اس راستہ سے آئے گا وہی حکم ہو گا' چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو وہ آپ کو آتا دیکھ کر کہنے لگے "امین آ گئے" انہوں نے سارا ماجرا سنایا تو آپ نے اس کو ایک کپڑے میں رکھ کر سب کو بلایا انہوں نے اٹھایا تو آپ نے پکڑ کر نصب کر دیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عہد نبوی میں کعبہ کا طول ۱۸ ہاتھ تھا' اس کا غلاف قباطی ہوتا تھا' پھر بردہ برود چادر کا اور سب سے اول حجاج بن یوسف نے ریشمی غلاف چڑھایا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ شمالی جانب شام کی طرف ابراہیمی اساس سے چھ یا سات ہاتھ "حطیم" کو عمارت سے خارج کر دیا تھا' اخراجات کی کمی کے باعث' مشرقی جانب ایک دروازہ رکھا اور اس کو قد آدم اونچا رکھا کہ بغیر ان کی اجازت کے کوئی اندر نہ جا سکے۔

حضرت عائشہؓ کی ... نہیں کہ

اخراجات کی کمی کے باعث قریش نے (حطیم کو عمارت سے مستثنٰی کر دیا تھا) اگر قریش تازہ بتازہ مسلمان نہ ہوئے ہوتے تو میں کعبہ کو مسمار کر کے اس کی عمارت میں حطیم داخل کر دیتا اور اس کے شرقی اور غربی جانب دروازے بنا دیتا۔

بنابریں ابن زبیر (۶۳ھ) نے رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے مطابق تعمیر کرایا اور ابراہیم علیہ السلام کی اصل بنیاد پر بہترین عالی شان عمارت تعمیر ہو گئی۔ زمین سے ملحق اس کے شرقی غربی دو دروازے تھے لوگ ایک میں سے اندر آتے دوسرے سے باہر نکل جاتے۔ ۷۳ھ میں جب حجاج نے ابن زبیر کو شہید کر دیا تو اس نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو لکھا یہ تعمیر ابن زبیر کی ذاتی اختراع ہے' چنانچہ اس نے عمارت کعبہ کو سابقہ حالت میں تبدیل کرنے کا حکم دیا۔ حسب حکم انہوں نے شامی سمت کی دیوار کو پیچھے ہٹا کر حطیم کو چھوڑ دیا اور اس کا ملبہ عمارت کے اندر بھر دیا' غربی دروازہ بند کر کے شرقی دروازہ بلند کر دیا' مہدی یا منصور نے اپنے عہد خلافت میں امام مالک سے مشورہ طلب کیا کہ اسے ابن زبیر کی عمارت کے موافق تعمیر کر دیا جائے تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا' مجھے خطرہ ہے کہ امراء و خلفاء اسے کھلونا بنا لیں گے' چنانچہ اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا پس حجاج کی تعمیر ہی اب تک باقی ہے۔

توسیع : کعبہ کے گرد و نواح سب سے پہلے عمر فاروقؓ نے توسیع کی' لوگوں سے مکانات خرید کر مسمار کر دیئے اور مسجد میں شامل کر دیئے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے دور خلافت میں مزید توسیع کی اور ابن زبیر نے توسیع تو نہیں کی لیکن اس کی عمارت کو مضبوط اور خوبصورت بنا دیا اور اس میں متعدد دروازے بنا دیئے اور عبدالملک بن مروان نے اپنے عہد خلافت میں حجاج کی زیر نگرانی دیواروں کو اونچا کرایا اور کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھایا۔ **واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت** (۲/۱۲۷) کی تفسیر کے تحت ہم نے تعمیر کعبہ کا قصہ بالاستیعاب بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ تعمیر کعبہ سے فراغت کے بعد زبیر بن عبدالمطلب نے اژدھا اور اس سے خوف و خطرہ کے بارے چند اشعار کہے۔

عجبت لما تصوبت العقاب الٰی ثعبان وھی لھا اضطراب
وقد کانت تکون لھا کشیش واحیانا یکون لھا وثاب
اذا قمنا الی التأسیس شدت تھیبنا البناء وقد نھاب
فلما ان خشینا الزجر جاءت عقاب تتلئب لھا انصباب
فضمتھا الیھا ثم خلت لنا البنیان لیس لھا حجاب

(شاہین کے اژدھا پر جھپٹنے سے مجھے تعجب ہوا اور وہ اس کے لئے بے قرار تھا۔ کبھی وہ ڈسنے کو دوڑتا تھا اور کبھی اچھلتا تھا۔ جب ہم سنگ بنیاد کے لئے آگے بڑھتے تو وہ ہمیں تعمیر سے ڈراتا اور ہم ڈر جاتے۔ جب ہم زجر و عتاب سے خوفزدہ ہوئے تو عقاب اس کی طرف سیدھا لپکا۔ اور اس نے اچک لیا پھر اساس کعبہ اس سے خالی ہو گئی' اس کے لئے اب کوئی حجاب نہ تھا)

فقمنا حاشدین الی بناء لنا منہ القواعد والتراب

غداۃ یرفع التأسیس منہ ولیس علی مساوینا ثیاب
أعز بہ الملیک بنی لوی فلیس لاصلہ منہم ذہاب
وقد حشدت ہناک بنو عدی ومرۃ قد تقدمہا کلاب
فبوانا الملیک بذاک عزاً وعند اللہ یلتمس الثواب

(ہم سب اس کی تعمیر کے لئے جمع ہو گئے ہم اس کی بنیادیں اور مٹی درست کر رہے تھے۔ جب اس کی بنیاد بلند کی جا رہی تھی' ہم برہنہ تھے شرم گاہیں کھلی تھیں۔ اللہ نے بنی لوی کو اس کے باعث عزت بخشی ہے۔ یہ ان کے ہاتھ سے کبھی نہ جائے گی۔ وہاں بنی عدی' مرہ اور کلاب سب قبائل جمع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی کی بدولت بخشی ہے' اور اللہ کے ہاں ہی ثواب کا التماس ہے)

حمس اور رسومات : ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ قریش خود کو "حمس" کہتے تھے یعنی دین میں نہایت متشدد اور کٹر متعصب تھے' انہوں نے کچھ رسوم ایجاد کی تھیں کہ حرم کی وہ بے حد تعظیم کرتے تھے' اسی باعث وہ دوران حج عرفات میں نہیں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم حرم کے باشندے ہیں۔ بیت اللہ کے رہائشی ہیں حالانکہ وہ مانتے تھے کہ قیام عرفہ حج کے ارکان میں سے ہے' دودھ سے پنیر اور گھی نہ بناتے تھے' حرم میں چربی نہ پگھلاتے تھے' بالوں کے خیمہ میں نہ بیٹھتے تھے' اگر سایہ میں بیٹھنے کی ضرورت ہوتی تو چرمی خیمہ میں بیٹھتے تھے' حج اور عمرہ کرنے والوں پر وہ پابندی لگاتے تھے کہ صرف قریش کا کھانا کھائیں اور قریشیوں کے لباس میں ملبوس ہو کر طواف کریں اگر قریش کا لباس میسر نہ ہو سکے تو سب مرد و زن برہنہ طواف کریں' عورت برہنہ طواف کرتی تو شرم گاہ پر ہاتھ رکھ کر کہتی

الیوم یبدو بعضہ أو کلہ وبعد ہذا الیوم لا احلہ

(آج جسم کا کل یا جز ظاہر ہو گا' بعد ازیں میں اس عریانی کو روا نہیں سمجھتی)

اگر کوئی اپنے لباس میں طواف کر لیتا تو بعد از طواف اس پر لازم تھا کہ وہ لباس کو اتار پھینکے' کسی کو اس لباس کا استعمال روا نہ تھا' عرب اس "اترن" کو "لقی" کہتے تھے' کسی شاعر نے کہا ہے۔

کفی حزنا کری علیہ کأنہ لقی بین أیدی الطائفین حریم

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ قریش اپنی ان ایجادات کے پابند تھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور قرآن میں آیا (افیضوا من حیث افاض الناس) کہ عرفات جہاں سے باقی لوگ لوٹتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ لوٹو اور قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبل از بعثت اللہ تعالیٰ کی توفیق و عنایت سے عرفات میں قیام کیا کرتے تھے۔ لباس اور طعام کی پابندی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی (۷/۳۱) "اے اولاد آدم! ہر مسجد میں جاتے وقت اپنا بناؤ کر لیا کرو' کھاؤ' پیؤ اور اڑاؤ نہیں کیونکہ اللہ فضول خرچ اور اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے پیغمبر ان سے پوچھ اللہ تعالیٰ نے جو زینت اور بناؤ اپنے بندوں کے لئے فضول خرچ کر کے نکالا اور پیدا کیا ہے اور کھانے پینے کی ستھری چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے؟" زیاد بکائی' ابن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ یہ ایجادات قریش حادثہ فیل سے قبل شروع تھیں یا بعد

رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور چند بشارات کا ذکر

محمد بن اسحاق کہتے ہیں علماء یہود' راہبان نصاریٰ اور کاہنان عرب رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر کیا کرتے تھے' یہود و نصاریٰ کا ماخذ تو آسمانی کتابیں تھیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی صفات و علامات مذکور تھیں اور سابقہ انبیاء سے آپ کے بارے جو عہد لیا گیا تھا وہ بھی موجود تھا (۱۵۷/۷) میں ہے' یہ لوگ وہ ہیں جو اس پیغمبر ان پڑھ نبی کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (۶۱/۶) میں ہے' اے پیغمبر ان لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ جب عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا' اے بنی اسرائیل! میں اللہ کا بھیجا ہوا تمہارے پاس آیا ہوں مجھ سے پہلے جو توریت اتر چکی ہے اس کو سچ بتاتا ہوں اور ایک پیغمبر کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا' اس کا نام احمد ہو گا۔ (۴۸/۲۹) میں ہے' محمدؐ اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ کہ ساتھ اس کے ہیں سخت ہیں اوپر کفار کے' آپس میں رحمدل ہیں' درمیان اپنے دیکھتا ہے تو ان کو' کبھی رکوع کر رہے ہیں' کبھی سجدہ کر رہے ہیں' اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کی فکر میں رہتے ہیں ان کی نشانی ان کے منہ پر ہے یعنی سجدہ کی نشانی' یہ تو ان کا حال تورات میں بیان ہوا ہے اور انجیل میں (۳/۸۱) میں ہے' اے پیغمبر ان لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ' جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے اقرار لیا کہ میں جو تم کو کتاب اور شریعت دوں تو اگر کوئی رسول ایسا آئے جو تمہاری کتاب کو سچ بتائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا' پوچھا کیا تم نے یہ اقرار کیا اور میرے اس عہد کو قبول کر لیا' انہوں نے عرض کیا ہم نے اقرار کر لیا فرمایا' دیکھو گواہ رہو' ایک دوسرے پر میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں' ابراہیمؑ نے اہل مکہ کے لئے دعا کی تھی۔ (۲/۱۲۹) پروردگار! ہمارے اس گروہ میں انہی سے ایک پیغمبر بھیج جو تیری آیتیں پڑھ کر ان کو سنائے اور قرآن و حدیث کو سکھلائے۔

علامات قبل از رسالت : امام احمد (ابو النضر' فرج بن فضالہ' لقمان بن عامر) ابو امامہ سے بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کی بعثت کا آغاز کیسے ہوا؟ تو آپ نے فرمایا میں ابراہیمؑ کی دعا' عیسیٰؑ کی بشارت اور والدہ کا خواب ہوں کہ ان کے جسم سے ایک نور ہویدا ہوا' جس سے شام کے محلات منور ہو گئے ---- محمد بن اسحاق' ثور بن یزید' خالد بن معدان' صحابہ کرام سے بھی ایسی روایت بیان کرتے ہیں ---- اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کا لوگوں میں ذکر خیر جاری کیا۔ آپ کی صفات و علامات کی شہرت کو زبان زد کیا' آپ اس براہیم کی دعا ہیں جو ابو الانبیاء ہیں اور جن کی طرف سارے عرب منسوب ہیں۔ انبیاء بنی اسرائیل کے آخری نبی عیسیٰؑ کی بشارت ہیں' اس سے صاف عیاں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اور آپؐ کے درمیان جتنے نبی تھے سب نے آپ کی بشارت سنائی۔

آپ کب نبوت سے سرفراز ہوئے : ملاء اعلیٰ میں آپ کی نبوت و رسالت مشہور تھی اور تخلیق

آدمؑ سے قبل یہ آشکارا معلوم تھی جیسا کہ امام احمد نے عرباض بن ساریہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں' انبیاء کا خاتم ہوں' آدمؑ ابھی تک آب و گل میں زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ میں آپ کو اس آغاز کی تفصیل بتاتا ہوں' میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا' عیسیٰؑ کی بشارت اور اپنی والدہ آمنہ کا خواب ہوں' اور اسی طرح پیغمبروں کی مائیں خواب دیکھا کرتی ہیں' دوسری سند میں ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کی ولادت کے وقت خواب دیکھا کہ ایک نور ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔

امام احمد (عبدالرحمان' منصور بن سعد' بدیل بن میسرہ' عبداللہ بن شقیق) میسرہ الفجر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کب نبوت سے سرفراز ہوئے فرمایا اس وقت آدمؑ روح اور جسم کے مابین تھے' (ان تین روایات میں امام احمد منفرد ہیں) "دلائل نبوۃ" میں ابن شاہین (عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز' ابوالقاسم بغوی' ابوہمام ولید بن مسلم' اوزاعی' یحییٰ' ابوسلمہ) ابوہریرہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت ہوا' آپ کو کب نبوت عطا ہوئی' فرمایا اس وقت آدمؑ ابھی تخلیق کے مرحلہ میں تھے (**بین خلق آدم ونفخ الروح فیه**) اوزاعی سے بہ سند دیگر مروی ہے (**وآدم منجدل فی طینته**) امام بغوی نے (احمد بن مقدام' بقیہ بن سعید بن بشیر' قتادہ) ابی ہریرہؓ سے مرفوعاً (**واذ اخذنا من النبیین میثاقهم و منک ومن نوح** کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سب انبیاء سے تخلیق کے لحاظ سے اول ہوں اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخر ہوں۔ ابومزاحم' قیس بن ربیع' جابر' شعبی' ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کسی نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کو کب نبوت عطا ہوئی؟ فرمایا **وآدم بین الروح والجسد**

کاہنان عرب کے پاس جنات و شیاطین کچھ آسمان سے چوری چھپے سن کر آتے تھے' اس وقت ستاروں سے شعلے نہیں برسائے جاتے تھے۔ کاہن مرد و زن کی جانب سے آپ کی بعثت کے بارے کچھ نہ کچھ ذکر ہوتا رہتا تھا۔ لیکن عرب اس کی طرف توجہ نہ کرتے تھے' حتیٰ کہ آپ مبعوث ہوئے اور وہ واقعات نمودار ہوئے جن کا وہ باہمی تذکرہ کرتے رہتے تھے' تو وہ ان باتوں کو سمجھ گئے۔

آسمانی خبروں کی حفاظت : جب آپ کی بعثت کا زمانہ قریب آیا تو جنات و شیاطین کو آسمانی خبروں کے سننے سے روک دیا گیا' جن مقامات میں بیٹھ کر وہ سنا کرتے تھے' ان پر ستاروں کے شعلے پھینکے گئے' تو جنات و شیاطین سمجھ گئے کہ یہ انتظامات کسی نئے واقعہ کا پیش خیمہ ہیں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورہ جن ۷۲ نازل فرمائی اور سورہ احقاف (۴۶/۲۹) میں بھی اس واقعہ کی تصریح کی' ہم تفسیر میں یہ بالاستیعاب بیان کر چکے ہیں۔

سب سے اول ثقیف قبیلہ ستاروں کے ٹوٹنے سے آگاہ ہوا : محمد بن اسحاق' یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس سے بیان کرتے ہیں کہ عرب میں سب سے پہلے ثقیف قبیلہ ستاروں کے ٹوٹ کر گرنے سے پریشان ہوا اور وہ عمرو بن امیہ یکے از بنی علاج جو بڑا شاطر اور کایاں تھا' کے پاس آئے اور اس سے عرض کیا' کیا آپ کو آسمان پر ایک نئے حادثہ کا علم نہیں ہے؟ کہ وہاں سے آگ کے شعلے برسائے جاتے ہیں' اس نے کہا کیوں نہیں! ہاں! غور کرو اگر وہ ستارے ٹوٹ کر گر رہے ہیں جو بحر و بر خشکی اور پانی میں

راہنمائی کا کام دیتے ہیں اور ضروریات زندگی پر اثرانداز ہوتے ہیں تو واللہ! یہ دنیا کی ہلاکت اور نیست و نابود کی علامت ہے۔ اگر علاوہ ازیں ستاروں سے شعلے برسائے جاتے ہیں تو یہ کسی نئے حادثہ کا دیباچہ اور تمہید ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے (معلوم نہیں) وہ کیا ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے کسی اہل علم نے بتایا کہ بنی سہم کی ایک کاہنہ تھی، جس کا نام غیطلہ تھا' اس کے پاس کسی رات میں اس کا ہمزاد جن آیا اور وہ اس کے بستر کے نیچے آکر کہنے لگا **ادرما ادر یوم عقر و نحر** جانتا ہوں میں کیا جانتا ہوں' ہلاکت اور ذبح کا دن۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو وہ کہنے لگے' اس کا کیا مطلب ہے؟ دوسری رات پھر آیا تو اس نے کہا **شعوب ماشعوب' تصرع فیه کعب الجنوب** قبائل و خاندان کیا ہیں؟ اس میں بڑے بڑے رئیس ہلاک ہوں گے' جب اس سے بھی آگاہ نہ ہوئے تو پھر کہنے لگے اس کا کیا مقصد ہے؟ یہ کسی حادثے کا پیش خیمہ ہے' دیکھو کیا ہوتا ہے؟ جنگ بدر اور احد ہوا تو ان کو اس صدائے غیب کا مفہوم سمجھ آیا۔

جنب کا کاہن : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے علی بن نافع جرشی نے بتایا کہ جنب کے ایک یمنی خاندان کا کاہن تھا' رسول اللہ ﷺ کا عرب میں جب ذکر خیر عام ہوا تو وہ اس کاہن کے پاس اس کی رہائش گاہ کے نیچے اکٹھے ہوئے اور وہ ان کے پاس طلوع آفتاب کے وقت آیا تو اس سے کہا اس رسولؐ کے بارے بتاؤ وہ اپنی کمان پر ٹیک لگائے' آسمان کی طرف نظر اٹھائے دیر تک کھڑا رہا' پھر وہ اچھلنے کودنے لگا اور اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو برگزیدہ اور منتخب فرمالیا ہے اس کے دل کو پاک صاف کر دیا ہے' اور اس کو حکمت و دانائی سے لبریز کر دیا ہے۔ لوگو تم میں ان کا قیام قلیل عرصہ ہے پھر وہ پہاڑ پر چڑھ گیا (سواد بن قارب کا قصہ ہم "ھوا تف جان" میں بیان کریں گے' جو ابن اسحاق نے اس مقام پر بیان کیا ہے۔

باعث اسلام : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے قوم کے چند افراد کی معرفت بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و راہنمائی کے علاوہ ہمارا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ہم بت پرست تھے اور یہود اہل کتاب تھے' صاحب علم و عرفان تھے' ہم ان سے برسرپیکار تھے۔ جب ہم ان کو زک پہنچاتے تو وہ کہتے "کہ ایک نبی کی بعثت کا وقت قریب آچکا ہے' ہم اس کے ہمراہ تم کو عاد و ارم کی طرح قتل کریں گے" یہ فقرہ ہم ان سے بکثرت سنتے رہتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے ہم کو اللہ کے دین کی طرف بلایا تو ہم نے قبول کر لیا اور سمجھ گئے کہ وہ اسی نبی کی دھمکیاں دیا کرتے تھے ہم مسلمان ہو گئے اور وہ کفر پر بضد رہے۔ اسی سلسلہ میں (۲/۸۹) آیت نازل ہوئی اور جب اللہ کی طرف سے ایک کتاب ان کے پاس آئی جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو جو ان کے پاس تھی اور اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں اس کی مدد مانگا کرتے تھے جب وہ چیز آگئی جس کو پہچان چکے تھے تو لگے اس کا انکار کرنے" ورقاء' ابن ابی نجیح کی معرفت علی ازدی سے بیان کرتے ہیں کہ یہود دعا کیا کرتے تھے **اللّٰھم ابعث لنا ھذا النبی یحکم بیننا وبین الناس یستفتحون به --- ینصرون به ---** رواہ بیہقی' یااللہ اس نبی کو مبعوث کر' جو ہمارے اور لوگوں کے درمیان حکم ہو' ان کے مقابلے میں اس کی مدد مانگا کرتے تھے۔

بحق نبی امی : بیہقی ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ خیبر کے یہود' غطفان سے برسرپیکار تھے' جب یہود شکست و ہزیمت سے دوچار ہوئے تو یہ دعا کرتے (**اللّٰھم نسئلک بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی آخر الزمان الا نصرتنا علیھم**) اے اللہ! ہم بحق نبی امی تجھ سے دعا کرتے ہیں جس کو آخری زمانہ میں مبعوث کرنے کا تو نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ اور فتح نصیب کر۔ چنانچہ جب وہ یہ دعا پڑھ کر غطفان سے جنگ کرتے تو ان کو شکست سے دوچار کر دیتے اور جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ان کا انکار کر دیا' اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا** (۲/۸۹) یہ روایت عطیہ نے بھی ابن عباسؓ سے بیان کی ہے اور عکرمہ سے بھی ابن عباس کا یہ قول مروی ہے۔ (**لباب النقول سیوطی' مستدرک حاکم مع تلخیص ج ۲ ص ۲۶۳**)

سلام بدری اور ایک یہودی : ابن اسحاق' سلمہ بن سلام بن وقش بدری سے بیان کرتے ہیں کہ نبی عبدالاشہل میں ہمارا ایک یہودی ہمسایہ تھا (اور میں اس مجلس میں سب سے کم سن تھا) وہ ایک روز اپنے گھر سے باہر آیا اور ہمارے پاس آکر حشر نشر' قیامت حساب' میزان اور جنت و جہنم کا ذکر کرنے لگا' تو بت پرست حاضرین' جو قیامت کے قائل نہ تھے' کہنے لگے' افسوس! کیا قیامت برپا ہو گی' لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے اور حسب اعمال جنت اور جہنم میں جائیں گے؟ تو اس نے کہا بالکل خدا کی قسم! خواہش ہے کہ گھر میں بہت بڑا تنور آگ سے گرم کر کے مجھے اس میں بند کر دیا جائے اور میں اس روز کی آگ سے نجات پا جاؤں تو حاضرین نے پوچھا تجھے افسوس و حسرت کا سامان ہو! اس کی علامت کیا ہے؟ تو اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے بتایا اس طرف سے نبی مبعوث ہو گا' لوگوں نے پوچھا کب؟ تو اس نے میری طرف دیکھ کر کہا اور میں ان سے کم سن تھا اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو ان کا عہد پالے گا' سلمہ نے کہا واللہ! وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مبعوث فرما دیا' یہ یہودی اب زندہ ہے ہم مسلمان ہو گئے اور اس نے حسد و عناد کی وجہ سے انکار کر دیا چنانچہ ہم نے اسے کہا افسوس! کیا تو نے ہمیں اس روز بتایا نہ تھا' تو اس نے کہا کیوں نہیں' ضرور بتایا تھا مگر یہ نبی وہ نہیں۔ امام احمد نے یہ روایت از یعقوب از ابیہ از ابن عباس بیان کی ہے اور حافظ بیہقی نے حاکم سے بہ سند یونس بن بکیر۔

یوشع یہودی : دلائل میں ابونعیم' محمد بن سلمہ سے بیان کرتے ہیں کہ محلہ بنی عبدالاشہل میں صرف ایک یوشع یہودی رہتا تھا' میں نے اس سے سنا' میں اس وقت کم سن بچہ تھا کہ بیت اللہ کی سمت سے ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے (پھر اس نے مکہ کی طرف اشارہ کیا) جو شخص اس کا عہد مسعود پائے وہ اس پر ایمان لائے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا' ہم ایمان لائے۔ اور وہ یہودی ہمارے ہاں آباد ہے' بے ایمان ہے حسد اور عناد کی بنا پر۔ قبل ازیں ہم حدیث ابی سعید از ابیہ میں اس یوشع کا بیان نقل کر چکے ہیں اور زبیر بن باطا کی روایت بھی مولد رسول میں ذکر کر چکے ہیں جو حاکم نے بیان کی ہے۔

ابن ہیبان یہودی : ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بنی قریظہ کے کسی شیخ سے بتایا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے ثعلبہ بن سعیہ' اسید بن سعیہ اور اسد بن عبید بنی ہذل بن

قریظہ کے اسلام کے بارے کچھ معلوم ہے وہ قبل از اسلام ہمارے ساتھ تھے اور اب مسلمانوں میں ان کا سادات میں شمار ہے' میں نے کہا جی نہیں' تو اس نے بتایا کہ علاقہ شام سے ایک یہودی' ابن ہیبان ہمارے پاس اسلام کے ظہور سے چند سال قبل آیا ہمارے ہاں مقیم ہوا' واللہ! وہ یہود میں بہت بڑا عابد اور زاہد تھا۔ قحط سالی میں ہم اس سے عرض کرتے جناب تشریف لائیے' بارش کی دعا کیجئے' تو وہ کہتا' میدان میں دعا کے لئے جانے سے قبل صدقہ و خیرات کرو' پوچھتے کتنا؟ تو وہ کہتا کھجور کا ایک صاع یا جو کے مد' چنانچہ وہ صدقہ کر دیتے تو میدان میں آکر دعائے باراں کرتا' واللہ! فوراً بارش ہو جاتی' ایسا واقعہ بارہا ہوا' جب وہ فوت ہونے لگا تو اس نے کہا اے یہود! تم جانتے ہو کہ شراب و کباب اور عیش و عشرت کے علاقہ میں سے مجھے خستہ حال اور فقر و فاقہ کے علاقہ میں کیا چیز کھینچ لائی ہے؟ ہم نے کہا آپ کو ہی معلوم ہو گا؟ تو اس نے کہا میں اس شہر میں اس لئے آیا ہوں کہ میں ایک نبی کے ظہور کا منتظر ہوں' اس کی بعثت کا زمانہ نزدیک آچکا ہے۔ یہ شہر اس کی ہجرت گاہ ہے۔ میں اس کی بعثت کا امیدوار تھا کہ اس کی اتباع کروں' اس کے ظہور کا وقت بالکل قریب آچکا ہے' اے یہود کے گروہ! کوئی تم سے قبل اس پر ایمان نہ لائے' وہ مخالفین کی خون ریزی اور بچوں کی اسیری کے حکم کے ساتھ مبعوث ہو گا' یہ بات تم کو ان پر ایمان لانے سے مانع نہ ہو۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تو ان نوجوانوں نے کہا یا بنی قریظہ! یہ وہی نبیؐ ہے جس کے بارے ابن ہیبان نے تم کو بتایا تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ نہیں ہے' تو ان کو بتایا' کیوں نہیں؟ واللہ! یہ وہی ہے' چنانچہ وہ قلعہ سے اتر کر مسلمان ہو گئے اور اپنے جان و مال اور اہل و عیال کا تحفظ کر لیا' بقول ابن اسحاق یہ قصہ احبار یہود سے ہمیں معلوم ہوا ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو کریب تبان اسعد' تبع یمنی کا مدینہ کا محاصرہ کرنے کا واقعہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس کو دو یہودی علماء نے بتایا تھا کہ تم اس کو فتح نہیں کر سکتے' کیونکہ یہ آخری نبی کی ہجرت گاہ ہے' چنانچہ اس پیش گوئی سے اس کا ارادہ بدل گیا۔

زید بن سعید : دلائل میں ابو نعیم' یوسف سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے بتایا کہ قدرت کو جب زید بن سعید کا مسلمان ہونا منظور ہوا تو اس نے کہا کہ محمدؐ کی ذات میں' میں بجز دو علامات کے سب علامات و صفات سے آگاہ ہو چکا ہوں' اس کی بردباری اور عقل' جہالت پر غالب ہے' بدسلوکی اور کرختگی ان کے حلم و عقل میں اضافہ کرتی ہے۔ چنانچہ میں آپ سے حسن سلوک اور نرمی سے پیش آتا کہ آپ کے ساتھ میل ملاپ سے آپ کے حکم و جہل کو پرکھ سکوں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک "مقرر وقت تک قرضہ دیا' جب وعدہ آگیا تو میں نے آپ کی چادر اور قمیص کے گریبان کو پکڑ کر نہایت خشمگیں چہرے سے آپ کو دیکھا (آپ صحابہ کے ہمراہ ایک جنازہ میں تھے) اور کہا' اے محمد! آپ میرا قرض کیوں نہیں دیتے؟ واللہ! اے اولاد عبدالمطلب! تم تو ٹال مٹول کرتے ہو' قرض کی ادائیگی میں خواہ مخواہ دیر لگاتے ہو' میری طرف عمرؓ نے دیکھا اور اس کی آنکھیں غصہ کے مارے گھوم رہی تھیں' اس نے کہا' اے اللہ کے دشمن! کیا تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسی نازیبا حرکت کر رہا ہے۔ واللہ! اگر مجھے ان کی ملامت کا خوف نہ ہوتا تو میں تیرا

سر تن سے جدا کر دیتا' رسول اللہ ﷺ نہایت سکون و اطمینان سے تبسم فرما رہے تھے' پھر آپ نے فرمایا' عمر! میں اور وہ کسی اور سلوک کے مستحق تھے' تو مجھے اچھی ادائیگی کا مشورہ دیتا اور اس کو حسن طلب اور اچھے طریقہ سے قرض وصول کرنے کا مشورہ دیتا۔ جاؤ اس کا قرض ادا کر دو' اور بیس صاع کھجور مزید دے دو' چنانچہ زید بن سعید مسلمان ہو گیا اور ۹ھ غزوہ تبوک والے سال میں فوت ہوا' رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

سلمان فارسی کا مسلمان ہونا : ابن اسحاق' (عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری' محمود بن لبید) عبداللہ بن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے خود سلمان فارسیؓ نے بتایا میں فارس کے علاقہ اصبہان کے نواحی بستی "جئی" کا باشندہ تھا' میرا والد بستی کا رئیس اور سردار تھا اور میں اسے سب سے پیارا تھا اور بے پناہ محبت کی وجہ سے وہ لڑکیوں کی طرح مجھے گھر میں بند رکھتا اور باہر نہیں جانے دیتا تھا' میں آتش پرستی میں اسی قدر منہمک تھا کہ آتش کدے کا خادم ہو کر رہ گیا۔ کسی وقت بھی آگ بجھنے نہ دیتا۔ میرے والد کی جاگیر تھی' ایک روز والد مکان کی تعمیر میں مصروف تھے' مجھے کہا بیٹا! میں آج اس کام میں مصروف ہوں تم جاؤ دیکھ بھال کرو اور یہ یہ کام کرنا اور تاکید کی کہ کہیں رکنا نہیں' اگر تم نے دیر کی تو مجھے تشویش لاحق ہو گی تو مجھے جاگیر سے زیادہ عزیز ہے۔ تیرا بروقت نہ آنا مجھے ہر کام سے بیزار اور مشغول کر دے گا۔ چنانچہ میں جاگیر کی طرف روانہ ہو گیا' راستہ میں عیسائیوں کا گرجا تھا' میں نے ان کی آواز سنی' وہ نماز پڑھ رہے تھے' مجھے گھر پر پابند رہنے کی وجہ سے ان کا طور طریقہ معلوم نہ تھا۔ میں آواز سن کر اندر چلا گیا دیکھوں کیا کرتے ہیں' جب میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے ان کی نماز پسند آئی اور مجھے ان کے دین سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور میں نے کہا واللہ! یہ ہمارے دین سے بہتر ہے اور میں غروب آفتاب تک وہیں رہا اور جاگیر پر نہ جا سکا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا' اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے کہا' شام میں' چنانچہ میں والد کے پاس چلا آیا اور معلوم ہوا کہ اس نے میری تلاش میں کسی کو بھیجا ہے اور میری دیر کی وجہ سے پریشان ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا' بیٹا! کہاں دیر لگائی؟ میں نے تجھے تاکید نہ کی تھی۔ میں نے کہا ابا جی! چند لوگ گرجا میں نماز پڑھ رہے تھے' مجھے ان کی نماز پسند آئی میں مغرب تک وہیں رکا رہا۔

مزید پابندی : تو والد نے کہا بیٹا! اس دین میں کوئی خوبی اور کمال نہیں' تیرے آباء و اجداد کا دین اس سے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا واللہ! وہ ہمارے دین سے بہتر ہے' چنانچہ والد کو خطرہ پیدا ہو گیا تو اس نے پاؤں میں زنجیر ڈال کر گھر میں پابند کر دیا اور میں نے عیسائیوں کو خفیہ پیغام بھیجا کہ جب شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے بتانا چنانچہ شام سے قافلہ آیا اور انہوں نے مجھے اطلاع دی' میں نے کہلا بھیجا کہ جب وہ اپنی ضروریات سے فارغ ہو جائیں اور واپس جانے لگیں تو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اطلاع بہم پہنچائی تو میں پاؤں سے زنجیر نکال کر ان کے ساتھ شام چلا آیا۔

تعلیم و تدریس اور بددیانت عالم : میں نے وہاں دریافت کیا' عیسائیوں میں سے بڑا عالم کون ہے؟ معلوم ہوا کہ اس گرجا میں پادری ہے' چنانچہ میں اس کے پاس چلا آیا اور اس کو آمد کی وجہ بتائی کہ مجھے آپ کے دین سے دلچسپی ہے' میں آپ کے پاس رہنا چاہتا ہوں' آپ کی خدمت کروں گا اور تعلیم حاصل کر

کے آپ کے ہمراہ نماز پڑھوں گا۔ اس نے اجازت دی تو میں اس کے پاس رہنے لگا وہ بدترین عالم تھا لوگوں کو صدقات و خیرات کا ارشاد کرتا وہ صدقہ لاتے تو مساکین میں تقسیم کی بجائے خود جمع کر لیتا یہاں تک کہ اس کے پاس سونے چاندی کے سات مٹکے جمع ہو گئے' مجھے اس کی بدکرداری کی وجہ سے سخت نفرت ہو گئی' پھر وہ فوت ہو گیا تو عیسائی اس کے کفن و دفن کے لئے اکٹھے ہوئے تو میں نے ان کو بتایا' یہ بدترین عالم تھا تم کو صدقہ و خیرات کا حکم دیتا اور خود جمع کر لیتا تھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا! تجھے کیسے معلوم ہے؟ میں نے کہا میں اس کا خزانہ بتا سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا' بتاؤ! میں نے ان کو دکھایا تو وہ سیم و زر کے سات مٹکوں پر مشتمل تھا۔ یہ کرتوت دیکھ کر کہنے لگے ہم اس کو دفن نہیں کریں گے چنانچہ اس کی لاش کو سولی پر چڑھایا اور پتھروں سے رجم کر دیا۔

نیا عالم : پھر انہوں نے ایک نئے عالم کا انتخاب کیا اور یہ گرجا اس کے سپرد کیا' سلمانؓ کہتے ہیں میں نے ان سے بہتر کوئی عالم نہیں دیکھا' وہ بڑا عابد اور زاہد تھا' آخرت کی خوب رغبت رکھتا تھا' شب و روز عبادت میں مشغول رہتا تھا' مجھے اس سے بے پناہ محبت ہو گئی' ایسی محبت میں نے کسی سے نہ کی تھی' میں عرصہ دراز تک اس کے ساتھ رہا اور اس کی وفات کا وقت آگیا تو میں نے عرض کیا میں آپ کی خدمت میں رہا ہوں مجھے آپ سے شدید محبت اور عقیدت ہے۔ ایسی محبت و الفت شاید ہی کسی سے ہو۔ اب آپ کا آخر وقت آن پہنچا ہے' آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں اور کس بات کا حکم فرماتے ہیں؟ اس نے کہا' بیٹا! واللہ! مجھے معلوم نہیں کہ آج کوئی میرے عقیدے کا پابند ہو' اچھے لوگ تو چلے گئے اور اب لوگوں نے دین میں تبدیلی پیدا کر لی ہے اور اصل عقائد کو ترک کر دیا ہے۔ ہاں ایک شخص موصل میں میرے عقائد کا حامل ہے' تم اس کے پاس چلے جاؤ' چنانچہ جب وہ فوت ہوا اور میں اس کے کفن دفن سے فارغ ہو کر موصل کے عالم کے پاس چلا گیا۔

موصل میں قیام : میں نے موصل پہنچ کر اس عالم کو فوت ہونے والے عالم کی وصیت بتائی کہ اس نے مجھے آپ کے پاس آنے کی وصیت کی تھی اور بتایا تھا کہ آپ ان کے عقائد کے حامل ہیں' اس نے مجھے اپنے پاس قیام کی اجازت دے دی' میں نے ان کے پاس رہائش اختیار کر لی' واقعی وہ بہت اچھا انسان تھا اور مرحوم کے عقائد کا حامل تھا۔ مجھے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ ان کے وصال کا وقت بھی قریب آگیا' میں نے عرض کیا' حضور! مرحوم نے مجھے آپ کی خدمت میں حاضر کا ارشاد فرمایا تھا اب آپ بھی بستر مرگ پر ہیں آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں اور کیا ارشاد فرماتے ہیں' اس نے کہا بیٹا! واللہ! ہمارے عقائد کے حامل لوگ اب نہیں رہے' ہاں فلاں عالم نصیبین میں ہے آپ اس کے پاس چلے جاؤ' ان کے کفن دفن کے بعد میں نصیبین چلا آیا۔

نصیبین میں قیام : نصیبین پہنچ کر میں نے اس کو اپنا قصہ سنایا اور دونوں مرحومین کا ارشاد فرمایا تو اس نے مجھے اپنے پاس قیام کی اجازت دے دی' میں اس کے پاس رہنے لگا' وہ دونوں فوت شدہ علماء کی کاپی تھا' میں اس کے پاس عرصہ تک رہا' وہ بہتر عالم تھا' اس کا بھی موت کا وقت قریب آگیا تو میں نے التجا کی'

جناب! میں حسب وصیت آپ کی خدمت میں آیا تھا' اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ تو اس نے کہا بیٹا! واللہ! میرے علم میں اب کوئی ہمارے عقائد کا حامل نہیں رہا جس کے پاس میں تمہیں بھیجوں البتہ ایک عالم روم کے علاقے عموریہ میں ہے وہ ہمارے عقائد کا پابند ہے۔ جب وہ فوت ہو گیا اور اس کو سپرد خاک کرنے کے بعد میں عازم عموریہ ہوا۔

عموریہ میں رہائش : عموریہ پہنچ کر میں نے ان کو اپنی سرگزشت سنائی تو مجھے قیام کی اجازت مرحمت فرما دی میں وہاں مقیم ہو گیا' وہ بہترین عالم تھا' اپنے پیش رو علماء کی طرح عابد اور زاہد تھا' میں نے وہاں کاروبار کر کے کچھ گائیں اور بکریاں حاصل کر لیں۔ ان کی بھی اجل قریب آگئی تو میں نے عرض کیا میں چند علماء کی خدمت میں رہا ہوں انہوں نے مجھے وصیت کی' میں ان کی وصیت پر عمل کرتا رہا' اب آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں اور کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اس نے کہا بیٹا! واللہ میرے علم میں آج کوئی ہمارے عقائد پر قائم نہیں ہے' جس کے پاس میں آپ کو بھیجوں' ہاں نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے' وہ ابراہیم کے دین کے ساتھ مبعوث ہو گا' عرب میں ظہور پذیر ہو گا۔ اس کا مقام ہجرت دو سنگلاخ میدانوں کے مابین ہے' وہاں کھجور کے باغات ہیں' اس کی علامات مخفی اور پنہاں نہیں وہ تحفہ اور ہدیہ کھا لیتا ہے' صدقہ کے مال سے اجتناب کرتا ہے۔ اس کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے اگر وہاں جا سکو تو چلے جاؤ' سلمان کہتے ہیں پھر وہ آغوش موت میں چلا گیا اور اسے دفن کر دیا گیا اور میں نے عموریہ میں کچھ عرصہ قیام کیا۔

کلب کی بے وفائی : وہاں کلب قبیلہ کا ایک تجارتی قافلہ آیا' میں نے ان سے کہا مجھے اپنے ہمراہ "عرب" میں لے چلو' میں آپ کو یہ گائیں اور بکریاں اجرت میں دے دوں گا۔ انہوں نے یہ بات منظور کر لی تو میں نے ان کو یہ مال دے دیا اور وہ اپنے ہمراہ مجھے لے آئے جب "وادی القریٰ" میں پہنچے تو انہوں نے مجھ پر ستم ڈھایا اور ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا' میں اس کے پاس رہنے لگا اور وہاں کھجور کے باغات کو دیکھ کر امید ہوئی کہ یہ وہی شہر ہے جس کے بارے مجھے بتایا گیا ہے' لیکن پختہ یقین نہ آیا۔

وادی القریٰ : میں وادی القریٰ میں اس کے پاس مقیم تھا' کہ اس کا ابن عم اور چچازاد بھائی' یکے از بنی قریظہ مدینہ سے آیا اس نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ مدینہ لے آیا' واللہ! میں اس شہر کو دیکھ کر ہی پہچان گیا کہ واقعی یہ وہی شہر ہے۔

مدینہ : میں وہاں مقیم تھا' رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے' مکہ مکرمہ میں مقیم رہے' میں غلامی کی مصروفیات کی وجہ سے آپ کے متعلق کچھ نہ سن سکا' پھر آپ مدینہ کی طرف عازم ہجرت ہوئے' آپ وہاں پہنچے تو میں اپنے آقا کے باغ میں کھجور کی چوٹی پر کام کر رہا تھا' میرا آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے ابن عم نے آکر بتایا جناب! اللہ بنی قیلہ' اوس اور خزرج کو غارت کرے! وہ اب قبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہو رہے ہیں' جو مکہ سے آیا ہے اور اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ سلمان کہتے ہیں یہ سنتے ہی میرے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا' مجھے اندیشہ ہوا کہ میں اپنے آقا پر گر پڑوں گا' چنانچہ میں فوراً نیچے اتر آیا' میں آقا کے ابن عم سے پوچھنے لگا'

آپ کیا کہہ رہے تھے؟ کیا بتا رہے تھے؟ یہ سن کر آقا ناراض ہو گیا اور اس نے ایک زور سے طمانچہ مار کر کہا' تجھے ان باتوں سے کیا غرض؟ اپنا کام کر' میں نے کہا کچھ نہیں' میں تو محض اس کی بات معلوم کرنا چاہتا تھا۔

آزمائش : سلمانؓ کہتے ہیں میں نے کچھ کھجوریں جمع کر رکھی تھیں' شام ہوئی تو ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قبا پہنچا' میں حاضر خدمت ہوا تو عرض کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک آدمی ہیں' آپ کے ہمراہ حاجت مند لوگ ہیں' میرے پاس یہ صدقہ ہے' میں آپ کو اس کا حق دار سمجھتا ہوں' میں نے یہ صدقہ آپ کے قریب کیا تو آپ نے صحابہ کرام کو فرمایا کھاؤ اور خود نہیں کھایا' میں نے دل میں سوچا یہ ایک علامت درست ہے۔ پھر میں چلا آیا اور کچھ کھجوریں جمع کیں' اس وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تھے' میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ صدقہ نہیں کھاتے' یہ آپ کے لئے تحفہ ہے' چنانچہ آپ نے اس سے تناول فرما لیا اور صحابہ کرام کو بھی کھانے کی دعوت دی' چنانچہ سب نے آپ کے ہمراہ وہ تناول فرمایا میں نے دل میں کہا یہ علامات درست ہیں۔

سب سے اول مدینہ میں فوت ہونے والا صحابی : بعد ازاں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ بقیع الغرقد میں ایک صحابی کے جنازہ میں شریک تھے۔ آپ دو چادریں زیب تن کئے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے' میں نے سلام عرض کیا' اور آپ کے پیچھے ہو کر پشت دیکھنے لگا' کیا مہر نبوت پشت پر ہے جو مجھے اصحاب عموریہ نے بتائی تھی' جب مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے دیکھا تو سمجھ گئے کہ میں کسی بات کی تحقیق و تثبیت کر رہا ہوں' آپ نے پشت سے چادر سرکا دی' میں مہر نبوت کو دیکھ کر پہچان گیا میں اس کے اوپر جھک کر بوسہ لینے لگا اور فرط محبت سے رونے لگا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تحول" سامنے آؤ' میں نے سامنے بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کو ساری سرگزشت سنائی جیسے کہ جناب ابن عباسؓ نے آپ کو سنائی' یہ آپ بیتی صحابہؓ کے سامنے بیان کرنے سے رسول اللہ ﷺ محظوظ و خوش ہوئے۔

معجزات کا ظہور : پھر سلمان فارسیؓ غلامی کی مصروفیات میں مشغول رہے' بدر اور احد میں شریک نہیں ہو سکے' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کاتب یا سلمان) سلمان اپنے آقا کو اپنی قیمت دے کر آزاد ہو جاؤ۔ میں نے اپنے آقا سے تین سو کھجور کے پودے لگانے اور چالیس اوقیہ سونے پر قیمت چکا لی اور مکاتبت کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا اپنے اسلامی بھائی کی اعانت کرو' چنانچہ صحابہؓ نے میرا تعاون کیا' ہر ایک نے اپنی وسعت کے مطابق مجھے کھجور کے پودے دیئے یہاں تک کہ تین سو کھجور کے پودے اکٹھے ہو گئے تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سلمان جاؤ ان کے گڑھے کھودو' اور جب کھود کر فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس چلے آؤ میں خود اپنے ہاتھ سے گڑھے میں پودا لگاؤں گا' سلمان کہتے ہیں میں گڑھے کھود کر واپس آیا اور میرے احباب نے بھی تعاون فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا تو رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ تشریف لائے ہم پودا آپ کے قریب کر دیتے تھے اور خود رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے اس گڑھے میں گاڑ دیتے تھے' ہم نے تین سو پودے گاڑ دیئے' واللہ ایک پودا بھی ناکام نہ ہوا' چنانچہ میں کھجور کے پودوں سے فارغ ہو گیا

اور سونا باقی رہ گیا' رسول اللہ ﷺ کے پاس "سونے کی کسی کان" سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "فارس مکاتبت کرنے والے کا کیا ہوا؟" چنانچہ میں بلایا گیا میں حاضر ہوا تو فرمایا "یہ سونا لے لو اور اپنی مکاتبت ادا کر دو" میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ میرے قرض سے کم ہے۔ آپ نے فرمایا پکڑ لو اللہ تعالیٰ اس سے تیرا پورا قرضہ ادا کر دے گا' میں نے پکڑ لیا اور واللہ ان کا پورا قرضہ ادا کر کے آزاد ہو گیا' پھر میں آزاد ہو کر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ خندق میں شریک ہوا پھر میں ہر جنگ میں شریک ہوتا رہا۔

معجزہ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے یزید بن حبیب نے کسی قیسی کی معرفت سلمانؓ سے بتایا کہ میں نے جب کہا یارسول اللہ ﷺ اس سے میرے واجبات کیسے ادا ہو سکیں گے؟ تو آپ نے سونے کی ڈلی کو زبان مبارک پر پھیر کر فرمایا' لے لو اور اس سے ان کے واجبات ادا کر دو۔ میں نے وہ لے کر ان کے پورے چالیس اوقیہ ادا کر دیئے۔ محمد بن اسحاق' (عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری' معتبر راوی' عمر بن عبدالعزیز) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے جب رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ صاحب عموریہ نے کہا' شام کے فلاں علاقہ میں جاؤ وہاں ایک آدمی درختوں کے دو ذخیروں کے درمیان رہائش پذیر ہے (وہ ہر سال ایک ذخیرہ میں سے نکل کر دوسرے میں جاتا ہے راستہ میں بیمار اس کا انتظار کرتے ہیں' وہ اس کی دعا سے شفایاب ہو جاتے ہیں) اس سے اپنے مطلوبہ دین کی بابت دریافت کر' وہ بتا دے گا' سلمانؓ کہتے ہیں میں اس مقام پر آیا مریض وہاں اس کے منتظر تھے' وہ رات کو ایک ذخیرہ میں سے نکل کر دوسرے میں جانے کے لئے باہر آیا تو مریضوں کے ہجوم کی وجہ سے میں اس تک پہنچ نہ سکا وہ ذخیرہ میں داخل ہو ہی رہا تھا کہ میں نے اس کا دامن پکڑ لیا اس نے پوچھا کون؟ اور معاً متوجہ ہوا تو میں نے کہا "یرحمک اللّٰه" مجھے دین ابراہیم کی بابت کچھ بتایئے؟ تو اس نے کہا تم نے ایسا مسئلہ پوچھا ہے کہ آج کل کوئی بھی یہ نہیں پوچھ رہا' سنو! ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے اس حرم سے وہ اس دین کے ساتھ مبعوث ہو گا' اس کے پاس چلے جاؤ وہ تمہاری رہنمائی کرے گا یہ بتا کر وہ اپنے ذخیرہ میں داخل ہو گیا۔

عیسیٰؑ یا وصی : تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سلمان! اگر تم نے صحیح اور سچ کہا ہے تو تمہاری ملاقات عیسیٰ سے ہوئی ہے۔ **لئن کنت صدقتنی یاسلمان لقد لقیت عیسیٰ بن مریم**

تبصرہ : اس سند میں عاصم انصاری کا شیخ مبہم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ حسن بن عمارہ متوفی ۱۵۳ھ ہے علاوہ ازیں یہ منقطع بلکہ معضل ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز م ۱۰۱ھ اور سلمان کے درمیان ایک راوی ساقط ہے۔ "**لئن کنت صدقتنی یا سلمان' لقد لقیت عیسیٰ بن مریم**" جملہ نہایت عجیب و غریب ہے بلکہ منکر ہے کیونکہ عیسیٰؑ اور محمدؐ کے درمیان فترت اور وقفے کا عرصہ کم از کم چار سو سال ہے۔ بعض کہتے ہیں چھ سو سال "شمسی" ہے اور سلمانؓ کی عمر زیادہ سے زیادہ ۳۵۰ سال ہے۔ عباس بن یزید بحرانی نے اپنے مشائخ کا اجماع نقل کیا ہے کہ ان کی عمر ۲۵۰ سال ہے اس سے زائد میں' ۳۵۰ تک اختلاف ہے' واللہ اعلم۔ متبادر مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**لقد لقیت وصی عیسیٰ بن مریم**" کہ آپ کی ملاقات عیسیٰؑ کے

وصی اور جانشین سے ہوئی ہے' یہ ممکن ہے درست ہو۔

امام سہیلی کہتے ہیں کہ مبہم راوی حسن بن عمارہ متوفی ۱۵۳ھ ہے وہ ضعیف ہے اگر یہ روایت صحیح ثابت ہو جائے تو اس میں نکارت اور نرالا پن نہیں ہے۔ کیونکہ ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ عیسیٰؑ آسمان پر چلے جانے کے بعد' آسمان سے اترے' والدہ اور ایک عورت کو سولی والی جگہ پر سوتے ہوئے دیکھ کر بتایا کہ وہ قتل نہیں ہوئے اور بعد ازیں حواریوں کو مختلف مقامات پر روانہ کیا۔ جب ان کا آسمان سے نزول ایک بار درست ہے تو بارہا بھی درست ہو سکتا ہے۔ پھر آئندہ آپ کا نزول ہو گا جب صلیب توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور بنی جذام کی ایک عورت سے نکاح کریں گے فوت ہونے کے بعد روضہ رسول اللہ ﷺ میں مدفون ہوں گے۔

دلائل النبوۃ میں حافظ بیہقی نے قصہ سلمانؓ بہ سند یونس بن بکیر از محمد بن اسحاق بیان کیا ہے (کما تقدم) نیز حاکم (اصم' یحییٰ بن ابی طالب' علی بن عاصم' حاتم بن ابی صفرہ' سماک بن حرب' یزید بن صوحان) سے مروی ہے کہ اس نے سلمانؓ سے مسلمان ہونے کا ابتدائی قصہ سنا اور اس نے ایک طویل واقعہ بیان کیا کہ وہ "رام ہرمز" کا باشندہ تھا' اس کا بڑا بھائی سرمایہ دار تھا' اور وہ تنگ دست تھا' بھائی کے زیر کفالت تھا' بستی کے دھقان کا بیٹا اس کا سکول کا ساتھی تھا وہ اس کے ہمراہ معلم کے پاس جایا کرتا تھا' ابن دھقان ایک غار میں عیسائی راہبوں کے پاس جایا کرتا تھا' سلمان نے بھی اس سے خواہش کی کہ مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلو' تو دھقان کے بیٹے نے کہا تم ناپختہ ذہن بچے ہو مبادا تم راز فاش کر دو اور میرا والد ان کو قتل کر ڈالے' سلمان نے پختہ عہد کیا تو وہ سلمان کو لے کر ان کے پاس چلا گیا وہ چھ یا سات افراد تھے' کثرت عبادت کی وجہ سے وہ نہایت کمزور ہو چکے تھے' گویا روح اب پرواز ہوئی' دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے۔ درختوں کے پتے کھاتے یا جو کچھ میسر ہوتا وہ گذشتہ سب انبیاء و رسل پر ایمان رکھتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰؑ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے اور اس کی باندی کا بیٹا ہے' اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ساتھ ان کی تائید کی۔ پھر ان راہبوں نے کہا' اے غلام! بے شک تیرا ایک رب ہے اور مرنے کے بعد جینا ہے اور تمہارے سامنے جنت اور جہنم ہو گا اور یہ آتش پرست کافر اور گمراہ ہیں' اللہ ان کے عمل کو پسند نہیں کرتا اور نہ وہ اس کے پسندیدہ دین پر قائم ہیں۔

سلمانؓ ابن دھقان کے ہمراہ مسلسل جاتے رہے یہاں تک وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ابن دھقان کے والد وھقان اور رئیس قریہ نے اپنے بیٹے کو وہاں جانے سے روک لیا اور ان راہبوں کو وہاں سے جلا وطن کر دیا۔ سلمان نے اپنے سرمایہ دار بھائی سے بھی ہمراہ چلنے کو کہا تو اس نے کہا میں کاروبار میں مصروف ہوں (میں نہیں جا سکتا) سلمان ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے اور موصل کے گرجا میں پہنچ گئے وہاں کے لوگوں نے ان کی پذیرائی کی اور ان کو سلام تحیہ پیش کیا پھر ان چھ یا سات راہبوں نے مجھے ان کے پاس چھوڑ دینے کا ارادہ کیا اور میں نے ان کی معیت پر اصرار کیا تو وہ مجھے بھی ساتھ لے کر پہاڑوں کے درمیان ایک وادی میں آئے اس علاقہ کے راہب ان سے ملنے کے لئے آئے وہ ان سے اتنا عرصہ غائب رہنے کی بابت پوچھتے رہے اور

میرے متعلق بھی' چنانچہ انہوں نے میری تعریف و ستائش کی۔ ایک عظیم راہب آیا اس نے ایک خطبہ دیا' حمد و ثنا کے بعد اس نے انبیاء و رسل کا ذکر کیا اور ان کے معجزات بتائے پھر عیسیٰؑ کے بارے بتایا کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے نیکی کی تلقین کرتا تھا برائی سے منع کرتا تھا۔ پھر ان راہبوں نے وہاں سے روانہ ہونے کا عزم کیا تو سلمان اس خطیب راہب کے پاس ٹھہر گئے' وہ راہب دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا' اتوار کو ان کے پاس آتا اور ان کو وعظ و نصیحت کرتا۔ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

بعد ازاں اس نے بیت المقدس کی زیارت کا ارادہ کیا تو میں (سلمان) بھی اس کے ہمراہ تھا' دوران سفر وہ مجھے پند و نصائح کرتا اور بتاتا کہ میرا ایک رب ہے اور میرے سامنے "موت کے بعد" جنت اور جہنم ہے اور حساب درپیش ہے اور جس طرح ہر اتوار وہ تعلیم و تربیت کرتا تھا مجھے وہ ہر اتوار اسی طرح خطاب کرتا' دوران خطاب اس نے کہا' اے سلمان! بے شک اللہ تعالیٰ ایک رسول مبعوث کرے گا اس کا نام احمد ہو گا' وہ تہامہ سے مبعوث ہو گا' تحفہ کھائے گا صدقہ نہ کھائے گا' اس کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ اس کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے' میں تو عمر رسیدہ بوڑھا ہو چکا ہوں' امید نہیں کہ میں اس کا عہد مسعود پا سکوں اگر تم اس کا عہد مبارک پاؤ تو اس کی تصدیق کر کے مسلمان ہو جاؤ' میں نے عرض کیا خواہ وہ مجھے عیسائیت کے ترک کرنے کا حکم دے تو اس نے کہا' خواہ وہ تجھے اس کے ترک کا حکم دے کیونکہ حق و صداقت اس کی تعلیمات میں ہے اور اس کے فرمان میں رحمان کی رضا ہے۔

پھر سلمان نے بیت المقدس میں آمد کا ذکر کیا اور راہب نے بیت المقدس میں جابجا نماز پڑھی اور پڑھ کر سو گئے اور سلمان کو کہا کہ یہ سایہ جب یہاں تک پہنچ جائے تو مجھے جگا دینا' سلمان نے ان کے آرام و راحت کی خاطر بروقت نہ جگایا پھر وہ بیدار ہوا اور ذکر و اذکار میں مشغول ہو گیا اور سلمان کو نہ جگانے کی تقصیر پر طعن و تشنیع کی' بیت المقدس سے باہر نکل رہے تھے تو ایک اپاہج نے سوال کیا' اے عبداللہ جب آپ آئے تھے تو میں نے سوال کیا تھا آپ نے کچھ نہ عطا کیا اب میں دوبارہ سوال کر رہا ہوں تو راہب نے دائیں بائیں دیکھا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا تو اس نے اپاہج کا ہاتھ پکڑ کر کہا' "قم بسم اللہ" چنانچہ وہ اس طرح کھڑا ہو گیا کہ اسے کوئی مرض نہ لاحق تھا' سلمانؓ کہتے ہیں اس اپاہج نے مجھے کہا کہ یہ سامان مجھ پر رکھ دو میں اپنے گھر والوں کو بشارت سناؤں کہ میں تندرست ہو چکا ہوں' میں اس کی پشت پر سامان رکھنے میں مصروف ہو گیا' بعد ازاں میں اس عظیم راہب کے پیچھے ہو لیا لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کہاں چلا گیا۔ کسی راہ گیر سے پوچھتا تو وہ کہتا یہ تیرے آگے جا رہا ہے' میں اسی طرح چلتا رہا کہ بنی کلب کا ایک قافلہ مجھے ملا میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے میری عجمی زبان سن کر ایک سوار کے پیچھے بٹھا لیا اور اپنے علاقہ میں لا کر ایک انصاری خاتون کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس نے مجھے اپنے باغ میں کام پر لگا دیا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کا ہجرت کرنا بیان کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور آزمائش آنا بیان کیا پھر مہر نبوت کے دیکھنے کا بھی ذکر کیا پھر دیکھ کر فوراً مسلمان ہونا بیان کیا اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی ساری سرگذشت بیان کرنے کا ذکر کیا' اور رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کو ان کے خریدنے کا ارشاد فرمایا۔

سلمان کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک روز عیسائیت کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ان میں کوئی خوبی نہیں یہ سن کر میرے دل میں ان راہبوں اور عظیم خطیب اور راہب کے بارے کھٹکا پیدا ہوا' جن کے ساتھ میں نے کافی عرصہ بسر کیا تھا (۵/۸۲) آیت نازل ہوئی' رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا میں ڈرتا ڈرتا آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ نے تلاوت فرمائی **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ذلک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون** "اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں مولوی اور مشائخ ہیں۔ یعنی ان میں عالم بھی ہیں اور درویش بھی' اور وہ غرور نہیں کرتے۔" پھر آپ نے فرمایا سلمان! جن علماء اور مشائخ کے ہمراہ تو رہا ہے وہ "مشرک" نصرانی نہ تھے وہ مسلمان تھے' میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ واللہ اس نے مجھے آپ کی اتباع کا حکم دیا تھا' میں نے اس سے پوچھا تھا خواہ وہ عیسائیت اور تیرے مسلک کے ترک کا ارشاد فرما دیں تو اس نے کہا چھوڑ دینا کیونکہ حق اور اللہ تعالیٰ کی رضا اسی کے فرمان میں ہے۔

تبصرہ : اس روایت میں نہایت غرابت اور عجوبہ پن ہے اور اس میں کسی قدر ابن اسحاق کی روایت کی مخالفت بھی موجود ہے اور ابن اسحاق کی روایت کی سند زیادہ قوی اور واقعہ کے ربط کے لحاظ سے بھی زیادہ عمدہ ہے اور صحیح بخاری کی روایت (معتمر بن سلیمان تیمی از سلیمان تیمی از ابوعثمان نہدی از سلمان فارسی) سے بھی زیادہ قریب ہے کہ وہ ان سے کچھ اوپر استاذوں کے ہاں ایک استاذ سے دوسرے استاذ کی طرف منتقل رہے۔ امام سہیلی کہتے ہیں کہ وہ یکے بعد دیگرے تیس آقاؤں میں ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے رہے' واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے عجیب واقعات کا بیان

پیشین گوئی اور رفادہ : دلائل میں ابو نعیم' سعیر بن سوادہ العامری سے بیان کرتے ہیں کہ محلّہ کی ایک دوشیزہ سے میرا معاشقہ چل رہا تھا میں اس کی خاطر گرما سرما ہر موسم میں اس کے لئے سفر کے مصائب جھیلتا رہتا تھا۔ تجارت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ چنانچہ میں نے شام سے غلہ اور دیگر سامان تجارت خریدا' موسم حج اور عرب کے اجتماع کی خاطر۔ چنانچہ میں ایک تاریک رات میں مکہ آیا وہیں لیٹ گیا' یہاں تک کہ رات کی تاریکی کافور ہو گئی اور میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو فلک بوس خیمے نصب ہیں ان میں طائف کے قالین بچھے ہیں۔ اونٹ ذبح ہو رہے ہیں اور کچھ ذبح کرنے کی خاطر لائے جا رہے ہیں' کھانے والے اور باورچیوں کا جائزہ لینے والے کہہ رہے تھے' جلدی کرو' جلدی کرو' ایک آدمی ٹیلے پر کھڑا بآنگ دہل کہہ رہا ہے اے اللہ کے مہمانو! کھانے کی طرف چلے آؤ اور ایک پست قامت آدمی راستہ پر کھڑا اعلان کر رہا ہے اے اللہ کے مہمانو! جو کھا چکا ہے وہ پچھلے پہر کے کھانے کے لئے آئے' اس منظر نے مجھے عجب مخمصے میں ڈال دیا میں صورت حال معلوم کرنے کے لئے رئیس قوم سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ میرے ساتھ والے آدمی نے میری یہ کیفیت بھانپ کر کہا وہ تیرے سامنے ہے' وہاں ایک رئیس ہیں' اس کے رخسار سرخ ہیں اور

جبین ستارہ کی طرح شعلہ زن ہے' سیاہ عمامہ سر پر آراستہ ہے' اس سے سیاہ اور چمکدار بال نمودار ہو رہے ہیں گویا وہ سیاہ آبنوس ہے۔ (ایک روایت میں ہے) کہ وہ سیاہ فام کرسی پر براجمان ہے اور اس کے سامنے قالین بچھا ہوا ہے' اس کے ہاتھ میں چھڑی ہے' اس سے پہلو کو سہارا دیئے ہوئے ہے۔ گرد ونواح میں مشائخ و اکابر چپ چاپ تشریف فرما ہیں۔ مجھے شام کے ملک سے معلوم ہوا تھا کہ ناخواندہ نبی کے ظہور کا وقت آن پہنچا ہے' جب میں نے اس حسین و جمیل رئیس کو دیکھا تو سمجھا کہ یہ وہی نبی ہے چنانچہ میں نے کہا' اسلام علیک یارسول اللہ ﷺ! تو اس نے کہا نہ' نہ' قطعاً نہیں' اس کے ظہور کا وقت قریب ہے' کاش میں وہ ہوں' میں نے کسی سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ ابو حنظلہ ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ میں واپس چلا آیا اور میں بے ساختہ کہہ رہا تھا واللہ! یہ ہے مجد و شرف شام اور غسان کا جاہ و جلال اس کے سامنے ہیچ ہے' ہاشم کا کھانے کا یہ اہتمام تھا' جو اس کا منصب تھا' ایام حج میں۔

عبدالمطلب کا خواب : ابونعیم' ابو جہم سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوطالب سے سنا وہ عبدالمطلب کا خواب بیان کر رہے تھے کہ میں حطیم میں سویا ہوا تھا' مجھے ایک خوفناک خواب آیا' جس سے میں بے حد پریشان ہوا چنانچہ میں قریش کی کاہنہ کے پاس آیا میں ریشمی چادر میں ملبوس تھا' بال کندھوں پر لٹک رہے تھے میں اس وقت رئیس قوم تھا' جب کاہنہ نے مجھے دیکھا اور میرے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے تو اس نے کہا' ہمارے رئیس کا کیا حال ہے؟ پراگندہ حال کیوں ہے؟ کیا حوادثات زمانہ سے پریشان ہے؟ میں نے کہا' کیوں نہیں --- کاہنہ سے بات کرنے کا دستور تھا کہ بات کرنے والا اس کے دائیں ہاتھ کو بوسہ دیتا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو کر اپنی بپتا سناتا --- میں یہ آداب گفتگو بجا نہ لایا کہ میں رئیس قوم تھا' چنانچہ میں نے بیٹھ کر اپنا خواب سنایا کہ میں حطیم میں سو رہا تھا' گویا ایک درخت فلک بوس ہے اور اس کی شاخیں دور دور مشرق و مغرب میں دراز ہیں' اور ایک روشنی دیکھی جو سورج سے ستر گنا زیادہ منور ہے' عرب و عجم اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں اور روشنی لحہ بہ لحہ تیز ہو رہی ہے اور اوپر کو بلند ہو رہی ہے۔ کبھی ماند پڑ جاتی ہے اور کبھی زیادہ روشن ہو جاتی ہے اور میں نے دیکھا قریش درخت کی شاخوں سے لپٹ رہے ہیں اور چند قریشی اس کے کاٹنے کے درپے ہیں۔ جب کاٹنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں تو ایک نہایت حسین و جمیل اور معطر بے مثال نوجوان ان کو پیچھے ہٹا رہا ہے' ان کی کمریں توڑ رہا ہے اور آنکھیں پھوڑ رہا ہے' میں نے درخت کی شاخ پکڑنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو اس نوجوان نے مجھے منع کر دیا۔ میں نے پوچھا یہ کس کے نصیب و مقسوم میں ہے؟ تو اس نے کہا یہ لوگ جو پہلے سے چمٹ رہے ہیں ان کا مقدر ہے۔ پھر میں پریشان اور خوف زدہ بیدار ہوا۔ سنانے کے بعد میں نے دیکھا کہ کاہنہ کا چہرہ فق ہو چکا ہے۔ پھر اس نے کہا تیرے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تیری نسل سے ایک آدمی پیدا ہو گا جو مشرق و مغرب کا مالک ہو گا اور لوگ اس کے تابع ہوں گے۔ پھر عبدالمطلب نے ابوطالب سے کہا ممکن ہے کہ تو ہی یہ موعود مولود ہو' ابوطالب یہ خواب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد بیان کیا کرتے تھے۔ واللہ! یہ پرنور درخت ابوالقاسم محمدؐ امین ہیں۔ ابوطالب سے کوئی کہتا کہ تم کیوں مسلمان نہیں ہوتے تو وہ جواب دیتے' صرف عار اور طعن و ملامت مانع ہے۔

ابوسفیان کا ایک بے ساختہ فقرہ : ابونعیم' ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ عباس نے بتایا کہ ہم یمن کی طرف ایک تجارتی قافلہ میں روانہ ہوئے' قافلہ میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا' چنانچہ ہم یمن پہنچ گئے' ایک روز میں کھانے کا اہتمام کرتا ابوسفیان اور سب کو کھلاتا اسی طرح ابوسفیان بھی کرتا' ایک دن ابوسفیان نے مجھے کہا جناب ابوالفضل! آج میرے پاس تشریف لائیں اور کھانا بھی وہیں لیتے آئیں' چنانچہ ہم سب نے ان کے ڈیرے پر کھانا کھایا' لوگ کھانا کھا کر چلے آئے اور مجھے ابوسفیان نے اپنے پاس بٹھالیا اور کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا بھتیجا کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے؟ میں نے کہا میرا کون سا بھتیجا؟ تو ابوسفیان نے کہا مجھ سے چھپاتے ہو! تیرا صرف ایک بھتیجا ہی اس منصب کے اہل ہے۔ میں نے پھر پوچھا تاہم کون سا؟ تو اس نے کہا وہ محمدؐ بن عبداللہ نے' میں نے پھر کہا کیا اس نے ایسا کہا ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا ہاں اس نے ایسا کہا ہے اور اس نے اپنے لڑکے حنظلہ بن ابوسفیان کا ایک مکتوب نکالا' اس میں درج تھا کہ محمدؐ نے ابطح وادی میں کھڑے ہو کر کہا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں' یہ سن کر عباس نے کہا جناب ابو حنظلہ میں اسے صادق سمجھتا ہوں تو ابوسفیان نے کہا ذرا غور کرو جناب! مجھے اس کا یہ کہنا پسند نہیں۔ اے بنی عبدالمطلب! مجھے اس بات کا کوئی خطرہ نہیں کہ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہو' واللہ! قریش تمہارے بارے شرارت اور فسادی گمان رکھتے ہیں' جناب میں یہ بات خدا کا واسطہ دے کر کہہ رہا ہوں کیا آپ نے سماعت فرمالیا' عباس کہتے ہیں' میں نے کہا جی ہاں! میں نے سن لیا تو ابوسفیان نے کہا واللہ! یہ تمہارے لئے نحوست ہے۔ میں نے جواب دیا ممکن ہے مبارک ہو۔

چند روز بعد عبداللہ بن حذافہ مشرف بہ اسلام ہو کر یمن تشریف لائے اور یہ بات یمن کی ہر محفل میں پھیل گئی۔ ابوسفیان وہاں ایک مجلس میں بیٹھتے تھے' اس میں ایک یہودی عالم بھی آتا تھا' ابوسفیان سے اس نے پوچھا' یہ افواہ کیا ہے؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں اس مدعی نبوت کا چچا ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہاں' میں اس کا چچا ہوں' یہودی نے پوچھا حقیقی چچا؟ تو ابوسفیان نے کہا جی ہاں! تو اس نے کہا مجھے اس کے کچھ حالات بتا؟ تو ابوسفیان نے کہا' مجھے گوارا نہیں کہ وہ اس بات کا مدعی ہو' میں اس پر نکتہ چینی نہیں کرنا چاہتا اور نہ کسی کو اس پر ترجیح دینا چاہتا ہوں۔ (یہودی سمجھ گیا کہ وہ اس بات میں دخل دینا پسند نہیں کرتا اور نہ وہ نکتہ چینی کرنا چاہتا ہے) تو یہودی نے کہا تورات موسیٰ کی قسم! یہود کو اس سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔

عباس کہتے ہیں پھر مجھے یہودی عالم نے بلا بھیجا' میں دوسرے روز اس مجلس میں گیا۔ وہاں ابوسفیان اور وہ عالم بھی موجود تھے' میں نے یہودی عالم سے پوچھا مجھے معلوم ہوا کہ تم نے میرے بھتیجے کے بارے کسی سے دریافت کیا ہے کہ وہ نبوت کا دعویدار ہے اور اس نے کہا ہے وہ اس کا چچا ہے حالانکہ وہ اس کا حقیقی چچا نہیں البتہ وہ میرا بھتیجا ہے۔ میں اس کا چچا اور اس کے والد کا بھائی ہوں۔ یہودی عالم نے حیرانی سے پوچھا (اخو ابیہ) اس کے والد کا بھائی؟ میں نے کہا بالکل' تو اس نے ابوسفیان سے مخاطب ہو کر پوچھا درست ہے؟ تو ابوسفیان نے "ہاں" کہا' پھر میں نے یہودی کو کہا پوچھو' اگر میں غلط بیانی کروں تو یہ تردید کر دے' چنانچہ اس نے مجھ سے پوچھا' خدارا بتاؤ کیا تمہارے بھتیجے نے کبھی لادینی اور نادانی کا مظاہرہ کیا ہے؟ میں نے کہا

عبدالمطلب کے خدا کی قسم! اس نے کبھی جھوٹ بولا ہے نہ خیانت کی ہے۔ قریش میں "امین" کے نام سے معروف ہیں۔ اس نے پوچھا کیا وہ لکھنا جانتے ہیں؟ عباس کہتے ہیں' میرے خیال میں تھا لکھنا ایک خوبی ہے' چنانچہ میرا خیال ہوا کہ میں کہہ دوں کہ وہ نوشت و خواند سے واقف ہے' لیکن ابوسفیان کی تردید کے خطرے سے میں نے کہا "وہ لکھنا نہیں جانتا" یہ سن کر وہ عالم بے ساختہ اچھل پڑا اور اس کی چادر گر گئی اور اس نے برملا کہا' یہودی تباہ ہو گئے' یہودی نیست و نابود ہو گئے۔ عباس کہتے ہیں کہ جب ہم اس مجلس سے اپنے ڈیرے پر آئے تو ابوسفیان نے کہا جناب! آپ کے بھتیجے سے تو یہودی خائف ہیں' میں نے کہا' تم نے ماجرا دیکھ ہی لیا ہے۔ جناب اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہوئے تو تمہارا شمار اولین مسلمانوں میں ہو گا۔ بصورت دیگر آپ کے ہمراہ اور لوگ بھی ہیں' یہ سن کر ابوسفیان نے کہا جب تک میں "کداء" میں حملہ آور فوج نہ دیکھ لوں' مسلمان نہ ہوں گا' عباس کہتے ہیں میں نے اس سے پوچھا یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ تو اس نے کہا بے ساختہ یہ فقرہ میری زبان پر آگیا ہے' مگر مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کداء پر حملہ آور فوج کو تباہ کر دے گا' عباس کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا اور ہم نے "کداء" سے فوج کو حملہ آور دیکھا تو میں نے ابوسفیان سے پوچھا' وہ بات یاد ہے؟ تو اس نے کہا واللہ! بالکل یاد ہے' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کی۔

یہ حدیث حسن ہے۔ اس سے نور و ضیا اور عمدگی ہویدا ہے اور اس پر صداقت کی جھلک ہے گو اس کی سند میں مجروح راوی ہیں' واللہ اعلم۔ اسی قبیل سے ایک واقعہ ابوسفیان کا امیہ بن ابی صلت کے ساتھ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے اور ہرقل کے ہمراہ بھی ابوسفیان کا ایک قصہ آئندہ بیان ہو گا' **وللّٰہ الحمد والمنۃ** حافظ ابونعیم نے دلائل میں احبار و رہبان اور مشائخ عرب سے بے شمار ایسے واقعات بیان کئے ہیں جو نہایت عمدہ اور اچھے ہیں' رحمہ اللہ۔

عمرو بن مرہ جہنی کا واقعہ : طبرانی حضرت یاسر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے عمرو بن مرہ جہنی نے بتایا کہ اسلام قبول کرنے سے قبل میں قوم کے چند افراد کے ہمراہ حج کرنے کے لئے مکہ آیا' میں نے مکہ میں خواب دیکھا کہ کعبہ سے ایک نور بلند ہو رہا ہے اور اس کی روشنی کوہ یثرب اور جہینہ کے کوہ اشعر تک پہنچ گئی اور نور میں سے ایک آواز سنی۔ (ظلمت اور تاریکی چھٹ گئی' روشنی بلند ہو کر پھیل گئی' خاتم انبیاء مبعوث ہو گئے) پھر دوبارہ روشنی نمودار ہوئی' میں نے اس سے جدہ کے محلات دیکھے اور مدائن کے سفید محل بھی' نیز میں نے نور میں سے یہ آواز سنی' اسلام ظاہر ہو چکا ہے۔ بت ٹوٹ گئے ہیں۔ صلہ رحمی کا دور شروع ہو چکا ہے' میں پریشان ہو کر جاگ اٹھا اور اپنے رفقاء سے کہا' واللہ! قریش میں کوئی نیا حادثہ رونما ہونے والا ہے اور میں نے ان کو اپنا خواب سنایا جب ہم وطن واپس چلے آئے تو مجھے کسی سے معلوم ہوا کہ احمدؐ مبعوث ہو چکے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نبی ہوں اور سب اولاد آدم کی طرف مبعوث رسول ہوں۔ میں ان کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں' میں ان کو قتل و غارت سے محفوظ رہنے اور صلہ رحمی کی تاکید کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بتوں کے ترک کرنے

کی تلقین کرتا ہوں' حج کرنے اور بارہ ماہ میں سے ماہ رمضان کے روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہوں' جو شخص ان احکام کی تعمیل کرے وہ جنت کا اہل ہے اور جو شخص انکار کرے وہ دوزخی ہے۔ اے عمرو! مسلمان ہو جا' اللہ تجھے دوزخ کی ہولناکی سے محفوظ رکھے گا' چنانچہ میں نے "اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ" کہا اور مسلمان ہو گیا اور آپ کے بیان کردہ حلال اور حرام پر ایمان لایا' اگرچہ اقوام عالم کو ناگوار گزرے' پھر میں نے آپ کو اپنے چند اشعار سنائے۔

ہمارے ایک بت کا میرا والد مجاور اور خادم تھا میں نے اس کو توڑ ڈالا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔

شهدت بأن الله حق وانني لآلهة الأحجار أول تارك
وشمرت عن ساق الازار مهاجراً اليك أجوب القفر بعد الدكادك
لاصحب خير الناس حماً ووالداً رسول مليك الناس فوق الحبائك

(میں شاہد ہوں کہ اللہ برحق ہے اور میں سب سے پہلے پتھر کے خداؤں کو ترک کرتا ہوں۔ میں نہایت کوشش و کاوش سے آپ کی طرف ہموار زمین کے بعد بیاباں کو عبور کرتا آیا ہوں۔ تاکہ میں سب سے بہتر انسان اور والد کا مصاحب اور رفیق ہو جاؤں' وہ اس اللہ کا رسول ہے جو آسمان پر لوگوں کا مالک ہے)

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن مرہ کو خوش آمدید کہا۔ بعد ازیں اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے قوم جہینہ کی طرف مبعوث فرما دیں شاید اللہ تعالیٰ ان پر بھی مہربان ہو جائے جیسے مجھ پر مہربان ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے مجھے مبعوث فرما کر نصیحت فرمائی' نرمی اختیار کر' سیدھی بات کہہ' سخت مزاج اور تند خو نہ ہو' تکبر نہ کر اور حسد نہ کر۔

مکتوب نبوی : چنانچہ وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور ان کو اسلامی تعلیمات کی دعوت دی' ماسوائے ایک آدمی کے ☆ سب قوم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی اور ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کو ایک مکتوب تحریر کر دیا جس کا مضمون ہے' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ مکتوب ہے اللہ کے حکم سے' رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے' صحیح تحریر' صداقت کی حامل' بدست عمرو بن مرہ جہنی بنام جہینہ بن زید' بے شک تمہارے لئے زمین کے اندر کی معدنیات اور ہموار و سہل زمین ہے اور وادیوں کا نشیب و فراز ہے' تم وہاں کاشت کرو اور اس کا صاف پانی نوش کرو بشرطیکہ تم خمس ادا کرو اور پانچ نمازیں ادا کرو' بکریوں اور اونٹوں کے کم سے کم نصاب میں اگر وہ ایک جگہ ہوں تو دو بکریاں زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر وہ علیحدہ علیحدہ ہوں تو ایک ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے۔ تجارتی سامان اٹھانے والے اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ زکوٰۃ میں عمدہ مال نہ لیا جاوے' تمام حاضر مسلمان نبی علیہ السلام کی تحریر پر شاہد ہیں جو قیس بن شماس کی تحریر ہے' مسند کبیر میں یہ مفصل مذکور ہے' بمع اشعار' وباللہ الثقة وعلیه التکلان

☆ اس آدمی نے کہا' عمرو! اللہ تیری زندگی تلخ کرے! تو ہمیں بت پرستی سے روکتا ہے اور آبائی دین کی مخالفت کر کے تفرقہ ڈالتا ہے اور تہامی نبی کی طرف بلاتا ہے۔ ایسا قطعاً نہ ہو گا اور نہ ہی ہم ان خیالات کو قبول کرتے ہیں اور نہ اہمیت دیتے ہیں پھر اس نے کہا۔

إن ابـــن مـــرة قـــد أتـــى بمقالـــة ليسـت مقالـــة مـن يريـد صلاحـا

إنـــي لأحســب قولـــه وفعالــــه يومـــاً وإن طـــال الزمـــان رياحـــا

(بے شک ابن مرہ ایک جدید مذہب لایا ہے جس کا مقصد اصلاح احوال نہیں' میں اس کے قول و فعل کو عبث اور بے وقعت سمجھتا ہوں' کیا تو آباء کو احمق اور سفیہ قرار دیتا ہے جو یہ مقصد لے کر آئے وہ ناکام و نامراد رہتا ہے)

پھر عمر بن مرہ جہنی نے اس سے کہا ہم میں سے جھوٹے کی' اللہ تعالیٰ زندگی تلخ کر دے اس کی زبان گنگ کر دے اور بینائی تلف کر دے۔ عمرو کا بیان ہے کہ اس کے دانت گر پڑے کھانے کی لذت سے محروم ہو گیا' اندھا اور گونگا ہو گیا۔ یہ واقعہ بعینہ اسی سند سے (البدایہ ج ۲ ص ۳۵۲/۳۵۱) پر ایک ورق پر درج ہے' صرف اس میں یہ بات مزید مذکور ہے جو ہم نے یہاں نقل کر دی ہے --- "ندوی"

خاص عہد : سورہ احزاب (۳۳/۷) میں ہے "اے پیغمبر وہ وقت یاد کر جب ہم نے پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور خاص تجھ سے بھی' نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے پکا اقرار لیا۔" بقول اکثر اسلاف' جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدمؑ سے **الست بربکم** کے وقت عہد و اقرار لیا تو انبیاء سے خاص عہد لیا اور ان کے ہمراہ بڑی شریعتوں کے حامل پانچ اولوالعزم انبیاء علیہم والسلام سے مزید اہتمام کے ساتھ خصوصی عہد ذکر کیا۔

کب نبوت عطا ہوئی : دلائل میں ابونعیم (ولید بن مسلم' اوزاعی' یحییٰ بن ابی کثیر' ابی سلمہ) ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت ہوا آپ نبوت سے کب سرفراز ہوئے؟ تو آپ نے فرمایا' تخلیق آدم اور اس میں روح پھونکنے کے درمیانی عرصہ میں' امام ترمذی نے یہ حدیث بیان کر کے کہا ہے یہ حدیث حسن غریب اور صرف اسی سند سے مروی ہے۔ ابونعیم' (سلیمان بن احمد' یعقوب بن اسحاق بن زبیر حلبی' ابو جعفر نفیلی' عمرو بن واقد' عروہ بن رویم' صنابحی)' عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ "**متی کنت نبیا قال و آدم منجدل فی الطین**" آپ نبوت سے کب سرفراز ہوئے تو آپ نے فرمایا اس وقت آدم ابھی آب و گل میں تھا۔ ابونعیم' (نضر بن مزاحم' قیس بن ربیع' جابر جعفی' **شعبی**) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت ہوا **متی کنت نبیا؟** آپ کو نبوت کب عطا ہوئی؟ فرمایا (**وآدم بین الروح والجسد**) اس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

پیشانیوں پر نور : اللہ تعالیٰ نے پشت آدم سے ذریت کو پیدا کیا اور انبیاء علیہم السلام کی پیشانیوں پر نور کا جلوہ کیا اور یہ نور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے حسب مراتب تھا' بنابریں محمدؐ کا نور سب سے زیادہ روشن اور جلی ہے اور سب سے زیادہ عظیم اور اعلیٰ ہے۔ یہ بات آپ کے عالی مقام اور بلند رتبہ ہونے کی بڑی حجت اور علا... بن صالح'

سعید بن سوید کلبی' عبداللہ اعلیٰ بن ہلال سلمی' عرباض بن ساریہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم انبیاء ہوں' آدمؑ ابھی اپنی مٹی میں پڑے تھے' آپ کو اپنے اس امر کے آغاز کی بابت بتاتا ہوں' میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں' عیسیٰؑ کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔ اسی طرح نیک لوگوں کی مائیں خواب دیکھا کرتی ہیں۔ یہ روایت عبدالرحمان مہدی سے لیث اور ابن وہب بھی بیان کرتے ہیں۔ نیز عبداللہ بن صالح بھی معاویہ بن صالح سے بیان کرتا ہے اس میں اضافہ ہے کہ والدہ نے وضع حمل کے وقت نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

امام احمدؒ (عبدالرحمان' منصور بن سعید' بدیل' عبداللہ بن شقیق) "میسرہ فجر" سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا **متی کنت نبیا؟ قال وآدم بین الروح والجسد**' یہ سند جید ہے' اسی طرح ابراہیم بن طہمان' حماد بن زید اور خالد حذاء' بدیل بن میسرہ سے بھی نقل کرتے ہیں۔ ابو نعیم' (محمد بن عمر بن اسلم' محمد بن بکر بن عمرو باہلی' شیبان' حسن بن دینار' عبداللہ بن سفیان) میسرہ فجر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ **متی نبیا؟ قال وآدم بین الروح والجسد** دلائل النبوۃ میں ابو نعیم (ابو عمرو بن حمدان' حسن بن سفیان' ہشام بن عمار' ولید بن مسلم' خلید بن دعلج اور سعید' قتادہ' حسن) ابو ہریرہؓ سے **واذا اخذنا من النبیین میثاقھم** (۳۳/۲۷) کی تفسیر کے تحت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تخلیق میں سب انبیاء سے اول ہوں اور بعثت میں سب سے آخر میں ہوں۔" ابو نعیم' (ہشام بن عمار' بقیہ' سعید بن نسیر' قتادہ' حسن) ابی ہریرہؓ سے مرفوع روایت' سابقہ روایت کے موافق بیان کرتے ہیں۔ ابو نعیم سے یہ روایت بہ سند سعید بن ابی عروبہ اور شیبان' قتادہ' حسن بصری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اس روایت کا مفہوم بھی پہلی کی طرح ہے) اس روایت کا موقوف ہونا بہ نسبت مرفوع ہونے کی صحیح تر اور اثبت ہے' واللہ اعلم۔

یہ روایات ملاء اعلیٰ میں رسول اللہ ﷺ کے ذکر خیر اور تعریف و ستائش کی آئینہ دار ہیں اور آپؐ ملاء اعلیٰ میں "خاتم انبیاء" کے نام سے معروف ہیں جبکہ آدمؑ معرض وجود میں بھی نہ آئے تھے کیونکہ زمین و زمان کی تخلیق سے قبل یہ بات لامحالہ علم الٰہی میں تھی بنابریں اس سے متبادر ہے کہ ملاء اعلیٰ میں آپ کا تذکرہ تھا' واللہ اعلم۔ ابو نعیم' (عبدالرزاق' معمر' ہمام) ابو ہریرہؓ سے متفق علیہ روایت بیان کرتے ہیں ہم آخری امت ہیں۔ بروز قیامت سب سے سابق ہوں گے' سب کائنات سے قبل ہمارا فیصلہ ہو گا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اہل کتاب کو ہم سے قبل کتاب عطا ہوئی اور ہمیں ان کے بعد۔ ابو نعیم نے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعثت میں آخر تھے اور آپ پر نبوت ختم ہوئی اور آپ ہی قیامت کے روز سابق ہوں گے' کیونکہ نبوت اور اخذ عہد میں آپ سب سے مقدم تھے۔ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کی مظہر ہے. کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی تخلیق سے قبل آپ کو نبوت سے سرفراز فرما دیا تھا اور یہ بھی امکان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے "آخری نبی ہونے" کا علم اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو پہلے عطا کر دیا ہو جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں' واللہ اعلم۔

حق محمد اور ایک روایت : مستدرک میں حاکم نے (عبدالرحمان بن زید بن اسلم (مجروح راوی)' ابوہ' جدہ) عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدمؑ نے غلطی کا ارتکاب کیا تو اس نے کہا اے پروردگار میں "حق محمد" کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرما دے' اللہ نے پوچھا اے آدم! ہنوز میں نے محمدؐ کو پیدا نہیں کیا' تجھے کیسے معلوم ہوا؟ آدم عرض کرنے لگا' یارب تو نے میرا پتلا بنا کر روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پائے پر کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر شدہ دیکھا' مجھے معلوم ہوا کہ تو نے اپنے مبارک نام کی نسبت و اضافت اپنی محبوب تر مخلوق کی طرف کی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تو نے درست کہا ہے' واقعی وہ مجھے سب کائنات سے محبوب ہے اور جبکہ تو نے اس کے حق کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے تو میں نے بخش دیا اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ بقول امام بیہقی اس روایت میں عبدالرحمان راوی ضعیف ہے' واللہ اعلم۔

اس کی مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو' سیرت انبیاء ترجمہ البدایہ والنہایہ از ہدایت اللہ ندوی ص ۱۲۳۔

ہر نبی نے اعلان کیا : واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ (۳/۸۱) کی تفسیر کے ذیل میں حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ہر نبی سے اللہ تعالیٰ نے یہ پختہ عہد لیا تھا کہ ان کی زندگی میں محمدؐ مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لا کر ان کا مددگار ہو گا اور اس طرح ہر نبی کو اپنی امت سے بھی یہ عہد لینے کا ارشاد ہوا' سب گذشتہ ادیان و ملل میں انبیاء علیہم السلام کی زبان مبارک سے آپ کی تعظیم و توقیر اور عظمت و شوکت کا اظہار ہوا اور آپ کے آخری نبی ہونے کا برملا اقرار ہوا۔

بہترین وضاحت : ربنا وابعث فیھم رسولا منھم (۲/۱۲۹) بیت اللہ کی تعمیر سے فراغت کے بعد معمار حرم' ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرما کر آپ کی آمد' نبوت و رسالت اور آپ کے مولد و منشا کی صراحت کی اور آپ کی حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ کو وضاحت سے بیان کیا' چنانچہ اس قدر جلی اور واضح بیان روئے زمین پر سب سے اول ابراہیم نے فرمایا' بنابریں یہ روایت ہے کہ امام احمد' (ابوالنضر' فرج بن فضالہ' لقمان بن عامر) ابو امامہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کی نبوت کا آغاز کس طرح ہوا؟ تو آپ نے فرمایا باپ ابراہیم کی دعا سے' عیسیٰ کی بشارت سے اور والدہ کے خواب سے کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور نمودار ہوا جس سے شام کے محلات جگمگا اٹھے (تفرد بہ احمد' یہ صحاح ستہ میں نہیں ہے) کتاب المولد میں ابوبکر بن ابی عاصم (بقیہ' صفوان بن عمرو' حجر بن حجر) ابو مریق سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی اور اعرابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کی نبوت کی ابتدا کیسے ہوئی؟ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے نبوت کا پختہ عہد لیا جیسے دیگر انبیائے کرام سے لیا اور والدہ نے خواب دیکھا کہ ان کے جسم مبارک سے ایک نور ظہور ہوا جس سے شام کے محلات منور ہو گئے۔

معجزہ اور اس کی تفصیل : امام ابن اسحاق بن یسار' (ثور بن یزید' خالد بن معدان) صحابہ کرام سے بیان کرتے ہیں کہ ... وضاحت

فرمایئے؟ تو آپ نے فرمایا' ابراہیم کی دعا' عیسیٰ کی بشارت' والدہ کا خواب' بوقت حمل ان کے جسم اطہر سے ایک نور خارج ہوا' جس سے شام کا شہر بصریٰ منور ہو گیا۔ (اسنادہ جید) ابن کثیر فرماتے ہیں یہ ہمارے شہر بصریٰ کے باشندوں کے لئے عظیم بشارت ہے اور یہ ملک شام میں سے پہلا خطہ ہے جو نور نبوت کا مظہر ہے' واللہ اعلم۔ بنابریں یہ علاقہ ملک شام میں سے سب سے پہلے ابوبکر کی خلافت میں صلح سے فتح ہوا (جیسا کہ مفصل بیان ہو گا) اور اس مقام میں رسول اللہ ﷺ چچا ابو طالب کے ہمراہ ۱۲ سال کی عمر میں ایک دفعہ تشریف لائے اور بحیریٰ راہب سے ملاقات ہوئی اور دوسری دفعہ حضرت خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ تجارتی قافلہ میں تشریف لائے اور وہاں "مبرک ناقہ" ہے جس کے بارے مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ناقہ یہاں بیٹھی تھی اور یہاں اس کے آثار و نشانات تھے اور آج کل ۷۷۴ھ یہاں مسجد تعمیر ہو چکی ہے اور یہ وہی شہر ہے جس میں اس آگ کی روشنی سے اونٹوں کی گردنیں نظر آ رہی تھی جو ارض حجاز سے ۶۵۴ھ میں (رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی" کے مطابق ظاہر ہوئی تھی کہ ارض حجاز سے ایک آگ نمودار ہو گی جس سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی) سورہ اعراف (۷/۱۵۷) میں ہے یہ لوگ وہ ہیں جو اس پیغمبران پڑھ نبی کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

بستر مرگ پر یہودی بچے کا مسلمان ہونا : امام احمد (اسماعیل' جریری' ابوصخر عقیلی' یکے از اعراب) بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں' مدینہ منورہ میں سامان تجارت فروخت کر کے فارغ ہوا تو میرے دل میں آیا کہ میں اس آدمی (نبی علیہ السلام) سے ضرور ملاقات کروں گا چنانچہ آپ کو ابوبکر و عمر کے درمیان چلتے ہوئے پایا میں آپ کے پیچھے ہو لیا آپ ایک یہودی کے پاس آئے وہ تورات پڑھ کر اپنے دل کو تسلی دے رہا تھا کہ اس کا حسین و جمیل لخت جگر موت کی کشمکش میں تھا اور یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تجھے اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے تورات نازل فرمائی ہے' کیا تو اس کتاب میں میری صفات اور میری ہجرت گاہ کا ذکر پاتا ہے؟ تو اس نے سر کی جنبش سے انکار کیا تو بستر مرگ پر دراز بیٹے نے کہا واللہ! ہم کتاب میں آپ کی صفات اور ہجرت گاہ کا ذکر پاتے ہیں اور میں شاہد ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس یہودی کو اپنے بیمار بھائی سے الگ کر دو' پھر آپ نے اس کا جنازہ پڑھ کر دفن کیا' یہ سند عمدہ ہے اور صحیح بخاری میں انسؓ بن مالک کی روایت میں اس کی شاہد ہے۔

عذر لنگ : ابوالقاسم بغوی' (ابو بحر عبدالواحد بن غیاث' عبدالعزیز بن مسلم' عاصم بن کلیب' ابوہ) ملتان بن قاسم سے بیان کیا ہے کہ اس کے ماموں نے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھا کہ آپ کی نگاہ ایک یہودی جو قمیص شلوار اور جوتا پہنے تھا' پر پڑی آپ اس سے بات چیت کرنے لگے وہ آپ کو یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر جواب دے رہا تھا آپ نے اس سے پوچھا کیا تو میری رسالت کی گواہی دیتا ہے' اس نے انکار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تو' تورات پڑھتا ہے؟ اس نے "جی ہاں" کہا تو پوچھا انجیل پڑھتا ہے تو بھی اس نے اثبات میں جواب دیا تو پھر آپ نے پوچھا قرآن پڑھا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دے کر کہا اگر آپ

چاہیں تو میں پڑھ سکتا ہوں' تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تو اپنے تورات اور انجیل کے پڑھنے کی بدولت بتا کہ تو میری نبوت کا ذکر ان میں پاتا ہے تو اس نے کہا ہم آپ کی صفات اور ہجرت گاہ کا ذکر اس میں پاتے ہیں' جب آپ کا ظہور ہوا تو ہم امیدوار تھے کہ آپ ہماری نسل سے ہوں گے' پھر جب ہم نے آپ کو بغور دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ وہ نہیں ہیں' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے یہودی! یہ کیونکر؟ تو اس نے کہا ہم یہ تحریر پاتے ہیں کہ اس کی امت کے ستر ہزار آدمی بلا حساب جنت میں جائیں گے' آپ کے ہمراہ تو نہایت قلیل لوگ ہیں' تو آپ نے فرمایا میری امت تو کئی ستر ہزار سے متجاوز ہے۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور صحاح ستہ میں مذکور نہیں۔

علم باردوش : محمد بن اسحاق' (سالم مولی عبداللہ بن مطیع) ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہود کے پاس تشریف لائے اور ان سے کہا اپنے بڑے عالم کو لاؤ' انہوں نے کہا عبداللہ بن صوریا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے تنہائی میں پوچھا اور اسے دین اسرائیل پر انعامات اور من و سلویٰ کے احسانات یاد دلا کر دریافت کیا' کیا تو جانتا ہے کہ میں "رسول اللہ" ہوں؟ تو اس نے کہا "جی ہاں" تو آپ نے فرمایا مسلمان ہونے سے کیا مانع ہے؟ تو اس نے کہا مجھے اپنی قوم کی مخالفت پسند نہیں' وہ بھی مسلمان ہو جائیں گے تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔

مکتوب نبوی : سلمہ بن فضل (محمد بن اسحاق' محمد بن ابی محمد' عکرمہ) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود خیبر کو مکتوب تحریر فرمایا' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' محمد رسول اللہ ﷺ کے جانب سے جو موسیٰ اور ہارون کا رفیق ہے اور موسیٰؑ کی تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے' سنو! اے گروہ یہود! کیا تم یہ صفات اپنی کتاب میں موجود پاتے ہو؟ (۴۸/۲۹) کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں' آپس میں رحمدل ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کر رہے ہیں' اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں' ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے' یہی وصف ان کا تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کر دیا پھر موٹی ہو گئی پھر اپنے تنا پر کھڑی ہو گئی' کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمان داروں اور نیک کام کرنے والوں کے لئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ (۲۹/۴۸)

میں اس اللہ کی قسم دے کر تم سے کہتا ہوں جس نے تم پر تورات اتاری اور تمہارے اسلاف پر من و سلویٰ اتارا اور تمہارے آباء و اجداد کے لئے سمندر خشک کیا حتیٰ کہ فرعون سے نجات بخشی کہ تم بتاؤ؟ کیا تم تورات میں یہ موجود پاتے ہو کہ محمدؐ پر ایمان لاؤ' اگر یہ بات تورات میں موجود نہیں تو کوئی جبر و اکراہ نہیں' بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے' میں تم کو اللہ اور اس کے نبی کی طرف بلاتا ہوں۔

بخت نصر کا خواب اور دانیال کی تفسیر : کتاب المبتدا میں محمد بن اسحاق بن یسار نقل کرتے ہیں کہ بخت نصر کو ... سال بعد ایک

خوفناک خواب آیا اس نے کاہنوں اور تعبیر لگانے والوں کو اکٹھا کر کے خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا خواب بتایئے' بخت نصر نے کہا خواب تو میں بھول گیا' سنو اگر تین روز تک مجھے خواب کی تعبیر معلوم نہ ہوئی تو سب کو تہ تیغ کر دوں گا۔ وہ اس خوفناک وعید اور دھمکی کو سن کر چلے آئے' یہ بات دانیال ؑ نبی کو بھی معلوم ہو گئی جو بخت نصر کی جیل میں محبوس تھے تو دانیال ؑ نے جیل کے داروغہ کو کہا' بخت نصر کو بتاؤ کہ جیل میں ایک آدمی ہے جو تیرے خواب اور اس کی تعبیر کو جانتا ہے' چنانچہ بخت نصر نے اس کو طلب کیا اور دانیال ؑ اس کے پاس آیا اور حسب دستور اس کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوئے تو اس نے پوچھا مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس کو بتایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہے اور مجھے غیر کو سجدہ کرنے سے منع کیا ہے' بخت نصر نے کہا میں ان لوگوں کو پسند کرتا ہوں جو اپنے رب کے عہد و پیمان کے پابند ہیں' آپ میرے خواب کی تعبیر بتائیں تو دانیال ؑ نے کہا' تم نے ایک عظیم بت دیکھا ہے' جس کے پاؤں زمین پر ہیں اور اس کا سر فلک بوس' اس کا سر سونے کا ہے' دھڑ چاندی کا اور نچلا حصہ تانبے کا' پنڈلیاں لوہے کی اور پاؤں پختہ مٹی کے' تو اس حسن اور دل آویز ساخت پر فریفتہ ہو گیا' اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس پر پتھر پھینکا اور وہ اس کے سر پر پڑا تو وہ چکنا چور ہو گیا اس کی سب معدنیات اس قدر باہم مخلوط ہو گئیں کہ سب جنات اور نوع انسان بھی مل کر ان کو جدا جدا نہیں کر سکتے اور وہ پتھر جو اس کے سر پڑا ہے وہ لحہ بہ لحہ بڑھ رہا ہے یہاں تک کہ تجھے ماسوائے پتھر اور آسمان کے کچھ نظر نہیں آتا

یہ سن کر بخت نصر نے خواب کی تصدیق کی اور تعبیر پوچھی۔ تو دانیال ؑ نے کہا مختلف معدنیات سے تیار کردہ بت' اقوام عالم ہیں اور وہ پتھر جو بت کے سر پر گرا ہے وہ اللہ کا دین ہے' اخیر زمانہ میں اللہ تعالیٰ اس کو اقوام عالم پر پھینکے گا اور اس دین کو غالب اور فتح یاب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ عرب میں سے ایک ناخواندہ نبی مبعوث کرے گا اور جملہ اقوام و ادیان کو پاش پاش کر دے گا جیسا کہ تم نے دیکھا ہے کہ پتھر نے بت کو ریزہ ریزہ کر دیا اور وہ ساری دنیا پر چھا جائے گا۔ جیسا کہ تم نے دیکھا کہ پتھر ساری دنیا پر محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نبی کی ہدایت حق کو غالب کرے گا اور باطل کو ختم کرے گا گمراہوں کو ہدایت نصیب کرے گا' ان پڑھوں کو تعلیم یافتہ بنائے گا' کمزوروں کو طاقتور بنائے گا' ذلیل و رسوا لوگوں کو عزت بخشے گا اور کمزوروں کی نصرت و حمایت کرے گا پھر مزید قصہ بیان کیا ہے جس میں دانیال کی بدولت اسرائیل کی بخت نصر سے رہائی مذکور ہے۔

واقدی نے متعدد اسناد سے مغیرہ بن شعبہ کا مقوقس شاہ اسکندریہ کے پاس جانا اور اس کا مغیرہ ؓ سے رسول اللہ ﷺ کی صفات کے بارے دریافت کرنا بیان کیا ہے (قریباً ابوسفیان ؓ سے ہرقل کے سوالات کے مطابق) یہ ایک طویل قصہ ہے جو حافظ ابو نعیم نے دلائل میں بیان کیا ہے اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کے "مدارس" میں ان سے کہا اے معشر یہود! تم دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤ' واللہ تم میری ذات و صفات کا ذکر اپنی کتابوں میں پاتے ہو "الحدیث"

تورات اور قرآن میں آپ کی صفات : امام احمد (موسیٰ بن داؤد' فلیح بن سلیمان' بلال بن علی) عطاء بن یسار سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے تورات میں مذکور رسول اللہ ﷺ کی

صفات کے بارے دریافت کیا تو اس نے کہا' واللہ! قرآن کی بیان کردہ صفات کے مطابق تورات میں بھی آپ کی صفات مذکور ہیں۔ اے نبی! ہم نے آپ کو بلاشبہ گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ان پڑھوں کا حرز جان' تو میرا بندہ ہے اور رسول۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے' آپ نہ تند خو ہیں نہ سنگدل نہ بازاروں میں شوروغل مچانے والے' برائی کا بدلہ برائی نہیں دیتے بلکہ معاف فرمادیتے ہیں جب تک دین کی کجی درست نہ ہوگی اور لوگ کلمہ توحید کے قائل نہ ہوں گے اللہ تعالیٰ آپ کو فوت نہیں کرے گا' اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اندھوں کو بصیرت عطا کرے گا اور بہروں کو قوت سماعت سے نوازے گا اور منور دلوں کو ہدایت نصیب کرے گا۔

یہ روایت امام بخاری نے بذریعہ محمد بن سنان عوفی' فلیح سے بیان کی ہے۔ نیز عبداللہ بن رجاء یا عبداللہ بن صالح سے عبدالعزیز بن ابی سلمہ کی معرفت ہلال سے بیان کی ہے اور ابن جریر نے فلیح از ہلال از عطا بیان کی ہے اور اس میں اضافہ ہے کہ پھر میں نے کعب سے دریافت کیا تو اس نے بھی بلا کم و کاست یہی بیان کیا اور "بیوع" میں ہے' سعید از ہلال از عطا از عبداللہ بن سلام۔ حافظ بیہقی (ابوالحسین بن مفضل قطان' عبداللہ بن جعفر' یعقوب بن سفیان' ابو صالح' لیث' خالد بن یزید' سعید بن ابی ہلال بن اسامہ' عطا بن یسار) ابن سلام سے بیان کرتے ہیں **انا لنجد صفة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انا ارسلناک شاهدا ومبشرا ونذیرا اوحرز الا مبین انت عبدی ورسولی' سمیته المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا ضحاک فی الا سواق ولا یجزی السیئة بمثلها ولکن یعفو و یتجاوز ولن یقبضه حتی یقم به الملة العوجاء بان شهدوا ان لا اله الا اللّٰه' یفتح به اعینا عمیا وآذانا صما وقلوبا غلفا۔ وقال عطا ابن یسار اخبرنی اللیثی انه سمع کعب الاحبار یقول مثل ماقال ابن سلام** (اس کا ترجمہ مذکور بالا روایت عبداللہ بن عمرو کی طرح ہے)

تورات : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس روایت کا عبداللہ بن سلام سے بیان ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ لیکن اکثر عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے' علاوہ ازیں جنگ یرموک میں ان کو اہل کتاب کی کتابوں کے دو بنڈل ملے تھے وہ ان سے بیان کیا کرتے تھے۔ اکثر اسلاف اہل کتاب کی تمام کتب پر "تورات" کا نام اطلاق کرتے ہیں' یہ نام ان کے نزدیک موسیٰؑ پر نازل شدہ تورات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے۔

آپ کی صفات : یونس (ابن اسحاق' محمد بن ثابت بن شرحبیل' ابن ابی اوفی) ام درداءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کعب احبار سے پوچھا کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی صفات کیا ہیں؟ تو اس نے بتایا محمد اللہ کے رسول' متوکل' نہ تندخو نہ سنگدل' نہ بازاروں میں شوروغل کرنے والے' آپ کو مفاتیح اور چابیاں عطا ہوئی ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اندھوں کو بینائی عطا کرتا ہے اور بہروں کو قوت سماعت دیتا ہے اور کج زبانوں کو راہ راست پر لاتا ہے کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی توحید کے قائل ہوں ان کے ذریعہ اللہ مظلوم کی حمایت کرتا ہے (اس سند کے علاوہ بھی کعب سے مذکور ہے)

بیہقی (حاکم' ابوالولید فقیہ' حسن بن سفیان' عقبہ بن مکرم' ابو قطن عمرو بن ہیثم حمزہ بن زیات' سلیمان اعمش' علی

بن مدرک' ابو زرعہ) ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں (وما کنت بجانب الطور اذ نادینا) (۲۸/۴۶) پکارے اور آواز دیئے گئے' اے امت محمد! دعا مانگنے سے قبل میں نے تمہاری دعا قبول کر لی اور قبل از سوال تمہیں عطا کر دیا۔

زبور میں خیر الامم کا ذکر : وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کو زبور میں وحی فرمائی کہ تیرے بعد ایک نبی آئے گا ان کا نام احمد اور محمد ہو گا' راست باز' سید' میں اس پر کبھی ناراض نہ ہوں گا اور نہ وہ مجھے ناراض کرے گا اور میں نے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں' ان کی امت مرحومہ اور رحمت یافتہ ہے' میں نے امت مرحومہ کو گذشتہ انبیاء کرام کے ایسے انعامات سے نوازا ہے' میں نے اس پر وہ فرائض عائد کئے ہیں جو سابقہ انبیاء و رسل پر عائد تھے وہ امت میرے پاس قیامت کے روز آئے گی' اس کا نور سابقہ انبیاء کے نور کی مثل ہو گا' پھر بیان کیا اے داؤد! میں نے امت محمدؐ کو خیر الامم اور سب امتوں سے افضل قرار دیا ہے۔

گذشتہ کتابوں میں آپ کے ذکر خیر کی تصدیق قرآن مجید سے : اہل کتاب کی کتابوں میں آپ کے متعلق معلومات موجود ہیں اور یہ ضروریات دین کا جز ہیں۔ متعدد آیات اس بات کی شاہد ہیں من جملہ ان آیات کے (۲۸/۵۳) جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر پڑھا جاتا ہے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے' ہمارے رب کی طرف سے یہ حق ہے' ہم تو اس کو پہلے ہی مانتے تھے۔

۲/۱۴۶ میں ہے وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی تھی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں بے شک کچھ لوگ ان میں سے حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

۱۷/۱۰۷ میں ہے بے شک وہ لوگ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جب ان پر پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں پر سجدہ میں گرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے' بے شک ہمارے رب کا وعدہ ہو کر رہے گا' یعنی محمد ﷺ کے وجود مسعود اور ان کی رسالت کا وعدہ لامحالہ پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس کو کوئی مانع نہیں۔

۵/۸۳ میں ہے اور جب اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر اتری' تو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ آنسوؤں سے بہتی ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا' کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں تو ہمیں ماننے والوں کے ساتھ لکھ لے۔

شاہ حبش نجاشی' سلمان فارسی اور عبداللہ بن سلام وغیرہ کے قصص و واقعات میں اس مفہوم و معنی کے شواہد موجود ہیں' وللہ الحمد والمنۃ

فار قلیط : قبل ازیں ہم سیرت انبیاء علیہم السلام کے ضمن میں ان سے رسول اللہ ﷺ کی صفات و نبوت' ان کے مولد و منشا' ہجرت گاہ اور امت محمدیہ کے صفات و فضائل موسیٰ' شعیا' ارمیا اور دانیال وغیرہ انبیاء علیہم السلام کی قصص میں بیان کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام

کے متعلق آگاہ فرمایا ہے کہ انہوں نے دوران خطاب فرمایا (۶/۶۱) "بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں، تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہو گا۔" انجیل میں فار قلیط کی بشارت مذکور ہے اس سے مراد محمدؐ ہیں۔

انجیل میں : بیہقی، عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، انجیل میں موجود ہے وہ نہ تندخو ہیں نہ سنگ دل نہ بازاروں میں شور و غل کرنے والے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کرتے ہیں اور درگزر فرماتے ہیں۔

حلیہ مبارک : یعقوب بن سفیان، فیض بجلی، سلام بن مسکین، مقاتل بن حیان سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے عیسیٰؑ کی طرف وحی فرمائی کہ میرے احکام کی تبلیغ میں کوشش کر، اے پاکباز بتول کے لخت جگر! میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور دنیا کے لئے معجزہ بنایا ہے، محض میری عبادت کر، سوران کے باشندگان کے لئے سریانی زبان میں بیان کر اور سب کو بتا دے کہ میں برحق ہوں، زندہ جاوید ہوں، ناخواندہ نبی عربی کی تصدیق کرو، جو شتر سوار ہے، زرہ پوش ہے، صاحب تاج ہے، صاحب نعلین اور صاحب عصا ہے، گھونگریالے بال والے، کشادہ پیشانی، ابرو پیوستہ، موٹی اور بڑی آنکھوں والے، پلکیں بڑی، آنکھیں سیاہ اور سرگیں، بنی درازی مائل، رخسار نکھرے ہوئے، ریش مبارک گھنی، چہرہ انور پر پسینہ موتی کی طرح، کستوری کی مہک، گردن پر گویا نقرئی چمک ہے، پسلیوں میں گویا سونا متحرک ہے، سینہ سے ناف تک باریک چھڑی کی طرح بالوں کی ہلکی لکیر، علاوہ ازیں پیٹ پر بال نہ ہیں، ہتھیلی اور قدم پر گوشت، جب لوگوں کے ہمراہ ہو تو ان کو ڈھانپ لے، چلے تو گویا ڈھلوان سے اتر رہے ہیں، نرینہ اولاد سے محروم۔ بیہقی نے یہ روایت دلائل میں یعقوب بن سفیان سے بیان کی ہے۔

عجیب نوشت : حافظ بیہقی، عثمان بن حکم بن رافع بن سنان سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے خاندان کے بعض بزرگوں نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت سے ان کے ہاں ایک تحریر شدہ "ورق" پشت ہا پشت سے چلا آ رہا تھا، تاآنکہ اسلام کا دور آیا اور وہ ان کے پاس محفوظ تھا، جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ یہ ورق آپ کی خدمت میں لائے، اس میں تحریر تھا

بسم اللّٰہ، قوله الحق وقول الظالمين فى تباب، هذا الذكر لامته تاتى فى آخر الزمان ليبلون اطرافهم ويوترون على اوساطهم ويخوضون البحور الى اعدائهم فيهم صلاة لو كانت فى قوم نوح ما اهلكوا بالطوفان وفى عاد ما اهلكوا بالريح وفى ثمود ما اهلكوا بالصيحة بسم اللّٰه وقوله الحق وقول الظالمين فى تباب

بسم اللہ، اس کا فرمان برحق ہے اور ظالموں کی بات برباد ہے، یہ ذکر اس امت کا ہے جو آخر زمانہ میں پیدا ہو گی، ان کے اعضاء و اطراف میں آزمائش ہو گی اور ان کے محبوب اور پیارے آفت و مصیبت میں مبتلا ہوں گے، دشمنوں پر سمندر عبور کر کے حملہ آور ہوں گے، ان میں مخصوص طریقہ عبادت نماز ہے۔ اگر وہ

قوم نوح میں ہوتی تو وہ طوفان میں غرقاب نہ ہوتی' عاد میں ہوتی تو وہ باد صرصر سے تباہ نہ ہوتی' ثمود میں ہوتی تو وہ چنگھاڑ سے ہلاک نہ ہوتی' بسم اللہ' اس کا فرمان سچ ہے اور ظالموں کا بول تباہ ہے' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تعجب کا اظہار کیا۔

**انبیاءؑ کی تصاویر : ** الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراہ والانجیل (۷/۱۵۷) کے ذیل میں ہشام بن عاص اموی کا قصہ تفسیر میں بیان کیا ہے جب ابوبکر صدیقؓ نے ان کو ہرقل کے پاس ایک قافلہ میں بھیجا تھا کہ ہرقل نے انبیاء علیہم السلام کی تصاویر ان کو دکھائیں' ایک کپڑے میں تھیں' از آدم تا محمد صلی اللہ علیہم اجمعین' جب رسول اللہ ﷺ کی تصویر نکال کر دکھائی تو وہ تعظیماً" کھڑا ہو گیا پھر وہ بیٹھ کر غور سے دیکھتا رہا۔ ہم نے اس سے پوچھا یہ تصاویر آپ کو کہاں سے میسر ہوئی ہیں؟ تو اس نے بتایا کہ آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ جملہ انبیاء کرام کی تصاویر دکھائے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں یہ غروب آفتاب کے مقام پر حضرت آدمؑ کے خزانہ میں محفوظ تھیں' ذوالقرنین نے یہ نکال کر دانیالؑ کے سپرد کر دیں۔ پھر ہرقل نے کہا' واللہ! میری خواہش ہے کہ ملک کو خیرباد کہہ دوں اور غلامانہ زندگی بسر کروں' بعد ازاں اس نے ہمیں تحائف سے نوازا' ابوبکر کو یہ واقعہ سنایا تو ابوبکر پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ نے فرمایا بیچارہ ہرقل! اگر اللہ تعالیٰ کو اس کی بھلائی منظور ہوتی تو وہ ایسا کر گزرتا' پھر ابوبکرؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس محمدؐ کے صفات و علامات موجود تھے' یہ روایت حاکم نے مفصل بیان کی ہے اور حافظ بیہقی نے دلائل میں ذکر کی ہے۔

اموی' (عبداللہ بن زیاد' ابن اسحاق' یعقوب بن عبداللہ بن جعفر بن عمرو بن امیہ' ابوہ عبداللہ) جدہ عمرو بن امیہ سے بیان کرتے ہیں مجھے نجاشی نے غلام عطا کئے' میں ان کو لے کر آیا تو وہ کہنے لگے جناب عمرو! اگر ہم رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیں تو بغیر کسی کے بتانے کے ہم ان کو پہچان جائیں' چنانچہ ابوبکرؓ کے سامنے سے گزرے تو میں نے کہا کیا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں؟ تو انہوں نے نفی میں جواب دیا پھر عمر گزرے تو میں نے کہا کیا یہ وہ ہیں؟ تو پھر بھی انہوں نے نفی میں جواب دیا پھر ہم گھر میں چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزرے تو وہ بلند آواز سے کہنے لگے' دیکھو! عمرو! یہ ہیں رسول اللہ ﷺ' میں نے "مڑ کر" دیکھا تو واقعی آپ تھے' بغیر بتائے انہوں نے پہچان لیا کہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک ان کے پاس تحریر تھا۔ (رسول اللہ ﷺ کے وجود مبارک کا قصہ سباء سے ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں' اسی طرح تبع یمنی کا مدینہ کے محاصرہ کا ذکر بھی کر چکے ہیں)

سیف بن ذی یزن کا قصہ اور اسکی رسول اللہ ﷺ کے متعلق بشارت : : "ہواتف جان" میں ابوبکر خرائطی' عبداللہ بن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے دو سال بعد' سیف بن ذی یزن (بقول نعمان بن منذر' اس کا نام ہے نعمان بن قیس) جب حبشہ کو شکست دے کر کامیاب ہو گیا تو عرب کے متعدد وفد اور شعراء اس کی خدمت میں مبارک باد اور تہنیت کے لئے حاضر ہوئے' قریش کے وفد میں عبدالمطلب بن ہاشم' امیہ بن عبد شمس ابی عبداللہ' عبداللہ بن جدعان' خویلد بن

اسد' وغیرہ متعدد قریش کے سربر آوردہ لوگ تھے' لوگ "صنعا" میں آئے تو معلوم ہوا کہ وہ "راس غمدان" میں ہے۔ جس کا ذکر امیہ بن ابی الصلت نے کیا ہے۔

واشرب هنيئاً عليك مرتفعاً في رأس غمدان داراً منك محلالا

چنانچہ "راس غمدان" میں اس کے پاس اجازت طلب کرنے والا حاضر ہوا اور اس نے وفد کی حیثیت اور قدر و منزلت سے سیف بن ذی یزن کو آگاہ کیا تو اس نے ملاقات کی اجازت دے دی' عبدالمطلب نے دربار میں داخل ہو کر بات کرنے کی اجازت طلب کی تو اس نے کہا اگر آپ میرے سامنے بات کر سکتے ہیں تو اجازت ہے' چنانچہ عبدالمطلب نے کہا' بادشاہ سلامت! قدرت نے آپ کو بلند مرتبہ عطا کیا ہے' عالی مقام مرحمت کیا ہے' اعلیٰ منزلت سے نوازا ہے' اشرف خاندان میں پیدا کیا ہے' اعلیٰ خانوادے میں نمودار کیا ہے' اس کے مجد و شرف کی اساس زمین پر ہے اور شاخ فلک بوس اکرم مقام میں اور عمدہ مکان میں ابیت اللعن آپ عرب کے بادشاہ ہیں' ان کے لئے باراں رحمت ہیں' عرب کے امیر ہیں جن کے سامنے سارا عرب جبہ سا ہے اور ان کے قابل اعتماد ستون ہیں اور غریبوں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔ آپ کے اسلاف بہترین اشخاص تھے اور آپ ان کے بہترین جانشین ہیں۔ اے بادشاہ مکرم! ہم حرم کے باشندے ہیں اور بیت اللہ کے محافظ و مجاور ہیں' آپ کے ہاں ہماری آمد کا باعث ہے ان مصائب کے رفع کا جشن جو ہمارے لئے پریشان کن تھے' ہم تہینت و تبریک کا وفد ہیں۔ تعزیت و اذیت کا نہیں۔ شاہ نے پوچھا' اے ہدیہ تبریک پیش کرنے والے' تمہارا تعارف! تو بتایا میں ہوں عبدالمطلب بن ہاشم! تو شاہ نے کہا' ہمارا بھانجا! تو عبدالمطلب نے کہا' جی ہاں! پھر ان کو قریب بلا کر خوش آمدید کہا کہ آپ اپنے اہل خانہ کے پاس آئے ہو' نرم و گداز مقام پر آئے ہو' عطیہ جات اور تحائف سے نوازے جاؤ گے' بادشاہ سلامت نے تمہاری بات سن لی ہے اور رشتہ و ناطہ معلوم کر لیا ہے۔ یہاں شب و روز تمہارے ہیں جب تک قیام رہے' کوچ کرو تو ہدایا اور تحائف۔ بعد ازاں یہ وفد شاہی محل میں چلا آیا' پورا ایک ماہ قیام رہا' واپسی کی اجازت نہ دے رہے تھے۔

یکایک شاہ کو خیال آیا اس نے عبدالمطلب کو بلایا' تنہائی میں اپنے قریب بٹھایا اور رازداری کے لہجہ میں بتایا' جناب عبدالمطلب! میں آپ کو اپنا محرم راز بناتا ہوں آپ کے علاوہ کسی کو اس کا اہل نہیں سمجھتا' میں آپ کو راز سے آگاہ کرتا ہوں وہ آپ کے پاس راز رہے تاآنکہ اللہ تعالیٰ اس کو آشکارا کرے' اللہ تعالیٰ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے۔ میں اپنی خصوصی کتاب اور ذاتی علم میں جو ہم نے اپنے لئے محفوظ رکھا ہے ایک عظیم خبر اور دل آویز اثر پاتا ہوں یہ انسانیت کے لئے دو عالم میں مفید ہے' خصوصاً آپ کے خاندان کے لئے' تو عبدالمطلب نے کہا' بادشاہ سلامت! آپ ایسے بادشاہوں کی ہر بات راز اور عمدہ ہوتی ہے۔ فرمایئے وہ کیا ہے؟ آپ پر سب خیمہ نشین صدقے اور قربان! اس نے کہا' حجاز میں ایک بچہ پیدا ہو گا' اس کے ایک علامت ہو گی کہ اس کے کندھوں کے درمیان تل ہو گا' وہ دنیا کا مقتدیٰ اور پیشوا ہو گا اور اس کی بدولت تاقیامت آپ کے ہاتھ میں زعامت و قیادت ہو گی۔

عبدالمطلب نے کہا بادشاہ سلامت! میں ہر شریک وفد سے بانصیب ہوں' اگر شاہ کی ہیبت اور عظمت و

شوکت مانع نہ ہو تو دریافت کروں کہ خصوصاً مجھے یہ بشارت کیوں سنائی ہے؟ تو ابن ذی یزن نے کہا' یہ اس کی ولادت کا وقت ہے یا وہ پیدا ہو چکا ہے اس کا نام محمد ہے اور وہ یتیم ہے' اس کا دادا اور چچا کفیل ہے۔ پشت ہا پشت وہ ہم میں منتقل ہوتا رہا ہے' اللہ اس کو ظاہر کرنے والا ہے۔ ہم سے اللہ تعالیٰ اس کے انصار و مددگار پیدا کرے گا۔ اس کے دوستوں کو ان کی بدولت عزت بخشے گا اور دشمنوں کو ذلیل و رسوا کرے گا اور عوام کو ان کی آماج گاہ بنائے گا اور ان کے تعاون سے زرخیز علاقے کو فتح کرے گا۔ وہ بتوں کو توڑے گا' آتش کدے کو بجھادے گا' اللہ کی پرستش کرے گا' شیطان کو دھتکار دے گا۔ اس کا فرمان دوٹوک ہے۔ اس کا حکم عدل و انصاف ہے۔ نیکی کا حکم دیتا ہے اور نیکی کرتا ہے' برائی سے منع کرتا ہے۔

عبدالمطلب نے کہا' بادشاہ سلامت! آپ کا مقدر غالب ہو' وقار بلند ہو' عمر دراز ہو' اس راز کی مزید وضاحت فرمائیے تو سیف بن ذی یزن نے کہا' غلاف والے بیت اللہ کی قسم اور گھاٹیوں کے علامات کی قسم! اے عبدالمطلب! آپ ان کے دادا ہیں' یہ بشارت سن کر عبدالمطلب سجدہ ریز ہو گئے تو ابن ذی یزن نے کہا سر اٹھائیے' آپ کا دل ٹھنڈا ہو' اور نصیب بلند ہو' میرے بیان سے آپ کو کچھ خیال آیا۔ تو عبدالمطلب نے کہا' بادشاہ سلامت! میرا ایک بیٹا تھا' وہ مجھے بہت پیارا تھا' میں نے برادری کی معزز خاتون' آمنہ بنت وہب سے اس کی شادی کی' اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا' میں نے اس کا نام رکھا "محمد" وہ یتیم ہو گیا تو میں نے اور اس کے چچا نے کفالت کی۔

ابن ذی یزن نے کہا' جو بات میں نے آپ کو بتائی ہے وہ اسی طرح ہی حق ہے' اپنے بیٹے کو یہود سے بچانا وہ اس کے دشمن ہیں' اللہ تعالیٰ اس پر ان کی دسترس نہیں کرے گا' یہ راز اپنے رفقائے سفر کے پاس افشا نہ کرنا' مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمہاری سیادت و قیادت پر حسد کریں گے اور اس کے راہ میں روڑے اٹکائیں گے' "یہ خود کریں گے یا ان کی اولاد" اس کی بعثت کے قبل مجھے موت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں خود یثرب میں چلا آتا' مجھے کتاب ناطق اور علم سابق سے معلوم ہے کہ یثرب میں اس کی حکومت مستحکم ہو گی' اور اس کے باشندے اس کے مددگار ہوں گے اور وہاں اس کا مقبرہ ہو گا۔ اگر مجھے اس کو آفات و خطرات سے محفوظ رکھنے کا خیال نہ ہوتا تو اوائل عمر میں اس کا اعلان کر دیتا اور اشراف عرب کو اس کا تابع کر دیتا' لیکن میں تمہارے رفقاء کے حقوق کو نظرانداز کیئے بغیر یہ ذمہ داری صرف آپ کے سپرد کرتا ہوں۔

روانگی کے وقت ابن ذی یزن نے وفد کے ہر فرد کو دس غلام' دس کنیزیں' دو سوٹ' پانچ رطل سونا' دس رطل چاندی' پورا ایک کرش عنبر عطا کیا اور عبدالمطلب کو اس سے دس گنا عطیہ دیا اور عبدالمطلب کو کہا سال بعد ضرور تشریف لانا' مگر سیف بن یزن سال گزرنے سے قبل ہی فوت ہو گیا۔ عبدالمطلب بکثرت کہا کرتے تھے' میں شاہ کے عطیہ جات کا خواہشمند نہیں کیونکہ وہ تو زوال پذیر ہیں' لیکن میں اس امر کا آرزو مند ہوں جس کا شرف و افتخار اور تذکار میری نسل میں تا ابد باقی رہے گا جب اس سے دریافت ہوتا کہ یہ کب ہو گا تو کہتے وہ ظہور پذیر ہو گا' خواہ دیر بعد' اس سفر کے بارے امیہ بن عبد شمس نے کہا۔

جلبنا النصح تحقبه المطايا علی أكوار اجمال ونوف

مقلفــــة مراتعهــــا تعـــالى إلى صنعـــاء مـــن فـــج عميـــق
تـؤم بنـا ابـن ذى يـزن وتغـرى بـــذات بطونهـــا ذم الطريـــق
وترعـــى مـــن مخائلـــه بروقـــا مواصلـــة الوميـــض الى بـــروق
فلمـــا واصلـــت صنعـــاء حلـــت بـــدار الملـــك والحســـب العريـــق

(ہم سواریوں کے پالانوں پر سوار تہنیت کا سندیسہ لئے جا رہے ہیں۔ صنعاء کی طرف کشادہ راستوں پر جن کی چراگاہیں آب و دانہ سے پر ہیں۔ ان حاملہ سواریوں کا پرامن راہوں میں قصد ہے ابن ذی یزن۔ وہ اس کے بادلوں سے مسلسل بجلیاں چمکتی دیکھ رہی ہیں۔ جب وہ صنعا پہنچ گئیں تو وہ شاہی مہمان خانہ میں داخل ہو گئے)

دلائل میں اسی طرح حافظ ابونعیم نے عمرو بن بکیر قعنبی کی سند سے بیان کیا ہے۔

محمد نام کیوں رکھا؟ : ابوبکر خرائطی (ابویوسف یعقوب بن اسحاق قلوسی' علاء بن فضل بن ابی سویہ' ابوہ' فضل بن ابی سویہ' ابوہ عبدالملک بن ابی سویہ' جدہ ابی سویہ) ابوہ خلیفہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن عثمان بن ربیعہ بن سواۃ بن خثعم بن سعد تمیمی سے پوچھا کہ تیرے والد نے محمد نام کیوں رکھا؟ تو اس نے بتایا میں نے بھی یہ اپنے والد سے پوچھا تھا تو اس نے مجھے بتایا کہ میں بنی تمیم کے تین افراد --- سفیان بن مجاشع بن دارم' اسامہ بن مالک بن جندب اور یزید بن ربیعہ بن کنانہ بن حربوص --- کے ہمراہ شاہ غسان' ابن جفنہ کے دربار میں حاضر ہوا ہم شام کی سرحد پر ایک تالاب جس پر درخت تھے فروکش ہوئے' ایک راہب نے ہماری گفتگو سن کر پوچھا تم کون ہو' یہ اس علاقہ کی زبان نہیں ہے' تو ہم نے بتایا ہاں' ہم مضری ہیں۔ اس نے پھر پوچھا کون سے مضر؟ ہم نے کہا خندف خاندان سے' تو اس نے بتایا عنقریب خاتم انبیاءؑ مبعوث ہو گا' تم اپنے علاقہ میں جاؤ اور اپنے مقسوم حاصل کرو' راہ راست پر رہو گے' ہم نے اس سے پوچھا اس کا نام کیا ہے؟ تو اس نے بتایا محمدؐ نام ہے' چنانچہ ہم وہاں سے واپس ہوئے تو ہر ایک کے ہاں لڑکے پیدا ہوئے' سب نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ یہی موعود نبی ہو جس کی بشارت ہوئی ہے۔

اوس کی پیش گوئی : حافظ خرائطی' جابر بن جدان بن سموال سے بیان کرتے ہیں کہ اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کی وفات کے وقت اس کی قوم غسان کے لوگ اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا آپ بستر مرگ پر ہیں آپ کے بھائی خزرج کے پانچ بیٹے ہیں' ہم آپ کو شادی کی ترغیب دلاتے رہے۔ آپ کا صرف ایک ہی بیٹا مالک ہے۔ یہ سن کر اوس نے کہا جس کا مالک جیسا ایک بیٹا ہو وہ کبھی بے نام و نشان نہیں رہتا۔ وہ اللہ جو پتھر سے آگ پیدا کرتا ہے' وہ قادر ہے کہ مالک کی نسل سے بہ لور لوگ پیدا کرے' ہر زندہ کا انجام موت ہے' پھر اس نے مالک کو وصیت کی' اے لخت جگر! ذلت سے موت اچھی' عتاب کی ملامت سے عتاب بہتر' صبر بے جا مخاصمت سے اچھا' قبر فقر سے بہتر' محتاج اور نادار ذلیل ہوتا ہے' پسپا ہونے والا فرار ہوتا ہے' اچھے آدمی کی خوبی اپنی خواتین کا دفاع ہے۔ زمانہ دو قسم کا ہے' موافق اور مخالف' موافق ہو تو اتراؤ نہ' مخالف ہو تو صبر کرو' دونوں حال زوال پذیر ہیں' نہ تاج و تخت کا مالک رہے گا نہ کمینہ اور ناتواں و نادار' اپنے آج سے مصالحت کرو اللہ تجھے زندہ جاوید رکھے والا پھر اس نے کہا

شهدت السبايا يوم آل محرق وأدرك أمرى صيحة الله في الحجر
فلم أر ذا ملك من الناس واحداً ولا سوقة إلا إلى الموت والقبر
فعلّ الذى أردى ثموداً وجرهماً سيعقب لى نسلا على آخر الدهر
تقربهم من آل عمرو بن عامر عيون لدى الداعي إلى طلب الوتر
فان لم تك الايام أبلين جدتي وشيبن رأسي والمشيب مع العمر

(میں آل محرق کی جنگ میں اسیروں کی گرفتاری کے وقت موجود تھا اور اللہ کے عذاب نے اہل حجر کو نیست و نابود کر دیا۔ ہر حاکم اور محکوم رائی اور رعیت کا انجام موت اور قبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے ثمود اور جرہم کو ہلاک کیا ہے وہ میری نسل کو ابد الاباد تک باقی رکھے گا۔ بدلہ لینے والے کی پکار کے وقت ان سے آل عمرو بن عامر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ اگر وہ زمانہ نہیں رہا جس نے مجھے بڑھاپے سے دوچار کر دیا ہے (بڑھاپا عمر کے ساتھ ہے) تو کوئی عجوبہ نہیں)

فان لتاربا على فوق عرشه عليما بما يأتي من الخير والشر
ألم يأت قومي أن لله دعوة يفوز بها أهل السعادة والبر
إذا بعث المبعوث من آل غالب بمكة فيما بين مكة والحجر
هنالك فابغوا نصره ببلادكم بني عامر إن السعادة في النصر

(پس عرش پر ہمارا رب ہے جو ہر خیر و شر کو خوب جانتا ہے۔ کیا میری قوم کو معلوم نہیں کہ اللہ کا ایک پیغام ہے جس سے سعید اور نیک لوگ بہرہ ور ہوں گے۔ جب آل غالب سے ایک نبی مبعوث ہو گا' مکہ میں جو حجر اور مکہ کے مابین واقع ہے۔ اس وقت تم اپنے علاقہ میں اس کی مدد کرو' اے بنی عامر! بے شک سعادت اس کی مدد میں مضمر ہے)

جنات کی غیبی آوازوں کا بیان اور اسلام عمرؓ : امام بخاری نے ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ عمرؓ کا ظن و گمان عموماً صحیح ہوتا تھا۔ عمرؓ تشریف فرما تھے کہ ایک حسین و جمیل آدمی پاس سے گزرا۔ آپ نے فرمایا' میرا ظن و تخمینہ غلط ہے! یہ شخص اپنے جاہلی دین پر قائم ہے یا وہ جاہلیت میں کاہن تھا۔ اس کو بلاؤ' وہ آیا تو عمرؓ نے اسے مذکور بالا بات کہی تو اس نے کہا' مجھ سے آج تک ایسی بات کسی نے نہیں کی' تو عمرؓ نے کہا آپ کوئی واقعہ ضرور سنائیں تو اس نے بتایا میں جاہلیت میں کاہن تھا' عمرؓ نے کہا آپ کے جن کا عجیب تر واقعہ کون سا ہے؟ اس نے کہا میں ایک روز بازار میں تھا تو وہ میرے پاس نہایت پریشان حال آیا اور کہا۔

ألم تر الجن وإبلاسها ويأسها من بعد أنكاسها؟
ولحوقها بالقلاص وأحلاسها

(کیا تو نے جنات کو اور ان کی ناامیدی اور مایوسی کو پلٹنے کے بعد نہیں دیکھا اور ان کا اپنی سواریوں اور پشت پوش کے ساتھ چمٹ جانے کو)

عمرؓ نے کہا' اس نے صحیح کہا ہے۔ میں بھی ایک دفعہ بتوں کے پاس سو رہا تھا' ایک آدمی گائے کا بچھڑا

لے کر آیا پھر اس کو ذبح کیا اس کے اندر سے یہ نہایت بلند آواز آئی' میں نے ایسی بلند آواز کبھی نہ سنی تھی (یا جلیح' امر نجیح' رجل فصیح یقول لا الہ الا اللہ) اے جلیح! ایک عمدہ کام ہے' ایک فصیح انسان لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔ پھر میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا' کچھ عرصہ بعد مشہور ہو گیا کہ یہ نبی علیہ السلام ہیں۔ (تفرد بہ البخاری باب اسلام عمرؓ)

سواد بن قارب : یہ کاہن سواد بن قارب ازدی یا سدوسی ہے۔ سراۃ کے کوہائے بلقاء کا باشندہ ہے۔ بقول ابوحاتم اور ابن مندہ سعید بن جبیر اور ابو جعفر محمد بن علی اس سے روایت بیان کرتے ہیں اور بقول امام بخاری وہ صحابیؓ ہیں' حافظ احمد بن روح برذعی وغیرہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ عثمان وقاصی نے محمد بن کعب قرظی سے بیان کیا ہے کہ ان کا شمار "اشراف یمن" میں سے تھا۔ یہ ابونعیم نے دلائل میں ذکر کیا ہے اور یہ بیان متعدد اسناد سے منقول ہے اور امام بخاری کے بیان سے طویل ہے۔ محمد بن اسحاق' عبداللہ بن کعب مولیٰ عثمان بن عفان سے بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ مسجد نبوی میں لوگوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے' کوئی عربی آپؓ سے ملاقات کے لئے مسجد میں آیا تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ یہ شخص یا تو مشرک ہے یا قبل از اسلام کاہن تھا وہ شخص سلام کہہ کر بیٹھ گیا' عمرؓ نے پوچھا مسلمان ہو؟ تو اس نے کہا جی ہاں' جناب امیر المومنین! آپ نے پوچھا تم جاہلیت میں کاہن تھے تو اس نے کہا سبحان اللہ! واہ آپ میرے متعلق بدگمان ہیں اور آپ نے مجھ سے ایسا طرز کلام اختیار کیا ہے شاید آپ نے کسی سے بھی نہ کیا ہو۔ عمرؓ نے کہا' یا اللہ معافی کا طلب گار ہوں' ہم تو قبل از اسلام اس سے بھی بدترین حال میں تھے' بت پرست تھے' اور ان کے دلدادہ تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام سے نواز دیا تو اس شخص نے کہا جی ہاں! میں جاہلیت میں کاہن تھا' تو عمرؓ نے فرمایا اپنے جن کی کوئی بات سناؤ تو اس نے کہا کہ اسلام کے ظہور سے قریباً ایک ماہ قبل جن نے مجھ سے کہا' الم تر الی الجن وابلاسہا وایاسہا من دینہا وطوقہا بالقلاص واحلاسہا (اس کا ترجمہ ابھی گزرا ہے) ابن اسحاق کہتے ہیں یہ کلام سجع اور موزوں ہے شعر نہیں۔

پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ جاہلی دور میں' میں قریش کے چند افراد کے ہمراہ ایک بت کے پاس موجود تھا کہ کسی نے بچھڑا ذبح کیا' ہم اس کے گوشت کی تقسیم کے منتظر تھے کہ یکایک میں نے اس کے پیٹ سے ایسی مہیب آواز سنی کہ ایسی آواز کبھی نہ سنی تھی۔ یہ اسلام کے ظہور سے قریباً ایک ماہ قبل کا واقعہ ہے وہ آواز تھی یا ذابح امر نجیح' اجل یصیح یقول لا الہ الا اللہ' بقول ابن ہشام یہ ہے رجل یصیح' بلسان فصیح یقول لا الہ الا اللہ (اس کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے) بعض نے یہ اشعار پڑھے۔

عجبت للجن وابلاسها وشدها العيس باحلاسها

تهوي الى مكة تبغي الهدى ما مؤمنو الجن كانجاسها

(میں نے جنات اور ان کی ناامیدی اور ان کے عزم سفر پر تعجب کیا۔ جو مکہ کی جانب ہدایت کی طلب میں روانہ ہیں' سنو! مسلمان جن غیر مسلم جنات کے مساوی نہیں)

فرط مسرت سے : حافظ ابو یعلی (یحییٰ بن حجر بن نعمان شامی' علی بن منصور انباری' محمد بن عبدالرحمان وقاصی)

محمد بن کعب قرظی سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک روز تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی گزرا' کسی نے کہا یاامیر المومنین! آپ اس کو جانتے ہیں؟ پوچھا کون ہے؟ تو عمر نے اس کو بلا لیا اور پوچھا سواد بن قارب ہو! اس نے "جی ہاں" کہا تو عمرؓ نے کہا' کہانت کے پیشہ سے وابستہ ہو؟ وہ یہ سن کر طیش میں آگیا کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں' مجھ سے ایسی کرخت بات کسی نے نہیں کی' جناب! تو عمرؓ نے کہا' واہ! ہم تو تیری کہانت سے بھی بڑھ کر عظیم گناہ "شرک" میں مبتلا تھے' اچھا' فرمایئے رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی خبر' آپ کے جن نے کیسے بتائی تھی؟ تو اس نے کہا جناب امیر المومنین! میں رات اونگھ رہا تھا کہ جن نے مجھے پیر کی ٹھوکر مار کر کہا (قم یاسواد) اے سواد کھڑا ہو جا اور میری بات سن' اگر شعور ہو تو غور کر' کہ لوئی بن غالب سے ایک نبی مبعوث ہوا ہے وہ اللہ اور اس کی پرستش کی دعوت دیتا ہے۔

عجبت للجن وتطلابها   وشدها العيس بأقتابها
تهوى الى مكة تبغي الهدى   ما صادق الجن ككذابها
فارحل إلى الصفوة من هاشم   ليس قدامها كأذنابها

(میں نے جنات اور ان کی جستجو اور ان کے عزم سفر پر تعجب کیا ہے کہ وہ ہدایت کی تلاش میں مکہ کی طرف رواں دواں ہیں' سچا جن جھوٹے جن کی طرح نہیں ہے۔ تو بھی آل ہاشم کے ممتاز انسان کی طرف روانہ ہو جا' سابق اور لاحق یکساں نہیں ہوتا)

میں نے جن سے کہا چھوڑ' نیند کرنے دے' میں اونگھ رہا ہوں' دوسری رات پھر آیا اور اس نے پیر مار کر کہا' سواد کھڑا ہو جا اور میری بات سن' شعور ہو تو سمجھ' لوئی بن غالب کے خاندان سے ایک نبی مبعوث ہوا ہے' جو اللہ اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر اس نے یہ کہا۔

عجبت للجن وتحيارها   وشدها العيس بأكوارها
تهوى الى مكة تبغي الهدى   ما مؤمنو الجن ككفارها
فارحل إلى الصفوة من هاشم   بين روابيها وأحجارها

(میں نے جنوں اور ان کی حیرانی و پریشانی اور ان کے عزم سفر حیرت کا اظہار کیا جو ہدایت کی جستجو میں مکہ کی طرف روانہ ہیں' کافر اور مومن یکساں نہیں۔ ہاشم کے برگزیدہ انسان کی طرف روانہ ہو جو بلند مقامات اور پہاڑوں کے درمیان ہے)

میں نے کہا چھوڑ' مجھے سونے دو' اونگھ آرہی ہے' تیسری رات پھر آیا اور اس نے پیر مار کر کہا سواد! کھڑا ہو جا' میری بات پر غور کر اور سمجھ اگر عقل و تمیز ہو' لوئی بن غالب سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے' پھر اس نے کہا۔

عجبت للجن تخاسها   وشدها العيس بأحلاسها
تهوى الى مكة تبغي الهدى   ما خير الجن كأنجاسها
فارحل إلى الصفوة من هاشم   واسم بعينيك إلى راسها

(میں نے جنات اور ان کے ادراک و علم اور ان کے قصد سفر پر حیرت کا اظہار کیا جو مکہ کی طرف رشد و ہدایت کے لئے کمربستہ ہیں' ان کا بہتر اور پاک پلید کی طرح نہیں' آل ہاشم کے ممتاز شخص کی طرف چلو اور اپنی آنکھوں سے ان کا سر اور چہرہ دیکھو)

یہ سن کر میں اٹھا اور میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا دل کھول دیا ہے' چنانچہ میں سوار ہو کر مکہ شہر میں آیا' رسول اللہ ﷺ مکہ میں صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا کلام سماعت فرمایئے' آپ نے فرمایا کہو' چنانچہ میں نے کہا۔

أتاني نجييّ بعد هدء ورقدة ... ولم يك فيما قد تلوت بكاذب
ثلاث ليال قوله كل ليلة ... أتاك رسول من لؤي بن غالب
فشمرت عن ذيلي الازار ووسطت ... بي الدعلب الوجناء غير السباسب
فاشهد أن الله لا شيء غيره ... وأنك مأمون على كل غالب

(میرا ہم راز رات بھیگ جانے اور سو جانے کے بعد آیا اور جو میں بتا رہا ہوں اس میں وہ جھوٹا نہیں۔ متواتر تین رات' اس کا کہنا تھا تیرے پاس لوئی بن غالب کا رسول آیا ہے۔ میں گواہ ہوں کہ اللہ کے بغیر ہر چیز زوال پذیر ہے اور تو ہر غالب آنے والے سے محفوظ و مامون ہے)

وأنك أدنى المرسلين وسيلة ... إلى الله يا ابن الأكرمين الأطايب
فمرنا بما يأتيك يا خير من مشى ... وإن كان فيما جاء شيب الذوائب
وكن لي شفيعاً يوم لا ذو شفاعة ... سواك بمغن عن سواد بن قارب

(بے شک آپ سب انبیاءؑ سے اللہ کی طرف قریب ہیں' اے اکرم اور اطیب آباء و اجداد کے لخت جگر! اے ہر چلنے والے سے بہتر! نازل ہونے والے احکام کی اطاعت کا حکم فرمائیں اگرچہ وہ کتنے ہی دشوار ہوں۔ اس روز آپ میرے شفیع ہوں جب آپ کے بغیر سواد کو کسی سفارشی کی سفارش سود مند نہ ہو) ۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام یہ اشعار سن کر بہت مسرور ہوئے اور فرط مسرت سے ان کے چہرے چمک اٹھے اور حضرت عمرؓ بغل گیر ہو گئے اور کہا میری دیرینہ آرزو تھی کہ یہ روایت آپ سے بالمشافہ سنوں' کیا اب بھی وہ جن آپ کے پاس آتا ہے؟ تو اس نے کہا جب سے میں نے قرآن کی تلاوت شروع کی' نہیں آیا اور جنات کی صدائے غیبی سے قرآن بہتر ہے۔ پھر عمر نے کہا ہم ایک روز آل ذریح کے محلہ میں تھے کہ ایک اہل محلّہ نے بچھڑا ذبح کیا قصاب گوشت بنا رہا تھا کہ بچھڑے کے اندر سے آواز آئی (آواز والا نظر نہ آرہا تھا) اے آل ذریح! کامیاب امر ہے' زبان فصیح سے کوئی گواہی دے رہا ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں' یہ سند منقطع ہے اور روایت بخاری اس کی شاہد ہے اور یہ بات مصدقہ ہے کہ بچھڑے کی آواز سننے والے عمر فاروقؓ ہیں' واللہ اعلم۔

عزم مکہ : "ہواتف جان" میں ابوبکر خرائطی' ابو جعفر محمد بن علی سے بیان کرتے ہیں کہ سواد بن قارب سدوسی' عمرؓ کے پاس آیا تو آپ نے کہا سواد! للہ بتایئے کیا آج بھی کہانت کرتے ہو؟ تو اس نے کہا جناب امیر

المومنین! یہ بات نہایت تعجب خیز ہے' آپ نے کسی ہم نشین سے ایسی سخت بات نہیں کی جیسے مجھ سے کی ہے۔ تو امیر المومنین نے کہا' واہ سواد! شرک کے ارتکاب کا ہمارا گناہ آپ کی کہانت سے بڑا ہے' واللہ! سواد! آپ کی ایک عجیب بات معلوم ہوئی ہے' تو اس نے کہا ہاں واللہ! وہ عجائبات میں سے ہے' تو عمرؓ نے کہا بتائیے؟ اس نے کہا میں جاہلیت میں کاہن تھا' میں ایک رات سو رہا تھا کہ میرا جن آیا اس نے پیر مار کر کہا سواد! سنو میں کہتا ہوں' میں نے کہا کہیے؟ تو اس نے کہا۔

عجبــــت للجـــن وانجاســـها ورحلهـــا العيـــس باصلاســـها
تهـــوى الى مكـــة تبغـــي الهـــدى مـــا مومنوهـــا مثـــل ارجاســـها
فـــارحل الى الصفـــوة مـــن هاشـــم واســـم بعينيـــك الى رأســـها

میں یہ سن کر سو گیا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دی' دوسری رات وہ پھر آیا اور پیر مار کر کہا' سواد سن! میں نے کہا سنائیے تو اس نے کہا۔

عجبـــت للجـــن وتطلابهـــا وشـــدها العيـــس بأقتابهـــا
تهـــوى الى مكـــة تبغـــى الهـــدى مـــا صـــادق الجـــن ككذابهـــا
فـــارحل إلى الصفـــوة مـــن هاشـــم ليـــس المقـــاديم كأذنابهـــا

یہ سن کر مجھے کچھ توجہ ہوئی اور میں سو گیا تیسری رات بھی اس نے حسب معمول جگا کر کہا' سواد! سمجھتا ہے یا نہیں' میں نے کہا' کیا؟ اس نے کہا مکہ میں نبی ظاہر ہو چکا ہے۔ وہ اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے' ان کو ملو' سنو! میں کہتا ہوں' میں نے کہا سنائیے تو اس نے کہا۔

عجبـــت للجـــن وتنفارهـــا ورحلهـــا العيـــس بأكوارهـــا
تهـــوى الى مكـــة تبغـــى الهـــدى مـــا مؤمنـــو الجـــن ككفارهـــا
فـــارحل إلى الصفـــوة مـــن هاشـــم بـــين روابيهـــا وأحجارهـــا

میں سمجھ گیا کہ قدرت نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ میں لباس پہن کر ناقہ پر سوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا آپ نے مجھے مسلمان ہونے کو کہا' میں مسلمان ہو گیا اور پورا واقعہ آپ کے گوش گزار کیا تو آپ نے فرمایا جب مسلمان جمع ہوں تو بتانا جب مسلمان جمع ہو گئے تو میں نے کہا

أتـــاني نجيـــي بعـــد هـــدء ورقـــدة ولم يـــك فيمـــا قـــد بلـــوت بكـــاذب
ثـــلاث ليـــال قولـــه كـــل ليلـــة أتـــاك رســـول مـــن لـــؤى بـــن غـــالب
فشمرت عن ذيلـي الازار ووسـطت بي الدعلب الوجنـاء غير السباسـب

یہ سن کر مسلمان نہایت خوش ہوئے اور عمرؓ نے کہا آج بھی وہ آپ کے پاس آتا ہے؟ تو میں نے کہا' جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا کیا ہے وہ نہیں آتا۔

اعادۃ : محمد بن سائب کلبی' ابوہ' عمر بن حفص سے بیان کرتے ہیں کہ سواد بن قارب جب عمرؓ کے پاس آیا تو آپ نے کہا اے سواد! کہانت سے کیا باقی ہے؟ وہ یہ سن کر غضبناک ہو گئے اور کہا جناب امیر المومنین!

آپ نے کبھی ایسی سخت اور ناروا بات شاید کسی سے نہ کہی ہو' عمرؓ نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا' جناب سواد! اسلام سے قبل ہم جس شرک کے مرتکب تھے وہ بڑا گناہ تھا' پھر سواد سے کہا' آپ جن کا واقعہ سنائیں' میں آپ کی زبانی سننا چاہتا تھا' تو سواد نے کہا میں "سرۃ" میں شب کو اونٹوں کے باڑے میں تھا اور سویا ہوا تھا' میرا ہم راز جن میرے پاس آیا اور اس نے پیر مار کر مجھے کہا سواد! اٹھ' تہامہ میں نبی ظاہر ہو چکا ہے' وہ حق اور صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے۔ (پھر حسب سابق اس نے بیان کیا) اور اس کے آخر میں یہ شعر زائد ہے

ے وکن لی شفیعا یوم لا ذو قرابة سواك بمغن عن سواد بن قارب

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو کہا' اپنی قوم میں جاؤ اور یہ اشعار ان کو سناؤ۔

جبل سراۃ : حافظ ابن عساکر سعید بن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے سواد بن قارب ازدی نے بتایا کہ میں "کوہ سراۃ" پر سویا ہوا تھا کہ جن نے مجھے پیر مار دیا --- باقی قصہ سابق کی طرح ہے۔

ھند : حافظ ابن عساکر (محمد بن براء' ابوبکر بن عیاش' ابو اسحاق) براء سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے سواد بن قارب نے بتایا کہ میں ہند میں فروکش تھا کہ ایک رات میرے پاس میرا تابع جن آیا۔ (حسب سابق کامل قصہ بیان کرنے کے بعد کہا) کہ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر اس قدر ہنسے کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آئیں اور فرمایا سواد پھر تو فلاح یافتہ ہے۔

مازن عمانیؓ : دلائل میں ابو نعیم' عبداللہ عمانی سے بیان کرتے ہیں کہ شہر عمان کی نواحی بستی سمایا میں صنم خانہ تھا' اس کا مجاور مازن بن عقوب تھا' اس کی والدہ تھی زینب بنت عبداللہ بن ربیعہ بن خویص یکے از بنی نمران' اس کے ماموں بنی صامت' بنی حطامہ اور بنی مہرۃ تھے' یہ بت کی نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے' مازن کہتا ہے کہ ایک روز ہم نے بت کے پاس ایک جانور ذبح کیا' بت سے آواز آئی اے مازن سنو! مسرت ہو گی' خیر ظاہر ہو چکی ہے۔ شر مخفی ہو گیا ہے۔ مضر سے نبی مبعوث ہو چکا ہے' اللہ کا عظیم دین لایا ہے' یہ پتھر سے تراشا ہوا بت ترک کر دے' دوزخ کی حرارت سے محفوظ رہے گا' مجھے یہ سن کر بڑی پریشانی اور حیرانی ہوئی' چند دن بعد پھر ایک جانور ذبح کیا تو پھر صنم سے آواز آئی' میری طرف متوجہ ہو' ایک معروف بات سن' یہ نبی مبعوث ہے' اللہ سے نازل شدہ حق لایا ہے' اس پر ایمان لاؤ' آتش کی حرارت سے محفوظ رہو گے' جس کا ایندھن پتھر ہے۔

بقول مازن یہ ایک عجیب و غریب واقعہ تھا اور میرے نیک مقدر کا مظہر تھا۔ ایک حجازی آیا ہم نے پوچھا کوئی نئی خبر' اس نے کہا احمدؐ نبی کا ظہور ہو چکا ہے' ہر ایک سے کہتا ہے اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مانو' میں نے کہا یہی بات میں نے بت سے سنی تھی۔ چنانچہ میں نے بت کو ریزہ ریزہ کر دیا اور سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا اور میں نے مسلمان ہو کر کہا۔

کسرت باجرا جذاذا وكان لنا ربا نطيف به ضلا بتضلال

فالهاشمي هدانا من ضلالتنا ولم يكن دينه مني على بال

یا راکبا بلغن عمرا واخوتها انی لمن قال ربی باجر قالی

(میں نے باجر بت کو پاش پاش کر دیا' ہمارا ایک رب تھا ہم گمراہی کی وجہ سے اس کا طواف کرتے تھے۔ ہاشمی نبی نے ہمیں گمراہی سے بچایا' ان کا دین میرے خواب و خیال میں نہ تھا۔ اے جانے والے! عمرو اور اس کے بھائیو! بنی صامت' بنی حطامہ کو بتا دے کہ جو شخص باجر کو خدا کہتا ہے میں اس کا دشمن ہوں)

پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں رقص و سرود کا شوقین ہوں' عورتوں کا دلدادہ ہوں' شراب کا رسیا ہوں' ہم قحط سالی کا شکار ہو گئے' مال مویشی ختم ہو گئے اور کنیزیں بھی' میں لا ولد ہوں' دعا فرمایئے' اللہ مجھے ان سے بے نیاز کر دے اور شرم و حیا عطا کر دے اور مجھے نرینہ اولاد سے نواز دے' تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی' یااللہ! اس کو نغمہ و سرود کی بجائے قرآن کی تلاوت کی توفیق دے' حرام کی بجائے حلال کی خواہش پیدا کر' بدکاری کی بجائے عفت و پاک دامنی سے ہمکنار کر اور نرینہ اولاد عطا کر' وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کی دعا قبول کی' میں بدکاری اور بدکرداری سے باز آ گیا۔ عمان خوش حال ہو گیا' میں نے چار شادیاں کیں' نصف قرآن حفظ کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے حیان بن مازن عطا کیا' اور میں نے کہا۔

الیک رسول اللہ خبت مطیتی تجوب الفیافی من عمان الی العرج

لتشفع لی یاخیر من وطیء الحصی فیغفرلی ربی فارجع بالبلج

الی معشر خالفت فی اللہ دینھم فلا رأیھم رأیی ولا شرجھم شرجی

(یارسول اللہ! آپ کی طرف میری سواری میدانوں کو طے کرتی آئی ہے عمان سے عرج تک۔ تاکہ آپ میری شفاعت کریں اے افضل بشر! کہ میرا رب مجھے بخشے اور میں کامیاب لوٹوں۔ ایسے گروہ کی طرف جن کے دین کی میں نے اللہ کی خاطر مخالفت کی ہے' ان کی رائے میری رائے نہیں اور نہ ان کا طریقہ میرا طریقہ ہے)

وکنت امرءا باالخمر والعھر مولعا شبابی حتی آذن الجسم بالنھج

فبدلنی بالخمر خوفا وخشیة وبالعھر احصانا فحصن لی فرجی

فاصبحت ھمی فی الجھاد ونیتی فللہ ماصومی و للہ ما حجی

(میں عہد شباب میں شراب اور زنا کا رسیا تھا یہاں تک کہ میں نے جسم کو خستہ اور خراب کر دیا۔ اس نے مجھے شراب کے خمار کے بدلے خوف و خشیت عطا کیا اور زنا کے بدلے پاکبازی اور میری شرم گاہ کو پاک کر دیا۔ میرا قصد و ارادہ جہاد کے لئے وقف ہے' اللہ ہی کے لئے ہے میرا روزہ اور حج)

جب میں اپنی قوم کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے طعن و ملامت کی اور برا بھلا کہا اور ایک شاعر سے میری ہجو کروائی۔ سوچا کہ ان کی ہجو کروں تو اپنی ہی ہجو کروں گا' چنانچہ میں ان سے الگ ہو گیا۔ مجھے ان کی اندوہ ناک خبر پہنچی اور میں ان کے قومی امور کا نگران تھا اور انہوں نے مجھ سے التجا کی' اے ابن عم! ہم نے آپ کی صرف حرف گیری کی اور آپ کے اقدام کو ناگوار سمجھا اگر تم اپنے دین پر ہی قائم رہنا چاہتے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں واپس چلے آؤ' قومی امور سرانجام دو اور اپنے دین پر قائم رہو چنانچہ میں ان کے ہمراہ واپس قوم میں چلا آیا اور یہ کلام کہا۔

لبغضکم عندنا مر مذاقته — وبغضنا عندکم یاقومنا لبن
لا یفطن الدهر ان بثت معائبکم — وکلکم حین یثنی عیبنا فطن
شاعرنا مفحم عنکم وشاعرکم — فی حدبنا مبلغ فی شتمنا لسن
ما فی القلوب علیکم فاعلموا وغر — وفی قلوبکم البغضاء والاحن

(اے میری قوم! ہمارا تم سے بغض رکھنا' تلخ اور ناگوار ہے' اور تمہارا ہم سے بغض و عناد شیریں اور خوشگوار دودھ ہے۔ اگر تمہارے عیوب لوگوں کو معلوم ہو جائیں وہ ان کو اہمیت نہیں دیتے اور ہماری کوتاہیوں کو ہر کوئی اہمیت دیتا ہے۔ ہمارا شاعر تم سے درگزر کرتا ہے اور تمہارا شاعر ہمارے بارے زبان دراز اور چرب لسان ہے۔ معلوم ہو اور واضح رہے ہمارے دلوں میں تمہارے متعلق کوئی غصہ اور کینہ نہیں اور تمہارے دلوں میں ہمارے خلاف کینہ اور بغض ہے)

مازنؓ کہتے ہیں پھر سب کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

مدینہ میں اول خبر : حافظ ابونعیم' جابر بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر مدینہ کی ایک عورت کے جن سے معلوم ہوئی وہ سفید پرندے کی شکل میں آ کر ان کی دیوار پر بیٹھ گیا اس عورت نے کہا ہمارے قریب کیوں نہیں آتا کہ ہم آپس میں حال دل کہیں تو اس نے کہا مکہ میں نبی مبعوث ہوا ہے' اس نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اور ہمارا سکون چھین لیا ہے۔ واقدی' علی بن الحسین سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی خبر سب سے پہلے مدینہ میں ایک عورت فاطمہ کے جن نے پہنچائی' وہ ایک روز آیا اور دیوار پر کھڑا ہو گیا اس نے کہا نیچے کیوں نہیں اترتا؟ تو اس نے کہا بالکل نہیں کیونکہ رسول مبعوث ہوا ہے جس نے زنا کو حرام قرار دیا ہے --- بعض اور تابعین نے بھی اس کو مرسل بیان کیا ہے اور جن کا نام ''ابن لوذان'' بتایا ہے اور اس میں مزید یہ ہے کہ وہ مدت تک اس سے غائب رہا جب وہ عرصہ دراز کے بعد آیا تو اس نے اسے ڈانٹا تو جن نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آیا ہوں میں نے ان سے سنا ہے وہ زنا کو حرام کہتے ہیں' **فعلیک السلام۔**

عثمانؓ کا سفر اور خبر : واقدی' عثمان بن عفانؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل ہم شام کی طرف ایک تجارتی قافلہ میں روانہ ہوئے جب ہم حدود شام میں پہنچے تو ایک کاہنہ نے ہمیں بتایا کہ میرا جن میرے پاس آیا اور وہ دروازے پر رک گیا میں نے کہا اندر کیوں نہیں آتا تو اس نے کہا' اندر نہیں آ سکتا' احمد نبی آیا ہے اور ایک ناگزیر حکم لایا ہے جس کی خلاف ورزی کی طاقت نہیں پھر وہ چلا گیا' عثمانؓ کہتے ہیں میں مکہ آیا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں مبعوث ہو چکے ہیں اور اللہ کی توحید کی دعوت دیتے ہیں۔

سعیرہ کاہنہ : واقدی نے محمد بن عبداللہ زہری سے نقل کیا ہے کہ ابتداً جن وحی سن لیتے تھے جب اسلام کا ظہور ہوا تو سننے سے روک دیئے گئے کہ سعیرہ اسدیہ کا ایک جن تھا جب اسے معلوم ہوا کہ وحی کی سماعت پر پابندی عائد ہو گئی ہے تو وہ سعیرہ کے سینے میں داخل ہو گیا اور چیخنے چلانے لگا۔ چنانچہ وہ عورت دیوانی ہو گئی

اور وہ اس کے سینے سے پکارتا تھا۔ وضع الضاق ومنع الرفاق وجاء امر لا یطاق و احمد حرم الزنا'

جن کا خلصہ لڑکی سے جفتی کرنا اور اس سے بچہ پیدا ہونا : حافظ خرائطی' (عبداللہ بن محمد بلوی در مصر' عمارہ بن زید' عیسیٰ بن یزید' صالح بن یسان' یکے از اساتذہ) مرداس بن قیس سدوسی سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ کہانت اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کی وجہ سے تبدیلی کا تذکرہ ہوا' تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں بھی ایک ایسا واقعہ رونما ہوا تھا کہ ایک نیک سیرت لڑکی "خلصہ" نامی تھی۔ ناگہاں آئی اور اس نے کہا' اے معشر دوس! مجھے تعجب خیز عارضہ لاحق ہوا ہے۔ مجھے تم پاک دامن ہی سمجھتے ہو؟ ہم نے پوچھا کیا ہوا؟ تو اس نے بتایا کہ میں اپنے بکریوں کے ریوڑ میں تھی' مجھے ایک تاریکی نے ڈھانپ لیا اور میں نے مرد و زن کے ملاپ کی سی حرکت محسوس کی' مجھے حاملہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہاں تک کہ وضع حمل کا وقت آگیا' لٹکے ہوئے کانوں والا بچہ پیدا ہوا۔ کتے ایسے کان تھے وہ بچوں کے ہمراہ کھیل رہا تھا' ناگہاں کودا اور برہنہ ہو کر بلند آواز سے چیخنے لگا' ہائے خرابی' ہائے خرابی' ہائے جور و جفا' اے غنم کی تباہی' ہائے فہم کی بربادی' آگ کے شعلہ سے' واللہ گھاٹی کے پیچھے لشکر ہے اس میں خوبرو اور حسین نوجوان ہیں' چنانچہ ہم مسلح ہو کر سوار ہوئے اور اسے کہا' ہائے افسوس! کیا دیکھ رہا ہے؟ تو اس نے کہا' کیا کوئی دوشیزہ ہے؟ ہم نے کہا' کون لائے؟ تو ایک پیر مرد نے کہا واللہ! یہ میرے پاس ہے' اس کی ماں پاک دامن ہے ہم نے کہا جلدی لاؤ۔

چنانچہ وہ لڑکی لے آیا اور اس کاہن نے پہاڑ پر چڑھ کر دوشیزہ کو کہا' لباس اتار دے اور برہنہ ہو کر لوگوں کے سامنے آ' اور لشکر کو کہا' اس دوشیزہ کے پیچھے جاؤ اور احمد بن قابس دوسی کو کہا' تم پہلے سوار پر حملہ کرو' چنانچہ اس نے دشمن کے پہلے اور آگے والے سوار پر حملہ کیا اور اس کو تہ تیغ کر دیا اور وہ شکست کھا گئے اور ہم نے مال غنیمت اکٹھا کر لیا اور وہاں ایک یادگار تعمیر کر کے اس کا نام "ذوالخلصہ" رکھ دیا اور وہ کاہن بچہ جو پیش گوئی کرتا' وہی ظہور پذیر ہو جاتا۔ یہاں تک کہ یارسول اللہ ﷺ! جب آپ مبعوث ہوئے تو اس نے ہمیں ایک روز کہا یا معشر دوس! بنی حارث بن کعب نے پڑاؤ ڈال لیا ہے۔ چنانچہ مسلح ہو کر سوار ہو گئے تو اس نے کہا' لشکر کو دھکیل دو' اور لوگوں کو قبر میں دفن کر دو' صبح ان کو بھگا دو' اور شام کو شراب نوش کرو' اس نے کہا اس پیش گوئی کے مطابق ہم ان سے برسرپیکار ہوئے تو انہوں نے ہمیں شکست سے دوچار کر دیا چنانچہ اس کاہن کے پاس آکر ہم نے کہا' تیرا یہ کیا حال ہے اور تو نے ہمیں عظیم مصیبت سے دوچار کر دیا' ہم نے اس کو دیکھا تو اس کی آنکھیں لال سرخ تھیں اور ہم نے اس کی غلط پیش گوئی کو معاف کر دیا۔

دیر بعد پھر اس نے بلا کر کہا' کیا تم جنگ کے خواہش مند ہو جو تمہاری عزت کا باعث ہو' تمہارا حرز جان اور محافظ ہو اور مال و دولت کا موجب ہو' ہم نے کہا ہم اس کے نہایت ضرورت مند ہیں تو اس نے کہا سوار ہو جاؤ' ہم نے سوار ہو کر اس سے پوچھا' کیا کہتا ہے؟ تو اس نے کہا بنی حارث بن مسلمہ' پھر اس نے کہا ذرا ٹھہرو' ہم تھوڑی دیر ٹھہرے تو اس نے کہا فہم قبیلہ پر حملہ کرو' پھر اس نے فوراً کہا' تمہارے لئے ان میں کوئی کشت و خون نہیں پھر اس نے کہا مضر پر حملہ کرو جو گھوڑوں اور مال مویشی والے ہیں' پھر اس نے کہا' نہیں'

نہیں' بلکہ تم درید بن صمہ پر لشکر کشی کرو' تعداد میں قلیل ہیں اور وفادار ہیں' پھر اس نے نفی کر کے کہا تم کعب بن ربیعہ پر حملہ کرو اور ان کو عامر بن صعصعہ کے علاقہ میں پابند کر دو' چنانچہ ان پر حملہ ہونا چاہئے ہم نے حملہ کیا تو انہوں نے ہمیں شکست و ریخت سے رسوا کر دیا' ہم نے پھر واپس آکر اس سے کہا' افسوس! تو ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ تو کاہن نے کہا' مجھے کچھ معلوم نہیں' مجھے سچ بتانے والا جھوٹ بتا رہا ہے۔ تم مجھے گھر میں تین روز کے لئے بند کر دو پھر میرے پاس آؤ۔ پھر ہم نے تین روز کے بعد اس کا کمرہ کھولا تو وہ گویا آگ کا شعلہ تھا' اس نے کہا یا معشر دوس! آسمان کے دریچے محفوظ ہو چکے ہیں اور افضل رسل مبعوث ہو چکے ہیں' ہم نے پوچھا' کہاں؟ تو اس نے کہا مکہ میں۔

سنو! میں مر رہا ہوں' مجھے پہاڑ کی چوٹی پر دفن کرنا' میں عنقریب آگ میں جل جاؤں گا' اگر تم نے مجھے زمین پر چھوڑ دیا تو میرا وجود تمہارے لئے موجب عار ہو گا۔ جب مجھ سے شعلہ نمودار ہو تو تین پتھر مارو پھر پتھر کو "**باسمک اللّٰھم**" پڑھ کر پھینکو میں تھم جاؤں گا اور بھسم ہو جاؤں گا۔ وہ مر گیا اور آگ کا شعلہ نمودار ہوا اور ہم نے حسب وصیت اس پر تین پتھر پھینکے اور ہر پتھر کو "**بسمک اللّٰھم**" پڑھ کر پھینکا اور وہ بھسم ہو گیا کچھ عرصہ بعد حجاج کرام واپس لوٹے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ' ہمیں آپ کی بعثت کی خبر دی گئی' (غریب جداً)

معلق سوار : واقدی' سفیان ہذلی سے بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک تجارتی قافلہ میں شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم رات کو زرقا اور معان کے درمیان فروکش ہوئے تو فضا میں معلق' ایک شاہ سوار کہہ رہا ہے۔ اے سونے والو! جاگو! یہ سونے کا وقت نہیں احمدؐ نبی کا ظہور ہو چکا ہے اور جنات کو ہر مقام سے دھتکار دیا گیا ہے۔ قافلہ میں نوجوان تھے وہ یہ آواز سن کر گھبرا گئے' چنانچہ جب ہم واپس گھر پہنچے تو وہاں مکہ میں قریش کے درمیان اختلاف کا تذکرہ ہو رہا تھا' ایک نبی کے بارے جو بنی عبدالمطلب میں مبعوث ہوا ہے اس کا نام ہے احمدؐ' ذکرہ ابو نعیم۔

ابن مرداس کا اسلام قبول کرنا : خرائطی' عباس بن مرداس سلمی سے بیان کرتے ہیں کہ دوپہر کے وقت دودھیل اونٹنیوں میں ایک یعر اور بزغالہ بندھا تھا' (یعر: بکری کا وہ بچہ جو ایک گڑھے کے پاس باندھ دیا جاتا ہے۔ شیر اس کی آواز سنتا ہے اور آکر گڑھے میں گر پڑتا ہے) اچانک سفید شترمرغ نموار ہوا اس پر سفید پوش سوار تھا' اس نے کہا اے عباس بن مرداس! کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمان کی حفاظت کا انتظام ہو چکا ہے' اور لڑائی دم توڑ رہی ہے اور لشکر آرام کر رہے ہیں' بے شک وہ نبی جو نیکی اور تقویٰ کے ساتھ سوموار کو مبعوث ہوا ہے وہ "قصویٰ اونٹنی" والا ہے۔ ابن مرداس کہتا ہے میں خوف زدہ ہو گیا' اس منظر نے مجھے حیران و پریشان کر دیا یہاں تک کہ میں اپنے ضماد بت کے پاس آیا ہم اس کی پرستش کیا کرتے تھے' اور اس کے اندر سے کلام کی آواز آتی تھی میں نے اس کا گردونواح صاف کیا اور اس کا بوسہ لیا' یکایک اس کے اندر سے آواز آئی۔

قل لِلقبائل من سليم كلها هلك الضماد وفاز أهل المسجد

هلك الضماد وكان يعبد مرة   قبل الصلاة مع النبي محمد
إن الذي ورث النبوة والهدى   بعد ابن مريم من قريش مهتد

(سلیم کے سب قبیلوں کو کہہ دو' ضماد کا دور ختم ہو گیا ہے اور توحید پرست کامیاب ہیں۔ ضماد برباد ہو چکا ہے۔ "نبیؐ کے ساتھ نماز پڑھنے سے قبل" اس کی پوجا ہوا کرتی تھی۔ ابن مریم کے بعد نبوت و ہدایت کا وارث ہدایت یافتہ ہے)

میں یہ اشعار سن کر ڈر گیا اور لوگوں کے پاس آ کر یہ سارا قصہ ان کے گوش گزار کیا اور تین سو کا قافلہ لے کر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا' اے عباس! اسلام قبول کرنے کا واقعہ کیسے پیش آیا پھر میں نے پورا قصہ عرض کیا' آپ یہ سن کر مسرور ہوئے اور میں نے اپنی قوم کے ہمراہ اسلام قبول کر لیا۔ یہ واقعہ حافظ ابو نعیم نے "دلائل" میں ابوبکر بن ابی عاصم از عمرو بن عثمان بیان کیا ہے۔ حافظ ابو نعیم (اصمعی' وصافی' منصور بن معتمر' قبیصہ بن عمرو بن اسحاق خزاعی) عباس بن مرداس سلمی سے بیان کرتے ہیں کہ میرے اسلام قبول کرنے کا آغاز اس طرح ہوا کہ میرے والد نے مجھے ضماد بت کی پرستش کی وصیت کی چنانچہ میں نے اسے ایک مکان پر نصب کر دیا اور روزانہ ایک بار اس کے پاس آیا کرتا تھا' جب نبی علیہ السلام کا ظہور ہوا' میں نے رات کو ایک خوفناک آواز سنی اور بطور فریاد ضماد بت کے پاس آیا ناگہاں اس کے اندر سے آواز آئی۔

قل للقبيلة من سليم كلها   هلك الانيس وعاش أهل المسجد
أودى ضماد وكان يعبد مرة   قبل الكتاب الى النبي محمد
ان الذي ورث النبوة والهدى   بعد ابن مريم من قريش مهتد

وہ کہتے ہیں میں نے یہ واقعہ لوگوں کو بتایا نہیں جب سب لوگ جمع ہوئے تو میں "ذات عرق" کے علاقہ عقیق میں اونٹوں کے باڑے میں سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک آواز آئی اور ایک آدمی شتر مرغ پر سوار کہہ رہا ہے' وہ روشنی جو منگل کی رات نمودار ہوئی ہے۔ "عضبا" ناقہ والے کے ساتھ' برادران "بنی عنقا" کے علاقہ میں' اس کے شمال سے یہ "صدائے غیبی" آئی۔

بشر الجن وابلاسها   ان وضعت المطي أحلاسها
وكلأت السماء أحراسها

(جنات کو ان کی ناامیدی کی بشارت سنا کہ سواریوں نے اپنے پالان اتار لئے ہیں اور اہل آسمان نے اس کی نگاہ بانی کی ہے)

یہ سن کر میں خوف زدہ ہو گیا اور سمجھ گیا کہ محمدؐ رسالت سے سرفراز ہو چکے ہیں' چنانچہ میں فوراً نہایت تیز رفتاری سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا پھر واپس آ کر ضماد کو جلا کر بھسم کر دیا پھر دربار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ اشعار کہے۔

لعمرك اني يوم أجعل جاهلا   ضمادا لرب العالمين مشاركا

وترکی رسول الله والأوس حوله أولئك أنصار له ما أولئكا
كتارك سهل الارض والحزن يبتغى ليسلك فى وعث الامور المسالكا
فآمنت بالله الذى أنا عبده. وخالفت من أمسى يريد المهالكا

(تیری عمر کی قسم! بے شک جب میں نے ضماد کو اللہ کے شریک بنایا' جاہل تھا۔ اور میرا رسول اللہ ﷺ کو ترک کرنا اور اوس کو ان کے آس پاس جو آپ کے انصار اور مددگار تھے۔ نرم و گداز راستوں کو ترک کرنے والے کی مانند ہے جو مشکل امور میں راستوں کی جستجو میں ہو۔ میں اس اللہ پر ایمان لایا جس کا بندہ ہوں اور مہلک راستوں کے اختیار کرنے والے کی مخالفت کی)

ووجهت وجهى نحو مكة قاصداً أبايع نبى الاكرمين المباركا
نبى أتانا بعد عيسى بناطق من الحق فيه الفصل فيه كذلكا
أمين على القرآن أول شافع وأول مبعوث يجيب الملائكا
تلافى عرى الاسلام بعد انتقاضها فاحكمها حتى أقام المناسكا

(اور میں نے مکہ کا عزم سفر کیا ہے کہ اکرم لوگوں کے مبارک نبی کی بیعت کروں۔ عیسیٰ کے بعد نبی آیا ہے واضح حق لے کر' اس میں دو ٹوک فیصلے ہیں۔ قرآن کا امانت دار ہے۔ پہلا شفاعت کرنے والا ہے اور پہلا نبی ہے عرب میں جو فرشتوں سے بات چیت کرتا ہے۔ اسلامی احکام کے شکستہ ہونے کے بعد اس نے تدارک کیا ان کو مستحکم کیا یہاں تک کہ احکام حج کو درست کیا)

عنيتك ياخير البرية كلها توسطت فى الفرعين والمجد مالكا
وأنت المصفى من قريش اذا سمت على ضمرها تبقى القرون المباركا
اذا انتسب الحيان كعب و مالك وجدناك محضا والنساء العواركا

(اے افضل کائنات! میں نے تیرا قصد کیا ہے۔ آپ والد و والدہ کے لحاظ سے اور مجد و شرف کے لحاظ سے بہترین ہیں۔ جب قریش اپنے سدھائے گھوڑوں پر سوار ہوں تو آپ سب سے ممتاز ہیں اور مبارک زمانے میں آپ کا نام رہے گا)

بت سے آواز اور خثعمی لوگوں کا مسلمان ہونا : خرائطی' عبداللہ بن محمود از آل محمد بن مسلمہ سے بیان کرتے ہیں کہ خثعمی لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام قبول کرنے کا باعث یہ ہوا کہ ہم بت پرست تھے چنانچہ ہم ایک روز بت کے پاس موجود تھے کہ چند لوگ کسی معاملہ کو سلجھانے کے لئے بت کے پاس آئے۔ ہمیں ایک اچانک غیب سے صدا آئی۔

يا أيها الناس ذووا الاجسام من بين اشياخ الى غلام
ما أنتم وطائش الاحلام ومسند الحكم الى الاصنام
أكلكم فى حيرة نيام أم لا ترون ما الذى أمامى
من ساطع يجلو دجى الظلام قد لاح للناظر من تهام

ذاك نبــي ســيد الانــام   قـد جـاء بعـد الكفـر بالاسـلام

(اے بوڑھے اور جوان' تنو مند لوگو! تم اور کم عقل لوگ اور بتوں کی طرف حکم کو سونپے والے کیا ہو۔ کیا تم سب حیرت زدہ سوئے ہوئے ہو' یا تم نہیں دیکھ رہے جو سامنے ہے تہامہ سے ظاہر ہونے والی۔ روشنی جو تاریکیوں کو منور کر رہی ہے اور تہامہ میں دیکھنے والے کے لئے واضح ہے۔ یہ نبی سید عالم ہے جو کفر کے بعد اسلام کا پیغام لایا ہے)

أكرمـه الرحمـن مـن امـام   ومـن رسـول صـادق الكـلام

أعـدل ذى حكـم مـن الاحكـام   يـأمر بـالصلاة والصيـام

والـبر والصـلات للارحـام   ويزجـر النـاس عـن الآثـام

والرجـس والاوثـان والحـرام   مـن هاشـم فـي ذروة السـنام

مسـتعلنا فـي البلـد الحـرام

(اللہ نے اس امام اور راست گو رسول کی تعظیم و تکریم کی ہے۔ سب احکام میں وہ انصاف پرور ہے نماز روزے کا حکم دیتا ہے۔ نیکی اور صلہ رحمی کا بھی اور لوگوں کو گناہوں سے منع کرتا ہے۔ شرک' بتوں اور حرام سے بھی منع کرتا ہے وہ آل ہاشم میں عالی رتبہ ہے مکہ میں علانیہ کہتا ہے)

یہ اشعار سن کر وہ وہاں سے چلے آئے اور نبی علیہ السلام کی طرف عزم سفر کیا اور مسلمان ہو گئے۔

جنات سے پناہ اور عجب واقعہ : خرائطی' سعید بن جبیر سے بیان کرتے ہیں کہ رافع بن عمیر تمیمی راستوں کا خوب ماہر تھا۔ رات کو سفر کرنے کا عادی تھا۔ ہولناک امور میں گھس جانے والا تھا' راستوں کی واقفیت اور دشوار گزار راہوں پر سفر کی جرات و جسارت کی وجہ سے عرب میں "دعموص العرب" (بادشاہوں کا تقرب حاصل کرنے والا) کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے اپنے آغاز اسلام کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک رات میں عالج کے ریتلے میدان میں سفر کر رہا تھا کہ مجھے نیند نے ستایا اور میں سواری سے اتر کر سواری کے گھٹنے کا تکیہ بنا کر سو گیا اور سونے سے قبل میں نے کہا **اعوذ بعظیم هذا الوادی من الجن من ان اوذی او اهاج** اس وادی کے بڑے جن کے ساتھ میں پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے اذیت سے یا جلد بازی کے طیش سے دوچار کیا جائے۔ میں سو گیا اور خواب آیا کہ ایک نوجوان میری ناقہ کی ناک میں ہے اور ہاتھ میں نیزہ لئے اس کے سینہ میں گھونپنا چاہتا ہے میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا' دائیں بائیں غور کیا کچھ نظر نہ آیا' سوچا یہ محض خواب ہے' پھر سو گیا اور پہلے کی طرح خواب آیا پھر جاگ گیا اور اونٹنی کے گردونواح گھوما لیکن کچھ نہ دکھائی دیا اور اونٹنی پر کپکپی طاری تھی پھر سو گیا اور پہلے جیسا خواب آیا اور دیکھا کہ ناقہ تھرتھرا رہی ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک نوجوان' جیسا مجھے خواب میں نظر آیا تھا کہ اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے' اور ایک بوڑھا اس کا ہاتھ پکڑے اس کو منع کر رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے۔

یـا مـالك بـن مهلهـل بـن دثـار   مهـلا فـدى لـك مـئزرى وإزارى

عـن ناقـة الأنسـي لا تعـرض لهـا   واخـتر بهـا مـا شـئت مـن أثـوارى

ولقـد بـدا لى منـك مـا لم احتسـب   ألا رعيـت قرابتـي وذمـارى

نسمو الیه بحربة مسمومة تبا لفعلك یا أبا الغفار

(اے مالک! رک جا' میرا تن من تجھ پر صدقے' رک جا۔ اس آدمی کی ناقہ سے اس کو نقصان نہ پہنچا' اس کی بجائے میری نیل گاؤں میں سے پسند کر لے۔ تیرا یہ کام میرے سان گمان میں بھی نہ تھا' سب کچھ کر مگر قرابت اور ذمہ داری کا احساس کرو۔ تو اس کی طرف زہریلا نیزہ لے کر بڑھ رہا ہے' اے ابوالغفار! تیرا یہ کام ناکام ہو)

یہ سن کر حملہ آور جوان نے کہا۔

أأردت أن تعلو وتخفض ذكرنا في غير مزرية أبا العيزار

ما كان فيهم سيد فيما مضى إن الخيار همو بنو الاخيار

فاقصد لقصدك يا معكبر انما كان المجير مهلهل بن دثار

(اے ابو الصیزار! کیا تو بلند رتبہ چاہتا ہے اور بلاوجہ ہماری شہرت کو داغدار کرتا ہے۔ ماضی میں' ان کا کوئی رئیس و عظیم نہ تھا' بے شک بہتر لوگ' بہتر لوگوں کی اولاد ہی ہے۔ اے معبکر تو اپنی راہ لے' پناہ دہندہ تو میرا باپ مہلہل تھا)

وہ آپس میں جھگڑ ہی رہے تھے کہ تین وحشی گائے نمودار ہوئیں' شیخ نے نوجوان کو کہا اے بھانجے! اس مرد پناہ گیر کی ناقہ کے بجائے جو چاہو پکڑ لو۔ اس نوجوان نے ایک گائے پکڑی اور لے گیا۔ پھر مجھے شیخ نے کہا' جناب! جب کسی میدان میں پڑاؤ کرو اور خطرہ محسوس کرو تو پڑھو (**اعوذ باللّٰہ رب محمد من ھول ھذا الوادی**) اس وادی کی ہولناکی سے میں اللہ سے جو رب محمدؐ ہے پناہ مانگتا ہوں اور کسی جن کی پناہ مت لو' ان کا تسلط ختم ہو چکا ہے۔ میں نے پوچھا (یہ محمد کون ہے؟) تو اس نے کہا عربی نبی ہے۔ شرقی اور غربی نہیں بلکہ عالم گیر ہے سوموار کے روز یہ مبعوث ہوا ہے۔ میں نے پوچھا اس کا جائے سکونت کہاں ہے؟ تو اس نے کہا نخلستان یثرب۔ اس نے کہا جب فجر ہوئی تو میں نے سفر کا عزم کیا اور مدینہ میں پہنچ گیا' رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی میرے بتانے سے قبل میرا سارا ماجرا کہہ سنایا اور مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی چنانچہ میں مسلمان ہو گیا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ **وانه کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن** ---- اسی کے بارے نازل ہوئی ہے۔

غیر اللہ سے پناہ : خرائطی (اس کے برعکس بیان کرتے ہیں) (ابراہیم بن اسماعیل بن حماد بن "امام" ابوحنیفہ' داؤد بن حسین' عکرمہ' ابن عباس) علی سے بیان کرتے ہیں کہ جب کسی وادی میں درندے کا خطرہ محسوس ہو تو پڑھو **اعوذ بدانیال والجب من شر الاسد** (یہ روایت موقوف ہے اور غلط ہے' ندوی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنات سے جنگ' بے بنیاد قصہ : بلوی' ابن عباسؓ سے علیؓ کا جنات کے ساتھ جنگ وجدال کا قصہ بیان کرتے ہیں جو جحفہ کے ایک کنوئیں پر پیش آیا تھا' جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو پانی لانے کے لئے بھیجا تھا' جنات نے روکنا چاہا اور ڈول کی رسی توڑ دی تو علیؓ نے ان سے الخ۔ یہ قصہ نہایت طویل اور بے بنیاد اور نہایت منکر ہے' واللہ اعلم۔

بسم اللہ کی فضیلت کی روشنی میں : حضرت

عمرفاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں قرآن کے فضائل اور افضل قرآن پر مباحثہ اور مذاکرہ ہو رہا تھا کسی نے کہا' سورہ نحل کی آخری آیات افضل ہیں' بعض نے کہا سورۃ یٰسین' علیؓ نے کہا آیت الکرسی سب سے افضل ہے۔ اس میں ستر کلمات ہیں' ہر کلمہ خیروبرکت کا سرچشمہ ہے۔ مجلس میں عمرو معدی بن کرب بھی خاموش بیٹھے تھے' یہ ساری کارروائی سن کر کہا' "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی فضیلت کو کیوں نظرانداز کر رہے ہو' حضرت عمرؓ نے کہا اچھا بتاؤ جناب ابوثور! تو اس نے کہا جاہلی دور کا واقعہ ہے' مجھے بھوک نے خوب ستایا میں نے بیابان میں خوب گھوڑا دوڑایا صرف شترمرغ کا انڈا ہاتھ آیا۔ میں اسی اثنا میں چل رہا تھا کہ عربی شیخ خیمہ میں نظر آیا' اس کے پہلو میں ایک ماہ پارہ لڑکی ہے' سورج کی طرح تابندہ اور کچھ بکریاں بھی ہیں' میں نے اس شیخ سے کہا' میں تجھے اسیر بنانا چاہتا ہوں (تیری ماں تجھے گم پائے) تو بوڑھے نے میری طرف سر اٹھا کر کہا' جوان! مہمانی چاہو تو حاضر ہے' تعاون چاہو تو بھی اعانت کر سکتے ہیں' میں نے کہا میں تو تجھے قید کرنا چاہتا ہوں تو اس نے کہا

عرضنا عليك النزل منا تكرما فلم ترعوى جهلا كفعل الاشائم
وجئت ببهتان وزور ودون ما تمنيته بالبيض حز الغلاصم

(ہم نے اپنے کرم و سخاوت کی وجہ سے مہمانی کی پیشکش کی ہے اور منحوسوں کی طرح تو اپنی جہالت سے باز نہ آیا۔ تو ناحق اور غلط ارادہ لے کر آیا ہے اور تیری آرزو کی تکمیل سے پہلے تلوار کے ساتھ سر تن سے جدا ہو گا)

پھر وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر یکبارگی حملہ آور ہوا اور مجھے اپنے نیچے رکھ لیا پھر پوچھا قتل کر دوں یا احسان کر کے چھوڑ دوں' میں نے عرض کیا چھوڑ دیجئے' اس نے مجھے چھوڑ دیا تو میرے دل میں دوبارہ خیال آیا اور میں نے کہا **ثکلتک امک!** میں تجھے گرفتار کرنا چاہتا ہوں' تو اس نے کہا۔

ببسم الله والرحمن فزنا هنالك والرحيم به قهرنا
وما تغني جلادة ذي حفاظ اذا يوم لمعركة برزنا

(اللہ اور رحمان کے نام کی برکت سے کامیاب ہوتے ہیں وہاں اور اسم رحیم کی وجہ سے ہم غالب آتے ہیں۔ کسی جنگ جو کی توانائی کام نہیں آتی جب ہم کسی معرکہ میں کود پڑیں)

پھر اس نے کود کر مجھے نیچے رکھ لیا اور کہا "**اقتلک ام اخلی عنک**" میں نے کہا چھوڑ دیجئے' اس نے مجھے چھوڑ دیا تو میں تھوڑی ہی دور گیا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بوڑھا پھونس مجھ پر غالب آسکتا ہے' واللہ! اس بزدلی کی زندگی سے تو موت بہتر ہے' چنانچہ میں پھر اس کے پاس چلا آیا اور کہا اتستاسر' **ثکلتک امک** تو پھر اس نے بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھ کر حملہ کیا' اور مجھے نیچے رکھ لیا اور کہا' "**اقتلک ام اخلی عنک**" میں نے کہا چھوڑ دیجئے اس نے کہا اب نہیں۔ اس نے "جاریہ" سے چھری منگوائی اور پیشانی کے بال کاٹ دیئے' عرب کا دستور تھا کہ جب کسی پر غالب آجاتے تو اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر غلام بنا لیتے چنانچہ میں ایک عرصہ تک اس کی خدمت کرتا رہا۔

پھر اس نے کہا' عمرو! میں تجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں' مجھے تم سے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ میرا بسم

اللہ الرحمٰن الرحیم پر محکم یقین ہے' بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک مہیب اور خطرناک گنجان نخلستان میں پہنچ گئے' اس نے بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو سب پرندے آشیانوں سے اڑ گئے پھر اس نے دوبارہ پڑھی تو سب درندے اپنی کچھاریں چھوڑ گئے۔ پھر اس نے تیسری بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی تو ایک لمبا تڑنگا حبشی وادی سے نکل آیا تو شیخ نے مجھے تاکید کی کہ جب ہم نبرد آزما ہوں تو پڑھنا **غلبه صاحبی بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم**' بسم اللہ کی برکت سے میرا ساتھی غالب آگیا۔ میں نے کہا جی ہاں' چنانچہ وہ نبرد آزما ہوئے تو میں نے کہا "لات اور عزیٰ کی برکت سے میرا ساتھی غالب آیا" لڑائی ہوئی تو شیخ مدمقابل کو مات نہ کر سکا۔

وہ میرے پاس واپس آیا اور اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے میری بات کی مخالفت کی ہے۔ میں نے اعتراف کیا اور آئندہ مخالفت نہ کرنے کا وعدہ کیا پھر اس نے کہا جب ہم برسرپیکار ہوں تو کہنا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت سے میرا ساتھی غالب آگیا' میں نے کہا جی ہاں' جب میں نے ان کو دیکھا کہ وہ آپس میں لڑ رہے ہیں تو میں نے کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت سے میرا ساتھی غالب آیا' چنانچہ شیخ نے حبشی کو تلوار سے قتل کر دیا اور اس کے پیٹ سے سیاہ قندیل کی طرح ایک لوتھڑا نکال کر کہا عمرو! یہ اس کا دھوکہ اور کینہ ہے۔ پھر شیخ نے کہا جانتے ہو' یہ لڑکی کون ہے؟ میں نے کہا جی نہیں' تو اس نے بتایا یہ فارعہ بنت سلیل جرہمی ہے۔ جنات کے اعلیٰ خاندان سے ہے اور یہ مقتول حبشی اس کے چچازاد بھائیوں میں سے ہے۔ ہر سال مجھ سے ایک چچازاد لڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت سے نصرت و فتح عطا کرتا ہے دیکھا میں نے حبشی کا کام تمام کر دیا' مجھے اب بھوک ستا رہی ہے' کچھ کھانے کو لاؤ۔ چنانچہ میں نے گھوڑا دوڑایا اور بمشکل تمام شترمرغ کے انڈے لایا تو وہ سو چکا تھا اس کے سرہانے لکڑی جیسا ہتھیار تھا میں نے وہ سرکایا تو وہ تلوار تھی ایک بالشت چوڑی سات بالشت لمبی' میں نے اس کی پنڈلیوں پر ایک وار کیا اور ان کو تن سے جدا کر دیا اور اس نے پشت زمین پر سے سر اٹھا کر کہا غدار' بے وفا' اللہ تجھے ہلاک کرے تو کس قدر بے وفا انسان ہے۔ عمر فاروقؓ نے پوچھا پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے اس کا عضو' عضو کاٹ دیا اور اس نے کہا۔

بالغدر نلت أخا الاسلام عن كثب ما ان سمعت كذا في سالف العرب
والعجم تأنف مما جئته كرما تبا لما جئته في السيد الارب
اني لاعجب أني نلت قتلته أم كيف جازاك عند الذنب لم تنب؟
قرم عفا عنك مرات وقد علقت بالجسم منك يداه موضع العطب

(تو ابھی غدر و بے وفائی سے ایک مسلمان کے قتل کے درپے ہوا' میں نے عرب میں ایسا کوئی واقعہ نہ سنا تھا۔ ایسی بے وفائی کو تو عجم بھی باعث عار سمجھتے ہیں ایک مدبر رئیس کے ساتھ تیری بددیانتی تباہ ہو۔ میں حیران ہوں کہ میں تو اس کو قتل کر سکتا تھا' اگر چاہتا' اس نے ناکردہ گناہ کا کیونکر بدلہ دیا؟ ایک قوم نے تجھے کئی بار معاف کیا اور اس کے ہاتھ تیری ہلاکت پر پہنچ چکے تھے)

لو كنت آخذني في الاسلام ما فعلوا في الجاهلية أهل الشرك و نصب
اذاً لنالتك من عدلي مشطبة تدعو لذائقها بالويل والحرب

(اگر میں اسلامی دور میں مشرکین کے جاہلی دور کی غداری کا بدلہ لوں۔ تو میرے عدل کی وجہ سے تیرے سر پر تلوار پڑے جو اس لڑائی کا مزہ چکھا دے)

پھر عمر فاروقؓ نے پوچھا' اس لڑکی کا کیا بنا؟ تو بتایا کہ میں لڑکی کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا شیخ کو کیا ہوا؟ میں نے کہا اس کو حبشی نے قتل کر دیا ہے۔ اس نے کہا جھوٹ بکتا ہے' تو نے غداری سے اس کو خود قتل کر دیا ہے' پھر اس نے کہا۔

يا عين جودي للفارس المغوار ثم جودي بواكفات غزار
لا تملي البكاء إذ خانك الدهر بوافٍ حقيقة صبار
وتقي وذي وقار و حلم وعديل الفخار يوم الفخار
لهف نفسي على بقائك عمرو اسلمتك الأعمار للأقدار
ولعمري لو لم ترمه بغدر رمت ليثا كصارم بتار

(اے آنکھ تو غارت گر شاہ سوار پر ڈھیروں آنسو بہا۔ تو رونے سے نہ اکتا' جب اہل زمانہ نے خیانت کر کے تجھ سے چھین لیا وفادار' صبر مند۔ نیک باوقار' تحمل مزاج اور باہم افتخار کے روز وہ فخر و مباہات میں دوسروں کے ہم سر اور ہم پلہ تھا۔ اے عمرو! تیرے زندہ رہنے پر مجھے افسوس ہے' تیری عمر اور بقا نے تجھے تقدیر کے سپرد کر دیا ہے۔ مجھے عمر کی قسم! اگر تو اس سے غداری نہ کرتا تو تیرا مقابلہ ایسے شیر سے ہوتا جو قاطع تلوار کی مانند تھا)

مجھے اس کے اشعار سے رنج و غصہ آیا' میں تلوار سونت کر اس کو قتل کرنے کے لئے خیمہ کے اندر داخل ہوا تو وہاں کچھ نہ تھا' پھر میں بکریاں ہانک کر گھر لے آیا۔

یہ اثر اور خبر نہایت عجیب و غریب ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن شیخ' مسلمان تھا اور اس نے قرآن پڑھا تھا' اور وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے پناہ لیتا تھا۔

نجاشی' زید اور ورقہ کا مذاکرہ : خرائطی' اسماء بنت ابی بکر سے بیان کرتے ہیں کہ زید بن عمرؓ اور ورقہ بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ وہ واقعہ فیل کے بعد نجاشی کے دربار میں گئے اور اس نے کہا' قریشیو! صحیح صحیح بتانا کہ تمہارے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جس کے باپ نے اس کو ذبح کرنا چاہا' پھر بصد مجبوری سو اونٹ اس کا فدیہ دیا' انہوں نے کہا' جی ہاں! پھر پوچھا اس کے حالات کا تمہیں کچھ علم ہے؟ عرض کیا اس نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی ہے اور وہ حاملہ ہے۔ پھر پوچھا کیا تمہیں اس کی ولادت کا کچھ علم ہے؟ تو ورقہ نے کہا بادشاہ سلامت! میں ایک رات لات بت کے پاس سویا ہوا تھا کہ میں نے اس کے شکم سے صدائے غیب سنی۔

ولد النبی فذلت الاملاک' ونائی الضلال وادبر الاشراک

(نبی پیدا ہو چکا ہے اور شاہ رسوا ہیں ضلالت دور ہو چکی ہے اور شرک پشت پھیر گیا ہے)

پھر وہ بت منہ کے بل اوندھا گر پڑا۔

زید بن عمر نے کہا' بادشاہ سلامت ایسا ایک واقعہ مجھے بھی یاد ہے' شاہ نے کہا سناؤ؟ تو اس نے کہا' قریباً اسی رات' میں اپنے گھر سے باہر آیا اور اہل خانہ آمنہ کے حمل کا تذکرہ کر رہے تھے' میں کوہ ابی قیس میں تنہائی کا طلب گار تھا' میں وہاں آیا تو ایک انسان نما شکل دیکھی اس کے دو سبز بازو ہیں' اس نے مکہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا' شیطان ذلیل ہو گیا' بت باطل ہو گئے اور امین پیدا ہو گیا۔ پھر اس نے مشرق و مغرب دونوں سمت کپڑا پھیلا دیا جس نے زیر آسمان ہر چیز کو ڈھانپ لیا اور اس سے ایک روشنی نمودار ہوئی جس نے میری نگاہ کو خیرہ اور چکاچوند کر دیا اور مجھے خوف زدہ کر دیا۔ پھر وہ اپنے بازوؤں اور پروں کو حرکت دے کر کعبہ پر جا بیٹھا۔ اس سے ایسا نور چمکا جس سے سارا تہامہ منور ہو گیا اور اس نے کہا زمین پاک ہو گئی اور اس کا موسم بہار آگیا' پھر اس نے کعبہ پر نصب بتوں کی طرف اشارہ کیا وہ گر پڑے۔

نجاشی نے کہا' میں تمہیں اپنی سرگزشت سناتا ہوں' جس رات کا تم نے ذکر کیا ہے' میں اس رات اپنے مخصوص کمرے میں تنہا تھا کہ زمین سے ایک سر نمودار ہوا' اس نے کہا اصحاب فیل تباہ ہو گئے' ان پر پرندوں کے جھنڈ نے کنکر پھینکے' اشرم سرکش تباہ ہو گیا' امی نبی پیدا ہو گیا' مکی اور حرم کا باشندہ ہے' جس نے اس کی اتباع کی' وہ سعید و خوش نصیب ہے اور جس نے اتباع نہ کی وہ شقی اور بدنصیب ہے' پھر زمین میں وہ سر غائب ہو گیا۔ میں نے بولنے کی کوشش کی مگر بول نہ سکا اور بستر سے اٹھنے کی بھی سکت نہ رہی' میں نے دستک دی تو اہل خانہ سن کر آئے۔ میں نے ان کو کہا کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دو' پھر میری زبان اور پاؤں چلنے کے قابل ہوئے' (ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کے گرنے' آتش کدہ کے بجھ جانے اور سطیح کی تعبیر اور عبد المسیح کے خواب بیان کرنے کی تفصیل ولادت نبی ﷺ کے قصہ میں ملاحظہ کریں)

زمل رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا : تاریخ میں ابن عساکر نے زمل بن عمرو عزری سے بیان کیا ہے کہ بنی عزرہ کی شاخ بنی ہند بن حرام کا بت "حمام" تھا اور اس کا دربان طارق تھا' وہ لوگ اس کی تعظیم و تکریم کرتے اور اس کے پاس قربانی کے جانور ذبح کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو طارق کہتا ہے' ہم نے یہ آواز سنی' اے بنی ہند بنی حرام! حق ظاہر ہو گیا ہے "حمام" ہلاک ہو گیا ہے اور اسلام نے شرک کو دھکیل دیا ہے۔ یہ سن کر ہم حیران و پریشان ہوئے' کئی روز کے بعد بت سے آواز آئی' اے طارق! اے طارق! نبی صادق مبعوث ہو گیا ہے' وحی ناطق کے ساتھ' ارض تہامہ میں واشگاف بیان کرنے والے نے بیان کیا ہے۔ اس کے معاون و مددگار کے لئے سلامتی اور عافیت ہے اور اس کے مخالف کے لئے ندامت و پشیمانی اور تاقیامت میں تم سے وداع ہوتا ہوں۔

زمل رضی اللہ عنہ بیان کرتا ہے کہ پھر وہ بت منہ کے بل اوندھا گر پڑا' میں نے سواری کا انتظام کیا اور قوم کے چند افراد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

لیك رسول الله أعملت نصها وكلفتها حزناً وغوراً من الرمل

لا نصر خير الناس نصراً مؤزراً واعقد حبلا من حبالك في حبلي

وأشهد أن الله لا شيء غيره أدين به ما أثقلت قدمي نعلي

(یارسول اللہ ﷺ آپ کی طرف سواری کو تیز دوڑایا ہے اور اس کو سنگلاخ اور پست ریتلے میدان طے کرنے کی تکلیف دی ہے۔ تاکہ میں سید عالم کی خوب مدد کروں اور آپ کے ساتھ تعلق استوار کروں۔ اور میں گواہ ہوں کہ اللہ کے بغیر کسی کی بقا نہیں' تازندگی میں اس کی عبادت کروں گا)

پھر میں نے اسلام قبول کر کے آپ کی بیعت کی اور بت سے جو آواز سنی وہ سب بتائی تو آپ نے فرمایا یہ جنات کا کلام ہے۔ (**ذاک من کلام الجن**) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عرب کے لوگو! میں تم اور تمام انام کی طرف رسول ہوں' میں ان کو اللہ وحدہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں' میں اللہ کا رسول اور اس کا بندہ ہوں اور میں تلقین کرتا ہوں کہ تم حج کرو' رمضان کے روزے رکھو' جس شخص نے میری بات قبول کی اس کے لئے جنت ہے اور جس نے انکار کیا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

مکتوب نبوی : پھر آپ نے ہمیں ایک علم دیا اور یہ نوشت عطا فرمائی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللّٰہ لزمل بن عمرو ومن اسلم معہ خاصۃ انی بعثتہ الی قومہ عامدا فمن اسلم ففی حزب اللّٰہ ورسولہ ومن ابی فلہ امان شہرین شہد علی بن ابی طالب و محمد بن مسلمۃ الانصاری' بقول ابن عساکر یہ نہایت غریب ہے۔

گستاخ رسول کا قتل : مغازی میں سعید بن یحییٰ بن سعید اموی نے اپنے چچا محمد بن سعید اموی' محمد بن منکدر' ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جبل ابی قبیس پر کسی جن کی صدائے غیب آئی۔

قبح اللہ رأیکم آل فہر ما أدق العقول والافہام
حین تعصی لمن یعیب علیہا دین آبائہا الحماۃ الکرام
حالف الجن جن بصری علیکم ورجال النخیل والآطام
یوشک الخیل أن تردہا تہادی تقتل القوم فی حرام بہام

(اے آل فہر! اللہ تمہاری رائے کو خراب اور ناکام کرے' تمہارا فکروفہم کس قدر ہلکا اور ادنیٰ ہے۔ غیرت مند اور معزز آباء کے دین پر نکتہ چین اور حرف گیر کے بارے جب تمہاری خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ اس نے تمہارے خلاف بصریٰ کے جنات نخلستان اور عالی شان محلات والے لوگوں سے عہد و پیمان کر لیا ہے۔ قریب ہے کہ اس کا لشکر یہاں آئے اور قوم کا حرم میں سر تن سے جدا کر دے)

ھل کریم منکم لہ نفس حر ماجد الوالدین والأعمام
ضارب ضربۃ تکون نکالا ورواحاً من کربۃ واغتمام

(کیا تم میں کوئی نجیب الطرفین خاندانی' آزاد منش' معزز اور بہادر مرد ہے۔ ایسی ضرب لگائے جو عبرت آموز ہو اور ہر قسم کے رنج و غم سے خلاصی کا موجب ہو)

ابن عباسؓ کہتے ہیں یہ اشعار اہل مکہ کے زبان زد تھے' وہ باہمی ایک دوسرے کو سناتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شیطان ہے' اس کا نام مسعر ہے' لوگوں سے بتوں کے بارے کلام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کرے گا چنانچہ تین روز کے بعد کوہ ابی قبیس پر کسی ہاتف نے کہا۔

نحن قتلنا في ثلاث مسعرا إذ سفه الجن وسن المنكرا

قنعته سيفا حساماً مشهرا بشتمه نبينا المطهرا

(ہم نے مسلسل تین رات کی جستجو کے بعد مسعر کو قتل کر دیا ہے کیونکہ اس نے جنات کو احمق قرار دیا ہے اور برے راستے کی داغ بیل ڈالی ہے۔ میں نے اس کے جسم میں قاطع برہنہ تلوار گھونپ دی' کیونکہ اس نے ہمارے پاکباز نبی کی شان میں گستاخی کی تھی)

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ جنات میں سے ایک دیو ہے' اس کا نام سمج ہے وہ مسلمان ہو گیا ہے' میں نے اس کا نام "عبداللہ" رکھ دیا ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ وہ تین روز مسعر کو تلاش کرتا رہا' یہ سن کر علیؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ اللہ اسے جزائے خیر دے۔

خرعب اور شاحب کی کہانی سعد کی زبانی : دلائل میں حافظ ابونعیم' سعد بن عبادہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قبل از ہجرت حضرموت کسی ضرورت کے لئے روانہ کیا میں نے رات کو راستہ میں چلتے ہوئے کسی ہاتف سے سنا۔

أبا عمرو ناو بني السهود وراح النوم وامتنع الهجود

لذكر عصابة سلفوا وبادوا وكل الخلق قصرهم يبيد

تولوا واردين الى المنايا حياضا ليس منهلها الورود

مضوا لسبيلهم وبقيت خلفاً وحيداً ليس يسعفني وحيد

(اے ابو عمرو! مجھے بیداری لاحق ہے' نیند اچاٹ ہو گئی ہے اور سونا محال ہو گیا ہے۔ یادرفتگان کی وجہ سے اور سب کائنات کی آرزو کا محل زوال پذیر ہے۔ وہ موت کے گھاٹ پر چلے گئے' اس گھاٹ پر جانے والے کے لئے کوئی طلب باقی نہیں۔ وہ اپنے راستہ پر چلے گئے اور میں تنہا باقی رہ گیا ہوں' کوئی بھی میری حاجت براری نہیں کرتا)

سدى لا أستطيع علاج أمر إذا ما عالج الطفل الوليد

فلأيا ما بقيت الى اناس وقد باتت بمهلكها ثمود

(بے کار ہوں کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتا' جب کہ ایک بچہ بھی کام کر سکتا ہے۔ دیر تک میں نے لوگوں کے ہمراہ زندگی بسر کی ہے اور قوم ثمود بھی ہلاک ہو چکی ہے۔ عاد اور وادیوں میں آباد مختلف اہل زمانہ' سب کے سب ارم سمیت فنا کی نذر ہو گئے ہیں)

سعد کہتے ہیں پھر دوسرے نے کہا' اے خرعب! تو پریشانی کا شکار ہے' زہرہ اور یثرب کے درمیان ایک تعجب خیز امر رونما ہے۔ اس نے پوچھا اے شاحب! یہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا نبی اسلام! بہترین کلام کے ساتھ مبعوث ہے' نوع انسان کی طرف اور وہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر آیا ہے' پھر اس نے پوچھا یہ نبی مرسل کون ہے؟ اور کتاب منزل کیا ہے؟ اور ناخواندہ رسول کون ہے؟ اس نے بتایا لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہے۔ اس نے کہا یہ بعید از قیاس ہے' لوئی ختم ہو چکا ہے' اس کا زمانہ بیت گیا ہے۔ میں اور نضر بن کنانہ دونوں نشانہ بازی کرتے تھے' ٹھنڈا دودھ پیا کرتے تھے' میں نے اسے

موسم سرما کی صبح ایک درخت سے اٹھا لیا' وہ میرے ہمراہ ایک روز رہا۔ جو کچھ دیکھتا اور سنتا تھا خوب سمجھتا تھا۔

واللہ! اگر وہ اس کی نسل سے ہے تو تلوار میان سے نکل آئی' خوف و خطرہ کافور ہو گیا' زنا اور سود ختم ہو گیا' پھر خرعب نے پوچھا بتاؤ پھر کیا ہو گا؟ تو شاحب نے کہا' دکھ درد' بھوک پیاس' صعوبت اور بے جا شجاعت کا دور ختم ہو گیا' ماسوائے بنی خزاعہ کے چند لوگوں کے۔ بدحالی اور تنگ دستی ختم ہو گئی اور لوگ بھی تباہ ہو گئے' ماسوائے اوس اور خزرج کے' کبر و غرور' افتخار و مباہات چغلی اور بے وفائی ختم ہو گئی' ماسوائے بنی ہوازن کے' پشیمان کن کردار اور غلط کاری ختم ہو گئی' ماسوائے خثعم کے' خرعب نے کہا مزید وضاحت کی جائے' تو شاحب نے کہا جب نیکی غالب آگئی اور سنگلاخ وادی ختم ہو گئی تو وہ اپنی ہجرت گاہ سے نکال باہر کیا جائے گا اور جب سلام محدود ہو گیا اور قطع رحمی شروع ہو گئی تو وہ مکہ سے باہر نکال دیا جائے گا' خرعب نے پوچھا پھر کیا ہو گا؟ تو شاحب نے کہا' اگر کوئی کان سنتا نہ ہو اور آنکھ دیکھتی نہ ہو تو میں تجھے ہولناک بات بتا دوں پھر اس نے کہا۔

لا منـــــام هدأتـــــه بنعيـــــم يــا ابـن غـوط ولا صبـاح أتانـــا

(اے ابن غوط! نہ تو سکون سے سوئے اور نہ صبح نمودار ہو)

سعد کہتے ہیں وہ حاملہ کی طرح خوب زور سے چلایا' صبح ہوئی اور میں نے دیکھا تو وہاں گرگٹ اور سانپ مردہ پڑے تھے اور مجھے خرعب اور شاحب کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہیں۔ ابو نعیم' سعد بن عبادہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کی "لیلتہ عقبہ" میں بیعت کی تو میں کسی ضرورت کے لئے حضرموت روانہ ہو گیا' وہاں سے واپسی کے دوران میں کسی راستہ پر سویا ہوا تھا کہ رات کو یہ آواز سن کر سہم گیا۔

ابا عمرونا وبنى السهود' وراح النوم وانقطع الهجود

پھر ابو نعیم نے مثل سابق طویل قصہ بیان کیا ہے۔

راہب کے کہنے پر تمیم داری کا اسلام قبول کرنا : ابو نعیم' تمیم داریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت میں "شام" میں تھا' میں نے کسی ضرورت کے لئے سفر کیا' رات ہوئی تو میں نے کہا' میں اس شب اس وادی کے عظیم کی پناہ میں ہوں (**انا فی جوار عظیم هذا الوادی الليلة**) جب میں لیٹ گیا تو میں نے یہ صدائے غیب سنی (**عذ بالله فان الجن لا تجير احد اعلى الله**) اللہ سے پناہ مانگ' کیونکہ جنات اللہ پر کسی کو پناہ نہیں دے سکتے' میں نے یہ سن کر کہا' واللہ! تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے بتایا امی قوم کا رسول مبعوث ہو چکا ہے۔ ہم نے حجون میں اس کے پیچھے نماز ادا کی ہے' ہم اسلام قبول کر کے اس کے تابع ہو چکے ہیں' جنات کے مکر و فریب کی باتیں ختم ہو چکی ہیں اور ان پر آسمان سے انگارے برستے ہیں' تو بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جا اور مسلمان ہو جا' تمیم داری کا بیان ہے' صبح ہوئی تو میں "دیر ایوب" میں آیا' راہب کو تلاش کیا اور اس کو سارا قصہ سنایا تو راہب نے کہا' یہ بات سچ اور حقیقت پر مبنی ہے' وہ نبی

حرم مکہ میں مبعوث ہو گا' اس کی ہجرت گاہ حرم مدینہ ہے اور وہ سب انبیاءؑ سے افضل ہے' اس کے پاس فوراً چلا جا۔ تمیم داری کہتے ہیں' میں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔

بتوں سے شفایابی ایک غیر اسلامی عقیدہ : حاتم بن اسماعیل' ساعدہ ہذلی سے بیان کرتے ہیں کہ ہم "سواع" بت کے دربار پر خارش زدہ دو سو بکریاں لے کر حاضر ہوئے' ہم نے بکریوں کا یہ ریوڑ شفایابی کے لئے دربار کے قریب کیا تو بت کے پیٹ سے آواز بلند ہوئی' جنات کے ہتھکنڈے ختم ہو گئے ہیں اور ان پر ستاروں سے شعلے برستے ہیں' اس نبی کی وجہ سے جس کا نام "احمد" ہے' ابو نعیم نے یہ قصہ معلق بیان کیا ہے۔

راشدؓ کا اسلام قبول کرنا اور عجیب واقعہ : ابو نعیم' راشد بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ معلاۃ میں سواع بت تھا' ہذیل اور بنی ظفر اس کی پرستش کرتے تھے' بنی ظفر نے "راشد" کو نیاز دے کر سواع کے دربار پر بھیجا' راشد کا بیان ہے کہ میں صبح سویرے "سواع بت" سے قبل ایک اور بت کے پاس سے گزرا تو اس کے اندر سے یہ آواز آئی' یہ نہایت تعجب خیز واقعہ ہے کہ اولاد عبدالمطلب میں سے ایک نبی کا ظہور ہوا ہے' جو زنا' ربا اور بتوں پر چڑھاوا دینے سے منع کرتا ہے' آسمان پر حفاظت کا سامان سخت کر دیا گیا ہے اور جنات پر ستارے برسائے جاتے ہیں۔ پھر راستے میں ایک اور بت کے اندر سے ہاتف کی آواز آئی' ضماد کی پرستش ختم ہو گئی ہے۔ احمدؐ نبی ظہور ہو چکا ہے' جو نماز پڑھتا ہے اور زکوٰۃ' روزے' نیکی اور صلہ رحمی کی تلقین کرتا ہے۔ پھر ایک اور بت کے اندر سے آواز آئی۔

ان الذی ورث النبوۃ والھدی بعد ابن مریم من قریش مھتد
نبی أتی یخبر بما سبق وبما یکون الیوم حقا أو غد

(ابن مریم کے بعد قریش میں سے ایک ہدایت یافتہ شخص نبوت و ہدایت سے سرفراز ہوا ہے' ماضی' حال اور مستقبل کی صحیح خبریں دیتا ہے)

راشد کہتا ہے میں "سواع" کے پاس صبح سویرے پہنچا تو دو لومڑ اس کو چاٹ رہے تھے اور نذر و نیاز کھا رہے تھے' "کھانے کے بعد" اس پر پیشاب کر رہے تھے' یہ منظر دیکھ کر راشد نے کہا۔

أربٌّ یبول الثعلبان برأسه لقد ذلّ من بالت علیه الثعالب

(جس کے سر پر لومڑ بول کرے کیا وہ رب ہو سکتا ہے' جس کے سر پر لومڑ بول کریں وہ ذلیل و رسوا ہے)

یہ واقعہ راشد کو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد پیش آیا چنانچہ وہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اس کے ہمراہ کتا بھی تھا --- اس زمانہ میں راشد کا نام ظالم تھا اور اس کے کتے کا نام راشد تھا --- رسول اللہ ﷺ نے پوچھا' کیا نام ہے؟ اس نے کہا ظالم' پھر پوچھا تیرے کتے کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا' راشد' تو رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا تیرا نام راشد ہے اور کتے کا ظالم' پھر وہ مسلمان ہو کر مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مقیم رہا☆ اور رسول اللہ ﷺ سے "وہاط" میں ایک قطعہ اراضی طلب کیا تو آپ نے اس کو گھوڑے کی ایک دوڑ تک رقبہ دے دیا' مزید برآں تین دفعہ پتھر پھینکنے تک اور یہ پتھر "اکب

الجر" تک پہنچا' نیز اس کو پانی سے لبریز لوٹے میں' لعاب دہن ڈال کر فرمایا' اسے زمین کے قطعہ پر چھڑک دے اور لوگوں کو زائد از ضرورت پانی سے منع نہ کر' چنانچہ اس نے حسب فرمان پانی چھڑکا تو وہ ایک مستقل چشمہ کی شکل اختیار کر گیا جو آج تک جاری ہے اور اس پر کھجور کا باغ لگا دیا' مشہور ہے کہ "وہاط" کے سارے باشندے اس سے پانی پیتے اور نہاتے ہیں اور اس چشمے کو "ماء الرسول" کہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر راشد نے سواع کو توڑ پھینکا۔

☆ یہ الفاظ قابل غور ہیں (ندوی) دیکھو الاستیعاب ص ۵۰۴۔ بدایہ کے ص ۳۵۱' ۳۵۲ پر عمرو بن مرہ جہنی کا واقعہ گزر چکا ہے۔ یہ ہم عمرو بن جہنی کے عنوان کے تحت درج کر چکے ہیں۔ (ندوی)

سکتہ طاری ہونا اور نمازی بننا : "مغازی" میں ابوعثمان سعید بن یحییٰ معدی' یکے از شیوخ جہینہ سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ایک آدمی موت و حیات کی کشمکش میں تھا۔ ہم نے اس کے کفن دفن کی تیاری کر لی' اس نے آنکھیں کھولیں اور ہوش میں آیا تو اس نے پوچھا کیا قبر کا انتظام ہو چکا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں! پھر اس نے اپنے چچازاد "فضل" کے بارے دریافت کیا' ہم نے کہا تندرست ہے' وہ ابھی تمہاری خیروعافیت کی بابت پوچھ رہا تھا' پھر اس نے کہا' وہ میری بجائے قبر میں دفن ہو گا' مدہوشی کے عالم میں مجھے کسی نے کہا ہے کیا تجھے بے ہوشی لاحق ہے۔ دیکھتا نہیں کہ تیری قبر کی کھدائی ہو چکی ہے۔ تیری ماں عنقریب بچے سے محروم ہونے والی ہے' بتاؤ؟ اگر ہم اس قبر کو تجھ سے محفوظ رکھیں اور اس میں "فضل" کو دفن کر دیں جو ابھی گیا ہے اور اس کا گمان ہے کہ اسے موت ابھی نہ آئے گی۔ کیا تو پروردگار کا شکریہ ادا کرے گا؟ اور تو مشرکین کا دین ترک کر کے نمازی بن جائے گا؟ میں نے یہ سن کر اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا' بستر مرگ سے اٹھ تو تندرست ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کو افاقہ ہو گیا اور فضل فوت ہو گیا اور اسی لحد میں دفن کر دیا گیا' جہینی شیخ کا بیان ہے کہ میں نے بعد ازاں اسے دیکھا وہ نماز پڑھتا تھا اور بتوں کو برا بھلا کہتا تھا۔

خریمؓ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ : مورخ اموی' عبداللہ سے نقل کرتا ہے کہ عمر فاروقؓ کی مجلس میں جنات کا تذکرہ ہو رہا تھا تو خریم بن فاتک اسدی نے کہا' میں آپ کو اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بتاؤں؟ تو حاضرین نے کہا کیوں نہیں؟ ضرور بتائیے' اس نے کہا' میں ایک روز گم شدہ اونٹوں کی تلاش میں تھا۔ ان کے نقش پا نشیب و فراز میں تھے' میں چلتا چلتا "ابرق عراق" مقام پر پہنچ گیا وہاں میں نے سواری بٹھا کر کہا' میں اس علاقہ کے عظیم سے پناہ کا طلبگار ہوں میں اس وادی کے رئیس سے پناہ کا جویاں ہوں' اچانک صدائے غیب آئی۔

ویحك ، عذ بالله ذی الجلال والمجد والعلیاء والافضال

ثم اتل آیات من الانفال ووحد الله ولا تبالی

(افسوس! تو اللہ صاحب جلال و افضال اور مجد و شرف سے پناہ مانگ' اور سورت انفال کی آیات پڑھ' اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر' اور کسی بات کا فکر نہ کر)

میں یہ سن کر نہایت خوف زدہ ہوا اور بعد ازاں ذرا سنبھل کر کہا' اے ہاتف تو کیا کہتا ہے؟ کیا تیرے ہاں رشد و ہدایت ہے یا ضلالت و گمراہی' اللہ تجھے ہدایت سے نوازے' مزید وضاحت کرو' کیا تبدیلی رونما ہوئی ہے؟ تو اس نے کہا

هذا رسول الله ذو الخيرات   بيثرب يدعو الى النجاة

يأمر بالبر وبالصلاة   ويزع الناس عن الهنات

(یہ رسول اللہ ﷺ' صاحب خیروبرکت ہیں' یثرب میں راہ نجات کی طرف بلاتے ہیں۔ نیکی اور نماز کی تلقین کرتے ہیں اور لوگوں کو رذیل کاموں سے روکتے ہیں)

میں نے یہ سن کر کہا' واللہ! میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور مسلمان ہو جاؤں گا' پھر میں نے سواری کے رکاب میں پاؤں رکھ کر کہا

أرشدني أرشدني هديتا   لا جعت ما عشت ولا عريتا

ولا برحت سيدا مقيتا   لا تؤثر الخير الذى أتيتا

على جميع الجن ما بقيتا

(میری رہنمائی کر' تجھے ہدایت نصیب ہو' تو جب تک زندہ رہے' بھوکا اور برہنہ نہ ہو' تو اپنی قوم میں طاقتور رئیس رہ! تو زندگی بھر اپنے علم و فضل سے جنات کو محروم نہ رکھ)

پھر ہاتف نے کہا

صاحبك الله وأدى رحلكا   وعظم الأجر وعافا نفسكا

آمن به أفلج ربي حقكا   وانصره نصرا عزيزا نصركا

(اللہ تیرا رفیق سفر ہو اور تیری سواری کو منزل مقصود پر پہنچا دے' تجھے زیادہ اجرو ثواب دے اور تندرستی سے نوازے۔ اس پر ایمان لا' میرا رب تجھے تیرے حق سے سرفراز کرے' تو اس کے دین کی مدد کر وہ تیری مدد کرے گا)

یہ سن کر میں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ تاکہ میں نبی علیہ السلام کو تمہاری بابت بتا سکوں' تو اس نے کہا میں ملک بن ملک ہوں اور میں نصیبین کے جنات پر نقیب اور نمائندہ ہوں' تم اپنے اونٹوں کی فکر مت کرو' میں ان شاء اللہ تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔ چنانچہ میں بروز جمعہ مدینہ منورہ پہنچا لوگ جوق در جوق مسجد کی طرف آ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے (گویا کہ حسن و جمال میں چاند کے ہم پلہ ہیں) اور خطبہ ارشاد فرما رہے تھے' میرا خیال تھا کہ مسجد کے دروازے پر سواری باندھ دوں اور رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا اور سارا قصہ گوش گزار کروں' جب میں نے سواری بٹھائی تو ابوذرؓ نے خوش آمدید اور اھلا و سہلا کہہ کر میرا استقبال کیا اور بتایا کہ تمہارے اسلام قبول کرنے کی اطلاع پہنچ چکی ہے۔ آپ آیئے اور نماز ادا کیجئے' چنانچہ میں نماز پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میرے مسلمان ہونے کی پیشگی اطلاع دی' میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس جن نے وفاداری کی ہے اور یہ اس بات کا اہل تھا' اور تمام اونٹ تیرے گھر پہنچا دیئے

ہیں۔

"معجم کبیر" میں طبرانی نے خریم بن فاتک کے ترجمہ و تعارف میں (حسین بن اسحاق یسیری' محمد بن ابراہیم شامی' عبداللہ بن موسیٰ اسکندری' محمد بن اسحاق' سعید بن سعید مقبری) ابی ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ خریم بن فاتک نے عمرؓ سے کہا میں آپ کو اپنے آغاز اسلام کے قصہ سے آگاہ نہ کروں؟ تو عمرؓ نے کہا کیوں نہیں' فرمایئے اور یہ سارا قصہ بتایا لیکن اس میں ابوذر کی بجائے ابوبکر کو استقبال کرنے والا بتایا ہے۔ میں نے عرض کیا میں وضو کے آداب سے واقف نہیں تو ابوبکر نے مجھے وضو کا طریقہ بتایا اور وضو کر کے مسجد میں داخل ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ جو چاند کی طرح حسین و جمیل تھے' فرما رہے تھے جس مسلمان نے وضو کیا اور بالاستیعاب وضو کیا پھر خشوع و خضوع سے نماز ادا کی وہ جنتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس حدیث پر کوئی گواہ پیش کر' ورنہ میں عبرت ناک سزا دوں گا تو عثمان بن عفان نے شہادت دی اور عمرؓ نے ان کی شہادت کو درست قرار دیا۔

ابو نعیم (محمد بن عثمان بن ابی شیبہ' محمد بن تیم' محمد بن خلیفہ' محمد بن حسن) حسن سے بیان کرتے ہیں کہ عمر فاروقؓ نے خریم بن فاتک کو کہا' کوئی تعجب خیز حدیث سناؤ؟ تو خریم نے گذشتہ واقعہ کی طرح قصہ سنایا۔

سطیح کی مکہ میں آمد اور پیش گوئی : ابو نعیم' عبداللہ بن دیلمی سے بیان کرتے ہیں کہ کسی نے ابن عباسؓ سے کہا کہ آپ بیان کرتے ہیں سطیح کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور نوع انسانی کے متشابہ نہ تھا تو ابن عباس نے کہا جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے سطیح غسانی کو پیدا کیا "جیسے گوشت کا ٹکڑا" ہڈی پر ہوتا ہے' اس میں ہڈی اور پٹھے "عصب" کا نام و نشان نہ تھا' ماسوائے سر کی کھوپڑی اور ہاتھوں کے اور وہ کپڑے کی طرح پاؤں سے ہنسلی تک لپیٹ دیا جاتا تھا اور اس کے اعضا میں سے صرف زبان متحرک تھی' جب اس نے مکہ آنے کا عزم کیا تو اسے سواری پر لاد کر لایا گیا۔ تو اس کے پاس چار قریشی آئے عبد شمس اور ہاشم پسران عبد مناف بن قصی' احوص بن فہر اور عقیل بن ابی وقاص اور انہوں نے "امتحاناً" کہا ہم "جمحی" ہیں اور آپ کا استقبال کرنا آداب میزبانی کے لحاظ سے ایک ضروری امر ہے۔ عقیل بن ابی وقاص نے ہندی تلوار اور ردینی نیزہ ہدیہ پیش کیا اور یہ ہدیہ بیت اللہ کے دروازے پر رکھ دیا کہ سطیح کو یہ معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر سطیح نے کہا' جناب عقیل! اپنا ہاتھ دکھایئے' سطیح نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا' اے عقیل! قسم ہے' مخفی چیزوں کے جاننے والے کی' خطاؤں کے بخشنے والے کی' عہد پورا کرنے والے کی اور کعبہ کی عمارت کی' تو ایک تحفہ لایا ہے وہ ہندی تلوار اور ردینی نیزہ ہے۔ اس نے کہا جناب سطیح! بالکل درست کہا۔

پھر اس نے کہا' قسم ہے مسرت و فرحت لانے والے کی' قوس قزح اور برساتی کمان کی' خوشحال اور آسودگی لانے والے کی' یتیم اوندھے پڑے ہوئے کی' کھجور کے درخت اور اس کے پھل کی بے شک کوا دائیں جانب سے گزرا ہے اس نے بتایا ہے کہ یہ لوگ "بنی جمح" سے نہیں بلکہ قریشی ہیں۔ تو سب نے کہا' جناب سطیح! آپ نے درست کہا ہم قریشی ہیں مکہ کے رہائشی ہیں' ہم آپ کے علم و فضل کی وجہ سے آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہمیں حال اور مستقبل کے واقعات سے آگاہ فرما دیں' ممکن ہے آپ کو اس کا علم ہو۔ تو اس نے کہا' اب تم نے مطلب کی بات کہی' تم مجھ سے سنو! اور یہ اللہ کا مجھے انعام

ہے' اے گروہ عرب! تم پسماندہ ہو' عقل و بصیرت میں تم اور عجم یکساں ہو' فہم و فراست سے تم محروم ہو' تمہاری نسل سے عقلمند اور دانشور پیدا ہوں گے' ہمہ قسم کے علم کے طلب گار ہوں گے' بتوں کو پاش پاش کریں گے' سد سکندری تک پہنچ جائیں گے' عجم کو تہ تیغ کریں گے اور مال غنیمت جمع کریں گے۔ مزید دریافت کیا جناب سطیح! یہ کون لوگ ہیں' تو سطیح نے کہا' قسم ہے بیت اللہ گوشہ والے کی' امن اور اس کے مکینوں کی' تمہاری نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو بتوں کو توڑیں گے' شیطان کی بندگی سے منہ موڑیں گے' توحید پرست ہوں گے' اللہ کے دین کی اشاعت کریں گے' عالی شان عمارت تعمیر کریں گے' جوانوں سے مسائل پوچھیں گے۔

انہوں نے مزید وضاحت طلب کی' جناب سطیح! یہ کس کی نسل سے پیدا ہوں گے؟ تو سطیح نے کہا' اشراف میں سے' سب سے اشراف کی قسم' مجد و شرف تک پہنچانے والے کی قسم' ریتیلے میدان کو تہ و بالا کرنے والے کی قسم' بے حساب اضافہ کرنے والے کی قسم کہ عبد شمس اور عبد مناف کی اولاد سے لاتعداد لوگ پیدا ہوں گے ان کے درمیان انتشار اور اختلاف ہو گا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا جناب سطیح! یہ پیشین گوئی تو ان کے متعلق بڑی اندوہ ناک ہے۔ ہاں! یہ بتایئے وہ کس علاقہ میں پیدا ہوں گے؟ تو سطیح نے کہا قسم ہے' زندہ جاوید کی' غایت و انتہا تک پہنچانے والے کی' اسی شہر مکہ سے ایک نوجوان ظہور پذیر ہو گا جو رشد و بھلائی کی طرف راہنمائی کرے گا۔ یغوث اور بے ہودہ باتوں کے ترک کی تلقین کرے گا' متعدد خداؤں کی عبادت سے بیزاری کا اظہار کرے گا۔ صرف ایک خدا کی عبادت کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس ستودہ صفات کی روح قبض کرے گا' وہ روئے زمین پر معدوم و مفقود ہو گا اور آسمان میں موجود مشہور ہو گا۔

پھر اس کا جانشین ابوبکر صدیق ہو گا' صحیح فیصلہ کرے گا' حقوق و واجبات کے دلانے میں کوتاہ اندیش اور کمزور نہ ہو گا۔ بعد ازاں اس کا خلیفہ پختہ ذہن انسان ہو گا' تجربہ کار رئیس ہو گا۔ درشت اور سخت کلام کو چھوڑ دے گا' بے سہارا اور کمزور کی ضیافت کرے گا' اسلام کو مستحکم کرے گا۔ پھر اس کا خلیفہ تجربہ کار ہو گا اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا' اجتماعی طور پر لوگ اس کے تابع ہو جائیں گے' پھر جوش انتقام سے اس کو تہ تیغ کر دیں گے اور پکڑ کر اس کی تکا بوٹی کر دیں گے اور بڑا خطرناک کام کر گزریں گے۔ بعد ازاں اس کا خلیفہ ہو گا' دین کا حامی و ناصر' جنگجو کی رائے اور تدبیر کے تابع' اپنی قلمرو میں لشکر کو منظم کرے گا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا جانشین ہو گا' وہ اپنے لشکر کا اہتمام کرے گا' اس کی تعریف و ستائش برائے نام ہو گی' مال کو اکٹھا کرے گا اور تنہا کھا جائے گا اس کے بعد اس کی اولاد میں مال کی ریل پیل ہو گی۔ بعد ازاں چند بادشاہ ہوں گے ان میں خون ریزی ہو گی۔ بعد ازیں خلیفہ ہو گا' مفلس و نادار' اور ان کو چادر کی طرح لپیٹ کر رکھ دے گا۔ اس کا جانشین ہو گا تند خو' حق سے گریزاں ناپسندیدہ اور ناگوار طرز پر فتوحات کرے گا۔ پھر اس کا جانشین ہو گا پست قد' اس کی پشت پر داغ ہو گا وہ فوت ہو جائے گا اور حکومت صحیح سالم قائم ہو گی۔

پھر معمولی عرصہ کے بعد ناکتخدا اور کنوارہ جانشین ہو گا' ملک تباہی سے ہمکنار ہو گا۔ پھر اس کا بھائی جانشین ہو گا وہ اسی طرز پر حکمرانی کرے گا' آمدنی اور ابلاغ کے ذرائع پر قابض ہو گا۔ اس کے بعد احمق اور

بے وقوف خلیفہ ہو گا' دنیادار' عیش پرست' رعشہ زدہ' اس کے عزیز و اقارب باہمی مشاورت کے بعد معزول کر کے قتل کر دیں گے۔ پھر اس کے بعد ساتواں خلیفہ ہو گا' ملک تباہی کے دھانے پر ہو گا' اس وقت ہر طالع آزما' ملک پر حریص ہو گا۔ اس کا جانشین مظلوم خلیفہ ہو گا' قحطان کے لشکر نزار کو راضی کرے گا۔ جب لبنان اور بنیان کے درمیان علاقہ دمشق میں دو لشکر مزاحم ہوں گے۔ اس وقت یمن دو حصوں میں منقسم ہو جائے گا' ایک مشیر و دخیل دوسرا طرید و ذلیل' دوست و احباب عیش و عشرت میں مخالف قیدوبند میں' پیدل اور سوار لشکر کے درمیان' اس زمانہ میں مکانات برباد ہو جائیں گے' بیوہ عورتوں سے مال و دولت چھین لیا جائے گا' حاملہ عورتوں کے حمل ضائع ہو جائیں گے' زلزلہ بکثرت آئے گا' وائل قبیلہ خلافت کا طلبگار ہو گا' نزالہ قبیلہ رنج و غم میں ہو گا غلام اور شریر فسادی حکومت کے ہمنوا ہوں گے۔ نیک اور شریف لوگ حکومت کے معتوب ہوں گے۔ صفر میں مہنگائی حد سے تجاوز کر جائے گی' ہر ایک دوسرے کو مولی گاجر کی طرح کاٹے گا پھر وہ خندقوں سے چلے جائیں گے' جن پر خیمے نصب ہیں دور کر دے گا ------ اشراف و اخیار کامیاب و کامران ہو جائیں گے' وہ مضطرب و پریشان ہوں گے' نیند مفید ہو گی نہ سکون و اطمینان' وہ کسی شہر میں داخل ہوں گے اور قضاو قدر کی نذر ہو جائیں گے

پھر تیر انداز آئیں گے' جو پیادہ لوگوں کو لپیٹ لیں گے' مسلح لوگوں کے قتل کے لئے مدافعت کرنے والوں کی گرفتاری کے لئے گمراہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے' یہ پانی کی اعلیٰ سطح پر رونما ہو گا۔ پھر دین مٹ جائے گا' انقلاب برپا ہو جائے گا' آسمانی کتابوں کا انکار ہو گا' نہروں پر ذرائع آمدورفت اور ہل تباہ ہو جائیں گے' صرف جزیروں میں آباد لوگ محفوظ رہیں گے' کھیتی باڑی تباہ ہو جائے گی' گنوار اور غیر مہذب غالب آجائیں گے' ایسے پر تشدد زمانہ میں فاسق و فاجر لوگوں پر نکتہ چینی اور حرف گیری نہ ہو گی' کاش قوم کے لئے کوئی زندہ دل انسان ہو' محض آرزوؤں اور تمناؤں سے کام نہیں چلتا سامعین نے پوچھا جناب سطیح' پھر کیا ہو گا تو اس نے کہا' پھر ایک ظالم اور جابر یمن سے ظاہر ہو گا اور فتنہ و فساد دب جائے گا۔

یہ قصہ نہایت عجیب و غریب ہے' ہم نے محض اس میں مذکور فتنہ و فساد کے واقعات اور عجوبہ پن کی وجہ سے نقل کیا ہے۔ شاہ یمن ربیعہ بن نصر کے ساتھ شق اور سطیح کا قصہ اور رسول اللہ ﷺ کی بشارت کا تذکرہ البدایہ ج ۲ ص ۱۴۲ میں بیان ہو چکا ہے۔ جب ساسانی بادشاہ نے ایوان کے کنگرے گرنے' آتش کدہ ٹھنڈا ہو جانے اور موبذان کے خواب کے وقت عبدالمسیح کو سطیح کے پاس بھیجا تھا' یہ واقعات اس رات معرض وجود میں آئے' جب ناسخ ادیان روئے زمین پر تشریف لائے (صلی اللہ علیہ وسلم)

رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کا کیسے آغاز ہوا اور قرآن پاک کی پہلی آیات کے نزول کا بیان

اس وقت آپ کی عمر چالیس برس تھی۔ ابن جریر نے ابن عباس اور سعید بن مسیب سے بیان کیا ہے کہ آپ کی عمر مبارک اس وقت ۴۳ سال تھی۔

امام بخاری' (یحییٰ بن بکیر' لیث' عقیل' ابن شہاب' عروہ) حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ ﷺ پر شروع ہوئی وہ سچے خواب تھے' آپ جو خواب دیکھتے تھے اس کی تعبیر صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہو جاتی تھی۔ پھر آپ کو تنہائی اور گوشہ نشینی پسند ہو گئی اور آپ غار حرا میں مراقبہ فرمانے لگے اور وہاں بغیر اپنے گھر والوں کے پاس آئے کئی رات لگاتار عبادت میں محو رہتے اور اپنے ہمراہ زادراہ لے جاتے۔ جب وہ ختم ہو جاتا تو گھر واپس آتے اور اسی قدر زادراہ پھر لے جاتے۔ آپ کا یہی معمول تھا کہ آپ کے پاس غار حرا میں وحی آئی۔ اس طرح کہ آپ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا' پڑھو' آپ نے فرمایا **ما انا بقارئی** میں ان پڑھ ہوں' یہ کہا تو مجھے فرشتے نے پکڑ لیا اور زور سے اس قدر دبایا کہ مجھے تکلیف ہوئی' پھر مجھے چھوڑ کر کہا "اقراء" پڑھئے تو میں نے پھر کہا **ما انا بقارئی** میں ناخواندہ ہوں' فرشتے نے دوبارہ مجھے اپنی گرفت میں لے کر اس قدر دبوچا کہ مجھے سخت تکلیف ہوئی۔ پھر چھوڑ کر کہا "اقراء" پڑھو میں نے کہا **ما انا بقارئی** میں تعلیم یافتہ نہیں ہوں۔ پھر فرشتہ نے مجھے تیسری بار دبایا اور مجھے بہت تکلیف ہوئی پھر مجھے چھوڑ کر کہا **اقرا باسم ربک الذی خلق' خلق الانسان من علق اقراء وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم** (۱۔۵/۹۶) اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے سب کو پیدا کیا۔ انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا پڑھئے اور آپ کا رب سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ جس نے قلم سے سکھایا انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

بعد ازیں رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے اور آپ کا دل دھڑک رہا تھا' روایت یونس اور معمر از زہری میں ہے آپکے کندھے اور گردن کی رگیں پھڑک رہی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کے پاس آکر کہا' زملونی' زملونی' مجھے کمبل اوڑھا دو' کمبل اوڑھا دو' گھر والوں نے کمبل اوڑھایا اور آپ کی کپکپاہٹ دور ہو گئی تو حضرت خدیجہؓ کو سارا ماجرا سنا کر کہا' **لقد خشیت علی نفسی** مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے' تو خدیجہؓ نے کہا۔ آپ کو اس قسم کا خیال ہرگز نہ کرنا چاہئے' اللہ کی قسم' اللہ آپ کو کبھی پریشان نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ تھکے ماندے کا بوجھ اٹھاتے ہیں' نادار کو دیتے ہیں' مہمان نوازی اور مصائب میں لوگوں کا تعاون کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس لائیں۔

ورقہ بن نوفل : زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو چکے تھے' عبرانی زبان کے ماہر تھے۔ حسب مشیت الٰہی انجیل کو عبرانی میں تحریر کیا کرتے تھے' بوڑھے ہو چکے تھے اور بینائی جا چکی تھی۔ ان سے خدیجہؓ نے کہا' اپنے بھتیجے کی بات سنئے! تو ورقہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا' اے برادر زادہ! آپ کیا دیکھتے ہو تو رسول اللہ ﷺ نے سارا ماجرا کہہ سنایا تو ورقہ نے کہا' یہ وہی ناموس ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر اتارا تھا۔ کاش کہ میں اس زمانے میں جوان ہوتا جب آپ نبی ہوں گے۔ اے کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کو قوم مکہ بدر کرے گی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حیرت سے فرمایا' کیا یہ لوگ مجھے جلاوطن کر دیں گے' ورقہ نے کہا جی ہاں! آپ جیسا پیغام جو نبی بھی لایا' ہمیشہ اس کی عداوت ہوئی' اگر مجھے آپ کی نبوت کا زمانہ میسر ہوا تو میں آپ کی خوب مدد کروں گا۔ چند روز بعد ورقہ وفات پا گئے اور وحی (اڑھائی یا تین سال تک کے لئے) رک گئی۔ (متفق علیہ)

بعض روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ نہایت غمگین ہو کر متعدد دفعہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے کہ اپنے آپ کو گرا دیں' دفعتہً جبرائیل ظاہر ہو کر فرماتے "انک رسول اللّٰه حقا" آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں' یہ سن کر آپ کی گھبراہٹ دور ہو جاتی اور دل مطمئن ہو جاتا اور واپس گھر تشریف لے آتے' پھر جب وحی کی بندش کا عرصہ دراز ہو جاتا تو پہاڑ کی چوٹی پر خود کو گرانے کی خاطر چڑھتے' یکایک جبرائیلؑ نمودار ہو کر کہتے آپ واقعی اللہ کے نبی ہیں۔ (صحیح بخاری شریف **باب التعبیر**)

امام ابن شہاب کہتے ہیں مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان م۹۴ھ نے بتایا کہ جابر بن عبداللہ انصاری م۷۸ھ بندش وحی کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک روز آسمان کی طرف سے آواز سنی نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ ہے جو غار حرا میں نمودار ہوا تھا وہ فضا میں کرسی پر جلوہ افروز ہے۔ میں اسے دیکھ کر ڈر گیا اور گھر واپس آ کر کہا' مجھے کمبل اوڑھا دو' کمبل اوڑھا دو' اس اثناء میں سورۃ مدثر (۱-۵/ ۷۴) نازل فرمائی۔ **یاایہا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطہر والرجز فاہجر**

"اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو اور ڈراؤ کافروں کو اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور میل کچیل دور کرو"

اسناد : بقول بخاریؒ عبداللہ بن یوسف اور ابوصالح نے لیث کی متابعت کی ہے اور لیث کی ہلال بن داؤد نے مشابہت کی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے صحیح میں متعدد مقامات پر بیان کیا ہے اور ہم (ابن کثیر) نے بخاری شریف کی شرح میں "کتاب بدء الوحی" کے باب میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم میں لیث از عقیل بیان کی ہے اور معمر و یونس از زہری کی اسناد سے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور امام مسلم کی روایت کے زائد الفاظ کی ہم نے نشاندہی کی ہے اور فترالوحی تک روایت متفق علیہ ہے۔

تائید : حضرت عائشہؓ کے مذکورہ بالا قول (سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ ﷺ پر شروع ہوئی' وہ سچے خواب تھے آپ جو خواب دیکھتے تھے اس کی تعبیر صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہو جاتی تھی) کی تائید و توثیق محمد بن اسحاق کی روایت از عبید بن عمر لیثی سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیلؑ خواب

میں میرے پاس ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا ایک مکتوب لایا اور مجھے کہا پڑھو' میں نے کہا' کیا پڑھوں؟ پھر اس نے مجھے اس قدر دبوچا کہ موت یاد آگئی اور پھر چھوڑ کر ---- اگلے الفاظ حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق ہیں۔ گویا یہ خواب حالت بیداری کی وحی کی تمہید و دیباچہ تھا۔ موسیٰ بن عقبہ کے "مغازی" میں امام زہری سے صراحتہً" مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ خواب میں دیکھا پھر فرشتہ حالت بیداری میں آیا۔

علقمہ کا کلام : دلائل النبوۃ میں حافظ ابونعیم اصبہانی نے علقمہ بن قیس تابعی سے بیان کیا ہے کہ انبیاءؑ پر وحی کا آغاز خواب میں ہوتا ہے۔ تاآنکہ ان کے دل مانوس اور مطمئن ہو جائیں۔ بعد ازیں عالم بیداری میں وحی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ علقمہ کا یہ قول نہایت عمدہ ہے اور گذشتہ اقوال و روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

نبی علیہ السلام کے مبعوث ہونے کا وقت اور تاریخ : امام احمدؒ (محمد بن ابی عدی' داؤد بن ابی ہند) عامر شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے اور حضرت اسرافیلؑ تین سال آپ کے رفیق خاص اور ہم دم مقرر ہوئے اور آپ کو کوئی بات بتاتے اور ہم کلام ہوتے اور قرآن پاک نازل نہیں ہوتا تھا۔ ۳ سال کے بعد جبرائیلؑ آپ کی رفاقت پر مامور ہوئے' بیس سال کے عرصہ میں آپؐ پر قرآن نازل کیا۔ دس سال مکہ میں اور دس مدینہ میں اور آنحضورؐ ۶۳ سال کی عمر مبارک میں فوت ہوئے۔" یہ سند بالکل صحیح ہے اور اس متن کا مطلب یہ ہے کہ اسرافیلؑ چالیس سال کی عمر کے بعد آپ کے رفیق مقرر ہوئے پھر جبرائیلؑ۔

ابو شامہ کی توجیہ : شیخ شہاب الدین ابو شامہ ۵۹۹/م۶۶۵ھ فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہؓ م۵۷ھ عامر شعبی م۱۰۳ھ کی روایت کے منافی نہیں ہے کیونکہ اولاً" آپ رویاء صادقہ اور سچے خوابوں سے سرفراز ہوئے' پھر غار حرا میں قیام کی مدت میں اسرافیلؑ آپ کے ہمراہ ہوئے۔ تمرین و مشق کی خاطر آپ سے ہم کلام ہوتے یہاں تک کہ جبرائیلؑ آپ کی رفاقت پر مامور ہوئے۔ آپ کو سہ بار دبوچنے کے بعد سورہ علق کی تعلیم دی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے حضرت جبرائیلؑ والا واقعہ بیان کیا اور اسرافیل کے واقعہ کو بطور اختصار حذف کر دیا یا ان کو یہ معلوم نہ تھا۔

اختلاف روایات : امام احمد (یحییٰ بن ہشام' عکرمہ) ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام پر ۴۳ سال کی عمر میں قرآن پاک نازل ہوا۔ یحییٰ بن سعید اور سعید بن جبیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

امام احمد (غندر' یزید بن ہارون' ہشام' عکرمہ) ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآن پاک ۴۰ سال کی عمر میں نازل ہوا۔ دس سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور دس سال مدینہ منورہ میں اور ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

امام احمد (عفان' حماد بن سلمہ' عمار بن ابی عمار) ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام مکہ مکرمہ میں "بعثت کے بعد" ۱۵ سال مقیم رہے۔ سات سال تک صرف آواز سنتے اور روشنی دیکھتے رہے اور ۸ سال آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے۔

بقول ابو شامہ' نبی علیہ السلام بعثت سے قبل عجیب و غریب واقعات دیکھتے تھے۔ من جملہ ازیں مسلم شریف کی وہ روایت ہے جو جابر بن سمرہؓ م ۷۳ھ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے قبل از بعثت سلام کیا کرتا تھا۔ "انی لا عرفه الان" میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔ انتهى كلامه

خلوت : نبی علیہ السلام خلوت اور عزلت نشینی کو اس لئے پسند کرتے تھے کہ قوم بتوں کی پرستش اور ان کے سامنے سجدہ ریزی کی گمراہی میں مبتلا تھی اور وحی کے نزول کے قریب تو آپ کو تنہائی اور بھی عزیز ہو گئی۔ محمد بن اسحاق نے عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان بن علاء بن حارثہ کی معرفت بعض اہل علم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال غار حرا میں ایک ماہ عبادت کے لئے جایا کرتے تھے۔ آپ کے پاس جو مسکین اور محتاج آتا اسے کھانا کھلاتے اور واپسی کے وقت بیت اللہ کا طواف کر کے گھر تشریف لاتے۔ وھب بن کیسان م ۱۲۷ھ عبید بن عمر کی معرفت عبداللہ بن زبیر سے ایک ایسی ہی روایت بیان کرتے ہیں۔

(نوٹ) : جاہلی دور میں یہ عادت قریش کے نیک اور عبادت گزار لوگوں کی بھی تھی۔

بنابریں جناب ابوطالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں کہا ہے۔

وثور ومن أرسى ثبيرا مكانه ... وراق ليرقى فى حراء ونازل

(میں پناہ مانگتا ہوں' کوہ ثور اور جس نے کوہ ثبیر کو وہاں نصب کیا ہے اور غار حراء میں آنے جانے والے کے ساتھ)

لفظ حراء : شیخ ابو شامہ' امام سہیلی ۵۸۱ھ اور شیخ ابو الحجاج مزی ۷۴۲ھ نے ممدودہ پڑھا ہے اور بعض نے اسے "حرٰ" پڑھا ہے جو رکیک لغت اور غلط ہے' واللہ اعلم۔ حراء' ممدودہ اور مقصورہ حریٰ مذکر اور مونث' منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح منقول ہے۔ غار حراء مکہ مکرمہ میں تین میل دور منیٰ کی طرف جاتے ہوئے بائیں جانب پہاڑ واقع ہے اور یہ پہاڑ کی چوٹی پر جو کعبہ کی طرف جھکی ہوئی ہے' واقع ہے۔ رؤبہ بن عجاج م ۱۴۵ھ نے کیا عمدہ کہا ہے۔

فلا ورب الآمنات القطن ... ورب ركن من حراء منحنى

(پس قسم ہے کبوتروں کے رب کی جو پرامن رہتے ہیں مکہ میں اور قسم ہے غار حراء کے جھکے ہوئے کونے کے رب کی)

تحنث : کا مجازی مفہوم ہے تعبد و بندگی' لیکن امام سہیلی کے مطابق تحنث کا معنی ہے دخول فی الحنث' یعنی ماخذ میں داخل ہونا جو درحقیقت تحنث بہ معنی نیکی سے ماخوذ ہے لیکن امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ چند افعال ایسے بھی مستعمل ہیں جن کا معنی سلب ماخذ ہوتا ہے۔ مثلاً تحنث' تحوب' تحرج' تاثم' تہجد (ہجود' بہ معنی نیند سے مشتق ہے) تنجس' تقذر (ابو شامہ)

ابن اعرابی لغوی' سے تحنث کا معنی دریافت ہوا تو اس نے کہا' لا اعرف هذا' مجھے معلوم نہیں' پھر اس نے کہا' تحنث میں ث کی بجائے ف ہے جو حنیفیت سے ماخوذ ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں عرب " تحنث" اور " تحنف" دونوں لفظ ایک معنی میں استعمال کرتے ہیں یعنی ف کو ث سے تبدیل کر دیتے ہیں جیسے رؤبہ بن

عجاج نے ایک مصرع میں کہا ہے۔ لو کان احجاری مع الا جذاف یعنی اجذاف سے اجداث مراد لیا ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ عرب لوگ ثم حرف عطف کو ث کی بجائے فم ف سے پڑھتے ہیں۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں بعض مفسر اسی وجہ سے فومہا (۲/۶۱) سے ثومہا مراد لیتے ہیں۔

عبادت قبل از بعثت : اہل علم و دانش کا اس میں اختلاف ہے۔ کیا یہ عبادت کسی سابق شرع کے موافق تھی یا نہیں' اگر وہ کسی شرع کے مطابق تھی تو کون سی شرع کے مطابق تھی' بعض کے نزدیک نوحؑ کی شرع کے اور بعض کے ہاں موسیٰؑ اور بعض کے خیال میں عیسیٰؑ کے طریقہ کے مطابق تھی اور بعض ابراہیمؑ کی شرع کے موافق بتلاتے ہیں اور یہی قرین قیاس ہے اور بعض کہتے ہیں جو فعل آنحضرت ﷺ کو مشروع معلوم ہوا اسی کی اتباع اور پیروی کی' اس موضوع کا تعلق اصول فقہ سے ہے' وہیں مفصل بیان ہو گا۔ بعض روایات میں ہے کہ غار حرا میں آپ کو اچانک وحی آئی' بغیر کسی وعدے اور میعاد کے۔ جیسا کہ قرآن میں ماکنت ترجوا ان یلقی الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک (۲۸/۸۶)

پہلی وحی : قرآن پاک میں سورہ علق کی پہلی پانچ آیات سب قرآن میں سے پہلے نازل ہوئیں اور سوموار کا روز تھا۔ مسلم شریف میں ابو قتادہؓ م ۵۴ھ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے روزہ کی بابت دریافت ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اسی روز میری پیدائش ہوئی اور اسی روز مجھ پر قرآن نازل ہوا۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ سوموار کے روز ہمارے نبی کریم پیدا ہوئے اور اسی دن آپ نبوت سے سرفراز ہوئے۔ عبید بن عمیر تابعی ابو جعفر الباقر وغیرہ اہل علم کا بالاتفاق یہی قول ہے کہ سوموار کے روز آپ پر وحی نازل ہوئی۔

ربیع الاول : یہ سوموار' ربیع الاول میں تھا جیسا کہ ابن عباسؓ اور جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول عام الفیل مطابق (اپریل ۵۷۱ء) میں پیدا ہوئے' اسی دن آپ نبوت سے سرفراز ہوئے اور اسی روز فوت ہوئے۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق جون ۶۳۲ء۔

رمضان : مشہور یہ ہے کہ نبی علیہ السلام رمضان میں مبعوث ہوئے جیسا کہ عبید بن عمیر تابعی اور محمد بن اسحاق وغیرہ کا بیان ہے۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (۲/۱۸۵) محمد بن اسحاق نے استدلال پکڑا ہے۔ منقول ہے کہ قرآن رمضان کے پہلے دھاکے اور عشرے میں نازل ہوا۔ واقدی نے ابو جعفر باقر سے نقل کیا ہے کہ بروز سوموار ۱۷۔ رمضان کو رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز ہوا اور بعض ۲۴ رمضان کے بھی قائل ہیں۔ امام احمد' واثلہ بن اسقع سے بیان کرتے ہیں کہ رمضان کی پہلی رات "صحف ابراھیم" نازل ہوئے اور ۶ رمضان کو تورات اتری' اور ۱۳ رمضان کو قرآن مجید۔ ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں جابر بن عبداللہ سے ایک مرفوع روایت بھی اس جیسی نقل کی ہے۔ بنابریں صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ لیلۃ القدر ۲۴ رمضان کو ہے۔

اقراء : جبرائیلؑ نے کہا' پڑھو' تو آنحضور ﷺ نے فرمایا "ما انا بقاری" اس کا درست مفہوم یہی ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا کی روشنی میں لکھی جانے والی کی تائید کی ہے۔

"ما" کو استفہامیہ کہنا بعید از فہم ہے کیونکہ مثبت جملہ میں ب زائدہ استعمال نہیں ہوتی۔ ابونعیم نے معتمر بن سلیمان م۱۸۷ھ از سلیمان م۱۴۳ھ سے ما نافیہ کی تائید میں ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ڈرتے کانپتے ہوئے فرمایا **ماقرات کتابا قط ولا احسنه وما اکتب وما اقرا**ء) کہ میں نے نہ کبھی پڑھا ہے نہ لکھا' پھر جبرائیلؑ نے آپ کو سخت دبوچا پھر چھوڑ کر کہا پڑھ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کچھ چیز نہیں دیکھ رہا۔ اور میں نے کبھی پڑھا لکھا ہی نہیں۔ مسلم' بخاری میں ہے غطنی' غتنی بہ معنی خنقنی بھی مروی ہے۔

الجهد : ج پر پیش ہو تو معنی ہے وسعت و طاقت مثلاً **الا جهدهم** (۹/۷۹) زیر ہو تو کثرت اور مشقت مثلاً **جهد ایمانهم** (۵۳/۲۴) الجهد بلغ کا فاعل اور مفعول دونوں طرح منقول ہے۔ بقول ابوسلیمان خطابی م ۳۸۸ھ یہ دبوچنا اور دبانا' آپ کے صبر و تحمل کی آزمائش اور حسن تربیت کی خاطر تھا کہ آپ نبوت جیسے بھاری بھرکم بوجھ کے برداشت کے قابل ہوں۔ اسی لئے آپ پر وحی کے وقت بخار کی سی کیفیت طاری ہو جاتی اور آپ پسینہ سے شرابور ہو جاتے۔ بعض کہتے ہیں یہ بھینچنا اس لئے تھا کہ آپ آئندہ پیش آنے والے سخت مشکل اور بھاری کام کے لئے مستعد اور تیار ہو جائیں کہ ہم ڈالنے والے ہیں آپ پر ایک بھاری بات (۷۳/۵) **انا سنلقی علیک قولا ثقیلا** چنانچہ جب نبی علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا اور اونٹ کے بلبلانے کی سی آواز نکلتی اور سخت سردی کے موسم میں بھی آپ کی پیشانی مبارک پسینہ سے تر ہو جاتی۔

فرجع بها : ھا ضمیر مجرور کا مرجع نبوت ہے۔ بوادر بادرۃ کی جمع ہے گوشت جو کندھے اور گردن کے درمیان ہے۔ بعض کہتے ہیں گھبراہٹ کے وقت رگ اور پٹھے کا پھڑکنا۔ بعض روایات میں ہے ترجف بادلہ اس کا واحد بادلتہ ہے یا بقول بعض بادل' یہ گردن اور ہنسلی کے درمیانی جسم کا نام ہے بعض پستان کے گوشت کو بھی کہتے ہیں۔

اظہار خیال : آپ نے فرمایا زملونی زملونی' جب گھبراہٹ دور ہو گئی تو آپ نے خدیجہؓ سے کہا' مجھے کیا ہو گیا ہے' مجھے کیا چیز لاحق ہو گئی ہے اور اسے سارا ماجرا سنایا۔

لقد خشیت علی نفسی : مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے کیونکہ آپ ایک انوکھے امر سے دوچار ہوئے۔ یہ آپ کے دل و دماغ میں بھی نہ تھا۔ بدیں وجہ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا' مبارک ہو بشارت قبول فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پریشان اور رسوا نہ کرے گا۔ بعض نے اسے "حزن" سے مشتق پڑھا ہے کہ اللہ آپ کو غمگین نہ کرے گا۔ یہ بات اس امر کی غماز ہے کہ حضرت خدیجہؓ کو آپ کے عمدہ افعال اور اخلاق حسنہ سے بخوبی آگاہی تھی کہ ایسے عمدہ اخلاق کی حامل شخصیت کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں رسوا اور پریشان نہ کرے گا۔ پھر انہوں نے آپ کے عمدہ خصال و عادات' صلہ رحمی' مہمان نوازی' حق گوئی وغیرہ کا ذکر کیا جن کا موافق و مخالف ہر کہ و مہ قائل تھا۔

تحمل الکل : آپ اغیار کا بوجھ برداشت کرتے ہیں اور عیال دار کو اتنا دیتے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری سے

بخوبی عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

تکسب المعدوم : آپ عمدہ کام کی طرف پیش رفت کرتے ہیں سب سے پہلے فقیر اور نادار کو دوسرے سے مستغنی کر دیتے ہیں' فقیر کو معدوم اور نادار اس بنا پر کہتے ہیں کہ اس کی زندگی ناتمام اور ناقص ہوتی ہے اس کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہیں جیسے عدی بن رجلاء نے کہا

لیس من مات فاستراح بمیْت إنما المیْت میّت الأحیاء

(جو مر گیا اور آرام پا گیا' وہ مردہ نہیں بلکہ مردہ تو وہ ہے جو زندہ لوگوں کے درمیان نادار و بے کس ہے)

قاضی عیاض نے شرح مسلم میں ابوالحسن تہامی کا کلام نقل کیا ہے۔

عدّ ذا الفقر میّتاً وکساه کفناً بالیاً ومأواه قبرا

(اس نے محتاج کو مردہ قرار دیا ہے اور اسے بوسیدہ کفن پہنا کر دفن کر دیا ہے)

بقول خطابی ۳۸۸ھ **تکسب المعدوم** درست ہے' یعنی باب افعال سے بکثرت عطیہ دے کر' اس کی ناداری اور محتاجی کو اچھی زندگی میں بدل دیتے ہیں۔ لیکن شیخ ابوالحجاج مزی کے نزدیک معدوم سے مراد' تہی دست کو سرمایہ مہیا کر دینا ہے۔ اور جس نے "معدوم" سے یہ مراد لیا کہ آپ تجارت کے ذریعہ مال حاصل کرتے ہیں اور آپ بے مثال اور نفیس مال کماتے ہیں وہ دور کی کوڑی لایا اور اس نے بے جا تکلف کیا۔ کیونکہ ایسی بات مدح و ستائش کے زمرہ میں نہیں آتی۔ قاضی عیاض اور امام نووی وغیرہ نے بھی اس توجیہ کو بے کار قرار دیا ہے' واللہ اعلم۔

تقری الضیف : آپ مہمان کے عمدہ طعام اور اچھے قیام کا انتظام کر کے اسکی تعظیم و تکریم کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

تعین علی نوائب الحق : ایک روایت میں الحق کی بجائے الخیر مذکور ہے آپ مصیبت زدہ کا تعاون کرتے ہیں اور آزردہ حال کا ہاتھ بٹا کر آسودہ حال کر دیتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل : ورقہ بن نوفل کے ہاں حضرت خدیجہؓ آپ کو لے گئیں زید بن عمرو بن نفیل کے حالات زندگی کے ضمن میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ورقہ بوڑھے تھے اور بینائی سے محروم تھے۔ مکہ چھوڑ کر زید بن عمرو' عثمان بن حویرث اور عبیداللہ بن جحش کے ہمراہ شام چلے گئے' ماسوائے زید کے سب نے عیسائیت قبول کر لی۔

زید : زید نے اپنی افتاد طبع اور سلیم فطرت کی بنا پر عیسائیت قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ فریب کاری' بے راہ روی اور تحریف و تبدیلی کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ عیسائی علماء نے ان کو بتایا کہ آخر الزمان نبی کے ظہور کا وقت قریب آچکا ہے' چنانچہ وہ اس نبی منتظر کی تلاش میں گھومتا رہا۔ توحید اور فطرت سلیم پر قائم رہے اور بعثت محمدیہ سے قبل فوت ہو گئے۔

ورقہ : ورقہ نے آنحضورؐ کی بعثت کا زمانہ پایا اور آپ کی ذات گرامی میں نبوت کے آثار نمایاں نظر آئے

اور مکارم اخلاق اور پاکیزہ صفات کا مظہر پایا جیسا کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ کا تعارف کروایا تھا۔ بنا بریں واقعہ حراء کے وقت آپ کو ورقہ کے پاس لے جا کر کہا' اپنے برادر زادہ کی بات سنئے' جب رسول اللہ ﷺ نے سارا قصہ بتا دیا تو ورقہ نے کہا سبوح' سبوح' یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ باوجود متاخر ہونے کے حضرت عیسیٰؑ کا نام اس وجہ سے نہیں لیا کہ عیسیٰؑ کی شریعت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تکملہ اور تتمہ تھی جیسا کہ ۲/۵۰ میں ہے **ولا حل لکم بعض الذی حرم علیکم** ورقہ کے مطابق جنات نے بھی یہی کہا **یاقومنا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ مصدقا لما بین یدیہ** (۴۶/۳۰)

یالیتنی فیھا جذعا : ورقہ نے کہا کاش! میں آپ کے زمانہ نبوت میں جوان ہوتا۔ ایمان علم و عمل کی دولت سے سرفراز ہوتا' کاش! میں اس وقت بقید حیات ہوتا' جب آپ قوم کی کرتوت سے مکہ بدر ہوں۔ میں بھی آپ کے ہمراہ ہوں اور آپ کی خدمت و نصرت کی سعادت سے کامران ہوں۔ مکہ بدر کی پیش گوئی سن کر' آنحضرت ﷺ نے نہایت حیرت سے کہا۔ "**اومخرجی ھم**" کیا وہ مجھے مکہ بدر کر دیں گے۔ امام سہیلی کے مطابق آپ نے جلا وطنی پر سخت تعجب کا اظہار اس وجہ سے کیا کہ وطن چھوڑنا انسانی طبائع پر نہایت ناگوار ہوتا ہے۔ ورقہ نے کہا جی ہاں آپ ہجرت کریں گے' آپ جیسی شریعت جو بھی لایا اسی کی عداوت ہوئی' اگر میں اس وقت زندہ ہوں تو آپ کی بے تحاشا مدد کروں۔

ان توفی : اس قصہ کے معمولی عرصہ بعد جناب ورقہ فوت ہو گئے' انا للہ' ورقہ کی یہ گفتگو نازل شدہ وحی پر ایمان و یقین اور مستقبل کے لئے نیک نیت کا اظہار ہے۔

امام احمد (حسن' ابن لہیعہ' ابو الاسود' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے رسول اکرمؐ سے ورقہ کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا میں نے اسے دیکھا ہے ان کا لباس سفید تھا' میرا خیال ہے اگر وہ دوزخی ہوتے تو ان کا لباس سفید نہ ہوتا یہ سند حسن ہے لیکن عروہ سے امام زہری اور ہشام نے مرفوع کی بجائے مرسل بیان کیا ہے' واللہ اعلم۔ حافظ ابو یعلی نے جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ورقہ کے بارے میں دریافت ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے اسے دیکھا ہے اس کا سفید لباس ہے۔ وہ جنت کے وسط میں ہے اور اس کا بالا پوش ریشمی ہے۔

زید : زید بن عمرو بن نفیل کے بارے دریافت ہوا تو آپنے فرمایا وہ تنہا قیامت کے روز ایک قوم کے مساوی ہو گا۔

ابوطالب : جناب ابوطالب کے بارے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے اسے گہرے جہنم سے نکال کر پایاب میں داخل کر دیا ہے۔

خدیجہؓ : حضرت خدیجہؓ کے متعلق سوال ہوا کہ وہ کہاں ہیں کیونکہ وہ فرائض اور اسلامی احکام کے نزول سے قبل فوت ہو چکی تھیں تو آپ نے فرمایا میں نے اسے جنت میں نہر کے کنارے ایک خولدار موتی کے گھر میں دیکھا ہے اس میں کوئی شوروغل ہے نہ کوئی آزار' اسناد حسن' **ولبعضہ شواہد فی الصحیح**

سورہ فاتحہ پہلی وحی تھی؟ : حافظ بیہقی' حافظ ابو نعیم دونوں اپنی اپنی "دلائل نبوۃ" میں (یونس بن بکیر'

یونس بن عمرو' عمرو) عمرو بن شرحبیل سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے خدیجہؓ سے کہا' جب میں تنہا ہوتا ہوں تو غیبی آواز سنتا ہوں' واللہ مجھے خطرہ ہے کہ یہ کوئی ان سنی اور نرالی بات ہو' خدیجہؓ نے کہا' معاذ اللہ' اللہ کی پناہ' اللہ تعالیٰ آپ کو خطرناک بات سے محفوظ رکھے گا۔ آپ امانت بروقت واپس کرتے ہیں' صلہ رحمی کرتے ہیں' راست گو ہیں (ایسے خصائل کے حامل انسان کو اللہ ضائع نہیں کرتا) ابوبکر تشریف لائے' آنحضرت ﷺ گھر پر تشریف نہ رکھتے تھے' حضرت خدیجہؓ نے یہ قصہ ابوبکر کو سنا کر کہا جناب! آپ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ورقہ کے ہاں جایئے جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو ابوبکر نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر کہا' ورقہ کے پاس چلیں' آنحضورؐ نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا' عرض کیا خدیجہؓ نے چنانچہ وہاں جا کر اسے رسول اللہؐ نے بتایا جب میں تنہا ہوتا ہوں تو پیچھے سے یا محمد یا محمد سنتا ہوں اور میں یہ سن کر وہاں سے دوڑ جاتا ہوں۔

ورقہ نے کہا' ایسا نہ کیجئے' جب یہ آواز آئے تو ٹھہر کر سنئے' وہ کیا کہتا ہے۔ پھر آپ مجھے آکر بتا دیں۔ جب آپ تنہا ہوئے تو آپ کو آواز آئی' اے محمد! پڑھو' بسم اللہ الرحمان الرحیم الحمد للہ رب العالمین تا ولا الضالین اور لا الہ الا اللہ بھی کہو۔ پھر آپ ورقہ کے پاس آئے' اسے یہ سارا قصہ سنایا تو ورقہ نے کہا' مبارک' مبارک' میں اس بات کا شاہد ہوں کہ آپ وہی شخص ہیں جس کی نبوت کا عیسیٰؑ نے مژدہ سنایا اور آپ کے پاس موسیٰؑ جیسا ناموس آیا ہے۔ "واللہ" آپ نبی اور رسول ہیں۔ آپ کو بعد ازیں عنقریب جہاد کا حکم ہو گا' واللہ اگر میں زندہ رہا تو آپ کے ہمراہ جہاد کروں گا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا میں نے ورقہ کو جنت میں دیکھا ہے اور اس کا ریشمی لباس ہے۔ اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان لا چکا ہے اور میری تصدیق کر چکا ہے۔

یہ عبارت بیہقی کی ہے اور مرسل ہے اور اس میں ایک عجوبہ پن ہے کہ سورہ فاتحہ کا پہلی وحی ہونا مذکور ہے۔ (جو تواتر کے خلاف ہے) ہم ورقہ کے اشعار گذشتہ اوراق میں ذکر کر چکے ہیں جن سے عیاں ہے کہ اس کے دل میں ایمان مضمر تھا اور آپؐ پر اس کا پختہ اعتقاد تھا۔ خدیجہؓ نے ورقہ کو آنحضورؐ پر بادل کے سایہ کرنے کا واقعہ سنایا تھا جو ان کے غلام میسرہ کا چشم دید تھا۔

ورقہ کے اشعار : ورقہ نے اس بارے میں اشعار کہے ہیں جو ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں ان اشعار میں سے یہ بھی ہیں۔

لججت وكنت في الذكرى لجوجا　لأمر طالما بعث النشيجا
ووصف من خديجة بعد وصف　فقد طال انتظاري يا خديجا
ببطن المكتين على رجائي　حديثك أن أرى منه خروجا
بما خبرتنا من قول قس　من الرهبان أكره أن يعوجا

(مجھے ایک فکر پر اصرار ہے (حالانکہ میں ایک یاد میں محو تھا) جس نے مجھے بسا اوقات رونے پر اکسایا ہے۔ اور خدیجہ کے بہ تکرار بیان پر بھی فکر مذکور ہے۔ اے خدیجہ! میرا انتظار طویل ہو چکا ہے۔ تیرے بیان کی بنا پر غالب امید ہے

کہ مکہ میں میں ان کا ظہور دیکھوں۔ راہب کی پیش گوئی کے مطابق جو آپ نے سنائی ہے' اس میں خطا مجھے ناگوار ہے)

بأنّ محمداً سیسود قوماً　　ویخصم من یکون له حجیجا
ویظهر فی البلاد ضیاء نور　　تعیم البریة ان تموجنا
فیلقی من یحاربه خساراً　　ویلقی من یسالمه فلوجا
فیالیتی إذا ما کان ذاکم　　شهدت وکنت اولهم ولوجا

(کہ محمدؐ عنقریب قوم کا سردار ہو گا' کٹ حجتی اور بحث کرنے والے پر غالب آجائیں گے۔ ملک میں روشنی کا ظہور ہو گا جس کے باعث مخلوق کو کج روی سے بچائے گا۔ ان سے جنگ کرنے والا خسارے میں ہو گا اور صلح جو کامیاب ہو گا۔ اے کاش! میں اس دوران زندہ ہوں' اور سب سے پہلے دین میں داخل ہوں)

ولو کان الذی الذی کرهت قریش　　ولو عجت بمکتها عجیجا
ارجی بالذی کرهوا جمیعا　　إلی ذی العرش إن سفلوا عروجا
فان یبقوا وابق یکن اموراً　　یضج الکافرون لها ضجیجا

(اگرچہ قریشی ناگوار سمجھیں' اور مکہ میں شور بپا کر دیں۔ میں اللہ کی طرف عروج و ارتقا کا امیدوار ہوں جب کہ و لوگ زوال پذیر ہوں' اس دین کے باعث جسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔ اگر وہ لوگ اور میں زندہ رہا تو ایسے معرکے بپا ہوں گے جس سے کفار چیخ اٹھیں گے)

ایک اور قصیدہ میں ورقہ نے کہا۔

وأخبار صدق خبرت عن محمد　　یخبرها عنه إذا غاب ناصح
بأن ابن عبد الله احمد مرسل　　إلی کل من ضمت علیه الأباطح
وظنی به أن سوف یبعث صادقا　　کما أرسل العبدان هود وصالح
وموسی وابراهیم حتی یری له　　بهاء ومنشور من الحق واضح

(بہت سی سچی باتیں مجھے محمدؐ کے بارے معلوم ہوئی ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں' خیر خواہ' ان کی خبریں بہم پہنچاتا ہے۔ کہ محمدؐ ان سب کی طرف مبعوث ہیں جو پتھریلے مقامات میں رہتے ہیں۔ میرا غالب ظن ہے کہ وہ راست گو عنقریب مبعوث ہو گا جیسے ھود اور صالح مبعوث ہوئے۔ موسیٰؑ اور ابراہیمؑ بھی' یہاں تک کہ ان کی روشنی اور ذکر ہر سو پھیلا ہو)

ویتبعه حیّا لؤی بن غالب　　شبابهم والأشیبون الجحاجح
فان أبق حتی یدرك الناس دهره　　فانی به مستبشر الود فارح
وإلا فانی یا خدیجة فاعلمی　　عن ارضك الأرض العریضة سائح

(لوی کے دونوں قبائل کے نوخیز اور عمر رسیدہ سردار ان کی اتباع کریں۔ اگر میں زندہ رہا (اور لوگوں نے بھی ان کا عہد پا لیا) مجھے ان کی محبت مسرت اور فرحت ہو گی۔ ورنہ' اے خدیجہ! آپ جان لیں کہ میں آپ کا علاقہ چھوڑ کر

کہیں اور جگہ جانے والا ہوں)

یونس بن بکیر م۱۹۹ھ محمد بن اسحاق م ۱۵۰ھ سے روایت کرتے ہیں کہ ورقہ نے کہا

فان یك حقاً یا خدیجة فاعلمی حدیثك إیانا فأحمد مرسل
وجبریل یأتیه ومیکال معهما من الله وحی یشرح الصدر منزل
یفوز به من فاز فیها بتوبة ویشقی به العانی الغریر المضلل
فریقان منهم فرقة فی جنانه واخری بأحواز الجحیم تعلل

(اے خدیجہ! اگر آپ کی بات سچ ہے تو جان لیجئے کہ محمد رسول ہیں۔ جبرائیلؑ آپ کے پاس آئے گا اور میکائیلؑ ان کے ہمراہ ہو گا۔ اللہ کی جانب سے دل کشا وحی نازل ہو گی۔ وحی کے باعث وہ کامیاب ہو گا جس نے دنیا میں توبہ کی' اور اس کی وجہ سے ذلیل' فریب خوردہ اور گمراہ بدبخت ہو گا۔ لوگ دو گروہوں میں منقسم ہیں ایک جنت میں ہے اور دوسرے کو دوزخ میں بار بار بلایا جائے گا)

اذا ما دعوا بالویل فیها تتابعت مقامع فی هاماتهم ثم تشعل
فسبحان من یهوی الریاح بأمره ومن هو فی الأیام ما شاء یفعل
ومن عرشه فوق السموات کلها واقضاؤه فی خلقه لا تبدل

(جب اس میں افسوس کا اظہار کریں گے تو ان کے سروں پر مسلسل ہتھوڑے مارے جائیں گے پھر آگ تیز کر دی جائے گی۔ پاک ہے وہ ذات جو ہواؤں کو اپنے امر سے چلاتی ہے اور منزہ ہے وہ ذات جو زمانہ میں جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ پاکیزہ ہے وہ ذات جس کا عرش آسمانوں کے برابر ہے اور جس کے فیصلے کائنات میں تبدیل نہیں کئے جا سکتے)

ورقہ نے یہ اشعار کہے۔

یا للرجال وصرف الدهر والقدر وما لشیء قضاه الله من غیر
حتی خدیجة تدعونی لأخبرها أمراً أراه سیأتی الناس من أخر
وخبرتنی بأمر قد سمعت به فیما مضی من قدیم الدهر والعصر
بأنّ احمد یأتیه فیخبره جبریل انك مبعوث إلی البشر

(اے لوگو! زمانہ اور قضاء و قدر کے انقلابات پر حیرت و تعجب کا اظہار کرو اور اللہ کے فیصلہ میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ خدیجہ کی تمنا ہے کہ میں اسے وہ بات بتاؤں جو میرے خیال میں بالآخر ظاہر ہونے والی ہے۔ اس نے مجھے ایسی بات کی اطلاع دی ہے جو عرصہ دراز سے مجھے معلوم ہے۔ کہ احمدؐ کے پاس جبرائیلؑ آئے گا اور آگاہ کرے گا کہ آپ لوگوں کی طرف مبعوث ہیں)

فقلت علّ الذی ترجین ینجزه لك الإله فرجی الخیر وانتظری
وارسلیه الینا کی نسائله عن امره ما یری فی النوم والسهر
فقال حین أتانا منطقاً عجباً یقفّ منه اعالی الجلد والشعر
إنی رأیت امین الله واجهنی فی صورة أکملت من أعظم الصور

(میں نے اسے کہا شاید' اللہ تمہاری امید پوری کر دے' لہٰذا خیروبرکت کی امید رکھیے اور انتظار کیجئے۔ ان کو ہمارے پاس لائیے کہ ہم ان سے دریافت کریں وہ خواب اور بیداری میں کیا دیکھتے ہیں۔ وہ آئے اور ایسی عجیب بات بتائی جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں نے اللہ کے کلام کے امین کو دیکھا وہ میرے پاس کامل ترین شکل و صورت میں تشریف لائے)

ثم استمر فکاد الخوف یذعرنی ❊ مما یسلم من حولی من الشجر
فقلت ظنی وما ادری ایصدقنی ❊ ان سوف یبعث یتلو منزل السور
وسوف یبلیك ان اعلنت دعوتهم ❊ من الجهاد بلا منّ ولا كدر

(پھر آپ تشریف لے گئے اور میں گرد و نواح کے درختوں سے سلام کی آواز سے خوفزدہ تھا۔ میں نے کہا غالب گمان ہے (یقینی علم نہیں) کہ وہ عنقریب رسالت سے مشرف ہوں گے اور نازل شدہ سورتوں کی تلاوت کریں گے۔ اگر آپ نے کفار کو جہاد کی دعوت دی تو بغیر کسی پریشانی کے اللہ تعالیٰ آپ پر نوازش کرے گا)

دلائل نبوۃ میں حافظ بیہقی نے اسی طرح بیان کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک ان اشعار کی ورقہ کی طرف نسبت مشکوک ہے' واللہ اعلم۔

پتھروں اور درختوں کا سلام : ابن اسحاق نے عبدالملک بن عبداللہ کی معرفت بعض اہل علم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل جب رفع حاجت کے لئے جاتے تو (حسب دستور) دور نکل جاتے کسی گھاٹی اور وادی سے گزرتے تو وہاں کے پتھر اور درخت آپ کو "السلام علیکم یارسول اللہ" کہتے آپ اپنے دائیں بائیں اور پیچھے مڑ کر دیکھتے تو پتھر اور پیڑ کے سوا کچھ نہ دیکھتے کچھ عرصہ آپ اسی کیفیت سے دوچار رہے۔ پھر آپؐ کے پاس جبرائیلؑ غار حراء کے اندر ماہ رمضان میں وحی لے کر آئے۔

خطاب عبید : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے وھب بن کیسان م ۱۲۷ھ نے بتایا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر سے سنا وہ عبید بن عمیر قتادہ بن لیثی سے کہہ رہے تھے' جناب! فرمائیے رسول اللہ ﷺ کو وحی کا آغاز کیسے ہوا تو عبید نے حاضرین مجلس سے خطاب فرمایا کہ رسول اللہؐ ہر سال غار حراء میں ایک ماہ عبادت کیلئے جایا کرتے تھے (اور قریش کا بھی یہ دستور تھا) آپ عبادت میں محو رہتے اور جو مسکین و محتاج آتا اسے کھانا کھلاتے۔ جب عبادت کا مقرر وقت پورا ہو جاتا تو گھر آنے سے قبل بیت اللہ کا طواف کرتے' پھر گھر تشریف لاتے۔ یہاں تک کہ وہ وقت قریب آگیا جب قدرت کو منظور تھا کہ آپ کو رسالت سے سرفراز فرمائے۔ ماہ رمضان میں آپ حسب دستور غار حرا میں گئے "اور آپ کے ہمراہ آپ کے اہل و عیال بھی تھے" وحی کے آغاز کا وقت قریب آیا تو اللہ کے حکم سے آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔

رسول اللہؐ نے فرمایا وہ میرے پاس خواب میں ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک تحریر لائے اور فرمایا پڑھو' میں نے کہا' "ما اقراء" میں نہیں پڑھ سکتا' پھر اس نے مجھے اس قدر دبایا کہ مجھے موت دکھائی دینے لگی' اس نے چھوڑ کر پھر وہی کہا' تو میں نے حسب سابق وہی جواب دیا۔ تیسری دفعہ دبوچنے کے بعد اس نے مجھے سورہ

علق (۵/۹۴) کی پہلی پانچ آیات بتائیں میں نے وہ سب پڑھ لیں۔ جبرائیلؑ چلے گئے اور میں خواب سے بیدار ہوا تو گویا وہ تحریر میرے دل پر ثبت ہو چکی ہے۔ میں غار حرا سے باہر آیا اور کوہ حرا کے وسط میں تھا کہ آسمان سے آواز آئی۔ (یامحمد انت رسول اللّٰہ وانا جبرائیل) جناب محمدؐ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو دیکھتا ہوں کہ جبرائیلؑ انسانی شکل میں آسمان کے افق پر موجود ہیں اور کہہ رہے ہیں (یامحمد انت رسول اللّٰہ وانا جبرائیل) اور آپ آسمان کے پورے افق پر محیط ہیں۔ میں دیر تک وہاں بغیر پس و پیش ہونے کے ٹکٹکی باندھے کھڑا رہا یہاں تک خدیجہ نے میری تلاش میں اپنے آدمیوں کو روانہ کیا' وہ مکے میں ناکام واپس لوٹ آئے اور میں وہیں کھڑا تھا۔ پھر جبرائیلؑ اس منظر سے ہٹ گئے تو میں بھی گھر آیا' گھر میں ان کے پہلو میں بیٹھ گیا تو خدیجہ نے کہا جناب آپ کہاں تھے؟ واللہ میں نے اپنے لوگوں کو آپ کی تلاش میں بھیجا۔ وہ ناکام واپس چلے آئے' پھر میں نے ان کو یہ سارا ماجرا سنایا تو خدیجہ نے کہا' اے ابن عم! مبارک ہو حوصلہ کیجئے واللہ! مجھے امید ہے کہ آپ اس قوم کے نبی ہوں گے۔

پھر وہ لباس تبدیل کر کے ورقہ کے پاس گئیں' اور اسے سارا واقعہ بتایا تو ورقہ نے کہا' واللہ اگر آپ درست کہہ رہی ہیں تو ان کے پاس وہی "ناموس اکبر" آیا ہے جو موسیٰؑ کے پاس آیا کرتا تھا وہ اس قوم کے نبی ہیں اور میری طرف سے ان کو کہنا ثابت قدم رہیں۔ خدیجہ نے رسول اللہؐ کو ورقہ کی ساری پیش گوئی بتا دی۔ رسول اللہؐ غار حرا سے واپس آئے اور حسب دستور بیت اللہ کا طواف شروع کیا تو دوران طواف ورقہ نے آپ سے پوچھا' اے برادر زادہ! فرمایئے آپ نے کیا دیکھا اور کیا سنا' چنانچہ آپ نے اسے سارا قصہ بتایا تو اس نے کہا واللہ آپ اس قوم کے نبی ہیں آپ کے پاس وہ "ناموس اکبر" آیا ہے جو موسیٰؑ کے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ قوم آپ کی تکذیب کرے گی' اذیت پہنچائے گی آپ کو جلا وطن کرے گی اور آپ کے خلاف برسر پیکار ہو گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے دین کی خوب مدد کروں گا۔ پھر اس نے قریب ہو کر' آپ کا سر مبارک چوم لیا۔ بعد ازیں رسول اللہؐ گھر تشریف لے آئے۔

تبصرہ : عبیدہ بن عمر لیثی کا یہ بیان کہ حالت بیداری میں وحی کی خاطر' ایک تمہید اور دیباچہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور حضرت عائشہؓ کے قول کے مطابق ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہو جاتی۔ ممکن ہے یہ خواب' بیداری کی حالت میں وحی آنے کے بعد' آپ نے اسی رات دیکھا ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ عرصہ بعد یہ خواب آیا ہو۔

مزید تفصیل : موسیٰ بن عقبہ م ۱۴۱ھ زہری م ۱۲۴ھ سے بذریعہ سعید بن مسیب م ۹۴ھ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے علم میں یہ ہے کہ رسول اللہؐ کو پہلے پہل نیند میں خواب آنے شروع ہوئے اور یہ کیفیت آپ کے لئے نہایت تکلیف دہ تھی آپ نے اس صورت حال سے خدیجہ کو آگاہ کیا۔ یہ اچھا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خدیجہ کو تکذیب کی بجائے تصدیق کی توفیق بخشی۔ اس نے کہا' مبارک ہو' اللہ کی طرف سے یہ خوش بختی کا پیش خیمہ اور آغاز ہے۔ پھر آپ باہر چلے گئے اور واپس گھر لوٹے تو بتایا کہ میرا سینہ چاک ہوا' پھر صاف کر کے دھویا گیا اور حسب سابق وہیں لوٹا دیا گیا۔ خدیجہ نے کہا' واللہ یہ ایک خوش آئند بات ہے' مبارک ہو۔

بعد ازیں جبرائیلؑ مکہ کے بالائی علاقہ میں نمودار ہوئے اور آپ کو ایک بہترین خوشنما مقام پر مسند پیش کی۔ رسول اللہؐ فرماتے ہیں اس نے مجھے بہترین غالیچے پر بٹھایا جو یاقوت اور موتیوں سے آراستہ تھا اور رسالت کی نوید سنائی۔ پھر جبرائیلؑ نے کہا' پڑھو' آپ نے فرمایا کیسے پڑھوں تو جبرائیلؑ نے کہا **اقراء باسم ربک الذی خلق** (پانچ آیات تک)

سعید بن مسیب کہتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ سورہ مدثر سب سے پہلے اتری' واللہ اعلم۔ رسول اللہ ﷺ نے رسالت کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور جو وحی جبرائیلؑ لائے اس پر عمل کیا۔ جب گھر واپس آرہے تھے تو جس شجر حجر کے پاس سے گزرتے وہ سلام کرتا' چنانچہ آپ ایمان و یقین کی دولت لئے خوش خوش حضرت خدیجہؓ کے پاس آئے' اس سے کہا' میں نے جو خواب سنایا کہ مجھے جبرائیلؑ نظر آیا ہے اب اس نے میرے سامنے نمودار ہو کر کہا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا ہے اور خدیجہؓ کو تمام وحی اور واقعہ بتایا تو خدیجہ نے کہا ہدیہ تبریک قبول کیجئے' واللہ! اللہ تعالیٰ آپ پر خیروبرکت کی نوازش کرے گا۔ آپ ان حالات کو خوش آمدید کہئے اور بشارت قبول فرمائیے۔ آپ بالکل اللہ کے رسول ہیں۔ پھر آپؓ گھر سے تیار ہو کر عتبہ کے غلام نینویٰ کے باشندے عداس نامی نصرانی کے پاس تشریف لائیں اور اسے کہا اللہ' مجھے بتائیے کیا آپ جبرائیلؑ کے متعلق کچھ جانتے ہیں؟ اس نے کہا' قدوس قدوس' بت پرستوں کے مرکز میں' جبرائیل کا اسم گرامی (چہ نیست خاک را با عالم پاک) خدیجہ نے کہا۔ "چھوڑیئے" آپ ان کے متعلق بتائیے تو اس نے کہا' جبرائیلؑ اللہ اور انبیاء کرام کے درمیان پیغام رسانی میں دیانت دار ہیں وہی موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے پاس اللہ کا پیام لایا کرتے تھے۔ چنانچہ خدیجہ وہاں سے واپس ہو کر ورقہ کے پاس چلی آئیں اسے بھی جبرائیلؑ کی آمد کا سارا قصہ سنایا تو ورقہ نے کہا' محترمہ! میرے علم کے مطابق آپ کا رفیق حیات وہ نبی ہے جس کے انتظار میں اہل کتاب میں ان کا ذکر خیر تورات اور انجیل میں موجود ہے۔ بخدا اگر آپ وہی منتظر رسول ہیں اور آپ نے میری حیات میں ہی رسالت کا اظہار کیا تو رسول اللہؐ کی اطاعت پر صبر و شکیبائی اور ان کے تعاون پر نصرت دیاری کا انعام و اکرام اللہ سے پاؤں گا۔

وضاحت : حافظ بیہقی نے مذکور بالا واقعات بیان کر کے فرمایا ہے ممکن ہے سینہ چاک ہونے کا یہ قصہ وہی ہو جو بچپن میں حلیمہؓ کے پاس پیش آیا تھا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ شق صدر کا یہ واقعہ دوبارہ پیش آیا ہو۔ اور معراج کے وقت تیسری بار شرح صدر ہوا ہو' واللہ اعلم۔ ورقہ بن نوفل کے ترجمہ و تعارف میں حافظ ابن عساکر نے سلیمان بن طرخان تیمی م ۱۴۳ھ سے نقل کیا ہے کعبہ کی تعمیر کے پانچ سال بعد' اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو نبوت کے منصب پر فائز فرمایا۔ آپ آغاز نبوت سے قبل سچے خواب دیکھا کرتے تھے۔ آپ نے اس صورت حال سے خدیجہؓ کو آگاہ کیا تو انہوں نے کہا' مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ پر خیروبرکت کی نوازش کرے گا۔

آپ ایک روز غار حرا میں تشریف فرما تھے اچانک جبرائیلؑ آئے' آپ ان سے نہایت خوفزدہ ہوئے تو جبرائیل نے اپنا ہاتھ سینے اور کندھے پر رکھتے ہوئے دعا کی **اللّٰھم احطط وزرہ' واشرح صدرہ وطھر قلبہ**

الٰہی ان کا بوجھ ہلکا کر دے' سینہ کھول دے اور دل پاک و صاف کر دے۔ اے محمد! مبارک باد۔ آپ اس قوم کے نبی ہیں' پڑھیئے' آپ نے فرمایا اور آپ پر خوف سے کپکپی طاری تھی۔ میں نے کبھی تحریر نہیں پڑھی نوشت و خواند سے میرا کوئی سروکار نہیں۔ جبرائیلؑ نے آپ کو پکڑ کر خوب دبایا اور پھر چھوڑ کر فرمایا "اقراء" پڑھیئے' آپ نے حسب سابق جواب دیا پھر آپ کو ریشمی قالین پر بٹھا کر جو یاقوت اور موتیوں سے آراستہ تھا' کہا اقراء باسم ربک الذی خلق (سورہ علق ۵/ ۹۴) کی پانچ آیات تک۔ پھر فرمایا اے محمد! خطرہ محسوس نہ کیجئے بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں بعد ازاں جبرائیلؑ چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ فکرمند تھے کہ کیا کروں قوم کو کیا کہوں گا پھر آپ سہمے سہمے غار سے باہر آئے تو جبرائیلؑ کو سامنے پا کر ایک ہیبت ناک منظر دیکھا۔ تو جبرائیلؑ نے کہا' جناب فکر نہ کرو انبیاء و رسل کی طرف جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ فرشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعظیم و تکریم پر یقین کیجئے' آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ وہاں سے واپس ہوئے تو ہر پتھر اور پیڑ جھک کر "السلام علیکم یارسول اللہ" کہہ رہا تھا یہ دیکھ کر آپ کو کچھ اطمینان ہوا اور نبوت و رسالت کے آثار نمایاں ہوئے۔ خدیجہؓ کے پاس پہنچے تو وہ آپ کے چہرے پر تبدیلی کے آثار دیکھ کر گھبرا گئیں۔ اٹھ کر وہ آپ کے چہرہ مبارک سے گرد و غبار صاف کر کے کہنے لگیں۔ شاید آپ کو یہ صدمہ غیبی آواز سننے اور خوفناک خواب دیکھنے سے لاحق ہوا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا جو میں خواب میں دیکھا کرتا تھا اور بیداری میں اسے دیکھ کر ڈر جایا کرتا تھا وہ جبرائیلؑ ہے آج وہ میرے سامنے نمودار ہوا ہے اور میں اس منظر کو دیکھ کر ڈر گیا۔ پھر اس نے دوبارہ میرے پاس آکر کہا آپ اس قوم کے نبی ہیں چنانچہ میں وہاں سے واپس ہوا تو راستے میں ہر پتھر اور پیڑ السلام علیکم یارسول اللہ کہہ رہا تھا' خدیجہؓ نے کہا مبارک ہو۔ واللہ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرر نہیں پہنچائے گا اور میں چشم دید شاہد ہوں کہ آپ اس قوم کے وہ نبی ہیں جس کے یہود عرصہ سے منتظر ہیں۔ یہ بات مجھے میرے غلام ناصح اور بحیریٰ راہب نے بتائی تھی اور بیس سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے کہ اس نے مجھے آپ کے ساتھ شادی کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

حضرت خدیجہؓ رسول اللہ ﷺ کی دل جوئی کرتی رہیں تا آنکہ آپ نے خوش ہو کر کھایا پیا۔ پھر حضرت خدیجہؓ ایک راہب کے پاس گئیں جو مکہ کے قرب و جوار میں رہائش پذیر تھا۔ اس نے آپ کو آئے ہوئے دیکھ کر کہا۔ یاسیدۃ نساء قریش' اے قریش کی خاتون اول! کیا بات ہے؟ چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے بتایا کہ حضرت جبرائیلؑ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے آئی ہوں۔ اس نے نہایت تعجب خیز لہجے میں کہا' سبحان اللہ' بت پرستی کے مرکز میں جبرائیلؑ کا نام' جبرائیلؑ' اللہ کے کلام کا امین ہے' نبیوں اور رسولوں کی طرف اس کا پیامبر ہے۔ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا ہمرکاب ہے' چنانچہ خدیجہؓ کو آپؐ کی نبوت پر یقین آگیا۔ پھر وہ عتبہ بن ربیعہ کے غلام عداس کے پاس تشریف لائیں اس سے دریافت کیا تو اس نے بھی راہب کی بات کی تصدیق کی' بلکہ مزید وضاحت کی جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تو جبرائیل علیہ السلام موسیٰؑ کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ جب کوہ طور پر آپ سے ہمکلام ہوا تو جبرائیلؑ آپ کے ساتھ تھے۔ آپؑ ابن

مریمؑ کے بھی رفیق تھے اور اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کی رفاقت سے ان کی تائید و مدد کی تھی۔ پھر وہاں سے ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں اس سے جبرائیلؑ کے بارے پوچھا اس نے بھی عداس کا سا جواب دیا پھر ورقہ نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ پھر خدیجہ نے اس سے حلف لیا کہ وہ یہ بات صیغہ راز میں رکھے گا۔ چنانچہ ورقہ نے حلف اٹھایا تو خدیجہؓ نے کہا کہ حضرت محمدؐ نے مجھے بتایا ہے کہ (بخدا وہ راست باز ہے کذب و زور سے دور ہے) کہ غار حراء میں ان کے پاس جبرائیلؑ آیا ہے اس نے یہ بتا کر کہ آپ اس قوم کے نبی ہیں' چند آیات بھی پڑھائیں۔

مزید تحقیق : یہ بات سن کر ورقہ نے حیرانگی کے عالم میں کہا' اگر جبرائیلؑ کے مقدس قدم سطح زمین سے مس ہوئے ہیں تو واقعی وہ روئے زمین کی بہترین شخصیت پر نازل ہوئے ہیں اور وہ نبی ہیں۔ جبرائیلؑ انبیاء و رسل کا قدیم رفیق ہے۔ محترمہ! آپ محمدؐ کو میرے پاس بھیجئے میں ان سے پوری صورت حال معلوم کروں گا۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ (آنے والا) جبرائیلؑ نہ ہو' کیونکہ بعض اوقات شیطان بھی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے جبرائیلؑ کا روپ دھار لیتا ہے اور وہ دانا بینا شخص بھی (جس کے پاس شیطان آتا ہے) دیوانہ اور پاگل ہو جاتا ہے چنانچہ خدیجہؓ وہاں سے واپس آگئیں اور ان کو پورا وثوق تھا کہ محمدؐ پر اللہ تعالیٰ فضل و کرم ہی کرے گا۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ورقہ کی پوری گفتگو سنائی اس دوران **ن والقلم وما یسطرون۔ ما انت بنعمۃ ربک لمجنون** نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا وہ واقعی جبرائیلؑ ہے تو خدیجہ نے عرض کیا میری خواہش ہے کہ آپ ورقہ کے پاس تشریف لے جائیں ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے ان کو رشد و ہدایت نصیب کر دے۔

ورقہ کا سوال : رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے پوچھا' وہ آنے والا جب آپ کے پاس آیا تو وہ روشن ماحول میں تھا یا تاریک میں؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جبرائیلؑ کی عظمت و جلالت کا پورا خاکہ اور وحی کے دوران پیش آنے والے واقعات من و عن پیش کر دیئے تو ورقہ نے کہا میں پورے وثوق سے شہادت دیتا ہوں کہ وہ جبرائیل ہے اور وہ "آیات" اللہ کا کلام ہے اور آپ کو ان کی تبلیغ کا حکم دیا ہے۔ اگر میں نے آپ کا عہد نبوت پایا تو آپ کی اتباع کروں گا اے ابن عبدالمطلب! آپ کو شرف رسالت مبارک ہو۔ بعد ازیں ورقہ کی یہ رائے اور آپ کی صداقت کا اظہار زبان زدعام و خاص تھا۔ چنانچہ آپ کی یہ شہرت اور صداقت رؤسائے مکہ کو ناگوار گزری' اور "ادھر" وحی کا سلسلہ رک گیا' تو مکہ کے رئیس کہنے لگے۔ اگر یہ "وحی" اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی تو مسلسل جاری رہتی' (اور اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہوتا) لیکن اب اللہ آپ سے ناراض ہے (معلوم ہوا یہ وحی اللہ کی طرف سے نہ تھی) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وہم و گمان کی تردید کی اور سورہ والضحیٰ اور الم نشرح مکمل اتاریں۔

حافظ بیہقی (ابو عبداللہ حافظ ابو العباس' احمد بن عبدالجبار' یونس' ابن اسحاق' اسماعیل بن ابی مولیٰ آل زبیر) حضرت خدیجہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم سے عرض کیا' اے ابن عم! جب جبرائیلؑ آئے تو آپ مجھے آگاہ کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا' بالکل' چنانچہ رسول اللہؐ (گھر میں) خدیجہؓ کے پاس تھے کہ جبرائیلؑ

تشریف لائے' تو آپ نے فرمایا خدیجہ! یہ جبرائیلؑ موجود ہیں' اس نے پوچھا کیا اب آپ ان کو دیکھ رہے ہیں' آپ نے "ہاں" میں جواب دیا تو خدیجہ نے کہا' آپ میرے دائیں پہلو میں تشریف رکھئے' چنانچہ آپ داہنی طرف تبدیل ہو گئے تو خدیجہ نے پوچھا کیا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں تو آپ نے اثبات میں جواب دیا تو خدیجہؓ نے عرض کیا آپ میری آغوش میں آجائیں تو آپ ان کی آغوش میں بیٹھ گئے تو حضرت خدیجہؓ نے پوچھا کیا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں تو آپ نے کہا' بالکل دیکھ رہا ہوں تو حضرت خدیجہؓ نے دوپٹہ سر کا کر سر ننگا کر دیا تو پوچھا کیا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں تو آپ نے نفی میں جواب دیا تو خدیجہ نے کہا۔ **ما ھذا بشیطان** یہ شیطان نہیں' اے ابن عم! یہ تو واقعی فرشتہ ہے' مبارک ہو' ڈٹ جاؤ' پھر حضرت خدیجہؓ آپ پر ایمان لائیں اور اس امر کی عینی شہادت دی کہ جو وحی آپ پر نازل ہوئی وہ برحق اور سچ ہے۔

محمد بن اسحاق م ۱۵۰ھ کہتے ہیں' میں نے یہ حدیث عبداللہ بن حسن م ۱۴۵ھ کو سنائی تو آپ نے کہا میں نے یہ حدیث اپنی والدہ فاطمہ بنت حسین سے سنی ہے۔ وہ یہ روایت حضرت خدیجہ سے بیان کرتی ہیں مگر اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ کو اپنی قمیص کے اندر چھپا لیا تو جبرائیل علیہ السلام غائب ہو گئے۔ حافظ بیہقی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خدیجہؓ کا اپنے پہلو اور آغوش میں بٹھانا محض اطمینان اور مزید تحقیق کی خاطر تھا۔ باقی رہا نبی علیہ السلام کو تو جبرائیلؑ کی بات پر پورا یقین و ایمان تھا اور جبرائیلؑ نے آپ کو عجائبات عالم سے آگاہ کیا تھا مثلاً شجرو حجر کا آپ کو سلام کہنا۔

مسلم شریف میں جابر بن سمرہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مکہ میں' میں اب بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھے قبل از بعثت سلام کیا کرتا تھا۔ (انی لاعرفه الان) میں اب بھی اسے پہچانتا ہوں۔ ابوداؤد طیالسی' جابر بن سمرہ سے بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں ایک پتھر ہے جو مجھے مبعوث ہونے کے دوران سلام کہا کرتا تھا۔ حافظ بیہقی' حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے آپ وہاں کسی طرف تشریف لے گئے راستہ میں جو پیڑ اور پہاڑ سامنے آتا وہ کہتا "السلام علیک یارسول اللہ" ایک روایت میں ہے' علیؓ فرماتے ہیں کہ میں آپؐ کے ہمراہ کسی وادی میں داخل ہوتا تو راستہ میں جو شجر آتا وہ کہتا السلام علیکم یارسول اللہ۔

اشتیاق : امام بخاری نے سابقہ روایت میں بیان کیا ہے کہ وحی کی بندش کے بعد' رسول اللہؐ اس قدر غمگین ہوئے (کہ کود جانے کے لئے) بار بار پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ جاتے تو اچانک جبرائیلؑ نمودار ہوتے اور آپ کو تسلی دیتے' جناب! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں یہ سن کر آپ کا جوش و ہیجان ٹھنڈا پڑ جاتا اور طمانیت حاصل ہو جاتی چنانچہ آپ چوٹی سے اتر آتے۔ پھر جب بندش کا دور ذرا طویل ہوتا تو (پھر غم سے مغلوب ہو کر) پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے تو فوراً جبرائیلؑ بھی سامنے سے آجاتے۔

اولین وحی : جابر بن عبداللہؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ بندش وحی اور فترت کے بارے' میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا کہ میں چل رہا تھا کہ آسمان سے آواز آئی میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کے دیکھا تو وہی فرشتہ ہے جو غار حرا میں آیا تھا' فضا میں کرسی پر براجمان ہے۔ میں ڈر کے مارے زمین پر آرہا'

وہاں سے گھر آ کر اہل خانہ سے کہا مجھ پر کمبل ڈال دو' کمبل ڈال دو۔ تو پھر **یاایھا المدثر' قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطھر والرجز فاھجر** سورہ مدثر نازل ہوئی۔ پھر وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور وحی مسلسل آنے لگی۔ چنانچہ وحی کی بندش کے بعد پہلی وحی سورہ مدثر تھی۔ یہ مطلقاً پہلی وحی نہ تھی' بلکہ مطلقاً پہلی وحی سورہ علق ۹۶ تھی۔ حضرت جابرؓ کی روایت کا مناسب مفہوم وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور یہ بات خود جابر کی روایت سے واضح ہے کہ وہی فرشتہ تھا جو پہلی بار آیا تھا۔ نیز "فترت وحی" سے خود عیاں ہے کہ قبل ازیں وحی نازل ہو چکی تھی' واللہ اعلم۔

متفق علیہ روایت میں ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے پوچھا' کون سی سورت پہلے نازل ہوئی تو اس نے کہا سورہ مدثر' میں نے عرض کیا سورہ علق' تو ابوسلمہ نے کہا میں نے جابر بن عبداللہؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سورہ مدثر' میں نے بھی تمہاری طرح سورہ علق کا نام لیا تو جابرؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں غار حرا میں ایک ماہ مراقبہ میں محو رہا۔ مراقبہ کی مدت پوری کر کے میں نیچے وادی میں آ گیا تو مجھے ایک آواز آئی۔ میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا پھر میں نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو وہ خلا میں ہے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا (میں فوراً گھر آیا) اور اہل خانہ سے کہا مجھ پر بالا پوش ڈال دو پھر سورہ مدثر نازل ہوئی' اور ایک روایت میں ہے یہ وہی فرشتہ تھا جو غار حرا میں آیا تھا۔ خلا میں معلق کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس روایت سے صاف واضح ہے کہ قبل ازیں وحی نازل ہو چکی تھی' واللہ اعلم۔

والضحیٰ اور اللہ اکبر : بعض کا خیال ہے کہ وحی کی بندش اور فترت کے بعد پہلی سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی' قالہ محمد بن اسحاق۔ بعض قاری کہتے ہیں کہ اسی خوشی میں رسول اللہ ﷺ نے والضحیٰ سے پہلے اللہ اکبر کہا' سورہ والضحیٰ کی فترت کے بعد پہلی وحی ہونے کی تردید جابر کی متفق علیہ روایت سے واضح ہے کہ فترت وحی کے بعد سورہ مدثر نازل ہوئی۔ ہاں سورہ والضحیٰ کا نزول ایک اور معمولی فترت کے بعد ہوا تھا جیسا کہ جندب بن عبداللہ بجلیؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے۔ بیماری دو تین روز تک طویل ہو گئی تو ایک عورت نے کہا **ما اری شیطانک الا ترکک** معلوم ہوتا ہے آپ کا شیطان آپ کو چھوڑ گیا ہے (معاذ اللہ) تو پھر سورہ والضحیٰ نازل ہوئی۔

نبوت و رسالت : سورہ علق سے آپ کو نبوت کا منصب عطا ہوا اور سورہ مدثر (قم فانذر) سے آپ رسالت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

وحی کی بندش کا عرصہ : بقول بعض اہل علم فترت کا زمانہ دو سال یا اڑھائی سال تھا' واللہ اعلم۔ اور اس عرصہ میں میکائیلؑ آپ کے ہمراہ رہے جیسا کہ شعبی وغیرہ کا قول ہے۔ یہ قول سورہ علق کے قبل ازیں نازل ہونے کے منافی نہیں۔ پھر سورہ مدثر کے نزول کے بعد جبرائیلؑ آپ کے رفیق اور ہمدم رہے اور وحی کا سلسلہ مسلسل شروع ہو گیا۔

دعوت و ارشاد : رسول اللہ ﷺ ہمہ تن تبلیغ کی طرف متوجہ ہوئے' پوری عزیمت اور تندہی سے دعوت کا حق ادا کیا ہر خاص و عام آزاد اور غلام سب کے سامنے دعوت توحید اسلام پیش کی' ہر عقل مند اور

سعادت مند کو ایمان نصیب ہوا' ہر سرکش اور ہٹ دھرم آپ کی مخالفت اور ضد پر گامزن رہا۔

اولین مسلمان : چنانچہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ مشرف بہ اسلام ہوئے اور بچوں میں سے حضرت علیؓ اور خواتین میں سے خدیجہ بنت خویلد' رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ' اور غلاموں میں زید بن حارثہ کلبیؓ ورقہ بن نوفل کے ایمان کے متعلق ہم گذشتہ بیان کر چکے ہیں کہ وہ آپ پر ایمان لا چکے تھے اور بندش وحی کے دوران فوت ہو گئے تھے' واللہ اعلم۔

فصل

آسمان کی حفاظت : جنات اور سرکش شیطانوں کے چھپ کر سننے پر پابندی کا اہتمام قرآن کے نزول کے وقت اس لئے تھا کہ مبادا ان میں سے کوئی ایک آدھ کلمہ سن کر اپنے ہمراز دوست کو بتا دے اور قرآن میں اشتباہ و التباس پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان شیاطین کو آسمان سے روک کر کائنات پر اپنا فضل و کرم فرمایا۔

سورہ جن ۸/۷۲ میں ہے "اور ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو ہم نے اسے سخت پہروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور ہم اس کے ٹھکانوں میں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ پس جو کوئی اب کان دھرتا ہے وہ اپنے لئے ایک انگارہ تاک لگائے ہوئے پاتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ نقصان کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کی نسبت ان کے رب نے راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا ہے۔"

شعراء ۲۱۲/۲۶ میں ہے "اور قرآن کو شیطان لے کر نہیں نازل ہوئے اور نہ یہ ان کا کام ہے اور نہ وہ اسے کر سکتے ہیں وہ تو سننے کی جگہ سے بھی دور کر دیئے گئے ہیں۔"

حافظ ابو نعیم' ابن عباس سے نقل کرتے ہیں جنات آسمان کی وحی سننے کے لئے چڑھتے تھے' ایک بات سن کر' اس میں نو کا اضافہ کر دیتے تھے' ایک تو سچی ہوتی اور باقی جھوٹی۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو وہ اپنے سننے کے ٹھکانوں سے روک دیئے گئے جنات نے یہ بات ابلیس کے پاس بیان کی (اور قبل ازیں ان پر ستارے پھینکے نہیں جاتے تھے) ابلیس نے کہا یہ زمین میں کسی نئے واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکر اس بات کی جستجو کے لئے روانہ کئے' چنانچہ انہوں نے رسول اللہؐ کو دو پہاڑوں کے درمیان نماز ادا کرتے ہوئے پایا' انہوں نے واپسی پر اطلاع دی تو اس نے کہا یہی نیا حادثہ رونما ہوا ہے۔

جنات کا قرآن سنتے ہی مسلمان ہو جانا : ابو عوانہ' ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام "سوق عکاظ" جا رہے تھے اور شیاطین کو آسمان کی بات سننے سے روک دیا گیا تھا (اور جو سننے کا ارادہ کرتا) اس پر انگارے پھینکے جاتے چنانچہ شیاطین اپنی قوم (کی رہائش گاہ) میں واپس آ گئے انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا' انہوں نے بتایا کہ ہمیں آسمان کی بات سننے سے روک دیا گیا ہے (اور جو سنتا ہے) اس پر انگارے پھینکے جاتے ہیں تو ابلیس وغیرہ نے کہا' ایسی سخت حفاظت کسی نئے حادثہ کی بنا پر ہوئی ہے۔

زمین کے مشرق و مغرب میں پھیل جاؤ (معلوم ہو جائے گا) چنانچہ وہ قافلہ جو تہامہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس نے آپؐ کو "نخلہ" مقام پر پا لیا اور آپ صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے' اور آپ کا مقصد "سوق عکاظ" جانا تھا۔ جب جنات کے قافلے نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن پڑھتے سنا تو وہ اسے سننے لگے اور کہا یہی آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہے وہ اپنی قوم کی طرف واپس چلے آئے اور آکر خبر دی' ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ سو ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کا کسی کو شریک نہ ٹھہرایں گے (۲/۷۲) ادھر اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو بھی بتا دیا' کہہ دو کہ مجھے اس بات کی وحی آئی ہے کہ کچھ جن (مجھ سے قرآن پڑھتے) ہوئے سن گئے ہیں (۱/۷۲) (مسلم و بخاری)

نزول وحی کے وقت فرشتوں کی کیفیت : محمد بن فضیل' ابن عباس سے نقل کرتے ہیں' جنات کے ہر قبیلہ کے آسمان کی خبریں سننے کے ٹھکانے اور مراکز تھے۔ جب وحی نازل ہوتی ہے تو فرشتے آواز سنتے ہیں جیسے پتھر پر لوہے کی آواز' اور وہ آواز سن کر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ اور وحی کے مکمل نازل ہونے کے بعد سر اٹھاتے ہیں پھر وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں "ماذا قال ربکم" تمہارے رب نے کیا کہا۔ اگر وہ وحی آسمان کے واقعات کے متعلق ہو تو وہ کہتے ہیں "حق" فرمایا ہے اور وہ بلند اور بڑا ہے۔ اگر وہ وحی زمین کے حوادثات' غیبی امور یا کسی کی موت و حیات کے بارے ہو تو وہ کہتے ہیں فلاں فلاں واقعہ رونما ہو گا۔ چنانچہ وہ بات شیاطین سن لیتے ہیں اور اپنے ہمراز دوستوں کے کان میں ڈال دیتے ہیں۔ جب نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے تو شیاطین ستاروں کے ذریعے دھتکار دیئے گئے۔

علم نجوم : آسمان سے چمکتے ہوئے شعلوں کے رونما ہونے کا حادثہ سب سے پہلے سقیف قبیلے کو معلوم ہوا (اور وہ اسے دنیا کی ہلاکت و بربادی کی علامت سمجھتے تھے) چنانچہ ان میں سے جس کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا وہ روزانہ ایک بکری قربان کیا کرتا اور جس کے پاس اونٹوں کا گلہ تھا وہ روزانہ ایک اونٹ ذبح کیا کرتا تھا' مال مویشی میں خاصی کمی واقع ہو گئی تو انہوں نے کہا ایسا مت کرو۔ اگر شعلوں والے وہ ستارے ہیں جن سے راستے معلوم ہوتے ہیں (علاوہ ازیں سمت قبلہ اور وقت کی پہچان ہوتی ہے) تو واقعی دنیا کی بربادی کی علامت ہے ورنہ کوئی اور حادثہ رونما ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے معلوم کیا تو واضح ہوا کہ راستہ معلوم کرنے کے ستارے جوں کے توں ہیں۔ پھر وہ مال مویشی ذبح کرنے سے رک گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کو آسمان کی باتیں سننے سے روک دیا تو انہوں نے یہ بات ابلیس کے گوش گزار کی' تو اس نے کہا یہ شدید انتظام زمین پر کسی نئے حادثہ کی بنا پر برپا ہوا ہے۔ میرے پاس ہر علاقے کی مٹی لاؤ۔ چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی (اس نے ہر علاقے کی مٹی سونگھی) انہوں نے تہامہ کی مٹی پیش کی تو اس نے کہا یہاں حادثہ رونما ہوا ہے۔ حافظ بیہقی اور امام حاکم نے یہ روایت حماد بن سلمہ از عطاء بن سائب بیان کی ہے۔

آسمان کی حفاظت : واقدی' کعب سے بیان کرتے ہیں عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ستاروں سے نہیں مارا جاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے آغاز میں ستارے برسائے جانے لگے' قریش نے ایک اجنبی چیز دیکھی جو کبھی نہ دیکھی تھی' تو مویشیوں کو آزاد چھوڑنے لگے' غلام آزاد کرنے لگے' سمجھے

کہ نیست و نابود اور فنا کا وقت آگیا ہے۔ طائف میں خبر پہنچی تو سقیف قبیلہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا' عبد یالیل کو سقیف کا یہ طرز عمل معلوم ہوا تو اس نے پوچھا یہ کیوں کر رہے ہو تو انہوں نے کہا ستارے پھینکے جا رہے ہیں۔ ہم نے سمجھا ہے کہ وہ آسمان سے ٹوٹ کر گر رہے ہیں (اور یہ فنا کا وقت ہے) تو اس نے کہا کہ ہاتھ سے مال چلے جانے کے بعد اس کا حصول بڑا مشکل ہے' جلد بازی نہ کرو' غور کرو' اگر معروف و مشہور ستارے ٹوٹ رہے ہوں تو یہ ہمارے اعتقاد میں لوگوں کی ہلاکت کا وقت ہے اگر غیر معروف ستارے ٹوٹ رہے ہوں تو یہ کسی انوکھی بات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے غور کیا تو وہ غیر معروف ستارے تھے (جو ٹوٹ رہے تھے) تو اس نے کہا' دنیا کے فنا ہونے میں ابھی دیر ہے۔

یہ واقعہ نبی علیہ السلام کی بعثت کے وقت پیش آیا۔ پھر کچھ ایام کے بعد ابوسفیان' اپنے باغات کی دیکھ بھال کے لئے طائف آئے اور عبد یالیل سے ملاقات ہوئی اور ستاروں کا واقعہ زیر بحث آیا تو ابوسفیان نے کہا' محمدؐ بن عبداللہ کا ظہور ہو چکا ہے۔ وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویدار ہے تو عبد یالیل نے کہا' اس وقت ستارے ٹوٹے۔ سعید بن منصور نے خالد بن حصین کے ذریعہ عامر شعبی سے نقل کیا ہے کہ ستارے آسمان سے ٹوٹتے نہ تھے تاآنکہ نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے (اس صورت حال کو دیکھ کر) انہوں نے مویشی مطلق العنان چھوڑ دیئے اور غلام آزاد کر دیئے تو عبد یالیل نے ان کو کہا' غور کرو' اگر معروف ستارے ٹوٹ رہے ہیں تو یہ لوگوں کے فنا کی علامت ہے۔ اگر وہ غیر معروف ہیں تو یہ کسی نئے حادثہ کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے غور و فکر کیا تو وہ غیر معروف ستارے تھے۔ پھر غلام وغیرہ آزاد کرنے سے رک گئے کچھ عرصہ بعد ان کو نبی علیہ السلام کے ظہور کی اطلاع پہنچی۔ حافظ بیہقی اور امام حاکم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے عیسیٰؑ اور محمدؐ کے درمیانی عرصہ "فترت" میں آسمان کی حفاظت نہیں کی جاتی تھی۔

رفع اشتباہ : ممکن ہے اس نفی سے مراد یہ ہو کہ سخت حفاظتی انتظام نہ تھے اور یہ بات اس لئے ناگزیر ہے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے ایک ستارہ ٹوٹا اور روشنی ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا: جب ستارہ ٹوٹتا تھا' تم کیا کیا کرتے تھے' تو وہ کہنے لگے ہمارا خیال تھا کہ وہ کسی بڑے آدمی کی موت اور پیدائش کے باعث ٹوٹتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بات بالکل نہیں۔ یہ روایت اول بدء الخلق میں بیان ہو چکی ہے۔

نوٹ : معروف ستاروں کے ٹوٹنے کا واقعہ اور اس کے متعلق رائے کا اظہار' یہاں (البدایہ) میں عبد یالیل کی طرف منسوب ہے مگر سیرت ص ۱۳۶ مع الروض الانف از سہیلی میں ابن اسحاق نے یہ رائے عمرو بن امیہ کی طرف منسوب کی ہے' واللہ اعلم۔

اہل طائف کی گھبراہٹ : بقول سدی آسمانوں کی حفاظت کا انتظام اس وقت سخت ہوتا ہے جب کسی نبی یا دین کا ظہور ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے قبل شیطانوں نے آسمان دنیا پر اپنے ٹھکانے قائم کئے ہوئے تھے۔ جہاں سے وہ آسمانی خبریں سنا کرتے تھے۔ جب رسول اللہؐ مبعوث ہوئے تو اس وقت ان پر ستارے پھینکے گئے۔ یہ منظر دیکھ کر طائف والے گھبرا اٹھے اور آسمان پر آگ کے شعلے بھڑکتے دیکھ کر کہنے

لگے آسمان والے تباہ و برباد ہو گئے غلام آزاد کرنے لگے اور مویشی آزاد اور آوارہ چھوڑ دیئے۔ عبد یالیل نے کہا' اے طائف کے باشندو! تمہاری حالت پر افسوس ہے کہ اپنے مال مویشی سنبھالو' اور ستاروں کو غور سے دیکھو۔ اگر ستارے اپنے مقام پر مستحکم اور مضبوط قائم ہیں تو سمجھو آسمان والے تباہ نہیں ہوئے اور یہ (ستاروں کا ٹوٹنا) ابن ابی کبشہ یعنی محمدؐ کی وجہ سے ہے۔ اگر ستارے اپنے مقام پر قائم نہیں رہے تو آسمان والے ہلاک ہو گئے' انہوں نے غور سے دیکھا تو سب ستارے قائم تھے۔ چنانچہ وہ مال مویشی کو آوارہ چھوڑنے سے رک گئے۔

نصیبین کے جن : اسی رات سخت حفاظتی انتظام دیکھ کر شیطان گھبرا گئے اور ابلیس کے پاس آئے تو اس نے کہا ہر علاقے سے مٹھی بھر مٹی لاؤ' چنانچہ وہ مطلوبہ مٹی لے آئے تو اس نے مٹی سونگھ کر کہا' تمہارا مطلوب شخص مکہ میں ہے۔ پھر اس نے نصیبین کے سات جن مکہ کی طرف روانہ کئے۔ انہوں نے رسول اللہؐ کو مسجد حرام میں قرآن کی تلاوت کرتے پایا۔ قرآن سننے کے شوق سے وہ رسول اللہؐ کے نہایت قریب ہو گئے پھر وہ مسلمان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا۔

واقدی ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے تو سب بت سر کے بل اوندھے گر پڑے' شیطانوں نے ابلیس کو آگاہ کیا کہ آج سب بت سر کے بل اوندھے گر پڑے ہیں تو اس نے کہا' نبی مبعوث ہو چکا ہے۔ اسے سرسبز و شاداب علاقے میں تلاش کرو' انہوں نے "شام" کے علاقے میں تلاش کیا مگر ناکام آئے۔ پھر ابلیس نے کہا میں خود تلاش کرتا ہوں چنانچہ وہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوا تو اسے غیبی آواز آئی' انہیں مکہ کے نواح میں تلاش کرو چنانچہ اس نے آپؐ کو قرن الثعالب میں دیکھا پھر اس نے واپس آکر اطلاع دی کہ میں نے آپ کو جبرائیلؑ کے ہمراہ پایا ہے۔ اب آپ کی کیا رائے ہے؟ تو اس کے رفقاء نے کہا' ہم اس کے تابعداروں کی نگاہوں کو خواہشات سے آراستہ کر دیں گے اور دنیا ان کا نصب العین بنا دیں گے اس نے کہا اب مجھے کوئی رنج و غم نہیں۔

واقدی نے طلحہ بن عمرو سے ابن ابی ملیکہ کی معرفت عبداللہ بن عمرو سے بیان کیا ہے کہ جس روز رسول اللہؐ کو نبوت کا رتبہ ملا تو شیطانوں کو آسمان سے روک دیا گیا اور ان پر انگارے پھینکے گئے تو انہوں نے یہ بات ابلیس کے گوش گزار کی تو اس نے کہا کوئی نیا حادثہ پیش آیا ہے (معلوم ہوتا ہے) اسرائیل کے مرکز' شام میں کوئی نبی کا ظہور ہوا ہے۔ چنانچہ وہ شام گئے اور واپس آکر یہ روئیداد پیش کی کہ وہاں کوئی نبی نہیں ہے تو ابلیس نے کہا' میں خود ہی اسے تلاش کروں گا چنانچہ وہ نبیؐ کی تلاش و جستجو میں مکہ مکرمہ میں گیا تو رسول اللہ ﷺ کو جبرائیل کے ہمراہ جبل حرا سے اترتے ہوئے پایا تو اس نے واپس آکر بتایا کہ احمد نبی ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں اور ان کے ہمراہ جبرائیلؑ تھے۔ اب تمہارے پاس اس کا کیا علاج ہے تو شیاطین نے کہا' ہم اس کی امت کی نگاہ میں دنیا دل آویز بنا دیں گے تو اس نے کہا جب تو یہ درست ہے۔

واقدی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ شیطان آسمان سے باتیں سنا کرتے تھے جب محمدؐ مبعوث ہوئے تو وہ روک دیئے گئے' چنانچہ انہوں نے ابلیس کے پاس شکوہ کیا تو اس نے کہا کوئی نیا حادثہ رونما ہو چکا ہے

چنانچہ وہ جبل ابی قیس پر چڑھا (جو روئے زمین کا پہلا پہاڑ ہے) اور رسول اللہ ﷺ کو مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا تو اس نے کہا میں جا کر اس کی گردن توڑ دیتا ہوں چنانچہ اکڑتا ہوا آیا اور جبرائیلؑ آپ کے پاس تھے تو جبرائیلؑ نے اسے لات مار کر دور پھینک دیا' چنانچہ وہ دوڑتا ہوا بھاگ گیا۔ واقدی اور ابو احمد زبیری نے مجاہد سے ابن عباس کی طرح روایت بیان کی ہے مگر اس میں ہے کہ شیطان کو لات مار کر عدن میں پھینک دیا۔

رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونے کی کیفیت : پہلی اور دوسری دفعہ جبرائیلؑ کے وحی لانے کی کیفیت کا ذکر گزر چکا ہے۔ امام مالک (ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ کو وحی کس طرح آتی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کبھی گھنٹی جیسی آواز میں آتی ہے اور یہ مجھ پر سخت دشوار ہوتی ہے۔ پھر یہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے اور جو کچھ اس نے کہا ہوتا ہے وہ میں یاد کر چکتا ہوں اور کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں آکر کلام کرتا ہے جو کچھ اس نے کہا ہوتا ہے میں حفظ کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے سخت جاڑے کے موسم میں آپؐ پر وحی اترتے دیکھی ہے اور آپ سے یہ کیفیت ختم ہوتی اور آپ کی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہوتی' متفق علیہ۔

اسناد : ہشام بن عروہ م ۱۴۵ھ سے مالک کے علاوہ عامر بن صالح' عبدہ بن سلیمان' انس بن عیاض بھی روایت بیان کرتے ہیں۔ ایک سند میں ہے ایوب سختیانی از ہشام از عروہ از حارث بن ہشام' اس میں حضرت عائشہؓ کا تذکرہ نہیں۔ حدیث افک میں حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ واللہ' نہ رسول اللہ ﷺ نے گھر سے نکلنے کا ارادہ کیا نہ کوئی اور نکلا' آپ پر وحی نازل ہوئی وحی کی شدت شروع ہوئی تو سخت سردی کے موسم میں وحی کی شدت سے آپ کے چہرہ انور سے پسینہ موتیوں کی صورت میں ٹپک رہا تھا۔ امام احمد (عبدالرزاق' یونس بن سلیم' یونس بن یزید (۱۴۵/۹ھ) ابن شہاب' عروہ بن عبدالرحمان بن عبدالقاری) عمر فاروقؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرہ اقدس کے پاس شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ایسی آواز سنی جاتی تھی' ترمذی ۲۷۹ھ اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ روایت منکر ہے سوائے یونس بن سلیم کے کسی نے بیان نہیں کی اور یہ یونس غیر معروف ہے۔

مسلم شریف وغیرہ میں عبادہ بن صامت کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو اس سے آپ کو سخت تکلیف ہوتی اور چہرہ خاکی رنگ کا ہو جاتا (ایک روایت میں ہے) آپ آنکھیں بند کر لیتے۔ مسلم' بخاری میں زید سے مروی ہے کہ جب لا یستوی القاعدون من المومنین (۹۵/۴) آیت نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے اپنے نابینا ہونے کا شکوہ کیا تو --- غیر اولی الضرر --- تین کلمے نازل ہوئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کا ران مبارک میری ران کے اوپر تھا اور میں وحی تحریر کر رہا تھا' جب وحی نازل ہوئی تو قریب تھا کہ میرا ران چورہ چورہ ہو جائے۔ مسلم شریف میں یعلی بن امیہ کی روایت ہے کہ مجھے عمرؓ نے جعرانہ میں کہا' کیا آپ رسول اللہ ﷺ کو نزول وحی کی حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں تو انہوں نے آپ کے

چہرہ اقدس سے کپڑا سرکایا آپ کا چہرہ سرخ تھا اور اونٹ کی طرح آپ کی آواز نکل رہی تھی۔
بخاری، مسلم میں عائشہؓ کی حدیث ہے کہ جب پردے کا حکم نازل ہوا تو سودہؓ رات کو رفع حاجت کے لئے مناصع چلی گئیں۔ (مناصع مدینہ کے باہر رفع حاجت کے لئے ایک مخصوص مقام تھا) عمرؓ نے آپ کو دیکھ کر کہا، سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے، انہوں نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا (کہ رات کے اندھیرے میں رفع حاجت کے لئے گھر سے نکلنا جائز ہے؟) آپ گھر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور آپ کے دست مبارک میں گوشت دار ہڈی تھی۔ اسی حالت میں آپ پر وحی نازل ہوئی پھر آپ نے ذرا سر اونچا کر کے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو، رفع حاجت کے لئے باہر جانے کی اجازت دی ہے۔ معلوم ہوا کہ حالت وحی میں آپ کے حواس قائم رہتے تھے کیونکہ آپ بیٹھے رہے اور آپ ﷺ کے ہاتھ سے گوشت دار ہڈی گری نہیں۔

ابوداؤد طیالسی ۲۰۴ھ نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے جسم اور چہرے کا خاکی رنگ ہو جاتا اور کسی سے ہم کلام نہ ہوتے۔ مسند احمد وغیرہ میں عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ وحی کی آمد محسوس کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا، ہاں میں (پانی کے زمین پر گرنے جیسی) آواز سنتا ہوں، پھر میں وہیں رک جاتا ہوں جب بھی وحی نازل ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جان نکل گئی۔
ابو یعلی موصلی ۳۰۷ھ نے علیان بن عاصم سے بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا کرتے تھے جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کی نگاہ اور آنکھیں کھلی رہتیں (مگر مسلم کی ایک روایت میں ہے **غمض عینیہ**۔ ندوی) اور آپ کے کان اور دل (ہمہ تن) وحی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔
حافظ ابو نعیم نے ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو سر میں درد ہو جاتا اور آپ سر پر مہندی کا لیپ کرتے، **هذا حديث جداً**

سورہ مائدہ : حافظ ابو نعیم، اسماء بنت یزید سے بیان کرتے ہیں کہ جب آپؐ پر سورہ مائدہ کامل نازل ہوئی تو میرے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی "غضباء" کی مہار تھی اور وحی کی شدت سے اس کا بازو ٹوٹا جا رہا تھا۔ نیز امام احمد، عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوار تھے اور آپ پر سورہ مائدہ نازل ہوئی سواری آپ کا بوجھ نہ سہار سکی تو آپ نیچے اتر آئے۔ ابن مردویہ نے ام عمرو کے چچا سے بیان کیا کہ وہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، آپ پر سورہ مائدہ نازل ہوئی، اور وحی کی شدت سے آپ کی سواری کی گردن ٹوٹ رہی تھی، **هذا غريب هذا الوجه**۔ بخاری و مسلم میں مذکور ہے کہ حدیبیہ سے واپسی کے دوران، آپ سوار تھے اور وحی نازل ہوئی، چنانچہ سوار اور پیادہ ہر حال میں آپؐ پر وحی نازل ہوتی، واللہ اعلم۔
شرح بخاری کے ابتدا میں ہم نے وحی کی جملہ اقسام اور حلیمی وغیرہ دیگر ائمہ کے سب اقوال بیان کر دیئے ہیں۔

طرز تعلیم : نبی علیہ السلام، ابتدا میں وحی کے دوران، اخذ و یافت کے اشتیاق میں، جبرائیلؑ کے ساتھ

ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وحی کے اثنا میں خاموش رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں اس کے جمع اور محفوظ رکھنے کا ذمہ لیا اور اس کی تلاوت و تبلیغ آسان کرنے کی ضمانت دی اور صحیح تفسیر و توضیح پر توفیق کی ذمہ داری اٹھائی۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیغمبر! جب تک تجھ پر قرآن کا اترنا پورا نہ ہو وحی ختم نہ ہو۔ اس کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر اور دعا کر میرے مالک! مجھ کو اور زیادہ علم دے (۲/۱۱۴) اے پیامبر! قرآن اترتے وقت اپنی زبان نہ ہلایا کر' اس کو جلدی سے یاد کر لینے کو' تیرے دل میں اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھا دینا ہمارا کام ہے پھر جب ہم --- فرشتے کے ذریعہ سے تجھ کو --- پڑھ کر سنا چکیں اس کے پڑھ چکنے کے بعد' تو تو پڑھا کر' سننے کے بعد اس میں تدبر و تفکر کر۔ پھر اس میں جو مشکل پڑے اس کا کھول دینا بھی ہمارا کام ہے اور گویا یہ دعا رب زدنی علما کا ثمرہ ہے۔

بخاری و مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام قرآن اترنے میں بڑی تکلیف اٹھاتے اور جلدی جلدی زبان اور ہونٹ ہلاتے رہتے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آپ وحی کے ختم ہونے سے پہلے قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے۔ تاکہ آپ اسے جلدی جلدی یاد کر لیں۔ بے شک اس کا جمع کرنا آپ کے دل میں اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ ہے پھر جب ہم اس کی قرات کر چکیں اس کی قرات کا اتباع کیجئے پھر بے شک اس کا کھول کر بیان کرنا ہمارے ذمے ہے۔ چنانچہ اس کے بعد جب جبرائیلؑ آتے تو آپ خاموشی سے سر جھکا کر سنتے رہتے جب جبرائیلؑ چلے جاتے تو آپ" انہوں نے جو پڑھایا تھا' اللہ کے وعدہ کے مطابق پڑھ لیتے۔

نبوت کے تقاضے : امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ بعد ازاں وحی مسلسل شروع ہو گئی اور خود رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس اس کی تصدیق کی اور لوگوں کی رضا و خفا سے قطع نظر' آپ نے اس راہ میں بے شمار صعوبتیں برداشت کیں۔ منصب نبوت کی عظیم ذمہ داریاں ہیں اور اس کے لئے محنت و مشقت درکار ہے اور اس ذمہ داری سے اہل ہمت و عزیمت رسول ہی عہدہ برآ ہو سکتے ہیں' لوگوں کی مخالفت اور ایذا رسانی اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد سے برداشت کر سکتے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کی پیہم مخالفت اور ایذا رسانی کے باوصف جادۂ حق پر رواں دواں رہے۔

خدیجہؓ : بقول ابن اسحاق' حضرت خدیجہ بنت خویلد ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوئیں اور اللہ تعالیٰ سے آمدہ وحی پر مہر تصدیق ثبت کی' اور رسول اللہ ﷺ کے فرض منصبی میں مدد کی اور آپ پہلی خاتون ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائیں اور ان کی ہر بات کی تصدیق کی۔ ان کے ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا بار گراں ذرا ہلکا کر دیا۔ آپ کوئی ناگوار جواب اور اپنی تکذیب سن کر غمگین ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ آپ کی بدولت اس رنج و غم کو دور کر دیتا جب آپ گھر تشریف لاتے تو آپ کی حوصلہ افزائی کرتیں اور تسلی دیتیں اور آپ کے ساتھ لوگوں کے نامعقول رویہ کا مداوا کرتیں رضی اللہ عنہا وارضاھا۔ ابن اسحاق عبداللہ بن جعفر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مجھے امر ہوا ہے کہ میں خدیجہ کو خول دار موتی کے گھر کی خوشخبری دوں اس میں کوئی شور و شغب اور دل آزاری نہیں (متفق علیہ)

تبلیغ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چپکے چپکے اپنے احباب اور اہل و عیال سے نبوت کا

تذکرہ شروع کر دیا۔ بقول موسیٰ بن عقبہ از زہری حضرت خدیجہ پہلی خاتون ہیں جو مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ یہ واقعہ نماز فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔ بقول امام ابن کثیر پنجگانہ نماز معراج کے وقت فرض ہوئی البتہ مطلق نماز تو خدیجہؓ کی حیات میں ہی فرض ہو چکی تھی (کما سیاتی) ابن اسحاق کہتے ہیں حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں اور قرآن کی دل و جان سے تصدیق کی جب نماز فرض ہوئی تو جبرائیلؑ نے وادی کے ایک گوشہ میں ایڑی ماری تو چاہ زمزم کی سمت سے ایک چشمہ جاری ہو گیا' دونوں جبرائیلؑ اور محمدؐ نے وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھائی (اور ہر رکعت میں دو سجدے کئے اور پورے) چار سجدے کئے پھر رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور خدیجہ کو اسی چشمہ کے پاس لائے اور جبرائیلؑ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق وضو کیا' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں ۴ سجدے کئے' بعد ازاں آپ اور خدیجہ دونوں چپکے چپکے پوشیدہ نماز پڑھتے رہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں' جبرائیل کا یہ مذکور بالا نماز پڑھانا اس نماز کے علاوہ تھا جو آپ کو بیت اللہ میں دو مرتبہ نماز پڑھائی اور آپ کو فرض نماز کے اول' آخر اوقات بتائے اور یہ واقعہ معراج میں' نماز فرض ہونے کے بعد کا ہے۔ (عنقریب یہ قصہ بیان ہو گا)

صحابہؓ میں اولین مسلمان

علیؓ : ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک روز بعد حضرت علیؓ آئے اور آپؐ (میاں بیوی) دونوں نماز پڑھ رہے ہیں تو علی نے پوچھا' جناب محمد ﷺ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اللہ کا پسندیدہ دین ہے' اور اسی کی تبلیغ کے لئے اللہ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا ہے چنانچہ میں آپ کو اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کی اور اس کی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہوں اور لات و عزیٰ بتوں کے انکار کی تلقین کرتا ہوں' تو علیؓ نے کہا یہ بات میں نے قبل ازیں کبھی نہیں سنی اور ابو طالب کو بتانے سے پہلے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے علانیہ تبلیغ سے قبل راز کے افشا ہونے کے خطرے سے فرمایا جبکہ تم نے اسلام نہیں قبول کیا' تو یہ بات راز رہے۔ حضرت علیؓ نے ایک شب توقف کیا' اس اثنا میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں اسلام کا القا کر دیا' آپ نے صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا' آپ نے مجھے کیا فرمایا تھا۔ تو آپ نے فرمایا' گواہی دو' کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں' وہی اکیلا بے ہمتا اور لاشریک ہے لات و عزیٰ بتوں کی پرستش سے انکار کرو اور دیگر تمام بتوں کی عبادت سے بیزاری کا اعلان کرو' چنانچہ حضرت علی نے آپ کے فرمان پر عمل کیا اور مسلمان ہو گئے' ابو طالب کے ڈر سے رسول اللہ ﷺ کے پاس چھپ چھپا کر آتے' اپنے مسلمان ہونے کا راز مخفی رکھا اور کسی سے اظہار نہیں کیا۔ اور زید بن حارثہؓ بھی مسلمان ہو گیا وہ دونوں مہینہ بھر اس طرح رہے اور حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے جاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت علیؓ پر' یہ بھی ایک مزید انعام تھا کہ قبل از اسلام وہ رسول اللہ ﷺ کے زیر پرورش

تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابن ابی نجیح' مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علیؓ پر منجملہ اور انعامات کے یہ انعام بھی تھا کہ قریش پر قحط سالی آئی اور ابوطالب عیال دار تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے سرمایہ دار چچا عباس سے کہا۔ جناب! آپ کا بھائی ابو طالب عیال دار ہے۔ معلوم ہے کہ لوگ شدید قحط سالی میں مبتلا ہیں' تشریف لے چلئے' ان کی عیال داری کا بوجھ ہلکا کیجئے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے علیؓ کو اپنے عیال میں شامل کر لیا اور وہ آپ کے مبعوث ہونے کے وقت بھی آپ کے زیر کفالت تھے۔ چنانچہ علیؓ نے آپ کی اتباع کی' مسلمان ہوئے اور آپ کی تہہ دل سے تصدیق کی۔

عفیف کا چشم دید : یونس بن بکیر نے بیان کیا ہے کہ میں تجارت پیشہ آدمی تھا۔ موسم حج میں منیٰ آیا اور حضرت عباس بھی پیشہ و تجارت سے منسلک تھے میرا ان سے کاروبار تھا ہم وہاں تھے کہ اچانک ایک آدمی خیمہ سے باہر آیا (اور اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر معلوم کیا کہ زوال ہو چکا ہے) اور کعبہ کی سمت متوجہ ہو کر نماز پڑھنے لگا' پھر ایک عورت آئی وہ بھی اس کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگی بعد ازاں ایک لڑکا آیا وہ بھی اس کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ عفیف نے پوچھا جناب عباس' یہ دین کون سا ہے؟ ہم تو اسے جانتے نہیں' تو عباس نے کہا' یہ شخص محمدؐ بن عبداللہ ہیں ان کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسول مبعوث کیا ہے اور کسریٰ و قیصر کے خزانے عنقریب ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ یہ ان کی بیوی خدیجہ ان پر ایمان لا چکی ہیں اور یہ لڑکا علی' ان کا ابن عم ہے وہ بھی مسلمان ہو چکا ہے تو عفیف نے کہا' کاش میں اس وقت مسلمان ہو جاتا تو دوسرا مرد مسلمان شمار ہوتا۔

ابن جریر نے یحییٰ بن عفیف سے بیان کیا ہے کہ جاہلیت کے دور میں' میں (مکہ) میں عباسؓ کا مہمان تھا طلوع آفتاب کے وقت میں کعبہ کو دیکھ رہا تھا۔ آفتاب ذرا بلند ہوا تو ایک جوان آیا وہ آسمان کی طرف دیکھ کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہو گیا' معمولی دیر بعد ایک لڑکا آیا وہ اس کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا پھر ایک عورت آئی وہ ان کے پیچھے کھڑی ہو گئی' اس نوجوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا پھر نوجوان سیدھا کھڑا ہو گیا تو لڑکا اور عورت بھی سیدھے کھڑے ہو گئے' پھر نوجوان سجدہ ریز ہو گیا تو دونوں بھی اس کے ساتھ ہی سجدہ میں چلے گئے۔ میں نے کہا' جناب عباس! یہ ایک عظیم کارنامہ ہے' تو عباس نے کہا ہاں واقعی ایک عظیم امر ہے۔ عباس نے کہا' معلوم ہے یہ کون ہے؟ میں نے کہا جی نہیں' اس نے کہا یہ میرا برادر زادہ محمد بن عبداللہ ہے' پھر اس نے کہا لڑکے کو جانتے ہو' میں نے عرض کیا جناب نہیں' یہ علی بن ابی طالب ہے اور یہ عورت میرے بھتیجے کی بیوی خدیجہ بنت خویلدؓ ہے۔ عباس نے کہا' محمدؐ نے مجھے بتایا ہے کہ حقیقی پروردگار اور مالک زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے۔ اس نے انہیں اس نماز کا ارشاد فرمایا ہے' واللہ! روئے زمین پر ان تین افراد کے علاوہ کوئی اور نمازی نہیں ہے۔

ابن جریر' ابن حمید کی معرفت عیسیٰ بن سوادہ سے بیان کرتے ہیں کہ محمد بن منکدر ۱۲۰ھ ربیعہ بن ابی عبدالرحمان ۱۳۶ھ ابوحازم اور کلبی کہتے ہیں کہ علی پہلے مسلمان ہیں اور بقول کلبی علی کی عمر اس وقت نو سال تھی۔ ابن حمید' بذریعہ سلمہ' ابن اسحاق ۱۵۰ھ سے بیان کرتے ہیں کہ پہلا مرد مسلمان اور آپ کے ہمراہ

نماز ادا کرنے والا علیؓ ہے' وہ دس سال کے تھے اور قبل از اسلام رسول اللہ ﷺ کی زیر کفالت تھے۔ اور واقدی نے بھی مجاہد سے یہی بیان کیا ہے کہ دس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور البدایہ (ج۔۴' ص۔۲۵۶) پر ہے کہ مشہور یہ ہے کہ آپ آٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ مگر واقدی کہتے ہیں کہ اہل علم کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے ایک سال بعد علیؓ مسلمان ہوئے۔

محمد بن کعب ۱۰۸ھ کا بیان ہے کہ عورتوں میں سے خدیجہؓ پہلی مسلمان ہیں۔ مردوں میں سب سے پہلے ابوبکرؓ اور علی مسلمان ہوئے اور وہ اپنے والد ابوطالب کے ڈر سے اسلام کا اظہار نہیں کرتے تھے (ایک روز) ابوطالب نے علیؓ سے پوچھا کیا تو مسلمان ہو چکا ہے؟ تو آپ نے کہا جی ہاں! تو ابوطالب نے کہا' اپنے ابن عم کی اعانت اور مدد کر اور ابوبکر نے سب سے قبل اسلام کا اظہار کیا۔ تاریخ ابن جریر میں ابن عباسؓ سے مذکور ہے "**اول من صلی علی**" پہلا نمازی علیؓ ہے۔ عبدالحمید بن یحییٰ' شریک از عبداللہ بن محمد کی معرفت جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام سوموار کو مبعوث ہوئے اور منگل کو حضرت علیؓ نے نماز ادا کی۔ حدیث شعبہ میں عمرو بن مرہ ۱۱۶ھ ابوحمزہ انصاری سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقمؓ سے سنا وہ فرما رہے تھے۔ پہلا مسلمان علیؓ ہے' عمرو بن مرہ م ۱۱۶ھ کہتے ہیں میں نے یہ روایت نخعی م ۹۰ھ سے بیان کی تو اس نے مخالفت کی اور کہا **ابوبکر اول من اسلم** ابوبکر پہلا مسلمان ہے۔

حضرت علی کی فضیلت میں منکر حدیث : عبیداللہ بن موسیٰ م ۲۱۳ھ (از علاء بن صالح کوفی اسدی از منہال بن عمرو از عباد بن عبداللہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے علیؓ سے یہ کہتے سنا۔ **انا عبداللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولھا بعدی الا کاذب مفتر صلیت قبل الناس لسبع سنین** میں اللہ کا "عاجز" بندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کا چچازاد بھائی ہوں' میں ہی صدیق اکبر ہوں' میرے بعد اس کا دعویدار جھوٹا اور بہتان تراش ہے اور لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ یہ روایت ابن ماجہ فضائل علی میں محمد بن اسماعیل رازی از عبیداللہ بن موسیٰ مروی ہے۔

تبصرہ : عبیداللہ بن موسیٰ فہمی م ۲۱۳ھ شیعہ ہے اور صحیح کے رواۃ میں سے ہے۔ علاء بن صالح ازدی کوفی کی اہل فن نے توثیق کی ہے لیکن بقول ابی حاتم وہ قدیم شیعہ میں سے ہے اور علی بن مدینی کے مطابق وہ منکر روایات کا راوی ہے۔ منہال بن عمرو ثقہ ہے البتہ اس کا استاذ عباد بن عبداللہ اسدی کوفی' بقول علی بن مدینی ضعیف الحدیث ہے اور بخاری نے اس کے متعلق "**فیہ نظر**" کہا ہے اور ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث بہرصورت منکر ہے اور نہ ہی حضرت علیؓ یہ بات کہہ سکتے ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ علیؓ نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی اور یہ بات بالکل ناقابل تصور ہے۔ واللہ اعلم۔ حالانکہ یہ منقول ہے کہ امت محمدیہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہیں۔

تطبیق : ان تمام گذشتہ اقوال کی تطبیق یہ ہے کہ حضرت خدیجہ علی الاطلاق پہلی خاتون ہیں' زید بن حارثہ غلاموں میں سے پہلے مسلمان ہیں' نابالغ بچوں میں سے پہلے مسلمان حضرت علی ہیں یہی لوگ اس وقت اہل بیت تھے۔

ابو بکرؓ : آزاد مردوں میں سے حضرت ابو بکر صدیق سب سے قبل مسلمان ہوئے اور مذکور بالا مسلمانوں کی نسبت حضرت ابو بکر کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا سب سے زیادہ فائدہ مند اور موثر تھا۔ آپ رئیس قبیلہ' سرمایہ دار' مبلغ اسلام' عوام میں معزز و محترم' محبوب اور ہر دل عزیز تھے۔ اللہ اور رسول کی اطاعت میں بے دریغ سرمایہ صرف کرتے تھے۔

یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ ابو بکر نے آنحضور ﷺ سے ملاقات کے دوران عرض کیا۔ جناب! قریش' جو آپ سے یہ بیان منسوب کرتے ہیں درست ہے کہ آپ کا ہمارے معبودوں کو ترک کرنا' ہماری عقلوں پر ماتم کرنا' ہمارے آباء و اجداد کو کافر کہنا' فرمایا کیوں نہیں! میں اللہ کا رسول اور اس کا نبی ہوں' اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے کہ میں اس کا پیام پہنچاؤں اور تجھے اللہ کی طرف سچی دعوت دوں۔ واللہ یہ بالکل سچ ہے۔ اے ابو بکر! میں آپ کو اللہ وحدہ لا شریک کی طرف دعوت دیتا ہوں' اس کے بغیر کسی کی پرستش نہ کرنے اور اس کی پیہم تابعداری کرنے کی اور اسے قرآن مجید سنایا۔ "**فلم یقرولم ینکر**" یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار کیا' متذبذب تھے کوئی فیصلہ نہ کرپائے پھر آپ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے' بتوں سے انحراف کیا اور ان کو ترک کر دیا اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کیا' ایمان و تصدیق کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس آئے۔ ابن اسحاق نے محمد بن عبدالرحمان تمیمی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں نے جسے بھی اسلام کی دعوت پیش کی اس نے تامل اور تردد کیا مگر ابو بکر نے کچھ جھجک اور دیر نہ کی۔ (فوراً اسلام قبول کر لیا)

منکر : ابن اسحاق کے مذکور بالا الفاظ (**فلم یقرولم ینکر**) منکر اور غلط ہیں کیونکہ دیگر ائمہ کے علاوہ خود ابن اسحاق سے مروی ہے کہ قبل از بعثت ابو بکر صدیقؓ آپ کے دوست تھے اور آپ کی صداقت' امانت' عمدہ فطرت اور نیک اخلاق سے بخوبی آگاہ تھے ان صفات کا حامل شخص کسی پر تہمت نہیں لگا سکتا تو اللہ تعالیٰ پر کیونکر بہتان تراشی کر سکتا ہے۔ بنابریں محض آپ کے اتنا کہنے پر کہ اللہ نے مجھے رسول مبعوث فرمایا ہے آپ بلا جھجک مسلمان ہو گئے۔ بخاری شریف میں ابوداؤد کی روایت' جو ابو بکر اور عمر کے درمیان نزاع کے متعلق ہے' میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا' تم نے کہا تو دروغ گو ہے (معاذ اللہ) اور ابو بکر نے میری بلا تامل تصدیق کی اور اپنے جان و مال میں مجھے برابر کا شریک و سہیم سمجھا' کیا تم میری خاطر' میرے قدیم رفیق کی دل آزاری سے دل شکن ہو سکتے ہو۔"

لہٰذا بعد ازیں آپ ہر قسم کی اذیت سے محفوظ رہے اور یہ روایت اس بات کی قطعی نص ہے کہ آپ پہلے مسلمان ہیں۔ ترمذی اور ابن حبان میں ابو سعید سے منقول ہے کہ ابو بکرؓ نے فرمایا کیا میں سب سے زیادہ خلافت کا حقدار نہ تھا۔ کیا میں پہلا مسلمان نہیں ہوں؟ کیا میں آپؐ کا رفیق نہیں ہوں۔ ابن عساکر نے حارث سے نقل کیا ہے کہ میں نے علیؓ سے یہ منقولہ سنا کہ ابو بکر صدیق پہلے مسلمان ہیں اور علیؓ پہلے نمازی ہیں۔ مسند احمد' ترمذی اور نسائی میں حدیث شعبہ میں مذکور ہے کہ زید بن ارقم نے کہا ابو بکر صدیق پہلا نمازی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

نوٹ : تاریخ ابن جریر کی روایت میں عمرو بن مرہ اور نخعی کا مذاکرہ ابھی بیان ہو چکا ہے جس میں دائرہ

اسلام میں پہلے داخل ہونے کے بارے میں بحث ہے۔ واقدی نے ابو اروی دوسی' ابو مسلم بن عبدالرحمان اور دیگر اسلاف سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق پہلے مسلمان ہیں۔

۱۔ یعقوب بن سفیان' ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس سے دریافت کیا کہ پہلا مسلمان کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق اور اس کی تائید میں حسانؓ کے اشعار پیش کئے۔

إذا تذكرت شجواً من أخي ثقة فاذكر أخاك أبابكر بما فعلا

خير البرية أوفاها وأعدلها بعد النبي وأولاها بما حملا

والثاني التالي المحمود مشهده وأول الناس منهم صدق الرسلا

عاش حميداً لأمر الله متبعاً بأمر صاحبه الماضي وما انتقلا

(جب تجھے کسی معتمد شخص پر رنج د غم کی یاد تازہ ہو تو اپنے اسلامی بھائی ابوبکر کو یاد کر' اس کے کارنامہ کے باعث جو بعد از نبی کائنات سے برتر نہایت متقی اعلیٰ منصف اور ذمہ داری کا علم بردار ہے۔ تابعدار' ثانی غار' اس کا وجود صعود قابل ستائش اور سب سے اولین مسلمان ہے۔ قابل تعریف زندگی بسر کی' ارشاد رسول کے مطابق احکام الٰہی کا متبع اور سرمو منحرف نہیں ہوا)

۲۔ ابن ابی شیبہ ۲۳۵ھ اپنے استاذ مجالد' عامر شعبی سے بھی نقل کرتے ہیں کہ میں نے خود ابن عباس سے پوچھا یا (میری موجودگی میں) ان سے دریافت ہوا کہ پہلا مسلمان کون ہے؟ ای الناس اول اسلاما تو ابن عباس نے جواب میں حسان بن ثابت کا مذکور بالا کلام پیش کیا۔

۳۔ ایسے ہی ہیثم بن عدی نے مجالد کی معرفت عامر شعبی سے ابن عباس کا جواب نقل کیا ہے۔

۴۔ ابو القاسم بغوی نے بذریعہ سریج بن یونس ۲۳۵ھ یوسف بن ماجشون ۱۸۵ھ سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے مشائخ محمد بن منکدر ۱۳۰ھ' ربیعہ بن ابی عبدالرحمان ۱۳۳ھ صالح بن کیسان اور عثمان بن محمد (وغیرہ سے سنا ہے) کہ وہ ابوبکر صدیق کے اولین مسلمان ہونے میں شک نہیں کرتے تھے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعی ۹۰ھ محمد بن کعب ۱۰۸ھ محمد بن سیرین اور سعد بن ابراہیم ۱۲۵ھ بھی اسی بات کے قائل ہیں اور جمہور اہل سنت کا یہی مشہور مسلک ہے۔

اولین مسلمان : ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ سعد بن ابی وقاص ۵۵ھ اور محمد بن حنفیہ ۸۰ھ کہتے ہیں کہ ابوبکر اولین مسلمان نہ تھے جبکہ وہ افضل ترین مسلمان تھے اور بقول سعدؓ ان سے قبل پانچ افراد مسلمان ہو چکے تھے۔ اور صحیح بخاری میں بذریعہ ہمام بن حارث عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کے ہمراہ پانچ غلام' دو عدد خاتون اور ابوبکرؓ تھے۔ مسند احمد اور ابن ماجہ میں عاصم بن ابی النجور از زر از ابن مسعود منقول ہے اولین اسلام کا اظہار کرنے والے سات افراد ہیں خود رسول اللہ ﷺ' ابوبکر' عمار' سمیہ' صہیب' بلال اور مقداد رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

رسول اللہ ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا ابوطالب کے ذریعہ محفوظ و مامون رکھا اور ابوبکر کی حفاظت کا سامان ان کی برادری کے ذریعہ بہم پہنچایا اور باقی ماندہ کو مشرکین پکڑ کر لوہے کی زرہیں پہناتے اور چلچلاتی

دھوپ میں اذیتیں دیتے۔ بلال کے علاوہ سب نے معمولی فرمانبرداری کا اظہار کیا اور بلال نے تو اللہ کی راہ میں خود کو ہیچ سمجھا اور برادری نے بھی اس کی حمایت نہ کی۔ ان کے آقا پکڑ کر بچوں کے حوالے کر دیتے اور وہ ان کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے اور وہ زبان سے احد احد کہتے۔ سفیان ثوری نے یہ روایت منصور از مجاہد مرسل بیان کی ہے۔

غلط : ابن جریر کی وہ روایت جو اس نے ابن حمید (کنانہ بن جبلہ' ابراہیم بن طہمان' حجاج' قتادہ' سالم بن ابی الجعد) محمد بن سعد بن ابی وقاص سے بیان کی ہے کہ میں نے اپنے والد سعد سے دریافت کیا کہ آیا ابوبکر اولین مسلمان تھے؟ تو اس نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ ان سے قبل پچاس افراد مسلمان ہو چکے تھے۔ البتہ وہ ہم سے افضل تھے متن اور سند دونوں طرح سے منکر ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں بقول دیگر اہل علم زید بن حارثہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور واقدی کے حوالہ سے ابن ابی ذئب سے بیان کیا ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا خواتین میں سے پہلی مسلمان کون ہے۔ تو اس نے کہا حضرت خدیجہؓ پھر پوچھا مردوں سے تو اس نے کہا زید بن حارثہ۔ چنانچہ عروہ' سلیمان بن یسار وغیرہ اہل علم کا یہی قول ہے کہ مردوں میں سے زید بن حارثہ اولین مسلمان ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ : امام ابو حنیفہؒ نے ان مختلف اقوال میں یوں تطبیق دی ہے کہ آزاد مردوں میں سے اولین مسلمان ابوبکر ہیں اور خواتین میں سے خدیجہؓ اور غلاموں میں سے زیدؓ اور لڑکوں میں سے علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

تبلیغ : ابوبکر جب مسلمان ہوئے اور اسلام کا برملا اظہار کیا تو عوام کو اسلام کی دعوت دینے لگے۔ بقول ابن اسحاق' ابوبکر اپنی نرم مزاجی' ملنسار طبیعت کی وجہ سے قوم میں محبوب اور ہر دل عزیز تھے اور قریش کے نسب دان تھے (اور ان کی ہر خوبی اور برائی ان کی نگاہ میں تھی) خوش طبع' عمدہ اخلاق اور تاجر پیشہ تھے' ان کے علم و فضل' تجارت اور آداب مجلس کی وجہ سے لوگوں کی ان کے پاس آمد و رفت تھی اور وہ آپ سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے قابل اعتماد دوستوں کو اسلام کی دعوت پیش کی۔ ہمارے علم کے مطابق ابوبکر کی وجہ سے زبیر بن عوام' عثمان بن عفان' طلحہ بن عبید اللہ' سعد بن ابی وقاص' عبدالرحمان بن عوف مسلمان ہو گئے۔ پھر ابوبکر ان سب کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسلام کے اصول بتائے اور قرآن پاک تلاوت کیا چنانچہ ان سب نے آپ پر ایمان و یقین کا اظہار کیا اور یہی لوگ سابقین اور اولین مسلمان ہیں۔

راہب بصریٰ : محمد بن عمر واقدی (ضحاک بن عثمان' مخرمہ بن سلیمان والبی) ابراہیم بن محمد بن ابی طلحہ سے بیان کرتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں بصریٰ کے بازار میں گیا وہاں راہب اپنے گرجا کے اندر میں سے کہہ رہا تھا' حاضرین سے پوچھو کہ کوئی یہاں حرم کا باشندہ بھی ہے' تو طلحہ نے جواب دیا جی ہاں! میں موجود ہوں تو اس نے پوچھا کیا احمد محمد نبی کا ظہور ہو چکا ہے؟ میں نے پوچھا کون احمد' تو اس نے کہا' ابن عبداللہ بن عبدالمطلب' اسی ماہ میں ان کا ظہور ہو گا وہ آخری نبی ہیں' حرم سے ان کا ظہور ہو گا اور ان کی

ہجرت گاہ نخلستان' پتھریلی اور دشوار زمین ہے۔ فایاک ان تسبق الیه --- تم سے قبل کوئی ان کا تابعدار نہ ہو۔ راہب کی یہ بات میرے دل میں اتر گئی۔ میں بعجلت تمام مکہ پہنچا' پوچھا "هل کان من حدیث" آیا کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ دوستوں نے کہا ہاں! محمد بن عبداللہ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا ہے اور ابوبکر نے آپ کی تصدیق کی ہے۔ طلحہ کہتے ہیں پھر میں نے ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کیا آپ نے محمدؐ کی نبوت کی تصدیق و تائید کی ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا' انہوں نے کہا آپ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اتباع کیجئے تو میں نے اسے راہب کی بات بتائی۔ پھر وہ حق بات کا داعی ہے۔ چنانچہ ابوبکر طلحہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور طلحہ نے اسلام قبول کر کے راہب کی گفتگو سنائی تو رسول اللہ ﷺ کو نہایت مسرت ہوئی۔

قرینین : نوفل بن خویلد بن عدویہ نے ابوبکر اور طلحہ کو پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا اور بنی تمیم نے بھی اس بات میں مداخلت نہ کی اسی بنا پر ان دونوں کو "قرینین" کہتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی **اللّٰهم اکفنا شر ابن العدویه** یااللہ ابن عدویہ کے شر سے بچا' (بیہقی)

حافظ ابوالحسن خیثمہ بن سلیمان طرابلسی' حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی ملاقات کے لئے ابوبکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' وہ آپ کے قدیم دوست تھے' ملاقات کے بعد عرض کیا جناب ابوالقاسم! آپ لوگوں کی محفل سے گریز کرتے ہیں اور وہ آپ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ ان کے والدین کو ایسا ویسا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا (معاذ اللہ سب و شتم اور میں) میں تو صرف اللہ کا رسول ہوں اور آپ کو اللہ کی راہ کی طرف دعوت دیتا ہوں بعد ازیں ابوبکر مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے اور ابوبکر کے اسلام کے باعث سرزمین مکہ پر آپ سے زیادہ کوئی خوش و خرم نہ تھا۔ ابوبکر' حضرت عثمان بن عفان' طلحہ بن عبیداللہ' زبیر بن عوام' سعد بن ابی وقاص کے پاس تشریف لے گئے اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر دوسرے روز عثمان بن مظعون' طلحہ بن عبیداللہ' عبدالرحمان بن عوام' ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابو الارقم کے پاس تشریف لے گئے وہ بھی اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے' رضی اللہ عنہم۔

پہلا خطیب : عبداللہ بن محمد بن عمران' اپنے والد سے اور وہ قاسم بن محمد کی معرفت حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام کی ایک جماعت تیار ہو گئی (اور ان کی تعداد ۳۸ تھی) تو ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اعلانیہ دعوت اسلام پیش کرنے پر اصرار کیا تو آپ نے فرمایا ابوبکر ہم تھوڑے ہیں اور ابوبکر برابر اصرار کرتے رہے تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان کر دیا اور مسلمان مسجد کے اردگرد پھیل گئے اور ہر مسلمان اپنے قبیلہ میں موجود تھا۔ نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے اور ابوبکر کھڑے ہو کر خطاب فرما رہے تھے۔ چنانچہ ابوبکر پہلے خطیب تھے جنہوں نے دعوت اسلام پیش کی (تقریر سنتے ہی) مشرکین ابوبکر اور مسلمانوں پر پل پڑے اور ان کو مسجد میں خوب زدوکوب کیا اور ابوبکر کو روند ڈالا اور انہیں سخت ضربات پہنچیں۔

عتبہ بن ربیعہ ایک فاسق شخص' ابوبکر کو جوتوں سے پیٹنے لگا اور آپ کے چہرہ مبارک پر الٹے جوتے

مارنے لگا اور آپ کے پیٹ پر چڑھ بیٹھا اس قدر مارا کہ آپ کی پہچان مشکل ہو گئی۔ (بنی تیم کو معلوم ہوا) تو وہ آپ کی حمایت میں دوڑتے ہوئے آئے اور مشرکین سے ابوبکر کو چھڑایا اور ان کو مردہ سمجھ کر ایک چادر میں باندھ کر گھر پہنچایا۔ پھر حرم میں آکر بنی تیم نے اعلان کیا کہ اگر ابوبکر فوت ہو گئے تو ہم عتبہ کو قتل کر دیں گے وہ پھر ابوبکر کے گھر آئے وہ اور ابو قحافہ آپ کو بلاتے رہے (آپ بے ہوشی کی وجہ سے کلام نہ کر سکتے تھے) تاآنکہ آپ نے ان کی بات کا جواب دیا اور شام کے قریب آپ نے پوچھا **(ما فعل رسول اللّٰه)** رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے۔ چنانچہ کفار نے ابوبکر کو برا بھلا کہا اور طعن و ملامت کی (کہ وہ اب بھی رسول اللہ ﷺ کا نام لیتا ہے) پھر وہ اٹھ کر چلے گئے اور آپ کی والدہ ام الخیر کو کہہ گئے اس کو کچھ کھلاؤ پلاؤ۔ والدہ خوراک کھلانے پر اصرار کر رہی تھیں اور وہ پوچھ رہے تھے **(ما فعل رسول اللّٰه)** رسول اللہ ﷺ تو خیریت سے ہیں، والدہ کہہ رہی تھیں واللہ مجھے آپ کے رفیق کے بارے کچھ علم نہیں تو ابوبکر نے والدہ سے کہا، جاؤ ام جمیل بنت خطاب سے معلوم کر کے آؤ چنانچہ ام جمیل سے آکر دریافت کیا کہ ابوبکر محمدؐ بن عبداللہ کے بارے دریافت کر رہے ہیں تو ام جمیل نے کہا نہ میں ابوبکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبداللہؐ کو، ہاں اگر چاہو تو میں آپ کے ہمراہ چلی چلتی ہوں چنانچہ وہ ان کے ہمراہ آئیں اور ابوبکر کو قریب المرگ دیکھ کر چیخنے لگی اور اس نے کہا، واللہ جن لوگوں نے آپ کو اس قدر زدوکوب کیا ہے وہ واقعی فاسق اور کافر ہیں اور مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کا انتقام ان سے لے گا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے بارے پوچھا تو اس نے کہا یہ تمہاری والدہ سن رہی ہے (کہیں راز فاش نہ ہو جائے) تو ابوبکر نے کہا۔ ان سے کوئی خطرہ نہیں تو ام جمیل نے کہا (سالم صالح) ٹھیک ٹھاک ہیں۔ پھر پوچھا **(این هو)** وہ کہاں ہیں تو اس نے بتایا کہ ابن ارقم کے مکان پر ہیں۔ تو ابوبکر نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے قبل کچھ نہ کھاؤں پیوں گا۔ چنانچہ انہوں نے کچھ دیر انتظار کیا راستے بالکل تھم گئے اور آمد و رفت ختم ہو گئی تو رات کی تاریکی میں ان کو سہارا دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جھک کر ان کا بوسہ لیا اور آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ ابوبکر نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں صرف چہرے کے زخموں کی تکلیف ہے۔ یہ میری والدہ ہے اولاد سے اچھا سلوک کرتی ہے اور آپ کی ذات بابرکت ہے اسے دعوت اسلام پیش کیجئے اور دعا کیجئے کہ اللہ اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے چنانچہ آپ نے دعا کی اور اسے اسلام کی دعوت پیش کی اور وہ مسلمان ہو گئیں اور ۳۹ افراد کا گروپ مہینہ بھر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دار ارقم میں مقیم رہا۔ جس روز ابوبکر کو زد و کوب کیا گیا اسی روز حضرت حمزہ مسلمان ہو گئے۔

عمرؓ کا اسلام لانا : رسول اللہ ﷺ نے بدھ کو عمرؓ یا ابوجہل کے مسلمان ہونے کی دعا فرمائی اور جمعرات کو عمرؓ مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور گھر میں موجود صحابہ نے اس قدر بلند آواز سے نعرہ تکبیر لگایا کہ مکہ کے دور دراز علاقہ میں سنا گیا۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی یارسول اللہ ﷺ ہم حق پر ہوتے ہوئے اپنے دین کو کیونکر مخفی رکھیں اور باطل ہونے کے باوجود ان کا دین کھلے بندوں عام ہو، رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا' اے عمر (انا قلیل قد رایت ما لقینا) ہماری تعداد کم ہے جو ہم پر بیتی تم دیکھ چکے ہو۔ تو عمرؓ نے عرض کیا اس ذات گرامی کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے' جس مجلس میں' میں نے کفر و شرک کا اظہار کیا۔ اب اس میں ایمان و اسلام کا اظہار کروں گا' پھر وہاں سے آکر بیت اللہ کا طواف کیا' بعد ازاں آپ قریش کی محفل میں آئے' جو آپ کے انتظار میں تھے تو ابوجہل بن ہشام نے کہا فلاں کہتا ہے (انک صبوت) تو اپنا دین ترک کر چکا ہے تو عمر نے کہا ہاں میں گواہ ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی معبود نہیں او ۔ یقیناً محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ مشرکین آپؓ پر کود پڑے اور آپؓ کود کر عتبہ کی چھاتی پر بیٹھ گئے اور اس کی آنکھوں میں انگلیاں ماریں اور وہ چیخنے چلانے لگا۔ پھر ان کے حملے کا زور ٹوٹا تو عمر کھڑے ہو گئے جو قریب آتا اسے دبوچ لیتے تاآنکہ لوگ بے بس ہو گئے اور آپ نے ان محفلوں میں جن میں آپ کی آمد و رفت تھی۔ ایمان کا مظاہرہ کر کے بڑی شان و شوکت سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ کوئی فکر نہ کیجئے' میں ہر مجلس میں بغیر کسی خوف و خطرے کے ایمان کا مظاہرہ کر آیا ہوں" پھر رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے' عمرؓ اور حمزہؓ آپ کے آگے آگے تھے۔ بیت اللہ کا طواف کیا اور ظہر کی نماز پڑھی پھر آنحضور ﷺ عمرؓ کو ہمراہ لئے دار ارقم میں چلے آئے پھر عمرؓ تنہا اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔ صحیح واقعہ یہ ہے کہ عمرؓ ہجرت حبشہ کے بعد نبوت کے چھٹے سال مسلمان ہوئے اور ہم نے یہ واقعہ بہ تفصیل (ابوبکر و عمر کی سیرت) میں بیان کیا ہے' وللہ الحمد۔

عمرو بن عبسہ سلمیؓ : مسلم شریف میں بروایت ابی امامہ' عمرو بن عبسہ سلمی کا بیان ہے کہ آغاز نبوت میں' میں مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ ان دنوں پوشیدہ رہتے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں' میں نے پوچھا نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا پیامبر' میں نے عرض کیا آیا اللہ نے آپ کو مبعوث کیا ہے؟ فرمایا بالکل' میں نے پھر پوچھا کیا پیغام دیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو' بتوں کو توڑ دو اور صلہ رحمی کرو۔ میں نے کہا بہت اچھا پیغام ہے۔ فرمایئے (فمن تبعک علی هذا) آپ کے اس پیغام کو کس نے تسلیم کیا ہے۔ فرمایا (حر و عبد) آزاد اور غلام نے یعنی ابوبکر اور بلال نے۔ راوی کا بیان ہے کہ عمرو سلمی اپنے آپ کو چوتھا مسلمان سمجھتے تھے' مسلمان ہونے کے بعد عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں یہاں رہ کر آپ کی اتباع کروں تو آپ نے فرمایا نہ' اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ' جب آپ کو معلوم ہو کہ میں نے نبوت کا اعلان کر دیا' تو چلے آؤ اور اتباع کرو۔

حر و عبد : حر و عبد سے مقصود اسم جنس ہے۔ اس سے صرف ابوبکر اور بلال مراد لینا محل نظر ہے کیونکہ عمرو سلمی سے قبل متعدد لوگ مسلمان ہو چکے تھے نیز بلال سے قبل زید بن حارثہ بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ عمرو کا اپنے آپ کو چوتھا مسلمان سمجھنا اپنی دانست کے مطابق تھا کیونکہ مسلمان اس وقت اپنے اسلام کو صیغہ راز میں رکھتے تھے' اجنبی اور دیہاتی تو کجا بلکہ اپنے عزیزوں کو بھی خبر نہ ہوتی تھی' واللہ اعلم۔

سعد کا اسلام لانا : صحیح بخاری میں سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ "جس روز میں مسلمان ہوا' اس روز کوئی اور مسلمان نہیں ہوا۔" یہ تو ممکن ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ "مجھ سے پہلے کوئی مسلمان نہیں

ہوا تھا۔" اس میں اشکال ہے کیونکہ معلوم ہے کہ ابوبکر صدیق' علی' خدیجہ اور زید رضی اللہ عنہما قبل ازیں مسلمان ہو چکے تھے اور ان کے اولین مسلمان ہونے پر ابن اثیر وغیرہ متعدد اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے اور امام ابو حنیفہ کا بھی بیان ہے کہ یہ لوگ اپنے ہم جنس سے قبل مسلمان ہو چکے تھے' واللہ اعلم۔ "اور میں سات روز تک تیسرا مسلمان تھا" اس میں بھی اشکال ہے اور اس کا کوئی حل نہیں بجز اس بات کے کہ اس نے اپنی دانست کے مطابق بتایا ہو اور کسی شخص کے اسلام کی خبر نہ ہوئی ہو' واللہ اعلم۔

ابن مسعود اور معجزہ : ابوداؤد طیالسی (حماد بن سلمہ' عاصم' زر) عبداللہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں مکہ میں چرایا کرتا تھا' میرے پاس رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر آئے اور آپ لوگ مشرکین مکہ کے خوف سے فرار تھے۔ پوچھا بیٹا دودھ پلاؤ گے؟ عرض کیا' میرے پاس تو یہ امانت ہیں۔ میں آپ کو دودھ نہیں پلا سکتا۔ آپ نے فرمایا' کیا تمہارے ہاں کوئی ایسی بکری ہے جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو۔ میں نے کہا' جی ہاں' پھر میں بکری لایا' ابوبکر نے بکری کو پکڑ لیا اور رسول اللہ ﷺ نے تھن پکڑ کر دعا کی' اور تھنوں میں دودھ آگیا' تو ابوبکر ایک جوف دار پتھر لے آئے' آپ نے اس میں دودھ دوھا پھر دونوں نے نوش کیا اور مجھے بھی پلایا پھر تھنوں سے کہا' سکڑ جاؤ' چنانچہ وہ سکڑ گئے۔ بعد ازیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا' مجھے بھی یہ پاکیزہ کلام (قرآن) سکھا دیجئے۔ فرمایا' تم تو تعلیم یافتہ بچے ہو۔ چنانچہ میں نے تنہا بالمشافہ رسول اللہ ﷺ سے ستر سورتیں یاد کیں۔ یہ مسند احمد میں از عفان از حماد ہے اور حسن بن عرفہ ۲۵۷ھ از عاصم ۱۲۸ بھی بیان کیا ہے۔

خالد بن سعید : حافظ بیہقی نے (جعفر بن محمد بن خالد از ابیہ محمد بن خالد یا محمد بن عبداللہ بن عمرو سے) روایت نقل کی ہے کہ خالد بن سعید بن عاص بن امیہ ۱۳ھ قدیمی مسلمان ہیں اور اپنے سب بھائیوں سے پہلے مسلمان ہوئے ان کے آغاز اسلام کا قصہ یہ ہے کہ ان کو خواب آیا کہ وہ نہایت وسیع و عریض آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے ہیں اور کوئی اس میں انہیں دھکیل رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ اس کی کمر تھامے ہوئے ہیں۔ وہ گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا تو اس نے کہا' واللہ یہ خواب سچا ہے۔ چنانچہ یہ خواب ابوبکرؓ کو سنایا تو آپ نے کہا' اس میں آپ کی بھلائی ہے۔ یہ حضرت رسول اللہ ﷺ موجود ہیں ان کی اتباع کیجئے۔ ان کی تابعداری سے آپ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اسلام آپ کو آگ میں داخل ہونے سے بچالے گا (جبکہ تیرا والد اس میں گر رہا ہے) پھر اس کی رسول اللہ ﷺ سے محلّہ اجیاد میں ملاقات ہوئی تو عرض کیا یارسول اللہ' یا محمدؐ' آپ کس بات کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں آپ کو اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم بتوں کی پرستش ترک کر دو۔ وہ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ سود و زیاں کے مالک ہیں اور نہ وہ اپنے پرستاروں کو پہچانتے ہیں' یہ سن کر خالدؓ نے کلمہ توحید (اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ) پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ آپ کے اسلام سے نہایت مسرور ہوئے۔ خالد گھر سے غائب ہو گئے اور والد کو ان کے اسلام کے بارے میں معلوم ہوا تو انہیں تلاش کر کے لایا گیا اور ڈانٹ ڈپٹ کی' اور اس قدر سر پر مارتے رہے کہ ڈنڈہ ٹوٹ گیا

اور نہایت غصے سے کہا' واللہ اب کھانا نہیں دیں گے' تو خالد نے کہا اگر آپ نہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے ضرور روزی دے گا (اور یہ کہہ کر) وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلے آئے' آپ کے ہمراہ رہتے تھے اور آپؐ اس کا احترام کرتے۔

نبی علیہ السلام کے چچا حمزہ کا اسلام لانا : یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق کی معرفت کسی مسلمان سے بیان کیا ہے کہ ابو جہل نے محمد رسول اللہ ﷺ کو صفا کے پاس آڑے ہاتھوں لیا' اذیت پہنچائی' سب و شتم کیا اور اسلام کے بارے ناگوار و نازیبا طعن و تشنیع کیا۔ یہ بات کسی نے حمزہؓ کے گوش گزار کی تو حمزہ ابو جہل کی طرف گئے' اس کے پاس پہنچ کر سر پر کمان ماری اور شدید زخمی کر دیا اور مجلس سے چند مخزومی ابو جہل کی مدد کے لئے آئے اور کہنے لگے جناب حمزہ! معلوم ہوتا ہے آپ صابی اور بے دین ہو چکے ہیں۔ تو حمزہ نے کہا مجھے مسلمان ہونے سے کون روک سکتا ہے اور ایسے حقائق واضح ہو چکے ہیں جن کی روشنی میں (اعلانیہ) شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا فرمان حق ہے واللہ میں اس سے پیچھے نہ ہٹوں گا۔ اگر سچے ہو تو مجھے روک کر دکھاؤ۔ ابو جہل نے کہا چھوڑو' میں نے بھی اس کے برادر زادہ کو نہایت قبیح سب و شتم کیا ہے۔

جب حمزہ مسلمان ہو گئے تو قریش سمجھ گئے کہ رسول اللہ ﷺ مضبوط اور محفوظ ہو گئے ہیں چنانچہ وہ نکتہ چینی سے باز آ گئے اور حمزہ نے اپنے اسلام کے بارے ایک شعر کہا۔ شعر یہاں مذکور نہیں' سہیلی نے الروض الانف میں نقل کیا ہے۔

حمدت اللہ حین ھدی فؤادی الی الاسلام والدین الحنیف

(میں نے اللہ کا شکر کیا جب اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کی طرف مائل کر دیا)

بقول ابن اسحاق' پھر حمزہؓ گھر واپس آئے تو شیطان نے وسوسے ڈالنے شروع کر دیئے' آپ قریش کے رئیس ہیں آبائی دین چھوڑ کر اس بے دین (معاذ اللہ) کے پیچھے لگ گئے ہو' اس سے تو موت بہتر ہے چنانچہ حمزہ نے اپنے دل میں کہا میں کیا کر چکا ہوں۔ الٰہی اگر یہ دین اچھا ہے تو میرے دل میں اس کی سچائی القاء فرما ورنہ مجھے اس حیرت سے نجات کا ذریعہ بتا' رات بھر اسی ادھیڑ بن میں رہے' صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا ابن اخی! اے بھتیجے! میں ایک مخمصے اور الجھن میں پھنس چکا ہوں' اس سے خلاصی نہیں پا رہا ہوں' مجھ جیسے دانشور کا ششدر ہونا اور پریشان رہنا کہ آیا اسلام رشد و ہدایت ہے یا گمراہی و ضلالت نہایت دشوار امر ہے۔ مجھے وضاحت سے بتایئے' میں آپ کی بات کا بہت مشتاق اور خواہش مند ہوں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسے وعظ و نصیحت فرمائی' دوزخ سے خوف دلایا اور جنت کی خوشخبری سنائی۔ رسول اللہ ﷺ کے وعظ و تذکر کے باعث اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایمان کی شمع روشن کر دی تو اس نے کہا میں تہ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور میں آپ کے دین کی اعلانیہ اور کھل کر تبلیغ کروں گا۔ مجھے ساری کائنات بھی عطا کر دی جائے تو پھر بھی مجھے اپنا پہلا دین پسند نہیں چنانچہ حضرت حمزہ کا شمار ان افراد میں ہے جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوط و مستحکم فرمایا۔ یہ واقعہ حافظ بیہقی نے بھی (حاکم از اصم

از احمد بن عبد الجبار از یونس بن بکیر) بیان کیا ہے۔

ابوذر کا اسلام قبول کرنا : حافظ بیہقی اپنی سند سے ابوذرؓ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میں چوتھا مسلمان تھا مجھ سے قبل تین افراد مسلمان ہو چکے تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا پھر کلمہ توحید پڑھا اور رسالت کا اقرار کیا تو رسول اللہ ﷺ کے رخ انور پر مسرت و بہجت کے آثار ہویدا تھے۔ "ہذا سیاق مختصر"

اسلام ابوذر : اسلام ابوذر کے عنوان پر امام بخاری' ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ابوذرؓ ۱۳ھ کو جب رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے اپنے بھائی سے کہا' وادی مکہ کی طرف جایئے اور اس آدمی کے بارے معلومات بہم پہنچایئے جو کہتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اسے آسمان سے غیبی خبر آتی ہے' آپ ان کی بات غور سے سن کر آیئے' چنانچہ وہ چلا گیا اور آپ کی بات سن کر وہ ابوذر کے پاس واپس لوٹ آیا اور اس نے کہا کہ وہ اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسا کلام پیش کرتے ہیں جو شعر نہیں تو ابوذرؓ نے کہا (**ما شفیتنی مما اردت**) آپ نے میرا شبہ رفع نہیں کیا چنانچہ وہ خود زاد راہ اور پانی کا مشکیزہ لئے مکہ چلے آئے مسجد حرام میں آئے اور رسول اللہ ﷺ کی تلاش شروع کی' وہ آپؐ کو پہچانتے نہ تھے اور نہ کسی سے پوچھنا مناسب تھا' رات ہو گئی' وہیں لیٹ گئے۔ علیؓ یہ کیفیت دیکھ کر بھانپ گئے کہ وہ اجنبی ہے۔ اسے گھر چلنے کیلئے کہا چنانچہ وہ حضرت علیؓ کے پیچھے ہو لئے' رات بسر کی اور آپس میں کسی قسم کی بات چیت نہ ہوئی' سامان اور مشکیزہ اٹھائے مسجد چلے آئے اور دن بھر وہیں رہے اور نبی علیہ السلام نے ان کو نہیں دیکھا اور شام کے وقت پھر وہیں دراز ہو گئے اور حضرت علیؓ کا پھر وہیں سے گزر ہوا تو یہ کہہ کر "کیا ابھی تک مسافر کو اپنی منزل معلوم نہیں ہوئی؟" ان کو اپنے ساتھ گھر لے آئے اور مزید کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ صبح ہوئی تو پھر مسجد میں چلے آئے اور رات کو پھر حضرت علیؓ ان کو حسب سابق گھر لے آئے اور ان سے کہا۔ کیا یہاں آنے کی غرض و غایت بتا سکتے ہیں۔ اس نے کہا' اگر میری بات صیغہ راز میں رکھیں تو بتا سکتا ہوں چنانچہ اس نے اپنی آمد کا مقصد ان کے گوش گزار کیا تو حضرت علیؓ نے کہا بے شک وہ برحق ہیں اور اللہ کے رسول ہیں' آپ صبح سویرے میرے پیچھے چلنا اگر میں نے کوئی خطرہ محسوس کیا تو میں پیشاب کا بہانہ بنا کر رک جاؤں گا (اور آپ آہستہ آہستہ چلتے رہیں) اور اگر میں چلتا رہوں تو آپ میرے پیچھے پیچھے گھر چلے آئیں۔ اس سکیم کے تحت آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' چنانچہ اس نے آپؐ کا فرمان سنا اور مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا "**ارجع الی قومک فاخبرھم حتی یاتیک امری**" اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ اور ان کو اس بات سے آگاہ کرو اور میرا حکم پہنچنے تک وہیں رہو۔ تو اس نے کہا آپ کو برحق مبعوث کرنے والی ذات کی قسم میں ان کے درمیان دعوت حق کو برملا بیان کروں گا چنانچہ آپ مسجد میں آئے اور بلند آواز سے اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ کہا پھر وہ کھڑے ہی تھے کہ کفار نے آپ کو مار مار کر فرش پر گرا دیا۔ عباسؓ نے ان پر شفقت سے جھک کر چھڑاتے ہوئے کہا' افسوس! کیا تم جانتے نہیں کہ وہ غفار قبیلہ سے ہیں اور یہ قبیلہ تمہاری شام کی طرف تجارتی گزر گاہ پر آباد ہے۔ پھر دوسرے روز بھی ابوذر

نے کلمہ توحید اور اقرار رسالت کا برملا اعلان کیا۔ پھر بھی کفار آپؓ پر پل پڑے اور حضرت عباسؓ نے چھڑایا۔ ابوذر کے اسلام کا قصہ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی مفصل بیان ہے۔

امام احمد (یزید بن ہارون م ۲۰۶ھ سلمان بن مغیرہ' م ۱۶۵ھ' حمید بن ھلال' عبداللہ بن صامت م قریباً ۷۰ھ سے) ابوذر کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ہم اپنی قوم سے (جو حرمت والے مہینے کو حلال سمجھتے تھے) روانہ ہوئے یعنی میں' بھائی انیس اور والدہ محترمہ' اپنے رئیس اور خوش شکل و وضع ماموں جان کے ہاں چلے آئے۔ ماموں نے ہماری خوب تعظیم و تکریم کی' اس کی قوم نے ہم سے حسد کیا' لوگ اسے کہنے لگے کہ جب تم گھر سے باہر چلے جاتے ہو تو انیس تمہارے گھر میں بدکاری کی نیت سے آتا ہے' چنانچہ وہ ہمارے پاس آیا اور اس نے یہ بہتان ہمیں سنایا تو میں نے کہا آپ کا سابقہ حسن سلوک تو ضائع ہو گیا اور آئندہ ہم آپ کے پاس نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ ہم نے اپنے بار بردار اونٹوں پر سامان لادا' ہمارا ماموں چہرہ ڈھانپ کر رونے لگا' ہم وہاں سے چلے آئے اور مکہ کے قریب پڑاؤ ڈال دیا' انیس شاعر تھا اور اس نے کسی شاعر سے اپنے اشعار عمدہ ہونے کی شرط لگائی۔ اپنے مال مویشی اور اس کے برابر مال مویشی پر چنانچہ وہ محاکے اور فیصلے کی خاطر ایک منصف اور کاہن کے پاس چلے آئے' اس نے انیس کے حق میں فیصلہ دیا اور وہ شرط کے مطابق مال لے کر ہمارے پاس آ گئے۔

(اے ابن صامت) اے برادر زادہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ملاقات سے قبل تین سال نماز پڑھی ہے۔ ابن صامت نے پوچھا کس کے لئے؟ ابوذر نے کہا' اللہ کے لئے۔ پھر پوچھا کس طرف رخ کر کے؟ جواب دیا جدھر اللہ تعالیٰ متوجہ کر دیتا۔ میں عشاء کی نماز آخر رات تک پڑھتا رہتا (اور تھک کر) وہیں دراز ہو جاتا' یہاں تک دھوپ آجاتی ہے۔ اسی اثناء انیس نے کہا مجھے مکہ میں ایک کام ہے' کام سے فارغ ہو کر آپ کے پاس چلا آؤں گا۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور دیر کے بعد واپس آئے' میں نے پوچھا اتنی دیر کیوں لگائی؟ تو اس نے کہا میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی ہے جو آپ کے دین پر ہے اور کہتا ہے کہ اللہ نے اس کو رسول مبعوث کیا ہے۔ میں نے پوچھا لوگ اسے کیا کہتے ہیں' اس نے کہا' لوگ اسے شاعر اور ساحر و جادوگر کہتے ہیں' انیس خود شاعر تھا اس نے کہا' میں نے کاہنوں کی باتیں سنی ہیں' اس کی بات کاہنوں کے موافق نہیں ہے۔ میں نے اس کا کلام فن شعر پر پرکھا ہے واللہ اسے کوئی "شعر" نہیں کہہ سکتا' واللہ وہ شخص سچا "نبی" ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔

ابوذر نے کہا کیا آپ میرا کاروبار سنبھال سکتے ہیں؟ اور میں خود جا کر تحقیق کروں' اس نے کہا بالکل لیکن اہل مکہ سے محتاط رہنا۔ وہ آپؐ کو برا بھلا کہتے ہیں اور ترش روی سے پیش آتے ہیں۔ چنانچہ میں مکہ چلا آیا اور میں نے ایک ضعیف اور ناتوان شخص سے پوچھا وہ شخص کہاں ہے' جس کو لوگ صابی کہتے ہیں' اس نے میری طرف اشارہ کر کے (لوگوں کو متوجہ کیا' کہ یہ صابی ہے) لوگ ڈھیلوں اور ہڈیوں سے مجھ پر پل پڑے اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا اور جب مجھے ہوش آیا تو میں خون سے لت پت تھا۔ چنانچہ میں زمزم کے پاس آیا' پانی پیا اور خون دھو کر کعبہ کے غلاف میں چھپ گیا میں وہاں مسلسل تیس روز چھپا رہا۔ زمزم کے پانی پر

گزارا تھا میں اس قدر تنومند ہو گیا کہ میرے پیٹ کی سلوٹیں چھپ گئیں اور مجھے کبھی بھوک کی کمزوری محسوس نہیں ہوئی۔ اسی اثناء ایک چاندنی رات میں اہل مکہ محو خواب تھے صرف دو عورتیں بیت اللہ کا طواف کر رہی تھیں اساف اور نائلہ بتوں کا ورد اور ذکر کرتی ہوئیں میرے پاس سے گزریں تو میں نے کہا ایک کا دوسرے سے نکاح کر دو۔ یہ سن کر بھی وہ (اس بات سے) باز نہ آئیں تو میں نے بغیر کسی اشارے کنائے کے فحش گالی دی۔ وہ چیختی چلاتی اور یہ کہتی ہوئی چلیں کہ "اگر کوئی اس وقت ہمارے مردوں میں سے ہوتا تو اس گستاخی کی سزا دیتا۔" راہ میں ان کو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر پہاڑ سے اترتے ہوئے ملے تو ان سے پوچھا کیا ہوا؟ خواتین نے کہا ایک صابی اور بے دین کعبہ کے غلاف میں چھپا ہوا ہے۔ ان سے پوچھا تمہیں اس نے کیا کہا ہے' انہوں نے کہا وہ بات زبان کو زیب نہیں دیتی۔

رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر آئے' حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف کر کے نماز پڑھی (نماز سے فارغ ہوئے) تو میں پہلا شخص تھا جس نے آپ کو مسلمان کا سلام عرض کیا۔ آپ نے علیک السلام ورحمتہ اللہ کہہ کر پوچھا تو کون ہے؟ عرض کیا غفار قبیلہ سے ہوں' پھر آپ نے ہاتھ جھکا کر پیشانی پر رکھ لیا (گویا آپ فکرمند ہیں) میں نے دل میں سوچا کہ میرا غفار قبیلہ کی طرف منسوب ہونا آپ کو ناگوار گزرا ہے۔ پھر میں نے آپ کا ہاتھ پکڑنے کا ارادہ کیا تو مجھے ان کے رفیق نے روک دیا اور وہ مجھ سے ان کے حال کے زیادہ واقف تھے پھر آپ نے پوچھا **متی کنت ھاھنا**) یہاں کب آئے عرض کیا میں یہاں متواتر تیس روز سے ہوں پھر پوچھا (**فمن کان یطعمک**) آپ کو کون کھانا کھلاتا ہے؟ عرض کیا صرف زمزم کے پانی پر گزارا ہے۔ میں اس قدر فربہ ہو گیا ہوں کہ میرے پیٹ کے شکم مڑ گئے ہیں اور مجھے بھوک سے بھی کمزوری محسوس نہیں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ مبارک پانی ہے اور پر شکم کھانا بھی ہے۔ تو ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس شب مجھے ان کی مہمانی کی اجازت فرمائیے۔ چنانچہ میں ان کے ہمراہ چلا آیا۔ ابوبکر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور ہمارے سامنے طائف کا منقیٰ لا رکھا اور میں نے مکہ میں یہ پہلا کھانا کھایا اور پھر کچھ عرصہ رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے کھجور والا علاقہ بطور ہجرت گاہ دکھایا گیا ہے۔ میرے خیال میں وہ (یثرب) مدینہ ہے' آیا اپنی قوم کو میری طرف سے دین کی دعوت دیں گے؟ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو آپ کی وجہ سے فائدہ دے اور تجھے ثواب و صلہ ملے۔

انیس : ابوذر کہتے ہیں پھر میں اپنے بھائی انیس کے پاس چلا آیا۔ اس نے دریافت کیا "اتنا عرصہ کیا کیا؟" میں نے کہا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور ان کی نبوت کی تصدیق کر چکا ہوں تو انیس نے کہا میں بھی آپ کے دین سے بیزار نہیں' میں بھی ان کی تصدیق کر کے مشرف بہ اسلام ہوں۔ پھر ہم والدہ کے پاس آئے وہ بھی بغیر کسی تامل کے فوراً مسلمان ہو گئیں پھر ہم اپنے قبیلے میں واپس چلے آئے' بعض افراد ہجرت سے قبل مسلمان ہو گئے۔ خفاف بن ایما بن رخصۃ غفاری ان کے مقتدا اور سربراہ تھے اور باقی ماندہ نے کہا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئیں گے تو مسلمان ہوں گے چنانچہ وہ بھی آپ کی آمد کے وقت مسلمان ہو گئے۔

اسلم قبیلہ : اسلم قبیلے نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم بھی غفار قبیلے کی طرح مسلمان ہوتے ہیں تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غفار قبیلہ کو اللہ نے بخش دیا اور اسلم قبیلہ کو اللہ نے قید و بند سے بچا لیا۔

امام مسلم نے یہ روایت بذریعہ ہدیہ بن خالد م ۲۳۸ھ سلیمان بن مغیرہ کی سند سے بیان کی ہے۔ ایک اور سند سے بھی یہ واقعہ منقول ہے اور اس میں عجیب و غریب اضافے ہیں' واللہ اعلم۔ کتاب بشارات میں سلمان فارسی کے اسلام قبول کرنے کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

ضماد : مسلم اور بیہقی میں (داؤد بن ابی ہند' عمرو بن سعید' سعید بن جبیر) ابن عباس سے مروی ہے کہ مکہ میں ازد شنوءۃ قبیلے کا ضماد نامی ایک شخص آیا اور آسیب زدہ مریضوں کا دم جھاڑ کیا کرتا تھا۔ اس نے مکہ کے نادان اور ناہنجار لوگوں سے سنا کہ محمدؐ (معاذ اللہ) مجنون اور پاگل ہیں۔ اس نے کسی سے پوچھا وہ کدھر ہیں؟ ممکن ہے کہ میرے دست شفا سے اللہ تعالیٰ ان کو شفایاب کر دے چنانچہ اس کی آپؐ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا' میں آسیب کا ماہر معالج ہوں اللہ تعالیٰ میرے دست شفا سے جسے چاہتا ہے شفا بخش دیتا ہے' ذرا قریب آیئے' پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ خطبہ سہ بار ارشاد فرمایا کہ

ان الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ من یھدہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ

جملہ تعریف اللہ ہی کے سزاوار ہے ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں جس کو اللہ ہدایت کا راستہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے گمراہی کے گڑھے میں ڈال دے اسے کوئی نکال نہیں سکتا اور میں شاہد ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ایک روایت میں ہے اس نے عرض کیا مکرر فرمایئے یہ کلمات تو فصاحت و بلاغت اور صداقت کے لحاظ سے علم تکرر کی اتھاہ تک پہنچ چکے ہیں' میں نے کاہنوں اور جادوگروں کی باتیں سنی ہیں اور شعرا کا کلام بھی' ان کلمات جیسی لطافت و شیرینی کہیں نہیں پائی۔ ہاتھ دراز فرمایئے' میں اسلام پر آپ کی بیعت کرتا ہوں چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی قوم کی جانب سے بھی' اس نے کہا جی ہاں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ایک لشکر روانہ کیا' وہ ازدشنوءَ کے ہاں گئے تو سپہ سالار نے کہا' کسی نے ان کی کوئی چیز تو نہیں اٹھائی؟ تو ایک آدمی نے کہا میں نے آفتابہ اٹھایا ہے' تو سپہ سالار نے کہا وہ واپس کر دو یہ ضمادؓ کی قوم کا ہے۔

اولین مسلمان : دلائل النبوۃ میں ابو نعیم ۴۳۰ھ نے اعیان و اشراف جو اولین مسلمان تھے' کے بارے میں ایک طویل باب سپرد قلم کیا ہے اور خوب بالاستیعاب بیان کیا ہے' رحمہ اللہ واثابہ۔ اور ابن اسحاق نے بھی قدیم صحابہؓ کے اسماء گرامی درج کئے ہیں چنانچہ فرمایا پھر یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

(۱) ابوعبیدہ بن جراح یکے از عشرہ مبشرہ متوفی ۱۸ھ طاعون عمواس (۲) ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ھلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم (۳) ارقم بن ابی الارقم (۴) عثمان بن مظعون متوفی ۲ھ (۵) عبیدہ بن حارثؓ بدری صفراء مقام پر بدر سے واپسی پر فوت ہوئے (۶) سعید بن زیدؓ متوفی ۵۰ھ (۷) ان کی رفیقہ حیات فاطمہ بنت خطاب اخت عمرؓ فاروق (۸) اسماء بنت ابی بکرؓ (۹) عائشہؓ بنت ابی بکر الصدیقہ ام المومنین ۵۷ھ (۱۰) قدامہ بن مظعون بدری ۳۶ھ (۱۱) عبداللہ بن مظعون بدری ۳۰ھ (۱۲) خباب بن ارت معلم سعیدؓ و فاطمہؓ ۳۷ھ

(۱۳) عمیر بن ابی وقاص برادر سعد بن ابی وقاص شہید بدر (۱۴) عبداللہ بن مسعودؓ م ۳۳ھ (۱۵) مسعود بن قاری ۳۰ھ (۱۶) سلیط بن عمرو ۱۴ھ (۱۷) عیاش بن ابی ربیعہ شہید یرموک ۱۵ھ (۱۸) ان کی رفیقہ حیات اسماء بنت سلمہ بن مخرمہ تیمی (۱۹) خنیس بن حذافہ متوفی غزوہ احد کے بعد (۲۰) عامر بن ربیعہ م ۳۲ھ/۳۵ھ (۲۱) عبداللہ بن جحش شہید احد (۲۲) ابو احمد بن جحش م ۲۰ھ کے بعد (۲۳) جعفر بن ابی طالب شہید موتہ ۸ھ (۲۴) ان کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس (۲۵) حاطب بن حارث (۲۶) ان کی رفیق زندگی' **فکیہه** بنت یسار (۲۷) معمر بن حارث بن معمر جمحی بدری متوفی و خلافت عمر ۱۳ تا ۲۳ (۲۸) سائب بن عثمان بن مظعون شہید یمامہ (۲۹) مطلب بن ازہر بن عبد مناف (۳۰) ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف بن جبیرہ بن سعد (۳۱) نعیم بن عبداللہ بن اسید عرف نحام شہید یرموک رجب ۱۵ھ (۳۲) عامر بن فہیرہ مولیٰ ابی بکر شہید بیئر موتہ ۴ھ (۳۳) خالد بن سعید شہید اجنادین ۱۳ھ (۳۴) امینہ بنت خلف بن سعد بن عامر بن بیاضہ بن خزاعہ (۳۵) حاطب بن عمرو بن عبد شمس (۳۶) ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ شہید یمامہ (۳۷) واقد بن عبداللہ بن عرین بن **ثعلبه** تمیمی متوفی درخلافت عمر (۳۸) خالد بن بکیر شہید رجیع ۴ھ (۳۹) عامر بن بکیر شہید یمامہ ۱۲ھ (۴۰) عاقل بن بکیر بدری شہید بدر (۴۱) ایاس بن بکیر بن عبد یالیل از موسیٰ سعد بن لیث' عاقل کا نام غافل تھا رسول اللہ ﷺ نے یہ نام تبدیل کر دیا یہ چار عینی بھائی عدی بن کعب کے حلیف تھے (۴۲) عمار بن یاسرؓ شہید صفین ۳۷ھ (۴۳) صہیب بن سنان متوفی ۳۸ یا ۳۹ھ۔

بعد ازیں مرد اور خواتین کے گروہ در گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ مکہ میں دین اسلام پھیل گیا اور ہر خاص و عام کی زبان پر یہی بات تھی۔

دعوت و ارشاد کا حکم اور ابن خطل : بقول ابن اسحاق' بعثت سے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ اعلانیہ اور برملا تبلیغ فرمائیں اور اس راہ میں مشرکین کی طرف سے جو اذیت پہنچے اس پر صبر کریں اور قبل ازیں صحابہ کرام جب نماز کا وقت آتا تو پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص م ۵۸ھ چند نمازیوں میں شعب مکہ میں چھپ کر نماز پڑھ رہے تھے چند مشرکین ادھر آنکلے اور ان کی اس حرکت (نماز) پر نکتہ چینی کی اور نوبت لڑائی تک پہنچ گئی' چنانچہ سعدؓ نے ایک مشرک کے سر پر اونٹ کا جبڑا مار کر زخمی کر دیا اور یہ اسلام میں پہلی دفعہ (زخمی کر کے) خون ریزی ہوئی اور "مغازی" میں اموی نے بہ سند وقاص از زہری از عامر بن سعد از سعد' یہ طویل قصہ بیان کیا ہے اور اس میں مذکور ہے کہ جس مشرک کا سر زخمی ہوا تھا وہ عبداللہ بن خطل ملعون ہے۔

ہر خاص و عام کو پیام رسالت پہنچانے کا حکم

اور اس راہ میں صبر و برداشت کا ارشاد' رسول اعظم کی بعثت اور اتمام حجت کے بعد نادان' ضدی' ہٹ دھرم اور جھٹلانے والوں سے اعراض و درگزر نبی علیہ السلام اور صحابہ پر مشرکین کے مظالم و مصائب کا تذکرہ

سورہ شعراء ۲۶/۲۱۴ میں ہے "اور اپنے نزدیک کے رشتہ داروں کو ڈرا اور جو مسلمان تیرے تابعدار بن گئے ہیں ان کے سامنے بازوئے رحمت جھکائے رہ ان سے خاطر اور محبت سے پیش آ' تواضع کے ساتھ پھر اگر وہ مشرک تیرا کہنا نہ مانیں تو ان سے کہہ دے میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں اور زبردست مہربان اللہ پر بھروسہ رکھ کر نماز میں اکیلے کھڑے ہوتے وقت اور نمازوں کے ساتھ' جماعت میں' تیرے اٹھنے بیٹھنے ہر ایک حرکت کو دیکھ رہا ہے۔ بے شک وہی سنتا اور جانتا ہے۔"

سورہ زخرف ۴۳/۴۴ میں ہے "اور یہ قرآن نصیحت ہے تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے۔"

سورہ قصص ۲۸/۸۵ میں ہے "اے پیغمبر! جس نے تجھ پر قرآن اتارا ہے اور تجھ کو پھر اسی جگہ لے جائے گا جہاں سے تو آیا یعنی جس ذات نے آپ پر قرآن کی تبلیغ فرض کی ہے وہ آپ کو دار آخرت معاد میں لے جائے گی اور وہاں آپ سے اس کے بارے میں سوال ہو گا۔"

سورہ حجر ۱۵/۹۲ میں ہے "تو قسم تیرے مالک کی ہم ان سب سے پرستش کریں گے۔"

سورہ شعراء ۲۶/۲۱۴ کے تحت ہم نے اس سے متعلق اکثر احادیث و آیات جمع کر دی ہیں من جملہ ان کے یہ مذکورہ ذیل روایات ہیں۔

۱۔ مسند احمد میں ابن عباس سے مروی ہے جب سورۃ شعراء ۲۶/۲۱۴ میں **(وانذر عشیرتک الاقربین)** برملا تبلیغ کا حکم نازل ہوا تو آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر **(یاصباحا)** کہہ کر اعلان فرمایا سب لوگ جمع ہو گئے اور جو غائب تھا اس کا نمائندہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اولاد عبدالمطلب' اے فرزندان فہر! اے کعب کے بیٹو! بتاؤ' اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں لشکر جمع ہے وہ آپ پر حملہ کرنے والا ہے آیا مجھے آپ سچا سمجھیں گے؟ سب نے بیک آواز "جی ہاں" کہا تو آپ نے فرمایا' میں آپ کو ایک سخت عذاب کے آجانے سے پہلے ڈراتا ہوں تو ابولہب ملعون نے برافروختہ ہو کر کہا تباہی تیرا ہمیشہ مقدر ہو' کیا اسی لئے جمع کیا تھا اس وقت سورہ "تبت یدا" نازل ہوئی۔ یہ روایت متفق علیہ ہے۔

۲۔ مسند احمد میں ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب **انذر عشیرتک الاقربین** ۲۶/۲۱۴ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے عام و خاص سب قریش کو جمع کر کے فرمایا' قریشیو! آگ سے اپنے آپ کو بچا لو' اے بنی کعب! آتش جہنم سے خود کو بچا لو' اے بنی ہاشم! دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچا لو۔ اے بنی عبدالمطلب! آگ سے خود کو آزاد کر لو' اے فاطمہ بنت محمد! تو خود کو آگ سے بچا۔ واللہ میں اللہ کے سامنے

تمہارے لئے اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتا ہاں! تمہارا مجھ سے رشتہ ہے۔ میں صلہ رحمی کرتا رہوں گا اور اسے تروتازہ رکھوں گا۔ یہ روایت متفق علیہ ہے اور مسند احمد وغیرہ میں متعدد اسناد سے مروی ہے۔

۳۔ مسلم شریف اور مسند احمد میں عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب (**وانذر عشیرتک الاقربین**) آیت نازل ہوئی تو آپ نے (کوہ صفا پر) کھڑے ہو کر اعلان فرمایا' اے فاطمہ بنت محمدؐ! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے فرزندان عبدالمطلب! میں اللہ کے سامنے تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ (اب جو چاہو) میرا مال و دولت تمہارے لئے حاضر ہے۔

معجزانہ دعوت : دلائل میں حافظ بیہقی' حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب آیت **وانذر عشیرتک الاقربین الخ** نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم تھا کہ اگر میں اپنی قوم کو یہ بتاؤں گا تو ان سے ناگوار امور دیکھوں گا پس میں خاموش رہا' پھر جبرائیلؑ نے بتایا اے محمدؐ! اگر آپ اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کریں گے تو وہ آپ کو آگ کی سزا دے گا' چنانچہ رسول اللہؐ نے مجھے بلا کر کہا اے علی! مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤں پس تم ایک بکری کا گوشت بمع ایک صاع طعام اور روٹی کے انتظام کرو اور دودھ کے ایک "عس" (برتن جس میں تقریباً ساڑھے چار سیر سما جائے) کا بھی انتظام کرو پھر آل عبدالمطلب کو اکٹھا کرو میں اہتمام کر چکا تو ۴۰ (سے ایک کم یا ایک زیادہ) افراد جمع ہوئے جن میں آپ کے چچا' ابوطالب' حمزہ' عباس اور خبیث ابولہب بھی تھے میں نے یہ کھانا ان کے سامنے رکھ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک بوٹی کو اپنے دانتوں سے چیر کر اس میں ڈال دیا اور فرمایا (**کلوا بسم اللّٰه**) اللہ کا نام لے کر کھاؤ چنانچہ لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا اور کھانا جوں کا توں تھا' صرف اس پر انگلیوں کے نشانات نمایاں تھے۔ واللہ اتنا کھانا تو ایک آدمی کی بھی خوراک ہو سکتا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی! اب دودھ پلاؤ' میں نے وہ دودھ پیش کیا تو سب نے خوب نوش فرمایا اور اتنا دودھ تو ایک فرد بھی نوش کر سکتا تھا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ان سے مخاطب ہونے لگے تو ابولہب ملعون نے فوراً کہہ دیا (**لهد ما سحركم صاحبكم**) حیرت ہے کہ تمہارے ساتھی کا تم پر کیسا جادو چل گیا چنانچہ سب چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے کوئی کلام نہ کی۔

دوسرے روز بھی اس قدر دعوت کا اہتمام ہوا اور جب خوب کھا چکے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے بات کرنے کا ارادہ کیا تو پھر فوراً ابولہب نے کہا (**لهدما سحركم صاحبكم**) چنانچہ وہ مجلس سے اٹھ بھی گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے کوئی بات نہ کی۔ پھر اگلے روز کے لئے رسول اللہ ﷺ نے کھانے کا انتظام کرنے کے لئے کہا اور فرمایا تم نے سنا ہی تھا کہ اس شخص نے میری گفتگو سے قبل ہی بات شروع کر دی۔ چنانچہ میں نے خوب انتظام کیا اور خوردونوش کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے آل عبدالمطلب! واللہ میرے علم کے مطابق کوئی عرب جوان مجھ سے بہتر پیام نہیں لایا میں آپ کے پاس دنیا اور آخرت کے احکام لے کر آیا ہوں (**انی جئتكم بامر الدنيا والاخرة**) نیز حافظ بیہقی نے یہ روایت بکیر بن یونس' محمد بن اسحاق' گمنام استاذ' عبداللہ بن حارث سے بھی بیان کی ہے۔

ایک وضعی روایت : نیز یہ روایت ابن جریر نے بھی حضرت علیؓ سے نقل کی ہے لیکن اس میں (**انی جئتكم بامر الدنيا والاخرة**) کے بعد یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں آپ کو اس کی

طرف بلاؤں' بتایئے اس امر تبلیغ میں میرا کون معاون ہو گا کہ میرے ساتھ اخوت و مودت وغیرہ کا مظاہرہ کرے' چنانچہ سب حاضرین نے لاپرواہی کی اور قابل توجہ نہ سمجھا اور میں نے خورد سالی' چیپ دار آنکھوں' بڑے پیٹ' باریک پنڈلیوں کے باوصف کہا کہ میں آپ کا وزیر (اور بھائی) ہوں گا۔ چنانچہ آپ نے میری گردن پکڑ کر فرمایا۔ یہ میرا بھائی اور وزیر ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو چنانچہ ابوطالب کو لوگ ہنسی مذاق سے کہنے لگے کہ ان کا حکم ہے کہ تم اپنے بیٹے کی بات سن کر اطاعت کرو' اس روایت میں ابو مریم عبدالغفار بن القاسم منفرد ہے نیز کذاب اور شیعہ ہے۔ علی بن مدینی وغیرہ نے اسے حدیث سازی سے متہم کیا ہے اور باقی محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

لیکن تفسیر میں ابن ابی حاتم نے (ابو حاتم' حسین بن عیسی حارثی' عبداللہ بن عبد القدوس' اعمش' مقال بن عمرو' عبداللہ بن حارث سے) بیان کیا ہے کہ علیؓ نے کہا جب **وانذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا بکری کا ایک بازو بمع ایک صاع کے نان کے تیار کرو اور دودھ کا بھی اہتمام کر کے' بنی ہاشم کو کھانے کی دعوت دو۔ چنانچہ میں نے ان کو دعوت دی وہ ۴۰ افراد تھے (ایک کم یا زیادہ) راوی نے گذشتہ واقعہ کی طرح بیان کر کے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون میرا قرض ادا کرے گا اور کون میرے اہل و عیال کا نگاہ بان ہو گا۔ تو یہ سن کر سب لوگ چپ سادھ گئے اور عباس بھی اس خطرے سے خاموش رہے کہ سارا مال تباہ و برباد ہو جائے گا اور میں بھی عباس کی پیرانہ سالی کی وجہ سے چپ رہا آپ نے پھر وہی مطالبہ دہرایا تو عباس پھر بھی خاموش رہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں یہ امور سرانجام دوں گا۔ تو آپ نے ازراہ تعجب فرمایا تو؟ اور میں اس وقت خستہ حال تھا' آشوب چشم میں مبتلا تھا" پیٹ ضخیم تھا' پنڈلیاں کمزور اور پتلی' یہ سند گذشتہ روایت کی شاہد ہے مگر اس میں ابن عباس کا ذکر نہیں' واللہ اعلم۔

مسند احمد میں عباد بن عبداللہ اسدی اور ربیعہ بن ناجذ از علیؓ سے بھی گذشتہ حدیث کی طرح مروی یا یہ روایت' پہلی روایت کے شاہد کی طرح ہو' واللہ اعلم۔ **من یقضی عنی دینی** کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین میں جب آپ تبلیغ کے لئے جایا کرتے تو آپ کو قتل و کشت کا خطرہ لاحق رہتا تھا چنانچہ آپ نے فرض کی ادائیگی اور اہل و عیال کی نگہبانی کے لئے ان سے پختہ عہد کا مطالبہ کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خطرہ سے مامون و محفوظ کر دیا کہ "اے رسول جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے اسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔" (۵/۶۷)

برملا دعوت و ارشاد کا آغاز : غرضیکہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے دین کی طرف دعوت میں مصروف ہو گئے شب و روز یہی مشغلہ تھا۔ نہاں و عیاں برملا اور پوشیدہ یہی دھن تھی۔ آپ کو اس فرض منصبی سے کوئی خواہش و آرزو پھیرنے والی نہ تھی اور نہ کوئی اس تبلیغ سے مانع تھا۔ آپ بلا روک ٹوک لوگوں کی مجلسوں میں یہ دعوت پیش کرتے۔ عمومی مجمعوں' مجالس و محافل میں تشریف لے جاتے۔ موسم حج میں لوگوں کو یہ دعوت پیش کرتے' بلاتمیز ہر حر و عبد' کمزور اور طاقتور' امیر و فقیر کو وعظ و نصیحت کرتے۔ قریش کے طاقتور

اور تند خو لوگ آپؐ پر اور کمزور و ناتواں پر زبان درازی کرتے اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے' شدید تر مخالف آپ کا چچا ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اور اس کی بیوی ام جمیل اروی بنت حرب بن امیہ' ابوسفیانؓ کی ہمشیرہ تھی۔

ابوطالب : اس کے برعکس آپ کے چچا ابوطالب کو آپؐ سے کمال درجہ محبت تھی۔ شفقت سے پیش آتے' اچھا سلوک کرتے آپ کی حمایت اور مدافعت کرتے۔ بایں ہمہ وہ اپنے آبائی دین پر قائم تھے کہ طبعی طور پر آپ سے شدید محبت رکھتے تھے' ان کے اپنے آبائی دین پر قائم رہنے اور رسول اللہ ﷺ کی حمایت کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص حکمت و مصلحت ودیعت تھی۔

اگر آپ مسلمان ہو جاتے تو کفار کے دلوں میں سے آپ کی وہ وجاہت و عظمت نہ ہوتی اور نہ آپ سے خوف و خطرہ محسوس کرتے۔ آنحضورؐ پر دست درازی کرتے اور چرب لسانی سے کام لیتے' تیرا پروردگار پیدا کرتا ہے جو کچھ کہ چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے (۲۸/۶۸) اللہ تعالیٰ نے قسما قسم اور طرح طرح کی مخلوق پیدا کی ہے۔

ابولہب : دیکھ لو! یہی دو کافر چچا ابوطالب اور ابولہب' ایک آخرت میں ٹخنوں تک پایاب آگ میں ہو گا' دوسرا اتھاہ اور آگ کے گہرے گڑھے میں ہو گا۔ اللہ نے اس کے بارے میں سورہ تبت اتاری جو منبروں پر خطبات و مواعظ میں تلاوت ہوتی رہتی ہے۔ اور اس میں ہے کہ "وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہو گا اور اس کی جورو بھی جو لکڑیاں اٹھائے پھرتی ہے" امام احمد' ابراہیم بن ابی العباس کی معرفت عبدالرحمان بن ابی الزناد از ابیہ سے بیان کرتے ہیں کہ ربیعہ بن عباد دیلی جو کافر تھے پھر مسلمان ہو گئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو "ذی المجاز منڈی" میں دیکھا آپ فرما رہے تھے لوگو! "لا الہ الا اللہ" کہو کامران ہو جاؤ گے' لوگوں کا آپ کے پاس ہجوم تھا' آپ کے پیچھے پیچھے ایک کانا دو گیسوں والا' خوبرو شخص کہہ رہا تھا یہ صابی' بے دین' کاذب ہے۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو معلوم ہوا یہ آپ کا چچا ابولہب ہے' یہ روایت بیہقی میں بھی ہے۔

بیہقی میں (ابو طاہر فقیہ' ابوبکر محمد بن حسنی خطان' ابو الازہر' محمد بن عبداللہ انصاری' محمد بن عمر' محمد بن منکدر) ربیعہ دیلی سے بیان کیا گیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذی المجاز میں دیکھا۔ آپ لوگوں کے گھر گھر جا کے دعوت اسلام دیتے تھے۔ آپ کے پیچھے ایک کانا دمکتے چہرے والا شخص کہہ رہا تھا' لوگو! یہ تمہیں آبائی دین میں دھوکہ نہ دے' میں نے پوچھا یہ کون ہے' معلوم ہوا ابولہب ہے۔ بیہقی میں اشعث بن قیس از گمنام کنانی سے بھی منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذالمجاز میں یہ کہتے ہوئے سنا (**قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا**) اور آپ کے پیچھے ایک آدمی آپ پر مٹی اڑا رہا تھا اور وہ ابوجہل تھا جو یہ کہہ رہا تھا یہ تمہارے دین میں دھوکا نہ دے یہ چاہتا ہے کہ تم لات و عزیٰ کی پرستش چھوڑ دو' (نوٹ) اس میں ابوجہل کا نام ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابولہب ہے' اس کا بقیہ تعارف و ترجمہ بدر کے واقعہ کے بعد وفات کے ذکر میں بیان ہو گا' ان شاء اللہ۔ ابوطالب آپ پر نہایت شفیق و مہربان تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے اچھے سلوک

اور حمایت و حفاظت سے واضح ہے۔

یونس بن بکیر' عقیل بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ قریش کے چند معزز لوگوں نے ابوطالب سے شکایت کی کہ آپ کا برادر زاد ہماری مجلس اور مسجد میں مخل ہوتا ہے اور ایذا پہنچاتا ہے۔ آپ اسے منع کیجئے آپ نے عقیل کو کہا کہ محمدؐ کو بلا لائے' وہ گئے آپ ایک مختصر سے کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ دوپہر کی شدید گرمی میں وہ آپ کو بلا لائے' جب آپ تشریف لے آئے تو ابوطالب نے کہا! یہ لوگ شکوہ کرتے ہیں کہ آپ ان کو مسجد اور محفل میں اذیت پہنچاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر فرمایا یہ سورج دیکھ رہے ہو' انہوں نے کہا جی ہاں! تو آپ نے فرمایا میرا تبلیغ سے باز رہنا اس قدر محال ہے جس قدر تمہارا سورج کی کرن پکڑنا' تو ابوطالب نے کہا' واللہ میرے بھتیجے نے کبھی غلط بات نہیں کی۔ للٰہذا تم واپس جا سکتے ہو۔ تاریخ میں بخاری نے بذریعہ محمد بن علا' یونس بن بکیر سے بیان کیا اور حافظ بیہقی نے (حاکم از اصم از احمد بن عبدالجبار از یونس بن بکیر) ذکر کیا ہے۔ **ھذا لفظہ**

حافظ بیہقی' (یونس از اسحاق) از یعقوب بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ قریش نے جب یہ شکوہ کیا تو ابوطالب نے آنحضرت ﷺ سے کہا یہ لوگ میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے آپ کا اس اس طرح شکوہ کیا ہے۔ (خدارا) مجھ پر اور اپنے آپ پر رحم کیجئے۔ مجھ پر اتنا بار نہ ڈال کہ میں اور آپ اٹھا نہ سکیں اور اپنی قوم کو ناگوار بات کہنے سے رک جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے سمجھا کہ چچا کا خیال تبدیل ہو گیا ہے وہ آپ کو بے یارومددگار چھوڑ دیں گے اور آپ کی حمایت سے دستکش ہو جائیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے جان عم! اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیں تو پھر بھی میں اس بات سے باز نہ آؤں گا یہاں تک کہ اللہ اس کو غالب کر دے یا میں اس راہ میں شہید ہو جاؤں۔ پھر آپ آبدیدہ ہو کر رو پڑے' جب آپ جانے لگے تو ابوطالب نے آپ کی یہ رقت انگیز کیفیت دیکھ کر فرمایا' یا ابن اخی! اے برادر زادے! تو رسول اللہؐ یہ سن کر متوجہ ہوئے تو کہا "اپنا کام جاری رکھو جو چاہو کرو' واللہ میں آپ کی مدد سے کبھی دستبردار نہ ہوں گا۔" بقول ابن اسحاق ابوطالب نے یہ اشعار کہے

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم ۔۔۔ حتی أوسد فی التراب دفینا

فامضی لأمرك ما علیك غضاضة ۔۔۔ أبشر وقر بذاك منك عیونا

ودعوتنی وعلمت أنك ناصحی ۔۔۔ فلقد صدقت وکنت قدم أمینا

وعرضت دینا قد عرفت بأنه ۔۔۔ من خیر أدیان البریة دینا

لو لا الملامة أو حذاری سبة ۔۔۔ لوجدتنی سمحا بذاك مبینا

(بخدا وہ لوگ میری زندگی میں ہی گروپ بندی کے باوجود آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے یہاں تک کہ میں زمین میں دفن ہو جاؤں۔ اپنا کام جاری رکھئے' بلا کم و کاست خوش رہو' اور اس باعث آپ کی آنکھیں خنک اور ٹھنڈی ہوں۔ آپ نے مجھے دعوت توحید پیش کی ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں۔ آپ نے واقعی سچ کہا ہے اور آپ قدیمی امین ہیں۔ اور آپ نے دین اسلام پیش کیا اور مجھے معلوم ہے کہ وہ کائنات کے تمام ادیان سے بہتر

ہے۔ اگر مجھے ملامت کا خوف یا گالی کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس کا برملا اظہار کر دیتا)

حفاظت کا عجب انداز اور ابوجہل : اس بات سے بخوبی عیاں ہے کہ باہمی مذہبی اختلاف و افتراق کے باوجود' آپ کے چچا کے ذریعہ' آپ کی حفاظت و صیانت کا سامان مہیا کیا اور جہاں چچا نہ ہوتے' اللہ تعالیٰ ان کی جیسے چاہتے حفاظت کرتا اس کا حکم اٹل اور لازوال ہے۔

یونس بن بکیر' ابن عباس سے ایک طویل قصہ بیان کرتے ہیں جو مشرکین مکہ اور رسول اللہ ﷺ کے مابین رونما ہوا تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ ابوطالب کی مجلس سے اٹھ کر چلے تو ابوجہل بن ہشام نے کہا' اے قریشیو! محمدؐ نے ہماری ہر بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ الا یہ کہ تم دیکھتے ہو اس کا وطیرہ ہے ہمارے بتوں کی نکتہ چینی کرنا' ہمارے آباء و اجداد کو برا کہنا' ہمیں بے وقوف گردانا اور ہمارے معبودوں کو سب و شتم کرنا۔ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کل اس کے لئے ایک پتھر لے کر بیٹھوں گا جب وہ نماز میں سجدہ ریز ہوگا' میں پتھر مار کر اس کا سر کچل دوں گا' بعد ازیں عبد مناف جو چاہیں کریں' دوسرے روز ابوجہل لعین ایک پتھر لئے آپ کے انتظار میں بیٹھ گیا اور رسول اللہ ﷺ حسب عادت نماز کے لئے تشریف لائے۔ آپ کا قبلہ بیت المقدس تھا' چنانچہ آپ جب نماز پڑھتے حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہوتے کہ بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی طرف رخ ہو' رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ادھر قریشی اپنی مجلسوں میں یہ منظر دیکھنے کے انتظار میں تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ سجدہ ریز ہوئے تو ابوجہل پتھر اٹھائے آپ کی طرف لپکا' آپ کے قریب ہوا تو الٹے پاؤں بھاگا' رنگ فق تھا' سراسیمہ اور خوف زدہ تھا' پتھر ہتھیلی سے چپک گیا' بمشکل ہاتھ سے جدا کیا' قریشیوں نے قریب آکر پوچھا جناب ابوالحکم کیا بات ہے تو اس نے کہا میں گذشتہ رات کے پروگرام کے مطابق' پتھر مارنے کے لئے قریب ہوا تو ان کے ورے ایک قوی اونٹ نمودار ہوا' میں نے اس جیسا بڑا سر' موٹی گردن اور تیز دانت کسی اونٹ کے نہیں دیکھے وہ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔ بقول ابن اسحاق' مجھے کسی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ جبرائیلؑ تھے اگر وہ قریب ہوتا تو اسے پکڑ لیتے۔

حافظ بیہقی نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ میں ایک روز بیت اللہ میں موجود تھا کہ ابوجہل ملعون نے کہا میں نے نذر مانی ہے کہ اگر میں نے محمدؐ کو سجدہ ریز دیکھا تو اس کی گردن لتاڑوں گا' میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کی تو رسول اللہ ﷺ غضبناک ہو کر مسجد کی طرف آئے اور عجلت میں بجائے دروازے کے' دیوار پھاند کر مسجد میں داخل ہوئے' میں نے کہا آج بدترین دن ہے۔ چنانچہ میں بھی تیار ہو کر آپ کے پیچھے چلا آیا۔ آپ نے سورہ علق کی تلاوت شروع کی اور **کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راہ استغنیٰ** پڑھا تو کسی نے ابوجہل سے کہا' جناب یہ محمدؐ ہیں' تو ابوجہل نے کہا جو میں دیکھ رہا ہوں کیا آپ کو نظر نہیں آرہا' واللہ! اس نے آسمان کا افق محیط کر رکھا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے سورت کی آخری آیات پڑھیں تو سجدہ کیا۔ مسند احمد میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوجہل نے کہا واللہ! اگر میں نے محمدؐ کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتا دیکھ لیا تو گردن پامال کر دوں گا' رسول اللہ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا اگر اس نے یہ حرکت کی تو فرشتے اسے روبرو پکڑ لیں گے اور امام بخاری نے یہ روایت از یحییٰ از عبدالرزاق بیان کی ہے۔

داؤد بن ابی ہند نے بذریعہ عکرمہ' ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے' ابوجہل نے دیکھ کر کہا' میں نے آپ کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں تھا؟ تجھے معلوم ہے کہ یہاں مجھ سے کسی کی محفل بڑی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے ڈانٹ دیا تو جبرائیل نے کہا **فلیدع نادیه سندع الزبانیه** (۹۶/۱۸) واللہ! اگر وہ اپنے مجلسی بلا لیتا تو اسے عذاب کے فرشتے پکڑ لیتے۔ احمد' ترمذی صحیح النسائی من طریق ابی داؤد۔ امام احمد' (اسماعیل بن یزید ابو زید' فرات' عبدالکریم' عکرمہ بن عباس) **قال' قال ابوجہل لئن رایت محمدا عند الکعبة یصلی لا تیته حتی اطاعنقه قال فقال لو فعل لاخذته الزبانیه عیانا**

ابو جعفر بن جریر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابوجہل نے کہا اگر مقام ابراہیم کے پاس آئندہ میں نے محمدؐ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو اسے ہلاک کر دوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے (**لنسفعا بالناصية ناصية كاذبة خاطئة فليدع ناديه سندع الزبانية**) (۹۶/۱۹) یہ آیات اتاریں' رسول اللہ ﷺ آکر نماز پڑھنے لگے تو کسی نے کہا ارادے کی تکمیل سے کیا چیز مانع ہے' ابوجہل نے کہا' میرے اور اس کے درمیان زرہ پوش لشکروں کی سیاہی حائل ہے۔ اگر وہ اپنی جگہ سے کچھ حرکت کرتا تو اسے ملائکہ لوگوں کے رو بہ رو پکڑ لیتے۔

ابن جریر نے ابوہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ ابوجہل نے کہا' کیا محمدؐ تمہارے سامنے اپنا چہرہ خاک آلودہ کرتے ہیں یعنی سجدہ کرتے ہیں' تو سب نے کہا' جی ہاں' یعنی سجدہ کرتے ہیں۔ تو ابوجہل نے کہا' لات و عزیٰ کی قسم اگر میں نے اسے آئندہ نماز پڑھتے دیکھ لیا تو اس کی گردن پامال کر دوں گا اور اس کا چہرہ مٹی میں رلا دوں گا' رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ کر گردن لتاڑنے کے لئے آگے بڑھا تو فوراً الٹے پاؤں پیچھے ہٹا اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کر رہا تھا' کسی نے پوچھا کیا بات ہے۔ تو اس نے کہا میرے اور اس کے درمیان آگ کی خندق حائل ہے' خوف و خطرہ اور بال و پر' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ میرے قریب پھٹکتا تو فرشتے اس کی تکا بوٹی کر دیتے اور اللہ تعالیٰ نے سورہ علق کی یہ آخری آیات **کلا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی** (۹۸/۱۶) اتاری۔ امام احمد' مسلم' نسائی' ابن ابی حاتم اور بیہقی نے بھی یہ روایت **معتمر** سے بیان کی ہے۔

امام احمد (وہب بن جریر' شعبہ' ابواسحاق' عمرو بن میمون) عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن کے علاوہ کبھی قریش کو بددعا دیتے نہیں دیکھا وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کا ایک گروہ موجود تھا۔ اور اونٹ کی اوجھ قریب پڑی تھی۔ تو آپس میں کہنے لگے' اس اوجھ کو' کون اس کی پیٹھ پر ڈالے گا' عقبہ بن ابی معیط نے کہا' میں یہ کارنامہ سرانجام دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ میں گئے تو اس نے یہ اوجھ آپ کی پشت مبارک کے اوپر ڈال دی' آپ برابر سجدہ کی حالت میں رہے۔ کسی نے بتایا تو حضرت فاطمہ آئیں اور اوجھ پکڑ کر اتار دیا تو رسول اللہ ﷺ نے بددعا دی یااللہ! قریش کے ان سرداروں کو پکڑ لے۔ یااللہ عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ' یااللہ شیبہ بن ربیعہ کو پکڑ' یااللہ ابوجہل کو پکڑ' یااللہ عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ' یااللہ ابی بن خلف کو پکڑ یا امیہ بن خلف کو' (یہ شک شعبہ کو لاحق ہوا) عبداللہؓ کہتے ہیں جنگ بدر میں یہ سب لوگ قتل ہوئے اور قلیب بدر میں گھسیٹ کر ڈال دیئے گئے' علاوہ ابی یا امیہ کے وہ

بھاری بھرکم تھا وہیں پڑا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ امام بخاری نے اس روایت کو متعدد مقامات پر بیان کیا ہے اور مسلم میں مذکور ہے۔ درست یہ ہے کہ امیہ بن خلف ہی جنگ بدر میں قتل ہوا اور اس کا بھائی جنگ احد میں قتل ہوا جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ السلا' وہ جھلی جو اونٹنی کے بچہ کی ولادت کے ساتھ نکلتی ہے جیسے مشیمہ جو بچے کی ولادت کے وقت رحم سے نکلتی ہے۔

نماز کے بعد دعا : بخاری کی بعض روایات میں کہ جب انہوں نے اوجھ آپ کی پشت پر رکھ دی تو یہ ملعون مارے خوشی کے ہنستے ہنستے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ فاطمہ نے اوجھ ہٹا کر ان کو برا بھلا کہا اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہاتھ اٹھا کر ان پر بددعا کی اور جب انہوں نے آپ کو دعا کرتے دیکھا تو ہنسی بھول گئے اور آپ کی بددعا سے خائف ہوئے۔ آپ نے سب رؤسائے قریش پر بددعا کی پھر اپنی دعا میں سات کے نام لئے' اکثر روایات میں چھ کا نام ہے۔ (۱) عتبہ (۲) شیبہ پسران ربیعہ (۳) ولید بن عقبہ (۴) ابوجہل بن ہشام (۵) عتبہ بن ابی معیط (۶) امیہ بن خلف۔ ابن اسحاق کہتے ہیں ساتواں مجھے بھول گیا۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں ساتواں عمارہ بن ولید ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

اراشی اور ابوجہل : یونس بن بکیر' محمد بن اسحاق' عبدالملک بن ابی سفیان ثقفی سے بیان کرتے ہیں کہ موضع اراش سے کوئی آدمی اپنے اونٹ مکہ میں لایا' ابوجہل نے اس سے اونٹ خرید لئے اور قیمت ادا کرنے سے ٹال مٹول کرنے لگا وہ اراشی تاجر قریش کی محفل میں آیا اور رسول اللہ ﷺ بھی مسجد کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے اس نے عرض کیا' اے رؤسائے قریش! مجھے ابوجہل سے کون رقم لے کر دے گا۔ میں اجنبی اور مسافر ہوں' اس نے میرا حق دبا لیا ہے۔ تو اہل مجلس نے ازراہ مذاق' رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا' اس کے پاس جاؤ وہ آپ کی فریاد رسی کرے گا چنانچہ اراشی تاجر نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کی تو آپ اس کے ساتھ ہو لئے' جب رسول اللہ ﷺ کو اس کے ہمراہ جاتے ہوئے دیکھا تو اپنے ایک مبصر ساتھی کو کہا' دیکھو کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا تو آواز آئی کون ہے۔ آپ نے فرمایا' محمدؐ۔ باہر تشریف لایئے چنانچہ وہ باہر آیا اس کا رنگ فق تھا کاٹو تو لہو نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا حق ادا کرو' تو اس نے کہا ٹھہرو ابھی لایا چنانچہ اس نے اندر سے رقم لا کر اس کے حوالے کر دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ واپس چلے آئے اور اراشی سے کہا اب اپنا کام کرو' اراشی نے اسی مجلس میں آکر کہا' جزاہ اللہ خیرا' اللہ اسے جزائے خیر دے میں نے اپنی رقم لے لی ہے۔ مبصر ساتھی واپس آیا تو اس سے پوچھا ارے بتاؤ! کیا دیکھا' اس نے کہا عجوبہ' واللہ! رسول اللہ ﷺ نے اس کے دروازہ پر دستک دی' وہ باہر آیا تو بے جان جسم کا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کا حق ادا کرو' تو اس نے کہا ٹھہرو ابھی لایا' چنانچہ اس نے اندر سے رقم لا کر اس کے حوالے کر دی۔ پھر معمولی دیر بعد ابوجہل بھی آگیا تو وہ کہنے لگے افسوس! تجھے کیا ہو گیا۔ واللہ ہم نے تو ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ تو اس نے کہا' تمہارا بھلا ہو' اس نے دستک دی میں اس کی آواز سنتے ہی خوف زدہ اور مرعوب ہو گیا' پھر میں باہر آیا (اور اس کا حق ادا کر دیا) اور محمدؐ کے سر پر ایک اونٹ (سایہ افگن) تھا میں نے ایسے بڑے سر' موٹی گردن اور تیز دانتوں والا اونٹ کبھی نہیں دیکھا' واللہ اگر میں انکار کر

دیتا تو وہ مجھے ہڑپ کر جاتا۔

امام بخاری' عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن العاص سے دریافت کیا فرمایئے مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو' کون سی سب سے شدید اذیت پہنچائی' تو اس نے کہا رسول اللہ ﷺ حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر زور سے گلا گھونٹا' حضرت ابوبکرؓ آئے اور اسے کندھوں سے پکڑ کر دھکیل دیا اور فرمایا کیا تم ایک مرد کو اس بات پر مار ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ "میرا رب اللہ ہے اور بے شک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے۔" (۲۸/ ۴۰)

عمرو بن عاص یا عبداللہ بن عمرو بن عاص : ابن اسحاق نے اس کی متابعت بیان کی ہے کہ مجھے یحیٰ بن عروہ نے اپنے والد عروہ سے بتایا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو ابن عاص سے کہا اور عبدۃ نے ہشام از عروہ روایت کی ہے کہ عمرو بن عاص سے دریافت ہوا اور محمد بن عمرو نے ابو سلمہ کی معرفت عمرو بن عاص سے بیان کیا ہے۔ حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ عبدۃ مذکور کی طرح سلیمان بن بلال نے بھی ہشام بن عروہ سے بیان کیا ہے۔ اس روایت میں امام بخاری منفرد ہیں اور اس روایت کو متعدد مقامات پر درج کیا ہے اور بعض میں صراحتہ" عبداللہ بن عمرو بن عاص کہا ہے اور اسی "ابن عاص" سے عبداللہ بن عمرو بن عاص مراد لینا روایت عروہ کے مطابق زیادہ قرین قیاس ہے اور ابن عاص سے عمرو بن عاص مراد لینا' قدیم واقعہ کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے۔

حافظ بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس' محمد بن اسحاق' یحیٰ بن عروہ) عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو قریش سے کون سی زیادہ اذیت پہنچی تو اس نے کہا شرفاء قریش ایک روز حطیم کعبہ میں اکٹھے ہوئے رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے اس شخص کی باتوں سے ہمارا پیمانہ صبرلبریز ہو چکا ہے۔ ہمیں نامعقول گردانتا ہے۔ آباء و اجداد کو سب و شتم کرتا ہے۔ دین میں کیڑے نکالتا ہے۔ اتحاد و اتفاق کو پاش پاش کرتا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمیں اس سے نہایت تکلیف ہے۔ وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ادھر آ نکلے۔ آپ نے حجر اسود کا بوسہ لے کر طواف شروع کر دیا' طواف کرتے ہوئے جب آپ ان کے پاس سے گزرے تو مشرکین نے آپ کو کسی بات کا طعنہ مارا اور اس بات کی ناگواری آنحضور ﷺ کے چہرہ مبارک سے ہویدا تھی۔ جب آپ دوسرے چکر میں آئے تو پھر بھی انہوں نے نازیبا الفاظ کہے' رسول اللہ ﷺ کے بشرے پر اس حقارت آمیز رویہ سے کراہت و نفرت کے آثار نمایاں تھے۔ پھر آپ تیسرے چکر میں ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے سابق رویہ اختیار کیا تو آپؐ نے فرمایا' قریشیو! سن رہے ہو! اللہ کی قسم! (**لقد جئتکم بالذبح**) آپ کی یہ بات سن کر سب خاموش ہو گئے' یہاں تک کہ سب سے زیادہ کینہ ور بھی آپ کو تسلی تشفی دینے لگا۔ جناب ابوالقاسم! آپ خیروبرکت سے تشریف لے جایئے' آپ نادان نہیں ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لے گئے۔

دوسرے روز پھر ان کا اجتماع حطیم میں ہوا' میں بھی ان میں شامل تھا' چنانچہ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ کل کی بات تم سب کو یاد ہے اور جب اس نے تم کو ناگوار اور نازیبا الفاظ کہے تو تم نے اس کو (بغیر کچھ کہے) چھوڑ دیا' وہ یہ بات چیت کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے اور وہ یک لخت آپ کو گھیرے میں لے کر کہنے لگے تو وہی ہے جو ایسے ایسے نازیبا کلمات اپنے منہ سے نکالتا ہے اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے ہاں! ہاں! میں یہ (سچی) باتیں کہتا ہوں۔ اور میں نے یہ سانحہ دیکھا کہ کسی نے آپ کی چادر پکڑ کر (زور سے گلا گھونٹا) اور ابوبکر کھڑے دفاع کرتے ہوئے کہہ رہے تھے افسوس! کیا تم ایسے آدمی کو مار ڈال رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ پھر وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ یہ سب سے شدید سانحہ ہے جو میں نے دیکھا۔

رؤسائے قریش کا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے خلاف ابوطالب کے پاس اجتماع اور ابوطالب کو جو آپ کی حمایت و نصرت میں سرگرم تھے۔ ان کے ساتھ تعاون کرنے سے روکنا اور یہ تمنا کرنا کہ آپؐ کو ہمارے سپرد کردیں

امام احمد نے انسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ کے دین کی اشاعت میں اس قدر اذیتیں دی گئیں کہ اور کسی کو نہیں دی گئیں اور مجھے اللہ کی راہ میں اس قدر ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا خوف زدہ نہیں کیا گیا۔ اور مجھ پر تیس شب و روز ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال کے پاس صرف اتنی خوراک تھی جسے بلال' بغل میں دبائے ہوئے تھے۔ ترمذی' ابن ماجہ بہ سند حماد بن سلمہ بقول ترمذی حسن صحیح ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ پر آپ کے چچا ابوطالب نہایت مہربان تھے آپ کی حفاظت و مدد کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ دین کی اشاعت میں منہمک تھے اور عزم و ارادے میں پختہ تھے' آپ کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی تھی۔ جب قریش نے محسوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے بتوں کی عیب جوئی وغیرہ سے دستبردار نہیں ہو رہے اور ابوطالب ان پر نہایت شفیق و مہربان ہے' ان کی حمایت کرتا ہے اور ان کو قوم کے سپرد کرنے کیلئے تیار نہیں تو قریش کے (درج ذیل) شرفا ابوطالب کے پاس آئے۔

عتبہ' شیبہ پسران ربیعہ بن عبد شمس بن عبدمناف' ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس' ابوالبختری العاص بن ہشام بن حارث بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ' اسود بن عبدالمطلب بن عبدالعزیٰ' ابوجہل بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم' ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی۔ نبیہ و منبہ پسران حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعید بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی' عاص بن وائل بن سعید بن سہم' بقول ابن اسحاق یا کچھ قریش اور عرض کیا' جناب ابوطالب! تیرے برادر زادہ نے ہمارے خداؤں کو سب و شتم کیا ہے۔ ہمارے دین پر نکتہ چینی کی ہے۔ ہمیں بے عقل گردانا ہے اور ہمارے آباء کو گمراہ کہا ہے۔ یا تو آپ ان کو روک لیں یا آپ ہمارے درمیان سے ہٹ جائیں' (آپ

بھی تو اس کے برعکس ہمارے دین پر ہیں) ہم اس کا انتظام کر لیں گے۔ ابو طالب نے پیار و محبت سے بات کی اور عمدہ جواب دیا چنانچہ وہ خوشی خوشی واپس چلے گئے۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنے طریق کار پر گامزن رہے۔ اللہ کے دین کی اشاعت کرتے اور اس کی طرف دعوت پیش کرتے۔

پھر رسول اللہ ﷺ سے تکرار ہوئی یہاں تک نفرت بڑھی اور بغض و عناد برپا ہوا اور قریش رسول اللہ ﷺ کا ہر مجلس میں تذکرہ کرتے اور ایک دوسرے کو ملامت کرتے اور آپ کے خلاف مشتعل کرتے۔ پھر دوبارہ ابو طالب کے پاس آ کر کہنے لگے' آپ پیر مرد اور معمر بزرگ ہیں قابل احترام شخصیت ہیں اور عالی رتبہ سردار ہیں' ہم نے عرض کیا تھا کہ آپ ان کو منع کریں اور آپ نے ان کو منع نہیں کیا' اس کا یہ رویہ ناقابل برداشت ہے۔ ہمارے آباء کو گالی دینا' ہمیں نامعقولیت کا طعنہ مارنا اور بتوں پر نکتہ چینی کرنا ایک ناقابل برداشت امر ہے۔ آپ ان کو ایسی باتوں سے روکیں یا ہم آپ سے برسرپیکار ہو جائیں۔ یہاں تک کہ ایک فریق فنا ہو جائے۔ یہ مطالبہ پیش کر کے وہ واپس چلے گئے۔ ابو طالب کو اپنی قوم سے علیحدگی اور دشمنی بھی آسان کام نہ تھا ادھر رسول اللہ ﷺ کو بھی تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑ دینا پسند نہ تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یعقوب بن عتبہ نے مجھے بتایا کہ قریش جب ابو مطلب کو دھمکی نما مطالبہ پیش کر کے چلے گئے تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کو بلا کر کہا اے ابن اخ! اے بھتیجے! وہ لوگ آئے تھے اور یہ یہ کہہ کر چکے گئے ہیں آپ مجھ پر اور اپنی ذات پر رحم کھایئے اور ناقابل برداشت بوجھ مجھ پر نہ ڈالیئے۔ رسول اللہ ﷺ سمجھے کہ چچا ابو طالب کو کوئی نئی بات سوجھی ہے اور وہ مجھے بے سہارا یکتا و تنہا چھوڑ دیں گے اور وہ میری حمایت و نصرت سے بے بس ہو چکے ہیں۔ بنابریں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے چچا جان! واللہ اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب اور بائیں پر مہتاب بھی رکھ دیں تو اس کو غالب کئے بغیر یا اس راہ میں جان نثار کئے بغیر باز نہ آؤں گا۔ یہ فرما کر رسول اللہ ﷺ آب دیدہ ہو گئے اور روتے ہوئے چلے گئے تو ابو طالب نے پکارا' آیئے اے جان عم! رسول اللہ ﷺ واپس آئے تو ابو طالب نے کہا۔ جاؤ' جو پسند ہو کہو' واللہ میں آپ کو کسی قیمت پر تنہا نہ چھوڑوں گا۔

نئی چال اور عمارہ : قریش سمجھ گئے کہ ابو طالب آپ کو کسی قیمت پر تنہا چھوڑنے والے نہیں اور قوم سے علیحدگی اور دشمنی پر آمادہ ہیں تو آپ کی خدمت میں عمارہ بن ولید کو یہ کہہ کر پیش کیا' جناب ابو طالب! عمارہ بن ولید' بلند قامت اور خوبرو جوان ہے' آپ اسے اپنا لیں۔ اس کی خرد و عقل اور تعاون محض آپ ہی کے لئے ہے۔ آپ اس کو بیٹا تصور کریں بس وہ آپ کا ہے اور اپنا بھتیجا ہمارے سپرد کر دیں ہم اسے قتل کر دیں گے یہ جان کے بدلے جان ہے۔ آپ کے آبائی دین کی مخالفت کرتا ہے اور اتحاد کو پارہ پارہ کرتا ہے اور سب کو بے وقوف کہتا ہے' تو ابو طالب نے کہا' واللہ! تم مجھے بدترین سزا دینا چاہتے ہو کیا میں تمہارے بیٹے کو اپنا کر کھلاؤں پلاؤں اور تم میرے بیٹے کو لے کر تہ تیغ کر دو' واللہ ایسا کبھی نہ ہو گا۔ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبدمناف بن قصی نے کہا' بخدا جناب ابو طالب' قوم نے منصفانہ فیصلہ کیا ہے اور آپ کو ایک مخمصے سے بچانے کی کوشش کی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسے قبول نہیں کریں گے۔ ابو طالب نے

مطعم سے کہا قوم نے ذرا بھر انصاف نہیں کیا اور تم بھی میری رسوائی اور قوم کی مدد کرنے کا ارادہ کر چکے ہو جو دل چاہے کرو۔ معاملہ بگڑ گیا' تنازع بڑھ گیا' قوم نے چیلنج کر دیا اور ایک دوسرے کو للکارنے لگے تو ابوطالب نے اس صورت حال کو واضح کرتے ہوئے مطعم اور دیگر مخالفین عرب کو آگاہ کرنے کے لئے چند اشعار کہے۔

ألا قل لعمرو والوليد ومطعم ألا ليت حظي من حياطتكم بكر

من الخور حبحاب كثير رغاؤه يرش على الساقين من بوله قطر

تخلف خلف الورد ليس بلاحق إذا ما علا الفيفاء قيل له وبر

أرى أخوينا من أبينا وأمنا إذا سئلا قالا إلى غيرنا الأمر

بلى لهما أمر ولكن تجرجما كما جرجمت من رأس ذي علق الصخر

(خبردار! عمرو' ولید اور مطعم کو کہہ دو' سنو! کاش تمہارے تعاون کی بجائے' میرے نصیب میں پست قد اونٹ ہوتا۔ بوجہ کمزوری کے' اس کا بڑبڑانا زیادہ ہے۔ اس کے بول کے چھینٹے پنڈلیوں پر گرتے ہیں۔ گھاٹ سے پیچھے رہ گیا ہے گلہ سے مل نہیں سکتا جب وہ میدان میں ہوتا ہے تو اسے وبر کہا جاتا ہے۔ (وبر بلی کے مشابہ جانور) میں اپنے دو حقیقی بھائیوں کو دیکھتا ہوں جب ان سے بات کی جائے تو وہ کہتے ہمارے بس کی بات نہیں۔ کیوں نہیں ان کا ہی معاملہ ہے لیکن وہ اپنے مقام سے گر چکے ہیں جیسے پہاڑ کی چوٹی سے پتھر گر پڑتا ہے)

أخص خصوصاً عبد شمس ونوفلا هما نبذانا مثل ما نبذ الجمر

هما أغمزا للقوم في أخويهما فقد أصبحا منهم أكفهما صفر

هما أشركا في المجد من لا أبا له من الناس إلا أن يرس له ذكر

وتيم ومخزوم وزهرة منهم وكانوا لنا مولى إذا بغي النصر

فوالله لا تنفك منا عداوة ولا منكم ما دام من نسلنا شفر

(عبد شمس اور نوفل کو بالخصوص مخاطب کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمیں کنکریوں کی طرح نظر انداز کر دیا ہے۔ انہوں نے قوم میں اپنے بھائیوں کو بے آبرو کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ بھی قوم کی طرف سے ناامید ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مجد و شرف میں ایسے شخص کو شریک کار بنا لیا جس کا باپ غیر معروف ہے الا یہ کہ اس کا ذکر اور نام پنہاں ہو۔ بنی تیم' بنی مخزوم اور بنی زہرہ بھی ان میں شامل ہو گئے حالانکہ وہ ہمارے ساتھی ہوتے تھے جب مدد مطلوب ہوتی تھی۔ بخدا' ہماری اور تمہاری عداوت اس وقت تک رہے گی جب تک ہماری نسل کا ایک فرد بھی زندہ رہا)

ابن ہشام کہتے ہیں قصیدہ کے دو اشعار ہم نے فحش ہونے کی وجہ سے ترک کر دیئے ہیں۔

قریش کا ناتواں مسلمانوں کو بے حد اذیت دینا : صحابہ کرام کے خلاف قریش نے لوگوں کو اشتعال دلایا۔ چنانچہ ہر قبیلہ اپنے قبیلہ کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا اور دین سے برگشتہ کرنے کے لئے ہر جتن کرتا اور نبی علیہ السلام اپنے چچا کے باعث محفوظ و مامون تھے۔ ابوطالب نے جب قریش کا بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ جارحانہ رویہ دیکھا تو ان کو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت و مدافعت کی ترغیب دی چنانچہ وہ سب اس

بات پر متفق ہو گئے اور سب نے بجز ابولہب ملعون کے آپ کی دعوت پر لبیک کہا چنانچہ ابوطالب نے چند اشعار میں ان کی اس حوصلہ افزائی کی تعریف و ستائش کی۔

إذا اجتمعت يوما قريش لمفخر فعبد مناف سرها وصميمها
وإن حصلت اشراف عبد منافها ففي هاشم اشرافها وقديمها
وإن فخرت يوما فان محمداً هو المصطفى من سرها وكريمها
تداعت قريش غثها وسمينها علينا فلم تظفر وطاشت حلومها

(جب کسی وقت قریش فخر و مباہات کی مجلس میں جمع ہوں تو عبد مناف ان کے سرفہرست ہوں گے۔ اگر عبد مناف کے اشراف یکجا جمع ہو جائیں تو بنی ہاشم کے اشراف' قدیمی اور برتر ہیں۔ اگر بنی ہاشم کبھی بزرگی اور بڑائی کا دعویٰ کریں تو محمدؐ ہی ان میں برگزیدہ اور ممتاز ہیں۔ سب توانا و ناتواں قریش ہمارے خلاف اکٹھے ہو گئے وہ کامیاب نہ ہو سکے اور وہ بدحواس ہو گئے)

وكنا قديما لانقر ظلامة اذ ما ثنوا صعر الرقاب نقيمها
ونحمي حماها كل يوم كريهة ونضرب عن أحجارها من يرومها
بنا انتعش العود الزواء وإنما با كنافنا تندى وتنمى أرومها

(ہم عہد قدیم میں ظلم برداشت نہ کرتے تھے جب وہ کج رو ہوتے تھے تو ہم متکبر لوگوں کو سیدھا کر دیتے تھے۔ ہر آڑے وقت میں' ہم اس کے چراگاہ کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کا قصد و ارادہ کرنے والے کو زدوکوب کرتے ہیں۔ ہماری بدولت سمٹی ہوئی خشک لکڑی اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور اس کی جڑ ہماری پناہ میں تازگی اور نشوونما پاتی ہے)

حسب طلب معجزات کیونکر ظاہر نہ ہوئے : رسول اللہ ﷺ پر مشرکین کی نکتہ چینی اور مختلف قسم کے معجزات کا طلب کرنا محض ضد و عناد کی بناء پر تھا۔ رشد و ہدایت کی خاطر نہ تھا۔ اسی لئے ان کے اکثر مطالبے معجزات کے متعلق منظور نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا اگر انہوں نے معجزات دیکھ بھی لئے تو پھر بھی اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے اور اپنی گمراہی اور ضلالت میں ششدر رہیں گے۔ فرمان الٰہی (۶/۱۱۰) ہے "اور یہ مکہ کے کافر سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تو ان کے پاس ایک نشانی لے کر آئے اور وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ اے پیغمبرؐ کہہ دے کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اسی کے اختیار میں ہیں اور اے مسلمانو! تم کیا جانو شاید جب یہ نشانیاں آئیں تو یہ ایمان لائیں یا نہ لائیں اور ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے جیسے پہلی بار نشانی پر ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی شرارت میں بھٹکتا چھوڑ دیں گے اور اگر ہم ان پر آسمان سے فرشتے اتاریں اور مردے ان سے باتیں کریں اور ہر چیز کو' ہر نشانی کو جو وہ چاہتے ہیں اور ہر جاندار کو ان کے سامنے لا کر اکٹھا کر دیں جب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں مگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ اور بات ہے لیکن ان میں سے اکثر نادان ہیں۔"

قرآن (۱۰/۹۶) میں ہے "اور نہ منع کیا ہمارے تئیں یہ کہ بھیج دیں ہم نشانیاں مگر یہ کہ جھٹلایا تھا ساتھ

ان کے پہلوں نے اور دی ہم نے ثمود کو اونٹنی دلیل، پس ظلم کیا انہوں نے اس پر اور نہیں بھیجتے ہم نشانیوں کو مگر واسطے ڈرانے کے۔"

ارشاد باری تعالیٰ (۱۷/۹۰) ہے اور کہا انہوں نے ہرگز نہ مانیں ہم واسطے تیرے یہاں تک کہ پھاڑ دے تو واسطے ہمارے زمین میں سے چشمہ یا ہو واسطے تیرے باغ کھجوروں کا اور انگوروں کا پس پھاڑ لائے تو نہریں درمیان ان کے پھاڑ لانا یا ڈال دے تو آسمان کو جیسا کہا کرتا ہے تو اوپر ہمارے ٹکڑے ٹکڑے یا لے آئے تو اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو مدمقابل یا ہو واسطے تیرے ایک گھر سونے کا یا چڑھ جائے تو بیچ آسمان کے اور ہرگز نہ مانیں گے ہم چڑھ جانے تیرے کو یہاں تک کہ اتار لائے اوپر ہمارے کتاب کہ پڑھیں ہم اس کو، کہہ کہ پاک ہے پروردگار میرا، نہیں ہوں میں مگر آدمی پیغام پہنچانے والا۔

ہم نے تفسیر میں اس قسم کی آیات پر متعدد مقامات میں بخوبی بحث کی ہے، وللہ الحمد۔

رسول اللہ ﷺ کو لالچ دینا : یونس اور زیاد (ابن اسحاق، مصری شیخ محمد بن ابی محمد، سعید بن جبیر، عکرمہ) ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ چند رؤسائے قریش جن کے نام ابھی گنوائے کعبہ کے پاس مغرب کے بعد جمع ہوئے، آپس میں کہنے لگے محمدؐ کے پاس پیغام بھیجو وہ آئے تو اس سے بات چیت کرو اور اس سے جھگڑا اور مناظرہ کرو یہاں تک کہ ان کو لاجواب کر دو۔ چنانچہ انہوں نے یہ پیغام بھیجا کہ رؤسائے قریش آپ سے گفتگو کرنے کی خاطر جمع ہو چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فوراً چلے آئے، آپ کا خیال تھا کہ شاید وہ اسلام کی طرف مائل ہو چکے ہیں، آپ ان کی رشد و ہدایت کے شدید خواہش مند تھے اور ان کی تکلیف آپ کو گراں گزرتی تھی اور ان کے پاس آکر بیٹھ گئے وہ کہنے لگے، جناب محمدؐ! ہم نے آپ کے پاس یہ پیغام اس لئے بھیجا ہے کہ آپ سے دو ٹوک فیصلہ کریں۔ واللہ قوم کے لئے آپ سے زیادہ کوئی شخص نقصان دہ نہیں، آپ نے آباء کو گالی گلوچ کیا، دین پر نکتہ چینی کی، معبودوں کو گالی گلوچ کیا، جماعت کا شیرازہ بکھیر دیا غرضیکہ ہر قبیح فعل کا آپ نے ارتکاب کیا۔ اگر اس انوکھے دین سے آپ کا مقصد طلب زر ہے تو ہم اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ سب سے سرمایہ دار ہو جائیں گے، اگر کوئی منصب حاصل کرنا مقصد ہے تو ہم آپ کو رئیس تسلیم کر لیں گے اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو تاجدار بادشاہ مان لیں گے۔ اگر آپ آسیب میں مبتلا ہیں تو ہم سرمایہ صرف کر کے آپ کا شافی علاج کروا دیں گے اور ہم آپ کا عذر و بہانہ رفع کر دیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بات تم سمجھتے ہو، وہ مجھے لاحق نہیں میں جو دین آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اس سے میرا مقصد طلب مال، حصول عزت و جاہ اور بادشاہ بننا نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف رسول مبعوث کیا ہے اور مجھ پر قرآن اتارا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ مسلم (کو جنت کا) مژدہ سناؤں اور کافر کو دوزخ سے ڈراؤں اور آگاہ کروں چنانچہ میں نے آپ کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا ہے اور میں نے خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے اگر آپ میرا پیش کردہ دین قبول کر لیں تو زہے قسمت، ورنہ میں اللہ کے حکم اور فیصلے کا منتظر ہوں۔ (اوکما قال رسول اللہ)

دیگر حربہ : کفار نے کہا، اگر آپ ہماری یہ تجاویز ٹھکرا دیتے ہیں تو سنیں! ہمارا علاقہ بہت تنگ اور ناکافی

ہے۔ مال مویشی کم اور سامان زندگی ناپید ہے۔ اپنے رب سے جس نے آپ کو دین عطا کر کے مبعوث کیا ہے' سوال کیجئے کہ ان پہاڑوں کو ہم سے دور لے جائے' جن کے باعث ہمارا ملک تنگ ہو گیا ہے اور ہمارا علاقہ وسیع و عریض کر دے اور اس میں شام اور عراق کی طرح نہریں چلا دے اور ہمارے پیش رو لوگوں کو زندہ کر دے۔ من جملہ ان کے قصی بن کلاب ہو وہ قوم کے راست گو رئیس تھے' ہم ان سے آپ کے دین کے بارے پوچھیں کیا وہ برحق ہے یا باطل۔ اگر آپ نے ہمارے مطالبے منظور کر لئے اور ان رفتگان نے زندہ ہو کر آپ کی تصدیق کر دی تو ہمیں اللہ کے ہاں آپ کا رتبہ معلوم ہو جائے گا اور ہم مان لیں گے کہ اللہ نے آپ کے قول کے مطابق آپ کو رسول بنا کر مبعوث کیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں اس کام کے لئے مبعوث نہیں ہوا' میں تو صرف وہ دین لے کر آیا ہوں جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے چنانچہ میں نے وہ دین آپ کو پہنچا دیا ہے اگر قبول کرو تو دنیا اور آخرت میں مژدہ روح افزا' ورنہ میں اللہ کے حکم کے صادر ہونے کا انتظار کروں گا۔

کفار نے پھر کہا' چلو' یہ بات منظور نہیں تو کچھ اپنی ذات کے لئے ہی مانگ لو کہ وہ آپ کے ہمراہ فرشتہ نازل فرما دے جو آپ کے فرمان کی تائید کرے اور آپ کی جانب سے ہمارے سوالات کا جواب دیا کرے۔ نیز آپ ہمارے لئے باغات مال و دولت کے خزانے اور سیم و زر کے محلات طلب کریں اور آپ کو روزگار سے بے نیاز کر دے کیونکہ آپ بھی تو ہماری طرح حصول معاش کی خاطر بازاروں میں گھومتے رہتے ہیں۔ (اگر آپ کو یہ میسر ہو جائے) تو ہمیں آپ کا جاہ و منصب معلوم ہو جائے گا جیسے کہ آپ خود کہتے ہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں ایسا نہیں کروں گا اور نہ ہی میں ان چیزوں کا اللہ سے سوال کروں گا اور میں اس کی خاطر آپ کی طرف مبعوث بھی نہیں ہوا لیکن مجھے تو اللہ تعالیٰ نے صرف مژدہ سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر مبعوث کیا ہے۔ اگر آپ میرا فرمان قبول کر لیں تو دنیا اور آخرت میں یہی خوش قسمتی ہے اگر آپ میرے فرمان کو رد کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور حکم تک صبر کروں گا۔

وہ کہنے لگے (یہ دین ہمیں نامنظور ہے) پس ہم پر آسمان گرا دیجئے جیسا کہ آپ کا گمان ہے کہ رب چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ اس کے بغیر ہم آپ پر یقین نہیں کر سکتے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ چاہے تو آپ پر آسمان گرا سکتا ہے وہ پھر کہنے لگے' جناب محمدؐ! آپ کے رب کو معلوم نہ تھا کہ ہم آپ کے ساتھ مجلس میں ہوں گے اور آپ سے یہ سوالات کریں گے اور آپ سے مطالبات کریں گے اور وہ آپ کو پہلے سے بتا دیتا اور ہمارے سوالات کے جوابات بتا دیتا اور ہمارے نہ ماننے کی صورت میں' آپ کو ہمارے انجام سے آگاہ کر دیتا۔ معلوم ہوا ہے کہ یمامہ کا ایک "رحمان" نامی شخص آپ کو سکھاتا ہے' بخدا ہم رحمان پر کبھی ایمان نہ لائیں گے جناب! ہم نے آپ کے سب حیلے' بہانے ختم کر دیئے ہیں۔ واللہ اب ہم آپ کو اور آپ کے منصوبے کو مزید موقع فراہم نہ کریں گے۔ ہم زندہ رہیں گے یا آپ۔ بعض نے کہا ہم فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور کسی نے کہا ہم آپ پر کبھی ایمان نہ لائیں گے تاوقتیکہ آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔

عبداللہ بن ابی امیہ : جب وہ ایسی بیہودہ باتیں کرنے لگے تو آپ اٹھ کر چلے آئے اور آپ کے ہمراہ پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بھی تھا۔ اس نے کہا جناب محمدؐ! قوم نے آپ کے پاس متعدد تجاویز پیش کیں۔ آپ نہ مانے' پھر انہوں نے اپنے لئے چند مراعات طلب کیں کہ اللہ کے ہاں آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہو سکے۔ آپ وہ بھی نہ کر سکے پھر انہوں نے کہا' آپ بہ عجلت تمام وہ عذاب لے آئیے جس سے آپ ان کو ڈراتے ہیں۔ باقی رہا میں' واللہ آپ پر کبھی ایمان نہ لاؤں گا تاوقتیکہ میرے روبرو سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جاؤ اور اپنے ہمراہ کھلی چٹھی لے آؤ اور آپ کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو شہادت دیں کہ آپ واقعی رسول ہیں اور بخدا! اگر آپ یہ لے بھی آئیں تو میرا گمان ہے کہ میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا پھر وہ چلا اور رسول اللہ ﷺ بھی نہایت آزردہ گھر واپس چلے آئے' کیونکہ آپ کی امید و آرزو بار آور نہ ہوئی۔

صفا سونا بن جائے : رؤسائے قریش کی یہ مجلس سراسر ظلم و زیادتی اور عناد پر مبنی تھی' بنابریں اللہ تعالیٰ کی حکمت و رحمت کا تقاضا تھا کہ ان کے معجزات کے مطالبے منظور نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ازلی علم تھا کہ وہ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے اور وہ فوراً عذاب کے لائق ہو جائیں گے۔

جیسا کہ امام احمد (عثمان بن محمد' جریر' اعمش' جعفر بن ایاس' سعید بن جبیر) ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ صفا کو سونا بنا دیں اور پہاڑوں کو ادھر ادھر سرکا دیں کہ وہ زراعت کر سکیں تو رسول اللہ ﷺ کو وحی آئی اگر آپ چاہیں تو ان کو مہلت دیں --- ان شئت ان تستانی بھم --- "اگر چاہیں تو ان کی فرمائش پوری کر دیں' پھر اگر وہ ایمان نہ لائے تو سابقہ اقوام کی طرح تباہ ہو جائیں گے" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لا بل استانی بھم جلدی نہیں بلکہ میں ان کا انتظار کروں گا' تو اللہ تعالیٰ نے (۱۷/۵۹) آیت اتاری "اور ہم نے جو نشانیاں بھیجنا موقوف رکھا تو اس وجہ سے کہ اگلے لوگوں نے ان کو جھٹلایا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی دی۔ کھلم کھلا انہوں نے اس پر ظلم کیا۔" رواہ النسائی اور جریر۔

امام احمد (عبدالرحمان' سفیان' سلمہ بن کہیل' عمران بن حکیم) ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ "صفا" کو سونا بنا دے اور ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ایسا کرو گے بھی؟ تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے دعا فرمائی چنانچہ جبرائیلؑ نے آکر کہا کہ تیرا رب تجھے سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے اگر چاہو تو "صفا" ان کے لئے سونا بن جائے گا' پھر بعد ازیں جو شخص ایمان نہ لائے گا تو میں اسے بے مثال عذاب دوں گا اور اگر چاہو تو میں ان کے لئے رحمت اور توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' (فوری عذاب نہیں) بلکہ توبہ اور رحمت کا دروازہ وا ہو۔ یہ دونوں اسناد عمدہ ہیں اور یہ سعید بن جبیر' قتادہ اور ابن جریج سے مرسل بھی مروی ہے۔

امام احمد اور ترمذی (عبداللہ بن مبارک' یحییٰ بن ایوب' عبیداللہ بن زحر' علی بن یزید' قاسم) قاسم بن ابی امامہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میرے پروردگار نے مجھ سے یہ فرمایا کہ میرے لئے مکہ کے

پتھریلے میدان کو سونا بنا دے میں نے عرض کیا کہ مجھے دنیا کی دولت نہیں چاہئے ایک دن کھانا کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ یا اس جیسے الفاظ جب بھوکا ہوں تو گریہ زاری اور انکساری و تواضع کروں اور تیرا ذکر کروں اور جب پیٹ بھرے تو حمد و ستائش کروں یہ الفاظ امام احمد کے ہیں اور ترمذی نے اس کو "حسن" کہا ہے اور علی بن یزید راوی حدیث میں ضعیف ہے۔

علماء یہود سے دریافت کردہ سوالات : محمد بن اسحاق' ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ قریش نے مدینہ میں "علماء یہود" کے پاس نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو اس لئے بھیجا کہ وہ ان سے محمدؐ کے بارے پوچھیں آپ کی عادات و صفات ان کو بتائیں اور ان کو آپؐ کا دعویٰ رسالت و نبوت بھی بتائیں کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں اور ان کے پاس انبیاء کرام کا وہ علم ہے جو ہمارے پاس نہیں چنانچہ وہ مدینہ منورہ آئے اور علماء یہود سے رسول اللہ ﷺ کے بارے دریافت کیا' آپ کی صفات بتائیں اور آپ کے دعویٰ نبوت کا تذکرہ کر کے پوچھا' اے علماء یہود! آپ اہل تورات ہیں۔ آپ سے اس مدعی نبوت کے بارے پوچھنے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا' اس سے تین باتیں پوچھو' اگر اس نے ان کا جواب دے دیا تو وہ فرستادہ نبی ہے۔ اگر جواب نہ دے سکے تو وہ بہتان تراش' جھوٹا آدمی ہے۔ پھر اس کے بارے اپنی رائے کا اظہار کرو۔ (۱) ان نوجوانوں کے بارے میں پوچھو جو عہد قدیم میں گھر سے چلے گئے تھے' ان کا کیا واقعہ تھا؟ ان کی کہانی عجیب ہے (۲) اس آدمی کے متعلق پوچھو جس نے روئے زمین کے مشرق و مغرب کا چکر لگایا اس کا کیا قصہ ہے۔ (۳) اور اس سے روح کے بارے سوال کرو کہ وہ کیا ہے؟ اگر وہ ان سوالات کا جواب دے دے تو وہ برحق نبی ہے۔ اس کی اتباع کرو۔ اگر وہ جواب نہ دے سکے تو وہ بہتان باندھنے والا جھوٹا آدمی ہے۔ اس کے متعلق جو چاہو کرو' پھر نضر اور عقبہ نے قریش مکہ کو بتایا اے رؤسائے قریش! ہم دو ٹوک باتیں پوچھ کر آئے ہیں' جو ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کن ہیں۔ علماء یہود نے ہمیں یہ تین سوالات دریافت کرنے کو کہا ہے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوالات ان کی خدمت میں پیش کئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (**اخبرکم غداً بما سئلتم عنه**) تمہارے سوالات کا کل جواب دوں گا اور انشاء اللہ نہ کہا۔ چنانچہ وہ وعدہ فردا لے کر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ پر پندرہ روز تک کوئی وحی نہ آئی اور نہ ہی جبرائیلؑ تشریف لائے اور اہل مکہ پروپیگنڈا کرنے لگے کہ محمدؐ نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا اور آج پندرہ روز گزر گئے۔ ہمارے سوالات کا کوئی جواب نہیں۔

رسول اللہ ﷺ وحی کے رک جانے کے باعث نہایت غمناک تھے اور اہل مکہ کا شوروغل طبع نازک پر گراں تھا پھر جبرائیلؑ سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے۔ اس میں ان کے نہ ایمان پر رنج و غم سے روکنا تھا' نوجوانوں اور روئے زمین پر گھومنے والے کا تذکرہ تھا "اور روح کے متعلق آپ سے سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ روح میرے رب کا امر ہے۔" (۱۷/۸۵) ہم نے تفسیر میں اس پر بالاستیعاب بحث کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں (**فمن اراده فعليه بكشفه من هناك**) اور **ام حسبت ان اصحاب الكهف والرقيم كانوا من اياتنا عجبا** (۱۸/۹) آیات نازل ہوئیں پھر یہ قصہ بہ تفصیل بیان کیا اور قصہ کے وسط میں ان شاء اللہ کہنے

کا حکم دیا (۱۸/۲۳) اور کسی بات کو مت کہہ کہ میں کل اس کو کروں گا مگر یوں کہہ کہ چاہے اللہ اور اگر تو ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو جب خیال آئے اپنے مالک کو یاد کر (ان شاء اللہ کہہ لے) پھر قصہ موسیٰؑ بیان کیا قصہ خضر سے وابستہ ہونے کی بنا پر، پھر ذوالقرنین کا واقعہ قدرے تفصیل سے بیان کیا۔ **یسئلونک عن ذی القرنین** (۱۸/۸۳) پھر سورہ اسراء (۱۷/۸۵) میں روح کی بابت بیان کیا یہ عجائبات کائنات میں سے ہے اور اللہ کا ایک امر --- کن --- ہے اللہ نے اسے کن کہا اور وہ معرض وجود میں آگئی۔ ہر ایک مخلوق کی حقیقت، ماہیت کا علم ممکن نہیں اور اس کی اصل حقیقت بیان کرنا دشوار ہے۔ اللہ کے علم کے مقابلہ میں تمہارا علم کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔" (۱۷/۸۵)

آیت روح کب نازل ہوئی : صحیحین میں ہے کہ یہود نے مدینہ میں رسول اللہ ﷺ سے روح کے بارے سوال کیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ یہ آیت دو بار نازل ہوئی، یا بطور جواب اس کی تلاوت کی، اور یہ قبل ازیں نازل ہو چکی تھی اور یہ کہنا محل نظر ہے کہ صرف یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی اور باقی ماندہ سورہ اسراء مکہ میں نازل ہوئی، واللہ اعلم۔

قصیدہ لامیہ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابوطالب کو جب قریش کے دھاوے اور حملے کا خطرہ پیدا ہوا تو آپ نے ایک قصیدہ لامیہ کہا جس میں حرم مکہ کے ساتھ پناہ مانگی ہے اور قوم کے رؤسا سے دوستی کا اظہار کیا ہے اور بایں ہمہ چیلنج کیا ہے کہ وہ تاحیات رسول اللہ ﷺ کی مدد و نصرت سے دستبردار نہ ہو گا۔ ؎

ولما رأيت القوم لاود فيهم — وقد قطعوا كل العرى والوسائل
وقد صارحونا بالعداوة والأذى — وقد طاوعوا أمر العدو المزايل
وقد حالفوا قوما علينا أظنة — يعضون غيظا خلفنا بالانامل
صبرت لهم نفسي بسمراء سمحة — وأبيض عضب من تراث المقاول
وأحضرت عندالبيت رهطى وأخوتي — وأمسكت من أثوابه بالوصائل

(جب میں نے اپنی قوم کو دیکھا کہ ان میں کوئی محبت نہیں ہے اور انہوں نے تمام مراسم اور وسائل ختم کر دیئے ہیں۔ ہماری عداوت اور ایذا رسانی میں وہ پیش پیش ہیں اور ہمارے مہلک دشمن کی انہوں نے طاعت قبول کی ہے۔ اور ہم سے بدگمان لوگوں کے حلیف بن چکے ہیں جو ہمارے پس پشت مارے غصے کے انگلیاں دانتوں سے چباتے ہیں۔ میں ان کے مدمقابل ثابت قدم ہوں لچک دار نیزے اور قاطع تلوار سے جو بادشاہوں کا ترکہ ہیں۔ میں نے کعبہ کے پاس اپنے قبیلے اور بھائیوں کو حاضر کر دیا ہے اور میں نے اس کے غلاف کے دامن پکڑ لئے ہیں)

قياما معا مستقبلين رتاجه — لدى حيث يقضي حلفه كل نافل
وحيث ينيخ الاشعرون ركابهم — بمفضى السيول من إساف ونائل
موسمة الاعضاد أو قصراتها — مخيسة بين السديس وبازل
ترى الودع فيها والرخام وزينة — باعناقها معقودة كالعثاكل

أعوذ برب الناس من كل طاعن　علينا بسوء أو ملح بباطل

(سب اس کے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں جہاں ہر قسم کھانے والا اپنی قسم پوری کرتا ہے۔ جہاں اشعری لوگ اپنی سواریاں بٹھاتے ہیں' اساف اور نائلہ بتوں کے قریب سیلاب آنے کے مقام پر۔ جن کے بازوؤں یا گردنوں پر داغ لگے ہوئے ہیں' سدھائے ہوئے آٹھ اور نو برس کے اونٹ۔ سفید مہرے' عمدہ پتھر اور زیب و زینت ان کی گردنوں میں بندھے ہوئے دیکھے گا کھجور کی پھلدار شاخ کی طرح۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں برائی کا طعنہ مارنے والے اور باطل پر چمٹ جانے والے سے)

ومن كاشح يسعى لنا بمعيبة　ومن ملحق في الدين ما لم نحاول
وثور ومن أرسى ثبيراً مكانه　وراق ليرقى في حراء ونازل
وبالبيت حق البيت من بطن مكة　وبالله إن الله ليس بغافل
وبالحجر المسود إذ يمسحونه　إذا اكتنفوه بالضحى والاصائل
وموطئ ابراهيم في الصخر رطبة　على قدميه حافيا غير ناعل

(اور کینہ ور سے جو ہمارے عیب کی جستجو میں رہتا ہے اور دین میں ہماری مرضی کے بغیر اضافہ کرنے والے سے۔ اور جبل ثور اور اس ذات کے ساتھ جس نے کوہ ثبیر کو اس کے مقام پر نصب کیا ہے اور اس کے ساتھ بھی جس کی غار حرا میں آمدورفت ہے۔ وادی مکہ کے برحق بیت اللہ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقیناً اللہ غافل نہیں ہے۔ اور حجر اسود کے ساتھ' پناہ مانگتا ہوں جب اسے چھوتے ہیں جبکہ صبح اور شام اسے گھیر لیتے ہیں۔ اور نرم پتھر پر ابراہیمؑ کے برہنہ پاؤں کے نقش و نشانات کے ساتھ (پناہ مانگتا ہوں)

وأشواط بين المروتين إلى الصفا　وما فيهما من صورة وتماثل
ومن حج بيت الله من كل راكب　ومن كل ذی نذر ومن كل راجل
وبالمشعر الاقصى إذا عمدوا له　إلال إلى مفضى الشراج القوابل
وتوقافهم فوق الجبال عشية　يقيمون بالايدى صدور الرواحل
وليلة جمع والمنازل من منى　وهل فوقها من حرمة ومنازل

(صفا و مروہ کے درمیان سعی اور چکروں کے ساتھ اور جو ان کے درمیان بت موجود ہیں ان کے ساتھ بھی پناہ مانگتا ہوں۔ سوار اور پیادہ حاجیوں اور ہر نذر ماننے والے کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔ اور عرفہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جب اس کے لئے لوگ کوہ "الال" کا قصد کرتے ہیں بالمقابل نالوں کے بہاؤ تک۔ اور پہاڑوں پر پچھلے پہر ان کے قیام کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں کہ وہ سواریوں کے سینوں کو ہاتھوں سے تھامتے ہیں۔ مزدلفہ کی رات اور منیٰ کی قیام گاہوں کے ساتھ پناہ خواہ ہوں کیا ان سے زیادہ کوئی قابل احترام مقامات اور قیام گاہیں ہیں)

وجمع إذا ما المقربات أجزنه　سراعا كما يخرجن من وقع وابل
وبالجمرة الكبرى إذا صمدوا لها　يؤمون قذفا رأسها بالجنادل
وكندة إذ هم بالحصاب عشية　تجيزبهم حجاج بكر بن وائل

حليفان شدا قعد ما احتلفا له وردا عليه عاطفات الوسائل

وحطمهم سمر الرماح وسرحه وشبرقه وخد النعام الجوافل

(اور مزدلفہ کے ساتھ پناہ خواہ ہوں جب سواریاں اس کو تیز رفتاری سے عبور کرتی ہیں جیسے وہ سخت بارش سے تیز دوڑ رہی ہوں۔ اور جمرہ کبریٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جب اس کے سر پر پتھر مارتے ہیں۔ اور پناہ مانگتا ہوں کندہ کے ساتھ جب وہ وادی محصب میں شام کے وقت تھے۔ ان کو بکر بن وائل کے حاجی گزار رہے تھے۔ وہ دونوں آپس میں حلیف ہیں اور اپنے عہد و پیان کو مستحکم کر لیا ہے اور اس پر مودت و محبت کے سب ذرائع جمع کر دیئے ہیں۔ پامال کرنا ان کا وادی کے عمدہ گھاس سرخ اور شبرق کو شتر مرغ کی تیز رفتاری سے)

فهل بعد هذا من معاذ لعائذ وهل من معيذ يتقي الله عادل

يطاع بنا أمر العداود أننا يسد بنا أبواب ترك وكابل

كذبتم وبيت الله نترك مكة ونظعن الا أمركم في بلابل

كذبتم وبيت الله نبذى محمدا ولما نطاعن دونه ونناضل

ونسلمه حتى نصرع حوله ونذهل عن أبنائنا والحلائل

(پس کیا کسی پناہ مانگنے والے کے لئے اس کے بعد کوئی جائے پناہ ہے؟ اور کیا کوئی خدا ترس پناہ لینے والے کو ملامت کرتا ہے۔ ہمارے متعلق دشمنوں کے ارادے قبول کئے گئے ہیں اور وہ خواہش مند ہے کہ ہم پر ترک اور کابل کے راستے بھی بند کر دے۔ کعبہ کی قسم' تم غلط کہتے ہو کہ ہم مکہ کو چھوڑ کر کوچ کر جائیں گے سنو! تمہارا یہ منصوبہ سراسر رنج و غم ہے۔ کعبہ کی قسم تم دروغ گو ہو کہ ہم سے محمدؐ چھین لئے جائیں گے اور ہم نے ابھی تک ان کی حفاظت کے لئے نہ برچھے چلائے نہ تیر مارے۔ اور ان کو ہم تمہارے سپرد نہ کریں گے تاوقتیکہ ان کے گرد و پیش کٹ جائیں اور اپنے اہل و عیال سے بے نیاز ہو جائیں)

وينهض قوم بالحديد اليكم نهوض الروايا تحت ذات الصلاصل

وحتى نرى ذا الضغن يركب ردعه من الطعن فعل الأنكب المتحامل

وإنا لعمر الله إن جد ما أرى لتلتبسا أسيافنا بالاماثل

بكفي فتى مثل الشهاب سميدع أخى ثقة حامى الحقيقة باسل

شهوراً وأياما وحولا محرما علينا وتأتي حجة بعد قابل

(ایک مسلح قوم تمہارے مقابلے کے لئے شور وغل میں اٹھ کر کھڑی ہو گی جیسے اونٹوں پر پانی کی مشکوں سے شور وغل سنائی دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم کینہ ور کو نیزے کے زخم سے اوندھا گرا ہوا دیکھ لیں آفت زدہ رنجیدہ انسان کی طرح۔ بخدا! اگر یہ فتنہ بڑھ گیا تو ہماری تلواریں تمہارے سرداروں کا کام تمام کر دیں گی۔ جو ایسے جوانوں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو ستارے کی طرح شعلہ زن' رئیس' قابل اعتماد اور فرض منصبی کو انجام دینے والے بہادر ہیں۔ (اور یہ حالت جنگ) متواتر سالہا سال تک رواں دواں رہے گی)

وما ترك قوم - لا أبالك - سيداً يحوط الذمار غير ذرب مواكل

وأبیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للأرامل
یلوذ بہ الھلاك من آل ھاشم فھم عندہ فی رحمۃ وفواضل
لعمری لقد أجری أسید وبکرہ إلی بغضنا وجزآنا لآکل
وعثمان لم یربع علینا وقنفذ ولکن أطاعا أمر تلك القبائل

(تیرا باپ نہ رہے' قوم کا ایسے رئیس کو نظرانداز کر دینا جو اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے چرب زبان اور عاجز نہیں۔ (ایک سنگین جرم ہے) اور وہ سفید فام ہے ان کے رخ انور کی بدولت ابر رحمت طلب کیا جاتا ہے' یتیموں کا فریاد رس اور بیواؤں کا سہارا اور سرپرست ہے۔ آل ہاشم کے خستہ حال لوگ اس کی آڑ اور پناہ لیتے ہیں' وہ اس کے ہاں رحمت و نوازش اور فضل و کرم میں ہیں۔ بقا کی قسم اسید اور اس کے بیٹے نے ہمارے ساتھ بغض و عداوت کا مظاہرہ کیا ہے اور کھانے والے کے سامنے کاٹ کے رکھ دیا ہے۔ عثمان اور **قنفذ** نے ہم پر مہربانی اور خدا ترسی نہیں کی' بلکہ انہوں نے ان قبائل کی بات قبول کی)

أطاعا أبیًّا وابن عبد یغوثھم ولم یرقبا فینا مقالۃ قائل
کما قد لقینا من سبیع ونوفل وکلٌّ تولی معرضا لم یجامل
فإن یلقیا أو یمکن اللہ منھما نکل لھما صاعا بصاع المکایل
وذاك أبو عمرو أبی غیر بغضنا لیظعننا فی أھل شاء وجامل
یناجی بنا فی کل ممسی ومصبح فناج أبا عمرو بنا ثم خاتل

(انہوں نے ابی اور ابن عبد ۔غوث کی بات مانی اور انہوں نے ہمارے بارے کسی کی بات کا خیال نہیں رکھا۔ جیسا کہ ہم نے **سبیع** اور نوفل سے زحمت اٹھائی ہے سب نے نظرانداز کر کے برا سلوک کیا۔ پس اگر وہ کہیں مل گئے یا ہماری دسترس میں آ گئے تو ہم ان کو سزا برابر برابر ماپ کے دیں گے۔ اور وہ ابوعمرو ہمارے بغض و عناد میں بدمست ہے تاکہ وہ ہمیں بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے چرواہوں کے ہمراہ یہاں سے سفر کروا دے۔ صبح شام ہم سے رازدارانہ سرگوشی کرتا ہے۔ اے ابوعمرو! تو ہم سے چپکے چپکے باتیں ہی کر پھر فریب کر)

ویؤلی لنا باللہ ما أن یغشنا بلی قد تراہ جھرۃ غیر حائل
أضاق علیہ بغضنا کل تلعۃ من الارض بین أخشب فمجادل
وسائل أبا الولید ماذا حبوتنا بسعیك فینا معرضا کالمخاتل
وکنت أمرءاً ممن یعاش برأیہ ورحمتہ فینا ولست بجاھل
فعتبۃ لا تسمع بنا قول کاشح حسود کذوب مبغض ذی دغاول

(وہ حلف اٹھاتا ہے کہ ہمیں دھوکا نہ دے گا۔ ارے! ہم تم اسے آشکارا دیکھتے بغیر کسی ظن و تخمین کے۔ ہمارے ساتھ بغض و کینہ کی وجہ سے' اخشب سے اور مجادل کے درمیان ہر نشیب و فراز اس پر تنگ ہو چکا ہے۔ ابو الولید سے پوچھو! کہ اس نے دغاباز کی طرح ہم سے انحراف کر کے کیا فائدہ پہنچایا؟ آپ تو ایسے دانشور تھے کہ جس کی عقل و دانش اور نوازش سے زندگی بسر ہوتی تھی اور آپ آداب زندگی سے ناآشنا نہ تھے۔ اے عتبہ! ہمارے خلاف کسی

دشمن، فاسد، جھوٹے، کینہ ور اور مکار کی بات نہ سن)

ومرّ أبو سفيان عني معرضا كما مر قيل من عظام المقاول

يفر إلى نجد وبرد مياهه ويزعم أني لست عنكم بغافل

ويخبرنا فعل المناصح أنه شفيق ويخفي عارمات الدواخل

أمطعم لم أخذلك في يوم نجدة ولا معظم عند الأمور الجلائل

أمطعم إن القوم ساموك خطة وإني متى أوكل فلست بوائل

(ابوسفیان میرے پاس سے بادشاہ کی طرح اعراض کر کے گزر گیا ہے۔ نجد اور اپنے ٹھنڈے پانی کے علاقہ کے طرف فرار ہو گیا ہے اور کہتا ہے ہم تم سے بے خبر نہیں۔ خیر خواہی کا اظہار کر کے بتاتا ہے کہ وہ مشفق اور مہربان ہے اور اندرونی شرارت کو چھپاتا ہے۔ اے مطعم! میں نے کسی تنگی کے دن اور نہ ہی بڑے مصائب کے وقت تجھے تنہا چھوڑا ہے۔

اے مطعم! بے شک قوم نے تجھے ایک مشکل مقام میں رسوا کیا تھا اور ہم نے تعاون کیا تھا اور جب کوئی معاملہ میرے سپرد کیا جائے تو میں کسی کی پناہ نہیں لیتا)

جزى الله عنا عبد شمس ونوفلا عقوبة شر عاجلا غير آجل

بميزان قسط لا يخيس شعيرة له شاهد من نفسه غير عائل

لقد سفهت أحلام قوم تبدلوا بني خلف قيضا بنا والغياطل

ونحن الصميم من ذؤابة هاشم وآل قصي في الخطوب الاوائل

فعبد مناف أنتم خير قومكم فلا تشركوا في أمركم كل واغل

(اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے عبد شمس اور نوفل کو فوراً شرارت کی سزا دے۔ انصاف کے ترازو سے تول کر، جس میں ذرہ برابر کمی نہ ہو، وہ خود گواہ ہو کہ اس میں کوئی جور و جفا نہیں۔ قوم کی مت ماری گئی کہ انہوں نے ہمارے بجائے بنی خلف اور غیاطل کو پسند کر لیا۔ سابقہ مشکل امور میں ہم ہی ہاشم اور آل قصی کے خاص معزز لوگ تھے۔ اے عبد مناف! تم بہترین لوگ ہو، اپنے قصے میں ہر کمینے کو مداخلت نہ کرنے دو)

لعمري لقد وهنتم وعجزتم وجئتم بأمر مخطيء للمفاصل

وكنتم حديثا حطب قدر وأنتم الآن حطاب أقدر ومراجل

ليهن بني عبد مناف عقوقنا وخذلاننا وتركنا في المعاقل

فإن نك قوما نتئر ما صنعتم وتحتلبوها لقحة غير باهل

وسائط كانت في لؤي بن غالب نفاهم إلينا كل صقر حلاحل

(مجھے زندگی کی قسم! تم کمزور اور عاجز و ناتواں ہو چکے ہو اور تم نے غلط کام کیا ہے۔ تم کبھی ایک ہی ہانڈی کا ایندھن ہوا کرتے تھے اور اب تم متعدد ہانڈیوں کا ایندھن ہو، یعنی پہلے متحد تھے اب منتشر ہو چکے ہو۔ بنی عبد مناف کو ہم سے قطع رحمی، رسوا کرنا، اور شعب میں محصور چھوڑ دینا مبارک ہو۔ پس اگر ہم غیرت مند لوگ ہوئے تو تمہارے

کرتوتوں کا نوٹس لیں گے اور تم دودھیل اونٹنی کو دوھو گے جو مباح نہیں۔ لوی خاندان میں رشتے ناطے تھے' انہیں ہر رئیس نے نظرانداز کر دیا ہے)

ورهط نفيل شرمن وطئ الحصى والأم حاف من معد وفاعل
فابلغ قصيا أن سينشر أمرنا وبشر قصيا بعدنا بالتخاذل
ولو طرقت ليلا قصيا عظيمة إذا ما لجأنا دونهم في المداخل
ولو صدقوا ضربا خلال بيوتهم لكنا أسى عند النساء المطافل
فكل صديق وابن اخت نعده لعمري وجدنا غبه غير طائل

(خاندان نفیل روئے زمین کے بدترین لوگوں سے ہے اور بنی سعد کے ہر جوتا پوش اور برہنہ پا سے کمینہ ہے۔ قصی کو بتا دے کہ ہمارا یہ مشن پھیلے گا اور ان کو ہمارے بعد ذلت و رسوائی کا مژدہ سنا دے۔ اگر قصی پر کسی وقت مصیبت آجائے جب ہم ان کے بغیر اپنے محفوظ مقام میں چلے جائیں۔ اگرچہ وہ اپنے محلوں میں بے جگری سے لڑیں تو ان کی شیر خوار بچوں والی خواتین کے ہم ہی غمخوار ہوں گے۔ بخدا! ہر دوست اور بھانجے کو ہم اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے مگر ہم نے اس کی غیر حاضری کو بے سود پایا ہے)

سوى أن رهطا من كلاب بن مرة براء الينا من معقة خاذل
ونعم ابن أخت القوم غير مكذب زهير حساما مفردا من حمائل
اشم من الشم البهاليل ينتمي إلى حسب في حومة المجد فاضل
لعمري لقد كلفت وجدا بأحمد وإخوته دأب المحب المواصل
فمن مثله في الناس أى مؤمل إذا قاسه الحكام عند التفاضل

(سوائے کلاب کے ایک خاندان کے کہ وہ رسوا کن ظلم و زیادتی سے بری ہے۔ زہیر بن ابی امیہ اچھا بھانجہ ہے۔ جھوٹ کی تہمت سے پاک پر تلے سے جدا ننگی تلوار۔ بڑے سرداروں میں سے ایک سردار ہے۔ مجد و شرف کے اعلیٰ حسب کی طرف منسوب ہے۔ عمر کی قسم! میں احمد اور اس کے بھائیوں کے شوق محبت کا گرویدہ ہوں۔ ملاقات کی خواہش رکھنے والے کی عادت کے موافق۔ لوگوں میں سے آنحضورؐ کے مثل کون ہے؟ جب حکام ایک دوسرے کی برتری ثابت کرنے کے وقت موازنہ کریں تو کس کی امید کی جا سکتی ہے)

حليم رشيد عادل غير طائش يوالي إلها ليس عنه بغافل
كريم المساعي ماجد وابن ماجد له إرث مجد ثابت غير ناصل
وأيده رب العباد بنصره وأظهر دينا حقه غير زائل
فوالله لولا أن أجيء بسبة تجر على أشياخنا في المحافل
لكنا تبعناه على كل حالة من الدهر جدا غير قول التهازل

(بردبار' اعلیٰ مدبر' منصف مزاج' دانا و بینا' اللہ سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے غافل نہیں۔ اعلیٰ سعی و کاوش اور شریف اور شریف کی اولاد' ان کی بزرگی کی وراثت ثابت ہے بغیر نزاع کے۔ پروردگار عالم نے ان کی تائید اپنی مدد

سے کی ہے اور اس نے اپنے دین کو ظاہر کیا ہے۔ جس کی حقانیت لازوال ہے۔ واللہ! اگر مجھے عار و عیب کا اندیشہ نہ ہوتا جس کا مجالس میں ہمارے مشائخ کو طعنہ دیا جاتا ہے۔ تو ہم اس وقت ان کی ہر حالت میں پیروی کرتے' بالکل سچ ہے مذاق اور مزاح کے علاوہ)

لقد علموا أن ابننا لا مكذب لدينا ولا يعني بقول الاباطل

فأصبح فينا أحمد في أرومة يقصر عنها سورة المتطاول

حديث بنفسي دونه وحميته ودافعت عنه بالذرى والكلاكل

(سب جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند ارجمند ہمارے نزدیک جھوٹا نہیں اور نہ ہی باطل باتیں ان کا مقصد ہے۔ ہمارے خاندان میں احمد ایسے مقام پر فائز ہیں کہ کسی مقابلہ کرنے والے کا جوش و ولولہ بھی اس سے قاصر ہے۔ میں نے ان کے ورے اپنی جان قربان کر دی ہے اور ان کی حمایت کی ہے اور ان کا دفاع ہر ممکن طریقے سے کیا ہے)

ابن ہشام کا بیان ہے کہ اس قصیدہ کے یہ اشعار مجھے صحیح ثابت معلوم ہوئے ہیں اور بعض ماہرین شعرا اس کے اکثر اشعار کا انکار کرتے ہیں۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ یہ عظیم الشان قصیدہ نہایت فصیح و بلیغ ہے۔ اس قصیدے کا قائل وہی ہو سکتا ہے جس کی طرف منسوب ہے۔ یہ قصیدہ سبعہ معلقہ سے الفاظ کے لحاظ سے ایک اعلیٰ شاہکار اور معانی کی حیثیت سے نہایت بلیغ و فصیح ہے۔ مورخ اموی نے اس کو اپنے مغازی میں مزید اضافہ کے ساتھ طول و طویل بیان کیا ہے۔

بلال : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر کفار نے ظلم و تشدد کا ایک نیا دور شروع کیا کہ ہر خاندان اپنے خاندان کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا وہ ان کو قید و بند کی صعوبتیں دیتے' بھوکا پیاسا رکھتے اور زدوکوب کرتے اور مکہ کے تپتے میدانوں میں ان کو لٹاتے' بعض ناتواں تو اس ظلم و ستم کی تاب نہ لا سکتے تو ان کو دین سے برگشتہ کر دیتے اور بعض نہایت ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ بلالؓ کا آقا' بنی جمح سے تھا' بلال بن رباح کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔ وہ نہایت [illegible] اور پاکیزہ دل تھے۔ امیہ بن خلف ان کو ٹھیک دوپہر کے وقت گھر سے باہر نکالتا پھر سینے پر پتھر کی بھاری چٹان رکھ کر کہتا' واللہ! تو یوں ہی مسلسل رہے گا تاوقتیکہ تو مر جائے یا محمدؐ کے دین سے باز آجائے اور لات و عزیٰ کی پرستش کرنے لگے مگر بلال دریں اثناء احد' احد پکارتا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ ورقہ بن نوفل ان کے پاس سے گزرتے تو کہتے اے بلالؓ! واللہ! واقعی وہ احد ہے' احد ہے۔ پھر امیہ بن خلف اور اس کے رفقاء کو کہتے بخدا اگر تم نے اسی حالت میں اس کو قتل کر ڈالا تو میں اس کی مرقد کو نزول رحمت کا مقام سمجھوں گا۔

تعاقب : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بعض نے اس میں یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ ورقہ بن نوفل تو بعثت کے بعد فترت وحی اور وحی کی بندش کے دوران فوت ہو گئے تھے اور یہ تو سورہ مدثر کے نزول کے بعد مسلمان ہوئے تو ورقہ کا بہ حالت ابتلا بلال کے پاس سے گزرنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے "فیہ نظر"

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بلال اسی ابتلا سے دوچار تھے کہ ابوبکر وہاں سے گزرے تو انہوں نے امیہ سے اپنے سیاہ فام غلام سے تبادلہ کر کے' آزاد کر دیا اور اس مصیبت سے نجات دلائی۔ بقول ابن اسحاق' پھر ابوبکر

نے مسلمان غلام اور لونڈیاں خریدیں من جملہ ان کے بلال' عامر بن فہیرہ اور ام عمیس تھیں (جس کی بینائی ختم ہو چکی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ بینائی بخشی) اور صحیح بات یہ ہے کہ جن کی بینائی زائل ہوئی تھی وہ "زنیرہ" نامی کنیز ہے۔

نہدیہ : بنی عبدالدار سے نہدیہ اور اس کی بیٹی کو خریدا وہ یوں کہ ان کی مالک عورت نے ان کو آٹا پیسنے کے لئے یہ کہتے ہوئے بھیجا کہ واللہ میں تمہیں کبھی آزاد نہ کروں گی تو ابوبکر نے یہ سن کر کہا اے ام فلان! اپنی قسم توڑ دے' تو اس نے کہا' توڑ دی' تو نے ہی ان کو خراب کیا ہے' تو ہی خرید کر آزاد کر دے تو ابوبکر نے کہا؟ کتنے میں؟ اس نے رقم بتائی تو آپ نے ان کو خرید کر آزاد کر کے کہا' اس کا غلہ بن پسے واپس کر دو تو لونڈیوں نے کہا کیا ہم پیس کر لے آئیں' تو ابوبکر نے کہا یہ تمہاری اپنی مرضی ہے۔ بنی عدی کے خاندان بنی مؤمل سے بھی ایک لونڈی خرید کر آزاد کی۔ عمرؓ اس کو خوب مارا کرتے تھے۔

ابوبکر اور قرآن کا نزول : ابن اسحاق (محمد بن عبداللہ بن عتیق' عامر بن عبداللہ بن زبیر' اپنے کسی فرد سے) بیان کرتے ہیں کہ ابو قحافہ نے اپنے بیٹے ابوبکر سے کہا تو کمزور اور ناتوان غلاموں کو آزاد کرتا ہے اگر تم نے آزاد کرنا ہی تھا تو طاقتور غلاموں کو آزاد کرتا جو تیری مدد کر سکتے تو ابوبکر نے کہا' ابا جان! میرا کچھ اور ہی مقصد ہے۔ چنانچہ اس گفتگو کے سلسلے میں یہ آیات (۹۲/۵) (**فاما من اعطی واتقی**) آخر سورت تک نازل ہوئیں۔

بلال پر تشدد : امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت (گذشتہ بیان ہو چکی ہے) میں از ابن مسعود بیان ہے کہ سات اشخاص نے سب سے قبل اسلام کا اظہار کیا رسول اللہ ﷺ' ابوبکرؓ' عمار' سمیہ' صہیب' بلال' مقداد۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا سامان ان کی قوم و برادری سے مہیا کیا اور باقی ماندہ مسلمانوں کو کفار نے تختہ مشق بنایا' ان کو آہنی زرہیں پہنا کر سورج کی تمازت میں پھینک دیتے' اکثر ان میں سے مجبوراً ان کی ہاں میں ہاں ملا دیتے اور بلالؓ نے اللہ کی راہ میں خود کو پرکاہ نہ سمجھا چنانچہ وہ لوگ گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کو پکڑا دیتے اور وہ اس کو مکہ کی گھاٹیوں میں لئے پھرتے اور وہ احد احد کہتے رہتے۔

پہلی خاتون شہید : بنی مخزوم' عمار' اس کے والد یاسر اور والدہ سمیہ کو (جو مسلمان خاندان تھا) عین دوپہر کے وقت مکہ کے تپتے میدان میں ظلم و تشدد کرتے۔ نبی علیہ السلام کا ان کے پاس سے گزر ہوتا تو آپ فرماتے (**صبراً آل یاسر موعدکم الجنة**) اے آل یاسر صبر کرو' تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔

بیہقی (حاکم' ابراہیم بن عصمہ العدل' سری بن خزیمہ' مسلم بن ابراہیم' ہمام بن ابی عبید' ابی الزبیر) جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمار' یاسر اور (سمیہ) کے پاس سے گزرے ان پر سخت تشدد ہو رہا تھا تو آپ نے فرمایا اے آل عمار اور اے آل یاسر مژدہ سنو! تم سے جنت کا وعدہ ہے۔

امام احمد نے وکیع از سفیان از منصور از مجاہد مرسل روایت بیان کی ہے کہ عہد اسلام میں پہلی شہید خاتون ام عمار سمیہؓ ہے ابوجہل نے اس کے دل پر برچھا مار کر شہید کر دیا تھا۔

ابوجہل کا طرز عمل : محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ابوجہل ایک فاسق فاجر شخص تھا۔ مسلمانوں کے خلاف

قریش کو اکسایا کرتا اگر کسی سرمایہ دار اور معزز آدمی کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے تو اسے ڈانٹتا ڈپٹتا اور رسوا کر کے کہتا تو نے اپنے والد کا دین ترک کر دیا ہے وہ تجھ سے بہتر تھا' تمہاری عقل و دانش کا ہم مذاق اڑائیں گے اور تیری رائے اور صواب دید کو ہم ٹھکرائیں گے' اور تیری شرافت و نجابت کا جنازہ نکال دیں گے۔ اگر مسلمان ہونے والا تجارت پیشہ ہوتا تو اسے کہتا ہم تیری تجارت کا ستیاناس کر دیں گے اور تیرا سرمایہ برباد کر دیں گے۔ مسلمان ہونے والا اگر نادار ہوتا تو اسے زدوکوب کرتا اور اس پر دیگر لوگوں کو بھی ابھارتا۔ (لعنة اللہ و قبحه)

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھے حکم بن جبیر نے سعید بن جبیر سے بتایا کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا' آیا مشرک صحابہ کرام پر ایسا ظلم و تشدد بھی کرتے تھے جس سے صحابہ کرام دین چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے تھے تو ابن عباس نے کہا جی ہاں واللہ وہ لوگ مسلمان کو مارتے' بھوکا اور پیاسا رکھتے' اس قدر اذیت دیتے کہ وہ تکلیف کے مارے سیدھا بیٹھ نہیں سکتا تھا (وہ مسلسل اذیت دیتے) تاوقتیکہ وہ ان کی بات مان لے اور لات و عزیٰ کو خدا کہے۔ چنانچہ وہ جان بچانے کی خاطر ان کی بات مان لیتا۔ بقول امام ابن کثیر' ایسے ہی واقعات کے سلسلہ میں یہ آیت (۱۶/۱۰۶) نازل ہوئی ''جس شخص پر زبردستی کی جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو تو اس پر کچھ گناہ نہ ہو گا۔ لیکن جو کوئی ایمان لانے کے بعد دل کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب اترے گا اور ان کو بڑا عذاب ہو گا۔'' پس یہ لوگ انتہائی ظلم و ستم سے مجبور ہو کر کفر زبان پر لاتے تھے۔

خباب رضی اللہ عنہ : امام احمد (ابو معاویہ' اعمش' مسلم' مسروق) خباب بن ارت سے نقل کرتے ہیں کہ میں لوہار تھا اور عاص بن وائل میرا مقروض تھا۔ میں نے اس سے رقم کا تقاضا کیا تو اس نے کہا محمدؐ کے دین سے باز آجاؤ تو قرض ادا کروں گا' تو میں نے کہا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو جائے تب بھی میں محمدؐ کے دین کا انکار نہیں کروں گا۔ تو اس نے کہا' اچھا! جب میں مرنے کے بعد زندہ ہوں گا تو میرے پاس آنا۔ وہاں میرے پاس مال و اولاد ہو گا۔ میں آپ کا قرض چکا دوں گا۔ تو یہ آیات (۱۹/۷۷) نازل ہوئیں' ''اے پیغمبر! کیا تو نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں کو نہ مانا اور کہتا ہے اگر سچ مچ آخرت میں جنت ملے گی تو مجھ کو ضرور مال ملے گا اور اولاد بھی ملے گی۔'' (متفق علیہ) الفاظ بخاری یہ ہیں **كنت قينًا بمكة فعملت للعاص بن وائل سيفًا فجئت اتقاضاه الى آخر**

امام بخاری نے (**باب مالقيى النبى واصحابه من المشركين بمكة**) میں خبابؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں آیا آپ کعبہ کے سایہ میں چادر کا تکیہ لگائے لیٹے تھے۔ اس زمانہ میں ہم مشرک لوگوں سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے' میں نے شکایتاً'' عرض کیا کہ آپ ہمارے واسطے کیوں دعا نہیں مانگتے؟ تو آپ نے بیٹھ کر فرمایا اور آپ کا چہرہ مبارک غصہ سے لال تھا کہ تم سے پہلے ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں مگر یہ اذیت بھی ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھی۔ اور آرہ سر کی چوٹی پر رکھ کر ان کو دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔ یہ کیفیت بھی ان کو

دین سے نہیں پھیر سکتی تھی اور اللہ تعالیٰ اسلام کو ضرور پایہ تکمیل تک پہنچائے گا (اور اس قدر امن ہو گا) کہ سوار صنعا سے چل کر حضر موت تک چلا جائے گا اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا۔ (اور بنان کی روایت میں ہے) اور بھیڑیئے کے علاوہ بکریوں کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو گا (اور ایک روایت میں ہے) لیکن تم عجلت سے کام لیتے ہو (انفرد به البخاری دون مسلم) بہ اسناد خباب' یہ روایت بالاختصار بھی مروی ہے۔

امام ابن کثیر کی نکتہ آفرینی اور نماز ظہر : امام احمد (عبدالرحمان' سفیان اور جعفر' شعبہ' ابو اسحاق' سعید بن وھب) خباب سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے تپتی زمین کی شدت اور حرارت کا شکوہ کیا تو آپ نے ہمارا شکوہ رفع نہیں کیا یعنی نماز میں تاخیر کی اجازت نہ دی۔ امام احمد (سلیمان بن داوُد' شعبہ' ابی اسحاق' سعید بن وھب) خباب سے نقل کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے تپتی زمین کی تپش کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت رفع نہ کی' بقول شعبہ یعنی اول وقت ظہر ادا کرنے کی تاکید کی۔

امام مسلم نے یہ روایت **باب استحباب تقدیم الظہر فی اول الوقت فی غیر شدة الحر** میں' نسائی نے (کتاب المواقیت) میں اور بیہقی نے حدیث ابی اسحاق **سبیعی از سعید از خباب** بیان کی ہے کہ "ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ظہر کی نماز نہایت دھوپ اور تپش (بروایت بیہقی چہروں اور ہتھیلیوں میں) میں پڑھنے کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت کو رفع نہیں کیا۔ امام ابن ماجہ نے (**باب وقت صلوة الظہر**) میں (علی بن محمد طنافسی' وکیع' اعمش' ابی اسحاق' حارثہ بن مقرب عبدی) خباب سے نقل کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ظہر کی نماز میں گرمی ہونے کی شکایت کی تو آپ نے شکایت کی طرف التفات نہ کیا۔

میرے خیال میں' واللہ اعلم' یہ امام مسلم' نسائی' بیہقی اور ابن ماجہ والی حدیث' پہلی طویل حدیث کا اختصار ہے کہ نادار اور ناتواں مسلمان' مشرکین کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے اور وہ ان کو جلتی زمین پر گوناگوں اذیت و تکلیف سے دوچار کرتے اور ان کو چہروں کے بل گھسیٹتے اور وہ اپنے ہاتھوں سے چہروں کو بچاتے علاوہ ازیں متعدد مظالم و مصائب جھیلتے جو ابن اسحاق وغیرہ نے بیان کئے ہیں۔ انہوں نے نبی علیہ السلام سے التجا کی کہ آپ مشرکین پر بددعا فرمائیں اور ان کے خلاف مدد و نصرت طلب فرمائیں تو آپ نے وعدہ فرمایا اور فوراً ان کی درخواست پر غور نہیں فرمایا اور ان کو گذشتہ ظلم رسیدہ لوگوں کے واقعات سے آگاہ فرمایا کہ وہ سخت ترین مظالم جھیلتے ہوئے بھی اسلام سے روگردان نہ ہوتے تھے۔ نیز ان کو مژدہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا اور اس کو روئے زمین پر غالب اور ظاہر فرمائے گا اور جملہ اقالیم عالم میں اس کی نصرت و حمایت فرمادے گا یہاں تک کہ ایک سوار صنعا سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا' اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف و خطرہ نہ ہو گا اور اپنی بکریوں پر بھیڑیئے کے سوا کسی چور چکار کا اندیشہ نہ ہو گا۔ (یہ واقعات لازماً ظہور پذیر ہوں گے) لیکن آپ لوگ ذرا عجلت اور جلد بازی سے کام لے رہے ہیں۔

بنابریں ان لوگوں نے کہا' **شکونا الی رسول اللّٰہ حر الرمضاء فی وجوھنا واکفنا فلم یشکنا** کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کو جھلتی ریت کے عذاب و اذیت کی شکایت کی تو آپ نے فوراً دعا نہ کی۔ اس حدیث سے "نماز ظہر میں" عدم ابراد اور اول وقت پر استدلال لینا اور نمازی کا اپنی

ہتھیلیوں کو زمین سے واجبا" مس کرنے پر استدلال پکڑنا محل نظر ہے جیسا کہ امام شافعیؒ سے ایک قول منقول ہے' واللہ اعلم۔

مشرکین کا رسول اللہ ﷺ سے لڑنا جھگڑنا اور آپؐ کا ان پر اتمام حجت کرنا' اور ان کے دل و دماغ کا حق سے متاثر ہونا' بایں ہمہ ضد و عناد اور حسد و سرکشی کے باعث مخالفت اور عداوت کا اظہار کرنا

ولید بن مغیرہ : اسحاق بن راھویہ (عبدالرزاق' معمر' ایوب سختیانی' عکرمہ) ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کے پس آیا آپ نے قرآن مجید کی تلاوت کی (اور وہ متواضع ہو گیا) گویا کہ اس پر رقت طاری ہو گئی' یہ بات ابو جہل کو معلوم ہوئی تو اس نے آکر کہا' اے چچا جان! آپ کے لئے قوم چندہ اکٹھا کرنا چاہتی ہے' اس نے کہا' کیوں تو ابو جہل نے کہا' آپ کو دینے کے لئے' کیونکہ آپ محمدؐ کے پاس اپنی حاجت براری کے لئے جاتے ہیں تو اس نے کہا' قریشی جانتے ہیں کہ میرے پاس سب سے زیادہ مال و دولت ہے' تو ابو جہل نے کہا (اپنی بیزاری کے اظہار کے لئے) اس کے بارے ایسی بات کہو کہ قوم کو معلوم ہو جائے کہ آپ اسے برا جانتے ہو' تو اس نے پوچھا' میں کیا کہوں؟ بخدا تم میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ اشعار سے واقف نہیں' نہ رجز سے نہ قصیدہ گوئی سے اور نہ اشعار' جن سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ ماہر ہے' واللہ اس کا کلام شعر سے ذرا مشابہت نہیں رکھتا' واللہ! اس کے کلام میں مٹھاس ہے اور اس پر ترو تازگی اور شادابی ہے۔ اس کا بالائی حصہ بار آور ہے اور اس کی جڑ تربتر ہے۔ اور وہ غالب ہو گا مغلوب نہ ہو گا اور وہ اپنے مدمقابل کو ریزہ ریزہ کر دے گا' تو ابو جہل نے کہا جب تک آپ اپنی رائے کا اظہار نہ کریں گے لوگ آپ سے راضی نہ ہوں گے تو اس نے کہا ذرا ٹھہریئے مجھے غور کرنے دو پھر اس نے غور و فکر کر کے کہا یہ تو ایک قسم کا جادو ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور یہ کسی سے سیکھ کر بتاتا ہے چنانچہ اس موقعہ پر یہ آیات (۱۱/ ۷۴) نازل ہوئیں ذرنی ومن خلقت وحیدا' اوجعلت لہ مالا ممدودا' وبنین شھودا

یہ روایت حماد بن زید از ایوب از عکرمہ مرسل مذکور ہے اس میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (۹۰/ ۹۴۔ نحل)

ولید کی مجلس شوریٰ : امام بیہقی (حاکم' اصم' احمد' یونس بن بکیر' محمد بن اسحاق' محمد بن ابی محمد' سعید بن جبیر یا عکرمہ) ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ وغیرہ قریش کا اجتماع ہوا (ولید ان میں عمر رسیدہ اور خرانٹ آدمی تھا اور متعدد بار موسم حج میں شرکت کر چکا تھا) اس نے کہا کہ موسم حج میں لوگ آپ کے پاس آئیں گے وہ تمہارے اس صاحب (یعنی محمد) کا ذکر سن چکے ہیں اس کے متعلق متفقہ لائحہ عمل تیار کر لو' باہمی اختلاف نہ کرو کہ ایک دوسرے کی تکذیب کرے اور ایک کی بات دوسرے کے متضاد ہو۔ کسی نے کہا جناب ابو عبد شمس! آپ ہی ہمارے لئے ایک بات تجویز کر دیں' تو اس نے از راہ انکساری کہا تم ہی کہو' تو

ایک نے کہا' ہم اسے کاہن کہیں گے تو ولید نے کہا وہ کاہن نہیں' میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں' اس کا کلام' کاہنوں کی تک بندیاں نہیں ہے' پھر وہ کہنے لگے ہم اسے مجنون اور دیوانہ کہیں گے تو اس نے کہا وہ دیوانہ بھی نہیں ہے۔ ہم نے جنون دیکھا ہے اور پاگل پن کو جانتے ہیں نہ اسے دم کشی ہے نہ اس کو غیر شعوری حرکت لاحق ہے اور نہ وہ وسوسہ میں مبتلا ہے' کسی نے کہا ہم اسے شاعر کہیں گے تو اس نے کہا وہ شاعر بھی نہیں' ہم شعر کی جملہ اقسام' رجز' ھزج' قریض' مقبوض اور مبسوط سب جانتے ہیں' اس کا کلام شعر نہیں پھر حاضرین نے کہا ہم اسے ساحر اور جادوگر کہیں گے اس نے کہا وہ ساحر بھی نہیں' ہم جادوگروں اور ان کے جادو کو خوب جانتے ہیں' نہ اس کا پھونکنا' نہ اس کا گرہ باندھنا ہے وہ کہنے لگے جناب ابو عبد شمس! آپ ہی بتائیں' ہم اسے کیا کہیں تو اس نے کہا' واللہ! اس کا کلام شیریں ہے اور اس کی بنیاد مضبوط ہے اور اس کی شاخیں بار آور ہیں' تمہاری سب تجویزیں ناکام اور باطل ہیں سب تجاویز میں سے مناسب یہی ہے کہ تم اسے جادوگر کہو۔ وہ ایسا جادوگر ہے کہ وہ آدمی اور اس کے اعتقادات میں بیگانگی پیدا کر دیتا ہے۔ باپ اور بیٹے کے درمیان تفرقہ ڈال دیتا ہے' خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی برپا کر دیتا ہے' بھائی کو بھائی سے علیحدہ کر دیتا ہے اور آدمی کو اپنے خاندان سے بیزار کر دیتا ہے۔

مجلس برخاست ہوئی تو وہ حاجیوں کی گزر گاہوں پر آبیٹھے' جو حاجی بھی ان کے پاس سے گزرتا وہ اس کو آپؐ سے ہوشیار رہنے کی تاکید کرتے اور آپؐ کو بدنام کرتے' اللہ تعالیٰ نے صدر مجلس ولید کے بارے (۱۱/۷۴) سورہ مدثر کی یہ آیات نازل فرمائیں **ذرنی و من خلقت وحیدا و جعلت له مالا ممدودا وبنین شہودا** اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۹۱/۱۵) "جنہوں نے قرآن کے بارے میں گوناگوں باتیں کی ہیں' تیرے رب کی قسم' البتہ ہم ان سب سے سوال کریں گے اس چیز سے جو وہ کرتے تھے۔"

امام ابن کثیر فرماتے ہیں' اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی جہالت اور کم عقلی سے آگاہ کرنے کیلئے بتایا (۲۱/۵) "بلکہ کہتے ہیں کہ یہ بے ہودہ خواب ہیں بلکہ اس نے جھوٹ بنایا ہے بلکہ وہ شاعر ہے پھر چاہئے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جس طرح پہلے پیغمبر بھیجے گئے تھے۔" چنانچہ یہ حاضرین مجلس سب پریشان اور حیران تھے کہ آپؐ کے بارے کیا کہیں' ان کی ہر تجویز غلط اور مہمل تھی' کیونکہ ہر ناحق بات خطاوار ہوتی ہے۔ (۹/۲۵) دیکھو تو تمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں پس وہ ایسے گمراہ ہوئے کہ راستہ بھی نہیں پاتے۔

عتبہ بن ربیعہ کی پیشکش : امام عبد بن حمید نے مسند میں (ابن ابی شیبہ' علی بن مسہر' اجلح بن عبداللہ کندی' ذیال بن حرملہ اسدی) جابر بن عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ قریش نے ایک روز اپنی مجلس میں کہا کہ جادو' کہانت اور شعروشاعری میں کوئی یکتا اور ماہر تلاش کرو' وہ اس "مدعی نبوت" سے بات کرے (جس نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی ہے' ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے اور ہمارے دین و ایمان میں رخنہ اندازی کی ہے) اور اس کے جواب پر غور کرے تو سب نے بہ اتفاق رائے کیا' عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ کوئی شخص موزوں نہیں' چنانچہ سب نے یہ ذمہ داری عتبہ کو سونپ دی تو وہ آپ کے پاس آکر کہنے لگا' اے محمدؐ! تو بہتر ہے یا تیرا

باپ عبداللہ' آپؐ چپ رہے تو اس نے کہا بتاؤ آپ بہتر ہیں یا آپ کا دادا عبدالمطلب آپ پھر بھی خاموش رہے تو اس نے از خود کہا' اگر آپ یہ کہو کہ وہ لوگ بہتر تھے تو وہ لوگ تو ان بتوں کی پرستش کرتے تھے جن کی تو نکتہ چینی کرتا ہے۔ اگر آپ کا یہ خیال ہو کہ تم ان سب سے بہتر ہو تو فرمایئے' ہم سنتے ہیں' واللہ! ہماری نظر میں ایک بزغالہ بھی اپنی نسل کے لئے تم ایسا منحوس نہیں' تم نے جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' خاندان کا شیرازہ بکھیر دیا' دین پر نکتہ چینی کی' پورے عرب میں رسوا و ذلیل کر دیا۔ یہاں تک کہ ہر کہ مہ کی زبان پر ہے کہ قریش میں ایک ساحر ہے۔ قریش میں کاہن ہے۔ واللہ ہم خانہ جنگی کی صورت میں فوری آفت کی زد میں ہیں کہ باہم دگر لڑ کر تباہ و برباد ہو جائیں' اے شریف انسان! اگر آپ تنگ دست اور حاجت مند ہیں تو ہم آپ کے لئے اس قدر سرمایہ جمع کر دیتے ہیں کہ آپ سب قریش سے زیادہ سرمایہ دار ہو جائیں گے' اگر آپ کو شادی کی ضرورت ہے تو قریش کی جس عورت کو پسند کرو ہم اس جیسی دس عورتیں تمہاری زوجیت میں دے دیں گے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (فرغت) بس! اس نے کہا جی ہاں! تو آپ نے (حم سجدہ ا۔ ۴۱/۱۳) اول سے لے کر **فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد و ثمود** تک تلاوت فرمائی تو عتبہ نے کہا' بس' بس اس کے علاوہ بھی آپ کے پاس کوئی تجویز ہے' آپ نے فرمایا بالکل نہیں۔ پھر عتبہ قریش کے پاس آیا تو انہوں نے کارروائی دریافت کی تو اس نے بتایا' میں نے اس کے سامنے ہر تجویز رکھی' سب نے پوچھا پھر اس نے کیا جواب دیا تو عتبہ نے ہاں کہہ کر بات شروع کی کہ رب کعبہ کی قسم! میں اس کی بات نہیں سمجھ سکا بجز اس کے کہ اس نے تم کو عاد اور ثمود جیسے بجلی کی کڑک کے عذاب سے ڈرایا ہے' وہ کہنے لگے واہ ایک آدمی تم سے عربی میں بات کرتا ہے اور تمہیں اس کی بات نہ سمجھ آئے۔ پھر بھی بتاؤ اس نے کیا کہا؟ واللہ! میں بجز "**صاعقة**" کے کچھ نہیں سمجھ سکا۔

بیہقی وغیرہ نے اس حدیث کو (حاکم' اصم' عباس دوری' یحییٰ بن معین' محمد بن فضیل) اجلح سے بیان کیا ہے۔ یہ سند محل نظر ہے' اور اس میں یہ اضافہ ہے۔ اگر آپ کو ریاست و قیادت کی طلب ہے تو ہم آپ کو تاحیات اپنا رئیس تسلیم کر لیتے ہیں (اس روایت میں ہے) جب آپ نے **فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد وثمود** (۴۱/۱۳) تلاوت فرمائی تو عتبہ نے آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر رشتہ داری اور قرابت کا واسطہ دے کر کہا آگے کچھ نہ کہنا' بعد ازیں عتبہ ان کے پاس واپس نہ آیا تو ابوجہل نے کہا' اے قریش! معلوم ہوتا ہے کہ عتبہ' محمدؐ کی طرف مائل ہو چکا ہے اور اسے اس کا طعام پسند آگیا ہے اور یہ محض تنگ دستی کی بنا پر ہوا ہے آؤ اس کے پاس چلیں' چنانچہ وہ سب چلے آئے تو ابوجہل نے کہا واللہ! جناب عتبہ! آپ محمدؐ کی طرف مائل ہو چکے ہو اور آپ کو اس کے آداب طعام پسند آگئے ہیں اگر آپ تنگ دست ہو چکے ہیں تو ہم آپ کو اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں جو آپ کو ان کے کھانے سے بے نیاز کر دے' (یہ سن کر) عتبہ نے سیخ پا ہو کر حلفاً کہا کہ آئندہ محمدؐ سے بات نہیں کرے گا اور (واضح رہے) کہ تم سب جانتے ہو کہ میں سب قریش سے امیر کبیر ہوں۔ میں اس کے پاس گیا تھا (اور یہ اس کی روئداد ہے) اس نے مجھ سے ایسی گفتگو کی

ہے جو سحر ہے نہ شعر' نہ کہانت' اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد سورہ حم سجدہ کی **فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقة مثل صاعقة عاد ثمود** تک تلاوت کی تو میں نے ہاتھ رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا' رشتہ داری اور قرابت کا واسطہ دے کر کہا آگے کچھ نہ کہیں' اور تم جانتے ہو کہ محمدؐ جھوٹ نہیں بولتے تھے تم پر عذاب نازل ہونے کا خطرہ ہے۔

مجلس قریش : امام بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس' ابن اسحاق' یزید بن ابی زیاد) محمد بن کعب سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے کسی نے بتایا کہ عتبہ بن ربیعہ ایک تحمل مزاج رئیس تھا وہ ایک روز قریش کی مجلس میں براجمان تھا اور رسول اللہ ﷺ تنہا مسجد میں تشریف فرما تھے' تو عتبہ نے حاضرین مجلس سے کہا' کیا میں محمدؐ کے پاس جا کر بات چیت کروں اور چند تجاویز ان کے سامنے رکھوں' ممکن ہے کہ وہ کوئی ایک تجویز قبول کر کے اپنے رویہ سے باز آجائیں' اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حمزہؓ مسلمان ہو چکے تھے اور مسلمانوں میں اضافہ ہو رہا تھا' تو حاضرین مجلس نے پوری تائید کی اور عتبہ نے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں بیٹھ کر کہا یا ابن اخی! اے بھتیجے! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا خاندان میں کس قدر بلند رتبہ ہے' اور آپ نے ایک سنگین جرم کا ارتکاب کر کے جماعت کو دو ٹکڑے کر دیا ہے اور ان کو احمق اور بے وقوف گردانا ہے اور ان کے دین اور معبودوں پر نکتہ چینی کی ہے اور ان کے آباء و اجداد کو کافر قرار دیا ہے۔ سنئے! میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں' ممکن ہے آپ غور کر کے ان میں سے کوئی تجویز قبول فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کہئے میں سنتا ہوں' تو ابوالولید نے کہا' اے برادر زادہ! اگر تمہارا اس طرز عمل سے مقصد مال و دولت جمع کرنا ہے تو ہم اتنا مال جمع کر دیں گے کہ آپ سب سے زیادہ سرمایہ دار ہو جائیں گے' اگر آپ کا اس پروگرام سے بادشاہ بننے کا مقصد ہو تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے۔ اگر یہ جن (یا ہمزاد) جو آپ کے پاس آتا ہے اور آپ اسے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو ہم اس کا علاج دریافت کرتے ہیں اور اس میں کثیر سرمایہ صرف کر کے آپ کی صحت بحال کریں گے کیونکہ یہ جن بسا اوقات آدمی پر غالب آجاتا ہے اور علاج معالجہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

جب عتبہ بات کر چکا تو آپ نے فرمایا "بس" **افرغت یا ابا الولید** اس نے کہا جی ہاں! تو آپ نے فرمایا' سنئے اس نے کہا حاضر ہوں' تو رسول اللہ ﷺ نے سورہ حم سجدہ (۱-۴۱/۳۸) کی تلاوت شروع کی اور عتبہ دونوں ہاتھ اپنے پیچھے زمین پر ٹیک لگائے خاموشی سے سنتا رہا جب آپ نے آیت سجدہ (۴۱/۳۸) تلاوت کر کے سجدہ کیا تو اس سے کہا سن لیا جناب! اس نے کہا جی ہاں سن لیا تو آپ نے فرمایا "**فانت و ذاک**" پس تو اور یہ قرآن ہے (مانو یا نہ مانو) پھر عتبہ اٹھ کر اپنے احباب کے پاس چلا آیا تو وہ باہمی سرگوشی کرنے لگے' ہم حلفاً کہتے ہیں کہ عتبہ کا پہلے سا چہرہ نہیں۔ وہ روبہ اسلام معلوم ہوتا ہے۔ پھر ارباب مجلس نے پوچھا' جناب کیا خبر لائے ہو' اس نے کہا میری روداد یہ ہے واللہ! میں نے نرالا کلام سنا ہے۔ ایسا کبھی نہیں سنا' واللہ وہ شعر ہے اور نہ کہانت' اے معشر قریش! میری بات مانو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دو' محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور اس سے الگ تھلگ رہو' واللہ! اس کے فرمودات کی بڑی شان ہو گی اگر عرب نے اس کا کام تمام کر دیا

تو تم اس سے سبکدوش اور بری ذمہ ہو جاؤ گے اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اس کی بادشاہی تمہاری ہی بادشاہی ہے اور اس کی عزت و آبرو تمہاری عزت افزائی ہے اور تم ہی اس کی بدولت سعادت مند ہو گے' انہوں نے کہا' واللہ! جناب ابوالولید! آپ پر بھی اس کی زبان کا جادو چل گیا ہے تو ابو الولید نے کہا' میری "مخلصانہ" رائے تو یہی ہے اب جو دل چاہے کرو' یونس نے ابن اسحاق سے ابوطالب کے (عتبہ کی مدح و ستائش میں) چند اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

معجزانہ کلام : امام بیہقی (ابو محمد عبداللہ اصبہانی' ابو قتیبہ سلمہ بن فضل' ابو ایوب احمد بن بشر طیالسی' داؤد بن عمرو ضبی' مثنیٰ بن زرعہ' محمد بن اسحاق' نافع) ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عتبہ کے سامنے سورت حم سجدہ تلاوت فرمائی تو آکر اس نے اپنے احباب کو کہا' اس معاملہ میں آج میری بات مانو' اور آئندہ کوئی بات تسلیم نہ کرنا' واللہ! میں نے اس آدمی سے ایسا "معجز" کلام سنا ہے' میرے کانوں نے اب تک ایسا کلام نہیں سنا' اور سن کر' میں اس کا جواب نہیں دے سکا۔ (یہ حدیث اس سند سے غریب ہے)

چوری چھپے قرآن سننا : امام بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس' ابن اسحاق) زہری سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے کسی نے بتایا کہ ابوجہل' ابوسفیان اور اخنس بن شریق گھر سے رات کو رسول اللہ ﷺ سے قرآن سننے کی خاطر نکلے (اور رسول اللہ ﷺ گھر میں رات کو دوران نماز بلند آواز سے قرآن پڑھا کرتے تھے) ہر شخص قرآن سننے کے لئے ایک مقام پر بیٹھ گیا اور کسی کو دوسرے کی خبر نہ تھی' رات بھر فجر تک قرآن سنتے رہے' جب صبح صادق طلوع ہوئی تو وہاں سے اٹھ کر چلے آئے اور راستے میں سب اکٹھے ہو گئے۔ اور باہمی ایک دوسرے کو طعن و ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ دوبارہ یہ حرکت سرزد نہیں ہونی چاہئے' اگر کسی بے وقوف نے تمہیں دیکھ لیا تو اس کے دل میں شک و شبہ ڈالنے والے تم ہی ہو گے۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلے گئے۔ جب دوسری رات ہوئی تو پھر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے قرآن سنتے رہے' صبح ہوئی تو وہاں سے اٹھے اتفاقاً راستہ میں اکٹھے ہو گئے' کل کی طرح طعن و تشنیع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھر چلے گئے' جب تیسری رات ہوئی تو پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر بیٹھے قرآن سنتے رہے' فجر طلوع ہوئی تو وہاں سے چل دیئے پھر اتفاقاً راستہ میں اکٹھے ہو گئے تو باہم کہنے لگے کہ دوبارہ نہ آنے کا پختہ عہد کر کے ہی ہم یہاں سے جدا ہوں گے چنانچہ وہ پختہ عہد و پیمان کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

اخنس کا استصواب رائے : "معمولی ستانے کے بعد" اخنس بن شریق ہاتھ میں عصا لئے ابوسفیان کے گھر آیا اور اس سے پوچھا جناب ابو حنظلہ! محمدؐ سے جو کلام تم نے سنا ہے اس کے بارے تمہاری کیا رائے ہے۔ تو اس نے کہا جناب ابوثعلبہ! میں نے جو سنا ہے اس کے معنی و مفہوم کو جانتا ہوں تو اخنس نے کہا بخدا! آپ کی طرح میں بھی جانتا ہوں پھر وہ وہاں سے چل کر ابوجہل کے گھر آیا اور اس سے دریافت کیا جناب ابوالحکم! فرمایئے محمدؐ سے جو کلام سنا اس کے بارے آپ کی کیا رائے ہے تو اس نے کہا' کیا سنا ہے' ہمارا اور بنی عبدمناف کا شرف و تعلی میں نزاع تھا' انہوں نے کھلایا اور ہم نے بھی خوب کھلایا' انہوں نے سواری کے لئے (اونٹ وغیرہ) مہیا کئے تو ہم نے بھی مہیا کئے' انہوں نے لوگوں میں مال و متاع تقسیم کیا ہم

نے بھی تقسیم کیا یہاں تک کہ جب ہم مقابلہ کے لئے پوری طرح مستعد ہو کر دونوں زانوں کے بل بیٹھ گئے اور شرط کے دونوں گھوڑے میدان میں اتار دیئے اور خوب مقابلہ ہوا تو انہوں نے کہا' ہم میں ایک نبی ہے اس پر آسمان سے وحی آتی ہے ہم یہ بلند رتبہ کب حاصل کریں گے؟ بخدا ہم اس کی بات نہ کبھی سنیں گے اور نہ تصدیق کریں گے' چنانچہ اخنس یہ سن کر اٹھ کر چلا آیا۔

ابو جہل کے ہمراہ پہلی ملاقات : امام بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابو العباس' احمد' یونس' ہشام بن سعد' زید بن اسلم) مغیرہ بن شعبہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے پہلی بار رسول اللہ ﷺ کو اس طرح دیکھا کہ میں اور ابوجہل دونوں مکہ کی کسی گلی سے گزر رہے تھے تو اس وقت راستہ میں رسول اللہ ﷺ سے ہماری ملاقات ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل سے کہا' اے ابوالحکم! اللہ اور اس کے رسول کی طرف آؤ میں تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں' تو ابوجہل نے کہا اے محمدؐ! کیا تم ہمارے معبودوں کو گالی گلوچ دینے سے باز بھی آؤ گے؟ تمہارا یہ مقصد ہے کہ ہم تمہاری کی تبلیغ کے چشم دید شاہد ہوں۔ سو ہم گواہ ہیں کہ تم نے فرض تبلیغ ادا کر دیا۔ واللہ! اگر مجھے معلوم ہو کہ تمہارا فرمان حق ہے تو میں تمہاری اتباع کر لیتا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو اس نے مجھے کہا' واللہ! میں خوب جانتا ہوں کہ اس کا فرمان بالکل حق ہے' لیکن مانع یہ ہے کہ اولاد قصی نے کہا' ہمارے پاس حجابت کا منصب ہے یعنی کعبہ کی کلید برداری اور تولیت' ہم نے تسلیم کیا' انہوں نے کہا ہمارے قبیلہ میں سقایہ کا عہدہ بھی ہے یعنی حاجیوں کے پانی پلانے کا انتظام' ہم نے سر تسلیم خم کیا' پھر انہوں نے کہا ہمارے پاس ندوہ کی صدارت ہے وہ بھی ہم نے مان لیا پھر انہوں نے کہا جنگ میں علم برداری کا رتبہ بھی ہمیں حاصل ہے ہم نے اسے بھی مان لیا۔ پھر انہوں نے غریب و نادار لوگوں کو کھلایا' ہم نے بھی مقابلہ کیا یہاں تک کہ جب گھٹنے' گھٹنوں سے لگ گئے اور ہم نے خوب مقابلہ کیا تو اب بنی ہاشم کہنے لگے ہم میں ایک پیغمبر ہے' خدا کی قسم میں کبھی ماننے والا نہیں۔

ابو سفیان اور غیرت قومی : بیہقی' (ابو عبداللہ الحافظ' ابو العباس محمد بن یعقوب اصم' محمد بن خالد' احمد بن خلف' اسرائیل) ابی اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل اور ابو سفیان دونوں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو ابوجہل نے ابوسفیان کو مخاطب کر کے کہا اے بنی عبد شمس! یہ تمہارا نبی ہے' تو ابوسفیان نے کہا' اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کہ ہم سے نبی ہو' نبی تو ہم سے کم اور کمتر لوگوں میں بھی ہوتا ہے تو ابوجہل نے کہا تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار اشخاص کی بجائے نوعمر اور ناتجربہ کار شخص نبی ہو۔ ادھر' رسول اللہ ﷺ بھی ان کی گفتگو سن رہے تھے' چنانچہ آپ نے ان کے پاس تشریف لا کر فرمایا اے ابو سفیان! آپ نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر غیظ و غضب کا اظہار نہیں کیا بلکہ تم نے اپنی قومی غیرت اور حمیت کی وجہ سے حمایت اور طرف داری کی ہے۔ اے ابوالحکم! واللہ! تو کم ہنسے گا اور بہت روئے گا' تو ابو سفیان نے کہا اے بھتیجے! تم نے مجھے اپنی نبوت سے برا وعید سنایا ہے۔ یہ روایت اس سند سے مرسل ہے اور اس میں غرابت ہے۔ ابوجہل ملعون اور اس قماش کے لوگوں کے استہزا اور مزاح کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا (۲۵/۴۱) "اور جب یہ لوگ تمہیں دیکھتے ہیں تو بس تم سے مذاق کرنے لگتے ہیں کیا

یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا' اس نے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر قائم نہ رہتے اور انہیں جلدی معلوم ہو جائے گا جب عذاب دیکھیں گے کہ کون شخص گمراہ تھا۔"

قرآن درمیانی آواز سے : امام احمد' ابن عباس سے بیان کرتے ہیں' یہ آیت **ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها** (۱۷/۱۱۰) نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ مکہ میں چھپ کر رہتے تھے اور جب اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے تو قرآن بلند آواز سے پڑھتے' مشرکین اسے سن کر' قرآن اور اس کے اتارنے والے اور اس کے لانے اور سنانے والے کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قرات بلند آواز سے نہ کرو' مشرکین سن کر قرآن کو برا بھلا کہتے ہیں اور نہ ہی پست آواز سے تلاوت کرو کہ صحابہ نہ سن سکیں۔ اس کے درمیان معتدل راہ اختیار کیجئے۔" (متفق علیہ روایت ابی بشر جعفر بن ابی حیہ)

ابن اسحاق (داؤد بن حصین' عکرمہ) ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز میں قرآن بلند آواز سے پڑھتے تو مشرکین منتشر ہو جاتے اور سننے سے نفرت کرتے اور جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کو نماز میں قرآن پڑھتے سننا چاہتا تو کفار سے ڈرتا ہوا چوری چوری سنتا اگر اس کو معلوم ہو جاتا کہ کسی نے اس کو قرآن سنتے دیکھ لیا ہے تو ان کی ایذا رسانی کے خوف سے چلا جاتا اور قرآن نہ سنتا' اگر رسول اللہ ﷺ پست آواز سے پڑھتے تو سننے والے کچھ نہ سن سکتے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلند آواز سے قرات نہ کیجئے کہ وہ لوگ آپ سے متنفر ہو کر منتشر ہو جائیں اور اتنی پست آواز سے بھی نہ پڑھیں کہ جو شخص چوری چھپے سنتا ہے وہ سن نہ سکے۔ شاید وہ قرآن سن کر برائی سے باز آجائے اور اس سے فائدہ حاصل کرے۔ اس کے درمیان معتدل راہ اختیار کیجئے۔

ہجرت حبشہ

صحابہؓ کی مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت : مشرکین کا کمزور مسلمانوں کو ایذا رسانی اور ان پر ظلم و تشدد اور اہانت آمیز سلوک کرنے کا تذکرہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت و صیانت کا سامان ابوطالب کی بدولت مہیا کر دیا تھا جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے۔ (**ولله الحمد والمنة**) بروایت واقدی' ماہ رجب ۵ نبوی میں مہاجرین کا قافلہ حبشہ کی طرف روانہ ہوا اور یہ قافلہ گیارہ مرد اور چار خواتین پر مشتمل تھا کچھ سوار اور کچھ پیدل ساحل سمندر تک پہنچے اور نصف دینار حبشہ تک کشتی کا کرایہ طے ہوا۔

قافلہ کی فہرست : عثمان بن عفان م ۳۵ھ' ان کی زوجہ محترمہ رقیہ بنت رسول اللہؐ' ابو حذیفہ بن عتبہ' ان کی زوجہ محترمہ سہلہ بنت سہیل' زبیر بن عوام' مصعب بن عمیر' عبدالرحمان بن عوف' ابوسلمہ بن عبدالاسد' ان کی زوجہ محترمہ ام سلمہؓ' عثمان بن مظعون' عامر بن ربیعہ عنزی' اس کی زوجہ محترمہ لیلیٰ بنت ابی حثمہ' ابو سبرہ بن ابی رہم۔ بعض ابو حاطب بن عمر کا نام بھی شامل کرتے ہیں۔ سہیل بن بیضاء' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما۔

۸۲ افراد : بقول ابن جریر وغیرہ مہاجرین حبشہ کی تعداد خواتین اور بچوں کے علاوہ ۸۲ تھی اور عمار بن یاسر کا نام مختلف فیہ ہے۔ اگر وہ بھی ان میں شمار ہو جائیں تو کل تعداد ۸۳ ہو گی۔ بقول ابن اسحاق' رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کرام پر ظلم و تعدی ہوتے دیکھا اور خود اللہ تعالیٰ اور ابو طالب کی بدولت خیروعافیت سے ہیں اور ان کو جور وجفا سے بچانے میں بھی مجبور ہیں تو آپ نے ان کو فرمایا اگر تم حبشہ چلے جاؤ تو اچھا ہے کہ وہاں رحم دل بادشاہ ہے۔ کسی پر ظلم و ستم نہیں ہوتا' صدق و صفا کا خطہ ہے' وہیں مقیم رہو تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آرام و راحت کا سامان پیدا کر دے۔

پہلے مہاجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ : چنانچہ اس وقت صحابہؓ جور وجفا کے خطرے اور دین کی حفاظت خاطر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے اور عہد اسلام میں یہ پہلی ہجرت تھی' عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ محترمہ رقیہ بنت رسول اللہؐ پہلے مہاجر تھے۔ بیہقی' یعقوب بن سفیان' عباس عنبری' بشر بن موسیٰ' حسن بن زیاد برجمی' قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان نے اہل و عیال سمیت اللہ کی راہ میں سب سے اول ہجرت کی۔ قتادہ نے نضر بن انس کی معرفت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ عثمانؓ بن عفان اپنی بیوی رقیہؓ سمیت ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو کافی عرصہ ان کی خیروعافیت کی خبر نہ معلوم ہوئی تو اچانک ایک قریشی عورت نے آکر بتایا کہ میں نے آپ کے داماد کو بمع اہل و عیال دیکھا ہے۔ آپ نے پوچھا کس حالت میں ان کو دیکھا ہے تو اس نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو گدھے پر سوار کئے لے جا رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اللہ ان کا ہمدم اور رفیق ہو' لوطؑ کے بعد عثمان بن عفان اہل و عیال سمیت پہلے ہجرت کرنے والے ہیں۔

دس مرد پہلے مہاجر : ابن اسحاق کہتے ہیں' ابو حذیفہ بن عتبہ' ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل' ان کے ہاں حبشہ میں محمد بن ابی حذیفہ پیدا ہوئے' زبیر بن عوام' مصعب بن عمیر' عبدالرحمان بن عوف' ابو سلمہ بن عبدالاسد' ان کی بیوی ام سلمہ اور وہاں ان کی لڑکی زینب پیدا ہوئی' عثمان بن مظعون' عامر بن ربیعہ عنزی' اس کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ' ابو سبرۃ بن ابی رہم العامری' اس کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو' بعض کہتے ہیں کہ ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر' سب سے پہلے حبشہ میں پہنچے' سہیل بن بیضاء۔ ہماری معلومات کے مطابق یہ دس مرد سب سے قبل حبشہ پہنچے اور بقول ابن ہشام کے امیر عثمان بن مظعون تھے۔

جعفر مہاجر حبشہ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب اپنی بیوی اسماء بنت عمیس کو لے کر حبشہ پہنچے اور وہاں عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے۔ پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے حبشہ میں اکٹھے ہو گئے۔

کب ہجرت ہوئی؟ : بقول موسیٰ بن عقبہ' پہلی ہجرت حبشہ اس وقت ہوئی جب ابو طالب مع اپنے حلیفوں کے شعب میں محصور ہوئے۔ یہ محل نظر ہے' واللہ اعلم۔

بقول موسیٰ' جعفر بن ابی طالب دوسری ہجرت حبشہ میں شامل تھے یہ اس طرح کہ پہلے مہاجرین میں سے بعض لوگ واپس چلے آئے ان میں عثمان بن مظعون شامل تھے۔ ان کو یہ اطلاع موصول ہوئی تھی کہ

مشرکین مکہ نے مسلمان ہو کر نماز پڑھی ہے مکہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ چنانچہ بعض واپس چلے گئے اور بعض مکہ میں ہی مقیم رہے' کچھ اور لوگ بھی ان کے ہمراہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے' اسی کا نام "دوسری ہجرت حبشہ" ہے۔ بقول موسیٰ بن عقبہ' جعفر دوسری ہجرت میں شامل تھے لیکن ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ان کی پہلی ہجرت میں شمولیت زیادہ واضح ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا' واللہ اعلم۔ دوسری ہجرت میں ان کی شمولیت سرفہرست ہے۔ وہی اس کے سربراہ اور نجاشی کے پاس بطور خطیب و مترجم تشریف لے گئے تھے۔

محمد بن اسحاق نے جعفرؓ کے رفقاء ہجرت کی فہرست بیان کی ہے۔ (۱) عمرو بن سعید بن عاص (۲) اس کی بیوی فاطمہ بنت صفوان بن امیہ بن محرث بن شق الکنانی (۳) اس کا بھائی خالد (۴) خالد کی بیوی امینہ بنت خلف بن اسعد خزاعی' وہیں ان کا بیٹا سعید بن خالد پیدا ہوا' اور اس کی والدہ بعد ازیں زبیر کی زوجیت میں آئیں اور ان سے خالد اور عمرو پسران زبیر پیدا ہوئے (۵) عبداللہ بن جحش بن رئاب (۶) اس کا بھائی عبیداللہ (۷) اس کی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان (۸) قیس بن عبداللہ از بنی اسد بن خزیمہ (۹) ان کی بیوی برکت بنت یسار کنیز ابی سفیان (۱۰) معیقیب بن ابی فاطمہ' سعید بن عاص کے موالی میں سے' بقول ابن ہشام وہ دوسی ہیں (۱۱) ابو موسیٰ اشعری عبداللہ بن قیس حیف عتبہ بن ربیعہ (اس پر آئندہ بحث کریں گے) (۱۲) عتبہ بن غزوان (۱۳) یزید بن زمعہ بن اسود (۱۴) عمرو بن امیہ بن حارث بن اسد (۱۵) طلیب بن عمیر بن وھب بن ابی کثیر بن عبد (۱۶) سویبط بن سعد بن حریملہ (۱۷) جہم بن قیس عبدوی (۱۸) ان کی بیوی ام حرملہ بنت عبدالاسود بن خزیمہ (۱۹) عمرو بن جہم (۲۰) خزیمہ بن جہم (۲۱) ابو الروم بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار (۲۲) فراس بن نضر بن الحارث بن کلدۃ (۲۳) عامر بن ابی وقاص برادر سعد بن ابی وقاص (۲۴) مطلب بن ازہر بن عبدعوف الزہری (۲۵) ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف بن ضبیرہ (۲۶) عبداللہ بن مطلب حبشہ میں پیدا ہوئے (۲۷) عبداللہ بن مسعود (۲۸) عتبہ بن مسعود (۲۹) مقداد بن اسود (۳۰) حارث بن خالد بن صخر تیمی (۳۱) ان کی بیوی ریطہ بنت حارث بن جبیلہ' ان کے چار بیٹے بیٹیاں وہاں پیدا ہوئے (۳۲) موسیٰ بن حارث بن خالد (۳۳) عائشہ بنت حارث (۳۴) زینب بنت حارث (۳۵) فاطمہ بنت حارث (۳۶) عمرو بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ (۳۷) شماس بن عثمان بن شرید مخزومی ان کا اصل نام عثمان ہے حسن و جمال کی وجہ سے اس کو شماس کہتے تھے (۳۸) ہبار بن سفیان بن عبدالاسد مخزومی (۳۹) عبداللہ بن سفیان بن عبدالاسد مخزومی (۴۰) ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم (۴۱) سلمہ بن ہشام بن مغیرہ (۴۲) عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ (۴۳) معتب بن عوف بن عامر عرف عیہامہ حیف بنی مخزوم (۴۴) قدامہ بن مظعون (۴۵) عبداللہ بن مظعون (۴۶) سائب بن عثمان بن مظعون (۴۷) حاطب بن حارث بن معمر (۴۸) ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل (اس کے دو بیٹے) (۴۹) محمد بن حاطب بن حارث (۵۰) حارث بن حاطب (۵۱) خطاب بن حارث بن معمر (۵۲) ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار (۵۳) سفیان بن معمر بن حبیب (۵۴) اس کی بیوی حسنہ اور اس کے دو بیٹے (۵۵) جابر بن سفیان بن

معمر بن حبیب (۵۶) جنادہ بن سفیان بن معمر بن حبیب (۵۷) حسنہ کا بیٹا شرحبیل بن عبداللہ کے از غوث بن مزاحم بن تمیم عرف شرحبیل بن حسنہ (۵۸) عثمان بن ربیعہ بن اهبان بن وهب بن حذافہ بن جمح (۵۹) حیسس بن حذافہ بن قیس بن عدی (۶۰) عبداللہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم (۶۱) ہشام بن عاص بن وائل بن سعید (۶۲) قیس بن حذافہ بن قیس بن عدی (۶۳) اس کا برادر عبداللہ (۶۴) ابو قیس بن حارث بن قیس بن عدی' اس کے پانچ بھائی (۶۵) حارث بن حارث (۶۶) معمر بن حارث (۶۷) سائب بن حارث (۶۸) بشر بن حارث (۶۹) سعید بن حارث (۷۰) سعید بن قیس بن عدی' اس کا علاتی بھائی یعنی سعید بن عمرو تمیمی (۷۱) عمیر بن رئاب بن حذیفہ بن مُشم (۷۲) سعید بن سہم (۷۳) محمیہ بن جزء زبیدی حلیف بنی سہم (۷۴) معمر بن عبداللہ عدوی (۷۵) عروہ بن عبدالعزیٰ (۷۶) عدی بن نضلہ بن عبدالعزیٰ (۷۷) اس کا بیٹا نعمان بن عدی (۷۸) عبداللہ بن مخرمہ عامری (۷۹) عبداللہ بن سہیل بن عمرو (۸۰) سلیط بن عمرو (۸۱) اس کا بھائی سکران بن عمر (۸۲) اس کی بیوی سودہ بنت زمعہ (۸۳) مالک بن ربیعہ (۸۴) ان کی بیوی عمرہ بنت سعدی (۸۵) ابو حاطب بن عمرو عامری (۸۶) ان کا حلیف سعد بن خولہ یمنی (۸۷) ابوعبیدہ بن عبداللہ بن جراح فہری (۸۸) سہیل بن بیضاء --- بیضا اس کی والدہ ہے اس کا نام تھا دعد بنت جحدم بن امیہ بن ظرب بن حارث بن فہر --- یعنی سہیل بن وهب بن ربیعہ بن هلال بن ضبہ بن حارث (۸۹) عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن هلال بن مالک بن ضبہ بن حارث (۹۰) عیاض بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ (۹۱) عمرو بن حارث بن زہیر بن ابی شداد ربیعہ (۹۲) عثمان بن عبد غنم بن زہیر "اخوات" (۹۳) سعید بن عبد قیس بن لقیط (۹۴) اس کا بھائی حارث بن عبد قیس (فہری)

بقول ابن اسحاق مہاجرین حبشہ ماسوائے خواتین اور بچوں کے کل ۸۳ افراد تھے بشرطیکہ عمار بن یاسر کا ان میں شمار ہو۔

ابو موسیٰ اشعری : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق کا مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے والوں کی فہرست میں ابو موسیٰ اشعری کا نام درج کرنا عجوبہ ہے۔ امام احمد' حسن بن موسیٰ' خدیج برادر زہیر بن معاویہ' ابی اسحاق' عبداللہ بن عتبہ' ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ ہم سے قریباً (۸۰) افراد کو رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کے پاس روانہ کیا جن میں عبداللہ بن مسعود' جعفر' عبداللہ بن عرفط' عثمان بن مظعون اور ابو موسیٰ اشعری بھی شامل تھے۔ اور قریش نے عمروؓ بن عاص فاتح مصر اور عمارہ بن ولید کو عمدہ تحائف دے کر حبشہ روانہ کیا۔ جب وہ نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو سجدہ کر کے اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے اور عرض کیا ہمارے چچازاد بھائی آپ کی زمین میں داخل ہو چکے ہیں' ہم سے اور ہمارے دین سے نفرت کرتے ہیں تو نجاشی نے پوچھا' وہ کہاں ہیں' انہوں نے پھر عرض کیا کہ آپ کی سلطنت میں ہیں' آپ انہیں حاضر ہونے کا حکم دیں چنانچہ اس نے ان کی حاضری کا حکم جاری کیا' وہ آئے تو جعفر نے رفقاء سے کہا آج میں آپ کا نمائندہ ہوں چنانچہ وہ دربار میں سلام مسنون کہہ کر داخل ہو گئے اور سجدہ نہ کیا' تو حاضرین دربار نے کہا' بادشاہ کے سامنے سجدہ ریز کیوں نہیں ہوئے؟ تو اس نے کہا ہم اللہ کے سوا کسی کے سامنے سجدہ ریز نہیں

ہوتے' نجاشی نے کہا کیوں؟ تو جعفر نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاں ایک رسول مبعوث کیا ہے اس کا ارشاد ہے کہ ہم غیراللہ کو سجدہ نہ کریں اور ہمیں نماز اور صدقات کا حکم فرمایا ہے۔

عمرو بن عاص نے اشتعال دلانے کے لئے کہا کہ یہ لوگ ابن مریم کے بارے آپ کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں' نجاشی نے ان سے دریافت کیا کہ مریم اور ابن مریم کے بارے تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ تو جعفر نے کہا ہم وہی کہتے ہیں جو اللہ کا فرمان ہے کہ عیسیٰؑ اللہ کا کلمہ اور اس کا روح ہے جو اس نے پاکباز مریم کی طرف القا کیا جسے کسی مرد نے چھوا تک نہیں' تو نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا' اے باشندگان حبشہ' اے علماء و زہاد کے گروہ! یہ لوگ' اس تنکا کے برابر بھی ہمارے اعتقاد کے مخالف نہیں' میں آپ کو اور آپ کے رسول کو خوش آمدید کہتا ہوں اور میں اس بات کا شاہد ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور انجیل میں مذکور صفات کا وہی مصداق ہے اور انہی کا عیسیٰؑ نے مژدہ سنایا تھا' جہاں چاہو اقامت اختیار کرو' واللہ اگر مجھے مصروفیات مملکت نہ ہوتیں تو میں خود حاضر ہو کر اس کی نعل برداری کرتا۔ اور قریشیوں کے تحائف واپس کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ان کے سب تحائف واپس کر دیئے گئے۔ پھر عبداللہ بن مسعود مدینہ واپس چلے اور غزوہ بدر میں شامل ہوئے' اور نبی علیہ السلام کو نجاشی کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے اس کے لئے دعائے مغفرت کی۔ یہ سند جید اور قوی ہے اور سیاق حسن ہے۔ نیز یہ روایت ابی اسحاق سبیعی سے دیگر سند سے بھی مروی ہے۔

(نوٹ) : اس روایت سے صاف واضح ہے کہ ابوموسیٰ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے مکہ سے حبشہ ہجرت کی بشرطیکہ آپ کا نام کسی راوی سے مدرج نہ ہوا' واللہ اعلم۔

ابو احمد (عبداللہ بن محمد شیرویہ' اسحاق بن ابراہیم' ابن راھویہ' عبیداللہ بن موسیٰ' اسرائیل' ابی اسحاق' ابی بردہ) **ابو موسیٰ اشعری** سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم جعفر کے ہمراہ نجاشی کے پاس جائیں۔ قریش کو ہماری روانگی کا علم ہوا تو انہوں نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو گراں قیمتی تحائف دے کر نجاشی کی خدمت میں روانہ کیا' انہوں نے نجاشی کو تحائف پیش کرنے کے بعد سجدہ کیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لیا۔ پھر عمرو بن عاص نے گزارش کی کہ ہمارے لوگ آبائی دین سے نفرت کر کے' آپ کی سلطنت میں آباد ہو گئے ہیں' نجاشی نے ازراہ تعجب پوچھا ہماری سلطنت میں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! چنانچہ نجاشی نے ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا' وہ آئے (تو جعفر نے اپنے رفقا سے کہا' خاموش رہنا' آج میں آپ کا نمائندہ ہوں) اور نجاشی کے دربار میں چلے آئے' نجاشی کے دائیں بائیں عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید براجمان تھے اور درباری لوگ دو قطاروں میں سامنے بیٹھے تھے اور وہ قبل ازیں نجاشی کے گوش گزار کر چکے تھے کہ وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوں گے جب نجاشی کے دربار میں پہنچے تو وہاں پر موجود عیسائی علماء اور زاہدوں نے کہا' بادشاہ کو سجدہ کرو' جعفرؓ نے کہا ہم صرف اللہ کو ہی سجدہ کرتے ہیں۔ جب نجاشی سے ہمکلام ہوئے تو اس نے پوچھا سجدہ کرنے سے کیا امر مانع ہے؟ تو جعفر نے کہا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ تو نجاشی نے کہا کیوں؟ جعفر نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاں ایک رسول مبعوث کیا ہے۔

(جس کی بشارت ابن مریم (علیہما السلام) نے دی تھی کہ ان کے بعد احمدؐ آئے گا) اس کا ارشاد ہے کہ ہم اللہ کی پرستش کریں' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں' نماز قائم کریں' صدقات ادا کریں' معروف اور نیکی کا بھی حکم دیا ہے' منکر اور برائی سے منع کیا ہے۔

نجاشی کو ان کی بات پسند آئی تو عمرو بن عاص نے یہ منظر دیکھ کر عرض کیا' اللہ بادشاہ کو سلامت رکھے! یہ لوگ عیسیٰ کے بارے آپ کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں تو نجاشی نے جعفرؓ سے کہا' ابن مریم کے متعلق تمہارے نبی (علیہ السلام) کا کیا خیال ہے تو جعفر نے عرض کیا' ان کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے کہ وہ اللہ کا روح اور اس کا کلمہ ہے۔ اللہ نے ان کو پاک دامن کنواری مریم بتول سے پیدا کیا ہے جسے کسی مرد نے چھوا تک نہیں' اور عیسیٰؑ ان کے پلوٹھی کے بچے تھے' تو نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا اے لاٹ پادریو اور راہبوں کے گروہ! ہمارے عقیدہ کے برخلاف یہ اس تنکا برابر نہیں کہتے اور آپ کے رسول کو خوش آمدید کہتا ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور اس کی عیسیٰؑ نے بشارت سنائی تھی۔ اگر مجھے ملکی انتظام کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کرتا۔ جب تک چاہو میرے علاقے میں مقیم رہو اور ان کے لئے طعام اور لباس کا اہتمام کیا۔ (حافظ بیہقی نے اپنی سند سے عبیداللہ بن موسیٰ سے یہ واقعہ' **فامرلنا بطعام وكسوة** تک بیان کر کے کہا ہے' یہ سند صحیح ہے)

عمارہ کا حشر : اور عمرو بن عاص وغیرہ کے عطیات واپس لوٹا دینے کا حکم دیا۔ عمرو بن عاص کو تاہ قامت تھا اور عمارہ حسین و جمیل تھا یہ کشتی میں سوار تھے' عمرو بن عاص کے ہمراہ اس کی بیوی بھی تھی' انہوں نے شراب پیا تو عمارہ نے بدمست ہو کر عمرو سے کہا' اپنی بیوی سے کہئے میرا بوسہ لے' عمرو نے کہا' تجھے شرم نہیں آتی؟ تو عمارہ نے عمرو کو سمندر میں پھینک دیا اور عمرو' عمارہ کو (خدا اور قرابت کا) واسطہ دینے لگا تو اسے کشتی میں سوار کر لیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے دل میں عمارہ کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا عمرو نے نجاشی سے کہا جب آپ اپنے محل سے باہر چلے آتے ہیں تو عمارہ وہاں چپکے سے چلا جاتا ہے۔ یہ سن کر نجاشی نے عمارہ کے آلہ بول کے سوراخ میں ہوا بھر دینے کا حکم دیا تو وہ آوارہ ہو کر وحشی جانوروں کے ساتھ چلتا پھرتا تھا۔ (اور آخر کار جنگل میں مر گیا)

ابو موسیٰ : اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو موسیٰ مکہ میں مقیم تھے اور جعفر کے ہمراہ ہجرت کر کے حبشہ آئے۔ لیکن صحیح واقعہ' یزید بن عبداللہ بن ابی بردہ اپنے دادا' ابو بردہ کی معرفت ابو موسیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ یمن میں جب ان کو رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کرنے کی خبر معلوم ہوئی تو یمن سے قریباً ۵۷' افراد کا قافلہ کشتی میں سوار ہوا اور کشتی بے قابو ہو کر حبشہ کے ساحل پر جا لگی۔ جعفر مع رفقا وہاں مقیم تھے چنانچہ جعفر نے ان کو یہیں اقامت اختیار کرنے کا مشورہ دیا اور وہ وہیں مقیم ہو گئے تا آنکہ وہ فتح خیبر کے وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' جعفر اور نجاشی کے مابین جو گفتگو ہوئی اس وقت ابو موسیٰ وہاں موجود تھے اور یہ واقعہ انہوں نے بیان کیا۔ ممکن ہے کسی راوی کو اس واقعہ سے شبہ اور وہم ہو گیا ہو اور اس نے یہ نقل کر دیا۔ **امرنا رسول الله ان ننطلق** کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ جعفر کے

ہمراہ روانہ ہوں' واللہ اعلم۔

امام بخاری نے بھی باب ہجرۃ الحبشہ میں اسی طرح بیان کیا ہے کہ محمد بن علا' (ابو اسامہ' یزید بن عبداللہ' ابوبردہ) ابو موسیٰ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم یمن میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا مدینہ جانا معلوم ہوا چنانچہ ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے' اتفاقاً کشتی نے ہمیں نجاشی کے پاس حبشہ میں پہنچا دیا' وہاں جعفر سے ملاقات ہوئی' ہم ان کے ساتھ حبشہ میں ٹھہرے رہے' نبی علیہ السلام کے پاس اس وقت آئے جب آپ خیبر فتح کر چکے تھے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کشتی والو! تمہاری دو ہجرتیں ہیں۔ امام مسلم نے بھی ابو اسامہ سے یہ روایت ابی کریب وغیرہ سے بیان کی ہے۔

نجاشی کے ساتھ جعفرؓ کی گفتگو : حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں جعفر کے ترجمہ و تعارف میں جعفر کی روایت اور عمرو بن عاص کی روایت بیان کی ہے جن کی بدولت یہ سلسلہ سخن جاری ہوا' ابن مسعود کی روایت بھی نقل کی ہے جو قبل ازیں امام احمد کی سند سے نقل کر چکے ہیں اور ام سلمہؓ کی روایت بھی جو آئندہ بیان ہو رہی ہے۔ اس روایت کی سند نہایت کمیاب ہے۔

روایت جعفر اور نجاشی کا نمائندہ : ابن عساکر' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو ابوسفیان کی جانب سے تحائف دے کر نجاشی کے پاس روانہ کیا' انہوں نے ہماری حبشہ میں موجودگی کے دوران نجاشی سے عرض کیا کہ ہمارے کمتر اور دیوانے لوگ آپ کی سلطنت میں موجود ہیں' آپ انہیں ہمارے سپرد کر دیجئے۔ اس نے کہا ان کی بات سنے بغیر میں ان کو آپ کے حوالے نہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے ہمیں طلب کیا' ہم آئے تو شاہ نے پوچھا' یہ لوگ کیا کہتے ہیں' ہم نے عرض کیا' قوم بت پرست تھی' اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس رسول مبعوث فرمایا ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی پھر نجاشی نے ان سے سوال کیا آیا یہ تمہارے غلام ہیں؟ انہوں نے کہا جی نہیں۔ پھر اس نے دریافت کیا' کیا یہ لوگ تمہارے مقروض ہیں؟ تو پھر انہوں نے کہا بالکل نہیں تو نجاشی نے کہا' ان کو جانے دو۔ (جہاں چاہیں) چنانچہ ہم دربار سے باہر چلے آئے' تو عمرو بن عاص نے کہا' عیسیٰؑ کے متعلق ان کا اعتقاد آپ کے برعکس ہے' تو نجاشی نے کہا اگر وہ لوگ عیسیٰؑ کے بارے اعتقاد میں ہمارے خلاف ہوئے تو میں ان کو اپنی قلمرو میں پل بھر بھی رہنے کی اجازت نہ دوں گا۔ چنانچہ اس نے ہمیں دوبارہ طلب کیا (یہ دوبارہ طلبی پہلی پیشی کی نسبت زیادہ گراں تھی) اور پوچھا تمہارا نبیؐ عیسیٰؑ کے بارے کیا کہتا ہے۔ ہم نے عرض کیا ان کا فرمان ہے کہ عیسیٰؑ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہے جو اللہ نے کنواری مریم بتول کی طرف القاء کیا' چنانچہ شاہ نے پوچھا ابن مریم کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے تو انہوں نے کہا' آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں' نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ عیسیٰؑ ان کے بیان کردہ عقیدہ سے سرمو بھی متجاوز نہیں۔

پھر شاہ نے پوچھا کیا تم کو کوئی اذیت پہنچاتا ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں! تو اس نے منادی کروا دی کہ جو شخص ان میں سے کسی کو اذیت پہنچائے اس پر چار درہم جرمانہ اور تاوان ہے۔ پھر پوچھا' اتنا کافی ہے؟ ہم نے عرض

کیا جی نہیں۔ چنانچہ اس نے دوگنا کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور وہاں مخالف قوت پر غالب آگئے تو ہم نے نجاشی سے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ہجرت کر کے چلے آئے ہیں اور وہاں مخالف لوگوں پر غالب آگئے ہیں لہٰذا آپ ہمیں وہاں پہنچا دیں' اس نے اثبات میں جواب دیا اور ہمیں زادراہ دے کر روانہ فرما دیا کہ میرے اس حسن سلوک کا اپنے نبی سے تذکرہ کرنا اور یہ میرا نمائندہ تمہارے ہمراہ جا رہا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں' اور ان سے کہنا کہ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ جعفر نے کہا' ہم مدینہ چلے آئے' میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھ سے معانقہ کر کے فرمایا' معلوم نہیں کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ مسرت ہے یا جعفر کی آمد کی' (کیونکہ فتح خیبر کے وقت ہماری آمد تھی)

دعا اور آمین : پھر آپ وہاں براجمان تھے کہ نجاشی کے نمائندے نے عرض کیا' یہ جعفر موجود ہیں آپ ان سے دریافت کریں کہ نجاشی نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا' تو جعفر نے بتایا اس نے ہمارے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا اور زادراہ دے کر روانہ کیا اور وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہوا اور مجھ سے' آپ سے مغفرت کی دعا کرنے کا بھی تقاضا کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے وضو کر کے سہ بار دعاء مغفرت کی **اللّٰھم اغفر للنجاشی** اور مسلمانوں نے آمین کہا۔ جعفر کہتے ہیں پھر میں نے نمائندے سے عرض کیا آپ بھی جا کر اپنے آنکھوں دیکھے حالات ان کے گوش گزار کرنا' ابن عساکر نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

روایت ام سلمہؓ : یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق' زہری' ابوبکر بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام) ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ جب مکہ کی فضا مسلمانوں پر تنگ ہو گئی اور ان کو اذیت و مشقت میں مبتلا کیا گیا اور دینی اعتبار سے ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور رسول اللہ ﷺ ان کا دفاع کرنے سے بے بس ہو گئے اور خود رسول اللہ ﷺ اپنی قوم اور چچا کی وجہ سے محفوظ تھے' تو رسول اللہ ﷺ نے ان حالات کے پیش نظر فرمایا کہ حبشہ میں "رحمدل" بادشاہ ہے اس کے ہاں کسی پر ظلم و ستم نہیں ہوتا۔ وہاں چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مشکل رفع کر دے اور ان مصائب سے خلاصی کا راستہ پیدا کر دے۔

چنانچہ مسلمان لوگ جوق در جوق حبشہ جانے لگے اور وہاں "کافی تعداد" میں جمع ہو گئے۔ پرامن علاقے اور بہترین ہمسائیگی میں' امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے' بغیر کسی ظلم و جبر کا اندیشہ کئے' جب قریش کو معلوم ہوا کہ مسلمان امن و سلامتی میں ہیں تو وہ پیچ و تاب کھانے لگے اور بالآخر یہ فیصلہ طے پایا کہ نجاشی کے پاس سفیروں کو بھیج کر ان کو وہاں سے نکالنے کا اہتمام کریں۔ چنانچہ انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو اس مہم کے لئے روانہ کیا' نجاشی اور اس کے درباریوں کے لئے تحائف مہیا کئے اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ تحفہ تجویز کیا اور سفیروں کو تاکید کی کہ گفت و شنید سے پہلے ہی ہر ایک کو تحفے دے دیں اور شاہ کی خدمت میں بھی پہلے تحائف پیش کریں اگر ایسا ممکن ہو تو گفت و شنید سے قبل ہی ان بھگوڑوں کو تمہارے حوالے کر دے تو بہتر ہے۔ چنانچہ حبشہ میں پہنچ کر انہوں نے ہر ایک کی خدمت میں تحفہ پیش کیا

اور ان سے اپنا مدعا ظاہر کیا کہ ہم اپنے چند نادانوں کی خاطر شاہ کی خدمت میں یہ بات پیش کرنے کے لئے آئے ہیں کہ انہوں نے ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے اور تمہارے دین کو بھی پسند نہیں کیا' ان کے لواحقین نے ہمیں اس لئے یہاں بھیجا ہے کہ شاہ ان کو ہمارے سپرد کر دے۔ جب ہم شاہ سے گفتگو کریں تو آپ بھی یہ مشورہ دیں۔ انہوں نے حمایت کا یقین دلا دیا تو شاہ کی خدمت میں تحائف پیش کئے اور مکہ کے تحائف میں سے سب سے عمدہ تحفہ چمڑا تھا' بقول موسیٰ بن عقبہ ان تحائف میں گھوڑا اور ریشمی جبہ بھی تھا۔

تحائف پیش کرنے کے بعد انہوں نے گزارش کی کہ ہمارے چند نادانوں نے اپنے آبائی دین کو ترک کر دیا ہے اور آپ کے دین کو بھی پسند نہیں کیا بلکہ ایک نیا دین ایجاد کر لیا ہے اور وہ آپ کے علاقہ میں پناہ گزیں ہیں۔ ان کے لواحقین اور رشتہ داروں نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں' ہم ان کو خوب جانتے ہیں' مزید بر آں وہ آپ کے دائرہ دین میں بھی داخل نہیں ہیں کہ آپ ان کی حفاظت کریں۔ یہ سن کر شاہ نے غضبناک ہو کر فرمایا' تاوقتیکہ میں ان کی بات نہ سن لوں' ان کو تمہارے حوالے نہ کروں گا' وہ لوگ میری قلمرو میں پناہ گزین ہیں اور انہوں نے میری ہمسائیگی کو ترجیح دی ہے' تمہارے بیان کے مطابق اگر وہ واقعی مجرم ہوئے تو میں ان کو آپ کے حوالے کر دوں گا۔ بصورت دیگر میں ان کی حفاظت کروں گا اور ان کے امور میں کوئی مداخلت نہ کروں گا۔

بقول موسیٰ بن عقبہ : درباری لوگوں نے بھی ان کے حوالہ کر دینے کا مشورہ دیا تو شاہ نے کہا' واللہ! میں ان کی بات سنے بغیر اور ان کے حالات دریافت کئے بغیر کوئی کارروائی نہ کروں گا۔ جب وہ دربار میں حاضر ہوئے تو صرف سلام مسنون کیا' اور سجدہ نہیں کیا تو شاہ نے کہا' بتاؤ' تم نے شاہی آداب کے مطابق مجھے سجدہ کیوں نہ کیا جیسے کہ تمہاری قوم کے دیگر لوگ کرتے ہیں' نیز مجھے بتاؤ کہ عیسیٰؑ کے بارے تمہارا کیا اعتقاد ہے اور تمہارا کون سا دین ہے' کیا تم عیسائی ہو! انہوں نے جواب دیا' جی نہیں تو پھر تم یہودی ہو' انہوں نے نفی میں جواب دیا تو اس نے پوچھا اپنے آبائی دین پر ہو' پھر انہوں نے نفی میں جواب دیا تو اس نے پھر پوچھا بتاؤ' تمہارا کون سا دین ہے' انہوں نے عرض کیا "اسلام" اس نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ ہم اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے تو اس نے پوچھا اس دین کو کون لایا ہے؟

تو انہوں نے کہا ہماری قوم کا ایک فرد اسے لایا ہے۔ ہم اس کی شخصیت اور نسب کو خوب جانتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اسے اور رسولوں کی طرح ہمارے پاس مبعوث فرمایا ہے۔ اس نے ہمیں نیکی' خیرات' وفاداری اور امانت کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے اور بت پرستی سے منع فرمایا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا ہے ہم نے کلام الٰہی کو پہچانا اور اللہ کے فرامین کی تصدیق کی۔ جب ہم مسلمان ہو گئے تو یہ ہمارے اور ہمارے نبی کے دشمن ہو گئے۔ نبی کو ان لوگوں نے جھٹلایا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا اور ہمیں بت پرستی پر مجبور کیا تو ہم نے اپنے دین و جان کی خاطر آپ سے پناہ لی' یہ سن کر نجاشی نے کہا' واللہ! یہ کلام اسی چراغ کا پرتو ہے جس سے موسیٰؑ کا دین روشن ہوا تھا۔ جعفرؓ نے عرض کیا باقی رہا سلام کا طریقہ' تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ اہل جنت کا تحفہ سلام ہے اور آپ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے اور ہم نے آپ کو اس

طریق سے سلام کیا ہے جیسا کہ ہم آپس میں کہتے ہیں۔ عیسیٰؑ بن مریم' اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے اور اس کا کلمہ ہے جو مریم بتول کی طرف القا ہوا' اللہ کا روح ہے اور کنواری مریم بتول کا بیٹا ہے۔ پھر شاہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا واللہ! ابن مریم اس قدر بھی آپ کے فرمان سے زائد نہیں۔

یہ منظر دیکھ کر حبشہ کے اہل کاروں نے کہا واللہ! اگر یہ بات عوام تک پہنچ گئی تو وہ آپ کو سبکدوش اور معزول کریں گے تو شاہ نے جواب دیا کہ عیسیٰؑ کی نسبت میرا یہی اعتقاد ہے' اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک واپس کرنے کے سلسلے میں کسی کی پرواہ نہیں کی تو میں بھی "معاذ اللہ" اللہ کے دین میں کسی کی پرواہ نہ کروں گا۔

مسلمانوں کی طلبی اور قریش کے سفرا کی ناگواری بقول یونس از ابن اسحاق : نجاشی نے اہل اسلام کو حاضر کرنے کا حکم صادر فرمایا تو یہ حکم عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو سخت ناگوار گزرا جب مسلمانوں کو یہ اطلاع پہنچی تو سب نے کہا کہ "ان کے سوالات" کا کیا جواب دو گے تو فیصلہ ہوا' واللہ ہم وہی کہیں گے جو ہم جانتے ہیں' اور جس بات پر ہم قائم ہیں اور جو ہمارے رسول کا فرمان ہے' جو ہو سو ہو۔ جب نجاشی کے دربار میں حاضر ہوئے تو ان کے منتخب نمائندے جعفر کو نجاشی نے کہا یہ تمہارا دین کیا ہے؟ جس پر تم عمل پیرا ہو' تم اپنے آبائی دین سے بیزار ہوئے' یہودیت اور عیسائیت کو بھی اختیار نہیں کیا' کیا ماجرا ہے تو جعفر نے عرض کیا' جناب بادشاہ سلامت! ہم مشرک لوگ تھے' بت پوجتے تھے' مردار کھاتے تھے' ہمسایوں کو ستاتے تھے' بھائی' بھائی کی خونریزی اور ظلم کو مباح سمجھتا تھا' حلال حرام کی تمیز نہ تھی' اللہ نے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا جس کی وعدہ وفائی اور صدق و دیانت سے ہم واقف تھے اس نے ہمیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی' صلہ رحمی' ہمسایہ کی حفاظت' نماز' روزہ کا حکم فرمایا۔

بقول زیاد از ابن اسحاق : اللہ کے نبی نے ہمیں توحید کی دعوت دی' ہم اور ہمارے آباء جن پتھروں کو پوجتے تھے ان کے ترک کرنے کا حکم فرمایا' سچ بولنے' امانت کی ادائیگی' صلہ رحمی' اچھی ہمسائیگی' حرام کاری اور خون ریزی سے باز رہنے کا حکم فرمایا۔ بے حیائی' جھوٹ' یتیموں کا مال کھانے' پاک دامن عورت پر بدنامی کا داغ لگانے سے منع فرمایا۔ اللہ کی عبادت کرنے' اس کے ساتھ شرک نہ کرنے' نماز' روزہ اور خیرات کرنے کا حکم فرمایا اور بھی اسلامی امور کو گنوایا۔ ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی اور اس کے احکامات کی پیروی کی چنانچہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنایا' اس کے حرام کردہ امور کو حرام سمجھا اور حلال کو حلال سمجھا۔ قوم ہماری دشمن ہو گئی' دین سے برگشتہ کرنے کے لئے گوناگوں عذاب میں مبتلا کیا اور بت پرستی پر آمادہ کرنے کے لئے سو جتن کئے اور بری چیزوں کے حلال سمجھنے پر مجبور کیا۔ جب ان لوگوں نے ہم پر ظلم و تعدی سے کام لیا اور تنگی سے دوچار کیا اور ہمارے دین میں حائل ہو گئے تو ہم آپ کے علاقے میں چلے آئے' آپ کے سایہ عاطفت کو پسند کیا' بادشاہ سلامت! امید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم و ستم نہ کیا جائے گا۔

ام سلمہ کہتی ہیں پھر نجاشی نے پوچھا کیا نبی پر نازل شدہ کلام تیرے پاس ہے؟ (اور شاہ نے اپنے علماء کو بھی مجلس میں بلایا اور وہ اس کے پاس مصحف کھولے بیٹھے تھے) تو جعفر نے کہا جی ہاں! تو نجاشی نے کہا

تلاوت کیجئے۔ آپ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی تو نجاشی اس قدر رویا کہ داڑھی تر ہو گئی اور علماء بھی اتنے روئے کہ مصحف بھیگ گئے پھر نجاشی نے کہا۔ بے شک یہ کلام اس شریعت اور چراغ کا پرتو ہے۔ جسے موسیٰؑ لائے تھے' آپ خیروعافیت سے گھر جائیں' واللہ میں آپ کو ان کے حوالے نہ کروں گا اور نہ ان کی مطلب براری کروں گا۔ ہم لوگ واپس چلے آئے تو عمرو بن عاص نے کہا' واللہ! میں کل ایسی بات کروں گا جس سے ان کی سب امیدوں پر پانی پھیردوں گا اور نجاشی کو بتاؤں گا کہ وہ اس کے معبود عیسیٰؑ کو بندہ سمجھتے ہیں۔ تو عبداللہ بن ربیعہ نے کہا جانے دو یہ لوگ گو ہمارے مخالف ہیں' لیکن ہمارا ان سے رشتہ ہے' ان کے بھی کچھ حقوق ہیں' عبداللہ بن ابی ربیعہ عمرو کی نسبت کچھ مشفق اور مہربان تھا۔ عمرو نے کہا' واللہ! میں کل یہ بات ضرور پیش کروں گا۔ دوسرے روز عمرو بن عاص نے کہا' اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰؑ کے بارے ایک ناگفتنی بات کہتے ہیں' آپ ان کو بلا کر عیسیٰؑ کی بابت دریافت کریں' نجاشی نے ان کو بلا بھیجا' اور یہ وقت ان پر بڑا کٹھن تھا۔ آپس میں مشورہ کیا' اگر عیسیٰؑ کے بارے سوال ہوا تو کیا جواب ہو گا؟ تو سب نے باتفاق رائے یہ طے کیا' واللہ! ہم وہی کہیں گے جو اللہ نے ان کے بارے فرمایا ہے۔ اور جس کا ہمارے نبی نے حکم دیا ہے۔

چنانچہ وہ دربار میں داخل ہوئے اور وہاں عیسائی علماء بھی موجود تھے تو نجاشی نے کہا عیسیٰؑ کی نسبت تم کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ تو جعفر نے کہا ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کا بندہ' اس کا رسول' اس کا روح اور اس کا کلمہ ہے جو کنواری مریم بتول کی طرف القا ہوا' نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف جھکا کر دو انگلیوں کے درمیان ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں۔ یہ سن کر علماء نہایت برہم ہوئے' تو اس نے کہا واللہ! (مجھے آپ کے غیظ و غضب کی کوئی پرواہ نہیں) خواہ تمہیں ناگوار گزرے (حقیقت یہی ہے) پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا' تم میرے علاقے میں امن سے رہو پھر اس نے سہ بار کہا جو شخص آپ کو سب و شتم کرے گا' سزا پائے گا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں سونے کے پہاڑ کے عوض بھی تم میں سے کسی کو اذیت پہنچاؤں۔

رشوت اور دبر : بہ زبان حبشہ "سونا" ہے اور ایک روایت میں "دبر من ذھب" ہے بقول ابن ہشام دبر اور زبر دونوں کا معنی حبشی زبان میں پہاڑ ہے۔ پھر نجاشی نے کہا' واللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک واپس کر کے مجھ سے کوئی رشوت اور ناجائز نذرانہ طلب نہیں کیا اور نہ کسی کی پرواہ کی' تو میں اللہ کے دین میں کسی کی پرواہ کیوں کروں۔ ان قریشیوں کے تحائف واپس کر دو' اور ان کو میری قلمرو سے باہر نکال دیا جائے۔ چنانچہ وہ دونوں نہایت بے عزتی اور رسوائی سے سلطنت کی حدود سے باہر نکال دیئے گئے۔

بغاوت : ام سلمہ کہتی ہیں ہم پر امن علاقے میں بہتر ہمسایہ کے ہمراہ وہاں زندگی بسر کر رہے تھے کہ اس اثنا میں کسی حبشی نے ملک پر قابض ہونے کی خاطر بغاوت کر دی اور ہم اس خوف سے نہایت غمگین ہوئے مبادا کوئی ایسا شخص سلطنت پر قابض ہو جائے جو ہمارے حقوق کو نظرانداز کر دے' ہم ہروقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور نجاشی کے لئے مدد کے خواستگار ہوتے۔ چنانچہ نجاشی خود اس کے مقابلے کے لئے گیا' صحابہ نے

باہمی مشورہ کیا کہ کون میدان جنگ میں جا کر حالات کا مشاہدہ کرے گا تو زبیرؓ نے کہا میں جاؤں گا۔ گو وہ اس وقت سب سے کم سن تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک مشک میں ہوا بھر کر' ان کے سینہ کے ساتھ باندھ دیا۔ وہ مشک کے سہارے دریائے نیل کے ایک ساحل سے تیر کر دوسرے ساحل تک میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس باغی کو شکست سے دوچار کر کے نیست و نابود کیا اور نجاشی کو فتح سے سرفراز کیا۔ زبیر آئے اور دور سے اپنی چادر کا علم لہراتے ہوئے کہہ رہے تھے سنو! بشارت سنو! اللہ تعالیٰ نے نجاشی کو فتح نصیب کی ہے۔ تو ہمیں نجاشی کی فتح اور کامیابی کی بے حد خوشی ہوئی۔ پھر ہم ان کے ہاں مقیم رہے اور بعض مکہ واپس چلے آئے۔

رشوت کی تفصیل : امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے ام سلمہ کی یہ حدیث عروہ بن زبیر سے بیان کی تو اس نے کہا --- **ما اخذ اللّٰہ منی الرشوۃ حین رد علی ملکی فاخذ الرشوہ فیہ ولا اطاع الناس فی فاطیع الناس فیہ** --- کا مطلب جانتے ہو کیا ہے؟ میں نے عرض کیا میرے استاذ ابوبکر بن عبدالرحمان بن ہشام نے ام سلمہ سے یہ بیان نہیں کیا۔ تو عروہ نے کہا مجھے عائشہؓ نے بتایا کہ نجاشی کا والد حکمران تھا اور اس کا اصحمہ نامی ایک ہی بیٹا تھا اور اس کے بھائی کے ایک درجن بیٹے تھے۔ حبشہ کے ارباب حل و عقد نے سوچا کہ ہم موجودہ حکمران کو قتل کر کے اس کے بھائی کو حکمران بنا لیتے ہیں جس کے بارہ بیٹے ہیں وہ یکے بعد دیگر حکمران ہوتے رہیں گے تو ہمارے ملک میں عرصہ دراز تک کوئی اختلاف رونما نہ ہو گا۔ چنانچہ ارباب بست و کشاد نے موجودہ حکمران کو قتل کر کے اس کے بھائی کو حکمرانی تفویض کر دی۔

مقتول حکمران کا بیٹا اپنے چچا کے امور سلطنت میں آہستہ آہستہ دخیل ہو گیا یہاں تک کہ وہ اس کی رائے کے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہ کرتا تھا (اور مقتول کا بیٹا) بڑا ہوشمند اور دور اندیش تھا۔ جب ارباب حل و عقد نے چچا کے ہاں اس کے وقار اور رتبہ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ اپنے چچا کے امور سلطنت پر قابض ہے اندیشہ ہے کہ وہ سلطنت اس کے حوالے کر دے اور ہم اس کے والد کے قاتل ہیں' اگر ایسا ہوا تو وہ ہم سب کو تہ تیغ کر دے گا' چنانچہ اہل کاروں نے موجودہ حکمران کو مشورہ دیا کہ اسے قتل کر دے یا جلاوطن کر دے کیونکہ ہم نے اس کے والد کو قتل کر کے آپ کو اس کا جانشین بنایا تھا۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ حکومت حاصل ہونے کے بعد ہمیں قتل کر دے گا۔ اب رائے یہ ہے یا تو آپ خود اس کو قتل کر دیں یا ملک بدر کر دیں تو اس نے کہا' افسوس! کل تم نے اس کے والد کو قتل کیا اور آج میں اس کو قتل کر دوں' ہاں! میں اس کو ملک بدر کر دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اسے کسی تاجر کے پاس چھ یا سات سو درہم میں فروخت کر دیا تو وہ اس کو کشتی میں سوار کر کے لے گیا' اتفاقاً موسم خریف کا بادل نمودار ہوا' حکمران نہانے کی غرض سے باہر نکلا تو اس پر بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا۔ ارباب سلطنت نے یکے بعد دیگرے اس کی اولاد کو حکمران بنایا۔ لیکن وہ احمق اور حکمرانی کے اہل نہ تھے۔ سلطنت کا نظم و نسق سب تباہ ہو گیا تو وہ آپس میں کہنے لگے' واللہ! تم خوب جانتے ہو کہ امور سلطنت کو وہی سنبھال سکتا ہے جس کو تم نے ایک تاجر کے پاس فروخت کر دیا اگر تمہیں قومی حکومت کا کچھ احساس ہے تو اس کو کہیں جانے سے قبل تلاش کر لو۔ چنانچہ وہ اس کی تلاش و

تلاوت کیجئے۔ آپ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی تو نجاشی اس قدر رویا کہ داڑھی تر ہو گئی اور علماء بھی اتنے روئے کہ مصحف بھیگ گئے پھر نجاشی نے کہا۔ بے شک یہ کلام اس شریعت اور چراغ کا پرتو ہے۔ جسے موسیٰؑ لائے تھے' آپ خیروعافیت سے گھر جائیں' واللہ میں آپ کو ان کے حوالے نہ کروں گا اور نہ ان کی مطلب براری کروں گا۔ ہم لوگ واپس چلے آئے تو عمرو بن عاص نے کہا' واللہ! میں کل ایسی بات کروں گا جس سے ان کی سب امیدوں پر پانی پھیر دوں گا اور نجاشی کو بتاؤں گا کہ وہ اس کے معبود عیسیٰؑ کو بندہ سمجھتے ہیں۔ تو عبداللہ بن ربیعہ نے کہا جانے دو یہ لوگ گو ہمارے مخالف ہیں' لیکن ہمارا ان سے رشتہ ہے' ان کے بھی کچھ حقوق ہیں' عبداللہ بن ابی ربیعہ عمرو کی نسبت کچھ مشفق اور مہربان تھا۔ عمرو نے کہا' واللہ! میں کل یہ بات ضرور پیش کروں گا۔ دوسرے روز عمرو بن عاص نے کہا' اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰؑ کے بارے ایک ناگفتنی بات کہتے ہیں' آپ ان کو بلا کر عیسیٰؑ کی بابت دریافت کریں' نجاشی نے ان کو بلا بھیجا' اور یہ وقت ان پر بڑا کٹھن تھا۔ آپس میں مشورہ کیا' اگر عیسیٰؑ کے بارے سوال ہوا تو کیا جواب ہو گا؟ تو سب نے باتفاق رائے یہ طے کیا' واللہ! ہم وہی کہیں گے جو اللہ نے ان کے بارے فرمایا ہے۔ اور جس کا ہمارے نبی نے حکم دیا ہے۔

چنانچہ وہ دربار میں داخل ہوئے اور وہاں عیسائی علماء بھی موجود تھے تو نجاشی نے کہا عیسیٰؑ کی نسبت تم کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ تو جعفر نے کہا ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کا بندہ' اس کا رسول' اس کا روح اور اس کا کلمہ ہے جو کنواری مریم بتول کی طرف القا ہوا' نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف جھکا کر دو انگلیوں کے درمیان ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں۔ یہ سن کر علماء نہایت برہم ہوئے' تو اس نے کہا واللہ! (مجھے آپ کے غیظ و غضب کی کوئی پرواہ نہیں) خواہ تمہیں ناگوار گزرے (حقیقت یہی ہے) پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا' تم میرے علاقے میں امن سے رہو پھر اس نے سہ بار کہا جو شخص آپ کو سب و شتم کرے گا' سزا پائے گا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں سونے کے پہاڑ کے عوض بھی تم میں سے کسی کو اذیت پہنچاؤں۔

رشوت اور دبر : بہ زبان حبشہ "سونا" ہے اور ایک روایت میں "دبر من ذھب" ہے بقول ابن ہشام دبر اور زبر دونوں کا معنی حبشی زبان میں پہاڑ ہے۔ پھر نجاشی نے کہا' واللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے ملک واپس کر کے مجھ سے کوئی رشوت اور ناجائز نذرانہ طلب نہیں کیا اور نہ کسی کی پرواہ کی' تو میں اللہ کے دین میں کسی کی پرواہ کیوں کروں۔ ان قریشیوں کے تحائف واپس کر دو' اور ان کو میری قلمرو سے باہر نکال دیا جائے۔ چنانچہ وہ دونوں نہایت بے عزتی اور رسوائی سے سلطنت کی حدود سے باہر نکال دیئے گئے۔

بغاوت : ام سلمہ کہتی ہیں ہم پر امن علاقے میں بہتر ہمسایہ کے ہمراہ وہاں زندگی بسر کر رہے تھے کہ اس اثنا میں کسی حبشی نے ملک پر قابض ہونے کی خاطر بغاوت کر دی اور ہم اس خوف سے نہایت غمگین ہوئے مبادا کوئی ایسا شخص سلطنت پر قابض ہو جائے جو ہمارے حقوق کو نظر انداز کر دے' ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور نجاشی کے لئے مدد کے خواستگار ہوتے۔ چنانچہ نجاشی خود اس کے مقابلے کے لئے گیا' صحابہ نے

نعیم نے یہ بیان کیا ہے' واللہ اعلم۔ بقول امام زہری دوسرا وفد جنگ بدر کے بعد روانہ کیا کہ ان سے بدلہ چکا سکیں لیکن نجاشی (رضی اللہ عنہ وارضاہ) نے ایک نہ مانی اور وہ خاتب و خاسر واپس لوٹے' واللہ اعلم۔

(نوٹ) : زاد المعاد از ابن قیم ج ۱' ص ۲۴ پر مذکور ہے کہ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن زبیر مخزومی کو روانہ کیا۔

زیاد نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ ابو طالب نے قریش کے نمائندہ وفد کی روانگی دیکھ کر نجاشی کی طرف چند اشعار لکھ کر ارسال کئے جن میں اس کو عدل و انصاف پر اکساتا اور مہاجرین حبشہ کے ساتھ عمدہ سلوک اور احسان کی ترغیب دلاتا ہے۔

ألا ليت شعري كيف في النأي جعفر وعمرو وأعداء العدو الأقارب
وما نالت أفعال النجاشي جعفراً وأصحابه أو عاق ذلك شاغب
نعلم أبيت اللعن أنك ماجد كريم فلا يشقى لديك المجانب
ونعلم بأن الله زادك بسطة وأسباب خير كلها بك لازب

(سنو! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ دور دراز علاقہ میں جعفر کیسا ہے۔ عمرو اور قریبی رشتہ دار دشمنوں کو بھی علم ہوتا۔ جعفر اور اس کے رفقا کے ساتھ نجاشی کے حسن سلوک کا علم ہوتا یا اس کو کسی شغل نے روک دیا ہے۔ بادشاہ سلامت! ہم جانتے ہیں کہ آپ اچھے بزرگوار ہیں' اجنبی لوگ آپ کے پاس بدنصیب نہیں ہوئے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو فراخی عطا کی ہے اور خیروبرکت کے تمام اسباب آپ کے پاس مہیا ہیں)

ترجمان : یونس (ابن اسحاق' یزید بن رومان) عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں کہ عثمان بن عفانؓ نجاشی کے ساتھ ہم کلام تھے لیکن مشہور یہ ہے کہ جعفرؓ مہاجرین کے ترجمان تھے۔

نجاشی کی تدبیر : زیاد بکائی (محمد بن اسحاق' جعفر بن محمد' ابوہ محمد سے) بیان کرتے ہیں کہ حبشہ کے عوام نے اجتماعی بغاوت کر کے نجاشی کو برملا کہہ دیا تم نے ہمارے دین سے بغاوت کی ہے (ہم تم سے بغاوت کرتے ہیں) پھر اس نے مہاجرین (جعفروغیرہ) کے لئے کشتیاں تیار کر کے کہا' تم ان میں سوار ہو کر' یہیں ساحل پر رہو' اگر (خدانخواستہ) مجھے شکست ہو گئی تو جہاں چاہو چلے جاؤ' اگر میں ان شاء اللہ فتح سے ہمکنار ہوا تو یہیں رہو۔ پھر اس نے ایک (یادداشت) تحریر کروائی کہ وہ اس بات کا گواہ ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ عیسیٰؑ بھی اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اس کا روح اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریم بتول کی طرف القا کیا تھا۔

ایک تدبیر : پھر یہ تحریر اپنے دائیں کندھے کے پاس قبا کے نیچے رکھ کر حبشی عوام کے سامنے آیا اور وہ بھی قطاریں باندھے کھڑے تھے۔ اے حبشہ کے باشندو! کیا میں تم پر حکمرانی کا سب لوگوں سے زیادہ اہل نہیں ہوں؟ تو سب نے کہا کیوں نہیں پھر اس نے کہا تمہارے ساتھ میرا سلوک کیسا ہے۔ سب نے کہا بہترین تو پھر اس نے دریافت کیا' تم نے میرے خلاف بغاوت کیوں کر دی ہے۔ انہوں نے کہا تم نے ہمارے دین سے بغاوت کر دی ہے۔ (اس لئے ہم نے بھی بغاوت کر دی) اور تیرا اعتقاد ہے کہ عیسیٰؑ اللہ کا بندہ اور اس کا

رسول ہے۔ تو اس نے پوچھا' تمہارا عیسیٰؑ کے بارے کیا اعتقاد ہے تو انہوں نے کہا وہ اللہ کا بیٹا ہے تو نجاشی نے کندھے کے پاس قبا کے اوپر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ میں بھی گواہ ہوں کہ عیسیٰؑ اس سے زیادہ نہ تھے۔ اس کا اشارہ قبا کے نیچے چھپی ہوئی تحریر کی طرف تھا۔ چنانچہ وہ سب ہشاش بشاش منتشر ہو گئے۔

غائبانہ نماز جنازہ : نبی علیہ السلام کو جب نجاشی کے فوت ہونے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لئے استغفار کی دعا کی۔ ابو ہریرہؓ کی متفق علیہ روایت ہے کہ جس روز نجاشی فوت ہوا رسول اللہ ﷺ نے اس کی وفات کی خبر دی اور صحابہ کو عید گاہ میں لے جا کر چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھائی۔

بخاری میں جابر کی روایت ہے کہ جب نجاشی فوت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج ایک نیک آدمی فوت ہو گیا ہے' چلو! اپنے بھائی اصحمہ --- نجاشی --- کی نماز جنازہ پڑھو۔ یہ ابن مسعود' انس بن مالک وغیرہ متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ بعض روایات میں اس کا نام "اصحمہ" مذکور ہے اور ایک روایت میں مصحمہ بھی ہے۔ وہ ہے اصحمہ بن بحریہ نیک صالح' ذہین و فطین' ممتاز عالم' فاضل اور عادل آدمی تھے' رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ نجاشی کا نام مصحمہ ہے اور امام بیہقی کے تصحیح شدہ نسخہ میں اصحم مذکور ہے اور اس کا معنی عطیہ ہے۔

شاہی القاب : حبشہ کے حکمران کا شاہی لقب نجاشی ہے اور ایران کے حکمران کا لقب کسریٰ ہے۔ شام مع جزیرہ روم کے علاقہ کے حکمران کا لقب قیصر ہے۔ اور پورے مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون ہے' اور اسکندریہ کے حاکم کو مقوقس کہتے ہیں۔ یمن بمع شحر کے علاقہ کے شاہ کو تبع کہتے ہیں' یونان یا ہندوستان کے حکمران کا لقب بطلیموس ہے اور شاہان ترک کا لقب خاقان ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ : بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ نے نجاشی کی نماز جنازہ اس وجہ سے پڑھی کہ وہ لوگوں سے اپنا ایمان اور اسلام مخفی رکھتا تھا۔ وفات کے روز وہاں اس کی نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا' اس باعث رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جس میت کی اس کے مسکن یا رہائشی علاقہ میں نماز جنازہ پڑھی گئی ہو' دوسری جگہ اس کی نماز جنازہ مشروع نہیں' اسی باعث رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے علاوہ اور نہ ہی اہل مکہ وغیرہ نے کسی کی نماز جنازہ پڑھی ہے۔ اسی طرح ابوبکر' عمر' عثمان وغیرہ دیگر صحابہ سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے کسی ایسی میت کی نماز جنازہ پڑھی ہو جس کی نماز جنازہ اس کے مسکن میں پڑھی گئی ہو' واللہ اعلم۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں نجاشی کی نماز جنازہ میں ابو ہریرہ کا موجود ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی وفات فتح خیبر ۷ھ کے بعد واقع ہوئی' جب جعفر باقی ماندہ مہاجرین حبشہ کے ہمراہ فتح خیبر کے روز آئے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا واللہ! معلوم نہیں مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کی آمد کی۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے لئے نجاشی کے تحفے بھی ساتھ لائے اور ان "جعفر" کے ہمراہ ابو موسیٰ اشعری اور اس کے ہم قوم دیگر اشعری بھی تھے نیز جعفرؓ کے پاس نجاشی کے برادر زادہ نجاشی مسمی

"ذونخترا یا "ذومخمرا" کے بھی تحائف تھے جو اس نے اپنے چچا کے بجائے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجے تھے۔ بقول سہیلی' نجاشی ماہ رجب ۹ھ میں فوت ہوئے' یہ قول محل نظر ہے' واللہ اعلم۔

بدلہ : حافظ بیہقی نے ابو امامہؓ سے بیان کیا ہے کہ نجاشی کا فرستادہ وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے بنفس نفیس ان کی خدمت اور تواضع کی' صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم یہ خدمت سرانجام دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا ان لوگوں نے میرے صحابہ کی تعظیم و تکریم کی ہے' میں بھی ان کی خدمت کر کے بدلہ دینا چاہتا ہوں۔

حافظ بیہقی (ابو محمد عبداللہ بن یوسف اصفہانی' ابو سعید بن اعرابی' ہلال بن علاء' ابوہ علاء' طلحہ بن زید' اوزاعی' یحییٰ بن ابی کثیر' ابی سلمہ) ابو قتادہؓ سے بیان کرتے ہیں **(قدم وفد النجاشی علی رسول اللّٰہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخرمھم فقال اصحابہ نحن نکفیک یارسول اللّٰہ! فقال انھم کانوا لا صحابنا مکرمین وانی احب ان اکافیھم)** اس میں طلحہ بن زید' اوزاعی سے منفرد ہے۔ حافظ بیہقی سفیان کے استاذ عمرو سے بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عاص حبشہ سے واپسی کے بعد' اکثر گھر میں رہتا ان کی مجلس میں نہ جاتا تو احباب نے پوچھا کیا بات ہے' مجلس میں کیوں نہیں آتا تو عمرو نے کہا اصحمہ نجاشی کا کہنا ہے کہ تمہارا صاحب نبی ہے۔

عمر کا اسلام قبول کرنا : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی سفارت سے ناکام ہوئے اور نجاشی نے ایک نہ مانی اور عمر بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے جو تیز طبع اور طاقتور تھے' ناتوان اور کمزور صحابہ ان کی اور حمزہ کی بدولت اس قدر محفوظ اور مضبوط ہو گئے کہ وہ قریش کی برہمی اور خفگی کا موجب ہو گئے۔

عبداللہ بن مسعود کہا کرتے تھے' حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے سے قبل ہم لوگ کعبہ کے پاس نماز نہیں پڑھ سکتے تھے' جب آپ مسلمان ہوئے تو اس سلسلہ میں قریش سے لڑائی جھگڑا ہوا یہاں تک کہ ہم نے آپؐ کے ہمراہ کعبہ کے پاس نماز ادا کی۔ صحیح بخاری میں بھی ابن مسعود سے مروی ہے کہ جب سے عمر مسلمان ہوئے ہم عزت کی زندگی بسر کرنے لگے۔

ام عبداللہ کا بیان : بقول ابن اسحاق' حضرت عمر کا اسلام قبول کرنا ہجرت حبشہ کے بعد تھا۔ ام عبداللہ بنت ابی حثمہ نے کہا واللہ ہم حبشہ چلے جائیں گے۔ عامر کسی ضرورت سے گئے ہیں (وہ آ گئے تو بس ---) اچانک کہیں سے عمر (جو ابھی غیر مسلم تھے اور ہم پر ظلم و تشدد کیا کرتے تھے) آنکلے اور میرے پاس رک کر کہنے لگے اے ام عبداللہ! روانگی ہے۔ میں نے کہا' ہم یہ ارض پاک چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے کیونکہ تم لوگ ہمیں ایذا پہنچاتے ہو اور زبردستی کرتے ہو۔ ہم وہاں اس وقت تک رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کوئی سبب بنا دے تو عمر نے کہا' اللہ تمہارا رفیق اور ہمدم ہو' میں نے ان کے لب و لہجہ میں رقت اور نرمی محسوس کی جو قبل ازیں نہ تھی۔ پھر وہ چلے گئے' میرے خیال میں ہمارا سکونت کرنا اس کو ناگوار تھا' پھر عامر بھی ضروری کام سے فارغ ہو کر آئے' میں نے کہا جناب ابو عبداللہ! اگر آپ عمر اور اس کی رقت و محویت اور

ہمارے بارے میں غمناکی کو دیکھ لیتے تو نہایت تعجب کرتے۔ تو عامر نے کہا کیا آپ کو عمر کے مسلمان ہونے کی امید ہے۔ میں نے کہا بالکل' تو عامر نے کہا' اپنے باپ کے گدھے کے مسلمان ہونے تک یہ مسلمان نہ ہوگا۔ یعنی عمر اور اسلام' یہ کیسے ممکن ہے؟ ام عبداللہ نے کہا' مسلمانوں پر ان کی شدت و سختی اور اور سنگدلی کی بنا پر عامر نے مایوس ہو کر یہ کہا۔

کیا عمر ۴۰ ویں مسلمان تھے؟ : امام ابن کثیر فرماتے ہیں' اس روایت سے "عمر کے چالیس ویں مسلمان ہونے کی" تردید ہوتی ہے کیونکہ ۸۰ سے زائد مسلمان تو حبشہ ہجرت کر کے جا چکے تھے ہاں اس کی یہ توجیہ ممکن ہے کہ مہاجرین حبشہ کے بعد یہ ۴۰ ویں مسلمان تھے۔ اس کی تائید ابن اسحاق کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو اس نے "اسلام عمر" کے بارے نقل کیا ہے کہ میرے علم کے مطابق عمر کے اسلام قبول کرنے کا قصہ یہ ہے کہ ان کی ہمشیرہ فاطمہ بنت خطاب (زوجہ سعید بن زید) مسلمان ہو چکی تھی اور اس کا شوہر بھی مسلمان تھا اور وہ اپنا مسلمان ہونا عمر سے مخفی رکھتے تھے اور نعیم بن عبداللہ نحام (جو بنی عدی کے قبیلہ سے تھے) بھی اپنا مسلمان ہونا لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے' اور خباب بن ارت فاطمہ بنت خطاب کو قرآن پڑھانے جایا کرتے تھے' ایک روز عمرؓ شمشیر بکف گھر سے نکلے' رسول اللہ ﷺ اور چند صحابہ کے قتل کا ارادہ تھا۔

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ' حمزہ' ابوبکر' علی اور کم و بیش چالیس مرد و زن صفا کے قریب ایک گھر میں قیام پذیر تھے۔ حسن اتفاق سے راہ میں نعیم بن عبداللہ مل گئے تو پوچھا عمر! کہاں کا ارادہ ہے۔ تو اس نے کہا میں اس محمدؐ صابی (بے دین) کو قتل کرنے چلا ہوں' جس نے قریش کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور ان کے دانشوروں کو احمق گردانتا ہے اور ان کے دین پر نکتہ چینی کرتا ہے ان کے معبودوں کو سب و شتم کرتا ہے۔ تو نعیم نے کہا' عمر! فریب خوردہ ہو' محمد کو قتل کر کے کیا تم سمجھتے ہو کہ عبد مناف تم کو زمین پر چلتا پھرتا رہنے دیں گے' پہلے آپ اپنے گھر کی خبر لو' ان کو سیدھا کرو تو عمر نے پوچھا' کون سے گھر والے' تو اس نے کہا' تیرا چچازاد' بہنوئی' سعید اور تیری بہن فاطمہ' واللہ! مسلمان ہو چکے ہیں اور محمدؐ کا دین قبول کر چکے ہیں' پہلے ان کی خبر لو۔

عمرؓ اپنی بہن فاطمہ کے گھر آئے' وہاں خباب بن ارت بھی موجود تھے ان کے پاس صحیفہ تھا جس میں سورہ طہ تحریر تھی' وہ فاطمہ کو پڑھا رہے تھے' جب ان لوگوں نے عمر کے آنے کی آہٹ سنی تو خباب گھر کے گوشے میں چھپ گئے اور فاطمہ نے وہ صحیفہ پکڑ کر اپنی ران کے نیچے چھپا لیا اور عمر جب دروازے کے قریب تھے اور خباب کی تلاوت کی آواز سن چکے تھے' تو عمر نے اندر داخل ہوتے ہی پوچھا یہ کیا آواز آ رہی تھی؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں۔ تو عمر نے کہا کیوں نہیں' واللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں نے محمد کا دین قبول کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر عمر نے اپنے بہنوئی کو زدوکوب کرنے کے لئے پکڑ لیا تو حضرت فاطمہ اپنے شوہر کو بچانے کے لئے آگے بڑھیں تو اس نے زدوکوب کر کے اس کا بھی سر لہولہان کر دیا۔ جب وہ خوب زدوکوب کر چکے تو بہن اور بہنوئی دونوں نے کہا ہاں! ہم مسلمان ہو چکے ہیں' اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے

ہیں' جو بن آئے کر۔

عمر بہن کو خون میں لت پت دیکھ کر نادم ہوئے اور اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور بہن سے التجا کی' وہ صحیفہ مجھے دو جو تم اب پڑھ رہے تھے' دیکھوں' محمدؐ کیا لایا ہے؟ (عمرؓ تعلیم یافتہ تھے) یہ سن کر بہن نے کہا' مجھے اندیشہ ہے کہ تم اسے تلف کر دو گے تو عمر نے حلفاً کہا' فکر نہ کرو' پڑھنے کے بعد واپس کر دوں گا۔ جب عمر نے "پڑھنے" کا اظہار کیا تو اسے بھی ان کے اسلام قبول کرنے کی کچھ امید ہوئی' تو اس نے کہا' بھائی آپ ناپاک ہیں' شرک میں مبتلا ہیں' اس کو پاکیزہ لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ عمر نے غسل کر لیا تو آپا فاطمہ نے اسے صحیفہ تھما دیا جس میں سورہ طہ تحریر تھی' جب اس کی ابتدائی آیات تلاوت کیں تو یہ تبصرہ کیا یہ کلام کس قدر عمدہ اور اچھا ہے۔ یہ تبصرہ سن کر خباب نے نمودار ہو کر کہا' واللہ! جناب عمر! مجھے امید ہے کہ اللہ نے تمہیں نبی کی دعا کی بدولت منتخب فرما لیا ہے۔ میں نے کل ان سے یہ دعا سنی تھی (**اللّٰھم اید الاسلام بابی الحکم بن ھشام او بعمر بن خطاب**) الٰہی! ابو الحکم یا عمر کے ساتھ اسلام کی تائید و مدد فرما۔

اے عمر! اللہ کا خوف کر' یہ سن کر عمر نے کہا' خباب! بتاؤ محمدؐ کہاں ہیں' میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کروں' تو خباب نے بتایا' وہ صفا کے پاس چند اصحاب کے ہمراہ ایک گھر میں موجود ہیں' عمر شمشیر بکف رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کی طرف چلے آئے' آواز دے کر دستک دی' تو اس کی آواز سن کر ایک صحابی نے دروازہ کے سوراخ میں دیکھا کہ عمر شمشیر بکف ہے' اس نے گھبراہٹ کے عالم میں عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ہے عمر شمشیر بکف' تو حمزہ نے کہا' آپ اسے اجازت مرحمت فرما دیں اگر اچھے ارادے سے آیا ہے تو بہتر ورنہ ہم اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دو' صحابی نے اجازت دی اور رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس آگے بڑھ کر کمرے میں اسے ملے اور اس کی چادر کے حاشیہ کو پکڑ کر خوب کھینچتے ہوئے فرمایا اے ابن خطاب! کس ارادے سے آئے ہو؟ واللہ! معلوم ہوتا ہے کہ جب تک تم پر عذاب نہ نازل ہو' تم باز آنے کے نہیں' یہ سن کر عمر نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ ایمان لانے کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا' گھر میں موجود لوگ سمجھ گئے کہ عمر مسلمان ہو چکے ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام خوشی کے مارے گھر سے باہر نکل آئے اور عمرؓ کے مسلمان ہوتے ہی کمزور صحابہ اپنے آپ کو محفوظ اور مضبوط سمجھنے لگے' جبکہ حمزہؓ قبل ازیں مسلمان ہو چکے تھے اور ان کو اطمینان ہو گیا کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی بھی حفاظت و معاونت کریں گے اور ہمارے مشترکہ دشمن سے بھی انتقام اور بدلہ لیں گے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں' عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کی روایت' مدینہ کے راویوں سے مروی ہے۔

قبول اسلام کے بارے میں ایک اور روایت : ابن اسحاق (عبداللہ بن ابی نجیح المکی' عطا) مجاہد وغیرہ سے بیان کرتے ہیں' حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں ان سے یہ مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے میں اسلام سے بہت دور اور کنارہ کش تھا' شراب کا رسیا تھا۔ جام و مینا سے کام تھا۔ حزورہ میں ہماری ایک محفل ہوتی تھی۔ میں ایک رات اس مجلس میں شرکت کے لئے گھر سے نکلا' وہاں کوئی جلیس نہ ملا' تو

خیال آیا چلو بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ میں بیت اللہ آیا تو رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اور رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا جب بیت اللہ میں نماز پڑھتے تو حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھتے' آپ کو نماز میں دیکھتے ہی واللہ خیال آیا اگر میں آج رات ان کی قرات سنوں تو شاید حقیقت آشکارا ہو جائے۔ تو دل میں سوچا اگر میں ان کے قریب ہوا تو آپ کی گھبراہٹ کا باعث بنوں گا چنانچہ میں حطیم کی جانب سے غلاف کے اندر داخل ہو گیا' میں آہستہ آہستہ رسول اللہ ﷺ کے بالکل سامنے آگیا۔ صرف میرے اور آپ کے درمیان کعبہ کا غلاف ہی حائل تھا جب میں نے قرآن سنا تو مجھ پر محویت طاری ہو گئی' آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' دل میں اسلام اتر گیا۔ آپ کے نماز پڑھنے تک میں وہیں غلاف کے اندر ہی دبکا رہا' آپ کی رہائش گاہ --- دار رقطاء --- میں تھی۔ آپ جب گھر جاتے تو ابن ابی حسین کے مکان کے پاس سے گزرتے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ جب آپ عباس اور ابن ازہر کے گھروں کے درمیان آئے تو میں آپ سے جا ملا' جب میرے پاؤں کی آہٹ سنی تو سمجھے کہ میں آپ کو ایذا پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے ڈانٹ پلا کر کہا' اس وقت ابن خطاب کیونکر آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول اور قرآن پر ایمان لانے کی خاطر' رسول اللہ ﷺ نے الحمد للہ کہہ کر مجھے دعا دی **ھداک اللہ یاعمر!** پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیر کر ثابت قدمی کی دعا فرمائی' میں واپس چلا آیا اور رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں اللہ ہی جانتا ہے کہ حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کا کون سا سبب ہوا۔

تشہیر : ابن اسحاق (نافع مولی ابن عمر) ابن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ جب مسلمان ہوئے تو پوچھا قریش میں کون شخص زیادہ بات پھیلاتا ہے' معلوم ہوا کہ جمیل بن معمر پروپیگنڈا باز ہے۔ چنانچہ عمر اس کی طرف گئے (اور میں بھی آپ کے پیچھے گیا دیکھوں کیا کرتے ہیں' میں اس وقت بچہ تھا' جو دیکھتا تھا سمجھ لیتا تھا) تو وہاں پہنچ کر اسے بتایا' جمیل معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو کر محمد کے دین میں داخل ہو چکا ہوں' واللہ! اس نے بات دہرائی نہیں' فوراً مسجد کی طرف چل پڑا' عمر اس کے پیچھے تھے اور میں بھی' مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر اس نے نہایت بلند آواز سے کہا' اے قریش کی جماعت! عمر بے دین ہو چکا ہے۔ عمر اس کے پیچھے کھڑے کہہ رہے تھے' بکواس کرتا ہے میں تو مسلمان ہوا ہوں۔ کلمہ توحید اور محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا ہے' یہ سنتے ہی وہ سب آپؓ پر کود پڑے دوپہر تک باہمی لڑائی جھگڑا ہوتا رہا' چنانچہ عمر تھک کر بیٹھ گئے اور کہہ رہے تھے جو بن آئے کرو اور وہ لوگ بھی آپ کے گرد گھیرا باندھے کھڑے تھے --- واللہ! اگر ہماری تعداد تین سو تک پہنچ گئی تو کعبہ تم ہمارے لئے خالی کر دو گے' باہم تمہارے لئے' باہمی تکرار ہو رہی تھی کہ ایک قریشی شیخ تشریف لائے' کاڑی دار قمیص اور بیلدار لباس پہنے ہوئے تھے' پاس آکر پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا عمر بے دین ہو گیا ہے تو اس نے کہا پھر کیا ہوا؟ ایک آدمی نے اپنے لئے ایک راہ عمل تجویز کیا ہے۔ بتاؤ تم کیا چاہتے ہو' کیا تمہارا خیال ہے کہ بنی عدی اسے تمہارے حوالے کر دیں گے' چھوڑ دو! اپنی راہ لو۔ واللہ! لوگ فوراً منتشر ہو گئے' جیسے کپڑا سرک جاتا ہے۔ میں نے اپنے والد عمر سے ہجرت کے بعد پوچھا' اباجی! جب آپ

مکہ میں مسلمان ہوئے' لوگ آپ سے دست و گریبان تھے تو کون شخص تھا جس نے لوگوں کو ڈانٹا تھا۔ بتایا' بیٹا! وہ عاص بن وائل سہمی تھا۔

کب مسلمان ہوئے؟ : یہ اسناد عمدہ اور قوی ہے۔ اس سے واضح ہے کہ عمر تاخیر سے مسلمان ہوئے کیونکہ ابن عمر جنگ احد ۳ھ میں ۱۴ برس کے تھے اور جب عمر مسلمان ہوئے تو وہ اس وقت باتمیز اور سمجھدار تھے تو معلوم ہوا کہ عمرفاروق قریباً ۹ نبوی میں چار سال قبل از ہجرت مسلمان ہوئے۔

عیسائی وفد : حافظ بیہقی ابن اسحاق سے بیان کرتے ہیں جب ہجرت حبشہ کے باعث آپؐ کا وہاں ذکر خیر ہوا تو قریباً چالیس عیسائیوں کا ایک قافلہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سوال و جواب کئے --- قریش بھی اپنی مجالس میں آس پاس بیٹھے تھے۔ جب وہ مسائل دریافت کر کے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی تلاوت شروع کی' تلاوت سن کر ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں پھر وہ آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق کی اور انجیل میں آپ کی بیان کردہ صفات کو پہچان گئے۔ جب وہاں سے چل دیئے تو ابوجہل نے چند قریشیوں کے ہمراہ ان پر نکتہ چینی کی' کہ ایسے قافلے کو خدا خائب و خاسر کرے' عیسائی برادری نے تمہیں اس آدمی کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا اور تم ابھی اس کی مجلس میں اطمینان سے بیٹھے بھی نہ تھے کہ اپنے دین کو خیرباد کہہ کر اس کے دین کو قبول کر لیا تم سے زیادہ احمق بھی کوئی نہیں۔ انہوں نے کہا' ہم آپ سے بے جا باتیں نہیں کرتے' اچھا بھائی! سلام' ہمارا کیا' ہمارے سامنے' تمہارا کیا تمہارے سامنے' ہم اپنی بھلائی میں کوتاہی نہیں کرتے۔ بعض کہتے ہیں یہ قافلہ' نجرانی عیسائیوں کا تھا' واللہ اعلم۔ مروی ہے کہ ان کے بارے میں سورہ قصص (۵۲-۵۵/۲۸) کی چار آیات نازل ہوئیں۔

نجاشی اور خط پر تبصرہ : دلائل میں امام بیہقی نے "باب ماجاء فی کتاب النبیؐ الی النجاشی" کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔

هذا كتاب من رسول الله صلى الله عليه وسلم الى النجاشي الاصحم عظيم الحبشه' سلام على من اتبع الهدى وآمن بالله ورسوله وشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له' لم يتخذها صاحبة ولا ولدا وان محمدا عبده ورسوله وادعوك بدعاية الاسلام فانى انا رسوله- فاسلم تسلم- يا اهل الكتاب! تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون- فان ابيت فعليك اثم النصارى من قومك

"یہ نوشت از رسول اللہ ﷺ بہ طرف نجاشی اصحم' رئیس حبشہ ہے۔ سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو ہو' خدا اور رسول خدا پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ خدا صرف ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں' بیوی اور بچے سے بے نیاز ہے اور بے شک محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے اور میں تجھ کو اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہو' میں اللہ کا رسول ہوں۔ اسلام لا' تو سلامت رہے گا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف

آؤ جو ہم اور تم میں یکساں ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کو چھوڑ کر خدا نہ بنائیں اور تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں اگر تو اسلام قبول کرنے سے انکار کرے تو تیری قوم کے عیسائیوں کا وبال بھی تیری گردن پر ہو گا۔"

ہجرت حبشہ کے بیان کے بعد بیہقی نے یہ خط بیان کیا ہے۔ یہاں اس کا بیان محل نظر ہے۔

ظاہر بات ہے کہ یہ مکتوب نبوی مسلمان نجاشی کے جانشین عیسائی نجاشی کی طرف تھا۔ یہ اس وقت کا مکتوب ہے جب آپ نے سب سلاطین کو قبل از فتح مکہ دعوت اسلام کے خطوط ارسال کئے تھے۔ جیسا کہ آپ نے قیصر' کسریٰ' مقوقس' وغیرہ شاہان دنیا کی طرف خطوط لکھے تھے بقول زہری' ان مکاتیب کا مضمون ایک ہی تھا' سب خطوط میں مدنی سورہ آل عمران کی یہ آیت درج ہے اور اس کی ابتدائی ۸۳ آیات وفد نجران کے سلسلے میں نازل ہوئی تھیں جیسا کہ ہم نے تفسیر میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا یہ مکتوب پہلے مسلمان نجاشیؓ کی طرف نہ تھا بلکہ دوسرے عیسائی نجاشی کی طرف تھا اور مکتوب میں نجاشی کا لاحقہ "اصحم" شاید کسی راوی نے حسب فہم اس میں گھسیٹر دیا ہو' واللہ اعلم۔

مکتوب بدست ضمری : مکتوب مندرجہ بالا کی بجائے یہاں وہ خط ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے' جو حافظ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ ابن اسحاق سے بیان کیا' رسول اللہ ﷺ نے جعفر اور اس کے رفقا کے بارے نجاشی کے نام بدست عمرو بن امیہ ضمری ایک مکتوب ارسال کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی النجاشی الا صحم ملک الحبشہ' سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الملک القدوس المومن المهیمن واشهد ان عیسیٰ روح اللہ وکلمته القاها الی مریم البتول الطاہرة الطیبة الحصینة' فحملت بعیسیٰ فخلقه من روحه ونفخه کما خلق آدم بیده ونفخه وانی ادعوک الی اللہ وحده لا شریک له والموالاة علی طاعة وان تتبعنی فتؤمن من وبالذی جاء نی فانی رسول اللہ وقد بعثت الیک ابن عمی جعفرا و معه نفر من المسلمین۔ فاذا جاؤک فاقرهم ودع التجبر فانی ادعوک وجنودک الی اللہ عزوجل۔ وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علی من اتبع الهدیٰ

"نوشتہ از محمدؐ سوئے نجاشی سلامت رہو' میں تمہاری طرف اللہ کی حمد و ثناء کا تحفہ بھیجتا ہوں جو بادشاہ ہے' پاک ذات' امان دینے والا' پناہ میں لینے والا اور میں گواہ ہوں کہ عیسیٰ اللہ کا روح اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے پاکیزہ پاک دامن ابن مریم بتول کی طرف القا کیا اسے عیسیٰؑ کا حمل ہوا' اللہ نے اسے اپنی روح سے پیدا کیا اور اس کو آدم کی طرح پیدا کیا اور اس میں روح پھونکی' میں آپ کو صرف ایک اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی پیروی پر گامزن رہنے کی' اور میں آپ کو اپنی اتباع کی طرف بلاتا ہوں کہ تو میرے اور اللہ پر ایمان لائے میں اللہ کا رسول ہوں میں نے آپ کی طرف چچازاد بھائی جعفر اور چند مسلمانوں کو روانہ کیا ہے۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں تو ان کو اپنے پاس رکھو اور ظلم و جبر نہ کرو' میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں میں نے نصیحت کا فریضہ ادا کر دیا ہے۔ میری

پند و نصیحت قبول کرو اور سلام ہے اس پر جو ہدایت کا پیرو ہے۔"

اس کے جواب میں نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من النجاشی الاصحم بن ابجر سلام علیک یانبی اللہ من اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لا الہ الا ھو الذی ھدانی الی الاسلام فقد بلغنی کتابک یارسول اللہ فیما ذکرت من امر عیسیٰ فورب السماء والارض ان عیسیٰ مایزید علی ماذکرت وقد عرفنا مابعثت بہ الینا وقربنا ابن عمک واصحابہ فاشھد انک رسول اللہ صادقا ومصدقا وقد بایعتک وبایعت ابن عمک واسلمت علی یدیہ للہ رب العالمین وقد بعثت الیک یانبی اللہ باریحا بن الاصحم بن البجر فانی لا املک الا نفسی وان شئت ان آتیک فعلت یارسول اللہ فانی اشھد ان ماتقول حق۔ (ج۔۳ ص۔ ۸۴)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بخدمت محمد رسول اللہ ﷺ من جانب نجاشی اصحم بن ابجر--- یانبی اللہ، سلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ یارسول اللہ! مجھے آپ کا مکتوب وصول ہوا جس میں آپ نے عیسیٰؑ کے بارے اعتقاد کا ذکر کیا ہے۔ زمین و زمان کے رب کی قسم! عیسیٰؑ آپ کے اعتقاد سے قطعاً زیادہ حیثیت نہیں رکھتے میں نے آپ کا فرمان سمجھ لیا ہے، اور میں نے آپ کے چچازاد بھائی اور اس کے رفقا کی مہمان نوازی کی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور نبیوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ میں آپ کی بیعت کر چکا ہوں اور آپ کے ابن عم کے ہاتھ پر بیعت کر کے اللہ رب العالمین کے لئے مسلمان ہو چکا ہوں۔ یانبی اللہ! میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے اریحا بن اصحم بن ابجر کو روانہ کر رہا ہوں میں اپنی ذات کا ذمہ دار ہوں اگر آپ یارسول اللہ! فرمائیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو میں تابعدار ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا فرمان حق ہے۔

فصل

یہ بیان کرنے کے سلسلے میں کہ قبائل قریش کا بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی مخالفت کرنا۔ رسول اللہ ﷺ کی امداد کے بارے میں، اور ان کے خلاف آپس میں یہ معاہدہ کرنا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد نہ کردیں ہم ان سے خرید و فروخت اور شادی بیاہ کا سلسلہ قطعاً بند رکھیں گے، بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو عرصہ دراز تک شعب ابی طالب میں محصور اور بند رکھا اور اس عہد و پیمان کو ایک ظالمانہ اور فاجرانہ صحیفہ ---ورق--- میں تحریر کرنا اور اس دوران میں جو معجزات اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے دلائل ظاہر ہوئے۔

موسیٰ بن عقبہ، زہری سے بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ کا مسلمانوں پر ظلم و ستم اس قدر بڑھ گیا کہ

انتہا ہو گئی اور زندہ رہنا محال ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے قتل کی علانیہ دھمکیاں دینے لگے۔ ابوطالب نے اس صورت حال کے پیش نظر' عبدالمطلب کے خاندان کو جمع کر کے یہ حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو شعب ابی طالب' میں لے آئیں اور بہرصورت قتل و غارت سے ان کو محفوظ رکھیں۔ چنانچہ اس معاہدہ پر خاندان عبدالمطلب کے مسلم اور غیر مسلم سب لوگ متفق ہو گئے۔ مسلمان اپنے دین و ایمان کی وجہ سے اور غیر مسلم خاندان کی حمایت و عصبیت کی وجہ سے۔

مقاطعہ اور اس کی تحریر : جب قریش کو اس معاہدے کا علم ہوا کہ خاندان عبدالمطلب نے باتفاق رائے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا عزم کر لیا ہے تو قریشی مشرکوں کے درمیان اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ وہ ان کے ساتھ مجلس میں نہ بیٹھیں گے اور ان سے خرید و فروخت نہ کریں گے اور ان کے ہاں آنا جانا قطعاً بند کر دیں گے تاوقتیکہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لئے ہمارے حوالے کر دیں اور یہ طے شدہ معاہدہ ایک ورق --- صحیفے --- پر تحریر کر لیا۔ اور یہ سب عہد و پیمان اور میثاق اس میں درج کر دیئے کہ وہ بنی ہاشم سے کبھی صلح نہ کریں گے اور نہ ان پر رحم کھائیں گے حتیٰ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد کر دیں۔ چنانچہ بنی ہاشم شعب میں تین سال محصور رہے مصائب و مظالم بڑھتے چلے گئے' بازاروں سے اس تدبیر سے روک دیئے گئے کہ وہ مکہ سے تمام ضروریات زندگی خرید کر جمع کر لیتے کہ ان پر عرصہ حیات تنگ کر کے رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لئے حاصل کر سکیں۔

احتیاط : جناب ابوطالب اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ جب لوگ اپنے بستروں پر سونے کے لئے دراز ہو جاتے تو رسول اللہ ﷺ کو ایک بستر پر لیٹنے کے لئے کہتے تاکہ آپ کے قتل و غارت کا ارادہ رکھنے والا دیکھ لے (کہ آپ یہاں سو رہے ہیں) جب لوگ نیند میں مدہوش ہو جاتے تو اپنے کسی عزیز کو بیدار کر کے' رسول اللہ ﷺ کے بستر پر دراز ہونے کو کہتے' اور رسول اللہ ﷺ کو اس کے بستر پر لیٹ جانے کا اشارہ کرتے۔ جب ظلم و ستم برداشت کرتے کرتے تین سال کا عرصہ گزر گیا تو بنی عبد مناف' آل قصی اور ابن ہاشم سے دامادی کا رشتہ رکھنے والوں اور ان کے بھانجوں نے باہم دگر ملامت کی کہ بنی ہاشم سے ہم نے قطع رحمی کی ہے اور ان کی حق تلفی کی ہے چنانچہ اسی رات ان کے درمیان اس ظالمانہ دستاویز کے معطل اور ختم کر دینے پر اتفاق رائے ہو گیا۔

دیمک : اللہ تعالیٰ نے ان کے ظالمانہ صحیفے اور دستاویز پر دیمک کو مسلط کر دیا' اس نے جو اس میں عہد و پیمان تحریر تھا سب کو چاٹ لیا۔ منقول ہے کہ وہ بیت اللہ کی چھت پر آویزاں تھا۔ دیمک نے اسماء الٰہی چاٹ لئے اس میں صرف شرک و ظلم اور قطع رحمی پر مشتمل تحریر باقی رہ گئی۔

عجاز : دیمک کے ماجرا سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ابوطالب کے گوش گزار کی تو ابوطالب نے کہا چمکتے ستاروں کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے غلط بیانی نہیں کی۔ چنانچہ ابوطالب آل عبدالمطلب کے چند معززین کے ہمراہ کعبہ میں آئے (اور وہاں قریش کا ہجوم تھا) انہوں نے ابوطالب کا آنا ناگوار محسوس کیا اور سمجھے کہ وہ مقاطعہ اور بائیکاٹ سے تنگ آ کر وہاں سے نکل آئے ہیں

اور رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالے کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ ان کے پاس پہنچ کر ابوطالب نے کہا۔ تم نے ناگفتہ بہ کردار ادا کیا ہے' ہم اس کا تذکرہ نہ کریں گے' اپنا ظالمانہ عہد نامہ لاؤ' ممکن ہے ہمارا باہمی سمجھوتہ ہو جائے۔ یہ بات ابوطالب نے اس وجہ سے پیش کی کہ مبادا وہ دستاویز پیش کرنے سے قبل دیکھ لیں۔ چنانچہ وہ خوشی خوشی ملفوف دستاویز لے آئے اور مجلس کے درمیان رکھ دی اور ان کو اس امر میں ذرہ برابر شبہ نہ تھا کہ اب رسول اللہ ﷺ کو ہمارے سپرد کر دیا جائے گا اور وہ کہنے لگے کہ اب وقت آچکا ہے کہ تم ہمارا مطالبہ تسلیم کرو اور وہ بات قبول کرو جس سے اتحاد مضبوط ہو' صرف یہی ایک آدمی قطع رحمی کا باعث ہے تم نے قوم اور قبیلے کے لئے اسے خطرناک بنا دیا ہے۔

ابوطالب کی تجویز : تو ابوطالب نے کہا' میں آپ کے پاس ایک منصفانہ تجویز لے کر آیا ہوں کہ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور وہ جھوٹا نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس صحیفے سے بیزار ہے اور اس نے اپنا نام اس میں سے مٹا دیا ہے اور باقی ماندہ تحریر جو ظلم و ستم اور قطع رحمی کا مرقع اور پلندہ ہے وہ صحیح سالم ہے اگر صحیفہ اسی طرح ہے جیسا کہ میرے بھتیجے نے بتایا ہے تو ہوش کرو' واللہ! ہم اسے آپ کے حوالے کبھی نہ کریں گے خواہ ہمارہ بچہ بچہ کٹ جائے' اگر اس کا فرمان --- معاذ اللہ --- غلط ثابت ہوا تو ہم اسے آپ کے حوالے کر دیں گے' زندہ چھوڑو یا موت کی نذر کر دو' تو وہ کہنے لگے' ہمیں آپ کی بات سے پورا پورا اتفاق ہے' چنانچہ بند صحیفہ کو کھولا گیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق تھا' قریش نے اس کو ابوطالب کی پیش گوئی کے موافق پا کر کہا' واللہ یہ تمہارے صاحب کا جادو ہے' چنانچہ وہ معاہدے سے منحرف ہو گئے اور پہلے سے بھی زیادہ جور و جفا پر اتر آئے اور رسول اللہ ﷺ سے بدترین سلوک پر ڈٹ گئے اور اپنے ظالمانہ معاہدے پر عمل درآمد کے لئے بضد ہو گئے۔

خاندان عبدالمطلب نے کہا' جھوٹے اور جادوگر تو تم ہو' کیا خیال ہے ہمارے بارے میں تمہارا یہ ظالمانہ صحیفہ جادو اور شیطنت کا مرقع نہیں؟ اگر تمہارا اتحاد جادو پر مبنی نہ ہوتا تو یہ فاجرانہ صحیفہ چاک نہ ہوتا' دیکھو! یہ تمہارے پاس موجود ہے۔ اس میں سے اسماء الٰہی مٹ چکے ہیں اور ظلم و زیادتی کا مضمون باقی ہے' بتاؤ کیا ہم جادوگر ہیں یا تم۔ بنی عبد مناف' بنی قصہ اور بنی ہاشم کے دامادی رشتہ داروں اور بھانجوں جن میں قابل ذکر ابوالبختری' مطعم بن عدی' زہیر بن ابی امیہ' زمعہ بن اسود اور ہشام بن مغیرہ عامری ہیں' جن کے زیر حفاظت صحیفہ تھا' دیگر معززین کے سمیت' سب نے کہا ہم اس صحیفہ کے مضمون سے بیزار ہیں تو ابوجہل نے کہا یہ فیصلہ کہیں اور جگہ طے ہوا ہے تو ابوطالب نے اشعار میں اس صحیفے کے بارے میں اپنے خیال کا اظہار کیا' اور اس سے بیزار ہونے والوں کی تعریف و ستائش کی اور نجاشی کا شکریہ ادا کیا۔

امام بیہقی کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ حافظ نے ابن لھیعہ از اسود از عروہ' موسیٰ بن عقبہ کے بیان کی طرح نقل کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ شعب میں محصور ہونے کے بعد ہجرت حبشہ عمل میں آئی' واللہ اعلم۔

قصیدہ لامیہ کا مقام : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابوطالب نے قصیدہ لامیہ --- جو پہلے ذکر ہو چکا

ہے۔ شعب میں محصور ہونے کے بعد کہا تھا اس کا یہاں درج کرنا زیادہ مناسب تھا' واللہ اعلم۔ حافظ بیہقی نے بہ سند یونس' محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی راہ پر گامزن رہے' بنی ہاشم اور آل مطلب نے آپ کی حفاظت اور حمایت جاری رکھی اور آپ کو باوجود غیر مسلم ہونے کے اغیار کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب نے جب آپ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا اور قریشی بھانپ گئے کہ محمدؐ تک رسائی مشکل امر ہے تو وہ بہ اتفاق رائے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف ایک معاہدہ تحریر کرنے پر مستعد ہو گئے کہ ان سے شادی بیاہ نہ کریں گے اور نہ ہی خرید و فروخت کریں گے' اس مضمون کی ایک دستاویز تیار کر کے کعبہ میں آویزاں کر دی۔ پھر انہوں نے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کا نیا دور شروع کر دیا۔ ان کو باندھ کر اذیت پہنچاتے' ناقابل برداشت جور و جفا کرتے۔ یہ انتقامی کارروائی انتہا کو پہنچ گئی اور وہ بے بس ہو گئے۔ بعد ازاں ابن اسحاق نے شعب ابی طالب میں محصور ہونے کا قصہ' اور اس میں مصائب و مظالم برداشت کرنے کے واقعات کے بعد تحریر کیا ہے کہ حالات اس قدر ہولناک ہو گئے --- کہ بھوک کی وجہ سے بچوں کی چیخ و پکار کی آوازیں شعب کے باہر تک سنی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ قریشی عوام نے اس دل دوز کیفیت کو بنظر کراہت دیکھا اور اس ظالمانہ صحیفے پر غم و غصے کا اظہار کیا۔

ارباب سیرت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس دستاویز پر دیمک کو مسلط کر دیا اس نے اسماء الٰہی کو چاٹ لیا۔ ظلم و ستم اور قطع رحمی پر مبنی عبارت کو جوں کا توں رہنے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس امر کی اطلاع کر دی اور آپ نے ابوطالب کو بتا دیا۔ پھر اس نے موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے مطابق بیان کیا ہے بلکہ اس سے مکمل۔ ابن ہشام نے بذریعہ زیاد' ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام جب حبشہ میں امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے اور نجاشی نے جملہ پناہ گزینوں کی حفاظت کا انتظام کر دیا' ادھر حضرت عمرؓ مسلمان ہو چکے ہیں' عمرؓ اور حمزہؓ ہمہ وقت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے ہمراہ ہیں' اندریں حالات اسلام کی روشنی مختلف قبائل میں پہنچنے لگی تو قریش نے ان حالات سے مشتعل ہو کر ایک منصوبہ بنایا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف ایک معاہدہ تحریر کریں کہ ان سے رشتے ناطے قطعاً موقوف کر دیئے جائیں۔ ان کے ساتھ خرید و فروخت بالکل معطل اور بند کر دی جائے۔ باہمی اتفاق کے بعد' یہ تحریر لکھ کر' اور اس پر پورے اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنے کی خاطر' اسے کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔

کاتب صحیفہ : یہ تحریر اور ظالمانہ صحیفہ' منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی نے لکھا' بعض کاتب کا نام نصر بن حارث بتاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بددعا سے اس کی بعض انگلیاں شل اور بے کار ہو گئیں اور بقول واقدی طلحہ بن ابی طلحہ اس کا کاتب ہے۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ اس صحیفے کا کاتب منصور بن عکرمہ تھا جیسا کہ ابن اسحاق سے منقول ہے اس کا ہاتھ بے کار ہو گیا تھا۔ اس سے کام نہیں کر سکتا تھا اور قریش میں ضرب المثل تھا۔ منصور کا انجام دیکھو! اور بقول واقدی یہ صحیفہ کعبہ کے اندر معلق تھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب قریش نے صحیفے کا کارنامہ سرانجام دیا تو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب ابوطالب کے ہمراہ شعب میں چلے آئے۔ بنی ہاشم سے صرف ابولہب عبدالعزیٰ بن

عبدالمطلب شعب میں نہیں آیا بلکہ اس نے قریش کا تعاون کیا۔

ابولہب : حسین بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ابولہب جب قومی محاذ سے الگ ہو کر مخالف فریق کا معاون بن گیا تو اس کی ملاقات ہند بنت ربیعہ سے ہوئی' تو اس نے کہا' اے دختر عتبہ! کیا میں نے لات اور عزیٰ کی مدد نہیں کی؟ اور اس کے مخالفین سے جدا نہیں ہو گیا؟ تو اس نے اثبات میں جواب دے کر کہا' جناب جزاک اللہ خیراً۔

نزول سورہ تبت : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابولہب ایک اعتراض یہ بھی کیا کرتا تھا کہ محمدؐ مجھ سے چند ایسی باتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ بعد از مرگ واقع ہوں گی۔ میں انہیں صحیح نہیں سمجھتا۔ بتاؤ بعد از مرگ میرے ہاتھ میں کیا رکھا ہو گا' پھر اپنے ہاتھوں میں پھونک مار کر کہتا "تبا لکما" دونوں تباہ ہو جاؤ' جو باتیں محمد کہتا ہے ان میں سے میں (دونوں ہاتھوں میں کچھ نہ دیکھوں) تو اللہ تعالیٰ نے سورہ تبت نازل فرمائی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب مقاطعہ پر قریش کا اتفاق ہو گیا اور اس میں انہوں نے غلط وطیرہ اپنایا تو ابوطالب نے چند اشعار کہے۔

ألا أبلغا عني على ذات بيننا لؤيا وخصا من لؤى بني كعب
ألم تعلموا أنا وجدنا محمداً نبياً كموسى خط في أول الكتب
وأن عليه في العباد محبة ولا خير ممن خصه الله بالحب
وأن الذي الصقتموا من كتابكم لكم كائن نحسا كراغية السقب
أفيقوا أفيقوا قبل أن يحفر الثرى ويصبح من لم يجن ذنبا كذى الذنب

(سنو! میری جانب سے باہمی شکر رنجی کے باوصف لوی کو پیغام پہنچا دو خصوصاً بنی کعب کو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم نے موسیٰؑ کی طرح' محمدؐ کو نبی پایا ہے' پہلی کتابوں میں یہ تحریر موجود ہے۔ اور اس کی صورت سے ہی لوگوں کو پیار ہے اور کوئی بھی اس شخص سے بہتر نہیں' جسے اللہ نے اس کی محبت کے لئے منتخب کر لیا۔ جو تم نے اپنے صحیفے میں درج کیا ہے' وہ تمہارے لئے ثمود کی اونٹنی کے بچے کی آواز کی طرح منحوس ثابت ہو گا۔ مخالفت کی خلیج وسیع ہونے اور بے گناہ کے گنہ گار کی طرح ہو جانے سے قبل باز آجاؤ)

ولا تتبعوا أمر الوشاة وتقطعوا أواصرنا بعد المودة والقرب
وتستجلبوا حربا عوانا وربما أمر على من ذاقه حلب الحرب
فلسنا ورب البيت نسلم أحمداً لعزاء من عض الزمان ولا كرب
ولما تبن منا ومنكم سوالف وأيد أترت بالقساسية الشهب
أليس أبونا هاشم شد أزره وأوصى بنيه بالطعان وبالضرب

(چغل خوروں کی بات نہ مانو' محبت و مودت کے بعد باہمی تعلقات کو منقطع نہ کرو۔ اور تم ایک مستقل لڑائی کی بنیاد نہ ڈالو' بسا اوقات لڑائی کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے۔ رب کعبہ کی قسم! ہم احمدؐ کو تلخ اوقات اور مصائب دہر کی وجہ سے کسی کے سپرد نہ کریں گے۔ اور جب تک ہمارے آپس میں ہاتھ اور گردنیں چمکیلی تلواروں سے قلم نہ ہوں۔ کیا

ہمارا والد ہاشم نہ تھا جس نے ہر مشکل کام کے کمر باندھ لی تھی اور اس نے اپنی اولاد کو نیزہ بازی اور تلوار زنی کی وصیت کی تھی)

ولسنا نمل الحرب حتى تملنا ولا نشتكي ما قد ينوب من النكب
ولكننا أهل الحفائظ والنهى إذا طار أرواح الكماة من الرعب

(ہم جنگ و جدال سے نہیں اکتاتے یہاں تک کہ وہ ہم سے اکتا جائے اور ہم مصائب کا شکوہ نہیں کرتے۔ لیکن ہم لوگ ہیں باشعور اور عقلمند جب بہادر لوگ حواس باختہ ہو جائیں)

حکیم بن حزام کا غلہ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابو طالب نے شعب میں مصائب برداشت کرتے ہوئے ۲ یا ۳ برس بسر کئے۔ کوئی قریشی صلہ رحمی کی خاطر کچھ تحائف بھیجنا چاہتا تو مخفی طریقہ سے ہی بھیج سکتا تھا۔ مذکور ہے کہ ابوجہل کی حکیم بن حزام سے راستے میں ملاقات ہو گئی' حکیم کے ہمراہ' ایک غلام گندم اٹھائے ہوئے تھا۔ خدیجہ بنت خویلد کی خاطر' وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شعب میں رہائش پذیر تھیں۔ ابوجہل نے اس سے الجھتے ہوئے کہا' کیا تو بنی ہاشم کے پاس یہ راشن لے جائے گا۔ واللہ! تو یہ خوراک ان کے ہاں نہیں لے جا سکتا۔ میں تجھے رسوا کروں گا کہ یہ معاہدے کا پابند نہیں ہے' اسی دوران ابو البختری بن ہشام بن حارث بن اسد بھی آ گئے۔ اس نے کہا' کیوں الجھ رہے ہو' تو ابوجہل نے کہا یہ بنی ہاشم کے پاس گندم لے جا رہا ہے تو ابو البختری نے کہا' اس کی پھوپھی کا غلہ اس کے پاس محفوظ تھا' کیا تو اسے لے جانے سے روک سکتا ہے؟ چھوڑو' جانے دو' ابوجہل ملعون حائل ہو گیا اور وہ آپس میں دست و گریبان ہو گئے تو ابو البختری نے اونٹ کا جبڑا اٹھا کر اس کے سر پر مار کر زخمی کر دیا اور اس کو پاؤں میں روند ڈالا اور حمزہ بھی قریب کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور قریش نہیں چاہتے تھے کہ یہ ماجرا صحابہ اور رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو جائے اور وہ یہ سن کر خوش ہوں۔

رسول اللہ سے استہزا اور قرآن : رسول اللہ ﷺ بایں ہمہ بلا خوف و خطر' شب و روز عیاں و پنہاں قوم کو اسلام کی دعوت دینے میں مصروف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی حمایت و نصرت کا سامان ابوطالب' بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ذریعے بہم پہنچا دیا تھا۔ وہ آپ سے دست و گریبان ہونے سے گریز کرتے۔ لیکن نکتہ چینی' مخاصمت اور استہزا و مزاح سے پیش آتے۔ ان حوادثات کے سلسلہ میں قرآن نازل ہوتا' بعض کا نام لے کر اور اکثر کا نام لئے بغیر' چنانچہ ابن اسحاق نے اس سلسلہ میں ابولہب اور اس کے بارے ایک پوری سورت اترنے کا ذکر کیا ہے۔

امیہ بن خلف : امیہ بن خلف کے متعلق بھی سورہ ہمزہ بکمال و تمام نازل ہوئی' عاص بن وائل کے بارے لا وتين مالا وولدا (مریم-۷۷) چند آیات نازل ہوئیں۔ ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا' آپ ہمارے معبودوں کو سب و شتم نہ کریں ورنہ ہم آپ کے خدا کو گالی گلوچ دیں گے تو یہ آیات (۱۰۹/انعام) اللہ کے بغیر جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں ان کو گالی مت دو ورنہ یہ لوگ' لاعلمی اور عداوت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہیں گے' نازل ہوئیں۔

نضر : رسول اللہ ﷺ وعظ و نصیحت فرماتے اور گزشتہ اقوام کے واقعات سناتے' آپ تشریف لے جاتے تو نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ' بقول سہیلی علقمہ بن کلدہ اسی جگہ پر بیٹھ کر' رستم و اسفند یار کے حالات اور شاہان ایران کے عہد میں ان کے درمیان رونما ہونے والے جنگی کارنامے سنا کر کہتا' واللہ! محمدؐ کا بیان مجھ سے اچھا نہیں' اس کی باتیں تو پہلے لوگوں کی بے سروپا کہانیاں ہیں۔ اس کے بارے سورۂ فرقان کی آیات وقالوا اساطیر الاولین (۵-۶/ فرقان) اور (۷-۸/ جاثیہ) کی آیات ویل لکل افاک اثیم نازل ہوئیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد میں ولید بن مغیرہ کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ نضر بن حارث بھی آکر بیٹھ گیا' علاوہ ازیں اور قریشی بھی وہاں موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بات شروع کی' تو نضر بن حارث نے نکتہ چینی کی' رسول اللہ ﷺ نے اسے دندان شکن جواب دے کر لاجواب کر دیا پھر آپ نے سورہ انبیاء (۹۸) کی آیات تلاوت فرمائیں۔ "تم اور تمہارے معبود جن کی تم اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہو' دوزخ کا ایندھن ہیں تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔" اور بعد ازیں آپ وہاں سے تشریف لے گئے تو عبداللہ بن زبعری سہمی مجلس میں آبیٹھا' اسے ولید بن مغیرہ نے کہا کہ محمدؐ نے ابھی مجلس میں کہا ہے کہ تم اور تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن ہو تو نضر بن حارث سے واللہ! کوئی جواب نہ بن پڑا تو زبعری سہمی نے کہا' واللہ! اگر میں ہوتا تو اسے دندان شکن جواب دیتا' محمدؐ سے پوچھو' کیا اللہ کے علاوہ تمام معبود اور عبادت گزار جہنم کا ایندھن ہیں تو سنو! ہم فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں' یہود عزیرؑ کی عبادت کرتے ہیں' عیسائی عیسیٰؑ کی بندگی کرتے ہیں' ولید اور حاضرین مجلس عش عش کر اٹھے اور وہ سمجھے کہ اس نے ناقابل تردید حجت پیش کی ہے۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار ہوئی تو آپ نے فرمایا جو بھی چاہے کہ اللہ کے علاوہ اس کی پوجا ہو' وہ اپنے عبادت گاروں کے ہمراہ دوزخ میں ہو گا۔ یہ لوگ شیطانوں کی عبادت کرتے ہیں اور جن کی عبادت کا شیطان ان کو امر کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت انبیاء (۱۰۱/۲۱) نازل فرمائی "جس کے لئے پہلے ہی ہماری طرف سے حسن انجام کا فرمان جاری ہو چکا ہے۔ وہ دوزخ سے دور ہوں گے یعنی عیسیٰؑ' عزیرؑ اور جن علماء و زہاد کی جو اللہ کی راہ پر گامزن رہے۔ پرستش ہوتی ہے وہ جہنم سے دور رہیں گے۔"

کفار کا فرشتوں کے پوجنے اور ان کو خدا کی بیٹیاں کہنے کے بارے میں قرآن نازل ہوا (۲۱/۲۶) کہتے ہیں "خدا اولاد رکھتا ہے۔ وہ ایسی باتوں سے پاک ہے فرشتے اس کی بیٹیاں نہیں بلکہ سرفراز بندے ہیں۔" ابن زبعری کے قول کی تردید کے سلسلے میں یہ آیت (۵۷/ ۴۳) نازل ہوئی جب ابن مریم کا حال بیان کیا گیا تو تیری قوم کے لوگ خوشی سے چلا اٹھے اور کہنے لگے کیا ہمارے دیوتا اچھے ہیں یا عیسیٰؑ" یہ بات انہوں نے صرف جھگڑے کے لئے تجھ سے بیان کی۔ بات یہ ہے کہ وہ بڑے جھگڑالو لوگ ہیں۔ ان کا یہ اسلوب بیان غلط ہے کیونکہ یہ عرب لوگ ہیں اور عربی زبان کا دستور ہے کہ لفظ "ما" کا اطلاق بے جان اور بے عقل کے لئے ہوتا ہے اور انکم وما تعبدون (انبیاء/۹۸) سے مراد پتھروں سے تراشے ہوئے بت ہیں۔ ملائکہ' عیسیٰؑ

اور عزیرؑ وغیرہ نیک لوگ مراد نہیں کیونکہ لفظ "ما" کے وہ لفظ اور لحاظ سے مصداق نہیں' وہ بخوبی جانتے ہیں کہ عیسیٰؑ کے بارے جو انہوں نے وطیرہ اختیار کیا سراسر باطل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ بات صرف جھگڑے کے لئے تجھ سے بیان کی ہے پھر مزید فرمایا عیسیٰؑ ہمارا ایک بندہ ہے جس کو ہم نے نبوت سے نوازا اور بنی اسرائیل کے لئے اس کو ہم نے اپنی قدرت کاملہ کی دلیل بنایا' اسے بغیر مرد کے صرف عورت سے پیدا کیا اور حواء کو بغیر عورت کے مرد سے پیدا کیا اور آدم کو محض اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور بقایا نوع انسان کو مرد اور عورت کے اختلاط سے پیدا کیا۔ اخنس بن شریق کے بارے' **ولا تطع کل حلاف مهین** (۶۸/۱۰) نازل ہوئیں۔

وحی ہم پر کیوں نہ اتری؟ : ولید بن مغیرہ نے کہا' تعجب ہے کہ محمد ﷺ پر وحی نازل ہو اور مجھے نظر انداز کر دیا جائے حالانکہ میں قریش کا رئیس اور ان کا عظیم سردار ہوں اور ثقیف کے رئیس ابو مسعود عمرو ثقفی کو پس پشت ڈال دیا گیا' ہم دونوں شہروں کے بڑے لوگ ہیں۔ اس بارے (۴۳/۳۱) **لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم** اور دیگر آیات نازل ہوئیں۔

رخ زیبا پر تھوکنا : ابی بن خلف نے عقبہ بن ابی معیط سے کہا' مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم محمد کی مجلس میں گئے ہو' اور اس کا کلام سنا ہے بس' مجھے تیرا چہرہ دیکھنا حرام بشرطیکہ تو اس کے چہرے پر تھوکے چنانچہ اس ملعون نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوکا' اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا "جس دن گنہ گار مارے افسوس کے اپنے ہاتھ کاٹ کھائے گا' کہے گا کاش میں بھی دنیا میں پیغمبر کے ساتھ اسلام کا رستہ لیتا ہائے میری کم بختی' کاش میں فلانے --- ابن ابی خلف --- کو دوست نہ بناتا۔" (۲۵/۲۷)

بوسیدہ ہڈی کو زندہ کرنا : ابی بن خلف ایک خستہ اور بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لئے رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگا' اے محمدؐ تیرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قدر خستگی کے بعد بھی اس ہڈی کو زندہ کرے گا' پھر اس نے ہڈی کو مسل کر رسول اللہ ﷺ کی طرف پھونک مار کر اڑا دیا آپ نے فرمایا' ہاں! میرا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ اسے اور تجھے بھی خستہ اور بوسیدہ ہو جانے کے بعد زندہ کر کے جہنم رسید کرے گا۔ پھر یہ آیات نازل ہوئیں "اور ہم ہی سے باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش بھول گیا' کہتا ہے' بھلا ان گلی کھوکھلی ہڈیوں کو کون جلا سکتا ہے' اے پیغمبر! کہہ دے ان ہڈیوں کو وہی خدا جلائے گا جس نے پہلی بار ان کو پیدا کیا (اس وقت نطفے میں ہڈی کہاں تھی) اور ہر چیز کا پیدا کرنا خوب جانتا ہے۔" (۳۶/۷۹)

عبادت کا مشترکہ منصوبہ : باب کعبہ کے پاس رسول اللہ ﷺ طواف میں مصروف تھے کہ اسود بن مطلب' ولید بن مغیرہ' امیہ بن خلف اور عاص بن وائل سہمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا' آیئے! ہم آپ کے خدا کی عبادت کریں اور آپ ہمارے خداؤں کی عبادت کریں' عبادت کے سلسلے میں ہم ایک مشترکہ منصوبہ بنالیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ کافرون (۱۰۹) مکمل نازل فرمائی۔

زقوم : یعنی تھوہر کا درخت کھانا ہو گا (۳۷/۵۲) سن کر ابو جہل نے کہا' جانتے ہو زقوم کیا ہے۔ وہ ہے کھجور' مکھن میں چپڑی ہوئی' ہم اسے خوب کھائیں گے تو یہ آیت (۴۴/۴۳) **ان شجرة الزقوم**

طعام الاثیم نازل ہوئی۔

چیں بجبیں : ولید بن مغیرہ' نبی علیہ السلام سے ہم کلام تھا۔ آپ کو اس کے مسلمان ہونے کی امید تھی' ام مکتوم --- عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ --- کا نابینا بیٹا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن کی آیات پوچھنے لگا' تو رسول اللہ ﷺ اکتا گئے' کیونکہ آپ ولید سے ہم کلام تھے اور آپ کو اس کے مسلمان ہونے کی قوی امید تھی' جب وہ بار بار پوچھتا رہا تو آپ چیں بجبیں ہو کر چل دیئے' اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں سورہ عبس (۸۰/۱۴) کی چودہ آیات اتاریں' بعض کہتے ہیں مخاطب ولید نہیں ابی بن خلف تھا' واللہ اعلم۔

سورہ نجم اور کفار کا سجدہ کرنا : محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ایک غلط فہمی کی بنا پر جب مہاجرین حبشہ مکہ پلٹ آئے کہ ان کو اطلاع پہنچی تھی کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے لیکن یہ اطلاع غلط تھی اور یہ غلط افواہ اس بنا پر پھیلی کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین کے ساتھ ایک روز تشریف فرما تھے تو آپ پر سورہ نجم (۵۳) نازل ہوئی آپ نے پوری سورت کے اختتام پر سجدہ کیا تو وہاں پر موجود مسلم غیر مسلم اور جن و انس سب نے سجدہ کیا اور سب حاضرین کے سجدہ کرنے کا بھی ایک سبب تھا جیسے اکثر مفسرین نے سورہ حج (۲۲/۵۲) میں بیان کیا ہے۔ ہم بعض مفاسد کی بنا پر اس کو نظر انداز کرتے ہیں۔ البتہ اصل قصہ بخاری شریف میں موجود ہے۔ جو ابن مسعود سے منقول ہے کہ مکہ میں نبی علیہ السلام نے سورہ نجم تلاوت کی آپ نے اس کے اختتام پر سجدہ کیا اور سب حاضرین نے سجدہ کیا ماسوائے ایک شخص کے کہ اس نے کنکریوں یا مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر' جبیں سے مس کر لی اور کہنے لگا' مجھے یہی کافی ہے' ابن عباس کہتے ہیں میں نے اسے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں ہی قتل ہوا۔ (مسلم' ابوداؤد' نسائی بہ سند شعبہ) امام احمد نے جعفر بن مطلب بن ابی وداعہ کے والد سے بیان کیا ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے سورہ نجم تلاوت فرمائی اور آپ کے ہمراہ سب حاضرین نے سجدہ کیا لیکن میں نے سر جھکایا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا (چونکہ وہ اس وقت مسلمان نہ تھا) بعد ازیں جب بھی کوئی سورہ نجم کی آیت سجدہ پڑھتا تو وہ لازماً سجدہ کرتا۔ (نسائی)

تطبیق : ان دونوں روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس نے صرف سر جھکایا اور کبر و غرور کی وجہ سے زمین پر نہیں ٹکایا اور ابن مسعود نے جس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس نے قطعاً سجدہ نہیں کیا تھا۔ غرضیکہ خبر رساں نے مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے سمجھا کہ یہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اور ان کا آپؐ کے ساتھ کوئی نزاع نہیں۔ یہ افواہ پھیل گئی اور مہاجرین حبشہ نے بھی یہ خبر سن لی تو وہ خبر کو صحیح سمجھ کر مکہ پلٹ آئے' بعض پھر واپس چلے گئے اور کچھ نے مکہ میں اقامت اختیار کر لی' دونوں فریق (یعنی واپس جانے والے اور مکہ میں رہائش کرنے والے) درست اور حق بجانب ہیں۔

ابن اسحاق نے مہاجرین حبشہ میں سے واپس آنے والوں کی فہرست دی ہے جو کل ۳۳ افراد ہیں۔ (۱) عثمان بن عفان (۲) رقیہ بنت رسول اللہؐ (۳) ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ (۴) اس کی بیوی سہلہ بنت سہیل (۵) عبداللہ بن جحش (۶) عتبہ بن غزوان (۷) زبیر بن عوام (۸) مصعب بن عمیر (۹) سویبط بن سعد (۱۰)

طلیب بن عمیر (۱۱) عبدالرحمان بن عوف (۱۲) مقداد بن عمرو (۱۳) عبداللہ بن مسعود (۱۴) ابو سلمہ بن عبدالاسد (۱۵) ان کی بیوی ام سلمہ (۱۶) شماس بن عثمان (۱۷) سلمہ بن ہشام (۱۸) عیاش بن ابی ربیعہ (یہ دونوں غزوہ خندق تک مکہ میں محبوس رہے) (۱۹) عمار بن یاسر (بشرطیکہ مہاجرین حبشہ میں شامل ہوں) (۲۰) معتب بن عوف (۲۱) عثمان بن مظعون (۲۲) سائب بن عثمان (۲۳) قدامہ بن مظعون (۲۴) عبداللہ بن مظعون (۲۵) خنیس بن حذافہ (۲۶) ہشام بن عاص بن وائل' غزوہ خندق کے بعد تک مکہ میں محبوس رہا (۲۷) عامر بن ربیعہ (۲۸) اس کی بیوی لیلی بنت ابی حیثمہ (۲۹) عبداللہ بن مخرمہ (۳۰) عبداللہ بن سہیل بن عمرو' یہ غزوہ بدر تک مکہ میں پابند رہے' مشرکین کے ہمراہ جنگ میں روانہ ہوئے بدر پہنچ کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے (۳۱) ابو سبرہ بن ابی رھم (۳۲) اس کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل (۳۳) سکران بن عمرو بن عبد شمس (۳۵) سعد بن خولہ (۳۶) ابوعبیدہ بن جراح (۳۷) عمرو بن حارث بن زہیر (۳۸) سہیل بن بیضاء (۳۹) عمرو بن ابی سرح رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تمہاری ہجرت گاہ دکھائی گئی ہے' جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع نخلستان ہے چنانچہ بعض مسلمان مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور حبشہ سے پلٹنے والے اکثر مسلمان بھی مدینہ چلے آئے' اس باب میں ابو موسیٰ کی گذشتہ روایت اور اسماءؓ بنت عمیس کی روایت آئندہ بیان ہو گی۔ انشاء اللہ۔

نماز میں کلام کی منسوخی : امام بخاری نے عبداللہؓ سے بیان کیا ہے کہ ہم آپ کو نماز پڑھتے ہوئے سلام عرض کرتے تو آپ سلام کا جواب دے دیتے' جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس لوٹے سلام عرض کرتے تو آپ جواب نہ دیتے' ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! پہلے تو آپ نماز میں ہی سلام کا جواب دے دیا کرتے تھے اور اب ہم حبشہ سے واپس آئے ہیں تو آپ جواب عنایت نہیں فرماتے تو آپؐ نے فرمایا نماز میں تو تسبیح و تحمید اور تلاوت و مناجات ہوتی ہے (اس میں سلام و کلام مناسب نہیں) (مسلم' ابوداؤد' نسائی بہ سند دیگر) ابن مسعود کی یہ روایت زید بن ارقم کی مسلم' بخاری میں مذکور روایت کی موید ہے کہ "ہم" نماز میں گفتگو کر لیتے تھے جب **قوموا للہ قانتین** (۲/۲۳۸) آیت نازل ہوئی تو ہمیں نماز میں سکوت کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع کر دیا گیا۔ واضح رہے کہ حدیث میں "ہم" سے مراد جماعت صحابہؓ ہے کیونکہ زید انصاری اور مدنی ہیں' نماز میں کلام کرنا تو مکہ میں ہی منسوخ ہو چکا تھا' باقی رہا حدیث زید میں مدنی آیت کا ذکر کرنا تو یہ مسئلہ ذرا ٹیڑھا ہے۔ ممکن ہے کہ زیدؓ نے سمجھا ہو کہ ایسی آیت سے کلام کرنے کی حرمت ثابت ہوئی ہے حالانکہ قبل ازیں اس کی حرمت ثابت ہو چکی ہے' واللہ اعلم۔

عثمان بن مظعون کا ولید کی پناہ رد کر دینا : ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حبشہ سے واپس پلٹنے والوں میں عثمان بن مظعون بھی تھے جنہوں نے ولید بن مغیرہ کی ہمسائیگی اور پناہ حاصل کر لی تھی اور ابو سلمہ بن عبدالاسد نے اپنے ماموں ابوطالب کی پناہ حاصل کر لی تھی ان کی والدہ ابوطالب کی ہمشیرہ برہ بنت ابوطالب ہے۔ عثمان نے دیکھا کہ میرے مسلمان بھائی کفار کے ظلم و ستم کا نشانہ ہیں اور میں ولید کی پناہ اور امان کے

باعث آرام و راحت سے زندگی بسر کر رہا ہوں' واللہ! میرا ایک مشرک کی حمایت و ہمسائیگی میں سکون و اطمینان سے رہنا ایک دینی نقص ہے۔ چنانچہ اس نے ولید بن مغیرہ سے کہا جناب! آپ نے اب تک اپنی ذمہ داری بخوبی سرانجام دی ہے۔ اب میں آپ کو ذمہ داری سے سبکدوش کرتا ہوں' اس نے کہا' اے بھتیجے کیا وجہ ہے۔ شاید تمہیں کسی قریشی نے اذیت پہنچائی ہے تو عثمان نے نفی میں جواب دے کر کہا میں اللہ کی پناہ کی بجائے کسی کی پناہ کو پسند نہیں کرتا تو ولید نے کہا چلو کعبہ کے پاس چل کر میری پناہ کو علانیہ واپس لوٹا دو چنانچہ وہ دونوں مسجد میں چلے آئے تو ولید نے کہا' عثمان نے میری پناہ کو واپس کر دیا ہے' تو عثمانؓ نے کہا' ولید درست کہتے ہیں میں نے ان کو نہایت وفادار اور عمدہ ہمسائیگی والا پایا ہے۔ بس میں نے ان کی امان و پناہ کو واپس کر دیا ہے۔

عثمان اور لبید : پھر عثمان ایک مجلس میں چلے آئے جہاں لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر اپنے اشعار سنا رہے تھے اس نے شعر کا ایک مصرعہ **الا کل شئی ماخلا اللہ باطل** پڑھا تو عثمان نے خوب داد دی اور کلمہ تحسین کہا پھر اس نے دوسرا مصرعہ **وکل نعیم لا محالۃ زائل** پڑھا تو عثمان نے کہا' بالکل غلط' جنت کی نعمت سدا بہار ہے۔ تو لبید نے کہا قریشیو! تمہارے ہم نشین کو ایسا غیر مہذب جواب نہیں دیا جاتا تھا' یہ رسم بد کب سے شروع ہوئی تو ایک قریشی نے کہا' یہ دیوانوں کے گروہ کا ایک فرد ہے۔ یہ ہمارا دین ترک کر چکے ہیں۔ آپ اس کا برا نہ منائیں' عثمان نے اس قریشی کا ترکی بہ ترکی جواب دیا' یہاں تک کہ معاملہ بڑھ گیا اور قریشی نے عثمان کی آنکھ پر تھپڑ رسید کر کے زخمی کر دیا ولید بھی قریب کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا' تو اس نے کہا' اے بھتیجے واللہ! تیری آنکھ اس زخم سے محفوظ تھی آپ مضبوط پناہ میں زندگی بسر کر رہے تھے تو عثمان نے کہا نہیں جناب! واللہ! میری تندرست آنکھ بھی مجروح آنکھ کے زخم پر رشک کرتی ہے۔ میں آپ سے زیادہ طاقتور کی پناہ و جوار میں ہوں' یہ سن کر ولید نے عثمان کو دوبارہ پناہ و امان کی پیشکش کی تو اس نے آپ کی آفر کو ٹھکرا دیا۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ابو سلمہ بن عبدالاسد نے جب ابوطالب سے پناہ حاصل کر لی تو مخزومی لوگوں نے ابوطالب سے عرض کیا' جناب ابوطالب! آپ نے محمد' اپنے بھتیجے کو پناہ دی' درست ہے مگر آپ کا ابو سلمہ سے کیا واسطہ تو ابوطالب نے کہا' وہ میرا بھانجا ہے اگر مجھے بھانجے کو امن و امان دینے کے حقوق میسر نہیں تو میں بھتیجے کو کیسے پناہ دے سکتا ہوں' یہ بات سن کر ابولہب نے کہا آپ ابوطالب پر بہت نکتہ چینی کرتے ہیں تم اس کی پناہ میں لوگوں پر ظلم و زیادتی کرتے ہو' واللہ! قریشیو! یا تو تم ایسی حرکتوں سے باز آجاؤ یا میں اس کا ہر معاملے میں مدد و معاون ہو جاؤں گا اور وہ ہر مقصد میں کامیاب ہو جائے گا' یہ تیز و تند گفتگو سن کر مخزومی کہنے لگے جناب ابوعتبہ! ہم معذرت خواہ ہیں (ابوطالب! رسول اللہ ﷺ کے خلاف ان کا معاون و مددگار تھا) اس کا یہ خیر خواہانہ اور مصالحانہ رویہ دیکھ کر ابوطالب کو امید کی کرن نظر آئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حمایت و نصرت کا کردار ادا کرے گا' چنانچہ ابوطالب نے اس کو اپنی مدد اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہتر رویہ اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔

إن امــرءاً أبو عتيبــة عمــه لفي روضة ما ان يسام المظالما
أقـول لـه وأيـن منـه نصيحتـي أبا معتـب ثبـت سـوادك قائمـا
ولا تقبلن الدهر ما عشت خطة تسـب بها إما هبطـت المواسما
وو سبيل العجـز غيرك منهـم فانك لم تخلق على العجـز لازما
وحارب فان الحرب نصف ولن ترى أخا الحرب يعطي الخسف حتى يسالما

(وہ آدمی جس کا چچا عیش و عشرت میں ہو وہ ظلم و ستم کا نشانہ نہ ہو۔ میں اسے کہتا ہوں (لیکن میری نصیحت کہاں کارگر ہے) اے ابو معتب! (ابولہب کی کنیت) تم ثابت قدم رہو۔ تو کبھی ایسی خصلت قبول نہ کر جو باعث عار و ندامت ہو۔ اگر تو حج کے موسم میں لوگوں کے پاس جائے۔ عاجزی اور ناتوانی کا راہ کسی اور کے سپرد کر دے تو خوشامد اور انکساری کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ برسرپیکار آ' بے شک جنگ سے انصاف میسر ہوتا ہے۔ پیکار پرست کو کبھی ذلت سے دوچار نہیں دیکھے گا حتیٰ کہ اس سے صلح و آشتی ہو گی)

وكيف ولم يجنوا عليك عظيمة ولم يخذلوك غانمـا أو مغارمـا
جزى الله عنا عبد شمس ونوفـلا وتيمـا ومخزومـا عقوقـا ومأثمـا
بتفريقهـم مـن بعـد ود والفـة جماعتنـا كيمـا ينالوا المحارمـا
كذبتـم وبيـت الله نبزى محمـداً ولما تروا يوما لدى الشعب قائما

(تیری یہ کیفیت کیونکر ہے حالانکہ بنی ہاشم نے تجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا اور نہ وہ تجھے تیری فراخ دستی اور تہی دستی کے وقت تجھ سے جدا ہوئے۔ عبد شمس' نوفل' تیم اور مخزوم قبیلے کو اللہ ہماری طرف سے قطع رحمی اور گناہ کا بدلہ دے۔ اس باعث کہ انہوں نے ہمارے قبیلہ کو محبت و الفت کے بعد جدا کر دیا ہے تاکہ وہ ناجائز امور تک پہنچ سکیں۔ بیت اللہ کی قسم! تم غلط سمجھے ہو کہ ہم سے محمدؐ چھین لئے جائیں گے جب تک کہ تم شعب کے پاس ایک فرد بھی کھڑا ہوا نہ دیکھو)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عزم ہجرت : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زہری بذریعہ عروہ از عائشہؓ کے بیان کے مطابق کہ جب ابوبکر پر مکہ کی فضا تنگ ہو گئی اور ان کو وہاں سخت تکلیف پہنچی نیز رسول اللہ ﷺ اور صحابہ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹتے دیکھ کر اس نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی اور آپ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ چنانچہ مکہ سے ایک یا دو روز کے سفر کے بعد آپ کی ملاقات ابن دغنہ سے ہوئی --- وہ بنی حارث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ میں سے تھا اور وہ اس وقت احابیش کا رئیس تھا۔ بقول واقدی اس کا نام حارث بن یزید ہے اور سہیلی نے اس کا نام "مالک" بتایا ہے --- تو اس نے پوچھا جناب کہاں' تو ابوبکر نے کہا میری قوم نے مجھے مکہ سے نکال دیا ہے۔ مجھے اذیت پہنچائی ہے اور میرے لئے مشکلات پیدا کر دی ہیں' ابن دغنہ نے کہا' یہ نہیں ہو سکتا' واللہ! تم قبیلہ کی زینت ہو' مصیبتوں میں کام آتے ہو' نیک کام کرتے ہو' مفلسوں کے مددگار ہو' واپس چلئے آپ میری پناہ میں ہیں' چنانچہ وہ بھی آپ کے ہمراہ چلا آیا۔ مکہ میں پہنچے تو ابن دغنہ نے کہا' اے جماعت قریش! میں نے ابن ابی قحافہ کو پناہ دی ہے اس کے ساتھ حسن سلوک سے

پیش آو' چنانچہ وہ لوگ ایذا و تعدی سے باز آ گئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ بنی جمح میں' ان کے گھر کے دروازے پر ان کی مسجد تھی۔ وہ اس میں نماز پڑھتے تھے' نہایت نرم دل تھے۔ قرآن پڑھتے تو اشکبار ہو جاتے' غلام' بچے اور خواتین ان کی ہیئت و صورت کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے۔۔۔ چنانچہ قریش نے ابن دغنہ سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا' کہ آپ نے ان کو پناہ ہمیں ایذا پہنچانے کے لئے نہیں دی' وہ جب نماز میں قرآن تلاوت کرتا ہے تو اس پر محویت طاری ہو جاتی ہے اور اس کی شکل و صورت خاص انداز کی ہوتی ہے۔ ہمیں اپنے بچوں' خواتین اور کمزور عقائد کے لوگوں پر خطرہ ہے کہ وہ اس کے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے' آپ اسے حکم دیجئے کہ وہ اپنے گھر کے اندر جیسے چاہے نماز پڑھے۔

عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ ابن دغنہ نے ابوبکر سے کہا میں نے آپ کو پناہ قوم کو اذیت پہنچانے کے لئے نہ دی تھی وہ آپ کے اس جگہ نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے ہیں اور اذیت محسوس کرتے ہیں آپ اپنے گھر کے اندر جس طرح چاہیں نماز پڑھیں تو ابوبکر نے کہا کیا میں آپ کی پناہ سے مستعفی ہو جاؤں اور اللہ کی پناہ پسند کر لوں تو ابن دغنہ نے کہا' بالکل میرا عہد و پیمان لوٹا دو' چنانچہ ابوبکر نے کہا میں آپ کی حفاظت و پناہ سے سبکدوش ہوتا ہوں تو ابن دغنہ نے کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ ابن ابی قحافہ نے میری پناہ اور ذمہ داری مسترد کر دی ہے۔ اب تم جانو اور وہ۔

امام بخاری نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس میں ایک بہترین اضافہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے والدین کو مسلمان پایا' رسول اللہ ﷺ بلا ناغہ صبح و شام ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے جب مسلمان سخت اذیت میں مبتلا ہو گئے تو ابوبکر بھی ہجرت کی نیت سے حبشہ کی طرف روانہ ہوئے' برک غماد میں پہنچے تو وہاں رئیس قارہ' ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا۔ جناب! کہاں تو ابوبکر نے کہا' میری قوم نے مجھے جلا وطن کر دیا ہے۔ میں اب چاہتا ہوں کہ خدا کی زمین پر گھوم پھر کر اللہ کی عبادت کروں' تو ابن دغنہ نے کہا' آپ جیسا انسان تو نہ خود اپنا وطن چھوڑے نہ اس کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا جاوے۔ آپ تو مفلس لوگوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں' صلہ رحمی کرتے ہیں' درماندہ و ناتواں لوگوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں' مہمان نوازی کرتے ہیں' مصائب میں لوگوں کے کام آتے ہیں' میں آپ کو پناہ دیتا ہوں' اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے' چنانچہ ابوبکر واپس چلے آئے اور ابن دغنہ بھی آپ کے ہمراہ چلا آیا اور مغرب کے وقت تمام سرداران مکہ کے گھر جا کر اس نے کہا ابوبکر جیسا ہمہ صفت موصوف انسان نہ خود وطن ترک کرے اور نہ اس کو جلا وطن کیا جائے۔ کیا تم ایسے انسان کو شہر بدر کرنا چاہتے ہو جو مفلس لوگوں کی خبر گیری کرتا ہے' صلح رحمی کرتا ہے' درماندہ و نادار لوگوں کا پشت پناہ ہے' مہمان نواز ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے' یہ باتیں سن کر قریش نے ابن دغنہ کی درخواست قبول کرتے ہوئے کہا آپ ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ اپنے گھر کے اندر رہ کر نماز پڑھے اور جو چاہے تلاوت کرے۔ ہماری اذیت کا باعث نہ بنے اور علانیہ نہ پڑھے ہمیں اپنے بیوی بچوں کے فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ لاحق ہے تو ابن دغنہ نے یہ تجویز ابوبکر کو بتائی تو آپ گھر کے اندر نماز پڑھنے لگے آہستہ اور چپکے پڑھتے' پھر ابوبکر

نے کچھ سوچ کر کھلے صحن میں مسجد بنالی' اس میں نماز پڑھتے اور تلاوت کرتے' مشرکین کے بچے اور خواتین ان کو تعجب خیز نگاہوں سے دیکھتے' ابوبکر جب قرآن تلاوت کرتے تو رقت طاری ہو جاتی۔ اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے' اس صورت حال سے پریشان ہو کر مشرکین نے ابن دغنہ کو پیغام بھیجا وہ آیا تو اسے کہنے لگے ہم نے ابوبکر کو پناہ آپ کی اس درخواست پر دی تھی کہ وہ گھر میں چپکے چپکے نماز پڑھے لیکن اس نے تجاوز کر کے کھلے طور پر مسجد تعمیر کرلی ہے اور بلند آواز سے نماز میں قرآن پڑھتا ہے۔ ہمیں اپنے بچوں اور خواتین کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ اگر وہ گھر کے اندر رہ کر چپکے سے پڑھیں تو بہتر' ورنہ آپ اسے کہیں کہ وہ آپ کی ذمہ داری اور پناہ سے خارج ہو جائے گا۔ ہم آپ کے عہد کی خلاف ورزی پسند نہیں کرتے اور ابوبکر کو بھی علانیہ عبادت کرنے کا حق نہیں دے سکتے۔

عائشہؓ کہتی ہیں ابن دغنہ نے ابوبکر سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کیا عہد و پیمان کیا تھا؟ یا تو آپ اس کی پابندی کریں' یا اس کو مسترد کر دیں۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ فلاں کے عہد اور ذمہ داری کو توڑ دیا گیا ہے۔ یہ سن کر ابوبکر نے کہا میں آپ کی ذمہ داری اور پناہ مسترد کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ و حفاظت پر اکتفا کر کے خوش ہوں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمان بن قاسم بن محمد بن ابی بکر نے اپنے والد قاسم سے بتایا کہ جب ابوبکر نے ابن دغنہ کی پناہ اور ذمہ داری کو مسترد کر دیا تو آپ کعبہ کی طرف جا رہے تھے کہ کسی بے وقوف اور جھلے قریشی نے آپ کے سر پر مٹی ڈال دی اور الولید بن مغیرہ یا عاص بن وائل آپ کے پاس سے گزرا تو ابوبکر نے اسے کہا' کیا دیکھتے نہیں' اس احمق نے کیا کیا تو اس نے کہا (خود کردہ را علاجے نیست) یہ آپ نے اپنے ساتھ خود کیا ہے تو ابوبکر نے سہ بار کہا الٰہی! تو کتنا حلیم اور بردبار ہے۔

"فصل"

ان مندرجہ بالا واقعات کو ابن اسحاق نے قریش کا بنی ہاشم اور بنی عبد مناف کے خلاف معاہدہ کرنے اور ان کے خلاف ظالمانہ دستاویز مرتب کرنے اور ان کو شعب میں محصور کرنے اور اس صحیفہ کی منسوخی وغیرہ کے درمیان ذکر کیا ہے۔ (اور یہ ترتیب درست ہے) بنا بریں امام شافعیؒ کا مقولہ ہے **من اراد المغازی فھو عیال علی ابن اسحاق** جو شخص مغازی کا علم طلب کرنا چاہتا ہے وہ ابن اسحاق کا محتاج' خوشہ چیں اور عیال ہے۔

صحیفہ کی منسوخی اور معطّلی : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب شعب میں پابند ہی تھے کہ اس صحیفہ کی منسوخی کی تحریک شروع ہوئی' اس میں سب سے نمایاں حصہ ہشام بن عمرو بن حارث بن حبیب بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی کا ہے۔ یہ **نضلہ** بن ہشام بن عبد مناف کے اخیافی اور ماں جائے بھائی عمرو بن حارث --- کا بیٹا تھا' ہشام بن عبد مناف' بنی ہاشم سے میل جول اور صلہ رحمی کرتا تھا' اپنی قوم کا رئیس تھا' غلے کے لدے ہوئے شتر کو شعب کے پاس لا کر بے مہار کر دیتا اور اسے مار کر شعب

میں داخل کر دیتا۔ وہ اسی طرح صلہ رحمی اور ہمدردی کا اظہار اور کردار ادا کرتا رہتا تھا' اس نے زہیر بن ابی امیہ مخزومی سے کہا (اس کی والدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب ہے) کیا تجھے یہ پسند ہے کہ کھاؤ پیو اور عیش اڑاؤ اور تمہارے ماموں نہایت بدحال اور قطع رحمی سے دوچار ہوں' خدا کی قسم! اگر وہ ابوجہل کے ماموں ہوتے اور تو ان سے قطع رحمی کا سوال اٹھاتا تو وہ تیری بات کبھی نہ مانتا تو اس نے کہا' افسوس! میں تنہا کیا کر سکتا ہوں' میرے ہمراہ ایک بھی ہو تو میں یہ صحیفہ ریزہ ریزہ کر دیتا' تو ہشام نے کہا' میں نے دوسرا شخص تلاش کر لیا ہے' اس نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو ہشام نے کہا میں ہوں' تو زہیر نے کہا' تیسرا تلاش کیجئے۔ چنانچہ وہ مطعم بن عدی کے پاس گیا اور اسے کہا' کیا تجھے پسند ہے کہ عبدمناف کے دو خاندان تباہ و برباد ہو جائیں اور تم قریش کے ہمراہ اس سازش میں شریک رہو' واللہ! اگر تم نے یہ موقع فراہم کر دیا تو اور لوگ بھی اس میں فوراً شامل ہو جائیں گے تو مطعم نے جواب دیا افسوس' میں تنہا اس میں کیا کر سکتا ہوں تو ہشام نے کہا' دوسرا بھی موجود ہے' اس نے پوچھا کون تو جواب دیا میں ہوں پھر اس نے کہا کوئی تیسرا تلاش کرو' تو اس نے کہا تیسرا بھی ہے' پوچھا کون؟ تو بتایا زہیر' پھر اس نے کہا کوئی چوتھا تلاش کرو' چنانچہ وہ ابوالبختری بن ہشام کے پاس گیا' اس کے ساتھ بھی مطعم بن عدی کی سی گفتگو کی' تو اس نے پوچھا کیا کوئی اس میں ہمارا معاون بھی ہے؟ تو اس نے کہا' ہاں! پھر اس نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو اس نے کہا' زہیر' مطعم اور میں تو اس نے کہا کوئی پانچواں تلاش کرو' چنانچہ وہ زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد کے پاس گیا' تو اس سے اسی قسم کی گفتگو کی' تو اس نے پوچھا کیا اس تحریک کا کوئی اور رکن بھی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں! اور تحریک کے دیگر ارکان کے نام بھی بتائے۔

چنانچہ سب نے رات کو مکہ کے بالائی حصہ میں واقع "حطم الحجون" میں جمع ہونے کا وعدہ کیا' حسب وعدہ وہ سب مجلس میں آئے اور باتفاق رائے یہ طے پایا کہ صحیفے کو منسوخ کر دیا جائے اور زہیر نے کہا اس بات کا میں آغاز کروں گا' یہ معاملہ میرے سپرد کر دو۔ چنانچہ وہ لوگ حسب وعدہ مجلس میں آئے اور زہیر بھی عمدہ لباس پہنے آیا' بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد لوگوں سے متوجہ ہو کر اس نے کہا مکہ کے باشندو! کیا ہم عیش و عشرت سے زندگی بسر کریں اور بنی ہاشم خستہ حال' تباہ و برباد اور مفلوک الحال ہوں' واللہ! جب تک یہ ظالمانہ صحیفہ پھاڑ نہ دیا جائے میں بیٹھوں گا نہیں۔ مسجد کے ایک کونے سے ابوجہل بولا' واللہ! یہ صحیفہ پھاڑا نہ جائے گا' تو زمعہ نے کہا واللہ! تو سب سے جھوٹا ہے۔ ہم اس کی تحریر پر ہی خوش نہ تھے' تو ابوالبختری بولا' زمعہ درست کہتا ہے۔ ہم اس کے مضمون کو پسند نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو برقرار رکھیں گے۔ ادھر سے مطعم بولے' تم سچ کہتے ہو' اس کے برخلاف بات کرنے والا جھوٹا ہے' ہم اس صحیفے اور اس کے مضمون سے بیزار ہیں' ہشام بن عمرو نے بھی اس قسم کا جواب دیا تو ابوجہل نے کہا (معلوم ہوتا ہے) یہ بات رات ہی سے طے شدہ ہے' کسی اور جگہ پر یہ مشورہ ہو چکا ہے' اس گفتگو کے دوران ابوطالب بھی مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ مطعم' اس دستاویز کو پھاڑنے کے لئے اٹھا تو دیمک نے ماسوائے اسماء الٰہی کے سب چاٹ لیا تھا۔ اس صحیفے کا کاتب اور تحریر کرنے والا منصور بن عکرمہ تھا۔ اس کا ہاتھ شل اور بیکار ہو گیا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں' بعض اہل علم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب کو بتایا کہ چچا جان! اللہ

تعالیٰ نے دیمک کو اس صحیفے پر مسلط کر دیا ہے۔ اس نے ماسوائے اسماء الٰہی کے ظلم و تشدد کا سب مضمون چاٹ لیا ہے' ابوطالب نے دریافت کیا' کیا تیرے پروردگار نے یہ بتایا ہے۔ **اربک اخبرک بھذا'** آپ نے فرمایا جی ہاں! پھر ابوطالب نے قریش کو اطلاع دی کہ میرے بھتیجے نے مجھے ایسا ایسا بتایا ہے۔ صحیفہ لاؤ۔ اگر وہ ان کے فرمان کے مطابق ہو تو تم قطع رحمی سے باز آجاؤ اور اس سے دستبردار ہو جاؤ۔ معاذ اللہ' اگر اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے تو میں اسے آپ کے سپرد کردوں گا۔ سب قریش نے کہا' درست ہے اور اس بات پر عہدوپیمان ہوئے۔ صحیفے کو اتار کر دیکھا تو وہ ہو بہو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق تھا' اس صورت حال کو دیکھ کر قریش میں جوروجفا کے خلاف جوش اور بڑھ گیا اور صحیفہ کے برخلاف تحریک کے ارکان نے اس ظالمانہ صحیفہ کو چاک کر دیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب صحیفہ پھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا گیا تو ابوطالب نے ان لوگوں کی تعریف و ستائش میں اشعار کہے جن کی سعی و کاوش سے صحیفہ چاک ہوا تھا۔

ألا هل أتى بحريّنا صنع ربنا   على نأيهم والله بالناس أورد

فيخبرهم أن الصحيفة مزقت   وأنْ كل ما لم يرضه الله مفسد

تراوحها إفك وسحر مجمّع   ولم يلف سحراً آخر الدهر يصعد

تداعى لها من ليس فيها بقرقر   فطائرها في رأسها يتردد

وكانت كفاء وقعة بأثيمة   ليقطع منها ساعد ومقلد

(کیا ہمارے سمندر پار' مہاجرین حبشہ کو اس قدر مسافت کے باوجود اللہ کے اس عظیم احسان کی خبر موصول ہو چکی ہے؟ اللہ لوگوں پر بڑا مہربان ہے۔ کیا ہے کوئی جو ان کو بتائے کہ صحیفہ چاک ہو چکا ہے اور جس چیز کو اللہ پسند نہ کرے وہ تباہ ہوتی ہے۔ یہ دستاویز تہمت اور جھوٹ کا پلندہ ہے اور جھوٹ کبھی کامیابی نہیں ہوتا۔ اس میں وہ لوگ کوشاں تھے جو اس سے مطمئن نہ تھے یہ بات ان کے خیال میں بار بار آرہی تھی۔ اور یہ جارحانہ اقدام کے مساوی تھی کہ اس کے باعث بازو اور گردنیں کٹتیں)

ويظعن أهل المكتين فيهربوا   فرائصهم من خشية الشر ترعد

ويترك حراث يقلب أمره   أيتهم فيها عند ذاك وينجد

فمن ينش من حضّار مكة عزة   فعزتنا في بطن مكة أتلد

نشأنا بها والناس فيها قلائل   فلم ننفك تزداد خيراً ونحمد

ونطعم حتى يترك الناس فضلهم   إذا جعلت أيدي المفيضين ترعد

(اہل مکہ' بھاگ کر کوچ کر جاتے اور مارے خوف کے ان کے شانے کپکپا رہے ہوتے اور روزی کا طلب گار حیران اور پریشان ہوتا کیا وہ اس وقت تہامہ میں یا نجد میں ہے۔ مکہ کے باشندوں میں سے ہماری عزت و آبرو کوئی فراموش کر سکتا ہے' ہماری خوش قسمتی اور قوت و عظمت مکہ میں قدیم سے مسلم ہے۔ ہم نے وہاں نشوونما اور ترقی حاصل کی اور لوگ وہاں محدود تھے' ہم متواتر بڑھتے رہے اور ہماری تعریف و ستائش کی جاتی رہی۔ ہم اس قدر کھلاتے ہیں

کہ لوگ "جوٹھ" چھوڑ دیتے ہیں جس وقت اطراف سے آنے والوں کے ہاتھ اس میں چلتے ہیں)

جزى الله رهطا بالحجون تجمعوا على ملاء يهدى لحزم ويرشد
قعوداً لدى حطم الحجون كأنهم مقاولة بل هم أعز وأمجد
أعان عليها كل صقر كأنه إذا ما مشى في رفرف الدرع أحرد
جرئ على جل الخطوب كأنه شهاب بكفي قابس يتوقد
من الاكرمين من لؤى بن غالب إذا سيم خسفا وجهه يتربد

(اللہ جزائے خیر دے اس گروہ کو جو حجون میں رشد و ہدایت اور حزم و احتیاط والی مجلس میں جمع ہوئے۔ وہ "حطم حجون" کے پاس ایسی شان و شوکت سے بیٹھے ہیں گویا وہ رئیس ہیں بلکہ وہ ان سے بھی معزز اور محترم ہیں۔ دستاویز کی شکست و ریخت میں ہر شاہین نے حصہ لیا جب وہ لمبی قمیص زیب تن کئے چل رہا تھا' ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ غضبناک شیر ہے۔ بڑے بڑے کارناموں میں وہ جرات و جسارت کا مظاہرہ کرتا ہے گویا کہ وہ چمکتا ہوا شعلہ ہے جو آگ لینے والے کے ہاتھوں میں منور ہے۔ وہ لوی کے رؤسا میں سے ہے' جب اسے رسوا کیا جائے تو اس کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے)

طويل النجاد خارج نصف ساقه على وجهه يسقى الغمام ويسعد
عظيم الرماد سيد وابن سيد يحض على مقرى الضيوف ويحشد
ويبنى لأبناء العشيرة صالحا اذا نحن طفنا في البلاد ويمهد
ألظ بهذا الصلح كل مبرأ عظيم اللواء أمره ثم يحمد
قضوا ما قضوا في ليلهم ثم أصبحوا على مهل وسائر الناس رقد

(دراز قامت ہے' خفیف ہے' اس کی آدھی پنڈلی کھلی ہوئی ہے' اس کے چہرے کی بدولت ابر برستا ہے اور وہ سعادت مند ہے۔ مہمان نواز ہے' خاندانی رئیس ہے' مہمان نوازی پر آمادہ کرتا ہے۔ خاندان کے نونہالوں کے لئے عمدہ معاشرے کی بنیاد ڈالتا ہے' جبکہ ہم دور دراز علاقوں سے بے فکر گھومتے پھرتے ہیں۔ ہرستودہ صفات' شہرہ آفاق' قابل تعریف آدمی نے اس صلح میں خوب کوشش کی۔ رات کو انہوں نے اپنا کام سرانجام دیا (پھر وہ آہستہ آہستہ مقررہ جگہ پر پہنچ گئے) اور لوگ محو خواب تھے)

هم رجعوا سهل بن بيضاء راضيا وسر أبوبكر بها ومحمد
متي شرك الاقوام في حل أمرنا وكنا قديما قبلها نتودد
وكنا قديما لا نقر ظلامة وندرك ماشئنا ولا نتشدد
فيال قصي هل لكم في نفوسكم وهل لكم فيما يجئ به غد
فاني وإياكم كما قال قائل لديك البيان لو تكلمت أسود

(سہل بن بیضا کو انہوں نے رضامند کر کے بھیجا' اس کارنامہ پر ابوبکرؓ اور محمدؐ بھی مسرور ہیں۔ کب غیر اقوام کے لوگ ہمارے معاملات کے سلجھانے میں مصروف رہے ہیں' ہم تو ہر قدیم سے آپس میں مودت و محبت رکھتے ہیں۔ ہم عہد

قدیم سے۔ ظلم و ستم کو برداشت نہیں کرتے' جو چاہیں بلا تشدد حاصل کر لیتے ہیں۔ اے آل قصی! کیا تم نے اپنے بارے کبھی غور و فکر کیا ہے اور آئندہ پیش آنے والے امور پر بھی سوچ بچار کیا۔ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی قائل نے کہا' اے کوہ اسود! تجھے حقیقت حال معلوم ہے' اگر تجھے قوت گویائی حاصل ہوتی)

"**لدیک البیان لو تکلمت اسود**" بقول سہیلی کوہ اسود میں کوئی شخص قتل ہو گیا اس کا قاتل معلوم نہ ہو سکا تو مقتول کے وارثوں نے کہا' اے کوہ اسود! اگر تو بات کر سکتا تو ہمیں اس کا قاتل بتا دیتا۔

ابن اسحاق نے اس سلسلہ میں اسلامی شاعر حسانؓ کے مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو کی مدح و ستائش میں اشعار بیان کئے ہیں اور مورخ اموی نے بھی کچھ اشعار نقل کئے ہیں' ہم نے صرف ان اشعار پر اکتفا کیا ہے۔

شعب سے کب نکلے : واقدی کہتے ہیں میں نے محمد بن صالح اور عبدالرحمان بن عبدالعزیز سے دریافت کیا' بنی ہاشم شعب سے کب نکلے تھے تو اس نے کہا ۱۰ نبوت میں ہجرت سے تین سال قبل۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں اسی سال شعب سے باہر آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب اللہ کو پیارے ہوئے اور آپکی زوجہ محترمہ خدیجہ بنت خویلدؓ بھی اسی سال فوت ہوئیں۔ (آئندہ مفصل بیان ہو گا' انشاء اللہ)

فصل

امام ابن اسحاقؒ نے صحیفہ کی تنسیخ کے قصہ کے بعد' متعدد ایسے واقعات بیان کئے ہیں جن سے قریش کی رسول اللہ ﷺ سے مخالفت و عداوت آشکارا ہے۔ قبائل عرب اور حج و عمرہ کی خاطر آنے والوں کو آپؐ سے متنفر کرنا مذکور ہے اور آپؐ کے دست حق پرست پر معجزات کا ظہور جن سے آپؐ کی تائید اور مخالفین کے بے جا الزامات از قسم مکر و فریب جادو و جنون وغیرہ کی تردید مقصود ہے "**واللہ غالب علی امرہ**" اللہ اپنے حکم پہ غالب آ کے رہتا ہے۔

طفیل دوسیؓ : چنانچہ ابن اسحاق نے بلا سند ایک مرسل روایت میں طفیل بن عمرو دوسی کے اسلام قبول کرنے کا قصہ بیان کیا ہے۔ آپ اپنے قبیلے کے رئیس اور معزز مقتدا تھے' آپ مکہ میں تشریف لائے تو اکابرین قریش نے ان کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھنے اور ہم کلام ہونے سے تنبیہ کی' وہ کہتے ہیں کہ رؤسائے قریش مجھے بار بار اس امر کی تاکید کرتے رہے کہ یہاں تک کہ میں نے پختہ عزم کر لیا کہ نہ میں آپ سے کلام کروں گا اور نہ آپ کی بات سنوں گا' یہاں تک کہ میں نے مسجد جاتے وقت اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی مبادا میرے کان میں بے ساختہ ان کی بات پڑ جائے' میں صبح ہی مسجد میں گیا تو رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس کھڑے نماز پڑھ رہے تھے' میں بھی آپ کے قریب کھڑا ہو گیا مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ میں نے نہایت عمدہ کلام سنا اور دل میں سوچا ارے افسوس! کہ میں ایک دانا بینا اور ممتاز شاعر ہوں' نیک و بد میں تمیز کر سکتا ہوں' اس شریف آدمی کا کلام سننے سے کیا امر مانع ہے؟ اگر اس کا کلام عمدہ ہوا تو سر تسلیم خم

ورنہ اس کو خیرباد کہہ دوں گا۔

میں مسجد میں ہی بیٹھا رہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور میں بھی آپ کے پیچھے گھر میں داخل ہو گیا۔ (رسمی گفتگو کے بعد) میں نے عرض کیا اے محمدؐ! آپ کی قوم نے مجھے آپ سے محتاط رہنے کی تاکید کی تھی اور وہ مجھے بار بار تاکید کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے اپنے کانوں میں اس اندیشے سے روئی بھرلی کہ میں آپ کا کلام نہ سن سکوں مگر ؎ "وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے" کہ میں نے آپ کا کلام سنا اور دل میں اتر گیا۔ گزارش ہے کہ آپ اپنا منشور بیان فرمائیں' چنانچہ آپ نے مجھے ارکان اسلام سے آگاہ کیا اور کلام پاک کی تلاوت کی' خدا کی قسم! میں نے اس سے عمدہ کوئی کلام نہیں سنا اور نہ اس سے انصاف پر اور کوئی منشور پایا' میں بحمد اللہ مسلمان ہو گیا اور گزارش کی یارسول اللہ! میں اپنی قوم میں مقبول اور ہر دل عزیز ہوں میں واپس ان کے پاس جا رہا ہوں اور ان کو اسلام کی دعوت پیش کروں گا دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی چیز عطا فرمائے جو مجھے تبلیغ میں معاون ہو چنانچہ آپؐ نے دعا فرمائی (اللّٰھم اجعل لہ آیۃ) الٰہی اسے کوئی نشانی اور امتیازی علامت عطا فرما' وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم کی طرف روانہ ہو گیا' یہاں تک کہ میں ایک "بالائی منزل" پر پہنچ گیا جہاں سے آبادی نظر آرہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میری دو آنکھوں کے درمیان چراغ جیسی روشنی پیدا کر دی' تو میں نے دعا کی الٰہی! یہ نور آنکھوں کے مابین نہ ہو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اسے مثلہ اور بدنما داغ سمجھیں گے جو آبائی دین کے ترک سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ نور تبدیل ہو کر کوڑے کے سر اور بالائی حصہ میں رونما ہو گیا۔

آبادی میں موجود لوگ کوڑے کے نور کو معلق قندیل کی طرح دیکھ رہے تھے' میں اسی حالت میں ان کے پاس پہنچ کر سواری سے اترا تو میرے والد جو ضعیف اور عمر رسیدہ تھے تشریف لائے تو میں نے کہا اباجی! آپ مجھ سے الگ رہیں میرا آپ سے کوئی رشتہ نہیں تو اس نے کہا' کیوں بیٹا؟ میں نے عرض کیا کہ میں مسلمان ہو کر محمدؐ کے دین کا پیرو ہوں تو اباجی نے کہا' بیٹے' تیرا دین ہی میرا دین ہے' تو میں نے عرض کیا کہ آپ غسل کے بعد پاکیزہ لباس پہن کر تشریف لایئے میں آپ کو اسلامی تعلیم سے آگاہ کروں گا' چنانچہ وہ غسل کے بعد پاک و صاف لباس زیب تن کر کے آئے تو میں نے ان کے سامنے اسلامی تعلیمات پیش کیں اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے' پھر میری رفیقہ حیات آئی تو میں نے اسے بھی یہ کہا کہ مجھ سے دور رہ' میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں' تو اس نے کہا کیونکر؟ میں نے کہا اسلام نے ہمارے درمیان تفریق ڈال دی ہے اور میں مسلمان ہو چکا ہوں تو اس نے بھی کہا' بس تیرا طریقہ ہی میرا طریقہ ہے' تو میں نے کہا "ذی شریٰ" کے رزرو اور محفوظ تالاب سے غسل کر کے آؤ۔ "ذی شریٰ' دوس قبیلے کا بت تھا' بت پرستوں نے اس کے گردو پیش ایک چراگاہ وقف کر رکھی تھی وہاں پہاڑ سے پانی گر کر ایک نشیبی مقام میں جمع ہوتا تھا" تو اس نے کہا' میرے ماں باپ آپ پر صدقے! کیا ذی شریٰ بت سے میری اولاد کو کوئی خطرہ درپیش نہ ہو گا تو میں نے کہا بالکل نہیں' میں اس کا ضامن ہوں چنانچہ وہ غسل کر کے آئی تو میں نے اسے اسلامی عقائد بتائے تو وہ مسلمان ہو گئی۔ پھر دوس قبیلے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے کچھ تامل و تردد اور تذبذب سے کام لیا تو پھر میں

نے مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! دوس قبیلہ اکثر بدکار ہے' آپ ان پر بددعا فرما دیں۔ آپ نے اس کی بجائے دعا دی' یااللہ دوس کو ہدایت نصیب کر۔ آپ نے فرمایا ان کو نرم رویے اور احسن طریقے سے اسلام کی دعوت دو۔

طفیلؓ کہتے ہیں میں ان کو اسلام کی طرف بلاتا رہا' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے' بدر' احد اور خندق کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خاندان کے ستر یا اسی افراد کے ہمراہ حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ خیبر فتح کر چکے تھے۔ ہمیں بھی حصہ دیا' پھر میں فتح مکہ تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا' میں نے عرض کیا آپ مجھے عمرو بن حمہ کے بت ذاالکفین کی طرف روانہ کیجئے میں اسے جلا کر خاکستر کر دوں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ طفیلؓ نے اسے جلا کر بھسم کر دیا۔

یاذا الکفین لست من عبادکا میلادنا أقدم من میلادکا

إني حشوت النار في فؤادکا

(اے ذاالکفین! میں تیرے پرستاروں سے نہیں ہوں' ہماری عمر تجھ سے بڑی ہے۔ میں نے تیرے اندر آگ بھر کر راکھ کر دیا ہے)

پھر رسول اللہ ﷺ واپس چلے آئے اور وہ آپ کے انتقال تک مدینہ میں رہا' جب عرب میں ارتداد کی لہر دوڑی تو وہ بھی مسلمانوں کے ہمراہ فتنہ ارتداد کے فرو کرنے کے لئے گیا۔ طلیحہ اسدی اور نجد کے علاقہ سے فارغ ہو کر یمامہ میں گیا ان کا بیٹا عمرو بھی ان کے ساتھ تھا۔

خواب کی تعبیر : یمامہ کی طرف جاتے ہوئے خواب آیا تو اس نے اپنے رفقا کو بتایا اور ان سے تعبیر کی درخواست کی' میں نے دیکھا ہے کہ میرا سر منڈا ہوا ہے' میرے منہ سے ایک پرندہ نکل کر اڑ گیا ہے اور ایک عورت نے مجھے اپنی شرم گاہ میں داخل کر لیا ہے اور میرا بیٹا مجھے پوری کوشش سے تلاش کر رہا ہے پھر میں نے اسے دیکھا کہ وہ میرے پاس آنے سے روک دیا گیا ہے۔ حاضرین نے کہا تم نے بہتر خواب دیکھا ہے۔ طفیلؓ نے کہا میں نے اس کی خود تعبیر لگائی ہے۔ سب نے کہا بتایئے؟ تو اس نے کہا' سر مونڈنے سے مراد سر کا قلم ہونا ہے۔ منہ سے پرندے کا خارج ہونا روح کا پرواز کرنا ہے' عورت کا اپنی شرم گاہ میں چھپا لینا' قبر میں دفن ہونا ہے' بیٹے کا میری جستجو کرنا اور پھر رک جانے کا مطلب ہے کہ وہ کوشش کرے گا کہ اسے بھی شہادت نصیب ہو۔

چنانچہ طفیلؓ کا قصہ' ابن اسحاق نے بغیر سند کے مرسل بیان کیا ہے اور اس قصہ کی صحیح حدیث میں تائید موجود ہے۔ امام احمد (وکیع' سفیان' ابوالزناد' اعرج) ابوہریرۃؓ سے بیان کرتے ہیں کہ طفیلؓ اور اس کے رفقاء نے عرض کیا کہ دوس نے اللہ کی نافرمانی کی ہے تو آپ نے دعا دی یااللہ! دوس کو ہدایت نصیب کر اور ان کو یہاں حاضر کر۔ امام بخاری نے بھی اسے از ابی نعیم از سفیان ثوری بیان کیا ہے۔

امام احمد (یزید' محمد بن ابی عمرو' ابوسلمہ) ابوہریرۃؓ سے بیان کرتے ہیں کہ طفیلؓ بمع اپنے رفقاء رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! دوس نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے

انکار کر دیا ہے۔ آپ ان کے برخلاف بددعا فرمائیں۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو میں نے کہا قبیلہ دوس برباد ہو گیا مگر آپ نے فرمایا الٰہی! دوس کو ہدایت فرما اور ان کو یہاں حاضر فرما' یہ سند عمدہ ہے۔

امام احمد (سلیمان بن حرب' حماد بن زید' حجاج صواف' ابی الزبیر) جابر سے بیان کرتے ہیں کہ طفیلؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو مستحکم قلعہ اور محافظ لوگوں کی ضرورت ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قلعہ میں منتقل ہونے سے انکار کر دیا کہ یہ سعادت انصار کے نصیب میں تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ہجرت کر کے چلے آئے تو طفیلؓ کے ہمراہ ایک دوسی مرد بھی مدینہ آیا تو مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی' وہ بیمار پڑ گیا' گھبراہٹ کے عالم میں اس نے تیر کی نوک سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے' ہاتھوں سے خون بہتا رہا بند نہ ہوا تو وہ مر گیا۔

ایک اور خواب : طفیلؓ نے خواب میں اسے نہایت عمدہ حال میں دیکھا اور وہ اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے ہے۔ اس سے پوچھا' اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا' اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی بدولت بخش دیا ہے۔ میں نے پھر استفسار کیا کہ ہاتھ کیوں چھپا رکھے ہیں تو اس نے کہا مجھے ارشاد ہوا ہے کہ جو تم نے خود خراب کیا ہے وہ درست نہ ہو گا' طفیلؓ نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کیا تو آپؐ نے دعا فرمائی "**اللّٰھم ولیدیه فاغفر**" الٰہی! اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے۔ امام مسلم نے یہ روایت ابن ابی شیبہ اور اسحاق بن ابراہیم کی معرفت سلیمان بن حرب سے بیان کی ہے۔

تطبیق : مذکورہ بالا حدیث اور جندبؓ کی متفق علیہ حدیث کہ گزشتہ اقوام میں ایک مجروح شخص تھا' اس نے گھبراہٹ کے عالم میں چھری سے ہاتھ کاٹ ڈالا' خون بند نہ ہوا اور وہ مر گیا تو اللہ نے فرمایا میرے بندے نے خودکشی کر کے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ میں تطبیق متعدد وجوہ سے ہے۔

(۱) وہ مشرک تھا اور یہ مسلمان تھا' نیز ممکن ہے کہ اس کی یہ خودکشی دوزخی ہونے کا ہی مستقل سبب ہو' گو اس کا مشرک ہونا بھی بجائے خود ایک مستقل سبب تھا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ اس لئے بتایا کہ اس کی امت عبرت پذیر ہو۔

(۲) ممکن ہے کہ وہ خودکشی کی ممانعت سے آگاہ ہو اور یہ نومسلم ہونے کی بنا پر اس جرم سے بے خبر ہو۔

(۳) امکان ہے کہ اس نے یہ خودکشی حلال سمجھتے ہوئے کی ہو اور اس مسلمان نے حلال سمجھ کر نہیں بلکہ خطا اور گناہ سمجھتے ہوئے کی ہو۔

(۴) ہاتھ کاٹنے سے اس کا مقصد خودکشی اور ہلاکت ہو۔ بخلاف اس مسلمان کے ہاتھ کاٹنے سے اس کا مطلب خودکشی نہ ہو بلکہ کوئی اور مقصد ہو فصد وغیرہ۔

(۵) اس کے نیک اعمال نہایت کم ہوں جو خودکشی کا معاوضہ اور معادلہ اہلیت سے عاری ہوں اور یہ مسلمان نہایت نیک کردار ہو کہ اس کے اعمال صالحہ جرم خودکشی کا معاوضہ کر سکتے ہوں۔ بنابریں وہ دوزخی نہ ہوا بلکہ

اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے باعث اسے معاف کر دیا فقط اس کے ہاتھ معیوب تھے' باقی جسم ٹھیک ٹھاک تھا اور اس نے عیب چھپا رکھا تھا' جب طفیلؓ نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ ہاتھ ڈھانپے ہوئے ہے' اس سے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا مجھے ارشاد ہوا ہے کہ ۔ "خود کردہ را علاجے نیست" حضرت طفیلؓ نے آنحضرت ﷺ کو یہ خواب گوش گزار کیا تو آپ نے دعا فرمائی "**اللّٰھم ولیدیہ فاغفر**' الٰہی اس کے معیوب ہاتھوں کو درست فرما دے' پس محقق اور صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طفیلؓ کے رفیق کے بارے رسول اللہ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔

اعشیٰ بن قیس کا قصہ : ابن ہشام خلاد بن قرۃ سدوسی وغیرہ مشائخ بکر بن وائل کی معرفت چند اہل علم سے بیان کرتے ہیں کہ اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل' رسول اللہ ﷺ کی طرف دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی خاطر روانہ ہوا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ کہا۔

ألم تغتمض عيناك ليلة أرمدا　وبت كما بات السليم مسهدا
وما ذاك من عشق النساء وإنما　تناسيت قبل اليوم خلة مهددا
ولكن أرى الدهر الذى هو خائن　اذا أصلحت كفاى عاد فأفسدا
كهولا وشبانا فقدت وثروة　فلله هذا الدهر كيف ترددا
وما زلت أبغى مذأنا يافع　وليداً وكهلا حين شبت وأمردا
وابتذل العيس المراقيل تعتلى　مسافة ما بين النجير فصرخدا

(کیا شب بھر تیری آشوب زدہ آنکھ نہیں لگی اور مار گزیدہ کی طرح تو نے بے چینی سے رات بسر کی۔ اور یہ رت جگا عورتوں کے معاشقہ کی وجہ سے نہیں ہے اور میں تو آج سے قبل "اپنی معشوقہ" مہدد کی دوستی فراموش کر چکا ہوں۔ لیکن میں زمانہ کی دستبرد اور بددیانتی کو جانتا ہوں جب حالات درست ہوں تو وہ خراب کر دیتا ہے۔ میں بوڑھوں اور جوانوں اور دولت و ثروت کو کھو چکا ہوں' تعجب ہے کہ زمانہ کیسا انقلاب آفرین ہے۔ میں بچپن' قریب بلوغت' بے ریش اور بڑھاپے کے زمانے میں (یعنی عمر کے ہر حصہ میں) مال و دولت کا گرویدہ رہا ہوں۔ میں دوڑاتا ہوں سفید بال والے تیز رفتار اونٹوں کو جو نجیر اور صرخد کے درمیان مسافت کو طے کرتے ہیں)

ألا أيهذا السائلى أين يممت　فان لها فى أهل يثرب موعدا
فان تسألى عنى فيارب سائل　حفى عن الاعشى به حيث أصعدا
أجدت برجليها النجاد وراجعت　يداها خنافا لينا غير أحردا
وفيها إذا ما هجّرت عجرفيه　إذا خلت حَرباء الظهيرة أصيدا
وآليت لا آوى لها من كلالة　ولا من حفيً حتى تلاقى محمدا
متى ما تناخى عند باب ابن هاشم　تراحى وتلقى من فواضله ندى

(اے مجھ سے سوال کرنے والے کہ یہ اونٹنی کہاں جا رہی ہے' سنو! اس کا اہل یثرب سے وعدہ ہے۔ اگر تو مجھ سے پوچھے تو کوئی عجب نہیں' اعشیٰ کے بارے' بہت سے چھان بین کر کے پوچھنے والے ہیں جہاں وہ جاتا ہے۔ وہ اونٹنی

اپنے پاؤں کو بلند مقامات پر تیز چلاتی ہے اور وہ اپنے اگلے پاؤں کو لچک دے کر بغیر کسی تنگی کے گھما کر رکھتی ہے۔ اور ان مقامات میں جب دوپہر کے وقت تیز رفتار مضبوط گردن والی اونٹنی چلتی ہے' جب کہ دوپہر کی سخت گرمی میں گرگٹ سے خالی پڑے ہیں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ تھکاوٹ اور زخمی پاؤں کے باوجود اس پر ترس نہ کھاؤں گا یہاں تک کہ وہ محمدؐ کے پاس پہنچ جائے۔ ابن ہاشم کے دروازے پر پہنچ کر تجھے راحت نصیب ہو گی اور اس کے عطیات کی تجھ پر نوازش ہوگی)

نبی یری مالا ترون وذکره أغار لعمری فی البلاد وأنجد
له صدقات ما تغب ونائل ولیس عطاء الیوم مانعه غدا
اجدك لم تسمع وصاة محمد نبی الإله حیث أوصی وأشهدا
اذا أنت لم ترحل بزاد من التقی ولاقیت بعد الموت من قد تزودا
ندمت علی أن لا تکون کمثله فترصد للأمر الذی کان ارصدا
فإیاك والمیتات لا تقربنها ولا تأخذن سهما حدیدا لتفصدا

(نبی وہ چیز دیکھتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے اور اس کی شہرت زندگی کی قسم! ہر نشیب و فراز غور اور نجد میں پہنچ چکی ہے۔ اس کے صدقات اور تحائف بلاناغہ جاری رہتے ہیں آج کا عطیہ انہیں کل کے روز دینے سے مانع نہیں ہے۔ کیا تیری کوشش ہے کہ اللہ کے نبی محمدؐ کی تو وصیت نہ سنے جب وہ وصیت کرے۔ جب تو تقویٰ کا توشہ لے کر سفر نہیں کرے گا اور موت کے بعد تیری توشہ والے سے ملاقات ہو گی۔ تو' تو پشیمان ہو گا کہ تو اس جیسا نہیں ہے۔ پس تو بھی اس زادراہ کی تیاری کر جس کی اس نے تیاری کی۔ تو مردار کے قریب نہ جا اور تیز دھار تیر کا کسی کو نشانہ بنانے کے لئے نہ پکڑ)

وذا النصب المنصوب لا تنسکنه ولا تعبد الاوثان والله فاعبدا
ولا تقربن جارة کان سرها علیك حراما فانکحن أو تأبدا
وذا الرحم القربی فلا تقطعنه لعاقبة ولا الاسیر المقیدا
وسبح علی حین العشیة والضحی ولا تحمد الشیطان والله فاحمدا
ولا تسخرن من بائس ذی ضرارة ولا تحسبن المال للمرء مخلدا

(کسی نصب شدہ بت کی عبادت نہ کر اور نہ دیگر بتوں کی پرستش کر صرف ایک اللہ کی عبادت کر۔ ہمسایہ عورت کے قریب مت جا کہ اس کا جسم تجھ پر حرام ہے' نکاح کر یا ویرانہ میں بسیرا کر۔ عاقبت کی خاطر قطع رحمی نہ کر اور بند قیدی سے بھی اچھا سلوک کر۔ دن کے اول' آخر اللہ کی تسبیح بیان کر شیطان کی تعریف نہ کر' بس اللہ کی تعریف بیان کر۔ کسی محتاج آفت زدہ کا مذاق نہ اڑا اور یہ گمان نہ کر کہ مال انسان کو دوام بخش سکتا ہے)

ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب مکہ یا اس کے قریب پہنچا تو کسی قریشی مشرک نے اس سے پوچھا کیونکر آنا ہوا تو اس نے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مسلمان ہونے کے لئے آیا ہے تو قریشی نے کہا جناب ابو بصیر وہ تو زنا کو حرام کہتا ہے' تو اعشیٰ نے کہا' مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں' تو قریشی نے کہا وہ شراب کو بھی حرام

کہتا ہے تو اعشیٰ نے کہا واللہ! اس کی دل میں ہوس ہے۔ واپس جاتا ہوں امسال جی بھر کے پی لوں پھر آکر مسلمان ہو جاؤں گا۔ چنانچہ وہ واپس چلا گیا اور اسی سال فوت ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔

زنا اور شراب کی حرمت : ابن ہشام نے یہ قصہ سیرت میں اس مقام پر بیان کیا ہے۔ یاد رہے کہ وہ ابن اسحاق پر اکثر گرفت کرتے ہیں اور یہ ابن ہشام کی خطا ہے کہ اعشیٰ کا قصہ اس نے یہاں بیان کیا ہے کیونکہ شراب کی حرمت تو بنی نضیر کے واقعہ کے بعد معرض وجود میں آئی۔ (کما سیاتی) اور ظاہر ہے کہ اعشیٰ کا مسلمان ہونے کے لئے سفر ہجرت کے بعد ہوا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے

ألا أيها ذا السائلي أين يممت فان لها في أهل يثرب موعدا

ابن ہشام کو چاہئے تھا کہ اس واقعہ کو ہجرت کے بعد درج کرتا' واللہ اعلم۔

سہیلی کہتے ہیں کہ یہ ابن ہشام اور اس کے خوشہ چینوں کی کوتاہی ہے کیونکہ شراب بالاتفاق جنگ احد کے بعد حرام ہوئی۔ اور سہیلی یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں کہ عتبہ بن ربیعہ کے گھر پر اعشیٰ کی ملاقات ابوجہل سے ہوئی۔ بقول ابوعبیدہ' اعشیٰ سے یہ بات عامر بن طفیل نے علاقہ قیس میں کہی اور اس کا یہ کہنا کہ میں آئندہ سال مسلمان ہو جاؤں گا' اسے کفر کے دائرہ سے خارج نہیں کر سکتا' واللہ اعلم۔

ابن اسحاق نے اس مقام پر اعشیٰ کا قصہ بیان کیا ہے جو ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔

رکانہ سے دنگل : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے ابو اسحاق بن یسار نے بتایا کہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف' قریش کا طاقتور پہلوان تھا۔ وہ ایک روز رسول اللہ ﷺ سے مکہ کی کسی گھاٹی میں ملا' رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا' اے رکانہ! تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ اور جس دین کی میں دعوت دیتا ہوں تو قبول نہیں کرتا؟ تو اس نے کہا' اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ آپ کا فرمان سچ ہے تو میں آپ کی اتباع کر لیتا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' بتاؤ اگر میں کشتی میں تجھے پچھاڑ دوں تو تجھے یقین آجائے گا کہ میرا کہنا سچ ہے' اس نے کہا جی ہاں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کشتی کے لئے میدان میں آؤ چنانچہ رکانہ اکھاڑے میں اتر کر آپ سے کشتی لڑنے لگا اور آپ نے اس کو پکڑ کر زمین پر ایسا پٹخا کہ وہ بے حس و حرکت پڑا تھا۔

اعجاز : پھر دوبارہ اس نے کہا' اے محمدؐ! پھر آؤ چنانچہ آپ نے اسے دوبارہ بھی پچھاڑ دیا تو اس نے کہا اے محمدؐ! واللہ! یہ نہایت تعجب خیز بات ہے کہ تو نے مجھے پچھاڑ دیا تو آپ نے فرمایا اگر تمہارا ارادہ اللہ سے ڈرنے اور میری اتباع کرنے کا ہو تو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب خیز واقعہ دکھا سکتا ہوں۔ اس نے کہا وہ کیا؟ آپ نے فرمایا وہ جو درخت تو سامنے دیکھ رہا ہے میں اسے بلاتا ہوں وہ میرے سامنے آجائے گا۔ اس نے کہا بلایئے' آپ نے اسے بلایا تو وہ چل کر آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا واپس چلا جا چنانچہ وہ واپس چلا گیا۔ (یہ سب دیکھ کر) رکانہ قریش کے پاس چلا آیا اور اس نے کہا اے اولاد عبد مناف! تم روئے زمین کے جادوگروں سے اپنے صاحب محمد کا مقابلہ کراؤ۔ واللہ! میں نے اس سے قابل جادوگر نہیں دیکھا۔ پھر اس نے آپؐ کا یہ معجزہ اور تعجب خیز واقعہ لوگوں کو بتایا۔

ابن اسحاق نے یہ واقعہ بلا سند بیان کیا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے یہ بروایت ابی الحسن عسقلانی' از ابو جعفر بن محمد بن رکانہ از "ابیہ" محمد بیان کیا ہے۔ ترمذی نے کہا کہ یہ روایت غریب ہے' ہم مذکورہ بالا ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ کو نہیں جانتے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابوبکر شافعی نے عمدہ سند کے ساتھ ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ یزید بن رکانہ نے نبی علیہ السلام سے کشتی لڑی تو نبی علیہ السلام نے اسے سہ بار پچھاڑ دیا اور ہر بار کشتی پر سو عدد بکری کی شرط لگی تھی' تیسری بار جب آپ نے اسے چاروں شانے چت کر دیا تو اس پہلوان نے کہا یا محمد! آپ سے پہلے مجھے کوئی چت نہیں کر سکا اور آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی برا بھی نہ تھا اور میں اب گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں چنانچہ نبی علیہ السلام اس کے سینہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور شرط کی بکریاں بھی اسے لوٹا دیں۔ باقی رہا درخت والا معجزہ تو وہ ہم "دلائل النبوۃ" میں بیان کریں گے۔ (ان شاء اللہ) ابو الاشد پہلوان کو بھی رسول اللہ ﷺ نے پچھاڑ دیا تھا۔ جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے اور یہاں اس موقعہ پر ابن اسحاق نے حبشی عیسائیوں کے وفد کا بھی تذکرہ کیا ہے جو ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔

نادار مسلمانوں کی تضحیک : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں بیٹھتے تو کمزور و ناتواں صحابہ خباب بن ارت' عمار بن یاسر' ابو فکیھہ' یسار مولیٰ صفوان بن امیہ اور صہیب وغیرہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے' ان کو دیکھ کر قریش تمسخر اڑاتے اور آپس میں کہتے یہ نادار قلاش اس کے ساتھ ہیں۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں' ہم میں سے جن پر اللہ نے فضل کیا ہے' رشد و ہدایت اور سچا دین دے کر۔ اگر محمد کا دین بہتر ہوتا تو یہ لوگ ہم سے پہلے اسے قبول نہ کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کو اس دین سے سرفراز کرتا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات اس موقعہ پر نازل فرمائیں' ملاحظہ ہو' سورہ انعام (۵۲-۵۴/۶) کی آیات ولا تطرد الذین یدعون ربهم ---- فانه غفور رحيم

جبر غلام معلم تھا؟ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر مروہ کے پاس ایک دکاندار مسمی "جبر" کے بیٹھا کرتے تھے جو بنی حضرمی کا غلام تھا وہ کہتے تھے' واللہ! محمد جو باتیں سناتا ہے وہ اسے بنی حضرمی کا عیسائی غلام ہی سکھاتا ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کے لئے قرآن نازل فرمایا "اور ہمیں خوب معلوم ہے وہ کہتے ہیں کہ اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے حالانکہ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔" (۱۶/۱۰۳)

لاولد اور قاسم : عاص بن وائل نے رسول اللہ ﷺ کے بارے بتایا کہ یہ بے اولاد ہے مرنے کے بعد اس کا نام مٹ جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرمائی کہ "تیرا دشمن ہی ذلیل و ابتر ہے۔ خواہ اس کی اولاد و احفاد کتنی ہو۔" (تفسیر میں اس سورت پر ہم نے سیر حاصل بحث کی ہے) ابو جعفر باقر سے منقول ہے کہ جب قاسم بن محمدؐ فوت ہوئے تو وہ سواری کے قابل تھے اور عمدہ اونٹنی پر سوار ہوتے تھے۔

فرشتہ کیوں نہ آیا؟ : ابی بن خلف' زمعہ بن اسود' عاص بن وائل' نضر بن حارث وغیرہ نے کہا' اے محمد! تمہارے پاس فرشتہ کیوں نہیں آتا جو آپ کی طرف سے لوگوں کو جواب دیتا تو اس کی تردید میں اللہ تعالیٰ

نے نازل فرمایا (۶/۸) "اور کہتے ہیں اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔"

مذاق کی سزا : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ولید بن مغیرہ' امیہ بن خلف اور ابو جہل کے پاس سے گزرے تو انہوں نے نکتہ چینی کی اور مذاق اڑایا' رسول اللہ ﷺ اس حرکت سے رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کی خاطر مندرجہ ذیل آیت (۶/۱۰) اتاری۔ "اور تجھ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا پھر جس عذاب کی بابت وہ ہنسی کیا کرتے تھے ان ٹھٹھا کرنے والوں پر وہی آپڑا۔ بے شک ہم تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کو کافی ہیں۔" (۱۵/۹۵)

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ' اسود بن عبد یغوث زہری' اسود بن عبدالمطلب ابوزمعہ' حارث بن عیطل' عاص بن وائل سہمی' رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے' آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے' آپ نے اس کے پاس ان کا شکوہ کیا (تو اس نے کہا آپ مجھے ان کو دکھا دیں) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ولید دکھایا تو جبرائیلؑ نے اس کے پورے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **"کفیتہ"** اس کی آفت سے آپ محفوظ کر دیئے گئے ہیں پھر آپ نے جبرائیل کو اسود بن مطلب دکھایا تو اس کی گردن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **"کفیتہ"** اس کے بارے آپ کی ضرورت پوری ہو گئی پھر آپ نے جبرائیلؑ کو اسود بن عبد یغوث دکھایا تو اس نے اسود کے سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **"کفیتہ"** اس کے متعلق آپ کا تردد دور کر دیا گیا ہے پھر آپ نے حارث بن عیطل کی طرف اشارہ کر کے دکھایا تو جبرائیلؑ نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **"کفیتہ"** اس کے بارے آپ کا مطلب پورا کر دیا گیا ہے۔ پھر عاص بن وائل آپ کے پاس سے گزرا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کر کے جبرائیلؑ کو بتایا تو اس نے وائل کے اخمص پیر کے نیچے اور ایڑی کے درمیانی حصہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا **"کفیتہ"** اس کے بارے آپ کو بے نیاز کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ ولید بن مغیرہ ایک خزاعی کے پاس سے گزرا وہ اپنا تیر درست کر رہا تھا کہ ولید کے پورے کو چھو گیا اور اس کا پورا کٹ گیا' اسود بن یغوث کے سر میں پھنسیاں نکل آئیں اور وہ مرگیا اور اسود بن مطلب اندھا ہو گیا وہ ایک کیکر کے پیڑ کے نیچے بیٹھا تھا' کہنے لگا میرے بیٹو! کیا تم یہ کانٹا مجھ سے دور نہیں کرتے میں تو مرا جا رہا ہوں' بچوں نے کہا ہمیں تو کچھ نظر نہیں آتا' پھر اس نے کہا' یہ کانٹا ہٹاؤ' میں تو ہلاک ہوا جا رہا ہوں' دیکھو یہ کانٹا میری آنکھ میں چبھ گیا وہ کہہ رہے تھے کچھ نظر نہیں آرہا' وہ اسی طرح بار بار کہتا رہا تا آنکہ وہ اندھا ہو گیا اور حارث بن عیطل کے پیٹ میں صفراوی مادہ جمع ہو گیا اور وہ مادہ معدے سے منہ کے راستہ باہر نکلا اور یہ اس کی موت کا باعث ہوا اور عاص بن وائل کے سر میں کانٹا لگا اور زخم پیپ سے بھر گیا جو اس کی موت کا باعث ہوا۔ بعض کہتے ہیں وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر طائف گیا راستہ میں گدھا کانٹوں پر بیٹھ گیا تو اس سے "اخمص" زخمی ہو گیا اور وہ اس کی ہلاکت کا بہانہ بنا (رواہ بیہقی)

تمسخر کے سرغنہ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یزید بن رومان کی معرفت عروہ بن زبیر سے معلوم ہوا کہ

مذاق کرنے والوں کے سرغنہ مکہ کے پانچ رئیس تھے۔ ابو زمعہ اسود بن مطلب پر آپ نے بددعا فرمائی الہٰی! اسے اندھا کر دے' نیز اسود بن یغوث' ولید بن مغیرہ' عاص بن وائل اور حارث بن طلاطلہ پر بھی بددعا کی' اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی' **انا کفیناک المستهزئین** (۱۵/۹۵)

یہ لوگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ جبرائیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی آپ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے' اسود بن مطلب آپ کے پاس سے گزرا سبز پتہ اس کے چہرے پر لگا اور وہ اندھا ہو گیا' اسود بن یغوث گزرا تو اس کے شکم کی طرف اشارہ کیا چنانچہ وہ **استسقا** کے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا' ولید بن مغیرہ گزرا تو اس کے مندمل زخم کی طرف اشارہ کیا' چند سال قبل وہ ایک خزاعی شخص کے پاس سے گزرا جو تیر درست کر رہا تھا' تیر اس کی ازار سے چمٹ گیا اور اسے معمولی سا زخم ہو گیا تھا وہ زخم بہہ پڑا اور وہ فوت ہو گیا' عاص بن وائل پاس سے گزرا تو اس نے "اخمص" کی طرف اشارہ کیا وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف گیا گدھا ایک خاروار جھاڑی پر بیٹھ گیا اور اس کے پیر میں کانٹا چبھ گیا اور وہ اس کی موت کا باعث ہوا' حارث بن طلاطل پاس سے گزرا تو اس کے سر کی طرف اشارہ کیا اس کا سر پیپ سے بھر گیا اور وہ مر گیا۔

ولید کی وصیت : بعد ازیں ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ولید بن مغیرہ نے مرتے وقت اپنے تین بیٹوں خالد' ہشام' ولید کو وصیت کی تھی کہ میرے ایک مقتول کا خون بہا خزاعہ کے ذمہ ہے۔ اسے نظرانداز نہ کرنا' واللہ! مجھے معلوم ہے کہ وہ اس کے قتل سے بری ہیں لیکن محض اس خطرے سے وصیت کر رہا ہوں کہ لوگ آپ کو طعن و تشنیع کریں کہ بدلہ نہیں لے سکے' میرا ربا اور سود ثقیف کے ذمہ ہے وہ بھی حاصل کرنا' مہر کی رقم ابو ازیہر دوسی کے پاس ہے وہ بھی وصول کر لینا۔

ابو ازیہر دوسی نے ولید بن مغیرہ کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا تھا اور مہر کی رقم بھی وصول کر لی تھی اور شادی شدہ بیٹی کو اپنے پاس روک لیا' دریں اثنا ولید فوت ہو گیا۔ ولید بن مغیرہ مخزومی کی وفات کے بعد' بنی مخزوم نے خزاعہ پر ولید بن ولید کی دیت وصول کرنے کی خاطر حملہ کر دیا۔ خزاعہ نے کہا وہ تو تمہارے ہی تیر کے زخم سے فوت ہوا تھا۔ ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ اس سلسلہ میں فریقین کے درمیان بیت بازی ہوئی اور معاملہ طول پکڑ گیا۔ پھر خزاعہ نے کچھ دیت دے کر صلح کر لی اور بات ختم ہو گئی۔

ابو ازیہر : ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ہشام بن ولید بن مغیرہ نے "ذوالمجاز" کے میلے میں ابو ازیہر دوسی ---ابوسفیان کے سسر--- کو جنگ بدر کے بعد قتل کر دیا اور وہ اپنی قوم میں نہایت معزز اور ہر دل عزیز تھا' ابوسفیانؓ موجود نہ تھا مکہ سے باہر کہیں گیا ہوا تھا' اس کے بیٹے یزید بن ابی سفیان نے بنی مخزوم کے خلاف قوم کو لڑائی کے لئے اکٹھا کر لیا۔ ابوسفیان سفر سے واپس آیا تو یزید کی اس حرکت پر ناراض ہوا اور اسے زدوکوب بھی کیا اور ابو ازیہر کی دیت خود ادا کر دی' ازیں بعد اپنے بیٹے کو ناصحانہ انداز میں کہا کہ تو ایک دوسی مقتول کے بدلے قریش میں خانہ جنگی برپا کرنا چاہتا تھا اور حسانؓ بن ثابت نے ایک قصیدہ لکھ کر' ابوسفیان کو ابوازیہر کے خون کا بدلہ لینے پر مشتعل کیا تو ابوسفیان نے کہا کہ حسان کا یہ گمان نہایت برا تھا کہ جنگ بدر میں

رؤسائے قریش کے قتل ہونے کے بعد خانہ جنگی شروع ہو جائے۔

ربا : خالد بن ولید دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد غزوہ طائف میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گئے تو ولید بن مغیرہ کے ربا اور سودی رقم کا اہل طائف سے مطالبہ کیا' بعض اہل علم کے بیان کے مطابق مندرجہ ذیل آیات اسی بارے نازل ہوئیں' "اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور جتنا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔" (۲/۲۷۸)

ام غیلان : ابن اسحاق بیان کرتے ہیں ہماری دانست کے مطابق بنی ازیہر میں خون کا بدلہ لینے کا کوئی قصہ نہ تھا یہاں تک کہ اسلام کا دور شروع ہو گیا۔ ماسوائے اس واقعہ کے کہ ضرار بن خطاب بن مرداس اسلمی اور چند قریشی دوس کے علاقہ میں گئے اور دوس کی لونڈی ام غیلان کے مہمان ہوئے۔ وہ پیشہ ور مشاطہ تھی اور دلہنوں کی زیبائش و آرائش کا کام کیا کرتی تھی۔ دوس نے ان مہمانوں کو ابوازیہر کے قتل کے بدلہ میں قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ام غیلان اور دیگر عورتوں نے دوس کا مقابلہ کر کے ان مہمانوں کو بچا لیا۔ بقول سہیلی' بعض کہتے ہیں کہ ام غیلان نے ضرار بن خطاب کو اپنی قمیص کے اندر چھپا لیا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوران ام غیلان عمرؓ کے پاس آئی اور اس کا خیال تھا کہ ضرار بن خطاب عمرؓ کا بھائی ہے تو عمرؓ نے اسے کہا وہ میرا اسلامی بھائی ہے۔ نسبی نہیں اور مجھے اس پر آپ کے احسان کا علم ہے چنانچہ آپ نے اسے بطور مسافر عطیہ پیش کیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ جنگ احد میں ضرار بن خطاب اسلمی' عمر بن خطاب پر حملہ آور ہوئے اور ان کو نیزے کے عرض اور چوڑائی سے مار کر کہنے لگے' دوڑ جا' اے ابن خطاب! میں تیرے قتل کا ارادہ نہیں رکھتا چنانچہ حضرت عمرؓ "اس کے مسلمان ہو جانے کے بعد" اس کے احسان کو یاد رکھتے تھے۔

قحط سالی : امام بیہقی نے اس مقام پر نبی علیہ السلام کی بددعا کا ذکر کیا ہے کہ جب قریش کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو دعا کی کہ ان پر سات برس کا قحط نازل کر جیسا یوسف کے عہد میں قحط نازل کیا تھا اور بیہقی نے ابن مسعود کی متفق علیہ روایت میں بیان کیا ہے کہ پانچ علامات گزر چکی ہیں (۱) لزام (۲) شکست روم (۳) دخان (۴) .بطشہ (۵) شق قمر۔

ابن مسعود کی دوسری روایت میں ہے کہ قریش جب سرکشی کی حد تک بڑھ گئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے انکار اور تردد کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی الٰہی! میری ان کے مقابلہ میں مدد فرما اور ان پر سات برس کا قحط نازل کر جیسا قحط تو نے یوسف کے زمانہ میں بھیجا تھا' چنانچہ ایسا سخت قحط آیا کہ قریش نے مردہ جانور کھائے اور آدمی بھوک کے مارے زمین اور آسمان کے درمیان دھواں سا دیکھتا تھا پھر آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے دھواں دور کر دیا اور اس کی تصدیق و تائید میں ابن مسعود نے یہ آیت تلاوت کی (۱۵/۴۴) ہم چند روز کے لئے یہ عذاب ہٹا دیں گے۔ پھر تم وہی کرو گے' بعد ازیں بھی وہ کفر میں مبتلا رہے اور اللہ تعالیٰ نے عذاب قیامت تک کے لئے موخر کر دیا یا جنگ بدر تک کے لئے موخر کر دیا۔ ابن مسعود کہتے ہیں اس سے مراد عذاب آخرت ہوتا تو موخر نہ ہوتا' "اور جس دن پکڑیں گے ہم پکڑنا بڑا" **یوم نبطش**

البطشه الکبری سے مراد جنگ بدر ہے۔

ابن مسعود کی ایک اور روایت میں ہے جب رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ لوگ اسلام سے نفرت کرتے ہیں تو آپ نے دعا فرمائی' الٰہی قحط سالی' مثل یوسف کے سات سال کی' چنانچہ ان پر سخت قحط پڑا' یہاں تک کہ وہ مردار' چمڑے اور ہڈیاں تک کھا گئے' چنانچہ ابو سفیان اور مکہ کے چند باشندوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ تو فرماتے ہیں کہ میں رحمت عالم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تیری قوم تباہ ہو چکی ہے دعا فرمایئے' رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو ابر برسا اور مسلسل سات روز تک برستا رہا' لوگوں نے کثرت برسات کا شکوہ کیا تو آپ نے دعا فرمائی **اللّٰھم حوالینا ولا علینا** بدل فوراً چھٹ گیا اور لوگوں نے بارش کا پانی سال بھر مال مویشی کو پلایا۔

ابن مسعود کا خیال : بقول ابن مسعود علامت "دخان" گزر چکی ہے یعنی قحط سالی اور یہ **انا کاشفوا العذاب** (۴۴/۱۵) کا مطلب ہے۔ آیت روم بڑی پکڑ' اور شق قمر یہ سب بدر میں وقوع پذیر ہوئے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں' عبداللہ بن مسعود کا مقصد ہے۔ واللہ اعلم' کہ بڑی پکڑ' دھواں' علامت لزام سب بدر میں واقع ہوئے اور امام بخاری نے بھی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر اس نے بہ سند (عبدالرزاق' معمر' ایوب' عکرمہ) ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کے سلسلے میں درخواست کی کہ حالت اس قدر ابتر ہو چکی ہے کہ اون تک کھانے پر مجبور ہو گئے ہیں اور یہ آیت (۷۶/ ۲۳) نازل ہوئی' "اور ہم ان کافروں کو عذاب میں دبوچ چکے ہیں جب بھی وہ اپنے مالک کے سامنے نہ جھکے اور نہ عاجزی کی" رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے روزی میں کشائش فرما دی۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کے قصہ میں ایسے الفاظ مروی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بعد از ہجرت کا واقعہ ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قحط سالی کا عذاب دو دفعہ ہوا ہو' واللہ اعلم۔

سورت روم اور ابوبکر کی شرط : بعد ازیں حافظ بیہقی نے فارس و روم کے جنگ کا واقعہ اور سورہ روم (۳۰) کا نزول بیان فرمایا ہے اور بہ سند (سفیان ثوری' حبیب بن ابی عمرو' سعید بن جبیر) ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رومی ایرانیوں پر غالب آئیں کہ وہ اہل کتاب ہیں اور مشرکین کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں کہ وہ بت پرست تھے۔ یہ صورت حال مسلمانوں نے ابوبکر کو بتائی اور ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو! رومی آئندہ سال میں غالب ہوں گے۔ یہ بات ابوبکر نے مشرکین کو بتائی تو انہوں نے کہا' آؤ ایک مدت (قریباً ۵ سال) مقرر کر لو' اگر رومی غالب آگئے تو آپ اس قدر (سو) اونٹوں کے مستحق ہیں اگر ایرانی غالب آگئے تو ہم اس قدر اونٹوں کے حق دار ہوں گے ابوبکر نے اس شرط کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا "تو نے اس سال سے کم عرصہ کیوں نہ مقرر کیا" چنانچہ جنگ بدر کے دن رومی' ایرانیوں پر غالب آگئے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے جملہ طرق ہم نے تفسیر میں بیان کر دیئے ہیں اور ابوبکر کے ساتھ شرط مقرر کرنے والا امیہ بن خلف ہے اور شرط کی مالیت پانچ اونٹ تھی اور قریباً ۵ سال مدت مقرر

تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے اشارے سے ابوبکرؓ نے شرط کی مدت نو سال اور مالیت میں سو اونٹ تک کا اضافہ کر دیا اور رومی ایران پر جنگ بدر کے دن غالب آئے یا صلح حدیبیہ کے روز' واللہ اعلم۔ ولید بن مسلم' اسید کلابی سے بیان کرتا ہے کہ اس نے علا بن زبیر کلابی سے سنا کہ وہ اپنے والد سے بیان کر رہا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے ایران کے روم پر غلبے اور روم کی ایران پر فتح کا زمانہ پایا ہے۔ پھر مسلمانوں کا ایران کے علاقہ عراق اور روم کے علاقہ شام پر غلبے اور قبضے کا عہد پایا ہے اور یہ سب واقعات پندرہ سال کی مدت میں ظہور پذیر ہوئے۔

فصل

اسراء یعنی رسول اللہ ﷺ کا مکہ سے بیت المقدس تک رات کو جانا

ابن عساکر نے "روایات اسراء" آغاز بعثت میں بیان کی ہیں اور ابن اسحاق نے قریباً بعثت کے دس سال بعد کے واقعات میں یہ احادیث بیان کی ہیں۔

اسراء ہجرت سے قبل : حافظ بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ کی معرفت امام زہری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اسراء کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا اور ابن لھیعہ نے بھی ابو الاسود کی معرفت عروہ سے یہی بیان کیا ہے۔

اسراء کب : امام بیہقی نے (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' اسباط بن نصر) اسماعیل سدی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر پنج گانہ نماز اسراء کی رات فرض ہوئی۔ ہجرت سے سولہ ماہ قبل' لہٰذا سدی کے قول کے مطابق اسراء کا واقعہ ذی قعد میں ظہور پذیر ہوا' عروہ اور زہری کے بیان کے مطابق ربیع الاول میں رونما ہوا۔ ابن ابی شیبہ (عثمان' سعید بن مینا) جابرؓ اور ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت "عام فیل" میں بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول میں ہوئی' اسی روز آپ مبعوث ہوئے اور اسی روز آپ کو معراج ہوا اور اسی روز ہجرت کی اور اس روز کے اندر وفات پائی۔ یہ سند منقطع ہے۔ لیکن حافظ عبدالغنی مقدسی نے اس کو اپنی "سیرت رسول" میں مختار قول قرار دیا ہے اور اس کے بارے اس نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کی سند صحیح نہیں۔

ماہ رجب کے فضائل میں ہم نے بیان کیا ہے کہ اسراء کا واقعہ ۲۷ رجب کو پیش آیا' واللہ اعلم۔ بعض کا خیال ہے کہ اسراء کا واقعہ یکم رجب شب جمعہ کو پیش آیا اور اسی رات لوگ "صلوۃ الرغائب" کے نام سے ایک نماز پڑھتے ہیں جو قطعاً بے معنی اور لا اصل ہے اور بطور حجت یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

لیلۃ الجمعۃ عرج بالنبی لیلۃ الجمعۃ أول رجب

(شب جمعہ میں نبی علیہ السلام کو معراج ہوا یہ شب جمعہ یکم رجب ہے)

اس شعر میں ضعف اور سقم موجود ہے۔ ہم نے یہ صرف ان کے استدلال کی وجہ سے نقل کیا ہے۔
ہم نے معراج و اسراء کے متعلق تمام روایات سورہ اسراء کے ابتدا میں درج کر دی ہیں وہاں سے ملاحظہ ہوں' وللّٰہ الحمد والمنة

اب ہم امام ابن اسحاق کے کلام کا خلاصہ پیش کرتے ہیں اس نے سابقہ مباحث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام سے 'مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس رات کے وقت لے جایا گیا۔ اس وقت قریش اور دیگر قبائل میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی۔ وہ کہتے ہیں میرے علم کے مطابق حدیث اسراء' ابن مسعود' ابو سعید خدری' عائشہ' معاویہ' ام ہانی رضوان اللہ علیہم' حسن بن ابی الحسن' امام زہری' قتادہ وغیرہ اہل علم سے جو کچھ حدیث اسرا میں موجود ہے۔ ہر ایک سے اس کی جزئیات و مندرجات منقول ہیں۔ آپ کا یہ سفر' ابتلا و امتحان کا مجموعہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ' قوت قاہرہ اور حاکمیت مطلقہ کا مظہر تھا۔ ارباب علم و دانش کے لئے درس پند و عبرت تھا۔ ایک مومن صادق کے لئے رشد و ہدایت اور رحمت و ثبات کا سبق تھا۔ آپؐ ایقان و اذعان کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ کو جس طرح اور جیسے منظور تھا اسراء سے سرفراز فرمایا' عجائبات عالم سے آگاہ فرمایا۔

اسراء : ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس براق لایا گیا (قبل ازیں انبیاء علیہم السلام اس پر سوار ہوتے رہے ہیں اس کا قدم انتہائے نگاہ پر پڑتا ہے) آپ اس پر سوار ہوئے زمین و زمان کے مظاہر سے بہرہ ور ہوتے ہوئے بیت المقدس پہنچے۔ وہاں ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام موجود تھے ان کو نماز پڑھائی وہاں آپ کی دودھ' شراب اور پانی سے تواضع ہوئی آپ نے صرف دودھ پیا تو جرائیلؑ نے کہا' آپ اور آپ کی امت رشد و ہدایت پر فائز ہے۔

ابن اسحاق نے حسن بصری سے مرسل بیان کیا ہے کہ جرائیل نے آپ کو بیدار کر کے مسجد حرام کے دروازے سے باہر تشریف لانے کی درخواست کی' پھر براق پر سوار کیا جو سفید فام ہے' قد و قامت میں خچر اور گدھے کے مابین ہے۔ رانوں پر دو پر ہیں۔ ان کی بدولت اس کا قدم انتہائے بصر تک پڑتا ہے۔ پھر وہ دونوں اکٹھے سفر پر گامزن رہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حدیث قتادہؓ میں ہے کہ جب آپ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو براق نے شوخی کی اور جرائیلؑ نے اس کی ایال پر ہاتھ رکھ کر کہا' کیا اس نامعقول حرکت سے باز نہیں آتا؟ واللہ! محمد سے افضل اور برگزیدہ کوئی انسان تجھ پر سوار نہیں ہوا' چنانچہ وہ شرمندہ ہو کر' پسینہ سے شرابور ہو گیا' پھر سکون سے کھڑا ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ سوار ہو گئے۔

حسن بصری نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے کہ بیت المقدس تک جرائیلؑ بھی آپ کے ہمراہ تھے' وہاں ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام موجود تھے۔ آپ امام تھے اور ان کو نماز پڑھائی پھر اس نے دودھ اور شراب اور ان برتنوں میں سے دودھ کو پسند کرنے کا ذکر کیا ہے اور جرائیلؑ کا تبصرہ ذکر کیا ہے کہ آپ اور آپ کی امت ہدایت یافتہ ہے اور امت پر شراب حرام ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے آئے اور قریش کو اس مبارک سفر کی روئداد سنائی تو اکثر لوگوں نے جھٹلایا اور بعض مسلمان بھی مرتد ہو گئے

اور حضرت ابوبکرؓ نے سب سے قبل تصدیق کی اور اس نے کہا میں تو رسول اللہ ﷺ کو صبح و شام وحی اور آسمانی اخبار کے بارے صادق اور امین سمجھتا ہوں تو کیا بیت المقدس اور کرہ ارضی کے واقعات کے بارے آپ کی تصدیق نہ کروں۔ بعض کہتے ہیں کہ ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ سے بیت المقدس کی ہیئت و صورت کے بارے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بتا دیا اسی روز سے آپ کا لقب صدیق ہو گیا اور اس سفر کے بارے درج ذیل آیت نازل ہوئی **وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنة للناس** (۱۷/۶۰)

ابن اسحاق' ام ہانی سے نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ کو میرے گھر سے اسراء کی سیر کے لئے لے جایا گیا۔ اس رات عشا کے بعد میرے ہاں سوئے تھے' فجر سے معمولی دیر سے پہلے ہم بیدار ہوئے' صبح کی نماز ہم نے آپ کے ہمراہ پڑھی تو آپ نے فرمایا اے ام ہانی! میں نے یہاں تمہارے ساتھ عشاء پڑھی پھر میں نے بیت المقدس جا کر نماز پڑھی اور اب تمہارے ساتھ نماز فجر ادا کی جیسا کہ تم نے دیکھا۔ پھر آپ وہاں سے جانے لگے تو میں نے آپ کی چادر کا دامن پکڑ کر کہا' یانبی اللہ! لوگوں کو یہ مت بتائیے وہ آپ کو جھٹلائیں گے اور ایذا پہنچائیں گے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' واللہ! میں ان کو یہ ضرور بتاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے بتایا تو انہوں نے آپ کو جھٹلایا۔ پھر آپ نے فرمایا اس سیرو سفر کی نشانی یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں بنی فلاں کے قافلے کے پڑاؤ کے پاس سے گزرا ہوں' میرے براق کی آہٹ کی وجہ سے ان کا اونٹ بدک کر دوڑ گیا اور میں نے ان کو (شام) جاتے ہوئے اونٹ کے متعلق بتایا۔

واپسی میں' وادی صحنان میں' بنی فلاں کے قافلے کے پاس سے گزرا وہ سو رہے تھے' ایک برتن میں پانی ڈھانپ کر رکھا ہوا تھا' میں نے برتن سے پانی پیا پھر اس طرح ڈھانپ کر رکھ دیا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ قافلہ اب تنعیم کی سفید گھاٹی کے پاس آرہا ہے' ان کے آگے خاکستری اونٹ ہے اس پر دو بورے ہیں ایک سیاہ اور دوسرا چمکیلا سفید۔ لوگ (خبر کی تصدیق کے لئے گئے) دھر تنعیم کی گھاٹی کی جانب جلدی جلدی نکلے تو حسب بیان خاکستری اونٹ دیکھا اور ان سے پانی کے برتن اور اونٹ کے بدکنے کے بارے پوچھا تو آپؐ کے بیان کے مطابق قافلہ والوں نے بتایا۔

غروب میں تاخیر : یونس بن بکیر نے بذریعہ اسباط' اسماعیل سدی سے بیان کیا ہے کہ مذکورہ قافلہ پہنچنے سے قبل سورج غروب ہوا چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے بروقت سورج کو غروب ہونے سے روک دیا پھر وہ قافلہ رسول اللہ ﷺ کے بیان کے مطابق تنعیم پہنچا وہ بیان کرتا ہے کہ سورج یا تو اس روز بروقت غروب نہیں ہوا یا یوشع بن نون کے وقت' بیہقی۔

زینہ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک قابل اعتبار راوی نے مجھے ابو سعید سے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جب میں بیت المقدس کی امامت سے فارغ ہوا تو ایک نہایت خوبصورت زینہ لایا گیا (یہ وہی زینہ ہے جس کی طرف انسان مرتے دم دیکھتا ہے) مجھے میرے رفیق سفر نے اس پر چڑھا دیا اور اس نے مجھے آسمان کے دروازے "حفظة" تک پہنچا دیا اس پر اسماعیل نامی فرشتہ نگران ہے۔ اس کے ماتحت ۱۲ ہزار فرشتے ہیں پھر ہر فرشتے کے تحت بھی ۱۲ ہزار فرشتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ واقعہ

بتایا تو (۳۱/۷۴) وما یعلم جنود ربک الا ھو آیت تلاوت کی۔

تبصرہ : پھر اس نے یہ ایک نہایت طویل روایت بیان کی کہ ہم نے تفسیر میں بہ تمام و کمال بیان کر دیا ہے۔ اس پر جرح بھی کی ہے' یہ نہایت غریب حدیث ہے' اس کی سند میں ضعف ہے' ایسے ہی ام ہانی کی روایت بھی۔

روایت شریک : کیونکہ شریک بن ابی نمرہ از انسؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ اسراء اور رات کا سفر حطیم کے پاس سے شروع ہوا۔ اس کے مضمون میں بھی متعدد وجوہ سے عجوبہ پن ہے۔ ہم نے تفسیر میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس میں ہے "وذلک قبل ان یوحی الیہ" یہ اسراء قبل از وحی رونما ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار صرف ملائیکہ آئے اور اس رات وحی نازل نہ ہوئی پھر دوسری رات ملائیکہ آئے اور اس میں بھی وحی نہ نازل ہوئی۔ بعد ازاں آپ کے پاس ملائیکہ وحی کے بعد آئے' چنانچہ یہ اسراء قطعاً وحی کے نازل ہونے کے بعد ہوا خواہ وحی کا عرصہ قلیل ہو یا کثیر قریباً دس سال اور یہ سب سے واضح مفہوم ہے۔

شرح صدر : قبل از اسراء آپ کے سینے اور دل کے غسل کا واقعہ دوسری بار یا تیسری بار ظہور پذیر ہوا کہ ملاء اعلیٰ اور اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کے لئے یہ ایک ناگزیر بات تھی۔ پھر تعظیم و تکریم کی خاطر آپ کو براق پر سوار کیا' بیت المقدس پہنچے تو اس کو ایک حلقے اور کڑے سے باندھ دیا جس کے ساتھ قبل ازیں انبیاءؑ باندھا کرتے تھے پھر بیت المقدس داخل ہو کر نماز تحیۃ المسجد پڑھی۔

بیت المقدس میں داخل ہونے کا انکار : حذیفہؓ نے نبی علیہ السلام کے بیت المقدس میں داخلے' اس میں نماز پڑھنے اور براق کو حلقہ کے ساتھ باندھنے کا انکار کیا ہے۔ یہ انکار نہایت غریب ہے اور یہ اصول ہے کہ کسی چیز کے ثابت کرنے والا کلام' نفی کرنے والی بات سے مقدم اور راجح ہوتی ہے یعنی مثبت' منفی سے مقدم ہوتا ہے۔

نماز کب پڑھائی؟ : آیا نبی علیہ السلام کا بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانا' آسمان میں عروج سے قبل تھا' جیسا کہ گزر چکا ہے۔ یا آسمان کے اترنے کے بعد تھا جیسا کہ بعض احادیث سے واضح ہے اور یہی مناسب اور قرین قیاس ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے' واللہ اعلم۔ بقول بعض یہ نماز کا واقعہ آسمان پر ہوا۔ پھر اس میں اختلاف ہے' دودھ' شراب اور پانی میں سے دودھ کو پسند کرنا' بیت المقدس میں پیش آیا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یا آسمان میں جیسا کہ صحیح حدیث میں موجود ہے۔

آسمان پر کیسے پہنچے : غرضیکہ جب بیت المقدس سے روانہ ہوئے تو آپ کو ایک زینہ پیش کیا گیا اس پر چڑھ کر آسمان تک پہنچے' آسمان پر جانا براق پر سوار ہو کر نہ تھا جیسے کہ بعض کا خیال ہے بلکہ براق بیت المقدس کے دروازے پر بندھا ہوا تھا' مکہ واپسی کے لئے۔

انبیاء سے ملاقات : چنانچہ آپؐ یکے بعد دیگرے ساتویں آسمان سے بھی آگے تک پہنچ گئے اور وہاں آسمان پر موجود ملائیکہ اور انبیاء کرام سے ملاقات ہوئی' مثلاً آدم سے پہلے آسمان پر' یحییٰ اور عیسیٰ سے

دوسرے پر ملاقات ہوئی' تیسرے آسمان پر یوسفؑ سے (ابن ہشام) چوتھے پر ادریسؑ سے اور پانچویں آسمان پر ہارونؑ سے (ابن ہشام) چھٹے میں موسیٰؑ اور ساتویں پر ابراہیمؑ سے۔ ابراہیمؑ بیت المقدس سے ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں اس میں روزانہ ستر ہزار ملائیکہ عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں پھر تاقیامت ان کو اس میں دوبارہ داخلہ نصیب نہ ہو گا۔

تقرب الٰہی : پھر آپ جملہ انبیاءؑ اور ملائیکہ کے مقام کے آگے ایک ایسے مقام پر فائز ہوئے جہاں قلم قدرت کی سرسراہٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کی تجلی ہوئی اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح طویل و عریض تھے اور پھل حجر کے مٹکوں کے برابر ضخیم تھا' وہ رنگ برنگ عجیب و غریب انوار کا مظہر تھے۔ انوار الٰہی نے اس کو ڈھانپ رکھا تھا' اللہ جل جلالہ کا نور اس پر ضو افشاں تھا۔ وہاں جبرائیل کو دیکھا اس کے چھ سو پر تھے' دو پروں کا فاصلہ زمین و آسمان کی مسافت کے برابر تھا' اس منظر کو اللہ تعالیٰ نے (۱۳/۵۳) میں بیان کیا ہے اور اس نے اس کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جس کے پاس جنت الماویٰ ہے جبکہ اس سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا نہ تو نظر بہکی اور نہ حد سے بڑھی' یعنی محدود مقام سے دائیں بائیں اوپر نیچے نہ ہوئی۔ یہ عظیم ثابت قدمی اور اعلیٰ ادب و احترام کا مظاہرہ ہے اور یہ جبرائیل کو اصلی شکل و صورت میں دوبارہ دیکھنے کا موقع تھا جیسا کہ ابن مسعود' ابوہریرہ' ابوذر اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور پہلی بار آپ نے ابطح مکہ میں جبرائیلؑ کو دیکھا زمین و زمان کے درمیان اکثر افق کو محیط تھا۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے بالکل قریب ہوا پھر اور قریب ہوا پھر فاصلہ دو کمان کے برابر تھا یا اس سے بھی کم۔ یہی صحیح تفسیر ہے جیسا کہ اکابر صحابہ سے منقول ہے۔

غلط فہمی : حدیث انس میں جو شریک بن عبداللہ بن ابی نمر سے منقول ہے کہ "ثم دنا الجبار رب العزۃ" یعنی اللہ تعالیٰ رسول کریم کے قریب ہوا' تو یہ محض راوی کا اپنا خیال ہے۔ جو اس نے حدیث میں درج کر دیا ہے' واللہ اعلم۔ اگر یہ حدیث محفوظ طریق سے مروی بھی ہو تو اس کا آیت کریمہ کی تفسیر و تشریح سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ کوئی اور بات ہو گی' واللہ اعلم۔

نماز پنج گانہ : شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے دن رات کی عبادت پچاس نماز مقرر کی پھر آپ موسیٰؑ اور اللہ عزوجل کے درمیان بار بار آتے جاتے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں تخفیف فرما کر صرف پانچ باقی رکھیں' وللہ الحمد والمنۃ اور فرمایا یہ پانچ ہیں اور ثواب و صلہ پچاس کا ہے کیونکہ ایک نیکی کا ثواب دس گناہ ہوتا ہے۔

بسم اللہ : اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے اس رات ہم کلامی کا بھی شرف حاصل ہوا قریباً جملہ ائمہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے۔

دیدار الٰہی : ابن عباس اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کو دو دفعہ دل سے دیکھا اور ابن عباس وغیرہ سے جو مطلق روایت کا قول منقول ہے وہ مقید اور روایت پر محمول ہے یعنی دل سے دیکھا نہ کہ آنکھ سے اور مطلق روایت کا قول ... آنکھ سے ... کا اور

یہی مسلک ابن جریر کا ہے۔ اور بقول سہیلی ابوالحسن اشعری سے بھی یہ منقول ہے اور امام نووی نے بھی فتاویٰ میں اس کو ترجیح دی ہے۔

اللہ کا دیدار نہیں ہوا : ایک طائفہ کا خیال ہے کہ مسلم شریف کی حدیث ابوذر کے پیش نظر آپ کو رویت حاصل نہیں ہوئی' ابوذر نے پوچھا' یارسول اللہ ﷺ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ فرمایا وہ نور ہے میں کیونکر دیکھ سکتا ہوں اور ایک روایت میں ہے (رایت نورا) کہ میں نے نور دیکھا کیونکہ لازوال کی رؤیت زوال پذیر آنکھ سے ناممکن ہے۔ بنابریں بعض آسمانی کتب میں مذکور ہے کہ اے موسیٰ! (کوئی زندہ میرے دیدار کی تاب نہیں رکھتا) وہ مجھے دیکھتے ہی مرجاتا ہے اور بے جان پر پڑے تو وہ لڑھک جاتا ہے' رسول اللہ ﷺ کے دیدار الٰہی کا مسئلہ سلف اور خلف کے درمیان مختلف فیہ ہے' واللہ اعلم۔

آسمان سے ھبوط اور امامت کا مسئلہ : پھر آسمان سے اتر کر رسول اللہ ﷺ سیدھے بیت المقدس تشریف لائے' ظاہر ہے کہ دیگر انبیاء کرام بھی آپ کی تعظیم و تکریم کی خاطر آپ کے ہمراہ تشریف لائے۔ جیسا کہ دستور ہے وہ قبل ازیں بیت المقدس میں نہ تشریف لائے تھے۔ اسی لئے کہ جب آپ آسمان پر جبرائیل کے ہمراہ تشریف لے گئے تو جبرائیلؑ بتاتے تھے یہ فلاں صاحب ہیں' آپ سلام کہیں اگر قبل ازیں ملاقات ہو چکی ہوتی تو دوبارہ تعارف کی ضرورت نہ تھی۔ واپسی پر بیت المقدس میں امامت کا مسئلہ آپ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہے کہ جب نماز کا وقت آیا تو میں نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے اور لامحالہ نماز فجر کا وقت ہو گا چنانچہ آپ نے جبرائیل کے اشارہ سے امامت کروائی۔

عمدہ استنباط : بعض اہل علم نے اس واقعہ سے استنباط کیا ہے کہ مقامی امام کی موجودگی کے باوصف معزز مہمان اور محترم شخصیت کو امامت کے لئے منتخب کیا جا سکتا ہے کیونکہ بیت المقدس انبیاء کرام کا مسکن اور رہائشی علاقہ تھا۔

پروقار اور حکیمانہ انداز : پھر آپ وہاں سے براق پر سوار مکہ مکرمہ صبح سویرے تشریف لے آئے۔ جہاں جہاں آراء اور دل فریب مناظر دیکھنے کے باوصف آپ کے ہوش و حواس قائم رہے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو حواس باختہ ہو جاتا اور عقل و فکر سے تہی دامن ہو جاتا۔ آپ نے تکذیب و تردید کے خطرہ سے حکمت عملی سے کام لیا اور پہلے صرف یہی بتایا کہ میں امشب بیت المقدس گیا تھا۔

ابوجہل کی سازش : رسول اللہ ﷺ مسجد میں نہایت پروقار اور خاموشی سے تشریف فرما تھے کہ ابوجہل ملعون نے کہا کوئی تازہ خبر ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا بتایئے؟ پھر آپ نے فرمایا مجھے آج رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ہے۔ اس نے ازراہ تعجب کہا بیت المقدس کی!! آپ نے نہایت اطمینان سے کہا' بالکل' تو اس نے کہا کیا آپ یہ سب لوگوں کے سامنے بھی بتا سکتے ہیں؟ اگر میں ان کو لے آؤں تو' آپ نے فرمایا' ہاں یقیناً' ابوجہل کا مقصد تضحیک و رسوائی کا سامان تھا اور رسول اللہ ﷺ کا مطلب تبلیغ و رسالت تھا۔

چنانچہ ابوجہل نے عوام کو اکٹھا کر کے' آپ سے عرض کیا' جو بات آپ نے مجھے بتائی تھی ان کو بھی

بتائیے' چنانچہ آپ نے مجمع کو بتایا کہ امشب میں بیت المقدس گیا اور وہاں نماز پڑھی۔ اس کو ناممکن سمجھ کر بعض سامعین جھٹلاتے ہوئے سیٹیاں بجانے لگے' بعض تالیاں پیٹنے لگے اور یہ خبر پورے مکہ میں پھیل گئی' لوگوں نے ابوبکر کو آکر بتایا کہ محمدؐ ایسی ایسی بے تکی باتیں کرتا ہے تو ابوبکر نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو' انہوں نے سچ کہا' واللہ! وہ یہ کہتا ہے' تو ابوبکر نے کہا اگر اس نے یہ کہا ہے تو واقعی سچ کہا ہے پھر ابوبکر آئے اور مشرکین بھی آپ کے گردوپیش اکٹھے تھے۔ ابوبکر نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے انہیں بتایا۔ پھر ابوبکر نے بیت المقدس کی عمارت کی تفصیل دریافت کی کہ کفار کو آپ کی صداقت میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ مشرکین نے بیت المقدس کی عمارت کی تفصیل دریافت کی تھی' رسول اللہ ﷺ نے ان کو پوری تفصیل سے عمارت بتائی اور کچھ الجھاؤ پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے سامنے کر دیا آپ دیکھ کر ان کے سوالات کا جواب دے رہے تھے۔ تو وہ کہنے لگے بیت المقدس کے بارے معلومات تو درست ہیں۔

معراج جسم اطہر کے ساتھ بیداری : ابن اسحاق نے بیان کیا کہ معراج کا یہ واقعہ ایک آزمائش تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۱۷/۶۰) **وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنة للناس** "آپ کو ہم نے جو دکھایا ہے وہ لوگوں کی آزمائش ہے۔"

ابن عباس کہتے ہیں (یہ خواب نہیں) بلکہ چشم دید ہے۔ جمہور سلف خلف کا مذہب ہے کہ اسرا کا واقعہ جان اور جسم سمیت پیش آیا جیسا کہ حدیث میں وارد الفاظ' براق پر سوار ہونا اور زینہ پر چڑھنا سے صاف عیاں ہے۔ بنابریں قرآن میں یہ واقعہ **سبحان الذی** سے شروع ہے اور یہ اسلوب بیان کس اہم اور خلاف عادت اور خرق عادت واقعہ بیان کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ نیز "عبد" روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ (بالفرض) یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار قریش اس کی تکذیب نہ کرتے اور نہ اس کو محال سمجھتے کیونکہ خواب کوئی اتنی اہم بات نہ تھا' پس معلوم ہوا کہ آپ کو اسراء کا واقعہ بیداری میں پیش آیا خواب نہ تھا۔

شریک کی غلطی اور توجیہ : باقی رہا شریک بن ابی نمراز انسؓ کی روایت میں کہ میں بیدار ہوا تو حطیم میں تھا --- تو یہ شریک کی متعدد غلطیوں میں ایک غلطی ہے یا یہ کہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے کو یقظہ اور بیداری سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سفر طائف میں مروی روایت عائشہؓ میں ہے کہ "میں رنج و غم میں مبتلا واپس آرہا تھا کہ **قرن ثعالب** میں پہنچ کر ہوش آیا۔"

ابو اسیدؓ نومولود کو رسول اللہ ﷺ کے پاس جنم گھٹی کے لئے لائے اور آپ کی ران مبارک پر رکھ دیا' دریں اثناء رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئے اور ابو اسید نے بچے کو اٹھا لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور بچہ ران پر موجود نہ تھا تو آپ نے بچے کے بارے پوچھا تو حاضرین نے کہا' آپ کی ران مبارک سے اٹھا لیا گیا پھر آپ نے اس کا نام منذر رکھا' یعنی "بیداری" کو نیند سے جاگنے پر محمول کرنے کی بجائے ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے پر محمول کیا جانا۔ شریک کی غلطی شمار

کرنے سے بہتر ہے' واللہ اعلم۔

توقف : ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مجھے آل ابی بکیر کے کسی فرد نے حضرت عائشہؓ سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا جسم اطہر بستر پر تھا اور روح کو لے جایا گیا۔ یعقوب بن عتبہ کا بیان ہے کہ جب معاویہؓ سے اسراء کی بابت سوال ہوتا تو آپ کہتے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سچا خواب تھا۔

ابن اسحاق نے ان اقوال کا انکار اس وجہ سے نہیں کیا کہ حسن بصری سے منقول ہے کہ یہ آیت **وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس** (۱۷/۶۰) خواب کے بارے نازل ہوئی ہے جیسا کہ ابراہیمؑ نے فرمایا (**یابنی انی اری فی المنام انی اذبحک**) اے بیٹے! میں تجھے خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں اور حدیث ہے کہ "میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار ہوتا ہے۔" ابن اسحاق کہتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے کہ معراج خواب میں ہوا یا بیداری میں' بہرحال برحق اور سچ ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے توقف اختیار کیا ہے اور مجموعی طور پر دونوں کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن برحق اور ناقابل شک فیصلہ یہی ہے کہ آپ کو اسراء اور معراج بیداری میں ہوا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

حضرت عائشہؓ کے گذشتہ کلام (کہ رسول اللہ ﷺ کا جسم مفقود نہ ہوا اور اسراء روحانی ہوا) سے مراد بحالت نیند نہیں جیسا کہ ابن اسحاق نے سمجھا بلکہ یہ اسراء کا واقعہ حقیقی طور پر روح اور جسم کے ساتھ پیش آیا' آپ بیدار تھے سوئے ہوئے نہ تھے' براق پر سوار ہوئے' بیت المقدس پہنچ کر آسمان پر تشریف لے گئے اور وہاں جو کچھ دیکھا وہ حقیقت اور بیداری کے عالم میں تھا خواب نہ تھا۔ غالب گمان ہے کہ حضرت عائشہؓ اور ان کے ہم نوا علماء کا مطلب یہی ہو' اور امام ابن اسحاق کے مفہوم کے مطابق نہ ہو کہ یہ بحالت خواب واقع ہوا ہو' واللہ اعلم۔

نوٹ : ہم اسراء اور معراج سے قبل خواب کے منکر نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر فوراً صبح کی سفیدی کی طرح واقع ہو جاتی ہے۔ یہ بیان "بدء الوحی" کی بحث میں گزر چکا ہے' یعنی آپ نے خواب میں اسراء اور معراج بطور تمہید و تثبت اور مانوس ہونے کے دیکھا پھر آپ کو بیداری کے عالم میں دکھایا گیا۔

کیا دونوں بیک وقت تھے؟ : اہل علم کا اس امر میں اختلاف ہے' آیا اسراء اور معراج دونوں ایک رات میں ہوئے یا علیحدہ علیحدہ دو راتوں میں' بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اسراء تو بحالت بیداری ہوا اور معراج خواب میں۔ مہلب بن ابی صفرہ نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ بعض کا خیال ہے کہ اسرا دو بار ہوا ایک بار خواب میں' دوسری بار بیداری کے عالم میں' روح اور جسم سمیت۔ بقول امام سہیلی یہ قول متفرق احادیث کا جامع ہے اور مطابقت پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ حدیث شریک از انسؓ میں یہ ہے دل سے دیکھنا' آنکھیں محو خواب تھیں اور دل بیدار تھا' اور روایت کے آخر میں ہے۔ پھر میں بیدار ہوا اور میں حطیم میں تھا' یہ خواب کی حالت ہے۔

بعض علماء عالم بیداری میں بھی چار بار اسراء کے قائل ہیں اور ان چار میں سے بعض مدینہ میں بھی

واقع ہوئے۔ شیخ شہاب الدین ابو شامہؒ نے اسراء کی مختلف روایات کو تین اسرا پر محمول کر کے تطبیق دی ہے۔ ایک بار براق پر مکہ سے بیت المقدس تک' دوسری بار براق پر مکہ سے آسمان تک جیسا کہ حدیث حذیفہ میں ہے۔ تیسری بار مکہ سے براستہ بیت المقدس آسمان تک۔ تین بار اسراء کا اعتقاد اگر اختلاف روایات پر مبنی ہے تو حدیث میں تو تین سے زیادہ اقسام مروی ہیں۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو نیز ابن کثیر میں سبحان الذی اسری بعبدہ کے تحت۔ اگر یہ مقصد ہو کہ یہ ہی تین اقسام عقلاً" متبادر ہیں اور واقعہ بھی ایسا ہی ہے تو یہ بات بھی دلیل کو محتاج ہے' واللہ اعلم۔

مسلسل ترتیب : امام بخاری نے واقعہ اسراء جناب ابوطالب کی وفات کے بعد بیان کیا اور ابن اسحاق نے اس کے برعکس واقعہ اسرا جناب ابوطالب کی وفات سے پہلے ذکر کیا ہے۔ بعد میں وفات ابوطالب بیان کی ہے اور معراج کو ابن اسحاق کے موافق بیان کیا ہے۔ اللہ جانے ترتیب کیا تھی۔

حدیث اسراء : الغرض امام بخاری نے اسراء اور معراج دو واقعات تصور کئے ہیں اور ان کو علیحدہ علیحدہ ترتیب دی ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے "باب حدیث اسراء" کے تحت سبحان الذی اسری کے بعد جابر بن عبداللہ سے بیان کیا ہے کہ اسراء کے بارے میں جب قریش نے مجھے جھوٹا ٹھہرایا تو میں حطیم میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس آویزاں کر دیا میں دیکھ کر ان کو بیت المقدس کے بارے سوالات بتا رہا تھا۔ مسلم' ترمذی' نسائی بہ روایت جابر بہ روایت ابوہریرہ۔

حدیث معراج : پھر امام بخاری نے "باب حدیث المعراج" کے تحت مالک بن صعصعہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے صحابہؓ کو شب اسراء کی بابت بتایا کہ میں حطیم اور حجر میں لیٹا تھا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا' اس نے یہاں سے یہاں تک چیر ڈالا۔ قتادہ کہتے ہیں میں نے جارود بن ابی سبرہ سے پوچھا جو میرے پہلو میں بیٹھے تھے اس کا کیا مطلب ہے تو اس نے کہا' ہنسلی سے ناف تک اور یہ بھی سنا کہ سینہ کے کنارے سے ناف تک۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر میرا دل نکالا اور سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان و یقین سے لبریز تھا' دل دھو کر ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا' پھر اسے اپنے مقام پر رکھ دیا گیا پھر میرے پاس ایک سفید سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی۔ جارود نے پوچھا جناب انسؓ! وہ براق تھا تو انس نے کہا جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ اپنا قدم اپنی انتہائے نگاہ پر ڈالتا تھا' مجھے اس پر سوار کر دیا گیا اور مجھے جبرائیلؑ لے چلے' یہاں تک کہ اس نے پہلے آسمان پر پہنچ کر دروازہ کھلوایا' اندر سے سوال ہوا' کون ہے؟ جبرائیلؑ نے کہا میں ہوں جبرائیل' پوچھا ہمراہ کون ہے؟ تو بتایا محمدؐ ہے (مزید دریافت ہوا) کیا اسے پیغام ملا ہے تو جبرائیل نے اثبات میں جواب دیا تو اندر سے آواز آئی مرحبا' خوش آمدید خوب آئے' دروازہ کھلا' میں اندر گیا تو وہاں آدمؑ بیٹھے ہیں جبرائیل نے کہا یہ تیرا باوا آدم ہے' ان کو سلام کرو' میں نے سلام کیا' آدم نے جواب دیا خوش آمدید' کیا اچھا بیٹا اور کیا اچھا نبی ہے۔

پھر مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے' دروازہ کھلوایا تو پوچھا کون' بتایا جبرائیلؑ ہوں' دریافت کیا تیرے ساتھ کون ہے؟ تو بتایا محمدؐ ہیں۔ اندر سے سوال ہوا کیا اس کو رسول بنایا گیا ہے' تو اس نے کہا جی ہاں! اندر سے

آواز آئی مرحبا' کیا خوب آئے۔ دروازہ کھلنے کے بعد میں اندر گیا تو وہاں یحیٰ اور عیسیٰ خالہ زاد بھائی بیٹھے ہیں۔ مجھے جبرائیل نے بتایا۔ یہ یحیٰؑ اور عیسیٰؑ ہیں ان کو سلام کیجئے' میں نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دے کر کہا مرحبا' کیا اچھا بھائی اور کیا اچھا نبی ہے۔

پھر جبرائیلؑ مجھے تیسرے آسمان پر لے کر پہنچے تو دروازہ کھلوایا' اندر سے دریافت ہوا کون؟ بتایا جبرائیل ہوں اور پوچھا کہ ساتھ کون ہے؟ بتایا محمدؐ ہیں' تو اندر سے آواز آئی کیا وہ منتخب رسول ہیں؟ تو جبرائیل نے تصدیق کی' اندر سے آواز آئی مبارک ہو' کیا خوب آئے دروازہ کھلا تو یوسف بیٹھے تھے' جبرائیل نے کہا' یہ یوسف ہیں ان کو سلام کہو' میں نے سلام کہا تو اس نے جواب دے کر کہا مرحبا' کیا اچھے بھائی اور کیا اچھے رسول ہیں۔

پھر جبرائیلؑ مجھے لے کر چوتھے آسمان پر چڑھے دروازے پر دستک دی تو پوچھا گیا کون؟ تو کہا جبرائیل' اندر سے سوال ہوا تیرے ساتھ کون ہے؟ تو اس نے کہا محمدؐ ہیں' اندر سے سوال ہوا کیا ان کو نبوت عطا ہو چکی ہے؟ جبرائیل نے کہاں جی ہاں! اندر سے آواز آئی مرحبا کیا خوب آئے جب میں اندر داخل ہوا تو ادریسؑ موجود تھے جبرائیل نے کہا' یہ ادریسؑ ہیں ان کو سلام کیجئے' میں نے سلام کیا اور اس نے جواب دے کر مرحبا کہا' کیا اچھا بھائی اور کیا اچھا نبی ہے۔

پھر جبرائیلؑ مجھے پانچویں آسمان پر لے کر گئے' دروازہ کھلوایا تو آواز آئی کون صاحب؟ تو جبرائیل نے کہا "میں ہوں جبرائیل" پھر دریافت ہوا ساتھ کون ہے' تو جبرائیل نے کہا محمدؐ ہیں' کیا ان کو رسالت عطا ہوئی ہے تو بتایا جی ہاں' اندر سے آواز آئی' مرحبا کیا خوب آئے' جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں ہارونؑ ہیں۔ جبرائیل نے کہا یہ ہارون ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا تو اس نے بھی جواب دے کر مرحبا **بالاخ الصالح والنبی الصالح** کہا۔

پھر جبرائیلؑ مجھے چھٹے آسمان پر لے کر پہنچے دروازہ پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی' کون؟ جواب دیا جبرائیل ہوں' پھر دریافت ہوا اور آپ کے ہمراہ کون ہے؟ بتایا محمدؐ ہیں' اندر سے مزید سوال کیا وہ رسول ہیں تو اس نے کہا ہاں! اندر سے آواز آئی مرحبا کیا خوب آئے جب میں اندر داخل ہوا تو موسیٰؑ بیٹھے ہیں' جبرائیل نے کہا یہ موسیٰؑ ہیں ان کو سلام کہو' میں نے سلام کہا اور اس نے جواب دے کر کہا' مرحبا' کیا اچھے بھائی اور اچھے نبی ہیں۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو وہ اشکبار ہو گئے دریافت ہوا تو کہنے لگے' میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوخیز میرے بعد مبعوث ہوا' اس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں جائیں گے۔

پھر جبرائیلؑ مجھے لے کر ساتویں آسمان تک پہنچے تو دروازہ کھلوایا' اندر سے دریافت ہوا کون؟ جواب دیا جبرائیل ہوں پھر پوچھا گیا اور ساتھ کون ہے؟ تو بتایا محمدؐ ہیں۔ اندر سے پوچھا گیا کیا وہ مبعوث ہیں؟ بتایا جی ہاں! اندر سے مرحبا کی آواز آئی کیا خوب آئے۔ جب میں اندر گیا تو ابراہیمؑ تشریف فرما ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا' یہ آپ کے والد محترم ہیں' ان کو سلام کہو' میں نے سلام کیا جواب دے کر کہا' خوش آمدید' کیا اچھا بیٹا' کیا اچھا

رسول' پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ وہاں چار نہریں ہیں۔ دو نہریں کھلی ہوئی اور دو اوپر سے بند ہیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کیا ہیں؟ فرمایا' بند نہریں تو جنت میں رواں دواں ہیں اور دو کھلی نہریں نیل اور فرات ہیں۔ پھر میرے سامنے بیت المعمور لایا گیا اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں' پھر میرے سامنے ایک شراب کا پیالہ اور ایک دودھ کا پیالہ اور ایک شہد کا پیالہ پیش کیا گیا۔ میں نے دودھ کا پیالہ پی لیا تو جبرائیل نے کہا' یہ اسلام کی فطرت ہے جس پر تو اور تیری امت قائم ہے۔

پھر مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ میں یہ تحفہ لے کر واپس چلا آیا اور چھٹے آسمان پر موسیٰ سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا' کیا حکم ملا؟ میں نے کہا روزانہ پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے تو اس نے ناصحانہ انداز میں کہا' تیری قوم بلاناغہ پچاس نماز پڑھنے کی سکت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے قبل لوگوں کا خوب تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل قوم میں سخت محنت اٹھائی ہے' واپس تشریف لے جائیے تخفیف کا سوال کیجئے۔ چنانچہ میں واپس گیا تو دس نمازیں معاف کر دیں گئیں' پھر میں موسیٰ' کے پاس آیا تو اس نے حسب سابق مجھے واپسی پر آمادہ کیا میں واپس ہوا تو پھر دس نمازیں معاف کر دی گئیں' پھر میں موسیٰؑ کے پاس آیا تو اس نے پھر وہی سوال دہرایا تو میں واپس ہو گیا تو مجھے دس نمازیں معاف کر دی گئیں پھر میں موسیٰ' کی خدمت میں حاضر ہوا تو پھر وہی سوال ہوا تو میں پھر واپس چلا آیا تو پھر مجھے دس نمازیں معاف کر دیں گئیں۔ پھر میں موسیٰ کے پاس آیا تو اس نے پھر اصرار کیا واپس جاؤ چنانچہ میں واپس گیا تو مجھے روزانہ صرف دس نمازوں کا حکم ہوا پھر موسیٰؑ نے وہی سوال دہرایا تو میں پھر واپس چلا گیا تو مجھے پنج گانہ نماز کا حکم ہوا پھر موسیٰ' کے پاس سے گزرا تو پوچھا (بسم امرت ء) کیا حکم ملا؟ میں نے عرض کیا روزانہ پانچ نمازیں' تو پھر موسیٰ نے کہا تیری قوم روزانہ پانچ نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے قبل لوگوں کا بڑا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل پر خوب زور ڈال چکا ہوں' واپس جائیے اور مزید تخفیف کا سوال کیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بار بار سوال کر کے شرمندہ ہوں' اب میں بخوشی تسلیم کر لیتا ہوں۔ جب میں یہ کہہ کر آگے بڑھا تو منادی نے مجھے کہا میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی۔

اسناد : یہ روایت (ہدبہ بن خالد' ہمام' قتادہ' انسؓ) مالک بن صعصعہ سے مروی ہے۔ بخاری' مسلم' ترمذی اور نسائی میں اس مذکور سند سے موجود ہے اور یہ روایت انس بن مالکؓ از ابیؓ بن کعب سے بھی مروی ہے اور انسؓ ابوذر سے بھی بیان کرتے ہیں اور متعدد اسناد سے براہ راست نبی علیہ السلام سے بھی نقل کرتے ہیں اور ہم یہ بالاستیعاب تفسیر (ابن کثیر) میں بیان کر چکے ہیں۔

عمدہ بحث : اس روایت میں بیت المقدس میں ٹھہرنے کا تذکرہ نہیں ہے۔ بعض راوی روایت کا کچھ حصہ (مخاطب کو معلوم ہونے) کی بنا پر حذف کر دیتے ہیں یا کبھی نسیان کا شکار ہو جاتے ہیں یا صرف اہم بات کو ذکر کر کے غیر اہم کو نظر انداز کر دیتے ہیں یا راوی کبھی مفصل روایت بیان کرتا ہے۔ اور کبھی مخاطب کا خیال کر کے مفید جملے بیان کر دیتا ہے۔ جو شخص ہر روایت کو ایک مستقل قصے پر احتمال کر کے ایک مستقل قصے کی بنیاد بنائے (جیسا کہ بعض کا وطیرہ ہے) وہ راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے' کیونکہ قریباً ہر روایت میں

انبیاء پر سلام کا تذکرہ موجود ہے اور ہر روایت میں ان سے تعارف منقول ہے اور ہر روایت میں پنج گانہ نماز کا ذکر ہے۔ بدیں وجہ تعدد واقعات ناممکن ہیں' واللہ اعلم۔ بعد ازیں امام بخاری نے **وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس** (۶۰/۱۷) ذکر کر کے ابن عباس کا مقولہ نقل کیا ہے (**ھی رویا عین اریھا رسول اللہ لیلۃ اسری بہ الی بیت المقدس**) یہ آنکھ سے دیکھنا ہے جو آنحضور ﷺ کو اس رات دکھایا گیا جس رات آپ کو بیت المقدس تک لے جایا گیا اور **الشجرۃ الملعونہ** (۱۷) سے مراد تھوہر کا درخت ہے۔

جبرائیل کی امامت : شب اسراء کی صبح' زوال کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیلؑ تشریف لائے' نماز کی کیفیت اور اس کے اوقات سے آگاہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے صحابہؓ جمع ہوئے اور جبرائیلؑ نے دوسرے روز آپؐ کو نماز پڑھائی۔ صحابہؓ آپ کی اقتدا کرتے تھے اور نبی علیہ السلام جبرائیلؑ کی۔ جیسا کہ ابن عباسؓ اور جابرؓ کی روایت میں مذکور ہے کہ جبرائیل نے مجھے بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ نماز پڑھائی' ہر نماز کا اول اور آخر وقت بتا دیا اور دونوں اوقات کے درمیان نماز پڑھنے کا وسیع وقت بتا دیا۔ مغرب کا ایک وقت ہے' اس میں وسعت بیان نہیں فرمائی' یہ مسئلہ ابو موسیٰؓ' بریدہ' عبداللہ بن عمرو کی روایات میں (جو مسلم میں منقول ہیں) مذکور ہے اس کی تفصیل ہماری کتاب الاحکام میں موجود ہے۔

ایک اشکال : صحیح بخاری میں معمر از زہری' عروہ' عائشہؓ سے روایت موجود ہے کہ ابتداء میں ہر نماز دو رکعت فرض ہوئی' پھر یہ دو رکعت نماز' سفر کی نماز قرار دے دی گئی' قیام اور حضر کی نماز میں دو رکعت کا اضافہ کر دیا گیا۔ یہ روایت زہری سے اوزاعی بھی بیان کرتے ہیں۔ نیز امام شعبی بھی بذریعہ مسروق' عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں' لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ نماز سفر کو دو رکعت قرار دینے والی حضرت عائشہؓ سفر میں چار رکعت نماز (کاملہ نماز) ادا کرتی ہیں۔ ایسے ہی حضرت عثمان کا عمل ہے۔ اس پر ہم نے سیر حاصل بحث تفسیر میں آیت (۱۰۱/۴) پر کی ہے۔

نماز سفر اور حسن بصری : امام بیہقی کہتے ہیں کہ حسن بصری کا مسلک ہے کہ اولاً قیام اور حضر کی نماز چار رکعت فرض ہوئی جیسا کہ اس نے نبی علیہ السلام سے شب معراج کے اگلے روز کی نماز کی کیفیت مرسل سند سے بیان کی ہے کہ ظہر' عصر چار چار رکعت' مغرب تین رکعت اور عشاء چار رکعت۔ مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعت میں جہر قرات کرتے تھے اور صبح کی نماز دو ہی رکعت اور ان میں جہری قرات کرتے تھے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔ غالباً حضرت عائشہؓ کا مطلب یہ ہے کہ معراج سے قبل ہر نماز دو رکعت تھی۔ جب پنج گانہ نماز فرض ہوئی تو حضر میں --- ہر نماز کی مذکورہ بالا رکعات --- مقرر کر دی گئیں اور سفر میں دو رکعت نماز پڑھنے کی رخصت فرمائی جیسا کہ قبل از معراج نماز ادا کی جاتی تھی۔ اس توجیہ کے مطابق قطعاً کوئی اشکال نہیں' واللہ اعلم۔

[illegible]

ضحاک نے ابن عباس سے بیان کیا ہے۔ یہود نے رسول اللہ ﷺ سے کسی معجزے کا مطالبہ کیا کہ اسے دیکھ کر وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' تو اللہ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا' ایک ٹکڑا صفا پر تھا اور دوسرا مروہ پر (یہ حالت انشقاق عصر اور مغرب کے درمیانی عرصہ تک قائم رہی) یہ منظر دیکھ کر (وہ بجائے ایمان لانے کے) کہنے لگے یہ صاف جادو ہے۔

حافظ ابو القاسم طبرانی نے عکرمہ از ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں چاند کو گہن لگا' تو کفار کہنے لگے' چاند پر جادو ہو گیا ہے۔ تو **اقتربت الساعة وانشق القمر** آیات نازل ہوئیں' یہ عمدہ سند ہے۔ اور اس میں ہے کہ اس رات چاند گہنایا ممکن ہے گہن کی وجہ سے اکثر لوگوں کو شق قمر نظر نہ آیا ہو' بایں ہمہ دنیا کے اکثر ممالک میں اس کا مشاہدہ کیا گیا۔ مشہور ہے کہ ہندوستان کے کسی علاقہ میں اس کی یادگار تعمیر کی گئی اور شق قمر کی رات سے تاریخ کا آغاز کیا۔

حدیث ابن عمر : حافظ ابوبکر بیہقی' (ابو عبداللہ الحافظ' ابوبکر احمد بن حسن القاضی' ابو العباس اصم' عباس بن محمد دوری' وھب بن جریر' شعبہ اعمش' مجاہد) عبداللہ بن عمر سے **اقتربت الساعة وانشق القمر** کے بارے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں چاند دو ٹکڑے ہوا ایک ٹکڑا چاند کا' پہاڑ کے اس طرف اور دوسرا پہاڑ کے دوسری جانب' تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اللّٰھم اشھد**' یااللہ! ان کی نافرمانی پر گواہ رہ۔ مسلم نے بھی اس طرح بیان کیا ہے اور ترمذی میں بھی شعبہ از اعمش از مجاہد از ابن عمر منقول ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور مسلم میں مجاہد از ابی معمر از ابن مسعود کی روایت کی طرح بھی مذکور ہے۔

حدیث عبداللہ بن مسعود : امام احمد (سفیان' ابن ابی نجیح' مجاہد' ابی معمر) ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں چاند دو ٹکڑے ہوا اور اتنی دیر باقی رہا کہ انہوں نے خوب دیکھ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اشھدوا** دیکھ لو۔

صحیحین میں بھی یہ روایت سفیان بن عیینہ سے مذکور ہے نیز (اعمش از ابراہیم از ابی معمر از عبداللہ بن سمرہ از) عبداللہ بن مسعود منقول ہے کہ چاند شق ہوا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ منیٰ میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' **اشھدوا** گواہ رہو' ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ لفظ البخاری۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ابوالضحیٰ از مسروق از ابن مسعود منیٰ کی بجائے مکہ بیان کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا روایت سفیان کی متابعت محمد بن مسلم از ابن ابی نجیح از مجاہد از ابی معمر از عبداللہ بن مسعود نے کی ہے۔

ابوداؤد طیالسی نے ابوالضحیٰ از مسروق از ابن مسعود بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد رسالت میں چاند پھٹ گیا تو قریش نے کہا یہ محمدؐ کے سحر کا اثر ہے۔ بعض نے کہا باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو' اگر انہوں نے بھی یہ دیکھا ہو تو محمدؐ سچے ہیں اگر انہوں نے یہ نہ دیکھا' تو یہ بلاشبہ جادو ہے۔ چنانچہ ہر طرف سے آنے والے مسافروں سے پوچھا گیا' تو انہوں نے کہا ہم نے بھی یہ منظر دیکھا ہے۔ ابو نعیم نے اعمش از ابی الضحیٰ (حدیث جابرؓ) بیان کی ہے۔

امام احمدؒ (مؤمل' اسرائیل' سماک' ابراہیم' اسود) عبداللہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

کے عہد مبارک چاند شق ہوا میں نے پہاڑ کو اس کے دو ٹکڑوں کے درمیان سے دیکھا۔ ابن جریر نے بھی یہ روایت اسباط از سماک بیان کی ہے۔ ابو نعیم' (ابوبکر طلحی' ابو حصین محمد بن حسین دداعی' یحیٰ حمانی' یزید' عطاء' سماک' ابراہیم' علقمہ) عبداللہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ منیٰ میں تھے کہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے تھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا گواہ رہو' گواہ رہو۔ ابو نعیم' (سلیمان بن احمد' جعفر بن محمد قلانسی' آدم بن ابی ایاس' لیث بن سعد' ہشام بن سعد' عتبہ' عبداللہ بن عتبہ) ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ چاند شق ہوا تو ہم مکہ میں تھے میں نے اس کا ایک ٹکڑا منیٰ کے پہاڑ کے اوپر دیکھا اور ہم مکہ میں تھے۔

احمد بن اسحاق' (ابوبکر بن ابی عاصم' محمد بن حاتم' معاویہ بن عمرو' زائدہ' عاصم' زر) عبداللہ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ چاند مکہ میں شق ہوا میں نے اس کے دو ٹکڑے دیکھے۔ احمد بن اسحاق نے (علی بن سعید بن مسروق' موسیٰ بن عمیر' منصور بن معتمر' زید بن وھب) عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کیا ہے کہ میں نے واللہ! چاند کو دو ٹکڑے دیکھا۔ ان دو ٹکڑوں کے درمیان سے کوہ حرا نظر آ رہا تھا۔ ابو نعیم نے (بہ سند سدی صغیر از کلبی از ابی صالح از) ابن عباس نقل کیا ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا الگ ہو گیا اور ایک ٹکڑا وہیں باقی کھڑا رہا۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے کوہ حراء کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان سے دیکھا' چاند کا ایک ٹکڑا علیحدہ ہو گیا۔ اہل مکہ نے حیرت انگیز نظارہ دیکھ کر کہا۔ یہ مصنوعی جادو ہے' فوراً ختم ہو جائے گا' مگر یہ عصر سے لے کر مغرب تک کے درمیانی عرصہ تک قائم رہا۔ لیث بن ابی سلیم نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تو نبی علیہ السلام نے ابوبکر سے کہا اے ابوبکر! گواہ رہو اور مشرکین نے کہا اس کا جادو چاند پر چل گیا ہے اور وہ پھٹ گیا ہے۔

علم رجال سے آشنا اور اس میں بصیرت رکھنے والوں کے لئے یہ مضبوط اور متعدد سندیں' قطعی علم اور یقین کی مستوجب ہیں اور بعض قصہ گو جو یہ بیان کرتے ہیں کہ چاند زمین پر آ گرا اور رسول اللہ ﷺ کی ایک آستین میں داخل ہو کر دوسری سے باہر نکل آیا۔ بالکل بے اصل ہے محض کذب و افترا ہے' درست نہیں۔ چاند جب پھٹا تو آسمان سے جدا نہیں ہوا' رسول اللہ ﷺ نے جب اشارہ کیا تو وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا کوہ حراء کے پیچھے چلا گیا اور لوگوں نے پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان سے دیکھا جیسا کہ ابن مسعود نے بتایا ہے کہ خود اس نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ مسند احمد میں بہ روایت انسؓ جو مروی ہے کہ مکہ میں چاند دو دفعہ پھٹا' یہ محل نظر ہے۔ بہ ظاہر یہ متبادر ہے کہ ان کا مقصد ہو گا کہ یہ دو ٹکڑے ہوا' واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا' جناب ابوطالب کی وفات ۱۰ نبوت : ابوطالب کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ خدیجہؓ بنت خویلد فوت ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ابوطالب سے قبل فوت ہوئیں مگر مشہور پہلا قول ہے۔ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ پر نہایت مشفق اور مہربان تھے۔ ابوطالب باہر اور خدیجہؓ گھر کے اندر' یہ کافر ہے اور وہ ایماندار رضی اللہ عنہا۔ بقول ابن اسحاق' ابو طالب اور خدیجہؓ دونوں

ایک ہی سال میں فوت ہوئے' حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ پر مصائب کی افزائش ہو گئی کیونکہ حضرت خدیجہ آپ کے دکھ درد میں شریک اور مددگار تھی۔

سر پر مٹی ڈال دی : اور عم محترم ابوطالب کی موت کے بعد رسول اللہ ﷺ پر ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے معاون و مددگار اور غم گسار تھے اور یہ ہجرت مدینہ سے تین سال قبل کا سانحہ ہے۔ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو قریش رسول اللہ ﷺ کو اس قدر ستاتے اور بے رحمی سے پیش آتے جس کا ابوطالب کی زندگی میں تصور بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز ایک احمق قریشی نے آپ کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اسی حالت میں اپنے گھر تشریف لائے (آپ کی صاحبزادی نے دیکھا) تو پانی سے سر دھو رہی تھیں (اور فرط محبت سے) رو رہی تھیں اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے بیٹی! رو نہیں' اللہ تیرے باپ کا محافظ ہے۔ اور آپ دریں اثنا یہ بھی فرما رہے تھے کہ ابوطالب کی زندگی میں قریش مجھے ایسی کریہہ ایذا پہنچانے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بعض پڑوسی آپ کی ہانڈی میں کوڑا کچڑا ڈال دیتے' جیسا کہ مجھے عمر بن عبداللہ نے عروہ سے بتایا ہے آپ اسے لکڑی پر اٹھا کر باہر نکالتے اور ہانڈی میں ڈالنے والے کے دروازے پر پھینک کر کہتے' اے اولاد عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟ پھر آپ دروازے سے اٹھا کر دور راستے میں پھینک دیتے۔ ابو اسحاق بیان کرتے ہیں جب ابوطالب بیمار ہوئے اور قریشیوں کو بھی آپ کی بیماری کا علم ہوا تو وہ آپس میں کہنے لگے۔ حمزہؓ اور عمرؓ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور اسلام کئی ایک قبائل میں پھیل چکا ہے اب ابو طالب کے پاس چلو کہ وہ ہمارا' اپنے بھتیجے کے ساتھ معاہدہ طے کرا دے' واللہ ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہمارے امور پر غالب آجائیں گے۔

ابوطالب کی مرض موت : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عباس بن عبداللہ بن معبد نے اپنے کسی رشتہ دار کی معرفت ابن عباس سے بتایا کہ جب رؤسائے قریش --- عتبہ بن ربیعہ --- شیبہ بن ربیعہ' ابوجہل' امیہ بن خلف ابوسفیان بن حرب وغیرہ قریشیوں --- نے ابوطالب سے بات کی' جناب ابوطالب! آپ جانتے ہیں کہ قریش میں آپ عالی مرتبت ہیں' آپ اپنے مرض موت سے بھی آگاہ ہیں۔ آپ کے بھتیجے کے ساتھ ہمارے تعلقات کی کشیدگی کا بھی آپ کو علم ہے آپ اسے بلائیں' ہمارا اور اس کا معاملہ طے کرا دیں' وہ ہم پر زبان درازی نہ کرے' ہم اس سے تعرض نہ کریں گے' وہ ہمیں اور ہمارے دین کو برا بھلا کہنا چھوڑ دے ہم اس کو اور اس کے دین کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں گے۔

چنانچہ ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کو بلوا کر کہا' اے ابن اخ! اے بھتیجے! یہ رؤسائے قریش آپ کے پاس ایک بات طے کرنے کے لئے آئے ہیں "کچھ دو اور کچھ لو" کے اصول کے تحت' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چچا جان! بس ایک کلمے کا میں آپ سے طالب ہوں جس سے تم سارے عرب کے مالک بن جاؤ گے اور عجم تمہارے تابع ہو جائیں گے' تو ابوجہل نے کہا' ہاں! تیرے باپ کی قسم! ایک نہیں (بلکہ دس کلمے) کا مطالبہ پورا کرنے کو تیار ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم "لا الہ الا اللہ" پڑھو اور اس کے علاوہ دیگر

معبودوں کو چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ تالیاں بجا کر کہنے لگے' اے محمد! کیا تو نے کئی معبودوں کی طرح صرف ایک معبود بنا دیا تیری بات بڑی عجیب ہے۔ پھر وہ آپس میں کہنے لگے واللہ! وہ تمہاری بات ماننے کا نہیں۔ چلو! اپنے دین پر قائم رہو' یہاں تک کہ اللہ تمہارے اور اس کے درمیان اپنا حکم نافذ کر دے' یہ کہتے ہوئے وہ ابو طالب کے پاس سے چلے گئے۔

ابو طالب کا ایمان : پھر ابو طالب نے کہا واللہ! اے پسر برادر! میرے خیال میں تم نے ان سے کوئی بے جا بات نہیں کہی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کو اس کے ایمان لانے کی امید ہوئی تو آپ فرمانے لگے اے چچا جان! آپ یہ کہہ دیں' میں قیامت کے روز اس کی بدولت آپ کی شفاعت پر قادر ہو جاؤں گا' ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کی خواہش اور تمنا کے مدنظر کہا' اے بھتیجے! واللہ اگر مجھے اپنے بعد آپ کی اور آپ کے خاندان کی عار و ملامت کا اندیشہ نہ ہوتا اور قریش کے اس گمان کا (کہ میں نے یہ موت کے ڈر سے کہا ہے) خطرہ نہ ہوتا تو میں یہ کہہ دیتا' "صرف آپ کی مسرت کے لئے کہتا" جب ابو طالب کی نزع کا وقت آیا تو عباس نے اسے ہونٹ ہلاتے ہوئے دیکھا اور اس کی طرف اپنا کان جھکا دیا' تو عباس نے کہا اے پسر برادر! ابو طالب نے وہی کلمہ کہا ہے جو آپ نے اسے پڑھنے کو کہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "**لم اسمع**" میں نے نہیں سنا' اور اللہ تعالیٰ نے ان رؤسائے قریش کے بارے میں آیات نقل فرمائیں' قسم ہے قرآن کی جس میں نصیحت ہے مگر اس کا کیا علاج کہ کافر گھمنڈ اور ضد میں پڑ گئے ہیں۔ (۳۸/۲) ہم نے اس آیت پر تفسیر میں خوب بحث کی ہے' وللہ الحمد والمنتہ۔

بعض غالی شیعہ وغیرہ نے جناب عباس کے درج ذیل قول سے استدلال لیا ہے کہ ابو طالب مسلمان فوت ہوئے۔ **یا ابن اخی! لقد قال اخی الکلمة التی امرته ان یقولها یعنی لا اله الا اللّٰه** اے بھتیجے! میرے بھائی' ابو طالب نے وہ کلمہ (لا الہ الا اللہ) جو آپ نے ان سے کہنے کو کہا تھا وہ کہہ دیا ہے۔ بوجوہ اس کا جواب یہ ہے کہ سند میں ایک مجہول اور مبہم عن بعض اهله کسی قریشی عزیز سے --- راوی ہے جس کے حالات بھی نامعلوم ہیں۔ ایسے نامعلوم اور مجہول حال راوی کی روایت میں توقف ہوتا ہے جبکہ وہ منفرد ہو (اور یہاں صورت حال یہی ہے)

امام احمد' نسائی' ابن جریر نے (بہ سند ابی اسامہ' اعمش' عباد' سعید بن **جبیر**) سے مذکورہ بالا روایت کی طرح بیان کیا ہے اور عباس کا مذکورہ بالا جملہ اس میں مذکور نہیں۔ نیز (ثوری' اعمش' یحییٰ بن عمارہ کوفی' سعید بن جبیر) ابن عباس سے مروی اور اس میں بھی عباس کا مذکورہ بالا جملہ موجود نہیں۔ ترمذی نے بھی اس کو بیان کر کے اس کی تحسین کی ہے۔ نسائی اور ابن جریر نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ امام بیہقی نے (ثوری' اعمش' یحییٰ بن عمارہ کوفی' سعید بن **جبیر**)' ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش عیادت کے لئے آئے اور رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لائے' ابو طالب کے سرہانے کی طرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش تھی' ابو جہل اپنی جگہ سے اٹھ کر سرہانے والی جگہ پر بیٹھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ قریب نہ بیٹھ سکیں۔ پھر قریش نے ابو طالب کے پاس رسول اللہ ﷺ کا شکوہ کیا تو ابو طالب نے کہا اے بھتیجے! آپ کا قوم سے کیا مطالبہ ہے؟

تو آپؐ نے فرمایا یا عم! چچا جان! میں ان سے ایک کلمے کا مطالبہ کرتا ہوں جس کے باعث سارا عرب ان کے مطیع ہو جائے گا اور عجم ان کو جزیہ ادا کرے گا صرف ایک کلمہ' ابوطالب نے کہا وہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "لا الہ الا اللہ" یہ سن کر سب پکار اٹھے (۳۸/۵) اس نے کئی خداؤں کو ایک خدا کر دیا ہے۔ یہ تو بڑی انوکھی بات ہے اور اس بارے سورہ ص کی سات آیات نازل ہوئیں۔

ابن اسحاق کی مبہم راوی والی روایت کے ایک اصح ترین روایت مخالف ہے۔ جو امام بخاری نے محمود' عبدالرزاق' معمر' زہری' ابن مسیب سے بیان کی ہے کہ ابوطالب بستر مرگ پر تھے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ابوجہل پہلے سے وہاں موجود تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' چچا جان لا الہ الا اللہ' کلمہ توحید پڑھیے میں آپ کے لئے اللہ کے ہاں اس کے باعث جھگڑوں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے اے ابوطالب! کیا آپ عبدالمطلب کے دین سے منحرف ہو جاؤ گے؟ وہ دونوں مسلسل ابوطالب سے بات کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے آخری کلمات یہ کہے۔ علی ملة عبدالمطلب عبدالمطلب کی ملت پر' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا' تو اس وقت یہ آیت اتری (۹/۱۱۳) رسول کو نہیں چاہئے اور نہ ایمان والوں کو کہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا مانگیں' گو وہ ان کے رشتہ دار ہوں' جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ مشرک دوزخی ہیں اور یہ آیت (۵۶،۲۸) نازل ہوئی۔ اے پیغمبر تو جس کو چاہے نیک راہ پر نہیں لگا سکتا۔

امام مسلم نے اس روایت کو اسحاق بن ابراہیم اور عبداللہ کی معرفت عبدالرزاق سے روایت کیا ہے۔ نیز صحیحین میں یہ روایت زہری از سعید بن مسیب از مسیب بھی مذکور ہے اور اس میں اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کلمہ توحید پیش کرتے رہے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بار بار ابوطالب سے وہی بات دہراتے رہے یہاں تک کہ اس نے آخری الفاظ یہ کہے (علی ملة عبدالمطلب) اور اس نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تیرے لئے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا' تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورت توبہ کی آیت نمبر ۱۱۳ اور سورت قصص کی آیت نمبر ۵۶ نازل فرمائی۔

مسند احمد' مسلم شریف' ترمذی اور نسائی میں یزید بن کیسان' ابو حازم' ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ابوطالب بستر مرگ پر تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا اے چچا جان! لا الہ الا اللہ کہو' میں آپ کے لئے اس کی قیامت کے روز گواہی دوں گا' تو ابوطالب نے کہا' اگر قریش کے اس طنز و ملامت کا خطرہ نہ ہوتا کہ اس نے موت کے ڈر سے یہ کہا ہے تو میں یہ کلمہ کہہ کر آپ کی آنکھ ٹھنڈی کر دیتا اور یہ محض آپ کے آرام و راحت کے لئے کہتا' تو اس وقت سورہ قصص کی آیت (۲۸/۵۶) نازل ہوئی۔ ابن عباس' ابن عمر' مجاہد' شعبی اور قتادہ کا یہی قول ہے کہ مذکورہ بالا آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب کو کلمہ توحید کہنے کے لئے کہا اور اس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے آبا کی ملت پر قائم ہے اور آخری الفاظ تھے "ھو علی ملة عبدالمطلب" وہ ملت عبدالمطلب پر مر رہا ہے۔

ان سب روایات کی تائید امام بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے جو (مسروق' یحییٰ' سفیان' عبدالملک بن عمیر' عبداللہ بن حارث) عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا آپ کے چچا کو آپ سے کیا فائدہ پہنچا کہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے دشمنوں سے بر سر پرخاش رہتے تھے' تو آپ نے فرمایا وہ دوزخ کی آگ میں صرف ٹخنوں تک ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نیچے طبقے میں ہوتے۔ مسلم میں یہ روایت کئی اسناد سے عبدالملک بن عمیر سے مذکور ہے اور صحیحین میں لیث' ابن الہاد' عبداللہ بن خباب' ابوسعید سے مروی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جبکہ ابوطالب کا تذکرہ ہو رہا تھا تو آپ نے فرمایا شاید قیامت کے روز اس کو میری شفاعت مفید ہو ان کو ٹخنوں تک عذاب کر دیا جائے' اس وجہ سے اس کا دماغ ابل رہا ہو گا۔

مسلم شریف میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہو گا۔ آگ کے جوتے پہنے ہوں گے جس سے ان کا دماغ ابل رہا ہو گا اور "مغازی یونس بن بکیر" میں ہے اس کا اثر دماغ تک پہنچے گا کہ دماغ پگھل کر اس کے پاؤں پر بہہ رہا ہو گا۔ (ذکرہ سہیلی) حافظ بزار نے مسند میں (عمرو بن اسماعیل بن مجالد' اسماعیل بن مجالد' مجالد' شعبی) جابر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا' آیا آپ نے ابوطالب کو فائدہ پہنچایا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں اس کو گہری آگ سے نکال کر ٹخنوں تک آگ میں لے آیا ہوں (تفرد به البزار)

بات نہ قبول کرنے کی وجہ : امام سہیلی کہتے ہیں کہ حضرت عباس نے کلمہ توحید والی بات رسول اللہ ﷺ کی اس وجہ سے قبول نہیں کی کہ وہ اس وقت کافر تھے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابوطالب کے مسلمان ہونے کی روایت ہی ضعف سند کی وجہ سے صحیح نہیں۔ (جیسا کہ گزر چکا ہے) اس کی دلیل یہ ہے کہ عباسؓ نے بعد ازیں رسول اللہ ﷺ سے ابوطالب کو فائدہ پہنچانے کی بابت دریافت کیا اور آپ نے اسے جواب دیا کہ وہ نہایت ہلکے عذاب میں ہے بالفرض روایت عباس کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو ممکن ہے کہ کلمہ توحید اس نے عالم نزع میں فرشتہ اجل دیکھنے کے بعد کہا ہو جب ایمان مفید نہیں ہوتا' واللہ اعلم۔

کفن و دفن : ابوداؤد طیالسی' (شعبہ' ابو اسحاق' ناجیہ بن کعب) علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب فوت ہوئے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ آپ کے چچا فوت ہو گئے ہیں' تو آپؐ نے فرمایا جاؤ اسے دفن کرو' میں نے عرض کیا وہ تو بحالت شرک فوت ہوا ہے' فرمایا جاؤ اسے دفن کرو' دفن کے بعد' کسی کام میں مشغولیت سے قبل' میرے پاس چلے آنا۔ چنانچہ میں دفن کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو آپ نے مجھے غسل کا حکم فرمایا۔ امام نسائی نے یہ روایت محمد بن مثنیٰ از منذر از شعبہ بیان کی ہے۔

ابوداؤد' نسائی میں (سفیان از ابواسحاق از ناجیہ از علیؓ) مذکور ہے کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو میں نے عرض کیا آپؐ کا گمراہ چچا فوت ہو چکا ہے۔ اسے کون دفن کرے؟ آپ نے فرمایا **اذهب فوار اباک ولا تحدثن شیئا حتی تاتینی** میں آیا تو آپ نے مجھے غسل کا حکم فرمایا اور مجھے ایسی دعاؤں سے نوازا کہ ساری دنیا ان کے معاملہ میں میرے نزدیک ہیچ ہے۔

حافظ بیہقی نے (ابوسعید مالینی' ابو احمد بن عدی' محمد بن ہارون بن حمید' محمد بن عبدالعزیز بن رزمہ' فضل بن ابراہیم' ابراہیم بن عبدالرحمان خوارزمی' ابن جریج' عطاء) ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام ابوطالب کے جنازہ سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا' اے چچا! آپ نے صلہ رحمی کی' آپ کو جزائے خیر دی جائے۔

ابو الیمان ہوازنی سے یہ روایت مرسل بھی مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ابوطالب کی قبر پر ٹھہرے نہیں' ابراہیم بن عبدالرحمان خوارزمی راوی اس میں مجروح ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں ابراہیم خوارزمی سے فضل بن موسیٰ سینانی اور محمد بن سلام بیکندی وغیرہ روایت کرتے ہیں بایں ہمہ امام ابن عدی کہتے ہیں کہ وہ معروف نہیں اور اس کی تمام احادیث درست نہیں۔

ابوطالب کی عظمت : ابوطالب رسول اللہ ﷺ کی حمایت و حفاظت اور مخاصمت قریش میں پیش پیش تھے' آپ کا اور صحابہ کا دفاع کرتے تھے۔ آپ کی مدح سرائی اور تعریف و ستائش میں رطب اللسان تھے۔ قصیدہ لامیہ میں آپؐ اور صحابہؓ کے ساتھ مہر و الفت اور مودت و محبت کا بے مثال مظاہرہ کیا ہے۔ مخالفین پر نکتہ چینی اور چوٹ ایسی فصیح و بلیغ زبان' ہاشمی اور مطلبی طرز بیان سے ایسے لاجواب اشعار میں اظہار کیا کہ کسی عربی کو اس کا معارضہ اور مقابلہ دشوار ہے اور وہ اس بے مثال کردار کے حامل ہوتے ہوئے یہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سچے' اچھے اور صاحب کردار ہیں۔ مگر بایں ہمہ صفات' آپ کا دل مومن نہ تھا' دل کے علم اور زبان سے تصدیق کرنے میں بڑا تفاوت ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی کتاب الایمان کی شرح میں ہم نے مفصل بیان کیا ہے۔ اسی کی بین دلیل کلام الٰہی (۲/۱۴۶) ہے "اہل کتاب حضرت محمدؐ کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو ایک فریق ان میں سے جان بوجھ کر حق بات چھپاتا ہے۔" فرعون کی بابت قرآن (۲۷/۱۴) میں مذکور ہے "وہ زبان سے انکار کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں یقین آ گیا ہے۔ موسیٰؑ نے فرعون کو مخاطب کر کے کہا تھا' تو خوب جانتا ہے کہ ان معجزات کو زمین و زمان کے مالک نے غور کرنے کے لئے اتارا ہے اور میں تو سمجھتا ہوں اے فرعون تو تباہ ہونے والا ہے۔"

ینؤن کا شان نزول : بعض کا خیال ہے کہ وھم ینھون عنه وینؤن عنه (۶/۲۵) ابوطالب کے بارے نازل ہوئی کہ وہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی سے روکتے تھے اور خود آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے رکتے تھے۔ یہ ابن عباس' قاسم بن مخیمرہ' حبیب بن ابی ثابت' عطا بن دینار اور محمد بن کعب وغیرہ سے منقول ہے' لیکن محل نظر ہے' واللہ اعلم۔

درست توجیہ : ابن عباس سے ایک روایت میں منقول ہے کہ کافر لوگوں کو حضرت محمدؐ پر ایمان لانے سے روکتے تھے۔ مجاہد' قتادہ اور ضحاک وغیرہ سے یہی مروی ہے اور یہ ابن جریر کا مختار قول ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت ان مشرکین کے رویہ کی مذمت کے لئے نازل ہوئی' جو اسلام سے دور رہنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس سے منع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے (۶/۲۵) فرمایا' "بعض ایسے بھی ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں اور ان کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دیئے ہیں اور ان کے کانوں کو بہرہ کر دیا ہے اور اگر وہ معجزے دیکھیں تو ایک پر بھی ایمان نہ لائیں وہ تو یہاں تک پہنچے ہیں کہ جب تیرے

پاس جھگڑا کرنے کیلئے آتے ہیں تو یہ کافر کہتے ہیں قرآن ہے کیا' اس میں کیا رکھا ہے اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں اور کچھ نہیں وہ لوگوں کو اس سے روکتے ہیں اور خود بھی الگ رہتے ہیں۔"

آیت مذکورہ میں "ھم" ضمیر جمع سے مراد کفار کی جماعت ہے اور **وان یھلکون الا انفسم وما یشعرون** (۶/۲۶) اپنے تئیں آپ تباہ کرتے ہیں اور سمجھتے نہیں' میں بھی انہی لوگوں کی مذمت مراد ہے' ابوطالب اس گھٹیا کردار کے حامل نہ تھے' بلکہ وہ تو لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی سے اپنے جان و مال اور قول و فعل سے باز رکھتے تھے۔ لیکن بایں محبت و جان نثاری اللہ تعالیٰ نے ایمان ان کے مقدر میں نہ لکھا تھا' اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمت و مصلحت مضمر ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے مغفرت و بخشش مانگنے سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم ابوطالب کے لئے ضرور مغفرت و رحمت کی دعا کرتے۔

ام المومنین حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کی وفات : حضرت خدیجہ **رضی اللہ عنہا وارضاھا وجعل الجنۃ مثواھا** کے فضائل و مناقب کا بیان اور یہ سب صادق و مصدوق اور رسول مقبول کی زبانی اور وحی کی ترجمان سے منقول ہیں کہ خود بنفس نفیس رسول اللہ ﷺ نے اس کو جنت میں خول دار موتی کے محل کا مژدہ سنایا جس میں شور و شغب نہیں ہے۔

کب فوت ہوئیں : یعقوب بن سفیان' ابو صالح' لیث' عقیل' امام زہری سے بیان کرتے ہیں کہ عروہ کا قول ہے کہ حضرت خدیجہ نماز کے فرض ہونے سے قبل فوت ہوئیں۔ ایک اور سند سے امام زہری سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہؓ مکہ میں نماز کی فرضیت اور ہجرت سے قبل فوت ہوئیں' بقول ابن اسحاق ابوطالب اور خدیجہ ایک ہی سال میں فوت ہوئے۔ حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ میری دانست کے مطابق خدیجہؓ ابوطالب کی وفات کے تین روز بعد فوت ہوئیں (ابن مندہ نے کتاب المعرفۃ میں اور استاذ ابو عبداللہ الحافظ مزی نے بھی یہ بیان کیا ہے) واقدی کا خیال ہے کہ خدیجہ اور ابوطالب تین سال قبل از ہجرت فوت ہوئے جس سال شعب ابی طالب سے باہر آئے اور خدیجہؓ ابوطالب سے ۳۵ شب قبل فوت ہوئیں۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان سیرت نگاروں کا مطلب یہ ہے کہ شب معراج میں پنج گانہ نماز فرض ہونے سے قبل فوت ہوئیں۔ مناسب یہ تھا کہ ہم امام بیہقی وغیرہ کی ترتیب کے مطابق خدیجہ اور ابوطالب کی وفات کا تذکرہ معراج کے بیان سے قبل کرتے' لیکن ہم نے معراج کے بعد اس کو ایک مقصد کے تحت بیان کیا ہے۔ جس سے آپ عنقریب آگاہ ہو جائیں گے اور اس ترتیب سے کلام میں نظم و نسق بھی پیدا ہو جائے گا' ان شاء اللہ۔

امام بخاری (قتیبہ' محمد بن فضیل' عمارہ' ابی زرعہ) ابوہریرہ سے بیان کرتے ہیں کہ جبرائیلؑ نے کہا یارسول اللہ ﷺ کہ خدیجہ ایک برتن میں سالن یا کھانا اور پانی لئے آرہی ہیں جب وہ یہاں آئیں تو ان کو میرا اور اللہ کا سلام کہنا اور ان کو جنت میں خول دار موتی کے محل کی بشارت دینا جس میں کوئی شوروغل نہیں' یہ روایت امام مسلم نے بھی محمد بن فضیل بن غزوان سے بیان کی ہے۔ امام بخاری نے (مسدد' یحییٰ) اسماعیل سے بیان کیا

ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا آیا رسول اللہ ﷺ نے خدیجہؓ کو "جنت کا" مژدہ سنایا تو اس نے کہا' جی ہاں! جنت میں ایسے خول دار محل کا مژدہ سنایا جس میں شوروغل اور تھکن نہ ہو گی۔ صحیحین میں بھی اسماعیل بن ابی خالد سے مروی ہے۔

امام سہیلی کہتے ہیں کہ ان کو جنت میں "قصب" یعنی خول دار موتی کے محل کی بشارت اس لئے سنائی کہ وہ ایمان کی طرف گوئے سبقت لے گئیں اور شور و شغب سے پاک مکان کی اس لئے خوشخبری سنائی کہ اس نے کبھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے بلند آواز سے گفتگو نہ کی تھی' اور کبھی آپ کو شوروغل اور ایذا رسانی سے پیش نہ آئیں۔ ہشام بن عروہ از عروہ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ عائشہؓ نے کہا میں نے آپ کی ازواج مطہرات پر کبھی غیرت اور رشک کا اظہار نہیں کیا جس قدر حضرت خدیجہ سے کیا حالانکہ وہ میری شادی سے قبل فوت ہو چکی تھیں کیونکہ آپ ان کو بکثرت یاد فرماتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسے جنت میں خول دار موتی کے محل کی خوشخبری دینے کو بھی کہا' آپ بکری ذبح کرتے تو خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بقدر کفایت گوشت کا تحفہ ارسال کرتے۔ (لفظ بخاری)

ایک روایت میں عائشہؓ سے مروی ہے کہ مجھے کسی عورت پر غیرت نہیں آئی جس قدر خدیجہ پر آئی کہ رسول اللہ ﷺ اس کو بکثرت یاد کرتے تھے' حالانکہ تین سال بعد میں رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں موتی کے ایک محل کی خوشخبری سنائی اور ایک روایت میں ہے کہ عائشہؓ نے کہا میں نے آپ کی ازواج مطہرات پر کبھی غیرت اور رشک کا اظہار نہیں کیا جس قدر حضرت خدیجہ سے کیا حالانکہ وہ میری شادی سے قبل فوت ہو چکی تھیں کیونکہ آپ ان کو بکثرت یاد فرماتے تھے۔ آپ بکری ذبح کرتے تو خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بقدر کفایت گوشت کا تحفہ ارسال کرتے۔ بعض اوقات میں کہتی کہ دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہ تھی تو آپ فرماتے کہ وہ تو ان ان خوبیوں کی مالک تھی اور اس سے میری اولاد بھی تھی۔

امام بخاری (اسماعیل بن خلیل' علی بن مسہر' ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ خدیجہ کی ہمشیرہ ہالہ نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ کو (ان کی آواز سے) خدیجہ کا اجازت مانگنا یاد آیا تو گھبرا کر کہا **اللّٰھم ھالہ** یااللہ! کیا یہ ہالہ ہے۔ مجھے رشک آیا میں نے کہا' کیا آپ ایک قریش کی بوڑھی عورت کو یاد کرتے ہیں۔ (جس کے منہ کے دانت گر کر صرف) سرخ سرخ مسوڑھے باقی رہ گئے تھے۔ نہ منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ اللہ نے اس کے بدلے آپ کو اس سے اچھی عورت عنایت فرمائی۔ امام مسلم نے بھی یہ روایت سعید بن سعید از علی بیان کی ہے۔

آیا عائشہؓ افضل ہیں : اس بات کو برقرار رکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عائشہؓ خدیجہؓ سے برتر اور بہتر ہیں فضیلت یا معاشرت میں کیونکہ آپ نے اس کی بات کو نہ برا مانا نہ تردید کی' جیسا کہ امام بخاری کے سیاق اور بیان سے واضح ہے۔ لیکن امام احمد نے (موئل ابو عبدالرحمان' حماد بن سلمہ' عبدالملک بن عمیر' موسیٰ بن طلحہ) عائشہؓ سے بیان کیا ہے' رسول اللہ ﷺ نے ایک روز خدیجہ کا تذکرہ کیا اور خوب تعریف کی تو مجھے غیرت

آئی۔ میں نے کہا یارسول اللہ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے قریش کی بوڑھی اور سرخ مسوڑے والی فوت شدہ عورت کی بجائے عمدہ عورت عطا کر دی ہے۔ (پھر بھی آپ اس کی یاد میں محو رہتے ہیں) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا ایسی تبدیلی میں نے کبھی نہ دیکھی تھی ماسوائے وحی کے نازل ہونے کے وقت یا ابر باراں کے وقت تاآنکہ معلوم ہو جائے کہ وہ رحمت و برکت ہے یا زحمت و عذاب ہے۔ یہ روایت بہز بن اسد اور عثمان بن مسلم بھی حماد بن سلمہ سے بیان کرتے ہیں۔ (اس میں بعض الفاظ کا فرق ہے' مفہوم وہی ہے) یہ عمدہ سند ہے۔ **(تفرد بہ احمد)**

امام احمد (ابن اسحاق' مجلد' شعبی مسروق) عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب خدیجہؓ کا تذکرہ آتا تو رسول اللہ ﷺ ان کے حسن سلوک کی خوب تعریف کرتے' عائشہؓ کہتی ہیں (مجھے یہ حسن سلوک کا ذکر سنتے سنتے) ایک دن غیرت آگئی میں نے کہا' آپ کس قدر ایک بوڑھی سرخ مسوڑوں والی عورت کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی بجائے ایک بہترین عورت عطا فرما دی ہے تو آپ نے فرمایا اس سے بہتر عورت مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں کی۔ جب لوگوں نے میری نبوت کا انکار کیا تو اس نے بصدق دل اقرار کیا' جب لوگوں نے میری تکذیب و تردید کی تو اس نے دل کھول کر میری تصدیق و تائید کی' جب لوگوں نے میرا مالی تعاون کرنے سے ہاتھ کھینچا تو اس نے مجھ پر اپنا مال و دولت نچھاور کر دیا' جب کہ دیگر بیویوں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا اور اس سے اولاد کی نعمت سے نوازا۔ **(تفرد بہ احمد)** اس کی سند بھی اچھی ہے۔ مجالد راوی کو امام مسلم بطور متابعت ذکر کرتے ہیں اور اس میں مشہور جرح منقول ہے' واللہ اعلم۔

یہ جملہ **"رزقنی اللہ ولدھا"** آپ نے ماریہؓ کے بطن سے ابراہیمؑ پیدا ہونے سے قبل فرمایا تھا بعض کہتے ہیں بلکہ ماریہؓ کی آمد سے قبل' اور یہ متعین ہے۔ کیونکہ آپ کی جملہ اولاد حضرت خدیجہ کے مشکوئے معلی اور بطن مبارک سے ہے ماسوائے ابراہیمؑ کے کہ وہ ماریہ قبطیہ مصریہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس حدیث سے اہل علم کی ایک جماعت نے عائشہؓ پر خدیجہؓ کی برتری اور فضیلت کا استدلال کیا ہے۔ دوسرے فریق نے اس حدیث کی سند پر جرح کی ہے اور یہ تاویل کی ہے کہ وہ عشرت و راحت کے لحاظ سے برتر تھیں بدیں وجہ کہ عائشہؓ نے اپنی جوانی اور عمدہ معاشرت کی پوری زندگی آپؐ کے ہمراہ بسر کی۔

"ابدلک اللہ خیرا منھا" اللہ تعالیٰ نے اس کی بجائے آپ کو بہترین عورت عطا فرما دی سے عائشہؓ کا مقصد اپنا تزکیہ نہ تھا اور نہ ہی خدیجہؓ پر فوقیت ثابت کرنا تھا کیونکہ یہ تو اللہ کے علم میں ہے جیسا کہ (۳۲/ ۵۳) "میں ہے اپنی پاکیزگی مت جتاؤ وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔" (۴/۴۹) "اے پیغمبر! کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے تئیں اپنے پاک اور مقدس کہتے ہیں۔ یہ سب غلط ہے' بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاک اور مقدس کرتا ہے۔"

خدیجہؓ اور عائشہؓ کا باہمی فضیلت و فوقیت کا متنازعہ مسئلہ : حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کا باہمی بزرگی و برتری کا متنازع مسئلہ عہد قدیم سے علماء کے درمیان موضوع بحث ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے

فضائل و شمائل میں بھی بکثرت احادیث منقول ہیں جن پر اہل تشیع اکتفا کرتے ہیں اور حضرت خدیجہؓ کے ہم پلہ کسی عورت کو نہیں سمجھتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلام بھیجا' ابراہیمؑ کے علاوہ آپؐ کی جملہ اولاد ان ہی کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی۔ ان کی زندگی میں آپ نے کسی اور عورت سے شادی نہیں کی۔ ان کی تعظیم و تکریم کی خاطر' ان کے اولین مسلمان اور صدیقہ ہونے کے باعث اور آغاز نبوت میں بہترین کردار ادا کرنے کے سبب اور اپنا جان و مال رسول اللہ ﷺ پر نچھاور اور قربان کرنے کی وجہ سے۔

اہل سنت کے بعض علما بھی مبالغہ سے کام لیتے ہیں کہ دونوں کے مناقب و محاسن کی روایات بیان کرنے کے بعد' وہ اہل سنت کے ناطے سے حضرت عائشہؓ کی فضیلت و فوقیت بیان کرتے ہیں کہ وہ صدیق اکبر کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت خدیجہؓ سے زیادہ علم و آگاہی رکھتی ہیں' کسی قوم میں حضرت عائشہؓ ایسی کوئی عورت علم و عقل اور فصاحت و بلاغت میں ان کے برابر نہ تھی' اور اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بے حد تعلق خاطر تھا' ان کی تہمت کا ازالہ' آسمانی وحی سے ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اس نے احادیث کا ایک عمدہ ذخیرہ بیان کیا۔ یہاں تک کہ ایک معروف روایت کو اکثر علماء نے بیان کیا **"خذوا شطر دینکم من الحمیراء"** کہ نصف دین تم حضرت عائشہؓ سے اخذ کرو۔

صحیح بات یہ ہے کہ دونوں کے اتنے فضائل و شمائل اور مناقب و محاسن ہیں کہ دیکھنے والا دنگ رہ جاتا ہے اور پڑھنے والا سراسیمہ ہو جاتا ہے۔ اس مبحث کا بہترین حل توقف اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے' ہاں جس کے پاس قطعی حجت اور راجح دلیل ہو وہ اس کے مطابق بیان کرے اور جو شخص ان میں ترجیح نہ دے سکے اور طرفین کے دلائل میں امتیاز نہ کر سکے تو اس کے لئے "واللہ اعلم" کہنا ہی بہترین مسلک اور صحیح راہ ہے۔

امام احمدؒ' امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' امام ترمذی اور امام نسائی نے بہ سند (ہشام بن عروہ از عروہ از عبداللہ بن جعفر طیار از) علی رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد اپنے عہد کی بہترین خواتین ہیں۔" شعبہ نے معاویہ بن قرۃ سے اور اس نے اپنے والد قرہ بن ایاس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "آدمی تو باکمال بہت ہیں اور خواتین میں سے باکمال صرف تین ہیں' مریم صدیقہ' آسیہ زوجہ فرعون' خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ کی عورتوں پر برتری اور فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی تمام کھانوں پر۔" (ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے۔

قدر مشترک : آسیہ' خدیجہ اور مریم میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان سب نے نبی کی کفالت کی اور کفالت کو باحسن طریق سرانجام دیا چنانچہ آسیہ نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کی' اس سے نیک سلوک کیا اور اس کی رسالت کا اقرار کیا' مریم نے اپنے بچے کی کفالت کی اور کفالت کا حق ادا کیا اور رسالت کے وقت اس کی رسالت کی تصدیق کی۔ خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ سے شادی کرنے کی رغبت کا اظہار کیا' ان پر مال قربان کیا اور بعثت کے وقت ان کی تصدیق و دل جوئی کی۔

"فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على الطعام" : سیدنا ابوموسیٰ اشعری کی متفق

علیہ روایت میں بھی موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مردوں میں کامل تو بہت ہیں لیکن عورتوں میں صرف آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم بنت عمران ہیں۔ اور عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی دوسرے کھانوں پر"

گوشت میں روٹی کو چور کرنا ثرید کہلاتا ہے اور یہ عرب کا فاخرانہ کھانا ہے۔

اذا ما الخبز تامدہ بلحم فذاک امانۃ اللّٰہ الثرید

(جب تو روٹی کو گوشت کے سالن میں چور کر دے تو اللہ کی قسم! یہی ثرید ہے)

اس روایت سے عائشہؓ کی علی الاطلاق فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ گذشتہ عہد کی خواتین کے علاوہ افضل ہوں' تاہم ان میں ترجیح کا مسئلہ پھر بھی باقی ہے اور امکان ہے کہ وہ سب مساوی اور یکساں ہوں اور کسی ایک کو ترجیح دینا دلیل کا محتاج ہے' واللہ اعلم۔

خدیجہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا شادی کرنا : صحیح یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خدیجہؓ کے بعد عائشہؓ سے ہی سب سے پہلے نکاح کیا جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔

امام بخاری نے "تزویج عائشہ" کے عنوان سے عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجھے تو خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئی تو ریشمی رومال میں لپٹی ہوئی تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔ یہ تیری بیوی ہے' کھول کے دیکھو' میں نے کھول کر دیکھا تو تو ہی تھی' میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا تو اس خواب کی تعبیر جاری فرما دے گا۔" امام بخاری نے "نکاح الابکار" کے عنوان کے تحت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرے --- عائشہ --- علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی اور امام بخاری نے عائشہؓ کا یہ مکالمہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ بتایئے' اگر آپ ایسی جگہ جائیں' جہاں دو درخت ہوں ایک سے کسی نے توڑ کر پھل کھا لیا ہو اور دوسرا نو بہ نو ہو' آپ کس کو پسند کریں گے تو آپ نے فرمایا "نو بہ نو کو' جس کو کسی نے مس نہ کیا ہو" مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہؓ کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔

امام بخاری نے ایک اور سند سے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ مجھے تو خواب میں دکھائی گئی' فرشتہ ایک ریشمی رومال میں لایا اور اس نے کہا یہ تیری بیوی ہے۔ میں نے کپڑا چہرے سے سرکایا تو "تو ہی تھی" میں نے کہا اگر یہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو اسے ظاہر فرما دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ مجھے تو تین رات متواتر دکھائی گئی اور ترمذی میں ہے کہ جبرائیل سبز ریشمی رومال میں آپ کی تصویر لایا اور اس نے کہا یہ دو جہاں میں تیری بیوی ہے۔ امام بخاری نے **"تزویج الصغار من الکبار"** کے باب کے تحت عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر سے حضرت عائشہؓ کا رشتہ طلب کیا تو ابوبکر نے کہا میں تو آپ کا برادر ہوں تو آپؐ نے فرمایا تو میرا دینی اور اسلامی بھائی ہے اور یہ مجھے حلال ہے۔ یہ روایت بظاہر مرسل ہے۔ مگر امام بخاری اور اہل تحقیق کے نزدیک یہ متصل ہے کیونکہ وہ دراصل عروہ از عائشہ ہے (جو کہ آپ کا بھانجہ ہے)

یونس بن بکیر نے عروہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خدیجہؓ کی وفات کے تین سال بعد' عائشہؓ سے نکاح کیا اور عائشہؓ کی عمر اس وقت چھ سال تھی' اور نو سال کی عمر میں رخصتی عمل میں آئی اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت وہ اٹھارہ سال کی تھیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ امام بخاری نے عروہ سے نقل کیا ہے۔ حضرت خدیجہؓ تین سال ہجرت سے قبل فوت ہوئیں۔ آپ نے قریباً دو سال یا اس سے زیادہ دیر کے بعد' حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ گویا یہ ظاہر مرسل ہے مگر دراصل متصل کے حکم میں ہے۔ چھ سال کی عمر میں نکاح ہونا اور نو سال کی عمر میں رخصتی کا عمل میں آنا ایک غیر متنازع واقعہ ہے۔

صحاح وغیرہ احادیث میں مذکور ہے کہ ۲ھ میں رخصتی ہوئی لیکن خدیجہؓ کی وفات کے ۳ سال بعد نکاح ہونا محل نظر ہے۔ کیونکہ یعقوب بن سفیان الحافظ نے (حجاج' حماد' ہشام' عروہ) عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے قبل خدیجہؓ کی وفات کے وقت' مجھ سے چھ یا سات سال کی عمر میں نکاح کیا' جب ہم مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو ہمارے گھر چند عورتیں آئیں میں اس وقت جھولا کھیل رہی تھی اور میرے بال مونڈھوں تک تھے اور وہ مجھے آراستہ و پیراستہ کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئیں' اس وقت میں نو سال کی تھی۔ لفظ "متوفی خدیجہ" کا تقاضا ہے کہ وفات کے بعد قریب ہی' الا یہ کہ اس عبارت سے لفظ "بعد" ساقط ہو گیا ہو' تو اس طرح یہ یونس بن بکر اور ابو اسامہ کی روایت جو ہشام عن ابیہ سے منقول ہے کے مخالف نہ ہو گا' واللہ اعلم۔

امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ چھ سال کی عمر میں مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا ہم ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور بنی حارث بن خزرج کے محلہ میں قیام کیا' مجھے بخار ہو گیا اور بخار کی وجہ سے سر کے بال جھڑ گئے اور اب بال مونڈھوں تک ہو گئے تھے' میری والدہ ام رومان آئیں' میں اپنی سہیلیوں کے ہمراہ جھولا کھیل رہی تھی اس نے مجھے آواز دی' میں دوڑی آئی (معلوم نہ تھا کہ اس نے مجھے کیوں بلایا ہے) اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر' مجھے گھر کے دروازے پر روک لیا' میں ہانپ رہی تھی' میرا سانس ذرا درست ہوا تو معمولی سا پانی لے کر میرا چہرہ اور سر صاف کیا اور گھر کے اندر لے گئیں' وہاں انصار کی چند عورتیں بیٹھی تھیں' انہوں نے ---- مبارک ہو' سلامت ہو' نیک نصیب ہو ---- چند دعائیہ کلمات کہہ کر میرا استقبال کیا اور والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا اور انہوں نے میرا بناؤ سنگار کر کے رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا' رسول اللہ ﷺ چاشت کے وقت تشریف لائے تو میں عجب گھبراہٹ کے عالم میں تھی' میری عمر اس وقت نو سال تھی۔

خولہ نے سفارت کی : امام احمد نے مسند عائشہؓ میں بیان کیا ہے کہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد' خولہ بنت حکیم زوجہ عثمان بن مظعون نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ شادی نہ کریں گے' آپؐ نے فرمایا' کس سے؟ تو اس نے پوچھا' دوشیزہ سے یا شوہر دیدہ سے' آپ نے فرمایا کون دوشیزہ' تو اس نے عائشہ بنت ابوبکرؓ (آپ کو ساری دنیا سے پیاری) پھر آپ نے پوچھا' کون ثیبہ اور شوہر دیدہ؟ تو اس نے

کہا عائشہ بنت ابوبکرؓ (آپ کو ساری دنیا سے پیاری) پھر آپ نے پوچھا کون ثیبہ اور شوہر دیدہ؟ تو اس نے کہا سودہ بنت زمعہ' وہ مسلمان ہے اور آپ کی پیرو ہے' چنانچہ آپ نے فرمایا جاؤ' ان کے پاس میرا تذکرہ کرو' وہ کہتی ہیں میں ابوبکر کے گھر چلی آئی اور ام رومان کو مبارک باد کہی' اس نے کہا' کیسی "مبارک باد" میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے عائشہؓ کی نسبت کے لئے بھیجا ہے تو ام رومان نے کہا' ذرا ٹھہرو ابوبکر آجائے' ابوبکر تشریف لے آئے تو میں نے عرض کیا آپ کو اللہ نے عظیم خیروبرکت سے نوازا ہے۔ اس نے پوچھا' وہ کیا؟ تو میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے عائشہؓ کی نسبت کے لئے بھیجا ہے۔ تو ابوبکر نے کہا' کیا یہ آپ کو مناسب ہے؟ یہ تو آپ کے بھائی کی بیٹی ہے' چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس چلی آئی اور سب بات بتا دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاؤ' اسے کہو کہ وہ میرا دینی اور اسلامی بھائی ہے اور اس کی بیٹی سے مجھے شادی جائز ہے۔ میں نے واپس آکر ابوبکر کو صورت حال سے آگاہ کیا تو وہ "ذرا انتظار کرنے" کا کہہ کر باہر چلے گئے' تو ام رومان نے کہا کہ مطعم بن عدی نے عائشہؓ کی نسبت اپنے بیٹے کے لئے کہا تھا۔ (آپ کو معلوم ہے کہ ابوبکر وعدہ خلافی نہیں کرتے) ابوبکر نے مطعم بن عدی سے بات کی اور وہاں اس کی بیوی بھی موجود تھی' تو محترمہ نے کہا جناب! تمہارا خیال ہے کہ اگر اس کی تمہارے ہاں شادی ہو گئی تو اسے اپنی طرح بے دین بنا لو گے' تو ابوبکر نے مطعم سے کہا کیا اسی کی بات معتبر ہے تو اس نے کہا ہاں! یہ کہہ تو رہی ہے' چنانچہ ابوبکرؓ ان کے ہاں سے چلے آئے اور ان کے دل میں جو خدشہ تھا وہ دور ہو گیا تو خولہ کو آکر کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرو وہ تشریف لے آئیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو آپ سے عائشہؓ کی نسبت کر دی اس وقت عائشہ کی عمر چھ سال تھی۔

ابوبکر نے سودہ کا نکاح پڑھایا : پھر وہ سودہ بنت زمعہ کے پاس چلی گئیں اور اس کو مبارک سلامت کے رسمی کلمات کہے تو اس نے پوچھا کیا بات ہے' اس نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کی نسبت کے لئے بھیجا ہے' تو سودہؓ نے کہا' میری خواہش ہے کہ تم ابوبکر کے پاس یہ تذکرہ کرو --- ابوبکر عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے حج پر نہ گئے تھے --- چنانچہ میں نے ابوبکر کے پاس جا کر رسمی سلام کیا تو پوچھا کون ہے؟ میں نے بتایا' خولہ بنت حکیم' تو کہا' کیسے آنا ہوا؟ تو بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے سودہؓ کی نسبت کے لئے بھیجا ہے۔ تو اس نے کہا' بہترین کنوار وعمدہ بر ہے۔ اب تیری سہیلی کیا کہہ رہی ہے؟ کہا کہ وہ بھی پسند کرتی ہے تو ابوبکر نے کہا اسے میرے پاس بلا لاؤ چنانچہ وہ آگئی تو ابوبکرؓ نے کہا' یہ خولہ کہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی نسبت کے لئے اسے بھیجا ہے وہ نہایت پسندیدہ ہے' آیا تم چاہتی ہو کہ میں آپ کا نکاح ان سے کر دوں' تو سودہ نے کہا جی ہاں! تو ابوبکر نے کہا' ان کو کہو' تشریف لے آئیں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو ابوبکر نے نکاح کے فرائض سرانجام دیئے۔ ان کا کافر بھائی عبد بن زمعہ حج سے واپس آیا اور اسے یہ ماجرا معلوم ہوا تو افسوس و شرمندگی سے اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا' چنانچہ جب وہ مسلمان ہوا تو اس نے کہا' میں نے سودہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے نکاح پر ندامت و خجالت کا اظہار کر کے' حماقت کا مظاہرہ کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ہجرت کے بعد ہم لوگ بنی حارث بن خزرج کے محلہ میں "سخ" مقام میں مقیم ہوئے'

رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے آپ کے ہمراہ انصاری مرد و زن بھی تھے' میں جھولا جھول رہی تھی' میری امی مجھے جھولے سے اتار کر لائی' میرے بال مونڈھوں تک تھے۔ امی نے ان کو جھاڑا اور ذرا سا پانی لے کر میرا چہرہ دھویا اور مجھے لے کر دروازے تک آئی' میں ہانپ رہی تھی۔ ذرا سانس درست ہوا تو وہ مجھے مکان کے اندر لے آئی' وہاں رسول اللہ ﷺ چارپائی پر تشریف فرما تھے اور چند مرد و زن انصاری بھی موجود تھے۔ اس نے مجھے وہاں بٹھا کر کہا یہ تیرے اہل خانہ ہیں اور مبارک باد دی' چنانچہ سب مرد و زن وہاں سے چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے شب زفاف ہمارے ہاں بسر کی اور زفاف کے بعد دعوت ولیمہ میں کوئی جانور نہ ذبح ہوا' سعید بن عبادہ نے ایک برتن میں کھانا ارسال کیا جو وہ آپ کے لئے ارسال کیا کرتا تھا' میری عمر اس وقت نو سال تھی۔

یہ روایت بظاہر مرسل ہے مگر وہ امام بیہقی کی درج ذیل روایت کے مطابق متصل ہے' بیہقی (احمد بن عبدالجبار' عبداللہ بن ادریس ازدی' محمد بن عمرو' یحییٰ بن عبدالرحمان بن حاطب) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ خدیجہ کی فوتیدگی کے بعد خولہ بنت حکیم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ شادی نہ کریں گے؟ آپ نے پوچھا کس سے' تو خولہ نے کہا' دوشیزہ چاہیئے یا شوہردیدہ' آپ نے پوچھا کون دوشیزہ اور کون شوہردیدہ' تو اس نے کہا' دوشیزہ تو آپ کے لاثانی دوست کی صاحبزادی ہے اور ثیبہ سودہ بنت زمعہؓ ہے' وہ مسلمان ہے اور آپ کی پیروکار ہے۔ تو آپ نے فرمایا' ان کے پاس میرا تذکرہ کرو۔ باقی روایت گذشتہ روایت کے مطابق ہے۔

نکتہ : اس بیان سے واضح ہے کہ حضرت عائشہ کی رسم نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ کی شادی سے قبل تھی مگر حضرت سودہؓ کی رخصتی مکہ مکرمہ میں عمل میں آئی اور حضرت عائشہؓ کی رخصتی ۲ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ امام احمد (اسود' شریک' ہشام' عروہ) عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب سودہؓ عمر رسیدہ ہو گئیں تو انہوں نے اپنی باری مجھے ہبہ کر دی' چنانچہ رسول اللہ ﷺ اس کی باری مجھے دیتے تھے اور وہ پہلی عورت تھی جس کے ساتھ آپؐ نے میرے نکاح کے بعد شادی کی۔

امام احمد' (ابو النضر' عبدالحمید' شہر) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سودہؓ کو نسبت کا پیغام بھیجا اور وہ پانچ یا چھ یتیم بچوں کی ماں تھی' اس نے پس و پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ کو کیا امر مانع ہے؟ تو اس نے کہا واللہ! یارسول اللہ ﷺ آپ کے جملہ کائنات سے محبوب ترین ہونے میں کوئی امر مانع نہیں بجز اس کے کہ یہ بچے صبح شام آپ کا سر کھائیں گے تو آپ نے پوچھا اس کے علاوہ کوئی اور مانع ہے؟ تو اس نے عرض کیا جی نہیں تو آپؐ نے فرمایا "اللہ تجھ پر رحمت کرے۔ بے شک بہترین عورتیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں (یعنی عرب کی عورتیں) قریش کی نیک عورتیں ہیں جو بچوں پر شفیق و مہربان اور شوہر کے مال کی محافظ و نگران ہیں۔"

امام ابن کثیر فرماتے ہیں ان کا پہلا خاوند سکران بن عمرو برادر سہیل بن عمرو تھا وہ مسلمان ہونے کے بعد مہاجرین حبشہ میں چلے گئے تھے پھر مکہ واپس چلے آئے اور ہجرت مدینہ سے قبل ہی مکہ میں فوت ہو گئے۔

ان روایات سے بخوبی واضح ہے کہ آپ کا حضرت عائشہؓ کے ساتھ نکاح حضرت سودہؓ کے نکاح سے قبل ہوا' عبداللہ بن محمد بن عقیل کا یہی مسلک ہے اور یونس نے زہری سے بھی یہ بیان کیا ہے۔ ابن عبدالبر کا مختار قول یہ ہے کہ سودہؓ سے نکاح عائشہؓ سے قبل ہوا۔ ابن عبدالبر نے یہ قول قتادہ اور ابوعبید سے نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ عقیل نے بھی زہری سے یہی بیان کیا ہے۔

فصل

ابوطالب کی وفات کے بعد : رسول اللہ ﷺ کے عم محترم ابوطالب کی وفات کا بیان ہو چکا ہے' وہ آپؐ کا مددگار تھا۔ اس کا آپ کے فریق میں شمار تھا۔ جان و مال' کردار و گفتار ہر ممکن طریق سے جان نثار تھا' جب ابوطالب فوت ہو گئے تو قریش کے نادان اور نابکار لوگوں کو رسول اللہ ﷺ پر جور و جفا کی جرات ہو گئی جو اذیت ان کے عہد حیات میں نہیں پہنچا سکتے تھے وہ اب بے دریغ پہنچانے لگے جیسا کہ حافظ بیہقی نے (حاکم' اصم' محمد بن اسحاق صنعانی' یوسف بن بہلول' عبداللہ بن ادریس' محمد بن اسحاق' گمنام راوی' عروہ) عبداللہ بن جعفر سے بیان کیا ہے کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو کسی نابکار قریشی نے آپ پر مٹی ڈال دی' آپ گھر آئے تو ایک صاحبزادی آپ کے رخ زیبا سے مٹی دھو رہی تھی اور رو رہی تھی اور آپ فرما رہے تھے' بیٹی! نہ رو' اللہ عزوجل تیرے باپ کی حفاظت کرے گا اور اسی اثنا فرما رہے تھے کہ قریش کا یہ ناگوار اور دل آزار رویہ ابوطالب کی وفات کے بعد ہی ظاہر ہوا اور اب تو انہوں نے یہ مسلسل شروع کر دیا ہے اور یہ واقعہ زیاد بکائی نے ابن اسحاق از ہشام از عروہ مرسل بھی بیان کیا ہے' واللہ اعلم۔

حافظ بیہقی (حاکم وغیرہ' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' ہشام) عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوطالب کی وفات تک قریش مجھے ستانے میں ڈرپوک تھے۔

بیہقی (حاکم' اصم' عباس دوری' یحیٰی بن معین' عقبہ الجدر' ہشام) عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' "**ما زالت قریش کاعۃ حتّٰی توفی ابوطالب**"

امام ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ ثعلبہ بن صعیر اور حکیم بن حزام سے بیان کیا ہے کہ ابوطالب اور خدیجہؓ کی وفات کے درمیان پانچ یوم کا فرق تھا۔ ان کی موت سے آپ پر بیک وقت دو مصیبتیں آن پڑیں آپ گھر میں گوشہ نشین ہو گئے اور کم ہی گھر سے باہر آتے تھے اور قریش آپ کو ستانے اور ایذا پہنچانے میں زیادہ دلیر ہو گئے تھے' اس صورت حال کا ابولہب کو علم ہوا تو اس نے کہا' اے محمد! آپ اپنے پروگرام پر گامزن رہئے' ابوطالب کی زندگی میں جو کچھ آپ کیا کرتے تھے وہ آپ بلاخوف و خطر کرتے رہیں' لات کی قسم میری زندگی میں آپ کو کوئی اذیت نہ پہنچائی جا سکے گی۔

ابن عیطلہ نے رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کیا اور ابولہب نے اس کا بدلہ چکا دیا تو وہ بلند آواز سے یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ ابو عتبہ بے دین ہو گیا ہے۔ یہ سن کر قریش نے ابولہب سے وضاحت طلب کی تو اس نے

کہا' میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں' لیکن میں اپنے بھتیجے کو ظلم و زیادتی سے حفاظت کرتا رہوں گا۔ تاکہ وہ اپنا مشن پورا کر سکے۔

ایک سازش : قومی عصبیت کی بنا پر حفاظت و طرفداری کی بات سن کر قریش نے ابولہب کی تعریف و تحسین کی اور صلہ رحمی کی داد دی۔ رسول اللہ ﷺ نے امن و امان اور اطمینان سے چند روز بسر کیے۔ ابولہب کے خوف سے آپ کو کوئی زک نہیں پہنچا سکتا تھا۔

عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل نے "ایک سازش کے تحت" ابولہب سے پوچھا' کیا تمہارے بھتیجے نے تمہیں بتایا ہے کہ تیرا باپ کہاں ہے؟ چنانچہ ابولہب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا' عبدالمطلب کہاں ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا' اپنی قوم کے ہمراہ۔ ابولہب نے ان کو بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب اپنی قوم کے ہمراہ ہے' تو عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل نے وضاحت کرتے ہوئے کہ اس کا خیال ہے کہ وہ جہنم میں ہے۔ چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے دوبارہ پوچھا جناب محمد! کیا عبدالمطلب دوزخ میں جائے گا؟ تو آپ نے فرمایا جو شخص بھی عبدالمطلب کے عقیدہ پر فوت ہو گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ سن کر ابولہب ملعون نے کہا' واللہ! میں تیرا تاحیات دشمن رہوں گا تو سمجھتا ہے کہ عبدالمطلب دوزخ میں جائے گا۔ اس وقت ابولہب اور دیگر قریشی آپ کے خلاف زیادہ دلیر اور بے باک ہو گئے۔

ہمسایہ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابولہب' حکم بن ابی العاص بن امیہ' عقبہ بن ابی معیط' عدی بن حمراء اور ابن اصداء ہذلی آپ کے ہمسایہ تھے اور آپ کو گھر کے اندر بھی اذیت پہنچاتے تھے' ان میں سے صرف حکم بن ابی العاص مسلمان ہوا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ بعض ان میں سے آپ پر نماز کی حالت میں بکری کا بچہ دان پھینک دیتے تھے اور بعض آپ کی ہانڈی میں بھی یہ بچہ دان ڈال دیتے' آپ نے ان کے خطرے سے ایک مستور مقام تیار کر لیا تھا جس میں آپ نماز پڑھتے تھے اور جب ہانڈی میں کوڑا اور بچہ دان ڈال دیتے تو آپ اسے لکڑی پر اکٹھا کر کے باہر نکالتے اور پھینکنے والے کے دروازے پر پھینک کر کہتے "اے فرزندان عبدمناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے؟" پھر دروازے سے اٹھا کر دور پھینک دیتے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ گذشتہ بیان کردہ اکثر واقعات مثلاً آپ پر بحالت نماز اوجھڑی پھینکنا' حضرت فاطمہ کا اسے اتارنا اور آپ کا ان پر بددعا کرنا' اسی طرح آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر گھونٹنا اور ابوبکر کا ان کو **اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ** (کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے) کہہ کر روکنا اور ابوجہل کا آپ کی گردن پامال کرنے کا ارادہ اور پھر باز رہنا وغیرہ آلام و مصائب' ابوطالب کی وفات کے بعد پیش آئے' واللہ اعلم۔ اور ان واقعات کا ابوطالب کی وفات کے بعد ہی بیان کرنا مناسب اور درست تھا۔

دعوت اسلام کی خاطر اہل طائف کی طرف سفر

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابوطالب کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کو قریش نے اس قدر ہولناک اذیتیں پہنچائیں کہ جن کا ابوطالب کی زندگی میں وہم و گمان بھی نہ تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ طائف میں ثقیف "قبیلہ" سے نصرت و حمایت کے حصول اور قریش کی ایذا رسانی سے محفوظ رہنے کی خاطر تشریف لے گئے اور ان سے دعوت اسلام قبول کرنے کے بھی امیدوار تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف تنہا چلے۔

محمد بن اسحاق' یزید بن ابی زیاد کی معرفت محمد بن کعب قرظی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف پہنچ کر ثقیف کے معزز اشخاص سے ملاقات کا ارادہ فرمایا اور یہ تین بھائی --- عبدیالیل' مسعود اور حبیب پسران عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ بن غیرۃ بن عوف بن ثقیف' قبیلہ ثقیف کے رئیس اور سربراہ تھے اور ان کے ہاں قبیلہ بنی جمح کی ایک قریشی عورت بھی بیاہی ہوئی تھی۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اسلام کی دعوت پیش کی اور اپنی آمد کی غرض و غایت بتائی کہ اسلام کی تبلیغ میں تعاون اور قریش کے خلاف میرے ہمراہ صف آرا ہونا۔

چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ وہ کعبے کا غلاف نوچ ڈالے گا اگر اللہ نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور دوسرے نے کہا' کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی نہیں ملتا تھا۔ تیسرے نے کہا' واللہ! میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ بقول شما اگر تم واقعی رسول ہو تو ایسے عظیم الشان انسان کے کلام کا جواب' خلاف ادب ہے اور اگر تم اللہ پر جھوٹ بولتے ہو تو گفتگو کے قابل نہیں ہو۔ رسول اللہ ﷺ کو ان سے یہ سن کر خیر کی توقع نہ رہی' تو آپ نے فرمایا اگر تم مجھ سے ناروا سلوک کر چکے ہو تو اپنے تک محدود رکھو' رسول اللہ ﷺ کو اندیشہ تھا کہ اگر یہ قریش کو معلوم ہو گیا تو وہ اور دلیر ہو جائیں گے۔

دعائے مستضعفین : چنانچہ انہوں نے یہ بات بھی قبول نہ کی اور اپنے نادان لوگوں اور غلاموں کو آپ کے خلاف ابھار دیا۔ وہ آپ کو سب و شتم کرتے' آپ کی ہنسی اڑاتے تھے' یہاں تک کہ اور لوگ بھی وہاں اکٹھے ہو گئے تو انہوں نے آپ کو عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا' اتفاقاً وہ بھی اپنے باغ میں موجود تھے (اور ثقیف کے اوباش لوگ وہاں سے واپس چلے آئے)

آپ انگور کی ایک بیل کے سایہ تلے تشریف فرما ہو گئے' پسران ربیعہ آپ کو دیکھ رہے تھے اور آپ سے طائف کے اوباش لوگوں کا سلوک بھی دیکھ چکے تھے۔ اثنائے سفر میں آپ کی ملاقات بنی جمح کی قریشی عورت سے ہوئی تو آپ نے اسے کہا' تیرے دیوروں سے ہم نے کس قدر تکلیف اٹھائی --- جب آپ کو ذرا سکون ہوا تو یہ دعا کی

اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وھوانی علی الناس' یاارحم الراحمین' انت رب المستضعفین وانت ربی --- الٰی من تکلنی' الی بعید یتجھمنی' ام الی عدو ملکتہ امری' ان لم یکن بک غضب علی

فلا ابالی ولکن عافیتک ھی اوسع لی۔ اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمات وصلح علیہ امر الدنیا والاخرۃ من ان تنزل غضبک اوتحل علی سخطک لک العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوہ الا بک

"یااللہ میں تیری بارگاہ میں اپنی ناتوانی اور بے بضاعتی اور لوگوں کے ہاں بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں' اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے! تو کمزوروں کا رب ہے اور میرا بھی رب ہے' تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے۔ کسی اجنبی غیر آشنا کے' جو مجھ سے ترش روئی کرتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر یہ مجھ پر ناراضگی کی وجہ سے نہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں' مگر تیری عافیت اور مہربانی میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیرے چہرے کے نور کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس سے تمام اندھیرے دور ہو گئے اور دنیا اور آخرت کے سارے معاملے درست ہو گئے۔ اس بات سے کہ تو مجھ پر غضب نازل کرے یا اپنا غصہ اتارے اور تجھے مجھ سے مواخذہ کرنے کا حق ہے۔ یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت صرف تیری رضا سے ہے۔"

عداس : پسران ربیعہ نے آپ کو اندوہ ناک حالت میں دیکھا تو صلہ رحمی کا جذبہ پیدا ہوا اور انہوں نے اپنے عیسائی غلام مسمی عداس کو بلا کر کہا کہ اس طشتری میں انگور کا خوشہ رکھ کر اس کے پاس لے جا اور اسے کہو کہ کھا لے' چنانچہ عداس نے یہ انگور آنحضور ﷺ کے سامنے رکھ دیئے اور تناول فرمانے کو کہا' آپ نے بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا تو عداس نے آپ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھ کر کہا' واللہ! اس علاقے کے لوگ تو یہ ---- تسمیہ ---- کلام نہیں کہتے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم کس علاقے کے ہو' اور تمہارا دین کیا ہے' تو اس نے کہا' میں عیسائی ہوں اور نینویٰ کا باشندہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' صالح شخص یونس بن متی کے علاقہ سے' تو عداس نے پوچھا' آپ کو یونس بن متی کا کیسے علم ہے۔ آپ نے فرمایا وہ میرا بھائی ہے۔ وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔ یہ سن کر عداس نے جھک کر آپ کے سر' پیر اور دست مبارک چوم لئے' یہ ماجرا دیکھ کر پسران ربیعہ آپس میں کہنے لگے' اس غلام کو تو اس نے خراب کر دیا۔

جب عداس فارغ ہو کر ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا' افسوس عداس! تم نے اس آدمی کا سر' پیر اور دست مبارک کیوں چوما تو اس نے کہا یاسیدی! روئے زمین میں اس سے کوئی بہتر نہیں' اس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا' پھر انہوں نے کہا' عداس! تجھے یہ تیرے دین سے منحرف نہ کر دے۔ تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔

آپ زخمی ہوئے : موسیٰ بن عقبہ نے بھی قصہ اسی طرح بیان کیا ہے' مگر اس نے دعا کا ذکر نہیں کیا اور یہ اضافہ کیا ہے کہ طائف کے اوباش آپ کے رستے کے دو رویہ بیٹھ گئے جب آپ وہاں سے گزرے تو آپ کے پاؤں پر پتھر مارنے لگے' یہاں تک کہ آپ کو زخمی کر دیا اور آپ کے پاؤں سے خون جاری تھا' آپ اندوہگیں حالت میں کھجور کے ایک درخت کے نیچے آئے۔ اس باغ میں پسران ربیعہ بھی موجود تھے۔ آپ نے وہاں ان کی موجودگی کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن تھے۔ بعد ازاں ابن

طائف سے واپسی : رسول اللہ ﷺ طائف سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں مطعم بن عدی کے جوار اور ہمسائیگی میں تشریف لائے اور قریش کے غیظ و غضب' جرات و جسارت اور تکذیب و عناد میں اضافہ ہو گیا' واللہ المستعان وعلیہ التکلان

مطعم کا پناہ دینا : مغازی میں اموی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ار یقط کو اخنس بن شریق کے پاس بھیجا کہ وہ آپ کے لئے مکہ میں ٹھہرنے کے لئے پناہ طلب کرے تو اس نے کہا میں حلیف ہوں اور حلیف صمیم کو پناہ نہیں دے سکتا' پھر آپ نے اسے سہیل بن عمرو کے پاس پناہ طلب کرنے کے لئے روانہ کیا تو اس نے کہا کہ عامر بن لوی کی اولاد کعب بن لوی کی اولاد کو پناہ نہیں دے سکتی' پھر آپ نے اسے مطعم بن عدی کے پاس بھیجا تو اس نے پناہ دینا منظور کر کے کہا انہیں کہو تشریف لے آئیں چنانچہ ار یقط نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ نے اس کے پاس مکہ میں رات بسر کی۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صبح کو مطعم اور اس کے چھ یا سات بیٹے مسلح شمشیر بکف نکلے اور بیت اللہ میں چلے آئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا آپ طواف کیجئے اور وہ مطاف میں مسلح کھڑے تھے تو ابوسفیان نے مطعم بن عدی سے پوچھا کیا پناہ دینے والے ہو' یا تابعدار ہو؟ تو اس نے کہا تابعدار نہیں بلکہ پناہ دینے والا ہوں' تو اس نے کہا یہ پناہ اور عہد توڑا نہ جائے گا۔ مطعم وہاں بیٹھا رہا' جب رسول اللہ ﷺ نے طواف پورا کر لیا تو وہ آپ کے ہمراہ آئے (اور آپ گھر میں چلے آئے) اور ابوسفیان اپنی محفل میں چلا گیا۔

مطعم کی وفات : پھر تھوڑے عرصے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کی اجازت مل گئی تو آپ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور معمولی عرصہ بعد مطعم فوت ہو گئے تو حسان بن ثابت شاعر اسلام نے کہا کہ میں آپ کا مرثیہ پڑھوں گا چنانچہ اس نے چند اشعار کہے۔

فلو كان مجد مخلد اليوم واحدا　من الناس نجى مجده اليوم مطعما
أجرت رسول الله منهم فأصبحوا　عبادك ما لبى محل وأحرما
فلو سئلت عنه معد بأسرها　وقحطان أو باقي بقية جرهما
لقالوا هو الموفي بخفرة جاره　وذمته يوما إذا ما تجشما
وما تطلع الشمس المنيرة فوقهم　على مثله فيهم أعز وأكرما
إباء إذا يأبى وألين شيمة　وأنوم عن جار اذا الليل أظلما

(اگر کسی کا مجد و شرف دوام بخش سکتا تو آج مطعم کو اس کا وقار موت سے بچا لیتا۔ تم نے اہل مکہ سے رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی اور وہ تیرے تابع ہیں جب تک مناسک حج جاری ہیں۔ اگر مطعم کے بارے پورے قعد قبیلے اور قحطان یا باقی ماندہ جرہم سے سوال کیا جائے۔ تو وہ سب کہیں گے کہ وہ اپنے ہمسایہ کے عہد اور ذمہ کو پورا کرتا ہے جب وہ دشوار کام کا ارادہ کر لے۔ ان میں اس جیسے معزز و مکرم انسان پر آفتاب طلوع نہیں ہوتا یعنی وہ بے مثال شخص ہے۔ انکار کرنے کے لحاظ سے جب وہ انکار کرے اور نرم طبع ہونے کی وجہ سے اور جب تاریک رات ہو تو وہ اپنے ہمسایہ کی ذمہ داری پوری کر کے چین سے سوتا ہے)

طائف سے واپسی : رسول اللہ ﷺ طائف سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں مطعم بن عدی کے جوار اور ہمسائیگی میں تشریف لائے اور قریش کے غیظ و غضب' جرات و جسارت اور تکذیب و عناد میں اضافہ ہو گیا' واللہ المستعان وعلیہ التکلان

مطعم کا پناہ دینا : مغازی میں اموی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ار یقط کو اخنس بن شریق کے پاس بھیجا کہ وہ آپ کے لئے مکہ میں ٹھہرنے کے لئے پناہ طلب کرے تو اس نے کہا میں حلیف ہوں اور حلیف صمیم کو پناہ نہیں دے سکتا' پھر آپ نے اسے سہیل بن عمرو کے پاس پناہ طلب کرنے کے لئے روانہ کیا تو اس نے کہا کہ عامر بن لوی کی اولاد کعب بن لوی کی اولاد کو پناہ نہیں دے سکتی' پھر آپ نے اسے مطعم بن عدی کے پاس بھیجا تو اس نے پناہ دینا منظور کر کے کہا انہیں کہو تشریف لے آئیں چنانچہ ار یقط نے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ نے اس کے پاس مکہ میں رات بسر کی۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صبح کو مطعم اور اس کے چھ یا سات بیٹے مسلح شمشیر بکف نکلے اور بیت اللہ میں چلے آئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کہا آپ طواف کیجئے اور وہ مطاف میں مسلح کھڑے تھے تو ابوسفیان نے مطعم بن عدی سے پوچھا کیا پناہ دینے والے ہو' یا تابعدار ہو؟ تو اس نے کہا تابعدار نہیں بلکہ پناہ دینے والا ہوں' تو اس نے کہا یہ پناہ اور عہد توڑا نہ جائے گا۔ مطعم وہاں بیٹھا رہا' جب رسول اللہ ﷺ نے طواف پورا کر لیا تو وہ آپ کے ہمراہ آئے (اور آپ گھر میں چلے آئے) اور ابوسفیان اپنی محفل میں چلا گیا۔

مطعم کی وفات : پھر تھوڑے عرصے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کی اجازت مل گئی تو آپ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور معمولی عرصہ بعد مطعم فوت ہو گئے تو حسان بن ثابت شاعر اسلام نے کہا کہ میں آپ کا مرثیہ پڑھوں گا چنانچہ اس نے چند اشعار کہے۔

فلو كان مجد مخلد اليوم واحدا   من الناس نجى مجده اليوم مطعما

أجرت رسول الله منهم فأصبحوا   عبادك ما لبى محل وأحرما

فلو سئلت عنه معد بأسرها   وقحطان أو باقي بقية جرهما

لقالوا هو الموفي بخفرة جاره   وذمته يوما إذا ما تجشما

وما تطلع الشمس المنيرة فوقهم   على مثله فيهم أعز وأكرما

إباء إذا يأبى وألين شيمة   وأنوم عن جار اذا الليل أظلما

(اگر کسی کا مجد و شرف دوام بخش سکتا تو آج مطعم کو اس کا وقار موت سے بچا لیتا۔ تم نے اہل مکہ سے رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی اور وہ تیرے تابع ہیں جب تک مناسک حج جاری ہیں۔ اگر مطعم کے بارے پورے قعد قبیلے اور قحطان یا باقی ماندہ جرہم سے سوال کیا جائے۔ تو وہ سب کہیں گے کہ وہ اپنے ہمسایہ کے عہد اور ذمہ کو پورا کرتا ہے جب وہ دشوار کام کا ارادہ کر لے۔ ان میں اس جیسے معزز و مکرم انسان پر آفتاب طلوع نہیں ہوتا یعنی وہ بے مثال شخص ہے۔ انکار کرنے کے لحاظ سے جب وہ انکار کرے اور نرم طبع ہونے کی وجہ سے اور جب تاریک رات ہو تو وہ اپنے ہمسایہ کی ذمہ داری پوری کر کے چین سے سوتا ہے)

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے اسیروں کی بابت آپ نے فرمایا تھا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور مجھ سے ان کے بارے سفارش کرتا تو میں یہ سب اسیر اس کو ہبہ کر دیتا۔

عرب کے مختلف قبائل کو دعوت اسلام

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب طائف سے مکہ واپس تشریف لے آئے تو قریش آپ کے پہلے سے زیادہ مخالف اور دشمن تھے ماسوائے کمزور لوگوں کے جو آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حج کے زمانے میں اپنی ذات گرامی کو قبائل عرب کے سامنے پیش کرتے' ان کو اللہ کی طرف بلاتے اور ان کو بتاتے کہ میں نبی اور رسول ہوں اور آپ ان کو کہتے کہ وہ اسلام قبول کرلیں اور آپ کی حفاظت و صیانت کا اہتمام کریں تاکہ جس مقصد کے لئے وہ مبعوث ہوئے ہیں' وہ واضح کر سکیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک ثقہ راوی نے زید بن اسلم' ربیعہ بن عباد وائلی کو ابوالزناد نے بتایا۔

(حسن بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس' ربیعہ بن عباد) عباد نے بتایا کہ میں نوخیز لڑکا تھا' منیٰ میں اپنے والد کے ہمراہ موجود تھا' رسول اللہ ﷺ عرب کے قبائل کے ٹھکانوں پر جا کر فرماتے بنی فلاں! میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہوں' تم کو حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اللہ کے علاوہ ان تمام بتوں سے سبکدوش ہو جاؤ اور مجھ پر ایمان لاؤ' میری تصدیق کرو اور تم میری حفاظت کرو کہ میں اللہ کا پیغام پہنچا سکوں جو اس نے مجھے دے کر مبعوث کیا ہے۔ ان کے پیچھے ایک خوبرو چشم دو گیسوؤں والا' عدنی سوٹ پہنے ہوئے شخص موجود ہوتا' جب رسول اللہ ﷺ دعوت اسلام پیش کر کے فارغ ہو جاتے تو وہ کہتا' اے بنی فلاں! یہ شخص تمہیں لات و عزیٰ کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتار دینے کو کہتا ہے اور بنی مالک کے حلیف جنات کو بھی ترک کر کے ایجاد بندہ اور بدعت و ضلالت کے تسلیم کرنے کا حکم دیتا ہے' سو تم اس کی اطاعت نہ کرو اور نہ اس کی بات سنو! میں نے اپنے والد سے دریافت کیا ابا جی! یہ کون شخص ہے جو آپ کے پیچھے آتا ہے اور آپ کے فرمان کی تردید کرتا ہے تو اس نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کا چچا ہے' ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب۔

امام احمد نے یہ مذکورہ بالا حدیث ابراہیم بن ابی العباس' عبدالرحمان بن ابی الزناد' ابوالزناد' ربیعہ بن عباد روئلی جو پہلے غیر مسلم تھا پھر مسلمان ہو گیا' سے بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے مسلمان ہونے سے قبل ذی المجاز کے میلے میں دیکھا --- یہ میلہ عرفات کے پاس یکم ذوالحج سے آٹھ ذوالحج تک جاری رہتا' ندوی --- آپ فرماتے تھے اے لوگو! "لا الہ الا اللہ" کہو کامران ہو جاؤ گے' لوگوں کا آپ کے پاس ہجوم ہوتا تھا' آپ کے پیچھے ایک چشم خوبرو دو گیسوؤں والا شخص ہوتا' وہ کہتا یہ شخص بے دین جھوٹا ہے' جہاں رسول اللہ ﷺ جاتے یہ پیچھے پیچھے جاتا۔ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا یہ آپ کا چچا

ابولہب ہے۔ حافظ بیہقی نے یہ قصہ محمد بن عبداللہ انصاری (محمد بن عمرو' محمد بن منکدر) ربیعہ دئلی سے بیان کیا ہے کہ میں نے ذی المجاز کے میلے میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ لوگوں کے ٹھکانوں پر جاتے اور ان کو اللہ کی طرف بلاتے اور آپ کے پیچھے ایک خوبرو یک چشم شخص ہوتا وہ کہتا اے لوگو! یہ آدمی تمہیں تمہارے دین سے نہ ورغلا دے' میں نے پوچھا یہ کون ہے' تو معلوم ہوا کہ وہ ابولہب ہے۔

دلائل میں ابونعیم نے یہ قصہ ابن ابی ذئب اور سعید بن سلمہ بن ابی الحسام کی معرفت محمد بن منکدر سے حسب سابق بیان کیا ہے۔ حافظ بیہقی نے (شعبہ' اشعث بن سلیم) ایک کنانی راوی سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذی المجاز کے میلے میں دیکھا آپ فرما رہے تھے اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو کامیاب رہو گے' ان کے پیچھے ابوجہل غبار اڑاتا ہوا کہتا' اے لوگو! یہ شخص تمہیں تمہارے آبائی دین سے دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اس کا مقصد ہے کہ تم لات و عزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔ اس روایت میں ابوجہل کا نام وہم کی بنا پر ہو سکتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ تردید کبھی ابولہب کرتا ہو اور کبھی ابوجہل اور یہ دونوں شخص باری باری رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچاتے تھے۔

کندہ قبیلہ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ امام زہری نے مجھے بتایا کہ نبی علیہ السلام کندہ قبیلے کے پاس ان کے پڑاؤ میں گئے۔ وہاں ان کا رئیس ملیح موجود تھا' آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی اور اس کام کے لئے اپنی ذات گرامی کو پیش کیا مگر انہوں نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔

بنی عبداللہ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن عبدالرحمان بن حصین نے بتایا کہ نبی علیہ السلام' کلب قبیلہ کی ایک شاخ "بنی عبداللہ" کے پاس تشریف لے گئے' آپ نے ان کو اللہ کے دین اسلام کی طرف بلایا اور اس کام کے لئے اپنی ذات گرامی پیش کی' آپ نے ان کو اس خطاب سے مخاطب کیا' اے بنی عبداللہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کا اسم گرامی کیا خوب رکھا ہے۔ لیکن انہوں نے آپ کا مدعا قبول نہ کیا۔

بنی حنیفہ : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے کسی نے عبداللہ بن کعب سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بنی حنیفہ کے پاس ان کے ڈیروں میں گئے' ان کو دعوت اسلام پیش کی اور اپنی ذات گرامی کو بھی اس کام کے لئے پیش کیا' انہوں نے دعوت قبول نہ کی اور سب سے نہایت قبیح اور تلخ جواب دیا۔

بنی عامر : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ امام زہری نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ عامر بن صعصعہ کے پاس تشریف لے گئے' ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور اپنی ذات گرامی کو بھی اس مقصد کے لئے پیش کیا تو بحیرہ بن فراس عامری نے کہا' واللہ! اگر میں اس قریشی کو ہاتھ میں کر لوں تو سارا عرب مسخر کر لوں۔ پھر اس نے کہا' بتایئے! اگر ہم آپ کے تابع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ مخالفین پر غالب کر دے تو آپ کے بعد حکومت ہماری ہو گی؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ حکومت تو اللہ کی ہے جس کو چاہے دیدے۔ تو اس نے کہا' کیا ہم اپنا سینہ عرب کے سامنے نشانہ اور آماجگاہ بنائیں اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کر دے تو حکومت غیروں کے ہاتھ آئے' ہم کو آپ کی دعوت سے کوئی غرض نہیں اور ایسی باتیں کہہ کر انکار کر دیا۔ بنی عامر' حج کے بعد اپنے عمر رسیدہ شیخ کے پاس گئے' جو حج میں آنے سے قاصر تھا۔ ان کا دستور تھا کہ حج سے واپسی کے بعد' موسم حج کی پوری روئداد

اس کو سناتے' اس سال جب وہ واپس آئے تو اس نے حج کے حالات دریافت کئے' تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ایک نوجوان قریشی مطلبی آیا وہ اپنے آپ کو نبی کہتا تھا' اس نے ہمیں یہ پیشکش کی کہ ہم اس کی حفاظت کریں' اس کا تعاون کریں اور اپنے علاقے میں لے چلیں' یہ سن کر اس عمر رسیدہ شخص نے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا' اے بنی عامر! کیا اس کی تلافی ممکن ہے؟ کیا اس کا تدارک ہو سکتا ہے' خدا کی قسم! کسی اسماعیلی نے کبھی ایسی ویسی بات نہیں کی' بے شک وہ سچا ہے' تمہاری عقل کہاں کھو گئی۔

تبلیغ کا طریقہ : موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری سالوں میں اپنی ذات گرامی ہر موسم حج میں قبائل کے سامنے پیش کرتے' قوم کے ہر شریف اور رئیس سے گفتگو کرتے' ان سے صرف یہی درخواست کرتے کہ تبلیغ اسلام کے لئے اپنے علاقہ میں لے جائیں اور آپ کا تعاون اور تحفظ کریں' آپ فرماتے تھے' میں کسی کو مجبور نہیں کرتا' جو شخص تم میں سے میری بات پسند کرے وہ قبول کر لے اور جو نہ پسند کرے' میں اسے مجبور نہیں کرتا' میرا مقصد ہے کہ تم میری قتل و خونریزی سے حفاظت کرو کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں اور میں یہ تبلیغ کرتا رہوں گا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور میرے رفقاء کار کے لئے کوئی فیصلہ صادر فرما دے۔ یہ پیشکش کوئی قبیلہ قبول نہ کرتا اور جس کے پاس جاتے وہ یہی کہتا کہ اس شخص کی قوم اس کو خوب جانتی ہے۔ اس نے اپنی قوم کو خراب کر دیا ہے اور اس نے اس کو نظر انداز کر دیا ہے' کیا ایسا شخص کسی کو مفید ہو سکتا ہے؟ دراصل اس خوش قسمتی اور سعادت مندی کو اللہ تعالیٰ نے انصار کا مقدر بنایا تھا اور اللہ نے ان کو اس سے سرفراز کر دیا۔

کندہ اور بکر بن وائل کا دورہ عباسؓ کے ہمراہ : حافظ ابونعیم نے (عبد اللہ بن اجلح اور یحییٰ بن سعید اموی' محمد بن سائب کلبی' ابوصالح' ابن عباس) عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اور تمہارا بھائی میرا تحفظ نہیں کر سکتے تو کیا آپ میرے ساتھ میلے میں چلیں گے کہ ہم عرب قبائل کے ڈیروں پر جائیں (چنانچہ ہم گئے) اور وہاں عرب کے قبائل موجود تھے' میں نے کہا جناب! یہ ہے کندہ قبیلہ اور ان کے ہمراہ دیگر گروہ یہ یمن کے بہترین حاجی ہیں اور یہ بکر بن وائل کے ٹھکانے ہیں اور یہ بنی عامر بن صعصعہ کے ڈیرے ہیں' آپ جسے چاہیں تبلیغ کے لئے منتخب کریں' چنانچہ آپ نے کندہ کا انتخاب فرمایا اور ان سے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا' یمنی ہیں' آپ نے پوچھا کون سے یمنی؟ انہوں نے جواب دیا کندہ قبیلہ سے' پھر پوچھا کندہ کی کس شاخ سے؟ انہوں نے کہا' عمرو بن معاویہ کی اولاد سے' اس تعارفی گفتگو کے بعد آپ نے فرمایا کیا آپ لوگوں کو خیر و بھلائی کی جستجو ہے؟ انہوں نے کہا' وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم لا الہ الا اللہ کی شہادت دو اور نماز قائم کرو اور اللہ کے فرمان پر ایمان لاؤ۔

عبد اللہ بن اجلح راوی کے مطابق' کندہ قبیلہ نے سوال کیا اگر ہم کامیاب ہو گئے تو آپ کے بعد حکومت ہماری ہو گی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ملک اللہ کا ہے جسے چاہے دے گا' یہ جواب سن کر انہوں نے کہا ہمیں آپ سے کوئی غرض اور سروکار نہیں۔ کلبی راوی کے مطابق انہوں نے جواب دیا کہ آپ ہمیں اپنے خداؤں کی عبادت سے روکنے آئے ہو اور سارے عرب سے تصادم کرانے کے لئے آئے ہو' یہ

جوابات سن کر رسول اللہ ﷺ ان سے مایوس ہو کر بکر بن وائل کے پاس آئے۔

بکر : جب آپ بکر بن وائل کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا کس قوم سے ہو؟ انہوں نے کہا بکر بن وائل سے۔ آپ نے پوچھا بکر کی کس شاخ سے؟ تو انہوں نے کہا قیس بن ثعلبہ کی اولاد سے' آپ نے پوچھا تمہاری تعداد کس قدر ہے؟ انہوں نے کہا بہت' ریت کے ذروں کی طرح' پھر پوچھا دفاع کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کوئی دفاع نہیں' ہم لوگ فارس کے ہمسایہ ہیں۔ ہم ان سے محفوظ نہیں اور نہ ہم کسی کو پناہ دے سکتے ہیں۔ (یہ مفصل جواب سن کر) آپ نے فرمایا' اگر تم زندہ رہے تو للہ یہ سمجھو کہ تم ان کے محلات --- فارس --- میں رہائش کرو گے اور ان --- فارس --- کی خواتین سے شادی کرو گے اور ان کی اولاد کو غلام بناؤ گے اور ۳۳' ۳۳' بار سبحان اللہ' الحمدللہ کہو اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہو۔

اس گفتگو کے بعد' ان لوگوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں' جب آپ تشریف لے گئے تو بقول کلبی راوی (آپ کا چچا ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے رہتا تھا وہ لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا تھا اس کی بات نہ قبول کرو) جب ابولہب تردید کے لئے آیا تو اس سے پوچھا کیا تو اس آدمی کو پہچانتا ہے؟ اس نے کہا ہاں وہ عالی نسب باوقار خاندان سے ہے۔ ابولہب نے پوچھا' تم اس کے کون سے حالات پوچھتے ہو؟ تو ان لوگوں نے ابولہب کو آپ کے پیش کردہ پروگرام کے بارے میں آگاہ کیا تو اس نے کہا' اس کی بات پر توجہ نہ دو وہ پاگل ہے' دماغی خرابی سے ہذیان بکتا ہے (معاذ اللہ) تو ان لوگوں نے کہا' ہاں ہم نے بھی یہ محسوس کیا تھا جب اس نے فارس اور کسریٰ کے بارے کچھ بتایا تھا۔

عکاظ میں بنی عامر : کلبی کہتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمان معاریی نے اپنے کسی بزرگ سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس میلہ عکاظ میں تشریف لائے۔ (عکاظ:۔ طائف اور نخلہ کے درمیان میلہ لگتا تھا اور یکم ذی قعد سے بیس ذی قعد تک جاری رہتا' ندوی) اور پوچھا' کون سی قوم سے ہو؟ بتایا عامر بن صعصعہ کی اولاد سے' پھر پوچھا بنی عامر کے کس خاندان سے؟ بتایا بنی کعب بن ربیعہ سے' پھر پوچھا تمہارا دفاع کیسا ہے؟ تو بتایا ہمارے فیصلے کے خلاف کوئی دم نہیں مار سکتا اور کوئی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

بعد ازیں آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کا رسول ہوں' میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرا تعاون کریں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا سکوں اور میں کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ انہوں نے پوچھا آپ قریش کے کس خاندان سے ہیں؟ آپ نے فرمایا بنی عبدالمطلب سے' تو انہوں نے کہا' عبدمناف کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا' عبدمناف نے تو سب سے پہلے میری تکذیب کی اور مجھے للکارا۔ انہوں نے کہا' ہم آپ کو حقیر سمجھ کر دور نہ کریں گے اور آپ پر ایمان بھی نہ لائیں گے۔ البتہ آپ کا تحفظ کریں گے کہ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکو' چنانچہ آپ ان کے پاس چلے آئے اور وہ لوگ خرید و فروخت میں مشغول تھے۔

بحیرہ قشیری : دریں اثنا ان کے پاس بحیرہ فراس قشیری آیا اس نے پوچھا یہ کون اجنبی ہے' تمہارے پاس؟ لوگوں نے کہا محمد بن عبداللہ القرشی۔ اس نے کہا تمہارا اور اس کا کیا ناطہ؟ ان لوگوں نے جواب دیا وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے اس نے پیغام سنانے کے لئے تحفظ کا سوال کیا تھا' بحیرہ نے پوچھا' تم نے کیا

جواب دیا؟ انہوں نے کہا' ہم نے اسے خوش آمدید کہا اور مکمل حفاظت کا یقین دلایا۔ بحیرہ نے کہا' اس میلے میں تم سے زیادہ کوئی نقصان وہ چیز نہیں لے جا رہا۔ تم لوگوں سے مقابلہ کرو گے اور سارا عرب تم پر یکبارگی حملہ آور ہو جائے گا۔ اس کی قوم اسے خوب جانتی ہے۔ اگر ان کو خیر کی توقع ہوتی تو وہ اس سعادت کو خود حاصل کر چکے ہوتے' کیا تم ایسے کمزور انسان پر اعتماد کرتے ہو جسے اس کی قوم نے دھتکار دیا ہو اور اس کو جھوٹا قرار دیا ہو' یا ان حالات میں تم اسے تحفظ دو گے اور اس کا تعاون کرو گے۔ (یہ نہایت بدترین رائے ہے) پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا' خود اس نے کہا' اٹھو' اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ' واللہ! اگر آپ میری قوم کی پناہ میں نہ ہوتے تو آپ کا سر قلم کر دیتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار ہو گئے تو اس خبیث نے اونٹنی کی کوکھ پر مارا اور وہ دوڑی تو رسول اللہ ﷺ کو گرا دیا' انا للہ و انا علیہ راجعون۔

دعا کا اثر : اس وقت بنی عامر میں ایک خاتون' ضباعہ بنت عامر بن قرط موجود تھی جو مکہ میں مسلمان ہو چکی تھی اور اپنے چچازاد بھائیوں سے ملاقات کے لئے آئی تھی۔ تو اس نے کہا' اے آل عامر! کیا ایسی بیہودہ حرکت تمہاری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روا رکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اس کے تین چچازاد بھائی' بحیرہ اور اس کے دو ساتھیوں کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر ایک نے اپنے مدمقابل کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور سینے پر بیٹھ کر منہ پر تھپڑ رسید کئے اور رسول اللہ ﷺ نے دعا کی' یااللہ! ان تینوں پر برکت کر اور ان تینوں پر لعنت برسا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے مددگار تین اشخاص غطیف اور غطفان پسران سہل اور عروہ یا عذرہ بن عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا۔

مغازی میں یہ حدیث حافظ سعید بن یحییٰ بن سعید اموی نے اپنے والد سے نقل کی ہے۔ اور دوسرے تین بحیرہ بن فراس' حزن بن عبداللہ بن سلمہ بن قشیری اور معاویہ بن عبادہ یکے از بنی عقیل ہلاک ہو گئے۔ **لعنھم اللہ لعنا کثیرا۔** یہ اثر غریب ہے اور ہم نے محض اس کی غرابت کی وجہ سے یہاں تحریر کیا ہے' واللہ اعلم۔ عامر بن صعصعہ کے قصہ کے بارے ابونعیم نے بھی کعب بن مالکؓ کی حدیث بطور شاہد بیان کی ہے۔

ابوبکر کی ایک نوخیز سے عجب گفتگو : مذکور بالا قصہ سے بھی طویل اور غریب وہ روایت ہے جو ابونعیم' حاکم اور بیہقی نے بیان کی ہے۔ (یہ الفاظ ابونعیم کے ہیں) ابان بن عبداللہ نخلی' (ابان بن تغلب' عکرمہ' ابن عباسؓ) علی بن ابی طالبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو عرب قبائل کے سامنے تبلیغ کی خاطر اپنی ذات گرامی پیش کرنے کا حکم ہوا تو میں اور ابوبکر آپ کے ہمراہ منیٰ گئے اور عرب لوگوں کی ایک مجلس میں پہنچ گئے تو ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر سلام کہا --- ابوبکر ہر نیک کام میں پیش رفت کرتے اور علم انساب کے ماہر تھے --- اور پوچھا کس قوم سے ہو؟ انہوں نے کہا ربیعہ سے' ابوبکر نے پوچھا کون سے ربیعہ؟ کیا ان کے اشراف میں سے یا متوسط لوگوں میں سے؟ تو انہوں نے جواب دیا ان کے رؤسا سے؟ ابوبکر نے پوچھا کون سے عظیم رؤسا سے؟ تو انہوں نے کہا' "ذھل اکبر" سے' پھر انہوں نے کہا تم میں وہ "عوف" ہے جس کے بارے مشہور ہے کہ عوف کے علاقہ میں اس جیسا کوئی آزاد منش نہیں ہے؟ انہوں نے کہا' جی

نہیں' ابوبکر نے پھر ان سے دریافت کیا' کیا تم میں .سطام بن قیس' علم بردار' اور زندوں کا منتہائے نظر ہے؟ پھر انہوں نے کہا' جی نہیں۔ ابوبکر نے پوچھا کیا تم میں سے' حوفزان بن شریک بادشاہوں کا سر قلم کرنے والا' اور ان کی روح اچک لے جانے والا ہے؟ انہوں نے کہا جی نہیں۔ ابوبکر نے پوچھا کیا تم میں سے جساس بن مرہ بن ذھل عزت و آبرو کا حامی اور ہمسایہ کا محافظ و نگہبان ہے؟ انہوں نے کہا جی نہیں۔ ابوبکر نے پھر پوچھا کیا تم میں سے مزدلف' تنہا عمامہ پوش اور پگڑی باندھنے والا ہے؟ انہوں نے کہا جی نہیں' ابوبکر نے پھر پوچھا کیا تم شاہان کندہ کے ماموں ہو؟ تو انہوں نے کہا جی نہیں۔ ابوبکر نے پھر پوچھا کیا تم شاہان لخم کے سسرال ہو؟ تو انہوں نے کہا جی نہیں' تو پھر ابوبکر نے کہا' تم ذھل اکبر نہیں ہو بلکہ ذھل اصغر ہو۔

بعد ازیں ایک نوخیز **دغفل بن حنظله** ذھلی' جس کے چہرے پر سبزہ نمودار تھا' ابوبکر کی طرف لپکا اور ان کی سواری کی مہار تھام کر گویا ہوا۔

ـ عـلـى سـائلنا أن نسـألـه　　والعـبء لا نعرفـه أو نحملـه

(ہم سے سوالات کرنے والے کے ذمہ ہے کہ ہمارے سوالات کا جواب دے' اس کی ذمہ داری سے ہم آشنا نہ ہوں یا اسے برداشت کر لیں)

جناب! آپ نے پوچھا اور ہم نے بلا کم و کاست جواب دیا' ہم بھی آپ سے تعارف چاہتے ہیں بتائیے' آپ کون ہیں؟ بتایا میں قریشی ہوں' تو نوخیز نے کہا خوب' خوب' سردار اور رئیس' پورے عرب کے پیشوا اور راہنما' نوخیز نے پوچھا' آپ قریش کے کس خاندان سے ہیں؟ تو ابوبکر نے کہا' بنی تیم میں سے' تو نوخیز نے کہا' واللہ! آپ نے تیر انداز کو' دگد کی اور حلق کے قریب تیر اندازی کا موقعہ فراہم کیا ہے فرمائیے! کیا تمہارے خاندان سے قصی بن کلاب ہے' جس نے مکہ پر ناجائز قابضین کو تہ تیغ کیا اور باقی ماندہ کو جلا وطن اور شہربدر کر دیا اور ہر طرف سے اپنی قوم کو لا کر یہاں آباد کیا' بیت اللہ پر قابض ہو گیا اور قریش کو ان کے مکانات میں آباد کیا' بدیں وجہ عرب نے اس کا نام مجمع رکھا اور ان کے متعلق شاعر کہتا ہے۔

ليس أبوكـم كـان يدعـى مجمعًـا　　بـه جمـع الله القبـائل مـن فهـر

(کیا تمہارا باپ وہ نہیں جسے "مجمع" کے لقب سے پکارا جاتا ہے اس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے فہر کے قبائل کو یکجا جمع کر دیا)

تو ابوبکر نے کہا جی نہیں۔ پھر نوخیز نے کہا کیا تمہارے خاندان میں سے عبد مناف ہے' پختہ کار شاہینوں کا باپ اور وصیتوں کا منعمی؟ تو ابوبکر نے کہا' نہیں جناب' تو نوخیز نے کہا' کیا تمہارے خاندان میں سے عمرو بن عبد مناف' ہاشم ہے؟ جس نے اپنی قوم اور مکہ کے باشندوں کو ثرید کھلایا تھا اور اس کے متعلق شاعر کہتا ہے۔

عمرو العلا هشـم الـثريد لقومـه　　ورجـال مكـة مسـنتون عجـاف

سـنوا اليـه الرحلتـين كليهمـا　　عنـد الشـتاه ورحلتـه الاصيـاف

كـانت قريـش بيضـة فتفنقـت　　فـالمخ خالصـة لعبـد منـاف

[illegible]　　[illegible] القبائل [illegible] للاضياف

والضارب بين الكبش يبرق بيضه والمانعين البيض بالأسياف
لله درك لو نزلت بدارهم منعوك من نزل ومن قرف

(عالی قدر عمرو' جس نے اپنی قوم کے لئے ثرید کا اہتمام کیا اور مکہ کے باشندے دبلے پتلے قحط سالی کا شکار تھے۔ اسی کی طرف تجارت کے موسم سرما اور گرما کے دونوں سفروں کو منسوب کرتے ہیں۔ قریش ایک انڈا تھے جو پھٹ گیا' اس کی خالص زردی عبد مناف کا حصہ ہے۔ لوگوں کو آسودہ حال کرتے ہیں اور کوئی خوش حالی دینے والا معروف و مشہور نہیں اور مہمانوں کو کہتے ہیں چلے آؤ۔ سفید پوش سرداروں کو مارتے ہیں اور خواتین کی حفاظت تلواروں سے کرتے ہیں۔ تیری خیروخوبی بہت ہے۔ اگر تو ان کے علاقے میں چلا جائے تو وہ سب تنگی ترشی اور تہمت کا ازالہ کر دیتے ہیں)

تو ابوبکر نے کہا' جی نہیں! تو پھر نوخیز نے کہا' کیا تمہارے خاندان میں سے عبدالمطلب **شيبة الحمد** ہے' مکہ کے تجارتی قافلے کا مالک فضا میں اڑنے والے پرندوں کو کھلانے والا' جنگلات میں وحشی جانوروں اور درندوں کو خوراک دینے والا' خوبرو گویا کہ اس کا چہرہ تاریک رات میں چمکتا ہوا چاند ہے' تو ابوبکر نے کہا جی نہیں۔ تو پھر نوخیز نے کہا' کیا تیرا خاندان افاضہ والوں میں سے ہے؟ جن کی راہنمائی میں حاجی عرفات سے لوٹتے ہیں' تو ابوبکر نے کہا جی نہیں۔ پھر نوخیز نے پوچھا' کیا تیرا خاندان حجابہ والوں میں سے ہے؟ جو کعبے کے کلید بردار اور متولی ہیں' تو ابوبکر نے کہا جی نہیں!

پھر نوخیز نے کہا' کیا تیرا خاندان ندوہ کے اراکین میں سے ہے؟ تو ابوبکر نے کہا جی نہیں۔ پھر نوخیز نے پوچھا کیا تیرا خاندان "سقایہ" والوں میں سے ہے؟ جن کا منصب حاجیوں کے پانی کا اہتمام کرنا ہے تو ابوبکر نے کہا جی نہیں۔ پھر نوخیز نے پوچھا کیا تیرا خاندان "اہل رفادہ" میں سے ہے؟ جن کے ذمہ حجاج کی خبر گیری ہے' تو ابوبکر نے کہا جی نہیں! تو پھر اس نے کہا' کیا تیرے خاندان کا شمار عرفات سے واپسی کی راہنمائی کرنے والوں میں سے ہے؟ تو ابوبکر نے جی نہیں کہہ کر نوخیز کے ہاتھ سے مہار چھین لی تو اس نوخیز نے کہا۔

صادف در السيل در يدفعه يهيضة حينا وحينا يرفعه

(پھر نوخیز نے کہا' واللہ اے قریشی! اگر آپ ذرا ٹھہرتے تو میں آپ کو بتاتا کہ تم قریش کے ادنیٰ لوگوں میں سے ہو اور ان کے معزز اور اشراف سے نہیں ہو)

پھر رسول اللہ ﷺ مسکراتے ہوئے تشریف لائے اور علیؓ نے کہا جناب ابوبکر! آپ اعرابی سے ایک ناگہانی آفت میں پڑ گئے تو ابوبکر نے کہا ہاں! ایک آفت سے دوسری آفت بڑھ کر ہوتی ہے اور کلام کے ساتھ بلا اور مصیبت پیوستہ ہے۔ جب سیلاب کی رو سے دوسری رو ٹکراتی ہے تو وہ اسے روکتی ہے۔ کبھی اس کو توڑتی اور کبھی چیرتی ہے۔

مفروق شیبانی وغیرہ : پھر ہم ایک مجلس میں پہنچے' وہ پرسکون اور باوقار تھی اور لوگ بھی صاحب حیثیت اور پرہیبت تھے' حضرت ابوبکر نے آگے بڑھ کر سلام کہا --- بقول علیؓ ابوبکرؓ ہر نیک کام میں پیش پیش تھے --- پھر ان سے پوچھا' آپ کس قوم سے ہیں؟ انہوں نے کہا' ہم بنی شیبان بن **ثعلبه** ہیں۔ تو پھر ابوبکر

نے رسول اللہ ﷺ سے متوجہ ہو کر عرض کیا --- آپ پر میرے ماں باپ قربان --- یہ لوگ اپنی قوم کے نامور اور سرپرست ہیں۔

مجلس میں مفروق بن عمرو' ھانی بن قبیصہ مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک موجود تھے۔ اتفاق سے مفروق ابوبکر کے قریب بیٹھے تھے۔ مفروق زبان و بیان میں سب پر فائق تھا' اس کے بالوں کے دو گیسو سینے پر لٹک رہے تھے۔ ابوبکر نے اس سے پوچھا' تمہاری مردم شماری کس قدر ہے؟ اس نے کہا ہم ہزار سے زائد ہیں اور ہزار اقلیت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوتے۔ پھر اس سے پوچھا تمہارا دفاع کیسا ہے؟ اس نے کہا ہمارا کام جدوجہد ہے اور ہر قوم کی سعی و کاوش ہوتی ہے۔ پھر ابوبکر نے اس سے پوچھا' تمہاری دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ لڑائی کیسی ہے۔ مفروق نے کہا' جب ہم غضب ناک ہوتے ہیں تو لڑائی میں ہیبت ناک ہوتے ہیں۔ ہم گھوڑوں کو اولاد سے ترجیح دیتے ہیں اور دودھیلی جانوروں سے اسلحہ کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ پھر بھی فتح و شکست اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کبھی ہم فتح یاب اور کبھی مخالف۔ مفروق نے کہا غالباً آپ قرشی ہوں گے' تو --- اشارہ کرتے ہوئے --- ابوبکر نے کہا اگر تم نے کسی پیغمبر کا تذکرہ سنا ہے تو وہ یہی ہیں' تو مفروق نے کہا' ہمیں ایسا ہی معلوم ہوا ہے۔ پھر مفروق رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور آپؐ نے اس کے قریب بیٹھ کر کہا --- اور ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ پر کپڑا تان کر کھڑے ہو گئے --- میں آپ کو لا الہ الا اللہ کی دعوت پیش کرتا ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں' نیز درخواست ہے کہ آپ مجھے مقام مہیا کریں اور میرا تعاون کریں تاکہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا سکوں' قریش نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی ہے۔ اس کے رسول کی تکذیب کی ہے اور حق بات سے بے نیازی اور بے پرواہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز اور تعریف و ستائش کے قابل ہے۔

مفروق نے کہا' اے برادر قریش! کس بات کی تلقین کرتے ہو؟ تو آپؐ نے تلاوت فرمائی۔ **قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق' نحن نرزقکم وایاھم ولا تقربوا الفواحش ماظھر منھا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللّٰہ الا بالحق ذلکم وصاکم بہ لعلکم تعقلون** (۶/۱۵۲) "کہہ دو! آؤ میں تمہیں بتا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور تنگ دستی کے سبب سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں اور انہیں رزق دیں گے اور بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کے قریب نہ جاؤ اور ناحق کسی جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے تمہیں یہ حکم دیتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔"

مفروق نے کہا علاوہ ازیں آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں' واللہ! یہ کسی انسان کا کلام نہیں' اگر وہ انسان کا کلام ہوتا تو ہم اسے پہچان جاتے پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت (نحل/۹۰) تلاوت فرمائی۔ **ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون** (۹/۱۶) "بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کا حکم دیتا ہے

اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے' تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو"

یہ سن کر مفروق نے کہا' واللہ! اے برادر قریش! آپ نے عمدہ اخلاق اور نیک اعمال کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ کی تکذیب اور مخالفت کرنے والے جھوٹے ہیں۔ پھر اس نے ہانی کو گفتگو میں شریک کرنے کی خاطر کہا۔ یہ ہیں ہانی بن قبیصہ! ہمارے بزرگ اور دینی رہنما' تو ہانی نے کہا' اے برادر قریش! میں نے آپ کی بات سنی ہے اور اس کو درست تسلیم کیا ہے۔ میرے خیال میں صرف پہلی ملاقات میں ہی خاندانی عقیدہ ترک کرنا اور آپ کا دین قبول کرنا' اس میں غور و فکر نہ کرنا اور اس کے انجام کو نہ سوچنا' ایک لغزش اور کم عقلی ہے' لغزش جلد بازی سے ہوتی ہے۔ وطن میں ہمارے معتبر بزرگ ہیں جن کی غیر موجودگی میں ہم کوئی معاہدہ کرنا پسند نہیں کرتے اس لئے وطن جا کر ہم اور آپ اس کے بارے مزید غور و خوض کریں پھر اس نے مثنیٰ بن حارثہ کو گفتگو میں شریک کرنے کی خاطر کہا کہ یہ مثنیٰ ہمارے بزرگ اور امور جنگ کے ماہر ہیں' تو مثنیٰ نے کہا' اے برادر قریش! میں نے آپ کا کلام سنا' اور اس کو اچھا سمجھتا ہوں' مجھے آپ کی فصاحت و بلاغت نے حیرت میں ڈال دیا ہے اور آپ کے کلام کا وہی جواب ہے جو ہانی بن قبیصہ نے دیا ہے کہ خاندانی دین کو فوراً چھوڑ دینا جلد بازی ہے۔ ہم دو دریاؤں اور صریین کے درمیان آباد ہیں ایک یمامہ اور دوسرا سماوہ۔ (مگر لسان العرب مادہ ص ر ی ج ۱۴ ص ۴۵۹ پر "سمامہ" مذکور ہے۔ ندوی)

رسول اللہ ﷺ نے مزید وضاحت کے لئے فرمایا "ما هذان الصريان" تو اس نے کہا' ایک تو ہے ساحل دریا پر عرب کا علاقہ اور دوسرا جہاں کسریٰ کی نہریں ہیں فارس کا علاقہ' ہمارا کسریٰ سے معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہم کوئی خلاف قانون بات نہ کریں اور نہ ہی خلاف قانون بات کرنے والے کو اپنے ہاں قیام کی اجازت دیں' ممکن ہے جس دین کی آپ دعوت پیش کرتے ہیں وہ شاہان ایران کو پسند نہ ہو' ہمارا وہ علاقہ جو عرب کے متصل ہے وہاں کے باشندوں کی غلطی' قابل معافی اور معذرت مقبول ہوتی ہے اور جو لوگ ایران و فارس کے متصل آباد ہیں ان کی غلطی ناقابل معافی اور معذرت نامنظور ہوتی ہے۔ اگر آپ کی خواہش ہو کہ ہم عرب کے متصل علاقہ میں آپ کا تعاون کریں تو ہم تیار ہیں' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپ نے حقیقت حال کا اظہار کر کے کوئی غلط جواب نہیں دیا مگر دین کا کام وہی سرانجام دے سکتا ہے جو اس کی ہر طرح سے حفاظت کرے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کچھ عرصے بعد انقلاب برپا ہو جائے گا کہ ان (کسریٰ) کا علاقہ اور مال و متاع تمہارے زیر تصرف آجائے اور ان کی بیٹیاں تمہارے نکاح میں آجائیں تو اللہ تعالیٰ کے فرمان بردار بن کر اس کی تسبیح و تقدیس کا اظہار کرو گے؟ تو نعمان بن شریک نے کہا اے برادر قریش! اللہ گواہ ہے کہ یہ بات منظور ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **يايها النبى انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا و داعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا** (احزاب/۴۵) "اے نبی! ہم نے آپ کو لوگوں پر گواہ' بشارت سنانے والا' عذاب سے ڈرانے والا' اس کے حکم سے اللہ کے دین کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔" پھر رسول اللہ ﷺ ابوبکر کا ہاتھ تھام کر کھڑے ہوئے اور ہمیں متوجہ کر کے فرمایا' اے

علیؓ! جاہلیت کے دور میں بھی عرب کے اخلاق کس قدر اعلیٰ تھے' اپنی زندگی میں وہ ان کا پاس کرتے تھے' پھر ہم اوس اور خزرج کی مجلس میں چلے آئے۔ ان لوگوں نے نبی علیہ السلام کی بیعت کر لی تو مجلس برخاست ہوئی۔ علیؓ کہتے ہیں وہ لوگ راست گو اور صبرمند تھے۔ رسول اللہ ﷺ ابوبکر کی علم انساب کی مہارت پر مسرور ہوئے۔

پیش گوئی : پھر معمولی عرصہ بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو اطلاع دی کہ اللہ کا شکر کرو کہ آج ربیعہ قبیلہ' فارس پر قابض ہو چکا ہے' اس نے ان کے ملوک کو قتل کر کے' لشکر کو تہ تیغ کر دیا ہے اور میری بدولت فتح یاب ہوئے ہیں اور یہ معرکہ ذی وقار کے قریب قراقر میں بپا ہوا اس کے بارے اعشیٰ کہتا ہے۔

فدی لبنی ذهل بن شیبان ناقتی　　ورا کبها عند اللقاء وقلت
همو ضربوا بالخنو حنو قراقر　　مقدمة الهامرز حتی تولت
فیا عیبا من رای من فوارس　　کذهل بن شیبان بها حین ولت
فثاروا وثرنا والمودة بیننا　　وکانت علینا عمرة فتجلت

(بنی ذہل پر میری ناقہ اور اس کا سوار قربان ہے لڑائی کے وقت کہ اس نے اپنے سوار کو اٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے میدان قراقر کے موڑ پر ھامرز کے لشکر کو تہ تیغ کر دیا اور وہ پسپا ہو گیا۔ کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے ذہل کے شاہ سواروں کو وہاں دیکھا جب وہ پلٹے۔ انہوں نے بدلہ لیا اور ہم نے بھی بدلہ چکایا' ہمارے درمیان دوستانہ مراسم تھے۔ ہم ایک مشکل میں مبتلا تھے اب وہ مشکل حل ہو گئی)

یہ حدیث نہایت غریب ہے۔ ہم نے اس میں مذکورہ دلائل نبوت' عمدہ اخلاق' بہترین عادات اور فصاحت عرب کی بنا پر یہاں درج کیا ہے۔

نام محمد ان کا شعار تھا : یہ قصہ ایک اور سند سے مذکور ہے اور اس میں یہ موجود ہے کہ جب قبیلہ ربیعہ' فرات کے ساحل پر قراقر کے میدان میں' اہل فارس سے برسرپیکار ہوا تو اس نے اپنا شعار' اسم محمد' مقرر کیا اور وہ اس کی بدولت فارس کو شکست دے کر فتح یاب ہوا اور بعد ازیں دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔

میسرہؓ کا واقعہ : واقدی کہتے ہیں' مجھے عبداللہ بن وابصہ عبسی نے اپنے باپ اور دادا کی معرفت بتایا کہ ہمارے ہاں منیٰ میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ہم مسجد خیف کے متصل جمرہ اول کے بالمقابل فروکش تھے' آپؐ کے پیچھے سواری پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ آپ نے ہمیں اللہ کے دین کی دعوت پیش کی واللہ! ہم نے آپ کی بات کو قبول نہ کیا اور نہ یہ ہمارے مقدر میں تھا۔ موسم حج میں ہم آپ کی وعظ و نصیحت اور دعوت دین کی باتیں سنا کرتے تھے۔ مگر ہم نے آپ کے پند ونصائح قبول نہ کئے۔ ہم میں سے ایک نوجوان میسرہ بن مسروق عبسی تھا اس نے کہا' بخدا! اگر ہم اس عظیم الشان انسان کی تصدیق کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اس کو اپنے علاقہ میں لے چلیں تو یہ ایک عمدہ منصوبہ ہے۔ خدا کی قسم! اس کی دعوت دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل جائے گی' تو باقی لوگوں نے کہا' چھوڑو یہ کام ہماری استطاعت سے باہر ہے' یہ سن کر ... تو اس نے

کہا' آپ کا کلام کس قدر وقیع اور فصیح ہے' لیکن میری قوم میری مخالف ہے' آدمی کی قدر و منزلت اپنی قوم سے ہوتی ہے۔ جب اپنے تعاون نہ کریں تو اجنبی کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور لوگ اپنے وطن واپس چلے آئے۔

راستہ میں میسرہؓ نے ان کو کہا چلو فدک کے علماء یہود سے اس "شخص" کی بابت دریافت کریں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس گئے اور انہوں نے توریت سے ان کو رسول اللہ ﷺ کی صفات بتائیں وہ اللہ کا رسول امی' اور عربی ہے۔ گدھے پر سواری کرے گا' بقدر کفاف روزی پر کفایت کرے گا' درمیانہ قد' نہ کوتاہ پست قد' سر کے بال نہ گھنگھریالے نہ بالکل سیدھے' آنکھوں میں سرخ ڈورا' چمکیلا رنگ اگر اس میں یہ صفات موجود ہیں تو اس کی بات تسلیم کر کے اس کے دائرہ دین میں داخل ہو جاؤ۔ باقی رہے ہم' ہم تو اس سے حسد رکھتے ہیں اس کی اتباع نہ کریں گے اس سے کئی مقامات پر عظیم مقابلہ ہوگا۔ سارا عرب اس کے مطیع اور تابع ہو جائے گا اور مخالف تہ تیغ ہو جائے گا' لہٰذا تم اس کے تابعداران کے گروہ میں شامل ہو جاؤ۔ میسرہ نے کہا' لوگو! یہ بات بالکل بین اور صاف ہے تو لوگوں نے کہا' آئندہ موسم حج میں آپ سے ملاقات کریں گے۔ وہ اپنے وطن واپس چلے آئے اور کسی کو دائرہ اسلام میں داخل ہونا نصیب نہ ہوا۔

رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور حجتہ الوداع کیا تو آپ سے میسرہ کی ملاقات ہوئی اور آپ نے اس کو پہچان لیا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں تو منیٰ کے روز سے ہی آپ کی اتباع و اقتدا کا حریص اور خواہشمند تھا' لیکن وہی ہوتا ہے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے کہ میں اتنے عرصہ بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور میرے متعدد ساتھی اور رفیق سفر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ فرمایئے یا رسول اللہ ﷺ وہ کہاں ہوں گے؟ تو آپ نے فرمایا' جو شخص ملت اسلام کے علاوہ کسی ملت پر فوت ہوا وہ دوزخ میں ہو گا تو اس نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے دوزخ میں داخل ہونے سے بچا لیا۔ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور اسلام پر برقرار رہا' ابو بکرؓ کے ہاں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔

واقدی نے مفصل بیان کیا : امام محمد بن عمرو واقدی نے رسول اللہ ﷺ کا قبائل عرب کے پاس تبلیغ کی غرض سے جانا اور اپنی ذات گرامی کو ان کے سامنے پیش کرنا بالاستیعاب بیان کیا ہے اور جملہ قبائل کا نام اور تذکرہ کیا ہے مثلاً بنی عامر' غسان' بن فزارہ' بنی مرہ' بنی حنیفہ' بنی سلیم' بنی عبس' بنی نصر بن ہوازن' بنی ثعلبہ بن عکابہ' کندہ' کلب' بنی حارث بن کعب' بنی عذرہ اور قیس بن حطیم وغیرہ' امام واقدی نے ان واقعات کو بہ تفصیل بیان کیا اور ہم نے ان میں سے چیدہ چیدہ منتخب کر کے بیان کئے ہیں۔ **وللہ الحمد والمنہ**

ہمدانی : امام احمد (اسود بن عامر' اسرائیل' عثمان بن مغیرہ' سالم بن ابی الجعد) جابر بن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام موسم حج میں لوگوں پر اپنی ذات گرامی پیش کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کوئی ایسا مرد ہے جو مجھے اپنی قوم میں تبلیغ کی خاطر لے چلے' کیونکہ قریش نے مجھے کلام اللہ کی تبلیغ سے روک دیا ہے۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا' آپؐ نے پوچھا کس قوم سے ہو۔ تو اس نے کہا ہمدانی ہوں'

آپ نے پوچھا کیا تمہاری قوم میں، میرے تحفظ کی سکت ہے، تو اس نے کہا جی ہاں! پھر اسے خطرہ لاحق ہوا مبادا قوم اس کے معاہدہ کی پاسداری نہ کرے تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں قوم کے پاس جا کر سارا معاملہ ان کے گوش گزار کروں گا اور میں آئندہ سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے چنانچہ وہ چلا گیا اور ماہ رجب میں انصار کا وفد آیا، سنن اربعہ میں یہ روایت بہ سند اسرائیل مذکور ہے اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

انصار کے وفد کا سال بہ سال آنا اور رسول اللہ ﷺ کی پیہم بیعت کے بعد بیعت کرنا، بعد ازیں رسول اللہ ﷺ کا ہجرت کر کے مدینہ تشریف لانا

سوید بن صامت انصاری کا قصہ : سوید بن صامت بن عطیہ بن حوط، بقول سہیلی سوید بن صلت بن حوط --- بن حبیب بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، ان کی والدہ محترمہ، لیلیٰ بن عمرو نجاریہ، عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ ماجدہ سلمیٰ بنت عمرو کی ہمشیرہ ہیں اس لحاظ سے سوید، رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔ محمد بن اسحاق بن یسار کہتے ہیں کہ تبلیغ اسلام میں انتہائی جدوجہد کے باوجود جب بھی موسم حج میں لوگ آتے، آپ ان کو اللہ کی توحید کی طرف بلاتے اور دائرہ اسلام میں شامل ہونے کی دعوت دیتے، اور اپنی ذات گرامی کو دعوت اسلامی کے لئے پیش کرتے، مکہ میں کسی نامور اور مشہور و معروف شخصیت کی آمد کا سنتے تو ہر ممکن طریقہ سے اس کی ملاقات کی کوشش کرتے اور اس کو اللہ کی توحید اور اسلام کی دعوت پیش کرتے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے اپنے بزرگوں سے بتایا ہے کہ سوید مکہ مکرمہ میں حج یا عمرہ کی خاطر آیا اور لوگ اسے بہادری، شاعری اور شرف و نسب میں ممتاز ہونے کی وجہ سے "الکامل" کہتے تھے اس کا کلام ہے۔

ألا رب من تدعو صديقا ولو ترى مقالته بالغيب ساءك ما يفرى
مقالته كالشهد ما كان شاهداً وبالغيب مأثور على ثغرة النحر
يسرك باديه وتحت أديمه تميمة غش تبترى عقب الظهر
تبين لك العينان ما هو كاتم من الغل والبغضاء بالنظر الشزر
فرشني بخير طالما قد بريتني وخير الموالي من يريش ولا يبرى

(سنو! بہت سے لوگ جن کو تو دوست کہتا ہے اگر تو اس کی غائبانہ باتوں کو سن لے تو اس کی بہتان تراشی تجھے غمناک کر دے گی۔ سامنے اس کی بات شہد ایسی میٹھی ہوتی ہے اور پس پشت حلق پر تلوار۔ اس کا ظاہر مسرور کن ہے اور اس کے دل میں کینے کی فعل خوری ہے جو کمر کو کاٹ دے۔ غور سے گہرائی سے دیکھنے سے، اس کا مخفی کینہ اور

بغض تجھے واضح ہو جائے گا۔ تم نے مجھے بسا اوقات تکلیف دی ہے جو خیر و نیکی سے بھی نوازے بہترین دوست ہوتا ہے جو نیکی کرے اور برائی نہ کرے)

رسول اللہ ﷺ کو اس کی آمد کا معلوم ہوا تو خود اس کے پاس تشریف لے گئے' آپ نے اس کو توحید اور اسلام کی دعوت پیش کی تو سوید نے کہا' شاید جو آپ کے پاس ہے وہ میرے علم جیسا ہو' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تیرے پاس کیا ہے' تو اس نے کہا' مجلّہ لقمان یعنی حکمت لقمان اور امثال لقمان' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' پڑھ کر سناؤ' اس نے سنایا تو آپ نے فرمایا یہ کلام عمدہ ہے اور جو میرے پاس ہے اس سے بھی بہتر اور اعلیٰ ہے۔ قرآن ہے' اللہ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے۔ وہ سراپا ہدایت و نور ہے۔ آپ نے چند آیات تلاوت فرمائیں اور اس کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی اپیل کی تو وہ کچھ مانوس ہوا اور اس نے آپ کے کلام کی تحسین کی' پھر مدینہ چلا آیا تو خزرج نے اسے قتل کر دیا۔ اوس قبیلہ کے لوگ کہتے تھے کہ وہ مسلمان ہوا اور جنگ بعاث سے قبل قتل ہوا۔ حافظ بیہقی نے حاکم (اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر) ابن اسحاق سے یہ قصہ مذکور بالا واقعہ سے مختصر بیان کیا ہے۔

ایاس بن معاذ کا اسلام : ابن اسحاق (حصین بن عبدالرحمان بن عمرو بن سعد بن معاذ) محمود بن لبید سے بیان کرتے ہیں کہ ابوالحیسر انس بن رافع' بنی عبدالاشہل کے چند افراد جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا مکہ میں قریش کے پاس آیا کہ خزرج کے مقابلہ میں ان کو حلیف بنائیں ——— آپس میں جو قبیلے ایک دوسرے کے تعاون کا حلفاً معاہدہ کرتے ہیں وہ حلیف کہلاتے ہیں۔ (ندوی) رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کی آمد کا علم ہوا تو آپ ان کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا آیا تم جس غرض سے آئے ہو اس سے بھی بہتر چیز کی ضرورت ہے۔ انہوں نے استفسار کیا وہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول اور اس کا پیامبر ہوں۔ لوگوں کی طرف' میں ان کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور اللہ نے مجھ پر قرآن اتارا ہے اور آپ نے قرآن کی چند آیات تلاوت فرمائیں تو ایاس بن معاذ ——— جو نوخیز جوان تھے نے کہا ——— اے لوگو! واللہ! جس غرض کے لئے تم آئے ہو' یہ اس سے بہتر ہے' تو ابوالحیسر رئیس وفد نے کنکریاں اٹھا کر' اس کے منہ پر مارتے ہوئے کہا' چپ رہو' ہم کسی اور کام کے لئے آئے ہیں چنانچہ ایاس خاموش ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے اور یہ وفد مدینہ واپس چلا آیا' بعاث کا معرکہ اوس اور خزرج کے درمیان بپا ہوا اور ایاس بن معاذ اس کے بعد فوت ہوا۔

بقول محمود بن لبید کہ مجھے اس کی قوم کے بعض لوگوں نے بتایا کہ مرتے وقت وہ ایاس کی زبان سے کلمہ توحید اور تسبیح و تحمید اور تکبیر سنتے رہے۔ ایاس کے مسلمان ہونے میں شک نہیں کرتے تھے اور وہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجلس میں مسلمان ہو گیا تھا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ مدینہ میں "بعاث" ایک مقام کا نام ہے وہاں اوس اور خزرج کے درمیان ایک عظیم معرکہ بپا ہوا' دونوں طرف سے بڑے بڑے رئیس اور عظیم لوگ اس جنگ میں مارے گئے اور چند رئیس باقی رہ گئے۔ امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ جنگ بعاث کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اوس اور خزرج میں شدید خلفشار

تھا' ان کے اکثر رئیس اور سربراہ جنگ میں قتل ہو چکے تھے۔

انصار میں اسلام کا آغاز : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کرنے' اپنے نبی کو قوت بخشنے اور وعدہ کو پورا کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ اس موسم حج میں تشریف لے گئے جس میں آپ کی ملاقات انصار کے چند افراد سے ہوئی آپ نے حسب معمول اپنی ذات گرامی کو قبائل عرب کے سامنے پیش کیا' آپ منیٰ میں عقبہ کے پاس تھے کہ آپ کی ملاقات خزرج کے چند اشخاص سے ہوئی' جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی سعادت سے سرفراز کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اپنے بزرگوں کی معرفت بتایا کہ جب ان سے رسول اللہ ﷺ نے ملاقات کی تو پوچھا' تم کون ہو؟ تو انھوں نے کہا' قبیلہ خزرج سے ہیں۔ آپ نے مزید پوچھا' یہود کے حلیفوں میں سے' انھوں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا' کیا تم بیٹھتے نہیں کہ میں تم سے بات کر سکوں۔ انھوں نے کہا' کیوں نہیں' چنانچہ وہ آپ کے پاس بیٹھ گئے' آپ نے ان کو توحید کی طرف بلایا' اسلام کا نظریہ پیش کیا اور قرآن سنایا اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام قبول کرنے کا موقعہ اس طرح فراہم کیا کہ یہود ان کے شہر میں آباد تھے وہ صاحب کتاب اور دانا بینا افراد تھے۔ یہ خزرجی مشرک اور بت پرست تھے۔ شہر میں ان کی باہمی چپقلش رہتی تھی' جب کوئی ہنگامہ برپا ہوتا تو یہود کہتے' نبی اب مبعوث ہو گا' اس کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے' ہم اس کی اتباع کریں گے اور اس کے ہمراہ تمہیں عاد اور ارم کی طرح نیست و نابود کر دیں گے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے گفتگو کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے' بھائیو! تم جانتے ہو' واللہ! یہ وہی نبی ہے جس کی یہود تمہیں دھمکیاں دیتے ہیں' وہ تم سے سبقت نہ لے جائیں' چنانچہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور آپ سے عرض کیا' کہ ہم قوم کو ابتر حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں' دنیا میں کسی قوم کی آپس میں ایسی عداوت و مخالفت نہ ہو گی' ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بدولت ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کر دے' ہم وطن جا کر ان کو آپ کے دین کی دعوت دیں گے اور جو دین ہم نے قبول کیا ہے' ان کے سامنے پیش کریں گے' بتوفیق ایزدی اگر انھوں نے بہ اتفاق رائے آپ کا دین قبول کر لیا تو' آپ سے زیادہ معزز و مکرم کوئی نہ ہو گا' پھر وہ ایمان و تصدیق سے سرفراز ہو کر وطن واپس چلے آئے۔

انصار سب سے پہلے مسلمان : ابن اسحاق کہتے ہیں' میرے علم کے مطابق اولین مسلمان چھ افراد خزرجی تھے:

(۱) ابو امامہ اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار' بقول ابو نعیم وہ خزرجیوں میں سے پہلا مسلمان ہے اور اوس قبیلہ سے پہلا مسلمان ابو الھیثم بن تیہان ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے مسلمان رافع بن مالک اور معاذ بن عفراء ہیں' واللہ اعلم۔

(۲) عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار' عرف ابن عفراء۔

(۳) رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن زریق زرقی۔
(۴) قطبہ بن عامر بن صدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ --- سیرت ابن ہشام میں ساردۃ مذکور ہے اور اصل مخطوطہ میں ساوہ ہے جو غلط ہے --- بن تزید بن جشم بن خزرج سلمی یکے از بن سواد۔
(۵) عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام بن کعب بن سلمہ' سلمی یکے از بنی حرام۔
(۶) جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ' سلمی یکے از خاندان بنی عبید رضی اللہ عنہم۔
امام شعبی' امام زہری وغیرہ کی روایت کے مطابق اس رات عقبہ میں یہی چھ خزرجی تھے۔

آٹھ افراد : موسیٰ بن عقبہ نے زہری اور عروہ سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کے پاس پہلے اجتماع میں آٹھ افراد تھے۔ (۱) معاذ بن عفرا (۲) اسعد بن زرارہ (۳) رافع بن مالک (۴) ذکوان بن عبد قیس (۵) عبادہ بن صامت (۶) ابو عبدالرحمان یزید بن ثعلبہ (۷) ابوالھیثم بن تیہان (۸) عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہم' ان صحابہ نے مسلمان ہو کر آئندہ سال حاضر ہونے کا وعدہ کیا۔
یہ لوگ وطن واپس چلے آئے اور تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں معاذ بن عفرا اور اسعد بن زرارہ کو روانہ کیا کہ ہمارے پاس کوئی معلم بھیجیں چنانچہ آپ نے ان کے ہمراہ مصعب بن عمیر کو روانہ کر دیا اور وہ اسعد بن زرارہ کے پاس قیام پذیر ہوئے' بعد ازیں یہ قصہ موسیٰ بن عقبہ نے ابن اسحاق کے آئندہ بیان ہونے والے قصہ کے مطابق بیان کیا ہے جو موسیٰ بن عقبہ کے بیان سے مفصل ہے' واللہ اعلم۔

بیعت عقبہ اولیٰ : ابن اسحاق کہتے ہیں جب وہ لوگ مدینہ میں اپنی قوم کے پاس پہنچے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت کا تذکرہ کیا اور اسلام گھر' گھر پھیل گیا یہاں تک کہ آئندہ سال موسم حج میں انصار کے بارہ اشخاص شریک ہوئے۔ (۱) ابو امامہؓ اسعد بن زرارہ' جن کا نام گذشتہ بیان ہو چکا ہے۔ (۲) عوف بن حارث (مذکور بالا) (۳) برادر عوفؓ معاذ بن عفراء (۴) رافع بن مالک (مذکور بالا) (۵) ذکوان بن قیس بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق زرقی' بقول ابن ہشام یہ انصاری مہاجر ہے۔ (یہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مقیم ہو گئے تھے اور جنگ احد میں شہید ہوئے' ندوی) (۶) عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج (۷) ان کا حلیف ابو عبدالرحمان یزید بن ثعلبہ (۸) عباسؓ بن عبادہ بن فضلہ بن مالک بن عجلان بن یزید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج عجلانی (۹) عقبہ بن عامر بن نابی (مذکور بالا) (۱۰) قطبہ بن عامر بن حدیدہ (مذکور بالا) یہ دس افراد خزرج قبیلہ میں سے تھے۔

ابوالھیثم : عویم بن ساعدہ سے ابو الھیثم کا نام ہے مالک بن مالک بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن عامر بن زعون بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس' ابن اسحاق اور ابن ہشام نے

اس کا نسب نامہ بیان نہیں کیا' ھیثم کا معنی ہے شاہین کا بچہ اور ایک بوٹی کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ مذکور بالا بارہ اشخاص موسم حج میں اس سال حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کا پختہ اور مصمم ارادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے منیٰ میں عقبہ کے پاس رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی' اور آپ سے ''بیعت نسواں'' کی' یہ بیعت '' عقبہ اولیٰ'' کے نام سے معروف ہے۔ بقول ابو نعیم رسول اللہ ﷺ نے سورہ ابراہیم کی آیت واذ قال ابراھیم سے لے کر آخر کل سترہ آیات کی تلاوت فرمائی۔ (۱۴/۵۲)

بیعت نسواں : امام ابن اسحاق' یزید بن ابی حبیب' مرثد بن عبداللہ یزنی' عبدالرحمان بن صنابحی' عبادہ بن صامت سے بیان کرتے ہیں کہ میں '' عقبہ اولیٰ'' کی بیعت میں موجود تھا اور ہم بارہ اشخاص تھے۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت نسواں کی' (یہ جنگ فرض ہونے سے قبل کا واقعہ ہے) کہ شرک نہ کریں گے' چوری نہ کریں گے' بدکاری نہ کریں گے' اولاد کو قتل نہ کریں گے' ایک دوسرے پر بہتان تراشی نہ کریں گے' کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اگر تم نے وفا کی تو جنت پاؤ گے اگر کچھ کوتاہی کی تو یہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے' چاہے معاف کرے' چاہے سزا دے۔ مسلم اور بخاری نے اس روایت کو بہ سند لیث بن سعد' یزید بن ابی حبیب سے بیان کیا ہے۔ بقول ابن اسحاق' امام زہری نے عائذ اللہ ابو ادریس خولانی سے بیان کیا ہے کہ عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ ہم نے عقبہ اولیٰ کی شب رسول اللہ ﷺ سے ان امور پر بیعت کی' شرک نہ کریں گے' چوری نہ کریں گے' بدکاری نہ کریں گے' قتل نہ کریں گے' بہتان تراشی سے باز رہیں گے' نیک کام میں آپ کی مخالفت نہ کریں گے' فرمایا اگر تم ان باتوں پر عمل کرو گے تو جنت پاؤ گے' اگر کوتاہی کرو گے اور دنیا میں اس کا مواخذہ ہو جائے تو وہ مواخذہ کفارہ ہے' اگر جرم مخفی رہے تو وہ اللہ کے سپرد ہے چاہے سزا دے چاہے معاف کر دے' یہ حدیث صحیحین کے علاوہ دیگر کتب میں بھی بہ سند زہری مذکور ہے۔ بیعت عقبہ کا نام بیعت نسواں اس وجہ سے مشہور ہوا کہ صلح حدیبیہ کے سال' ان ہی شرائط کے مطابق عورتوں سے بیعت لینے کا حکم سورہ ممتحنہ (۶۰/۱۲) میں نازل ہوا۔

عمرؓ کی فراست : یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں کیونکہ متعدد (۱۸) مقامات پر حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق قرآن پاک نازل ہوا' جیسا کہ سیرت عمرؓ اور تفسیر میں مفصل بیان ہے۔ اگر بیعت عقبہ' وحی غیر متلو کے تحت معرض وجود میں آئی ہو تو یہ مفہوم بالکل واضح ہے' واللہ اعلم۔

مبعوث کا روانہ کرنا : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب لوگ روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہمراہ مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار بن قصی کو روانہ کر دیا' آپ نے اس کو چند ہدایات فرمائیں کہ قرآن پڑھائے' اسلام سکھائے اور دینی مسائل سمجھائے۔ حافظ بیہقیؒ' ابن اسحاق' عاصم بن عمر بن قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مصعب کو اس وقت بھیجا تھا جب انصار نے آپ کو کسی معلم کے مبعوث کرنے کا تحریر کیا تھا۔ جیسا کہ موسیٰ بن عقبہ سے قبل ازیں بیان ہو چکا ہے' لیکن اس نے دوسری بار بھیجنے کو پہلی بار قرار دیا ہے۔ بقول حافظ بیہقیؒ' ابن اسحاق کا بیان' موسیٰ کی نسبت زیادہ مکمل ہے۔

امام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابوبکر کہا کرتے تھے کہ مجھے "عقبہ اولیٰ" کا علم نہیں' ابن اسحاق فرماتے ہیں' کیوں نہیں' واللہ! ایک بیعت عقبہ کے بعد دوسری بیعت عقبہ میں ہوئی۔ سب کا متفقہ بیان ہے کہ مصعب کا قیام اسعد بن زرارہ کے ہاں تھا' مدینہ میں وہ "مقری" کے نام سے معروف تھے۔ عاصم بن عمر بن قتادہ کے بیان کے موافق' وہ ان کے امام تھے' کیونکہ اوس اور خزرج اپنے کسی شخص کی امامت پر راضی نہ تھے' رضی اللہ عنہم۔

پہلا جمعہ اور مکتوب : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف نے اپنے والد کی معرفت' عبدالرحمان بن کعب بن مالک سے بتایا کہ میرے والد کی نگاہ کمزور ہو گئی تو میں ان کو گھر سے باہر لے جایا کرتا تھا چنانچہ وہ ان کو نماز جمعہ کے لئے لے جاتا تو وہ جمعہ کی اذان سن کر' ابو امامہ اسعد بن زرارہؓ کو دعائیں دیتے' ان کا ہر جمعہ یہ معمول تھا کہ اذان سنتے اور دعائیں دیتے' میں نے دل میں سوچا کہ ہر جمعہ اس دعا کرنے کی وجہ نہ پوچھنا بھی ایک قسم کی کمی اور کوتاہی ہے۔ چنانچہ میں نے پوچھا اباجی! جب بھی آپ اذان جمعہ سنتے ہیں' ابو امامہؓ کے حق میں دعا کرتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا' اے فرزند ارجمند! یہ پہلا شخص تھا جس نے ہمیں مدینہ میں بمقام **بقیع الخضمات** نماز جمعہ پڑھائی۔ میں نے پوچھا' کتنی تعداد تھی؟ بتایا چالیس افراد۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یہ حدیث محمد بن اسحاق کی سند سے بیان کی ہے۔ حافظ دار قطنی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے مصعب بن عمیر کو مکتوب لکھا کہ وہ جمعہ کی نماز پڑھائے۔ اس کی سند میں غرابت ہے' واللہ اعلم۔

اسید اور سعد کا اسلام لانا : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عبیداللہ بن مغیرہ بن معقیب اور عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بتایا کہ اسعد بن زرارہ' مصعب بن عمیر کو ساتھ لے کر بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے محلہ میں گئے (اسعد بن زرارہ اور سعد بن معاذ خالہ زاد بھائی تھے) اور چاہ مرق والے بنی ظفر کے باغ میں جا کر بیٹھ گئے اور وہاں ان کے پاس سب مسلمان اکٹھے ہو گئے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رئیسان عبدالاشہل دونوں مشرک تھے' جب ان کو معلوم ہوا کہ اسعد' مصعب کو لے کر ہمارے محلہ میں آئے ہیں تو سعد نے اسید کو کہا تیرا باپ نہ رہے ان دو آدمیوں کے پاس جاؤ' جو ہمارے محلے میں آکر ہمارے کمزور عقیدہ کے لوگوں کو ورغلاتے ہیں ان کو منع کرو کہ ہمارے محلہ میں نہ آئیں اگر اسعد میرا خالہ زاد بھائی نہ ہوتا تو میں خود روک دیتا' آپ کو جانے کی زحمت نہ دیتا۔ چنانچہ اسید نے نیزہ لیا اور ان کی طرف چل دیا۔ اسعد نے جب اسید کو آتے دیکھا تو مصعب کو بتایا کہ یہ اپنی قوم کا رئیس ہے۔ آپ کے پاس آرہا ہے۔

مصعب نے کہا' ہمارے پاس بیٹھا تو گفتگو کروں گا وہ آتا ہی بکواس بکنے لگے' ہمارے محلہ میں تم کیوں آئے؟ ہمارے بے وقوف اور سادہ لوح لوگوں کو ورغلاتے ہو' اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہم سے دور دور رہو۔ (بروایت موسیٰ بن عقبہ:۔ اسید نے اسعد سے کہا' تم اس اجنبی کو جس کا گھر نہ گھاٹ ہمارے محلے میں لے آئے ہو اور لوگوں کو ورغلاتے ہو اور غلط بات کی دعوت دیتے ہو) ابن اسحاق کہتے ہیں' مصعب نے اسید کو کہا کیا بیٹھ کر کچھ سنتے بھی ہو؟ اگر پسند آئے تو مان لو' پسند نہ آئے تو ٹھکرا دو' اسید نے کہا بات تو آپ نے

دل لگتی کہی' پھر وہ اپنا نیزہ گاڑ کر بیٹھ گیا' مصعب نے اس کو اسلام کے بارے میں بتایا اور قرآن سنایا۔ اسعد اور مصعب بیان کرتے ہیں ہم نے اس کے چہرے سے قبولیت اسلام کے آثار ہویدا پائے' قبل ازیں کہ وہ اسلام کے محاسن کی بابت کچھ کہتا یہ سن کر اس نے کہا یہ کس قدر عمدہ اور اچھا دین ہے۔ اس دین کے دائرہ میں داخل ہونے کے لئے تم کیا طریقہ اختیار کرتے ہو۔ انہوں نے بتایا غسل کر کے پاک صاف ہو کر' پاکیزہ لباس پہن کر' توحید و رسالت کا اقرار کرو پھر دو رکعت نماز پڑھ لو۔

چنانچہ اس نے ان کے مطابق دو رکعت نماز پڑھ کر کہا میں مجلس میں ایک آدمی --- سعد بن معاذ --- چھوڑ آیا ہوں اگر وہ آپ کی بات مان لے تو اس کی قوم کا کوئی فرد اس سے منحرف نہ ہو گا۔ میں اس کو آپ کے پاس ابھی بھیجتا ہوں۔ پھر وہ اپنا نیزہ لئے سعد کے پاس چلا آیا' سعد قوم کے ہمراہ مجلس میں براجمان تھا' سعد نے اسے آتے دیکھ کر کہا بخدا! اسید کے چہرے کے تیور بدلے ہوئے ہیں' جب وہ محفل کے قریب آگیا تو پوچھا کیا کار گزاری ہے؟ اس نے کہا' میں نے ان دونوں سے بات چیت کی ہے' کوئی خطرہ نہیں' میں نے ان کو روک دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم آپ کی خلاف ورزی نہ کریں گے جو چاہو وہی کریں گے' دیگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی حارثہ اسعد کو قتل کرنے کے لئے آ رہے ہیں' اسے قتل کر کے آپ کو نیچا دکھا دیں گے کہ وہ آپ کا خالہ زاد ہے۔ چنانچہ سعد' یہ وحشت اثر خبر سن کر نیزہ بکف بپھرا ہوا ان کی طرف دوڑتا ہوا کہہ رہا تھا کہ تم کچھ نہیں کر سکو گے' جب وہ ان کے قریب پہنچا تو وہ بصد اطمینان بیٹھے ہوئے تھے' سعد ان کو سکون و اطمینان سے بیٹھے دیکھ کر تاڑ گیا کہ اسید کا منشا تھا کہ ان کی بات سنو' چنانچہ وہ بکواس کرتا ہوا اسعد کو کہنے لگا واللہ! اے ابو امامہ! اگر تو میرا خالہ زاد نہ ہوتا تو یہاں قدم نہ ٹکا سکتا' ہمارے محلے میں سینے پر مونگ دلتے ہو۔ اس کو آتا دیکھ کر اسعد نے مصعب کو بتا دیا تھا کہ یہ اپنی قوم کا رئیس ہے۔ ساری قوم اس کے تابع ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو گیا تو بلا اختلاف سب قوم مسلمان ہو جائے گی۔

سعد کا سب و شتم سن کر مصعب نے کہا کیا بات سننے کے لئے بیٹھو گے بھی' اگر پسند آئے تو قبول کر لینا' ناپسند ہو تو ہم فوراً چلے جائیں گے۔ یہ سن کر سعد نے کہا' بات تو تم نے انصاف کی کہی پھر وہ نیزہ گاڑ کر بیٹھ گیا۔ مصعب نے اسلام کے بارے بتایا اور قرآن سنایا۔ (بہ روایت موسیٰ بن عقبہ سورہ زخرف کا آغاز سنایا) اسعد اور مصعب کا بیان ہے کہ اس کے بات کرنے سے قبل ہی اس کے تیور سے اسلام کے آثار بھانپ گئے' مصعب کی بات سے فراغت کے بعد ہی اس نے کہا' اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ اسے بتایا کہ غسل کے بعد پاکیزہ لباس پہن کر' توحید و رسالت کا اقرار کرے اور دو رکعت نماز پڑھے چنانچہ وہ حسب فرمان مسلمان ہو کر' نیزہ بکف اپنی محفل میں چلا آیا۔ وہاں اسید بن حضیر بھی موجود تھا۔ اسید نے اسے آتا دیکھ کر کہا' بخدا اس کا چہرہ مہرہ بدلا ہوا ہے۔ اس نے محفل کے پاس آکر کہا' اے فرزندان عبدالاشہل! میری قدر و منزلت کیسی سمجھتے ہو؟ سب نے بہ اتفاق جواب دیا۔ آپ ہمارے رئیس' سب سے دانشور اور خوش نصیب ہیں' تو اس نے کہا جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ میرا تم سب مرد و زن سے گفتگو کرنا حرام ہے۔ راوی کہتا ہے کہ بنی عبدالاشہل کے محلّہ کے سب مرد و زن مسلمان ہو گئے۔ سعد اور مصعب'

اسعد کے مکان پر چلے آئے اور وہیں شب و روز لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے تا آنکہ انصار کے ہر محلہ میں اسلام کا بول بالا ہو گیا ماسوائے بنی امیہ بن زید' خطمہ' وائل' واقف از اوس بن حارثہ کے محلہ جات کے۔

ابو قیس : ان کا رئیس ابو قیس صیفی بن اسلت' شاعر تھا' اپنی قوم کا قائد اور رہنما تھا' قوم اس کی تابع اور فرمان بردار تھی' اس نے قوم کو اسلام سے باز رکھا یہاں تک کہ وہ بعد از خندق مسلمان ہوئے۔ بقول زبیر بن بکار' ابو قیس کا نام حارث ہے یا عبیداللہ اور اس کے والد "اسلت" کا نام ہے' عامر بن جشم بن وائل بن زید بن قیس بن عامر بن مرہ بن مالک بن اوس۔ (کلبی نے بھی یہی نسب نامہ بیان کیا ہے)

امام ابن کثیر کہتے ہیں ابن اسحاق نے ابو قیس کا ایک قصیدہ بائیہ بیان کیا ہے جو امیہ بن صلت ثقفی شاعر کے ہم پلہ ہے۔ ابن اسحاق بیان کر چکے ہیں کہ آفتاب رسالت کی روشنی سارے عرب میں پھیل گئی' گلستان نبوت کی مہک سارے شہروں کو معطر کر گئی' طرفہ یہ کہ مدینہ منورہ کے باشندے اوس اور خزرج تو آپ کی ذات گرامی کی نکہت سے قبل از بعثت ہی مشام جان تھے کہ وہ علماء یہود سے سنتے رہتے تھے کہ آفتاب رسالت طلوع ہونے کو ہے۔ بقول امام سہیلی' ابو قیس' صرمہ بن ابی انس --- قیس --- بن صرمہ بن مالک بن عدی بن عمرو بن غنم بن عدی بن النجار' اس کے اور عمرؓ کے بارے **احل لکم لیلۃ الصیام الرفث** (۲/۱۸۷) نازل ہوئی' آغاز اسلام میں روزہ کے ایام میں خورد و نوش اور عورتوں سے مقاربت' مغرب سے عشا تک جائز تھی' بعد میں اس کی اجازت ہوئی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ قریش سے محبت رکھتے تھے' ان کی بیوی ازبک بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی' قریش خاندان سے تھی اور وہ سالہا سال مکہ میں بیوی کے ہمراہ ان کے پاس رہائش رکھتے تھے' بقول ابن اسحاق' ابو قیس اور اس کا بھائی فتح مکہ تک مسلمان نہ ہوئے اور ابو قیس مکہ چلا آیا تھا۔

مسلمان نہ تھا : زبیر بن بکار اور واقدی کے مطابق تو وہ مسلمان نہیں ہوا' اس نے پہلے پہل جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اسلام قبول کرنے کا عزم کیا تھا۔ عبداللہ بن ابی منافق نے اسے ملامت کی تو اس نے حلفاً کہا کہ ایک سال تک مسلمان نہ ہو گا چنانچہ وہ سال سے قبل ہی "ذی قعد" میں فوت ہو گیا۔ دیگر مورخین کا بیان' ابن اثیر نے اسد الغابہ میں نقل کیا ہے کہ نزع کے عالم میں رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے کلمہ توحید پڑھ لیا۔ امام احمد نے (حسن بن موسیٰ' حماد بن سلمہ' ثابت) انس بن مالکؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کی عیادت کی تو اسے کہا' ماموں جان! لا الہ الا اللہ پڑھو' اس نے کہا' ماموں یا چچا' آپ نے فرمایا (چچا نہیں بلکہ) ماموں' اس نے پوچھا مجھے کلمہ توحید کہنے کا اختیار دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ عکرمہ وغیرہ کا بیان ہے جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے نے اپنی سوتیلی والدہ کبیشہ بن معن بن عاصم سے نکاح کا ارادہ کیا تو سوتیلی ماں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دریافت کیا تو قرآن نازل ہوا' **ولا تنکحوا مانکح آباؤکم** (۴/۲۲) باپ کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔

ابن اسحاق اور سعید بن یحییٰ اموی نے اپنے "مغازی" میں کہا ہے کہ یہ ابو قیس نجاری' دور جاہلیت میں

اس نے رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ ٹاٹ پہنتا تھا' بتوں سے نفرت کرتا تھا۔ غسل جنابت کرتا تھا' حائضہ بیوی کے ساتھ مقاربت کرنے سے پرہیز کرتا تھا۔ عیسائیت قبول کرنے کا ارادہ کیا لیکن باز رہا اپنے گھر میں مسجد بنا لی تھی' اس میں حیض والی عورت اور جنبی مرد داخل نہیں ہو سکتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں ابراہیمؑ کے خدا کی پرستش کرتا ہوں' رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ مسلمان ہو گیا اور اسلامی زندگی احسن طریق سے بسر کی۔ ابو قیس انصاری نے ایک بائیہ قصیدہ کہا' جس میں اس نے مکہ کی عظمت بیان کی' قریش کو جنگ و جدال سے منع کیا ہے' دنیا میں ان کی عظمت و جلالت کا تذکرہ کیا' اللہ تعالیٰ کے ان پر احسانات بیان کئے' ہاتھی اور اس کے لانے والوں کی درگت اور بد انجام کا ذکر کیا' اور ان کو رسول اللہ ﷺ سے اچھا سلوک کرنے کا مشورہ دیا۔

أيا راكباً إما عرضت فبلغن ... مغلغلة عني لؤي بن غالب
رسول امرئ قد راعه ذات بينكم ... على النأي محزون بذلك ناصب
وقد كان عندي للهموم معرس ... ولم أقض منها حاجتي ومآربي
نبئتكم شرجين كل قبيلة ... لها أزمل من بين مذك وحاطب
أعيذكم بالله من شر صنعكم ... وشر تباغيكم ودس العقارب

(اے سوار! اگر تیرا لوی سے ملنا ہو تو اسے دور رس پیغام پہنچا دے۔ ایسے پراگندہ حال کا پیغام جس کو تمہارے اختلافات نے پریشان کر رکھا ہے۔ باوجود بعد مسافت کے وہ غمگین اور تکلیف زدہ ہے۔ میرے دل و دماغ پر اندوہ و غم کا ہجوم تھا' میں ان کے باعث نیند نہیں کر سکا۔ معلوم ہوا ہے کہ تم دو فریق ہو' ہر فریق کی ایک آواز ہے' کوئی آتش حرب جلا رہا ہے اور کوئی ایندھن لا رہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تمہاری خاطر' تمہاری بدکرداری' بدترین شورش' چغل خوری)

وإظهار أخلاق ونجوى سقيمة ... كوخز الاشافي وقعها حق صائب
فذكرهم بالله أول وهلة ... واحلال احرام الظباء الشوازب
وقل لهم والله يحكم حكمه ... ذروا الحرب تذهب عنكم في المراحب
متى تبعثوها تبعثوها ذميمة ... هي الغول للأقصين أو للاقارب
تقطع أرحاما وتهلك أمة ... ونبري السديف من سنام وغارب

(میرے اعمال کے اظہار اور غلط مشورے بھی (مانند آر کے چھونے کی جس کا زخم ظاہر ہوتا ہے) سے تمہارے لئے پناہ مانگتا ہوں۔ ان کو پہلی بار ہی اللہ کے نام اور حرم میں دور سے آنے والی ہرنیوں کے حلال سمجھنے سے پند و نصیحت کر۔ اور ان کو کہو --- اللہ اپنا فیصلہ کرتا ہے --- لڑائی بند کر دو' ورنہ وہ تمہیں ویرانوں میں پھینک دے گی۔ جب بھی تم اس کو برپا کرو گے تو منحوس ہی برپا کرو گے' یہ اغیار کی ہلاکت ہے یا عزیز و اقارب کی۔ قطع رحمی کرتی ہے' قوم کو تباہ کرتی ہے' کوہان اور کندھے کی چربی کو ختم کر دیتی ہے)

وبالمسك والكافور غبرا سوابغا كأن قتيريها عيون الجنادب
فإياكم والحرب لا تعلقنكم وحوضا وخيم الماء مر المشارب
تزين للأقوام ثم يرونها بعاقبة إذ بينت أم صاحب
تحرق لا تشوي ضعيفا وتنتحي ذوي العز منكم بالحتوف الصوائب

(اس کے بعد تم عمدہ یمنی لباس کی بجائے گھٹیا لباس اور جنگ کرنے والے سپاہی کے زنگ آلود لباس پہنو گے۔ کستوری اور کافور کی بجائے غبار آلود زرہیں' گویا کہ ان کے حلقے مکڑی کے آنکھوں جیسے ہیں۔ تم لڑائی سے بچو! وہ تم سے چمٹ نہ جائے اور تم بد ہضم تلخ پانی والے حوض سے پرہیز کرو۔ قوم کے سامنے سنگھار کر کے آتی ہے' اس کو بوڑھی عورت کے روپ میں دیکھتے ہیں' جب وہ شب خون مارتی ہے۔ وہ جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور معززین قوم کو موت سے دوچار کر دیتی ہے)

ألم تعلموا ما كان في حرب داحس فتعتبروا أو كان في حرب حاطب
وكم ذا أصابت من شريف مسوّد طويل العماد ضيفه غير خائب
عظيم رماد النار يحمد أمره وذي شيمة محض كريم المضارب
وماء هريق في الضلال كأنما أذاعت به ريح الصبا و جنائب
يخبركم عنها أمرؤ حق عالم بأيامها والعلم علم التجارب

(کیا تم داحس اور حاطب کی لڑائیوں سے غافل ہو' ہوش میں آؤ' عبرت پکڑو۔ اس نے کتنے ہی شریف' رئیس' سخی' جس کے مہمان خوش تھے۔ قابل ستائش مہمان نواز عمدہ اخلاق' بلند منصب لوگوں کو برباد کیا۔ اور گمراہی میں آبروریزی کی شہرت ہوئی گویا اسے باد مخالف لے اڑی۔ تم کو اس کے بارے ایک ماہر جنگ بتا رہا ہے' کامل علم وہی ہے جو تجربہ سے حاصل ہو)

فبيعوا الحراب ملمحارب واذكروا حسابكم والله خير محاسب
ولي امرئ فاختار دينا فلا يكن عليكم رقيب غير رب الثواقب
أقيموا لنادينا حنيفا فأنتموا لنا غاية قد يهتدى بالذوائب
وأنتم لهذا الناس نور وعصمة تؤمون والأحلام غير عوازب
وأنتم إذا ما حصّل الناس جوهر لكم سرة البطحاء شم الأرانب

(سامان حرب کسی جنگجو کو فروخت کر دو' اپنا محاسبہ یاد کرو' اللہ بہتر حساب لینے والا ہے۔ وہ دین پسند آدمی کا دوست ہے' تم پر اللہ کے علاوہ کوئی نگاہ بان نہیں ہے۔ ہمارے لئے دین حنیف قائم کرو اور ایک انتہا و اہداف مقرر کر دو اور بڑے آدمیوں سے ہدایت میسر ہوتی ہے۔ تم لوگوں کے لئے روشنی اور پناہ ہو' مصائب کے لئے تمہارا ہی قصد کیا جاتا ہے' عقل مند اور باشعور ہو۔ جب لوگوں میں تمیز کی جائے تو تم جوہر ہو' عظیم الشان' تمہارا بطحا مکہ ہے)

تصونون أنسابا كراما عتيقة مهذبة الأنساب غير أشائب
يرى طالب الحاجات نحو بيوتكم عصائب هلكى تهتدي بعصائب

لقد علم الأقوام أن سراتكم　على كل حال خير أهل الجباجب
وأفضله رأيا وأعلاه سنة　وأقوله للحق وسط المواكب
فقوموا فصلوا ربكم وتمسحوا　بأركان هذا البيت بين الأخاشب

(تم عہد قدیم سے عمدہ اعلیٰ اور خالص نسب کے محافظ ہو۔ ضرورت مند شخص تمہارے گھروں کی طرف خستہ حال لوگوں کو آتے ہوئے دیکھتا ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ تمہارے رئیس بہرحال سب اہل منیٰ سے بہتر ہیں۔ نہایت عقل مند' اعلیٰ عادات والے' سب سے حق گو' محفلوں کے عین وسط میں۔ پروردگار کے سامنے کھڑے ہو کر عبادت کرو اور پہاڑوں کے درمیان واقع بیت اللہ کے ارکان اور کونوں کو مس کرو)

فعندكم منه بلاء ومصدق　غداة أبي يكسوم هادي الكتائب
كتيبته بالسهل تمشي ورجله　على القاذفات في رؤوس المناقب
فلما أتاكم نصر ذي العرش ردهم　جنود المليك بين ساف وحاصب
فولوا سراعا هاربين ولم يؤب　إلى أهله ملحبش غير عصائب
فإن تهلكوا نهلك وتهلك مواسم　يعاش بها قول امرئ غير كاذب

(تمہارے لئے اس کی طرف سے انعام اور صداقت تھی' فوج کے رہنما ابو یکسوم کی ہلاکت کی صبح۔ اس کی فوج نشیبی زمین میں چلتی تھی اور اس کے پیادہ پہاڑوں کی چوٹیوں کے راستہ پر۔ جب تمہارے پاس عرش والے رب کی مدد آئی تو رب کے لشکر نے ان کو پسپا کر دیا کوئی خاک آلودہ تھا' کوئی سنگسار تھا۔ وہ سب دوڑتے ہوئے بھاگ گئے' کوئی حبشی اپنے گھر نہیں لوٹا سوائے پٹیوں والے کے۔ اگر تم ہلاک ہو گئے تو ہم بھی ہلاک ہو جائیں گے اور موسم حج جس پر زندگی کا انحصار ہے' بھی موقوف ہو جائے گا۔ یہ ایک راست گو آدمی کی بات ہے)

حرب داحس : زمانہ جاہلیت کی ایک مشہور و معروف جنگ ہے' جس کا سبب یہ تھا کہ قیس بن زہیر نے اپنے داحس نامی گھوڑے کو' حذیفہ بن بدر کے گھوڑے غبراء کے ساتھ مقابلہ میں دوڑایا' داحس دوڑتا ہوا آگے آیا تو حذیفہ کے اشارے پر کسی نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا تو مالک بن زہیر نے غبراء کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ یہ دیکھ کر حمل بن بدر نے مالک کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ بعد ازاں ابو جنیدب عبسی نے اسی سلسلہ میں عوف بن حذیفہ کو قتل کر دیا۔ اس کے بدلے میں کسی فزاری نے مالک بن زہیر کو قتل کر ڈالا' چنانچہ بنی عبس اور فزارہ کے درمیان لڑائی چھڑ گئی جس میں حذیفہ اور اس کا بھائی حمل بن بدر لڑائی میں مارے گئے اور دیگر بے شمار لوگ۔

حرب حاطب : حاطب بن حارث بن قیس اوسی نے' خزرج کے ہمسایہ یہودی کو قتل کر دیا تو زید بن حارث خزرجی عرف ابن قسم نے خزرجیوں کے چند افراد کے ہمراہ حاطب کو قتل کر ڈالا' چنانچہ اوس اور خزرج کی آپس میں لڑائی چھڑ گئی' تو خزرج قبیلہ غالب رہا' اس میں اسود بن صامت اوسی ابن زیاد حلیف بنی عوف بن خزرج کے ہاتھوں قتل ہوا اور پھر عرصہ دراز تک ان کی آپس میں لڑائی ہوتی رہی۔ غرضیکہ ابو قیس بن اسلت [illegible] اور [illegible] کے باوصف تو وہ اپنی ذہانت سے مستفید نہ ہو سکا' جب اس کو

معصب نے اسلام کی دعوت پیش کی جبکہ اکثر لوگ مسلمان ہو گئے' مدینہ کا کوئی محلہ نہ تھا جس میں مسلمان نہ ہوں' ماسوائے ابو قیس کے قبیلہ بنی واقف کے' اس نے اپنے قبیلہ کو اسلام سے باز رکھا' اس کا کلام ہے۔

أرب الناس أشياء ألمت يلف الصعب منها بالذلول
أرب الناس إمّا أن ضللنا فيسرنا لمعروف السبيل
فلولا ربنا كنا يهوداً وما دين اليهود بذي شكول

(اے پروردگار عالم! متعدد امور نمودار ہو چکے ہیں' اچھا اور برا مخلوط ہو چکا ہے۔ اے پروردگار عالم! اگر ہم بھٹک جائیں تو صحیح راستہ ہمیں میسر فرما۔ اگر خدا مہربان نہ ہوتا تو ہم یہودی ہوتے' یہود کا دین نامناسب ہے)

ولولا ربنا كنا نصارى مع الرهبان في جبل الجليل
ولكنا خلقنا إذ خلقنا حنيفا ديننا عن كل جيل
نسوق الهدى ترسف مذعنات مكشفة المناكب في الجلول

(اگر ہمارا رب' رحیم نہ ہوتا تو ہم عیسائیوں میں ہوتے' جلیل پہاڑ میں راہبوں کے ہمراہ۔ لیکن جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں ہمارا دین' ہر قبیلہ سے الگ اور جدا ہے۔ ہم قربانیاں لے جاتے ہیں وہ آہستہ آہستہ چلتی ہیں ان کے کندھے کھلے ہوئے ہیں جھولوں میں)

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بارے میں متذبذب اور سرگرداں تھا۔ باوجود فہم و فراست کے کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے اس کو مسلمان ہونے سے باز رکھا' حالانکہ قبل ازیں وہ عبداللہ بن ابی کو بتا چکا تھا کہ یہود اسی نبی کی بشارت سناتے ہیں۔ (یہاں ۱۳ سطر کا ترجمہ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں' ابو قیس کے عنوان میں)

ابو قیس عمر رسیدہ تھا' حق گو تھا' جاہلی دور میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا قائل تھا۔

يقول أبو قيس وأصبح عاديا ألا ما استطعتم من وصاتي فافعلوا
فأوصيكم بالله والبر والتقى وأعراضكم والبر بالله أول
وإن قومكم سادوا فلا تحسدنهم وإن كنتم أهل الرئاسة فاعدلوا

(صبح سویرے ابو قیس کہتا ہے کہ حسب استطاعت تم میری وصیتوں پر عمل کرو۔ میں تم کو اللہ کی عبادت کی' نیکی تقویٰ اور اپنی عزت و آبرو کے بحال رکھنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ کی عبادت سب سے اول ہے۔ اگر تمہاری قوم کے لوگ صاحب قدر و منزلت ہوں تو ان سے حسد مت کرو' اگر تم صاحب ریاست اور ارباب بست و کشاد ہو تو انصاف کرو)

وإن نزلت إحدى الدواهي بقومكم فأنفسكم دون العشيرة فاجعلوا
وإن ناب غرم فادح فارفقوهم وما حملوكم في الملمات فاحملوا
وإن أنتم أمعزتم فتعففوا وإن كان فضل الخير فيكم فافضلوا

اگر کوئی آفت قوم پر آپڑے تو سب قبیلہ سے پہلے سینہ سپر ہو جاؤ۔ اگر کوئی بھاری تاوان پیش آجائے تو قوم کا ساتھ

دو اور مصائب میں جو تمہارے ذمہ لگائیں اسے بخوشی برداشت کرو۔ اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو ذلیل و ناروا کاموں سے باز رہو۔ اگر تم فراخ دست ہو تو لوگوں پر نوازش کرو)

ابو قیس کہتا ہے ۔

سبحوا اللہ شرق کل صباح طلعت شمسہ وکل ھلال
عالم السر والبیان جمیعا لیس ما قال ربنا بضلال
ولہ الطیر تستزید وتأوی فی وکور من آمنات الجبال
ولہ الوحش بالفلاۃ تراھا فی حقاف وفی ظلال الرمال
ولہ ھودت یھود ودانت کل دین مخافۃ من عضال

(تم اللہ تعالیٰ کی روزانہ طلوع آفتاب کے وقت اور چاند نظر آنے کے وقت تسبیح و تقدیس بیان کرو۔ وہ پوشیدہ و پنہاں سب جانتا ہے' ہمارے رب کا فرمان غلط نہیں۔ اسی سے پرندے رزق طلب کرتے ہیں اور پہاڑوں کے پرامن آشیانوں میں پناہ لیتے ہیں۔ اسی کے تابع جنگلات میں وحشی جانور ہیں' ان کو تو دیکھے گا کج رو ٹیلوں میں اور ریت کے سایوں میں۔ اسی کے لئے یہود نے یہودیت اختیار کی اور آفت کے خوف سے اس نے دین اختیار کیا)

ولہ شمس النصاری وقاموا کل عید لربھم واحتفال
ولہ الراھب الحبیس تراہ رھن بوس وکان أنعم بال
یا بنی الارحام لا تقطعوھا وصلوھا قصیرۃ من طوال
واتقوا اللہ فی ضعاف الیتامی وبما یستحل غیر الحلال
واعلموا أن للیتیم ولیا عالما یھتدی بغیر سوال

(اسی کی خاطر عیسائیوں نے سر کی چوٹی منڈوائی (اور گرداگرد بال رہنے دیئے) اور اپنے رب کے لئے ہر عید اور مجلس آراستہ کی۔ اسی کے لئے تارک دنیا راہب وقف ہے' تو اسے پراگندہ حال دیکھے گا حالانکہ وہ آسودہ اور خوشحال تھا۔ اے بیٹو! قطع رحمی نہ کرو اور قریبی عزیز و اقارب سے صلہ رحمی کرو۔ ناتوان یتیموں کے بارے تم اللہ کا خوف کرو اور اللہ سے ڈرو ایسی بات سے جو حرام کو حلال بنادے۔ معلوم ہو کہ یتیم کا ایک والی ایسا ہے جو پوچھے بغیر جانتا ہے)

ثم مال الیتیم لا تأکلوہ إن مال الیتیم یرعاہ والی
یا بنی التخوم لا تخزلوھا إن خزل التخوم ذو عقال
یا بنی الایام لا تأمنوھا واحذروا مکرھا ومر اللیالی
واعلموا أن أمرھا لنفاد الخلق ما کان من جدید وبالی
واجمعوا أمرکم علی البر والتقوی وترک الخنا وأخذ الحلال

(یتیم کا مال مت کھاؤ اس کا محافظ خدا ہے۔ اے فرزندان من! حد فاصل اور "وٹ" کو نہ توڑو' بے شک وٹ ... اس کے مکروفریب

سے ہوشیار رہو۔ اور سمجھ لو کہ گردش ایام کا چکر کائنات کی ہر قدیم اور جدید چیز کے اختتام تک ہے۔ نیکی' تقویٰ پر اتفاق کرو' لایعنی بات' بکواس اور حرام سے پرہیز کرو)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابو قیس نے اللہ کے انعامات میں سے اسلام کا ذکر کیا ہے اور خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری کا ذکر کیا۔

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة یذکر لو یلقی صدیقا مو تیــا

بیعت عقبہ ثانیہ : ابن اسحاق کہتے ہیں' بعد ازاں مصعب بن عمیر مکہ واپس چلے آئے' مسلم اور مشرک انصاری حاجیوں کے ہمراہ اور عقبہ میں رسول اللہ ﷺ سے' وسط ایام تشریق کا وقت ملاقات کے لئے طے کیا۔

براء کا اجتہاد اور رسول اللہ ﷺ : محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے معبد بن کعب بن مالک نے بتایا کہ اس کے بھائی عبداللہ بن کعب انصار کے جید علماء میں سے تھے' وہ کہتے ہیں کہ میرے والد کعب (جو عقبہ ثانیہ میں بیعت کرنے والوں میں شمار تھے) نے بتایا کہ ہم انصار کے غیر مسلم اور مشرک حاجیوں کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے' ہم نماز وغیرہ کے مسائل سے آگاہ ہو چکے تھے' رئیس قوم براء بن معرور بھی ساتھ تھے۔ اس نے کہا' دوستو! میری ایک رائے ہے' نہ معلوم آپ اتفاق کریں یا نہ؟ سب نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا' نماز میں ہم بیت اللہ کی طرف رخ کریں۔ تو رفقاء سفر نے کہا ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں' ہم آپؐ کی مخالفت پسند نہیں کرتے۔ اس نے کہا میں تو بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھوں گا۔ رفقا نے کہا لیکن ہم تو ایسا نہیں کریں گے۔ چنانچہ جب نماز کا وقت آتا تو وہ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا اور ہم بیت المقدس کی طرف' مکہ تک یہی معمول رہا مکہ میں پہنچنے کے بعد' براءؓ نے مجھے کہا' یا ابن اخی! اے بھتیجے! کہ جس مسئلہ میں سفر کے دوران ہمارے درمیان نزاع پیدا ہوا تھا چلو اس کے بارے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں' میرے دل میں اس کے بارے کچھ خلش ہے۔

ہم رہائش گاہ سے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ہم نے قبل ازیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہ پہچان تھی۔ ہم نے آپ کے بارے کسی مکی سے دریافت کیا تو اس نے پوچھا کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا جی نہیں! اس نے دوبارہ پوچھا' کیا ان کے چچا عباس کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا' ہاں ان کو جانتے ہیں --- کیونکہ عباس بطور تاجر ہمارے پاس آیا کرتے تھے --- تو مکی نے کہا جب تم مسجد حرام میں داخل ہو گے تو وہاں رسول اللہ ﷺ عباسؓ کے ساتھ موجود ہیں۔ ہم مسجد میں آئے تو واقعی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ عباس بھی بیٹھے تھے' چنانچہ ہم سلام کہہ کر بیٹھ گئے' رسول اللہ ﷺ نے عباس سے پوچھا ان آدمیوں کو جانتے ہو تو عباسؓ نے کہا جی ہاں! یہ ہیں رئیس قوم براء بن معرور اور وہ ہیں کعب بن مالک --- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاعر؟ (واللہ! اب تک مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ لفظ یاد ہے)

بعد ازیں براء نے پوچھا' یا نبی اللہ! میں اسلام قبول کر کے' اس سفر پر روانہ ہوا ہوں' میرے دل میں آیا

کہ میں بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھوں' میرے ساتھی بیت المقدس کی طرف ہی رخ کر کے نماز پڑھتے آئے ہیں' میرے دل میں کچھ وسواس ہے' فرمایئے کیا کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تمہارا ایک قبلہ متعین تھا' تم اس کے پابند رہتے (تو بہتر تھا) چنانچہ براء بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے --- براء کے اہل خانہ کہتے ہیں کہ وہ مرتے دم تک بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا رہا--- راوی کہتا ہے یہ غلط ہے ہم اسے اس کے اہل خانہ سے زیادہ جانتے ہیں۔ کعب بن مالک کہتے ہیں جب ہم مکہ سے حج کے لئے روانہ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ سے بمقام منیٰ عقبہ میں ایام تشریق کے وسط میں رات کے وقت ملاقات کا وقت طے کیا۔

ابو جابر عبداللہ کا مسلمان ہونا : جس رات ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا وقت طے کیا تھا' ہمارے ساتھ جابر کے والد' عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی تھے' ہم برادری کے مشرک لوگوں سے یہ بات مخفی رکھتے تھے' ہم نے اسے کہا جناب ابوجابر! آپ ہمارے سادات میں سے قوم میں بزرگ اور شریف ہیں' ہم پسند نہیں کرتے کہ آپ کل کو دوزخ کا ایندھن ہوں۔ ہم نے اس کو اسلام کی دعوت پیش کی اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا وقت بتایا تو وہ مسلمان ہو گیا۔ ہمارے ساتھ "بیعت عقبہ ثانیہ" میں حاضر ہوا اور نقیب مقرر ہوا۔ امام بخاری (ابراہیم' ہشام' عطاء) جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں' میرا والد اور ماموں بیعت عقبہ ثانیہ میں موجود تھے۔ عبد اللہ بن محمد' ابن عیینہ سے نقل کرتے ہیں کہ براء بن معرور بھی شامل تھے۔ علی بن مدینی (سفیان' عمرو) جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ بیعت عقبہ ثانیہ میں میرے ہمراہ دو ماموں بھی شامل ہوئے۔

بیعت کا مفصل واقعہ : امام احمد (عبدالرزاق' معمر' ابن خیثم' ابی الزبیر) جابر سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام دس سال مکہ میں مقیم رہے۔ لوگوں کے گھروں میں عکاظ اور مجنہ کے میلوں میں اور حج کے ایام میں دعوت اسلام پیش کرتے اور کہتے کوئی ہے کہ میرے قیام کا انتظام کرے گا؟ کون ہے جو میرا تعاون کرے گا؟ کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں' (جو شخص یہ بجا لائے) جنت پائے گا۔ لیکن آپ کسی سے مثبت جواب نہ پاتے' یہاں تک کہ یمن اور مصر وغیرہ قبائل سے بھی کوئی مسافر آتا تو اس کے عزیز و اقارب تاکید کرتے کہ "قریش کے نوجوان" سے ہوشیار رہنا' وہ آبائی دین سے ورغلا دے گا' رسول اللہ ﷺ چلتے تو وہ لوگ طعن کرتے ہوئے آپ کی طرف انگلیوں سے اشارے کرتے (اور آپ کو دق کرتے)

قدرت کو منظور تھا کہ ہمیں یثرب سے آپ کی خدمت میں روانہ کیا' ہم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور آپ کے قیام کا انتظام کیا' چنانچہ ہم میں سے کوئی فرد مکہ جاتا' مسلمان ہوتا' آپ سے قرآن پڑھتا اور گھر چلا آتا اور اس وجہ سے گھر گھر اسلام پھیل گیا یہاں تک کہ لوگ اسلام کا برملا اظہار کرنے لگے پھر ہم نے باہمی مشورہ کیا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ مکہ اور کوہ ہائے مکہ میں تنہا بے یار و مددگار چلتے پھرتے رہیں گے اور خوف و خطرہ میں مبتلا رہیں گے۔ چنانچہ ستر افراد کا وفد روانہ ہوا اور آپ کی خدمت میں حج کے ایام میں حاضر ہوا اور عقبہ میں اجتماع کا وعدہ لیا۔ چنانچہ ہم ایک ایک اور دو دو افراد چھپ چھپا کر عقبہ میں پہنچ گئے۔

بعد ازاں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کس بات پر آپ کی بیعت کریں؟ تو آپ نے فرمایا' اس بات پر بیعت کرو کہ طوعاً و کرھاً" خوشی' ناخوشی ہر حال میں بات سن کر اس کے مطابق عمل کرنا' تنگ دستی اور خوشحالی میں اللہ کے دین کی تبلیغ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرنا' میرا تعاون کرنا' جب میں تمہارے پاس چلا آؤں تو میری اپنے جان و مال اور اہل و عیال کی طرح حفاظت کرنا' اس کا صلہ تمہارے لئے جنت ہے۔

یہ بات سن کر ہم آپ کی بیعت کے لئے کھڑے ہوئے تو اسعد بن زرارہ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر (وہ سب سے کم سن تھا بروایت بیہقی' سوائے میرے ستر افراد سے کم سن تھا) کہا اے اہل یثرب ٹھہرو جلدی نہ کرو' ہم نے سفر کی صعوبتیں اسی لئے برداشت کیں کہ ہمیں علم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' ان کو آج اپنے وطن سے لے جانا سارے عرب سے دشمنی مول لینا ہے۔ اپنے عزیزوں کو کشت و خون کے لئے پیش کرنا ہے اور تلواروں کی زد میں آنا ہے۔ اگر تم یہ سب کچھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو تو ان کو اپنے ہمراہ لے چلو' اجر اللہ دے گا' اگر تم کوئی خطرہ محسوس کرتے ہو تو ان کو یہیں رہنے دو' ابھی صاف صاف بتا دو' یہ معذرت اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ یہ سن کر بہ اتفاق رائے سب نے کہا' اسعد! ہٹو درمیان میں حائل نہ ہو' واللہ! ہم اس بیعت کو ترک نہ کریں گے اور نہ کبھی ہم سے یہ چھینی جا سکے گی۔ چنانچہ ہم نے آپ کی حسب شرائط بیعت کر لی۔

یہ روایت امام احمد اور حافظ بیہقی نے بہ سند داؤد بن عبدالرحمان عطار --- بیہقی نے حاکم سے اپنی سند کے ساتھ یحیٰی بن سلیم سے بیان کیا ہے --- یہ دونوں --- داؤد اور یحیٰی --- عبداللہ بن عثمان بن خیثمہ کی معرفت ابو ادریس سے اس روایت کے مطابق بیان کرتے ہیں۔ یہ سند جید ہے اور شروط مسلم کی حامل ہے۔ لیکن اصحاب سنن نے اس کی تخریج نہیں کی' بزار کہتے ہیں کہ کئی راویوں نے ابن خیثم سے یہ قصہ نقل کیا ہے' ہماری دانست کے مطابق جابرؓ سے صرف اسی سند سے مروی ہے۔

عباس موجود تھے : امام احمد (سلیمان بن داؤد' عبدالرحمان بن ابی الزناد' موسیٰ بن عبداللہ' ابوالزبیر) جابر سے بیان کرتے ہیں کہ عباسؓ رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک تھامے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ معاہدہ پختہ فرما رہے تھے۔ جب ہم بیعت سے فارغ ہو چکے تو آپؐ نے فرمایا میں نے عہد و پیمان پختہ لے لیا ہے اور جنت کا صلہ دے دیا ہے۔ امام بزار از شعبی از جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے نمائندوں سے کہا تم میرے قیام کا انتظام کرو گے اور میری حفاظت کرو گے؟ سب نے اثبات میں جواب دے کر عرض کیا ہمیں کیا صلہ ملے گا؟ فرمایا "جنت" حافظ بزار کہتے ہیں کہ جابر سے صرف اس سند سے مروی ہے۔

۷۳ مرد اور ۲ خواتین : ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے معبد نے عبداللہ' ابوہ کعب سے بتایا کہ ہم شب عقبہ اپنے ڈیرے میں سب کے ہمراہ سو گئے ایک تہائی رات گزری تو ہم رسول اللہ ﷺ کے وعدہ کے مطابق کھسک کر چھپتے چھپاتے عقبہ میں پہنچ گئے' ہم کل ۷۳ مرد اور دو خواتین تھیں۔ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب یکے از خواتین بنی قرن بن نجار' ام منیع اسماء بنت عمرو بن عدی بن نابی یکے از خواتین بنی سلمہ۔ ابن

اسحاق نے یونس بن بکیر سے حاضرین عقبہ کے نام اور نسب مع ان کی گفتگو کے بیان کئے ہیں اور ان کی تعداد ستر بتائی ہے۔ اس وجہ سے کہ عرب گنتی اور اکائی میں کسر اکثر حذف کر دیتے ہیں۔ عروہ اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ ستر مرد اور ایک عورت تھی۔ چالیس عمر رسیدہ' تیس نوجوان اور سب سے کم سن ابو مسعود اور جابر بن عبداللہ تھے۔

مفصل معاہدہ : کعب بن مالک کہتے ہیں ہم شب میں اکٹھے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے منتظر تھے۔ آپؐ مع عباس تشریف لے آئے' عباس اس وقت غیر مسلم تھے' آپ اپنے بھتیجے رسول اللہ ﷺ کے انصار کے ساتھ عہدو پیمان کے وقت حاضر ہونا چاہتے تھے اور معاہدہ کی پختگی کا اطمینان چاہتے تھے۔

گفتگو کا آغاز عباس نے کیا' اے قبیلہ خزرج کے لوگو! --- (عرب اوس اور خزرج دونوں قبیلہ کے لوگوں کو صرف خزرج ہی کہتے ہیں) --- محمدؐ کا مقام تم جانتے ہو (بہت بلند ہے) ہم اپنی قوم کے غیر مسلم افراد سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ اپنی قوم میں نہایت عزت و احترام سے مقیم ہیں' مگر وہ آپ کے ہاں جانا پسند کرتے ہیں' اگر تمہارا ارادہ ہو کہ تم محمدؐ سے وفا کرو گے اور ان کے مخالفوں سے ان کی حفاظت کرو گے' تو تم اور تمہاری ذمہ داری اگر چلے جانے کے بعد آپؐ کو بے سہارا چھوڑ دینے کا خیال ہو تو ابھی سے چھوڑ دو' وہ اپنے خاندان میں معزز و محترم ہیں۔ بعد ازیں ہم نے عرض کیا جناب عباس! ہم نے آپ کی بات سن لی۔ اور التجا کی یارسول اللہ! آپ اپنے اور اپنے پروردگار کے لئے ہم سے عہد لیجئے۔ آپ نے قرآن کی تلاوت فرمائی۔ اسلام کی دعوت پیش کی اور اسلامی اصول پر عمل کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا میں تم سے اس بات کی بیعت لیتا ہوں کہ تم میری اپنے اہل و عیال کی طرح حفاظت کرو گے۔

یہ سن کر براء بن معرور نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے' ہم اپنے اہل و عیال کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے۔ آپ ہماری بیعت لیجئے۔ یارسول اللہ! ہمارے اور یہود کے درمیان معاہدہ ہے۔ ہم اس سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں۔ اگر ہم معاہدہ توڑ ڈالیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ قوت و اقتدار بخش دے تو کیا آپ ہم کو تنہا چھوڑ کر واپس وطن چلے آئیں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا "نہیں" بلکہ تمہارا خون میرا خون ہے' ہمارا زندگی موت کا معاملہ ہے۔ میں آپ کا' آپ میرے' تو من شدی' من تو شدم' جس سے تم برسرپیکار' میں بھی اس سے نبرد آزما' تمہاری اور میری صلح یکساں ہے' کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بارہ نمائندے منتخب کرو' خزرجی' اوسی۔

نمائندگان انصار کی فہرست : (۱) ابو امامہ اسعد بن زرارہؓ (۲) سعدؓ بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر (۳) عبداللہ بن رواحہؓ (۴) رافع بن مالک بن عجلان (۵) براء بن معرور بن صخر (۶) عبداللہ بن عمرو بن حرام (۷) عبادہ بن صامت (۸) سعد بن عبادہ بن دلیم ساعدی (۹) منذر بن عمرو بن خینس' یہ نو نقیب خزرجی ہیں --- درج ذیل تین اوسی ہیں (۱) اسید بن حضیر بن سماک (۲) سعد بن خیثمہ بن حارث (۳) رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنبیر۔ بقول ابن ہشام' اہل علم رفاعہ کی بجائے ابو الھیثم بن تیہان کا نام نمائندگان میں شمار

کرتے ہیں اور یونس از ابن اسحاق کی روایت میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ سہیلی اور ابن اثیر کا "غابہ" میں یہی مختار قول ہے اور ابن ہشام نے بطور استشہاد' کعب بن مالک کے وہ اشعار پیش کئے ہیں جن میں بیعت عقبہ ثانیہ کے دوران' انصار کے ۱۲ نمائندگان کا ذکر ہے۔

أبلـغ أبيـا أنـه فـال رأيـه ۔ وحان غداة الشعب والحين واقع
أبـى الله مـا منتـك نفسـك إنـه ۔ بمرصـاد أمـر النـاس راء وسـامع
وأبلـغ أبـا سـفيان أن قـد بدالنـا ۔ بـأحمد نـور مـن هـدى الله سـاطع
فـلا ترغبن في حشـد أمـر تريـده ۔ وألب وجمـع كـل مـا أنـت جـامع
ودونـك فـاعلم أن نقـض عهودنـا ۔ أبـاه عليـك الرهـط حـين تبـايعوا

(ابی کو آگاہ کر دو کہ اس کا منصوبہ فیل ہو گیا ہے اور شعب کی صبح وہ ہلاک ہو گیا اور اس کی ہلاکت واقع ہونے والی ہے۔ اللہ نے تیری آرزو کی تکمیل کی خواہش پوری نہیں کی' اللہ لوگوں کے معاملات کی گھات میں ہے' وہ دیکھنے' سننے والا ہے۔ ابوسفیان کو بتا دو کہ ہمارے سامنے احمد علیہ السلام کی بدولت' اللہ کا درخشاں نور رونما ہو چکا ہے۔ لو سمجھ لو کہ بیعت عقبہ کے توڑنے سے ہمارے گروہ نے بیعت کے وقت ہی انکار کر دیا تھا)

أبـاه الـبراء وابـن عمـرو كلاهمـا ۔ وأسـعد يأبـاه عليـك ورافـع
وسـعد أبـاه السـاعدى ومنـذر ۔ لأنفـك إن حـاولت ذلـك جـادع
ومـا ابـن ربيـع إن تنـاولت عهـده ۔ بمسـلمه لا يطمعـن ثـم طـامع
وأيضـا فـلا يعطيكـه ابـن رواحـة ۔ وإخفـاره مـن دونـه السـم نـاقع
وفـاء بـه والقوقلـي بـن صـامت ۔ بمندوحـة عمـا تحـاول يـافع

(براء' عبداللہ بن عمرو' اسعد اور رافع نے بیعت کے توڑنے سے انکار کیا ہے۔ اور سعد نے بھی' سعد ساعدی اور منذر نے بھی انکار کیا' اگر تو نے معاہدہ کی خلاف ورزی پر کسی کو آمادہ کیا' تو تیرا ناک کٹ جائے گا۔ سعد بن ربیع بھی معاہدہ توڑنے والا نہیں ہے اگر تو اسے آمادہ کرے' کوئی حریص اس کا طمع نہ کرے۔ نیز عبداللہ بن رواحہ بھی تیری بات تسلیم نہ کرے گا' وفاداری کے باعث اس کی خلاف ورزی کے ورے زہر ہلاہل حائل ہے۔ باہمت عبادہ بن صامت قوقلی کے متعلق بھی تیرے اس غلط ارادے کی کوئی گنجائش نہیں)

أبـو هيثـم أيضـا وفـيٌّ بمثلهـا ۔ وفـاء بمـا أعطـى مـن العهـد خـانع
ومـا ابـن حضـير إن أردت بمطمـع ۔ فهـل أنـت عـن احموقـة الغـي نـازع
وسـعد أخـو عمـرو بـن عـوف فانـه ۔ ضـروح لمـا حـاولت ملأمـر مـانع
أولاك نجـوم لا يغبـك منهـم ۔ عليك بنحس في دجـى الليـل طـالع

(ابو ہیثم باوفا تابع دار ہے' اپنے معاہدہ کی وفاداری کرنے والا ہے۔ اسید بن حضیر سے بھی ایسی توقع نہیں رکھ سکتا' کیا تو اپنی گمراہی کی حماقت سے باز آنے والا ہے؟ اور سعد بن معاذ کے از بنی عمرو بن عوف بھی مضبوط شخصیت ہے' اس کے ہاں بھی تیرا مندا حال ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں روشن ستارے ہیں' ان سے بھی تیری حاجت براری نہ ہو

گی)

ان اشعار میں شاعر کعب بن مالک نے ابو ہیثم کا نام نقیبوں میں ذکر کیا ہے اور رفاعہ بن عبدالمنذر کا نام نہیں ذکر کیا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ شاعر نے ان اشعار میں سعد بن معاذ کا نام بیان کیا ہے۔ ام شب کے نقیبوں میں وہ قطعاً شامل نہیں ہیں۔

تعداد : بقول ابن سفیان (یونس بن عبدالاعلیٰ' ابن وھب) مالک سے بیان کرتے ہیں کہ دوسری بیعت عقبہ میں کل انصار ستر (۷۰) افراد تھے' بارہ ان میں سے نقیب تھے' ۹ خزرج سے اور ۳ اوس سے۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ مجھے کسی انصاری بزرگ نے بتایا کہ جرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کو شب عقبہ میں ہر نمائندہ متعین کرنے پر اشارہ فرماتے تھے' اسید بن حضیر بھی نمائندہ تھے (روایت بیہقی) ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نمائندگان کو فرمایا کہ تم میری طرف سے اپنی قوم پر کفیل اور نقیب ہو۔ (جیسے ابن مریم کی طرف سے حواری کفیل تھے) اور میں اپنی قوم کا کفیل ہوں تو سب نے اثبات میں جواب دیا۔

عاصم بن عمر بن قتادہ کے مطابق کہ لوگ جب بیعت کے لئے جمع ہوتے تو عباس بن عبادہ بن فضلہ انصاری یکے از بنی سالم بن عوف نے کہا اے گروہ خزرج! معلوم ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی بیعت کس معاہدہ پر کر رہے ہو' سب نے "ہاں" میں جواب دیا تو اس نے کہا تم عرب و عجم کے ساتھ جنگ کرنے کے معاہدہ پر بیعت کر رہے ہو' اگر تمہارا خیال ہے کہ جب مال و متاع فنا اور پامال ہو گیا اور اشراف قوم تہ تیغ ہو گئے تو تم ان کو بے یارومددگار چھوڑ دو گے تو ابھی سے چھوڑ دو' واللہ! اگر تم مال و متاع اور بزرگوں کے فنا ہونے پر دستبردار ہو تو یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے' اگر تمہارا خیال ہے کہ مال کی تباہی اور اشراف کی جان کاہی کے باوجود ہم ان کے وفادار رہیں گے تو خوشی سے معاہدہ کر لو' واللہ! یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی ہے' تو حاضرین نے کہا' ہم مالی مصائب اور جانی نقصان کے باوجود اس معاہدہ پر قائم رہیں گے' تو ان معاہدہ کرنے والوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ اگر ہم وفادار رہیں تو ہمیں کیا حاصل؟ تو آپ نے فرمایا "جنت" یہ سن کر انہوں نے کہا' دست دراز فرمائیے' آپ نے ہاتھ پھیلایا تو سب نے بیعت کر لی۔

بقول عاصم مذکور' عباس بن عبادہ بن فضلہ نے یہ بات عہد کی پختگی کے لئے کہی تھی اور بقول عبداللہ بن ابی بکر انصاری اس نے یہ بات بیعت کے ملتوی کرنے کی خاطر کہی تھی کہ رئیس خزرج عبداللہ بن ابی بن سلول اس میں شامل ہو سکے تاکہ معاہدہ پختہ ہو جائے۔ اللہ جانے کون سا مقصد تھا۔

پہلے کس نے بیعت کی؟ : بقول ابن اسحاق' خاندان بنی نجار کا خیال ہے کہ شب عقبہ سب سے قبل رسول اللہ ﷺ کی بیعت اسعد بن زرارہؓ نے کی تھی اور خاندان بنی عبدالاشہل کا خیال ہے کہ **ابوالھیثمؓ** نے کی تھی اور ابن اسحاق' سعید بن کعب' عبداللہ بن کعب' کعب بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ براء بن معرور نے سب سے قبل بیعت کی۔ اسد الغابہ از ابن اثیر میں ہے کہ خاندان بنی سلمہ کا نظریہ ہے کہ کعب بن مالک نے سب سے قبل بیعت کی۔ بخاری اور مسلم میں (زہری' عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب بن مالک'

عبداللہ بن کعب) کعب سے منقول ہے کہ جب وہ جنگ تبوک میں شمولیت نہ کر سکے تو کہا کہ میں عقبہ کی رات میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا' جہاں ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا پختہ عہد کیا تھا۔ مجھے تو جنگ بدر میں شرکت بھی اس سے زیادہ محبوب نہیں' گو جنگ بدر کا شہرہ لوگوں میں اس رات سے زیادہ ہے۔

جاسوس : حافظ بیہقی نے عامر شعبی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب عقبہ' عباس کے ہمراہ ستر انصار کے پاس' درخت تلے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا' تمہارا خطیب خطاب کرے اور خطبہ طویل نہ کرے کیونکہ مشرکین جاسوسی کر رہے ہیں۔ اگر ان کو معلوم ہو گیا تو تمہاری فضیحت و رسوائی ہو گی تو ابو امامہ اسعدؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ پہلے آپ ہم سے اللہ کے حقوق طلب فرمائیں پھر آپ جو چاہیں' پھر یہ بتائیں کہ جب ہم یہ حقوق بجا لائیں تو ہمیں کیا صلہ و صواب ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا رب کا یہ حق ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ' میرا اور مہاجرین کا سوال یہ ہے کہ تم ہمارے قیام کا اہتمام کرو' ہمارا تعاون کرو اور اپنے جان و مال کی طرح ہماری حفاظت کرو' یہ سن کر حاضرین نے کہا' ہم اس پر عمل در آمد کریں تو ہمیں کیا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا "جنت" تو حاضرین نے کہا' آپ کے بیان کردہ حقوق تسلیم ہیں۔ امام احمد نے یہ قصہ شعبی از ابو مسعود انصاری بیان کر کے کہا ہے کہ ابو مسعود انصاریؓ ان میں کم سن تھا' امام احمد نے شعبی سے بہ سند دیگر بیان کیا ہے کہ بوڑھوں اور جوانوں نے ایسا خطبہ کبھی نہ سنا تھا۔

شرائط بیعت : حافظ بیہقی نے عبیداللہ بن رفاعہ سے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں شراب کے مشکیزے --- کسی تاجر کی معرفت --- آئے تو عبادہ بن صامت نے ان کو پھاڑ کر کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت خوشی اور ناخوشی ہر حال میں سمع اور طاعت پر کی ہے۔ تنگ دستی اور خوشحالی میں اللہ کے راہ پر خرچ کرنے کی' نیک کام کے کرنے کی تلقین اور برے کام سے روکنے کی تاکید اور اللہ کے دین میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرنے کی بیعت بھی کی ہے اور جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئیں تو ہم آپ کی ایسی حفاظت کریں جیسی اپنے جان و مال اور اہل و عیال کی کرتے ہیں اور صلہ جنت ہے۔ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کے شرائط اور اس کے مندرجات' یہ سند جید ہے۔ یونس نے ابن اسحاق (عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت' ولید) عبادہ سے بیان کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ پر بیعت کی' عسر اور یسر' تنگ دستی اور فراخ دستی بہرحال سمع اور طاعت پر بیعت کی' خوشی اور ناخوشی میں بھی آپ کی طاعت کی بیعت کی' اور غیر کو اپنے اوپر ترجیح دینے کی بھی بیعت کی اور کسی حقدار سے نزاع نہ پیدا کرنے کی بھی بیعت کی' نیز ہم نے ہر جگہ حق بات کہنے کی بھی بیعت کی اور اس معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ ہو گا۔

شیطان کا اعلان اور سعد کی گرفتاری : ابن اسحاق نے معبد بن کعب' عبداللہ بن کعب سے بیان کیا ہے کہ جب ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کر لی تو عقبہ کی چوٹی سے شیطان نے نہایت بلند آواز سے

چیخ ماری' اے ڈیرے والو! کیا تمہیں محمد' مذمم معاذ اللہ اور اس کے ہمراہ بے دین ساتھیوں کے بارے خبر ہے؟ وہ تمہارے خلاف جنگ کرنے پر اکٹھے ہو چکے ہیں۔ یہ چیخ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ عقبہ کا شیطان ازب بن ازیب ہے (بقول ابن ہشام ابن ازیب) اے اللہ کے دشمن! کیا تو سن رہا ہے' واللہ! میں تیرے لئے عنقریب فارغ ہو جاؤں گا' بعد ازیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے ڈیروں پر چلے جاؤ' پھر عباس انصاری نے کہا' یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے اگر پسند ہو تو ہم کل کو' اہل منیٰ پر شمشیر بکف حملہ آور ہو جائیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہمیں اس بات کا حکم نہیں' اپنے ڈیروں پر چلے چلو' چنانچہ ہم صبح تک اپنے ڈیروں میں سوئے رہے۔ صبح ہوئی تو رؤسائے قریش ہمارے ڈیروں میں آئے' بات چیت کے دوران انہوں نے کہا اے خزرجیو! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے "اس صاحب" کو اپنے پاس لے جانا چاہتے ہو اور ہمارے خلاف جنگ پر اس سے بیعت کرنا چاہتے ہو' واللہ! عرب کا کوئی ایسا قبیلہ نہیں کہ جس کے ساتھ جنگ کرنا بہ نسبت تمہارے ہمیں ناگوار ہو

یہ سن کر' قوم کے مشرک لوگ اپنی مجلسوں سے اٹھے اور کہنے لگے' واللہ! کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہمیں اس کا علم ہے --- کعب ازدی کہتا ہے --- انہوں نے صحیح کہا' واقعی ان کو علم نہ تھا اور ہم ایک دوسرے کو حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے' پھر رؤسائے قریش مجلس سے فارغ ہو کر اٹھے' ان میں حارث بن ہشام بن مغیرہ مخزومی بھی موجود تھے' وہ نیا جوتا پہنے ہوئے تھے' میں نے بحث کا موضوع بدلنے کی خاطر کہا' اے ابوجابر! آپ ہمارے رئیس لوگوں میں شمار ہیں کیا آپ اس نوجوان قریشی ایسا جوتا پہننے کی استطاعت نہیں رکھتے' حارث نے یہ سنا اور جوتا اتار کر میری طرف پھینک دیا اور کہا واللہ! اب تم ہی یہ پہنو گے' ابوجابر نے یہ سن کر کہا' واللہ! تم نے قریشی جوان کو ناراض کر دیا ہے' جوتا واپس کرو' میں نے کہا' واللہ! میں واپس نہ کروں گا۔ یہ ایک نیک فال ہے' اگر فال صحیح نکلی تو میں اس کا لباس سلب کروں گا۔

سعد کی گرفتاری : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابوبکر انصاری نے بتایا کہ وہ لوگ عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس بھی آئے اور --- کعب کی مذکور بالا روایت کے مطابق بات کی --- تو اس نے کہا یہ معاملہ سنگین ہے۔ ایسے معاملے میں قوم مجھے نظرانداز نہیں کر سکتی' یہ میرے علم میں نہیں' چنانچہ وہ رؤسائے قریش چلے گئے اور لوگ بھی منیٰ سے روانہ ہونے لگے تو قریش نے "خبر" کی ٹوہ لگائی وہ صحیح ثابت ہوئی' تو وہ یثربی مسلمانوں کی تلاش و جستجو میں نکلے' چنانچہ انہوں نے سعد بن عبادہ کو اذاخر میں اور منذر بن عمرو ساعدی کو پا لیا --- یہ دونوں نقیب تھے --- منذر تو ہاتھ نہ آئے اور سعد کو پکڑ کر پالان کی رسی سے اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیئے پھر اس کو مارتے پیٹتے' سر کے بال نوچتے ہوئے --- ان کے سر کے بال گھنے تھے --- مکہ میں لے آئے' سعد کہتے ہیں میں ان کی زیر حراست تھا کہ چند قریشی آئے تو ان میں ایک گورے رنگ کا لمبا خوش مزاج شخص تھا' میں نے دل میں کہا اگر ان میں سے کسی سے خیر کی توقع ہے تو یہی ہے' جب وہ میرے قریب آیا تو اس (سہیل بن عمرو) نے مجھے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا' میں نے دل میں کہا' اب کسی سے خیر کی توقع نہیں' میں ان کے ہاتھوں میں بے بس تھا' وہ مجھے گھسیٹتے پھرتے تھے کہ

ان میں ایک آدمی --- ابوالبختری بن ہشام --- نے میری طرف مائل ہو کر کہا' کیا قریش میں تمہارا کسی سے عہد و پیمان اور پناہ کا سلسلہ ہے؟

میں نے کہا کیوں نہیں' واللہ! میں جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب بن امیہ بن عبد شمس کو اپنے شہر میں پناہ دیا کرتا ہوں اور ان کو ظلم و ستم سے محفوظ رکھتا ہوں' تو اس نے مجھے کہا' بلند آواز سے ان دونوں کا نام پکارو اور ان کے ساتھ اپنے تعلقات کا اظہار کرو' چنانچہ میں نے ایسا کیا تو اس آدمی نے ان کو جا کر بتایا --- وہ کعبہ میں تھے --- کہ ایک خزرجی کو بطحا میں پیٹا جا رہا ہے اور وہ تمہارا نام لے رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ اس نے بتایا سعد بن عبادہ ہے' تو انہوں نے کہا درست کہہ رہا ہے۔ واللہ! وہ ہمارے تاجروں کو پناہ دیتا ہے اور ظلم و ستم سے بچاتا ہے۔ چنانچہ وہ آئے اور سعد کو ان کی حراست سے چھڑا دیا۔

حافظ بیہقی نے اپنی سند سے عیسیٰ بن ابی عیسیٰ بن جبیر سے بیان کیا ہے کہ قریش نے رات کو' کوہ ابی قیس پر کسی کا آواز سنا۔

فان يسلم السعدان يصبح محمد　بمكة لا يخشى خلاف المخالف

(کہ اگر دو سعد مسلمان ہو گئے تو مکہ میں محمدؐ کو کسی مخالف کے اختلاف کا خطرہ نہ رہے گا)

صبح ہوئی تو ابوسفیان نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کیا سعد بن بکر یا سعد بن ہذیم ہیں؟ پھر دوسری رات کسی قائل نے کہا۔

أيا سعد سعد الاوس كن أنت ناصراً　ويا سعد سعد الخزرجين الغطارف

أجيبا إلى داعي الهدى وتمنيا　على الله في الفردوس منية عارف

فان ثواب الله لطالب الهدى　جنان من الفردوس ذات رفارف

(اے اوس قبیلہ کے سعد تو اسلام کا مددگار بن' اور اے روساۓ خزرج کے سعد! تم ہدایت کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو' اور اللہ سے فردوس میں ایک عارف کی سی آرزو کرو۔ طالب ہدایت کا اللہ کے پاس بدلہ ہے' فردوس میں ریشمی پردوں والے باغات)

صبح ہوئی تو ابوسفیان نے کہا واللہ! وہ سعد بن معاذ اور سعد بن عباوہ خزرجی ہیں۔

عمرو بن جموح : ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عقبہ ثانیہ (۱۲ نبوی) کی رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والے لوگ مدینہ واپس چلے آئے' تو انہوں نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز کر دیا ان کی قوم میں کچھ عمر رسیدہ لوگ اپنے قدیم دین' شرک و بت پرستی پر قائم تھے۔ من جملہ ان کے عمرو بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ تھے۔ ان کا شمار خاندان بنی سلمہ کے اشراف و اعیان میں ہوتا تھا۔ اس نے اپنے گھر میں مناۃ نامی لکڑی کا ایک بت تراش رکھا تھا' جیسا کہ اس وقت کے روسا کا وطیرہ تھا کہ وہ گھروں میں بت رکھتے تھے۔ اس کا بیٹا معاذ --- جو عقبہ میں بیعت کر چکا تھا --- اور معاذ بن جبل جب اسلام کے دائرہ میں داخل ہو چکے تو وہ رات کو عمرو بن جموح کے بت کو اٹھا کر' کسی غلاظت والے گڑھے میں اوندھا پھینک دیتے' عمرو صبح کو تلاش کرتا اور اسے گم پا کر کہتا' افسوس! آج رات ہمارے خدا پر کس نے ظلم برپا کیا ہے۔ پھر اسے

تلاش کرتے' دھو دھلا کر' خوشبو لگا کر کہتا واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے تو میں اس کو رسوا کن سزا دوں' جب رات ہوتی اور عمرو سو جاتا تو وہ حسب سابق بت کو پھینک آتے۔ وہ سویرے اٹھ کر موجود نہ پاتا تو کسی غلیظ گڑھے میں تلاش کر لاتا اور اس کو صاف' صفا کر کے خوشبو لگا کر رکھ لیتا' معاذ وغیرہ پھر حسب سابق اسے کسی گڑھے میں پھینک آتے اور وہ صبح کو نکال لاتا' تنگ آکر عمرو بن جموح نے اس کے گلے میں تلوار لٹکا کر کہا' واللہ! معلوم نہیں ہوتا کہ تیرے ساتھ یہ قبیح حرکت کون کرتا ہے' اگر تجھ میں کوئی خیر و خوبی ہے تو اپنی حفاظت خود کر' یہ تلوار تیرے پاس موجود ہے۔

شام ہوئی تو عمرو سو گئے' معاذ وغیرہ نے حسب عادت بت کو پکڑا' تلوار کو اس کی گردن سے اتارا' ایک مردار کتے کی لاش سے اس کو باندھ کر بنی سلمہ کے کسی ویران کنوئیں میں پھینکا جو غلاظت سے اٹا پڑا تھا۔ صبح ہوئی تو عمرو بن جموح نے اسے نہ پایا تو اس کی تلاش میں نکلا اور اس کو ایک غلاظت سے بھرپور ویران کنوئیں میں' مردار کتے سے بندھا ہوا' منہ کے بل گرا ہوا پایا تو اس کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر' اس کا مردہ ضمیر بیدار ہوا اور اس نے اپنے ہم قوم مسلمانوں سے گفتگو کی اور وہ اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان ہو گیا اور اسلامی اصولوں کا پابند ہو گیا تو اس نے اللہ کا شکریہ ادا کیا اور بت کی مذمت کی۔

والله لو كنت إلهاً لم تكن ... أنت وكلب وسط بئر في قرن
أف لملقاك إلهاً مستدن ... الآن فتشناك عن سوء الغبن
الحمد لله العلي ذي المنن ... الواهب الرزاق ديان الدين
هو الذي أنقذني من قبل أن ... أكون في ظلمة قبر مرتهن

(واللہ! اگر تو خدا ہوتا تو کنوئیں کے اندر کتے کے ہمراہ نہ ہوتا۔ افسوس! کہ تو مخدوم اور خدا ہوتے ہوئے بھی گرا پڑا ہے' اب ہمیں تیرے بارے بدترین فریب کی تحقیق ہوئی۔ سب تعریف ہے اللہ کی جو بلند رتبہ' احسانات والا' رزق دینے والا' اعمال و خصائل کی جزا دینے والا۔ وہی ذات ہے جس نے مجھے قبر کی تاریکی میں بند اور گرو ہونے سے قبل نجات بخشی)

عقبہ ثانیہ : عقبہ ثانیہ کی بیعت میں اوس قبیلہ کے گیارہ افراد شریک ہوئے۔ (۱) اسید بن حضیر نقیب (۲) ابوالھیثم بدری نقیب (۳) سلامہ بن سلامہ بن وقش بدری (۴) ظہیر بن رافع (۵) ابو بردہ بن دینار بدری (۶) فہیر بن ہیثم بن نالی بن مجرعہ (۷) سعد بن خیمہ بدری نقیب شہید بدر (۸) رفاعہ بن عبد مندر بن زنیر نقیب بدری (۹) عبداللہ بن جبیر بن نعمان بدری شہید احد اور امیر تیر اندازی (۱۰) معن بن عدی بن جد بن عجلان بلوی بدری حیف اوسی شہید یمامہ (۱۱) عویم بن ساعدہ بدری --- (۶۲) خزرجی بیعت میں شریک ہوئے۔

(۱) ابو ایوب خالد بن زید بدری روم کے علاقہ میں' عہد معاویہ میں شہید ہوئے (۲) معاذ بن حارث بدری اس کے دو بھائی (۳) عوف اور (۴) معوذ عرف بنی عفراء بدری (۵) عمارہ بن حزم بدری شہید یمامہ (۶) ابو امامہ اسعد بن زرارہ نقیب (مدینہ میں سب سے اول فوت ہونے والا صحابی ۱ھ) (۷) سہل بن عتیک

بدری (۸) اوس بن ثابت بن منذر بدری (۹) ابو طلحہ زید بن سہل بدری (۱۰) قیس بن ابی صعصعہ عمرو بن زید غزوہ بدر میں ساقہ پر امیر (۱۱) عمرو بن غزیہ (۱۲) سعد بن ربیع نقیب بدری شہید احد (۱۳) خارجہ بن زید بدری شہید احد (۱۴) عبداللہ بن رواحہ نقیب بدری شہید جنگ موتہ بطور امیر (۱۵) بشیر بن سعد بدری (۱۶) عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بدری جسے اذان کا خواب آیا (۱۷) خلاد بن سوید بدری' احدی' خندقی جنگ بنی قریظہ میں چھت سے کسی نے چکی کے پاٹ پھینک دیئے تھے اور شہید ہو گئے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا (۱۸) ابومسعود عقبہ بن عمرو بدری (بقول ابن اسحاق بیعت عقبہ میں سب سے کم سن تھا' بدر میں شریک نہ ہوا) (۱۹) زیاد بن لبید بدری (۲۰) فروہ بن عمرو بن ودفہ (۲۱) خالد بن قیس بن مالک بدری (۲۲) رافع بن مالک نقیب (۲۳) ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلد زریقی بدری انصاری مہاجر --- کہ مکہ میں قیام کے بعد ہجرت کی --- شہید احد (۲۴) عباد بن قیس بن عامر بن خالد بن عامر بن زریق بدری (۲۵) اخوہ حارث بن قیس بن عامر بدری (۲۶) براء بن معرور' نقیب بقول بنی سلمہ سب سے اول بیعت کرنے والا' مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی آمد سے قبل فوت ہوا اور اپنے مال کا تیسرا حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے وقف کیا' آپؐ نے وصول نہ کیا' وارثوں کو دے دیا۔ (۲۷) اس کا لڑکا بشر بن براء بدری احدی' خندقی' رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ زہریلی بکری کا سالن کھا کر خیبر میں شہید ہوا (۲۸) سنان بن صیفی بن صخر بدری (۲۹) طفیل بن نعمان بدری شہید خندق (۳۰) معقل بن منذر بدری (۳۱) اس کا بھائی یزید بن منذر بدال (۳۲) مسعود بن زید بن سبیع (۳۳) ضحاک بن حارثہ بدری (۳۴) یزید بن خزام بن سبیع (۳۵) خبار بن صخر بدری (۳۶) طفیل بن مالک بن خنسا بدری (۳۷) کعب بن مالک (۳۸) سلیم بن عامر بدری (۳۹) قطبہ بن عامر بدری (۴۰) ابوالمنذر یزید بن عامر بدری (۴۱) ابوالیسر کعب بن عمرو بدری (۴۲) صیفی بن سواد بن عباد (۴۳) ثعلبہ بن غنمہ بن عدی بدری شہید خندق (۴۴) اخوہ عمرو بن غنمہ بن عدی (۴۵) عبس بن عامر بن عدی بدری (۴۶) خالد بن عمرو بن عدی بن نابی (۴۷) عبداللہ بن انیس حلیف قضائی (۴۸) عبداللہ بن عمرو بن حرام نقیب بدری شہید احد (۴۹) جابر بن عبداللہ (۵۰) معاذ بن عمرو بن جموح بدری (۵۱) ثابت بن جزع بدری شہید طائف (۵۲) عمیر بن حارث بدری (۵۳) خدیج بن سلامہ حلیف بلوی (۵۴) معاذ بن جبل شہید طاعون عمواس (۵۵) عبادہ بن صامت نقیب بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے (۵۶) عباس بن عبادہ بن نضلہ مکہ میں قیام کیا پھر وہاں سے ہجرت کی۔ انصاری مہاجر' شہید احد (۵۷) ابو عبدالرحمان یزید بن ثعلبہ بن خزمہ حلیف بلوی (۵۸) عمرو بن حارث بن کندہ (۵۹) رفاعہ بن عمرو بن زید بدری (۶۰) عقبہ بن وھب بن کلدہ حلیف بدری' انصاری مہاجر مکہ میں مقیم رہا پھر ہجرت کی (۶۱) سعد بن عبادہ بن دلیم نقیب (۶۲) منذر بن عمرو نقیب بدری احدی' امیر غزوہ بیئر معونہ اور شہید معونہ' عرف بہ "اعنق لیموت" (دو خواتین شامل تھیں) ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول مازنیہ نجاریہ' رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک جنگ احد میں' خاوند (زید بن عاصم بن کعب) ہمشیرہ اور دو بیٹوں (عبداللہ اور خبیب) سمیت شامل ہوئی۔ خبیب کو مسیلمہ کذاب نے کہا' کیا تو محمدؐ کے رسول اللہ ﷺ ہونے کا اقرار کرتا ہے تو

اس نے کہا جی ہاں پھر اس نے کہا' کیا تو میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت دیتا ہے تو اس نے کہا مجھے سنائی نہیں دیتا۔ مسیلمہ کذاب نے اس کا پورہ پورہ کاٹ دیا اور (وہ یہی کہہ رہا تھا) یہاں تک کہ اس نے جام شہادت نوش کر لیا' غفراللہ ورضی عنہ۔ ام عمارہ جنگ یمامہ میں مسلمانوں کے ہمراہ گئی' مسیلمہ جہنم رسید ہوا' ام عمارہ کا ہاتھ بے کار ہو گیا اور ان کو بارہ زخم آئے' رضی اللہ عنہا۔ ام صنیع اسماء بنت عمرو بن عدی بن نابی رضی اللہ عنہا۔

مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت : زہری بذریعہ عروہ' عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں قیام کے دوران مسلمانوں کو بتایا کہ مجھے تمہارا مقام ہجرت دکھایا گیا ہے کہ وہ شور زدہ علاقہ ہے' کھجوروں والا دو کالی پتھریلی زمینوں کے درمیان' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ بیان کیا تو بعض لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حبشہ کے بعض مہاجر بھی مدینہ چلے آئے۔ (رواہ البخاری) ابوموسیٰ نے نبی علیہ السلام سے بیان کیا ہے کہ مجھے خواب آیا ہے کہ میں مکہ چھوڑ کر کھجور والے علاقے میں ہجرت کر رہا ہوں تو میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ مدینہ ہے یعنی یثرب' اس حدیث کو مکمل طور پر امام بخاری نے متعدد مقامات پر مرفوع بیان کیا ہے۔ یہ دونوں روایات امام مسلم نے ابو کریب سے بیان کی ہیں۔ نیز امام مسلم نے (ابوکریب اور عبداللہ بن مراد' ابو اسامہ' یزید بن عبداللہ بن ابی بردہ' جدہ ابی بردہ) ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری سے طویل حدیث مرفوع بیان کی ہے۔

منکر روایت ہجرت کے بیان میں : بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' ابو العباس قاسم بن قاسم سیاری در مرو' ابراہیم بن ہلال' علی بن حسن بن شقیق' عیسیٰ بن عبید کندی' غیلان بن عبداللہ عامری' ابو زرعہ بن عمرو بن جریر) جریرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ ان تین علاقہ جات میں سے آپ جہاں بھی جاؤ وہ آپ کا دار ہجرت ہے۔ مدینہ یا بحرین یا قنسرین' اہل علم کا بیان ہے کہ پھر آپ کے لئے مدینہ کا عزم پیدا کر دیا گیا اور آپ نے صحابہؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا ارشاد فرمایا۔

یہ حدیث نہایت غریب ہے اس کو امام ترمذی نے جامع ترمذی کے مناقب میں بیان کیا ہے (اور وہ اس کے بیان میں منفرد ہیں) ابو عمار حسین بن حریث (فضل بن موسیٰ' عیسیٰ بن عبید' غیلان بن عبداللہ العامری' ابو زرعہ بن عمر بن جریر) جریر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ ان تین علاقہ جات میں سے جہاں بھی جاؤ وہ تمہارا دار ہجرت ہے۔ مدینہ یا بحرین یا قنسرین۔ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف فضل بن موسیٰ کی سند سے ہی جانتے ہیں' اس میں ابو عمار منفرد ہے۔ میں --- ابن کثیر --- کہتا ہوں کہ غیلان بن عبداللہ عامری کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے مگر اس نے کہا ہے کہ اس (غیلان) نے ابو زرعہ سے ہجرت کے بیان میں ایک منکر روایت بیان کی ہے' واللہ اعلم۔

جہاد کا اذن : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس آیت (۲۲/۳۹) کے ذریعہ لڑائی کی اجازت مرحمت ہوئی کہ جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور بے

شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ لوگ جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے' صرف اس کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دفاع جنگ کی اجازت دی اور انصار نے اسلام قبول کر لیا' آپؐ کی اور آپ کے تابعداروں کی' اور اپنے ہاں مسلمان پناہ گزینوں کی امداد کی حامی بھر لی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کے مہاجروں اور اپنے ساتھ مکہ میں رہنے والے' مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور اپنے انصار بھائیوں کے پاس رہنے کی اجازت فرما دی' اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اسلامی بھائی بنا دیئے ہیں اور ایسا مقام مہیا کر دیا ہے کہ جس میں تم پر امن رہو۔ چنانچہ گروہ در گروہ لوگ ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور خود رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے اللہ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

پہلا مہاجر : قریشی صحابہؓ میں سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والا سب سے پہلا مہاجر ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔ ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد' جب اس کو قریش نے اذیت پہنچائی تو اس نے حبشہ جانے کا دوبارہ عزم کر لیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ مدینہ میں اسلامی بھائی موجود ہیں تو اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کا عزم کر لیا۔ ان کی یہ مدینہ کی طرف ہجرت بیعت عقبہ سے ایک سال قبل تھی۔

سفر کی دلخراش داستان : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے میرے والد نے سلمہ بن عبداللہ بن عمر بن ابی سلمہ کی معرفت اس کی دادی ام سلمہؓ نے بتایا کہ ابو سلمہؓ نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی سواری کو تیار کیا اور مجھے اس پر سوار کر لیا (میری گود میں میرا بیٹا سلمہ بھی تھا) اور سواری کو لے کر باہر نکلے تو بنی مغیرہ کے لوگوں نے ان کو روک لیا کہ تم خود تو ہجرت سے باز نہیں آئے مگر ہم "ام سلمہ" اپنی خاتون کو دوسرے علاقہ میں لے جانے کی اجازت نہ دیں گے چنانچہ انہوں نے ابو سلمہ کے ہاتھ سے اونٹ کی مہار چھین لی اور مجھے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابو سلمہ کا خاندان' بنی عبدالاسد بھی طیش میں آگیا' اس نے کہا واللہ! ہم اپنا لڑکا "ام سلمہ" کے پاس نہ چھوڑیں گے جبکہ تم نے اس کو ابو سلمہ سے چھین لیا ہے' چنانچہ انہوں نے "سلمہ" کو باہم دگر کھینچنا شروع کیا' یہاں تک کہ بنی مغیرہ نے اس کو چھوڑ دیا' اب یہ صورت حال ہے کہ "سلمہ" کو بنی اسد لے گئے۔ مجھے (ام سلمہؓ) بنی مغیرہ نے پکڑ لیا اور ابو سلمہؓ تنہا مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور مجھے اپنے خاوند اور بیٹے سے الگ اور جدا کر دیا گیا۔

میں صبح روزانہ "ابطح" میں آکر بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی' قریباً سال بھر میری یہی کیفیت رہی۔ یہاں تک کہ بنی مغیرہ میں سے میرا ایک چچا زاد بھائی آیا اور اس نے میری حالت دیکھ کر مجھ پر رحم کھایا اور بنی مغیرہ کو کہا' کیا تم اس بے چاری پر ظلم و تشدد سے باز نہ آؤ گے۔ اس کو' اس کے شوہر اور فرزند سے جدا کر رکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے شوہر کے پاس جانے کی اجازت دے دی اور بنی اسد نے میرا بیٹا بھی میرے حوالے کر دیا۔ میں نے اونٹ پر سوار ہو کر بیٹا اپنی آغوش میں لے لیا اور اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے مدینہ روانہ ہو گئی۔ میرے ساتھ کوئی بندہ بشر نہ تھا' یہاں تک کہ میں "تنعیم" میں پہنچی تو عثمان بن

طلحہ بن ابی طلحہ عبدری مجھے ملا اور اس نے پوچھا اے بنت ابی امیہ! کہاں جا رہی ہو؟ عرض کیا مدینہ میں اپنے خاوند کے پاس' اس نے پوچھا کیا تمہارے ہمراہ کوئی بھی نہیں ہے؟ عرض کیا اللہ اور میرے اس لخت جگر کے علاوہ کوئی بھی میرے ہمراہ نہیں تو اس نے کہا واللہ! میں تجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔

چنانچہ اس نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور وہ میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ میں نے کسی عرب کو اس سے بہتر رفیق سفر نہیں پایا' جب "منزل" پر پہنچتا تو میری سواری کو بٹھاتا اور خود وہ پیچھے ہٹ جاتا' میں نیچے اتر جاتی تو سواری سے پالان اتار کر رکھ دیتا اور سواری کو درخت سے باندھ کر علیحدہ کسی درخت کے سایہ کے نیچے لیٹ جاتا' جب روانہ ہونے کا وقت آتا تو سواری پر پالان ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا اور مجھے کہتا سوار ہو جاؤ' میں جب سوار ہو جاتی تو سواری کی مہار پکڑ کر آگے آگے چلتا یہاں تک کہ مجھے پڑاؤ پر اتار دیتا' اس کا مدینہ پہنچنے تک یہی دستور رہا' جب اس نے قباء میں بنی عمرو بن عوف کی بستی دیکھی تو اس نے کہا' تیرا شوہر اس بستی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت کے ساتھ اس کے پاس چلی جاؤ (ابو سلمہ وہاں مقیم تھا' میں اس کے پاس چلی گئی) اور عثمان مکہ واپس ہو گیا --- ام سلمہؓ کہا کرتی تھی کہ اسلام میں' جس قدر "آل ابی سلمہ" کو تکلیف و اذیت پہنچی ہے میرے علم میں کسی کو ایسی مشقت اور کوفت نہیں پہنچی اور عثمان بن طلحہ سے اچھا اور محبت کرنے والا ساتھی میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

عثمان بن طلحہ عبدری : صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوا' وہ اور خالد بن ولید دونوں اکٹھے ہجرت کر کے مدینہ آئے' غزوہ احد ۳ھ میں اس کا والد طلحہ اور اس کے تین بھائی حارث' کلاب اور مسافع' اور اس کا چچا عثمان بن ابی طلحہ ہلاک ہوا' فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ اور اس کے ابن عم شیبہ کے سپرد کی اور جاہلیت کے دستور کے مطابق اسلامی دور میں بھی ان کا کعبہ کی کلید برداری کا منصب قائم رکھا اور اس بارے آیت (۴/۵۸) نازل ہوئی **ان اللّٰہ یامرکم ان تؤدو الامانات الی اھلہا** ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابو سلمہؓ کے بعد' بنی عدی کا حلیف' عامر بن ربیعہ' اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ عدوی کے ہمراہ مدینہ ہجرت کر کے آیا' بعد ازاں عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ حلیف بنی امیہ بن عبد شمس اپنے اہل و عیال اور بھائی عبد ابو احمد --- عبد' ابو احمد کا نام ہے جیسا کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے اور بعض اس کا نام ثمامہ بتاتے ہیں۔ بقول سہیلی پہلا نام صحیح ہے۔

ابو احمد : نابینا تھا' مکہ کے نشیب و فراز میں تنہا بغیر کسی کی راہنمائی کے چلتا پھرتا تھا' وہ شاعر تھا' اس کی بیوی' امیر معاویہؓ کی بہن فارعہ تھی' اور والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب تھی --- بنی جحش کی ہجرت کے بعد ان کے مکانات' مقفل اور ویران ہو گئے۔

اندوہ ناک منظر : ایک روز مکہ کے بالائی حصہ میں عتبہ بن ربیعہ' عباس بن عبدالمطلب اور ابوجہل بن ہشام اکٹھے چل رہے تھے کہ عتبہ نے دیکھا کہ بنی جحش کے مکانات خالی پڑے ہیں اور کھلے کواڑ کھٹکتا رہے ہیں' اس زبوں حالی کو دیکھ کر اس نے لمبا سانس لے کر کہا

وکل دار وإن طالت سلامتها یوما ستدرکها النکباء والحوب

(ہر گھر خواہ وہ کتنی دیر سلامت رہے ایک روز اس پر ہوا کے جھکڑ چلیں گے اور تباہی آئے گی)

(ابن ہشام کا بیان ہے کہ یہ شعر ابوداؤد ایادی کے قصیدہ میں ہے اور بقول سہیلی' ابوداؤد کا نام ہے' **حنظلہ بن شرقی یا حارثہ**)

تو پھر عتبہ نے کہا بنی جحش کے مکانات ویران پڑے ہیں کوئی ان میں آباد نہیں تو ابوجہل نے کہا تو ایسے بے وقار آدمیوں پر کیوں روتا ہے؟ پھر اس نے عباس کو متوجہ کر کے کہا' یہ تیرے بھتیجے کا کارنامہ ہے۔ اس نے ہماری قوم میں خلفشار پیدا کیا' ہماری یک جہتی کو نقصان پہنچایا اور ہمارے درمیان قطع رحمی کو اجاگر کیا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابو سلمہ' عامر بن ربیعہ اور بنی جحش قباء میں مبشر بن عبدالمنذر کے ہاں فروکش ہوئے۔ بنی غنم بن دودان' ایک مسلمان خاندان تھا ان کے سب مرد و زن ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ عبداللہ بن جحش' ابو احمد بن جحش' عکاشہ بن محصن' شجاع' عقبہ پسران وھب' اربد بن جمرہ' منقد بن نباتہ' سعید بن رقیش' محرز بن نضلہ' زید بن رقیش' قیس بن جابر' عمرو بن محصن' مالک بن عمرو' صفوان بن عمرو' ثقف بن عمرو' ربیعہ بن اکثم' زبیر بن عبیدہ' تمام بن عبیدہ' سنجرہ بن عبیدہ' محمد بن عبداللہ بن جحش اور خواتین میں سے زینب بنت جحش' حمنہ بنت جحش' ام حبیب بنت جحش' جدامہ بنت جندل' ام قیس بنت محصن' ام حبیب بنت ثمامہ' آمنہ بنت رقیش' سنجرہ بنت تمیم۔

ابو احمد بن جحش شاعر نے ان کی ہجرت کے بارے کہا ؎

ولما رأتني أم أحمد غاديا بذمة من أخشى بغيب وأرهب

تقول فإما كنت لا بد فاعلا فيمم بنا البلدان ولننأ يثرب

فقلت لها ما يثرب بمظنة وما يشأ الرحمن فالعبد يركب

إلى الله وجهي والرسول ومن يقم إلى الله يوما وجهه لا يخيب

فكم قد تركنا من حميم مناصح وناصحة تبكي بدمع وتندب

(جب مجھے ام احمد نے صبح سویرے اس ذات کی پناہ اور امان میں جاتے ہوئے دیکھا جس سے میں ان دیکھے ڈرتا ہوں۔ تو اس نے کہا اگر تو لامحالہ کہیں جانے والا ہے تو یثرب سے ہٹ کر کہیں اور لے چل۔ میں نے اس کو کہا یثرب میرا متوقع مقام نہیں ہے اور جو اللہ چاہتا ہے انسان اس پر عمل درآمد کرتا ہے۔ میرا اللہ اور رسول کی طرف قصد ہے اور جو اللہ کی طرف کبھی قصد کرے گا وہ خائب و خاسر نہ ہوگا۔ ہم نے بہت سے خالص دوست اور خیر خواہ' روتے اور بلکتے چھوڑے ہیں)

ترى أن وترا نائيا عن بلادنا ونحن نرى أن الرغائب نطلب

دعوت بني غنم لحقن دمائهم وللحق لما لاح للناس ملحب

أجابوا بحمد الله لما دعاهم إلى الحق داع والنجاح فأوعبوا

وكنا وأصحابا لنا فارقوا الهدى أعانوا علينا بالسلاح وأجلبوا

کفوجین إما منهما فموفق   علی الحق مهدی وفوج معذب

(ان کا خیال تھا کہ ظلم و تشدد ہمارے علاقہ سے دور ہے (ہجرت کی کوئی ضرورت نہیں) مگر ہم تو گراں بہا عطیات کے طالب ہیں۔ میں نے بنی غنم کو ایمان کی دعوت دی' ان کی جان کی حفاظت کیلئے اور صداقت کے لئے جب لوگوں کے لئے کشادہ راستہ واضح ہوا۔ جب ان کو داعی نے حق کی طرف اور کامیابی کی طرف دعوت دی تو بحمد للہ سب نے دعوت کو قبول کر لیا۔ (ہم اور ہمارے ساتھ رہنے والے لوگ جو ہدایت سے الگ ہو چکے تھے جنہوں نے ہمارے خلاف اسلحہ استعمال کیا تھا اور ہمارے خلاف اکٹھے ہوئے۔ دو فوجوں کی طرح ہیں ایک ان میں سے ہدایت یافتہ ہے اور اس کو حق کی توفیق دی گئی ہے اور دوسری فوج عذاب میں مبتلا ہے)

طغوا وتمنوا کذبة وأزلهم   عن الحق ابلیس فخابوا وخیبوا

ورعنا إلی قول النبی محمد   فطاب ولاة الحق منا وطیبوا

نمت بارحام الیهم قریبة   ولا قرب بالارحام إذ لا تقرب

فأی ابن أخت بعدنا یأمننکم   وأیة صهر بعد صهری یرقب

ستعلم یوما أینا إذ تزایلوا   وزیل أمر الناس للحق أصوب

(ایک نے سرکشی کی اور جھوٹی امید کا سہارا لیا اور ان کو شیطان نے حق سے پھسلا دیا اور وہ خائب و خاسر ہوئے۔ محمد نبیؐ کے قول کو ہم نے پسند کیا پس ہم سے حق کے علمبردار خوش و خرم ہوئے۔ ہم ان سے قریبی رشتہ ناطہ کی وجہ سے تقرب اور وسیلہ پکڑتے ہیں جب رشتہ ناطہ کی پرواہ نہ کی جائے تو رشتہ سے قرب اور تعلقات استوار نہیں ہوتے۔ ہمارے بعد کون سا بھانجہ تم سے مامون اور بے خوف رہے گا' اور میری دامادی کے بعد کون سی دامادی کا انتظار ہے۔ ایک روز تو معلوم کرے گا کہ ہم میں سے کون سا حق کا طالب گار اور قاصد کرنے والا تھا' جب وہ حق پرستوں سے جدا ہوں گے اور وہ لوگوں کے معاملہ کو تہ و بالا کرے گا)

عمرؓ اور عیاش بن ابی ربیعہ کا ہجرت کرنا : ابن اسحاق (نافع' عبداللہ بن عمر) عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ہجرت کا عزم کیا تو عیاش بن ابی ربیعہ' ہشام بن ابی العاص اور میں نے مقام سرف سے آگے' بنی غفار کے تالاب کے پاس تناضب مقام پر اکٹھا ہونے کا عہد و پیان کیا اور واضح کیا کہ جو صاحب وہاں صبح سویرے نہ پہنچ سکے تو سمجھو کہ وہ روک لیا گیا ہے اور اس کے ساتھ مزید انتظار کئے بغیر روانہ ہو جائیں۔ چنانچہ میں اور عیاش دونوں تناضب مقام پر پہنچ گئے اور ہشام روک لیا گیا اور آزمائش میں ڈال دیا گیا' اور وہ اس میں مبتلا ہو گیا جب ہم مدینہ پہنچے تو قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام دونوں مدینہ میں عیاش کے پاس آئے۔ (جو ان کا ابن عم اور ماں جایا' اخیافی بھائی تھا) اور رسول اللہ ﷺ ابھی مکہ میں مقیم تھے' انہوں نے عیاش کو بتایا کہ تیری والدہ نے نذر مانی ہے کہ جب تک وہ تجھے دیکھ نہ لے سر میں کنگھی نہ کرے گی اور دھوپ میں بیٹھی رہے گی' یہ بات سن کر ان کا دل نرم ہو گیا --- تو میں نے اسے کہا واللہ! یہ لوگ تمہیں دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں' ان سے بچ کر رہ' واللہ! تیری والدہ کو اگر جوئیں ستائیں گی تو کنگھی کر لے گی اور اگر مکہ کی دھوپ نے تنگ کیا تو وہ

سایہ میں بیٹھ جائے گی۔

تو اس نے کہا میں اپنی والدہ کی قسم پوری کروں گا اور میرا وہاں مال ہے' اس کو بھی لے آؤں گا۔ میں نے اسے کہا واللہ تو جانتا ہے کہ میں قریش کا امیر ترین آدمی ہوں۔ میں تجھے اپنا نصف مال دے دوں گا اور تو ان کے ہمراہ نہ جا' مگر اس نے جانے پر اصرار کیا تو میں نے اسے کہا' اب تو نے جانے کا عزم کر ہی لیا تو یہ میری اونٹنی لے لو' یہ عمدہ' اصیل' نرم اور تیز رفتار اونٹنی ہے۔ اس پر بیٹھ جاؤ اگر ان کے ارادہ میں گڑبڑ معلوم ہو تو اس پر بیٹھ کر واپس چلے آنا' چنانچہ وہ ان کے ہمراہ اس اونٹنی پر روانہ ہو گیا' چلتے چلتے راستہ میں ابوجہل نے کہا' بھائی' واللہ! میں اپنی سواری میں تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں۔ کیا تو مجھے اپنی سواری کے پیچھے نہ بٹھا لے گا؟ اس نے کہا کیوں نہیں' عیاش نے اپنی سواری بٹھائی اور انہوں نے بھی اپنی سواری بٹھائی کہ ابوجہل اس کی سواری پر تبدیل ہو جائے جب وہ اترے تو انہوں نے عیاش کو پکڑ کر باندھ لیا پھر اس کو مکہ میں لے گئے اور انہوں نے اس کو آزمائش میں ڈال دیا اور وہ فتنہ میں مبتلا ہو گیا۔

عمرؓ کا مکتوب : عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم کہا کرتے تھے "جو شخص فتنہ میں پڑ گیا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ نہ قبول کرے گا۔ یہ بات وہ اپنے بارے کہا کرتے تھے' یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی "کہہ دو' اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوؤ' بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا' بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے' اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کا حکم مانو' اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہیں مدد بھی نہ مل سکے' اور ان اچھی باتوں کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے۔ اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔" (۵۳۔۵۵/۳۹)

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے سورہ زمر کی یہ مذکورہ بالا آیات لکھ کر ہشام بن عاص کے پاس ارسال کیں۔ ہشام نے کہا جب مجھے عمرؓ کا یہ مکتوب موصول ہوا تو مکہ میں' میں "ذی طویٰ" پہاڑ پر چڑھتا اترتا پڑھنے لگا اور اس کا مفہوم نہ سمجھ رہا تھا حتیٰ کہ میں نے دعا مانگی' یااللہ! مجھے یہ سمجھا دے (**اللّٰھم فھمنھا**) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کا مفہوم میرے دل میں القا کر دیا کہ یہ آیات تو ہمارے بارے نازل ہوئی ہیں اور جو ہم اپنے بارے کہا کرتے تھے اور جو کچھ ہمارے بارے کہا جاتا تھا اس کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنی سواری لی اور اس پر سوار ہوا' مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا آیا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ ہشام بن عاص اور عیاش بن ابی ربیعہ کو ولید بن مغیرہ مدینہ لائے تھے۔ اس نے ان کو چوری چھپے مکہ سے اٹھایا اور اپنی سواری پر بٹھا کر مدینہ لایا اور خود پیدل چلتا آیا راستہ میں پھسل گیا اور اس کی انگلی زخمی ہو گئی تو اس نے کہا۔

هل أنت إلا أصبع دميت وفي سبيل الله ما لقيت

(تو صرف ایک انگلی ہے جو خون آلودہ ہوئی ہے اور اللہ کی راہ میں ہی اس کی تکلیف برداشت کی ہے)

امام بخاری (ابوالولید' شعبہ' ابواسحاق) براءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے مصعب بن

عمیر اور ابن ام مکتوم آئے پھر عمار اور بلال آئے۔ امام بخاری (محمد بن بشار' غندر' شعبہ' ابو اسحاق) براء بن عازبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ سب اول مہاجر ہمارے پاس مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم آئے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے پھر بلال' سعد اور عمار بن یاسر آئے پھر بیس صحابہؓ کے گروہ میں عمرؓ ہجرت کر کے آئے بعد ازاں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ کی آمد سے اہل مدینہ' اس قدر خوش و خرم اور مسرور ہوئے کہ ایسی مسرت و فرحت کا اظہار میں نے کبھی نہیں دیکھا' یہاں تک کہ لڑکیاں کہنے لگیں' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے (رسول اللہ ﷺ تشریف لائے) رسول اللہ ﷺ کی آمد تک میں نے مفصل منزل (سورہ حجرات سے آخر تک) کی سورتوں میں سے سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھ لی تھی۔ اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں اسرائیل' از ابو اسحاق از براءؓ بیان کیا ہے۔

سعدؓ نے کب ہجرت کی؟ : اور اس میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں ہجرت کے کر آنے سے قبل' سعد بن ابی وقاص ہجرت کر کے آئے تھے اور موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے نقل کیا ہے کہ سعد نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ہجرت کی اور درست پہلا قول ہے۔

عمرؓ قباء میں : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عمرؓ اور ان کی قوم کے افراد' زید بن خطاب' عمر اور عبداللہ پسران سراقہ بن معتمر' قیس بن حذافہ سہمی' حفصہ بنت عمر کا شوہر' سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عمرؓ کا ابن عم' واقد بن عبداللہ تمیمی ان کا حلیف' خولی بن ابی خولی' مالک بن ابی خولی' بنی عجل سے عمرؓ کے حلیف' ایاس' خالد' عاقل' عامر پسران بکیر' اور بنی سعد بن لیث میں سے ان کے حلیف مدینہ آئے اور قباء میں رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر از بنی عمرو بن عوف کے ہاں مقیم ہوئے۔

صہیب کا سودمند سودا : ابن ہشام کا بیان ہے کہ ابو عثمان فہری سے مجھے کسی نے بتایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ صہیبؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا' تو کفار قریش نے کہا تو ہمارے پاس فقیر حقیر اور تہی دست آیا تھا' تو سرمایہ دار ہو گیا اور معزز و محترم ہو گیا اب تو چاہتا ہے کہ اپنا مال و جان لے کر تو یہاں سے چلا جائے' واللہ! ایسا نہ ہو گا۔ تو صہیبؓ نے ان کو کہا' بتاؤ اگر میں اپنا مال تمہارے سپرد کر دوں تو مجھے جانے کی اجازت دے دو گے؟ انہوں نے کہا' بالکل' تو اس نے بلا تامل کہہ دیا میں نے اپنا مال و متاع تمہارے حوالہ کر دیا' یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو فرمایا "صہیب کا سودا سودمند ہے۔"

امام بیہقی حضرت صہیبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مجھے خواب میں تمہارا دار ہجرت دکھایا گیا ہے جو شور زدہ ہے' دو سیاہ پہاڑوں کے درمیان' یہ ہجر ہو گا یا یثرب۔

جبرائیل نے بتایا : صہیب نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور آپ کے ہمراہ ہجرت کا عزم کیا تھا مگر مجھے قریش کے نوجوانوں نے روک لیا چنانچہ میں رات بھر کھڑا رہا' بیٹھا نہیں' انہوں نے سمجھا کہ مجھے پیٹ درد ہے۔ (حالانکہ مجھے پیٹ درد نہ تھا) چنانچہ وہ سو گئے اور میں موقعہ پا کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ جاگے تو میرے پیچھے ہو لئے اور وہ مجھے مکہ واپس لے جانا چاہتے تھے' میں نے ان سے کہا اگر میں تمہیں چند اوقیہ سونا دے دوں تو مجھے چھوڑ دو گے۔ انہوں نے یہ بات مان لی

چنانچہ میں ان کے ساتھ مکہ واپس چلا آیا اور ان کو کہا دروازے کی دہلیز کھول دو' یہاں سونا ہے اور فلاں عورت کے پاس دو حلے ہیں وہ بھی لے لو' میں ان کے حوالے کر کے روانہ ہو پڑا اور رسول اللہ ﷺ کے قباء سے منتقل ہونے سے قبل آپ سے آملا' آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا' اے ابویحییٰ' تیرا سودا سودمند رہا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھ سے قبل تو آپ کے پاس کوئی آیا نہیں' آپ کو جبرائیل نے ہی اس بات سے آگاہ کیا ہے۔

حمزہؓ کا ہجرت کرنا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب' زید بن حارثہ' ابو مرثد کناز بن حصین' مرثد بن کناز' حمزہؓ کے حلیف' انسہ' ابو کبشہ رسول اللہ ﷺ کے غلام' قباء میں کلثوم بن ہدم برادر بنی عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوئے یا سعد بن خیثمہ کے ہاں بعض کہتے ہیں حمزہؓ اسعد بن زرارہ کے ہاں مقیم ہوئے' واللہ اعلم۔

مسطح اور خباب وغیرہ کی ہجرت : عبیدہ بن حارث' طفیل اور حصین پسران حارث' مسطح بن اثاثہ' سویبط بن سعد بن حرملہ برادر بنی عبدالدار' طلیب بن عمیر برادر بنی عبد بن قصی' خباب غلام عتبہ بن غزوان' قباء میں' عبداللہ بن سلمہ برادر بلعجلان کے پاس اترے۔

عبدالرحمان بن عوف : عبدالرحمان بن عوف چند مہاجرین کے ہمراہ' سعد بن ربیع کے ہاں فروکش ہوئے۔

زبیرؓ : زبیر بن عوام' ابو سبرہ بن رہم' بنی ججحبی کے محلّہ' ''عصبہ'' میں منذر بن محمد بن عقبہ بن اصیحہ بن جلاح کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور مصعب بن عمیر سعد بن معاذ کے ہاں ٹھہرے۔

ابوحذیفہؓ : ابوحذیفہ بن عتبہ اور ان کا غلام ''سالم'' سلمہ کے پاس اترے' بقول اموی مورخ خبیب بن اساف برادر بنی حارثہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔

عثمان بن عتبہ : عتبہ بن غزوان' بنی عبدالاشہل میں عباد بن بشر بن وقش کے مہمان ہوئے اور عثمان بن عفان' بنی نجار میں' حسان بن ثابت کے بھائی اوس بن ثابت کے ہاں ٹھہرے' بقول ابن اسحاق غیر شادی شدہ اور کنوارے مہاجر سعد بن خیثمہ کے ہاں مقیم ہوئے کیونکہ وہ کنوارے تھے' خدا معلوم کیا وجہ تھی۔ یعقوب بن سفیان' ابن عمر سے بیان کرتے ہیں کہ ہم مکہ (یہ ناسخ کی غلطی ہے اور دراصل مدینہ چاہئے) میں آئے اور عصبہ میں مقیم ہوئے۔ عمرؓ' ابوعبیدہؓ اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ' نماز کی امامت کے فرائض' سالم مولیٰ ابی حذیفہ انجام دیا کرتا تھا کیونکہ اس کو قرآن ان سے زیادہ حفظ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا باعث : وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا (۱۷/۸۰) اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی راہنمائی فرمائی اور آپ کو الہام کیا کہ یہ دعا پڑھیں' جب ھم و غم اور رنج و الم میں آپ مبتلا ہوں' اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو دور کر دے گا اور جلد ہی راہ نجات پیدا کر دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت فرما دی۔

جہاں آپؐ کے انصار و اعوان اور احباب موجود تھے اور وہ آپ کا مقام ہوا اور اس کے باشندے آپ کے معاون اور مددگار ہوئے۔

مخرج صدق کی تفسیر : امام احمد اور عثمان بن ابی شیبہ (جریر' قابوس بن ابی ظبیان' ابیہ) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ آپ کو ہجرت کا ارشاد ہوا اور آپ پر یہ دعا نازل ہوئی **وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطان نصیرا** (۸۰/ ۱۷) بقول قتادہ رحمہ اللہ' "**مدخل صدق**" سے مراد مدینہ ہے اور "**مخرج صدق**" سے مراد مکہ سے ہجرت ہے اور "**سلطان نصیرا**" سے مراد قرآن اور اس کے احکام و حدود ہیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ صحابہؓ کے ہجرت کر جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ مکہ میں "ہجرت کے اذن" کے انتظار میں قیام پذیر تھے مکہ میں آپ کے پاس سوائے علیؓ اور ابوبکرؓ کے کوئی مقیم نہ تھا ماسوائے ان لوگوں کے جن کو ہجرت سے روک لیا گیا اور آزمائش و ابتلاء میں ڈال دیئے گئے۔ ابوبکرؓ بکثرت آپؐ سے ہجرت کی اجازت طلب کرتے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے جلدی نہ کرو ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کا کوئی صاحب اور ہم سفر مہیا کر دے' یہ سن کر ابوبکر امید کرتے کہ رفیق سفر آپؐ ہی ہوں گے۔ (ابن اسحاق کا بیان ہے) کہ جب قریش کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے معاون و مددگار پیدا ہو چکے ہیں اور دوسرے شہروں کے لوگ بھی آپ کے ہم نوا بن چکے ہیں اور آپؐ کے صحابہ بھی ان کے پاس ہجرت کر کے جا رہے ہیں وہ ایک محفوظ مقام میں پناہ گزیں ہو گئے ہیں اور مضبوط و مصئون مقام قلعہ میں محفوظ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ان کو رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کر جانے کا اندیشہ پیدا ہوا اور وہ سمجھے کہ آپؐ ان کے ساتھ جنگ و جدال کا عزم کر چکے ہیں۔ بنابریں وہ قصی بن کلاب کے گھر' دار الندوۃ میں اکٹھے ہوئے۔ (یہ وہ مقام مشاورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے قریش کو جب بھی کوئی اندیشہ ہوتا تو وہ اس میں مجلس مشاورت بپا کرتے تھے)

دار الندوہ میں مجلس مشاورت : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے میرے معتبر رفقاء نے ابن عباس سے بتایا جب قریش کا مشورہ پر اتفاق ہو گیا اور وقت مقرر کر دیا کہ "دار الندوہ" میں رسول اللہ ﷺ کے بارے مشورہ کرنے کے لئے آئیں۔ وہ اس میں معین یوم اور مقرر تاریخ پر جمع ہوئے اور اس یوم کو "یوم الزحمہ" اور اژدھام کا یوم کہا جاتا ہے۔

شیطان کا انسان کا روپ دھارنا : ابلیس ملعون عمدہ لباس زیب تن کئے ایک معزز شیخ کی صورت میں جلوہ گر ہوا اور دار الندوہ کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ جب معززین مکہ نے اس کو دروازے پر کھڑے دیکھ کر پوچھا کون صاحب؟ اس نے کہا ایک نجدی شیخ ہوں' تمہارا پروگرام سنا تھا' کارروائی سننے کے لئے حاضر ہوا ہوں' ممکن ہے کہ وہ عمدہ تجویز اور خیر خواہانہ رائے سے محروم نہ کرے گا۔ انہوں نے کہا درست ہے آیئے' چنانچہ وہ ان کے پاس چلا آیا۔ اس عظیم اجتماع میں عتبہ' شیبہ' ابوسفیان' طعیمہ بن عدی' جبیر بن مطعم' حارث بن عامر بن نوفل' نضر بن حارث' ابوالبختری بن ہشام' زمعہ بن اسود' حکیم بن حزام' ابوجہل بن ہشام' نبیہ و منبہ پسران حجاج' امیہ بن خلف اشراف قریش کے علاوہ دیگر لوگ بھی شامل تھے۔

ایک صاحب نے باقی حضرات کے سامنے تجویز پیش کی کہ اس شخص کی قدر و منزلت سے تم واقف ہو' واللہ! ہم پر خطر ہیں کہ وہ اپنے غیر قریشی تابعداروں اور پیروکاروں کو لے کر ہم پر حملہ آور ہو۔ پس اب تم اس کے بارے ایک رائے پر اتفاق کرو۔

مجلس کا آغاز : چنانچہ انہوں نے خوب غور و خوض کیا پھر ان میں سے کسی (یا ابوالبختری) نے رائے پیش کی کہ اس کو لوہے کی زنجیروں میں باندھ کر' ایک مکان میں مقفل کر دو' پھر تم اس کا بھی' اس جیسے شعراء زہیر اور نا.غہ کے سے انجام کا انتظار کرو' وہ بھی اپنی موت آپ مر جائے گا--- نجدی شیخ نے کہا' بالکل نہیں' واللہ یہ تجویز مقبول نہیں' کیونکہ اگر تم نے اس کو مقفل کر دیا جیسا کہ تم کہتے ہو' اس مقفل دروازے کے اندر سے بھی اس کے تابعداروں تک اس کی خبر پہنچ جائے گی۔ پھر وہ عنقریب تم پر حملہ کر کے اس کو تمہارے قبضہ سے چھڑا لیں گے' پھر وہ اس کی بدولت اکثریت حاصل کر کے تم پر چھا جائیں گے۔ یہ تجویز قابل غور نہیں۔

پھر حیص بیص کے بعد ان میں سے کسی نے کہا' ہم اس کو مکہ سے جلاوطن کر دیں اور علاقہ بدر کر دیں۔ جب وہ ہم سے دور چلا جائے گا' واللہ! پرواہ نہیں' جہاں جائے اور جہاں رہے' جب ہم سے دور ہو گیا اور ہم اس کے لڑائی جھگڑے سے فارغ ہو گئے تو ہم پہلے کی طرح اپنے تعلقات استوار کر لیں گے۔ نجدی شیخ نے کہا' بالکل قطعاً نہیں' واللہ! یہ رائے بھی قابل قبول نہیں' کیا تم اس کی عمدہ بات' شیریں کلامی اور جادو بیانی سے بے خبر ہو' جو لوگوں کے دلوں میں اتر جاتی ہے' واللہ! اگر تم نے اس کو جلا وطن کر دیا' مجھے خطرہ ہے کہ وہ کسی عرب قبیلہ کے پاس مقیم ہو جائے گا اور اپنی دل آویز بات اور خوش گفتاری کے باعث ان پر مسلط ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے گرویدہ ہو جائیں گے پھر ان کو اپنے ساتھ لے کر تم پر حملہ آور ہو گا اور تم کو پامال کر کے رکھ دے' اور تمہاری مشیخت اور حکمرانی تم سے چھین لے گا اور پھر تم سے جو چاہے گا سلوک کرے گا' کوئی اور تدبیر سوچو۔

ابوجہل نے کہا' واللہ! میری اس کے بارے میں ایک معقول تجویز ہے۔ غالباً وہ تمہارے کسی کے بھی وہم و گمان میں نہ ہو' لوگوں نے "بڑی بے تابی" سے پوچھا اے ابوالحکم! (ابوجہل کی پہلی کنیت) بتاؤ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا' میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ سے ایک ایک ایسا نوجوان منتخب کریں جو طاقتور ہو' معزز و محترم ہو' پھر ہر ایک کے ہاتھ میں تیز تلوار دے دیں۔ پھر وہ تلوار بکف یکبارگی حملہ کر کے اس کو قتل کر دیں۔ ہم اس سے آرام و راحت اور چین پا لیں گے' جب وہ اس کو قتل کر دیں گے تو جملہ قبائل میں اس کا خون اور قتل بٹ جائے گا اور بنی عبدمناف ساری قوم سے لڑ نہ سکیں گے' تو وہ دیت پر راضی ہو جائیں گے اور ہم اس کی دیت ادا کر دیں گے۔ یہ سن کر نجدی شیخ نے کہا قابل قبول بات وہی ہے جو اس مرد نے کہی' یہی تجویز معقول ہے' اس کے علاوہ کوئی تدبیر نہیں۔ اتفاق رائے سے یہ تجویز منظور ہوئی اور مجلس شوریٰ برخاست ہوئی۔

چنانچہ جبرائیلؑ نے آپ کو بتایا کہ جس بستر پر آپ سویا کرتے ہیں اس بستر پر نہ سوئیں' جھٹ پٹے اور

رات کی تاریکی میں وہ آپؐ کے آستانہ کے در پر جمع ہو گئے اور آپ کے سونے کا انتظار کرنے لگے کہ وہ آپؐ پر حملہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا اجتماع دیکھ کر' علیؓ کو کہا' تم میرے بستر پر لیٹ کر' میری سبز حضرمی چادر اوپر اوڑھ لو اور اطمینان سے سو جاؤ' تمہیں ان سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ یہ قصہ جو ابن اسحاق نے نقل کیا ہے اس کو واقدی نے متعدد اسناد سے عائشہ' ابن عباس' علی' سراقہ بن مالک وغیرہ رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے۔ ایک کی حدیث دوسرے کی حدیث میں مخلوط ہو گئی ہے اور اس نے مذکور بالا قصہ کی طرح بیان کیا ہے۔

ابوجہل کو دندان شکن جواب اور سورہ یاسین : ابن اسحاق' یزید بن ابی زیاد کے حوالہ سے محمد بن کعب قرظی سے بیان کرتے ہیں جب آپ کے آستانہ عالیہ کے در پر لوگ اکٹھے ہوئے تو ابوجہل بھی ان میں تھا۔ اس نے کہا' محمدؐ کا گمان ہے کہ اگر تم اس کا دین قبول کرلو تو عرب و عجم کے حکمران بن جاؤ گے پھر مرنے کے بعد تم زندہ ہو گے اور تمہیں اردن جیسے باغات ملیں گے۔ اگر تم اسلام قبول نہ کرو تو تم پر ہلاکت و فلاکت برپا ہو گی۔ پھر تم مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے اور تمہارے لئے آگ ہو گی جس میں تم جلتے رہو گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے اور مٹھی میں مٹی لے کر کہا' ہاں! میں یہ کہتا ہوں اور تو ان میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو بند کر دیا وہ آپ کو دیکھتے نہ تھے اور آپ نے سورہ یاسین کی ابتدائی نو آیات پڑھتے ہوئے' ان کے سروں پر مٹی بکھیر دی اور سب حاضرین کے سروں پر آپ مٹی ڈال کر جہاں جانا تھا چلے گئے۔

ایک صاحب نے کہا جو ان میں شامل نہ تھے' یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو' انہوں نے کہا "محمدؐ کا" تو اس نے بتایا اللہ نے تم کو ناکام و نامراد کر دیا ہے۔ واللہ! وہ تم میں سے ہر ایک کے سر پر مٹی ڈال کر نکل گیا ہے۔ کیا تم اپنے سر پر مٹی نہیں محسوس کرتے' چنانچہ ہر آدمی نے سر پر ہاتھ رکھا تو واقعی سر پر مٹی تھی۔ پھر وہ جھانک کر دیکھنے لگے تو علی کو بستر پر دراز دیکھا جو رسول اللہ ﷺ کی چادر اوڑھے ہوئے تھے' وہ کہنے لگے واللہ! یہ محمدؐ سویا ہوا ہے اس پر اس کی چادر ہے' وہ برابر صبح تک اسی شور و غوغا میں رہے۔ پھر علیؓ اپنے بستر سے اٹھے تو وہ کہنے لگے واللہ! بتانے والے نے سچ کہا تھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جس عزم و ارادے کے لئے کفار جمع ہوئے اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۸/۳۰) "اور جب کافر تیرے متعلق تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں دیس بدر کر دیں وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔" (۵۲/۳۰) "کیا وہ کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہے۔ ہم اس پر گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں کہہ دو تم انتظار کرتے رہو' بے شک میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں' بقول ابن اسحاق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اس وقت ہجرت کی اجازت دے دی۔"

رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا

یہ واقعہ تاریخ اسلامی کا آغاز ہے۔ جیسا کہ خلافت فاروقی میں اس پر صحابہ کا اتفاق رائے ہوا' جو کہ ہم نے "سیرت عمرؓ" میں بیان کیا ہے۔ امام بخاری (مطر بن فضل' روح' ہشام' عکرمہ) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے' تیرہ سال مکہ میں آپ پر وحی نازل ہوتی رہی پھر آپ کو ہجرت کا ارشاد ہوا' آپ نے ہجرت کی اور دس سال مدینہ میں قیام کیا اور ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

ہجرت کب ہوئی؟ : ہجرت بروز سوموار' ماہ ربیع الاول ۱۳ نبوت میں وقوع پذیر ہوئی' جیسا کہ امام احمد نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ اے مسلمانو! تمہارے نبیؐ سوموار کو پیدا ہوئے' اسی روز آپ نے مکہ سے ہجرت کی اور سوموار کو نبوت سے سرفراز ہوئے' اور اسی روز مدینہ میں داخل ہوئے اور سوموار کو ہی فوت ہوئے۔

آٹھ سو درہم میں دو سواریاں : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ابو بکرؓ نے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا عجلت نہ کیجئے' ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا کوئی ساتھی میسر کر دے' یہ سن کر ابو بکرؓ کو امید ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ ہی ساتھی ہوں گے' چنانچہ ابو بکرؓ نے دو سواریاں خریدیں' ان کو گھر پر چارہ ڈالتے رہے' سفر کے لئے تیار کرتے رہے' بقول واقدی آٹھ سو درہم میں یہ دونوں سواریاں خریدیں۔

ابو بکر کا رفاقت کا سوال کرنا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے ایک معتبر راوی نے عروہ کی معرفت عائشہؓ سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بلاناغہ صبح یا شام ایک دفعہ ابو بکرؓ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جس روز رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہجرت اور ترک سکونت کی اجازت دی تو رسول اللہ ﷺ بے وقت دوپہر کو تشریف لائے' ابو بکر نے آپ کو بے وقت آتے دیکھ کر کہا کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کسی اہم کام کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر کے اندر آئے تو ابو بکرؓ چارپائی سے کچھ سرکے اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے (وہاں میرے اور اسماء بنت ابو بکر کے علاوہ گھر کے افراد میں کوئی نہ تھا) اور فرمایا آپ کے پاس جو لوگ ہیں ان کو یہاں سے نکال دو' ابو بکر نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں' فداک ابی و امی! میرا ماں باپ قربان! کیا بات ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہجرت اور ترک سکونت کی اجازت دے دی ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا یارسول اللہ! رفاقت اور مصاحبت کا طلب گار ہوں؟ تو آپ نے فرمایا آپ کے لئے مصاحبت اور رفاقت ہے۔

مسرت سے اشک باری : عائشہؓ کا بیان ہے کہ واللہ! مجھے معلوم نہ تھا کہ فرحت و مسرت سے بھی

کوئی آبدیدہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میں نے ابوبکرؓ کو اس روز خوشی کے مارے روتے ہوئے دیکھا' پھر ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ دو سواریوں کو میں نے سفر ہجرت کے لئے تیار کیا ہے' پھر انہوں نے عبداللہ بن اریقط کو اجیر رکھ لیا۔

عبداللہ بن اریقط : بقول ابن ہشام اس کا نام ہے عبداللہ بن اریقط' یکے از بنی وائل بن بکر' اس کی والدہ بنی سہم بن بکر سے ہے' وہ مشرک تھا۔ راہ نمائی کے فرائض انجام دیتا تھا' چنانچہ دونوں سواریاں اس کے سپرد کر دیں اور وہ اس کے پاس تھیں وہ مقررہ وقت تک ان کو چراتا رہا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ میری دانست کے مطابق' رسول اللہ ﷺ کے سفر ہجرت کا سوائے علیؓ' ابوبکرؓ اور آل ابوبکر کے کسی کو علم نہ تھا' علیؓ کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگوں کو جو امانتیں میرے پاس موجود ہیں وہ ان کو میرے بعد' لوگوں کے سپرد کر دیں' مکہ میں جس کے پاس بھی کوئی قابل حفاظت چیز ہوتی وہ رسول اللہ ﷺ کی دیانت و امانت پر اعتماد کرتا ہوا' رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی امانت رکھا کرتا تھا۔

عزم سفر اور دعا : بقول ابن اسحاق رسول اللہ ﷺ نے سفر ہجرت کا عزم کر لیا تو ابوبکر کے پاس تشریف لائے اور دونوں گھر کی پشت سے ایک کھڑکی میں سے باہر نکلے۔ ابونعیم' ابراہیم بن سعد' محمد بن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے سفر ہجرت کا آغاز کیا تو دعا کی۔

"الحمد للّٰہ الذی خلقتنی ولم اک شیئا اللّٰھم اعنی عل ھول الدنیا وبوائق الدھر ومصائب اللیالی والایام اللّٰھم اصحبنی فی سفری واخلفنی فی اھلی وبارک لی فیما رزقتنی لک فذللنی وعلی صالح خلقی فقومنی والیک رب فحبنی والی الناس فلا تکلنی رب المستضعفین وانت ربی اعوذ بوجھک الکریم الذی اشرقت لہ السموات والارض وکشفت بہ الظلمات وصلح علیہ امر الاولین والاخرین ان تحل علی غضبک وتنزل بی سخطک اعوذ بک من زوال نعمتک وفجاۃ نعمتک وتحول عافیتک وجمیع سخطک لک العقبی عندی خیر ما استطعت لاحول ولا قوۃ الا بک

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے عدم سے پیدا کیا' یااللہ! دنیا کی ہولناکی اور زمانے کی سختی پر اور شب و روز کے مصائب پر میری مدد کر' یااللہ! میرے سفر میں میرا صاحب اور رفیق بن اور میرے گھر میں میرا محافظ ہو اور میرے رزق میں برکت کر اور تو مجھے اپنا متواضع بنا اور حسن اخلاق پر مجھے قائم رکھ' یارب! تو مجھے اپنا محبوب بنا اور لوگوں کے سپرد نہ کر' اے کمزوروں کے رب! اور تو میرا بھی رب ہے۔ میں تیرے وجہ کریم کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں (جس کے باعث زمین و زماں منور ہے اور تاریکیاں چھٹتی ہیں اور جس کے باعث دنیا کی ابتدا و انتہا صلاح پذیر ہے) کہ میں تیرے غضب کا شکار ہوں اور مجھ پر تیرا غصہ نازل ہو۔ میں تیرے ساتھ زوال نعمت سے پناہ مانگتا ہوں اور اچانک عذاب سے اور صحت و عافیت کی تبدیلی سے اور تیری تمام تر ناراضگی سے' تیرے لئے ہی عقبی اور آخرت ہے۔ میرے پاس حسب استطاعت بہترین اعمال ہیں صرف تیری قدرت کے ساتھ گناہ سے بچاؤ اور نیکی کی طاقت ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ پھر آپ نے غار ثور کا قصد کیا جو اسفل مکہ میں واقع ہے اور اس کے اندر

داخل ہو گئے اور ابوبکرؓ نے اپنے فرزند عبداللہ کو حکم دیا کہ دن بھر لوگ جو باتیں کریں وہ غور سے سنے' اور شام کو روز مرہ کی خبریں آکر بتائے اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ وہ دن بھر بکریاں چرائے اور شام کے وقت غار کے قریب لے آئے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی بکر دن بھر قریش کے ہمراہ رہتے ان کے مشورے سنتے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کے بارے جو کچھ کہتے (وہ یاد رکھتے اور شام کو ساری کیفیت ان کے گوش گزار کر دیتے اور عامر بن فہیرہ دن بھر مکہ کے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چراتا اور شام کو ان کے پاس بکریاں لے آتا وہ اس کا دودھ دوہتے اور ذبح کرتے' عبداللہ بن ابی بکر شام کو مکہ واپس آتا تو عامر اس کے بعد بکریاں واپس لاتا اور وہ اس کے نقش پا مٹا دیتا (عنقریب بخاری کی روایت میں وہ الفاظ بیان ہوں گے جو اس بات کے شاہد ہیں)

کیا رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ سے قبل چلے تھے؟ : ابن جریر نے کسی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تنہا غار ثور میں ابوبکرؓ سے قبل چلے گئے تھے اور علیؓ کو کہا وہ ابوبکر کو ان کے جانے کی بابت بتا دے اور وہ ان کے ساتھ مل جائے چنانچہ ابوبکرؓ آپ کے ساتھ اثناء راہ میں ہی مل گئے تھے۔ یہ روایت نہایت غریب ہے اور مشہور و معروف روایت کے خلاف ہے کہ آپؐ مع ابوبکرؓ اکٹھے گھر سے چلے تھے۔

اسماء کو طمانچہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اسماء بنت ابی بکر شام کو کھانا کھاتیں تھیں۔ اسماءؓ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ ہجرت کے لئے ۲۷ صفر ۱۳ نبوت جمعرات (۱۲ ستمبر ۶۲۱ء) روانہ ہو گئے تو چند قریش ہمارے گھر کی طرف آئے' ان میں ابوجہل بھی شامل تھا۔ انہوں نے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی میں باہر آئی تو ابوجہل نے پوچھا اے بنت ابی بکر! تیرا والد کہاں ہے؟ میں نے کہا واللہ! معلوم نہیں کہ میرا والد کہاں ہے' ابوجہل نے جو بد زبان اور درشت خو تھا' ہاتھ اٹھایا اور طمانچہ کھینچ مارا کہ کان کی بالی نیچے گر گئی پھر وہ چلے گئے۔

ایک لڑکی کی دانائی اور قوت ایمانی : ابن اسحاق (یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر' ابوہ) اپنی دادی اسماءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے لئے روانہ ہوئے اور ابوبکرؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔ ابوبکر گھر کا سارا سرمایہ اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے جو پانچ یا چھ ہزار درہم تھا ایک دن ہمارے دادا ابو قحافہ (جو نابینا تھے) آئے اور کہا واللہ! میں سمجھتا ہوں کہ اس نے تم کو اپنی ذات کے ساتھ مال کا بھی نقصان پہنچایا ہے۔ خود گیا اور مال بھی ساتھ لے گیا۔ میں نے کہا اباجان! بالکل نہیں وہ ہمارے لئے کافی مال چھوڑ گئے ہیں' میں نے اس طاق میں' جہاں والد گرامی مال رکھا کرتے تھے' سنگریزے رکھ کر اوپر کپڑا پھیلا دیا' پھر دادا جان کا ہاتھ پکڑ کر کہا' اباجان! اس مال کو ہاتھ سے ٹٹول لیجئے اس نے اس کو ٹٹول کر کہا کوئی فکر نہیں' جب کہ اس نے تمہارے لئے کافی سرمایہ چھوڑ دیا اس نے اچھا کیا ہے۔ اس سے تمہاری ضروریات پوری ہو جائیں گی۔ اسماءؓ کا بیان ہے کہ واللہ! ابوبکرؓ تو سب مال اپنے ساتھ لے گئے تھے' کچھ نہ چھوڑا تھا' یہ تدبیر میں نے محض دادا جان کی تسکین اور طمانیت قلب کے لئے کی تھی۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا کہ حسن بصری نے کہا' رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر غار کے پاس رات کو پہنچے اور ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ سے غار میں

پہلے داخل ہوئے' اس نے غار کو ٹٹولا تاکہ معلوم کر لے کیا اس میں کوئی درندہ یا سانپ ہے' اپنی جان فدا کر کے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے' اس حدیث کی سند میں دونوں طرف (آغاز اور اختتام) سے انقطاع ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا اہتمام : ابو القاسم بغوی (داؤد بن عمرو ضبی' نافع بن عمر جمحی) ابن ابی ملیکہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور ابوبکر جب غار ثور کی طرف روانہ ہوئے تو ابوبکرؓ کبھی رسول اللہ ﷺ کے آگے ہوتے اور کبھی پیچھے تو نبی علیہ السلام نے اس سے اس پریشانی کی بابت پوچھا تو بتایا کہ جب میں آپ کے پیچھے ہوتا ہوں تو مجھے اندیشہ ہوتا کہ مبادا آپ کو آگے سے کوئی گزند پہنچے پھر آگے آجاتا ہوں جب آگے ہوتا ہوں تو مجھے اندیشہ لاحق ہوتا ہے کہ مبادا آپ کو پیچھے سے کوئی تکلیف پہنچے یہاں تک کہ جب غار ثور کے پاس پہنچے تو ابوبکرؓ نے عرض کیا آپ انتظار فرمائیں میں غار کے دھانہ میں ہاتھ ڈالتا ہوں اس میں ضرر رساں چیز کو محسوس کر کے صاف کر دوں گا' اگر کوئی اس میں موذی جانور ہوا تو آپ سے قبل مجھے ہی ضرر رساں ہو گا۔ نافع کا بیان ہے کہ مجھے معلوم ہوا غار میں ایک بل تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس پر اپنا پیر رکھ دیا' مبادا اس میں سے کوئی موذی چیز نکلے جو رسول اللہ ﷺ کی اذیت کا موجب ہو' یہ روایت مرسل ہے۔ ہم نے اس کے شواہد ''سیرت الصدیق'' میں تحریر کئے ہیں۔

ابوبکرؓ کی ایک رات : حافظ بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابوبکر احمد بن اسحاق' موسیٰ بن حسن' عباد' عفان بن مسلم' سری بن یحییٰ) محمد بن سیرین سے بیان کرتے ہیں کہ عہد فاروقی میں بعض رجال نے حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکر پر ترجیح دی تو یہ بات عمرؓ کو معلوم ہوئی تو حضرت عمرؓ نے کہا واللہ! ابوبکرؓ کی ایک رات کی فضیلت کا ثواب آل عمرؓ کے سارے اعمال سے بہتر ہے اور ابوبکر کے ایک دن کا ثواب آل عمرؓ کے سارے اعمال و افعال سے افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک رات غار ثور کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ ابوبکرؓ تھے ابوبکرؓ کبھی آپؐ کے پیچھے چلتا اور کبھی آگے ہو کر چلتا' رسول اللہ ﷺ اس پریشانی کو سمجھے تو آپؐ نے فرمایا اے ابوبکر! کیا بات ہے؟ گاہے تو میرے پیچھے چلتا ہے اور گاہے میرے آگے چلتا ہے۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں تعاقب اور تلاش و جستجو کا خیال کرتا ہوں تو آپؐ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوں پھر ان لوگوں کا خیال کرتا ہوں جو آپ کی تاک میں ہیں تو آپؐ کے آگے ہو جاتا ہوں تو آپؐ نے فرمایا اے ابوبکر! اگر کوئی خطرہ درپیش ہو تو تیری خواہش ہے کہ وہ میرے علاوہ' تجھے ہی لاحق ہو؟ تو ابوبکر نے کہا جی ہاں! اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے۔

جب وہ غار کے دھانہ پر پہنچ گئے تو ابوبکرؓ نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ! ذرا ٹھہریئے! میں غار کو صاف کر لوں چنانچہ وہ غار کے اندر داخل ہوئے اور اس کو صاف کیا (اور باہر نکل آئے) تو یاد آیا کہ ایک بل کو صاف نہیں کیا' پھر عرض کیا یارسول اللہ! ذرا توقف کیجئے کہ میں اچھی طرح صاف کر لوں' پھر اندر داخل ہوئے اور اس کو صاف کیا پھر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ تشریف لایئے! پھر رسول اللہ ﷺ غار کے اندر تشریف لے گئے۔ یہ قصہ بیان کرنے کے بعد عمرؓ نے کہا واللہ! والذی نفسی بیدہ یہ رات آل عمرؓ کے

سارے اعمال سے افضل ہے۔

اس روایت کو حافظ بیہقی نے دیگر سند سے بیان کیا ہے (اور اس میں یہ اضافہ ہے) کہ رسول اللہ ﷺ کے پاؤں چلتے چلتے زخمی ہو گئے تو ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو کندھوں پر بٹھالیا اور جب غار کے اندر گئے تو تمام بلوں کو کپڑے سے بند کر دیا اور ایک بل باقی رہ گیا تو اس کو اپنی ایڑی سے بند کر دیا۔ آپؑ کو سانپ ڈستا رہا اور آپ کے آنسو بہتے رہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لا تحزن ان اللّٰہ معنا** غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (۹/۴۰) اس بیان میں غرابت اور نکارت ہے۔

امام بیہقی، جندب بن عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ غار میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا، ان کے ہاتھ کو پتھر لگا تو کہا۔

هل أنت إلا أصبع دميت وفي سبيل الله ما لقيت

تار عنکبوت : امام احمد (عبدالرزاق، معمر، جزری، مقسم مولی ابن عباس) ابن عباس سے تفسیر بیان کرتے ہیں کہ **اذیمکربک الذین کفروا** (۸/۳۰) کا مطلب ہے کہ قریش نے مکہ میں رات کو مشورہ کیا، تو بعض نے کہا صبح ہو تو اس کو زنجیروں میں باندھ دو اور بعض نے کہا قتل کر دو، اور بعض نے کہا جلا وطن کر دو اس مشاورت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (علیہ السلام) کو آگاہ کر دیا تو اس رات بستر رسولؐ پر علیؓ سوئے اور نبی علیہ السلام مکہ سے نکل کر غار میں پہنچ گئے اور کفار مکہ علیؓ کو رسول اللہ ﷺ سمجھ کر، رات بھر تاک میں رہے، صبح ہوئی تو وہ آپ پر پل پڑے، جب انہوں نے علی کو بستر پر پایا (اور اللہ نے ان کی تدبیر کو ناکام بنا دیا) تو پوچھا آپ کا صاحب کہاں ہے؟ بتایا، مجھے معلوم نہیں چنانچہ وہ آپ کے نقش پا کو تلاش کرتے ہوئے آپ کے تعاقب میں چلے اور پہاڑ پر پہنچ کر نقش پا گم ہو گیا تو وہ غار ثور کے پاس سے گزرے۔ اس کے دھانہ پر تار عنکبوت کو دیکھ کر کہا اگر کوئی اندر داخل ہوتا تو غار کے دھانہ پر تار عنکبوت نہ ہوتا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے اس میں، تین راتیں بسر کیں۔ یہ سند حسن ہے اور یہ تار عنکبوت کے قصہ میں سب سے بہترین روایت ہے۔ یہ ہے اللہ کا اپنے رسول کی حفاظت کرنا۔

غار میں نماز : مسند ابی بکر میں حافظ ابوبکر احمد بن علی قاضی، حسن بصری سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور ابوبکرؓ غار کی طرف روانہ ہوئے (اور اس میں داخل ہو گئے) اور قریش آپ کے تعاقب میں آئے، غار ثور کے دھانہ پر مکڑی کا جالا دیکھ کر کہا، اس میں کوئی نہیں اور غار میں نبی علیہ السلام کھڑے نماز میں مشغول تھے اور ابوبکرؓ آپ کی نگرانی کر رہے تھے اور ابوبکرؓ نے نبی علیہ السلام کو بتایا یہ لوگ آپ کے تعاقب میں آئے تھے، واللہ! مجھے اپنی ذات کی کوئی فکر نہیں لیکن میں اس بات سے خائف اور فکرمند ہوں کہ آپ کو کوئی ایذا لاحق ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر، فکر نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، یہ حسن بصری کی مرسل روایت ہے اور یہ شاہد کی بنا پر حسن ہے۔ اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا غار میں نماز پڑھنے کا اضافہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب آپ کسی بات سے فکرمند ہوتے تو نماز پڑھنا شروع کر دیتے۔

غار کی فضیلت : ابوبکر احمد بن علی قاضی (عمرو الناقد' خلف بن تمیم' موسیٰ بن مطر' مطر) ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اگر لوگوں میں بدعات رونما ہوں تو غار ثور میں چلا آ' جہاں میں اور رسول اللہ ﷺ چھپے رہے تھے' تجھے وہاں صبح شام رزق میسر ہو گا۔ کسی نے کہا ہے۔

نسج داود ما حمى صاحب الغار وكان الفخار للعنكبوت

(داؤدی زرہ نے "صاحب غار" کی حفاظت نہیں کی اور یہ افتخار و اعزاز عنکبوت کو نصیب ہوا)

یہ بھی مذکور ہے کہ دو کبوتروں نے غار کے دھانہ پر آشیانے بنائے تھے' صرصری شاعر نے کہا ہے۔

فغمى عليه العنكبوت بنسجه وظل على الباب الحمام يبيض

(عنکبوت نے آپؐ کو جالا بن کر ڈھانپ دیا اور اس کے دھانہ پر کبوتری نے انڈے دیئے)

عنکبوت' درخت اور کبوتر والی روایت : حافظ ابن عساکر (یحییٰ بن صاعد' عمرو بن علی' عون بن عمرو قیسی' معروف بہ لقب "عوین") ابو مصعب مکی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم' مغیرہ بن شعبہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کو مذاکرہ کرتے سنا کہ غار کی رات' اللہ تعالیٰ نے درخت کو حکم دیا وہ آپ کے بالکل سامنے اگ آیا' آپ کو لوگوں سے چھپاتا رہا تھا اور اللہ نے عنکبوت کو حکم دیا اس نے جالا بن دیا اور رسول اللہ ﷺ کو ان سے چھپا دیا اور اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا وہ ہنکہ ہلاتے ہوئے عنکبوت اور درخت کے درمیان آکر بیٹھ گئے' قریش کے ہر خاندان کا مخلوط گروہ' ہاتھوں میں لاٹھیاں' کمانیں اور ڈنڈے لئے ہوئے آیا' یہاں تک کہ وہ غار سے دو سو ہاتھ کی مسافت پر تھا تو ان کے راہنما' سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی نے کہا' اس پتھر پر نقش پا موجود ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ اس نے دوسرا پیر کہاں رکھا' پھر قریش کے گروہ نے کہا' تو نے رات بھر تو خطا نہیں کی (پھر وہ روشنی کا انتظار کرتے رہے) صبح ہوئی تو اس نے کہا' غار دیکھو' لوگ غار دیکھنے کے لئے آگے بڑھے یہاں تک کہ وہ پچاس ہاتھ کے فاصلہ پر تھے کہ کبوتروں کی آواز سنی --- پھر راہنما آگے بڑھا اور واپس لوٹ آیا --- تو انہوں نے پوچھا کیوں واپس لوٹ آیا' غار کے اندر نہ دیکھا تو اس نے کہا کہ میں نے غار کے دھانہ پر جنگلی کبوتر دیکھے ہیں' میں نے اندازہ لگایا کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔ اس بات کو رسول اللہ ﷺ نے سنا اور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے کبوتروں کی وجہ سے ان کا دفاع کیا ہے۔ آپ نے ان کے لئے برکت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حرم میں اتار دیا اور انہوں نے وہاں بچے دیئے جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔

یہ حدیث اس سند سے نہایت غریب ہے (اس میں عون بن عمرو اور ابو مصعب مکی دونوں مجہول الکال راوی ہیں اور عون بقول یحییٰ بن معین بے اصل اور ہیچ ہے' --- ندوی) اس کو ابونعیم نے مسلم بن ابراہیم وغیرہ از عون بن عمرو عوین اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حرم مکہ کے تمام کبوتر ان کی نسل سے ہیں اور اس حدیث میں ہے کہ راہنما اور نقش پا دیکھنے والا' سراقہ بن مالک مدلجی تھا۔ اور واقدی نے موسیٰ بن محمد بن ابراہیم کی معرفت اس کے والد سے بیان کیا ہے کہ نقش پا دیکھنے والا کوئی کرز بن علقمہ تھا' بقول امام ابن کثیر ممکن ہے کہ یہ دونوں اس مہم میں شامل ہوں' واللہ اعلم۔

غار ثور کے واقعہ کی مزید تفصیل : قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ "اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے تو اس کی اللہ نے مدد کی' جس وقت اسے کافروں نے نکالا تھا کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا تو غم نہ کھا' بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے' پھر اللہ نے اپنی طرف سے اس پر تسکین اتاری اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔" (۹/۴۰)

غزوہ تبوک ۹ھ میں جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں جانے سے پیچھے رہ گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا ہے (الا تنصروہ) اگر تم اس کی امداد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کی نصرت و مدد کرنے والا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے رسول کی اس وقت مدد کی تھی جب کافروں نے ان کو وطن سے نکالا تھا اور اس وقت اس کے ہمراہ سوائے ابوبکر کے کوئی نہ تھا اس بنا پر کہا (ثانی اثنین اذ ھما فی الغار) وہ دونوں غار میں تین روز پناہ گزین رہے' تاکہ تعاقب اور جستجو کرنے والوں کا جوش ٹھنڈا ہو جائے' کیونکہ مشرکین مکہ نے جب آپ کو مکہ میں نہ پایا تو وہ ہر راستے پر تعاقب میں نکلے اور انہوں نے سو اونٹ انعام مقرر کر دیا۔ وہ ان کے نقش پا کا سراغ لگاتے ہوئے نکلے یہاں تک کہ نقش پا مشتبہ ہو گیا اور آگے نہ چل سکا' (کھوج لگانے والا سراقہ تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) تو وہ جبل ثور پر چڑھ گئے اور غار کے دھانے کے پاس سے گزرنے لگے اور ان کے پاؤں غار کے دھانے کے بالکل محاذ میں قریب تھے' اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نصرت کی وجہ سے ان کو دیکھ نہ پائے۔ جیسا کہ امام احمد نے (عفان' ہمام' ثابت) انسؓ سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے مجھے بتایا کہ غار میں' میں نے نبی علیہ السلام کو عرض کیا اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے قدموں کی طرف نگاہ کرے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! تیرا ان دونوں کے بارے کیا گمان ہے؟ جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس روایت کو مسلم' بخاری نے صحیحین میں ہمام سے بیان کیا ہے۔

غار کا سمندر کے ساحل پر ہونا : بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ابوبکر نے جب یہ کہا (وہ نیچے دیکھتے تو ہمیں دیکھ لیتے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ غار کے دھانے سے اندر آتے تو ہم اس طرف سے نکل جاتے' ابوبکرؓ نے غار کی دوسری جانب دیکھا تو وہ کشادہ ہو چکی تھی اور سمندر اس کے متصل تھا اور اس کے ساحل پر کشتی لنگر انداز تھی' اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے پیش نظر یہ انوکھی بات نہیں' لیکن یہ کشتی والی بات کسی قسم کی سند سے مروی نہیں اور ہم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہہ سکتے' کیونکہ جس بات کی سند صحیح یا حسن ہو' ہم وہی کہہ سکتے ہیں' واللہ اعلم۔

غار کی برکت : حافظ بزار (فضل بن سہل' خلف بن تمیم' موسیٰ بن مطیر قریشی' ابوہ) ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی اے لخت جگر! اگر لوگوں میں بدعات رونما ہوں تو' تو غار ثور میں چلا آ' جہاں میں اور رسول اللہ ﷺ چھپے رہے ہیں اس میں صبح شام تیرا کھانا تجھے میسر ہو گا۔ بقول حافظ بزار یہ روایت خلف بن تمیم کے علاوہ کسی سے مروی نہیں' میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں کہ موسیٰ بن مطیر ضعیف اور متروک ہے۔ اس کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے پس اس کی حدیث ناقابل قبول ہے۔

غار کے بارے ابوبکر کا قصیدہ : یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار ثور میں داخل ہونے اور وہاں سے چلنے اور راستہ میں سراقہ کا واقعہ پیش آنے اور سفر ہجرت کے دیگر واقعات کے بارے قصیدہ کہا ہے' اس میں ہے۔

قال النبي - ولم أجزع - يوقرني ونحن في سدف من ظلمة الغار

لا تخش شيئا فان الله ثالثنا وقد توكل لي منه باظهار

(میں فکرمند نہ تھا رسول اللہ ﷺ نے میرے تسکین و وقار کی وجہ سے فرمایا اور ہم غار کی تاریکی کے پردوں میں تھے۔ کسی بات کا فکر نہ کر' کیونکہ اللہ ہمارا تیسرا ہے اور اس نے مجھ سے اظہار دین کا ذمہ لیا ہے)

ابونعیم نے یہ قصیدہ زیاد از ابن اسحاق نہایت طویل بیان کیا ہے اور اس نے اس کے ساتھ ایک اور قصیدہ بھی بیان کیا ہے' واللہ اعلم۔

رات کو گئے : ابن لھیعہ از ابو الاسود از عروہ بن زبیر بیان کرتا ہے کہ ۱۳ نبوت کے حج کے بعد (جس میں انصار نے بیعت کی تھی) رسول اللہ ﷺ ۲۷ صفر تک مکہ میں مقیم رہے۔ پھر مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے قتل' یا حبس یا جلا وطنی کا مصمم ارادہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے عزائم سے باخبر کر دیا (اور وحی اتاری) **واذ یمکر بک الذین کفروا** (۸/۳۰) آپ نے علی کو حکم دیا وہ آپ کے بستر پر سو رہے اور خود ابوبکر کو ساتھ لے کر چلے گئے' صبح ہوئی تو کفار نے آپ کے تعاقب اور جستجو میں ہر طرف لوگ روانہ کر دیئے' موسیٰ بن عقبہ نے اپنے "مغازی" میں اسی طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رات کو غار ثور کے اندر داخل ہوئے تھے۔ ابن ہشام نے حسن بصری سے بھی اس بات کی صراحت نقل کی ہے۔

ہجرت کی اجازت : امام بخاری (یحییٰ بن بکیر' لیث' عقیل' ابن شہاب زہری' عروہ بن زبیر) ام المومنین حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے بچپن میں اپنے ہوش و حواس کے زمانہ سے ہی اپنے والدین کو مسلمان پایا اور روزانہ صبح اور شام ہمارے ہاں رسول اللہ ﷺ کی آمدورفت تھی جب مسلمان مصائب میں مبتلا ہوئے تو ابوبکر بھی ہجرت کر کے حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ برک غماد (مکہ سے یمن کی طرف ایک مقام) میں پہنچے تو ابن دغنہ رئیس قبیلہ قارہ سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا اے ابوبکر! کہاں کا قصد ہے؟ ابوبکرؓ نے بتایا جو کہ "ہجرت حبشہ" کے مقام پر بیان کر چکے ہیں کہ ابوبکر نے کہا میں تیری پناہ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ کی پناہ پر راضی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت مکہ میں تھے' تو آپؐ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا مجھے تمہارا دارا لہجرت دکھایا گیا ہے' جو حرتین کے درمیان نخلستان ہے' چنانچہ چند لوگوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور مہاجرین حبشہ میں سے بھی بعض مدینہ کی طرف چلے آئے' ابوبکر نے بھی مدینہ کا عزم کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ذرا ٹھہر جاؤ" امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت ملے گی' تو ابوبکرؓ نے عرض کیا (آپ پر میرا ماں باپ صدقے) آپ کو یہ امید ہے' آپ نے اثبات میں جواب دیا پھر ابوبکر انتظار کرنے لگے کہ آپ کے ساتھ ہی ہجرت کریں اور وہ اپنی دونوں سواریوں کو چار ماہ تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے۔

(بعض نے چھ ماہ کا عرصہ بیان کیا ہے)

رسول اللہ ﷺ کی بے وقت آمد : عائشہؓ کا بیان ہے کہ ہم ابوبکر کے گھر میں' ایک روز ٹھیک دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے ابوبکر کو بتایا دیکھو' رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں' آپ سر چھپائے ایسے وقت آئے جو آپ کے آنے کا وقت نہ تھا تو ابوبکر نے (فداء لہ ابی وامی) کہہ کر بتایا واللہ! اس وقت؟ آپ کسی اہم کام کے لئے تشریف لا رہے ہیں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' اندر آنے کی اجازت طلب کی' اجازت کے بعد' آپ اندر تشریف لائے اور فرمایا اپنے لوگوں کو ذرا باہر بھیج دو تو ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ! میرا ماں باپ آپ پر قربان! یہ آپ ہی کے گھر والے ہیں' تو آپؐ نے فرمایا' مجھے ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے' ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے' "میرا ماں باپ آپ پر صدقے" آپ نے فرمایا ہاں تم ساتھ چلو' تو ابوبکرؓ نے عرض کیا' آپ ان دو سواریوں میں سے ایک لے لیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہ قیمت "مفت نہیں"

زاد سفر کی تیاری اور غار ثور کیلئے روانگی : عائشہؓ کا بیان ہے کہ ہم نے نہایت عجلت سے ان کا سامان سفر تیار کیا اور یہ زاد سفر ایک تھیلے میں رکھ دیا' اسماء بنت ابی بکر نے اپنے **نطاق** (کمر پر باندھنے کا کپڑا) کو پھاڑ کر تھیلے کا منہ باندھ دیا' بنابریں وہ "ذات النطاقین" کے نام سے معروف ہوئیں' پھر رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ غار ثور میں چلے گئے وہاں تین رات چھپے رہے۔ عبداللہ بن ابی بکر جو نوجوان زیرک اور ہوشیار تھا' رات کو غار میں ان کے پاس رہتا پچھلی رات سحری کے وقت واپس چلا آتا' جیسے رات مکہ میں ہی گزاری ہے اور دن بھر مکہ میں قریش کے ساتھ رہتا' ان کے عزائم اور منصوبے سنتا اور رات کو اندھیرا ہوتے ہی' ان کے پاس پہنچ کر ان کی ساری داستان سنا دیتا۔ عامر بن فہیرہ' غلام ابوبکرؓ ان کے پاس عشا کے بعد دودھیل بکریاں لاتا آپ اور ابوبکرؓ دونوں رات کو تازہ دودھ پی کر "آرام" سے رات بسر کرتے پھر وہ بکریوں کو اندھیرے میں ہی ہانک لاتا یہ مسلسل تین رات ایسا کرتا رہا۔

راستے کا ماہر : رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ نے بنی وائل کے ایک آدمی کو بطور راہبر اور راہ نما اجرت پر رکھ لیا جو بنی عدی کے خاندان سے تھا اور آل عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا اور کفار قریش کے دین کا معتقد تھا' اس پر اعتماد کر کے دونوں سواریاں اس کے سپرد کر دیں' اور تیسری رات کے بعد صبح سویرے اس کو غار ثور کے پاس سواریاں لانے کا پابند کیا' آپؐ اور ابوبکرؓ کے ہمراہ عامر بن فہیرہ اور راستے کا ماہر' عبداللہ بن **اریقط** تھا' یہ ان کو "سواحل" کے راستہ پر لے چلا۔

غار ثور سے روانگی اور سراقہ کا تعاقب : امام زہری' عبدالرحمان بن مالک مدلجی' سراقہ کے بھتیجے سے بیان کرتے ہیں کہ اس کے والد نے بتایا کہ اس نے سراقہ سے سنا ہے کہ ہمارے ہاں کفار قریش کے پیام بر آئے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ پر ایک کی بطور انعام دیت دینے کا وعدہ کیا ہے ان کے قاتل کے لئے یا گرفتار کرنے والے کے لئے۔ میں بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا تھا کہ کسی نے آ کر کہا اے سراقہ! میں نے ابھی "ساحل" کے راستہ پر چند آدمی دیکھے ہیں' میرا گمان ہے کہ وہ محمد اور اس کے رفقا ہیں' سراقہ کا بیان ہے' میں سمجھ گیا کہ یہ واقعی وہ ہیں مگر میں نے ان کو کہا یہ وہ نہیں ہیں' تو نے تو فلاں فلاں کو

دیکھا ہے' جو ہمارے سامنے سے گئے ہیں' پھر میں مجلس میں معمولی دیر ٹھہرا اور اٹھ کر اپنے گھر چلا آیا اور لونڈی کو کہا کہ میرا گھوڑا باہر لے آئے اور ٹیلے کے پیچھے اس کو لے کر میرا انتظار کرے' پھر میں نے اپنا برچھا لیا اور گھر کی پشت سے اس کا سرا جھکائے اور زیریں حصہ زمین پر لگائے باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہوا' اس کو سرپٹ دوڑایا اور وہ ہوا سے باتیں کرتا ہوا مجھے ان کے قریب لے گیا۔ اچانک میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں نیچے گر پڑا فوراً اٹھ کر میں نے ترکش سے فال کے لئے تیر نکالے اور تیروں سے قسمت آزمائی کی' کیا ان کو نقصان پہنچا سکے گا یا نہیں؟ چنانچہ وہ تیر نکلا جس کو میں ناگوار سمجھتا تھا' پھر میں فال کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہوا اور میرا گھوڑا ان کے اس قدر قریب ہو گیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی تلاوت سن رہا تھا اور آپ ہر چیز سے بے نیاز تلاوت فرما رہے تھے اور ابوبکر بار بار مجھے دیکھ رہا تھا کہ میرے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں گر پڑا' اٹھا اور گھوڑے کو ڈانٹا وہ اٹھا اور اپنے ہاتھوں کو زمین سے نہ نکال سکا پھر وہ بڑی مشکل سے سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے دونوں ہاتھوں کے نیچے سے گرد و غبار نکلی جو دھوئیں کی طرح آسمان پر پھیل گئی' پھر میں نے فال نکالی' اور وہ میری مرضی کے خلاف نکلی' پھر میں نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے رفقاء سے پناہ اور امن کی درخواست کی وہ ٹھہر گئے اور میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس چلا گیا اور جس وقت راستہ میں مجھے یہ رکاوٹیں پیش آئیں تو سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک روز بول بالا ہو گا۔ پھر میں نے آپ کو بتایا کہ قریش نے آپ کی گرفتاری پر سو اونٹ کا انعام مقرر کیا ہے۔ اور آپؐ کو میں نے ان کے عزائم سے مطلع کیا اور میں نے زاد راہ اور مال و متاع کی پیشکش کی تو آپ نے میری بات کو نظرانداز کرتے ہوئے فرمایا ہمارا حال پوشیدہ رکھ۔ پھر میں نے درخواست کی کہ مجھے پروانہ امن لکھ دیجئے تو آپ نے عامر بن فہیرہ کو فرمایا اور اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر مجھے امن و امان کی سند لکھ دی پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہو گئے۔

سراقہؓ عمرہ جعرانہ کے وقت مسلمان ہوا : محمد بن اسحاق (زہری' عبدالرحمان بن مالک بن ہیثم' مالک بن ہیثم) سراقہ سے یہ قصہ بیان کرتے ہیں مگر اس میں یہ ہے کہ اس نے گھر سے نکلتے ہی قرعہ نکالا تو وہ فال نکلی جو اسے ناگوار تھی مگر نقصان دہ نہ تھی یہاں تک کہ اس نے "پروانہ امن" کی درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ ایسا مکتوب تحریر فرما دیں جو میرے اور آپ کے درمیان شناخت اور رابطہ کا' کام دے۔ چنانچہ آپؐ نے مجھے ہڈی یا کاغذ یا پارچہ پر تحریر لکھ کر عطا فرما دی --- سراقہ کا بیان ہے کہ طائف سے واپسی کے وقت جعرانہ میں' میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پروانہ امن پیش کیا تو آپ نے فرمایا یہ بہتر سلوک اور وفا کا دن ہے' قریب آؤ' چنانچہ میں آپ کے قریب ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوا' بقول ابن ہشام یہ نسب اس طرح ہے' عبدالرحمان بن حارث بن مالک بن جعشم اور یہ نسب نامہ نہایت صحیح اور درست ہے۔

سراقہ کا اشاعت معجزہ اور ابوجہل کا جواب : سراقہ واپس ہوا تو ہر تعاقب کرنے والے کو واپس کر دیتا کہ اس سمت کوئی بات نہیں' جب معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچ گئے ہیں تو سراقہ نبی علیہ السلام کا معجزہ لوگوں کو بتانے لگا' اور اپنے گھوڑے کا واقعہ سنانے لگا اور یہ بات دور دراز تک پھیل گئی تو

رؤسائے قریش اس کے شر و فساد سے ڈرے اور ان کو خطرہ لاحق ہوا کہ یہ بہت سے لوگوں کے مسلمان ہونے کا باعث ہو جائے گا (یاد رہے کہ سراقہ بنی مدلج کا رئیس اور ان کا امیر تھا) ابو جہل ملعون نے ان کی طرف یہ اشعار لکھ کر ارسال کئے۔

بني مدلج إني أخاف سفيهكم — سراقة مستغو لنصر محمد

عليكم به ألّا يفرق جمعكم — فيصبح شتى بعد عز سؤدد

(اے اولاد مدلج! مجھے تمہارے احمق سراقہ سے خطرہ ہے کہ وہ محمدؐ کی نصرت کے لئے تمہیں گمراہ کرنے والا ہے۔ اس کو روک لو کہ وہ تمہارے شیرازے کو نہ بکھیر دے اور تمہارا خاندان عزت و سیادت کے بعد پراگندہ اور منتشر ہو جائے)

سراقہ بن مالک بن جعشم نے ابو جہل کے جواب میں کہا

أبا حكم والله لو كنت شاهداً — لأمر جوادي إذ تسوخ قوائمه

عجبت و لم تشكك بأن محمداً — رسول و برهان فمن ذا يقاومه

عليك فكف القوم عنه فانني — أخال لنا يوما ستبدو معالمه

بأمر تود النصر فيه فانهم — وإن جميع الناس ضراً مسالمه

(اے ابو جہل! اگر تو میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنسے ہوئے دیکھ لیتا تو تو حیران رہ جاتا اور قطعاً شک نہ کرتا کہ محمدؐ اللہ کا رسول اور برہان ہے کون ہے جو اس کا مقابل ہو سکے۔ تیری ذمہ واری ہے تو لوگوں کو اس سے روک لے' میرا غالب گمان ہے کہ ایک روز اس کے دین کے ایسے نشانات ظاہر ہوں گے۔ کہ تو بھی ان کی امداد کا خواہاں ہو گا وہ اور تمام لوگ اس سے صلح کے خواستگار ہوں گے)

"مغازی" میں اپنی سند کے ساتھ واقدی نے یہ اشعار محمد بن اسحاق سے بیان کئے ہیں اور ابو نعیم نے زیاد از ابن اسحاق' ابو جہل کے اشعار میں ایسے اشعار کا اضافہ بیان کیا۔ہے جو واضح کفر پر مشتمل ہیں۔

زبیر نے راستہ میں سفید لباس پیش کیا : امام بخاری اپنی سند کے ساتھ زہری از عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات راستہ میں زبیر سے ہوئی جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ میں شام سے رہا تھا' اس نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کو سفید کپڑے پیش کئے۔

قبا میں آمد : مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے مکہ سے ہجرت کرنے کی خبر عام ہو گئی تھی وہ روزانہ صبح سویرے "حرہ" کے پاس آپ کا انتظار کرتے اور دھوپ چڑھے واپس لوٹ جاتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد' واپس ہوئے اور ابھی گھروں میں آئے ہی تھے کہ ایک یہودی اپنے محل کی چھت پر کسی غرض سے چڑھا تو اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رفقاء کو نہایت سفید اجلا لباس پہنے دیکھا (ان پر سراب کا دھوکہ ہوتا تھا) یہودی بے ساختہ زور سے چلا اٹھا اے عرب کے لوگو! یہ تمہارا بخت آگیا ہے جس کے تم منتظر تھے' یہ سن کر مسلمان فوراً مسلح ہو کر "حرہ" کے پاس آپ کے استقبال کے لئے آگئے اور رسول اللہ ﷺ ان کو دیکھ کر دائیں جانب مڑے اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں فروکش ہوئے' یہ واقعہ بروز سوموار (۸ ربیع الاول) ماہ

ربیع الاول ۱۳ نبوت (مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء) کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھ گئے اور ابوبکر لوگوں کے سامنے کھڑے ہو گئے' جو انصاری آپؐ سے آشنا نہ تھا وہ آتا اور ابوبکرؓ کو سلام پیش کرتا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ پر دھوپ پڑنے لگی تو ابوبکر آپ پر چادر کا سایہ کر کے کھڑے ہو گئے' اس وقت لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا اور رسول اللہ ﷺ نے بنی عمرو بن عوف کے پاس "قباء" میں دس رات سے زائد قیام کیا اور اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جو تقویٰ اور پرہیز گاری پر تعمیر ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز ادا کی۔

مسجد نبوی : پھر آپ سوار ہوئے اور لوگ بھی آپ کے ہمراہ چلتے رہے' حتیٰ کہ آپ کی سواری مدینہ میں "مسجد نبوی" کے پاس بیٹھ گئی اور مسلمانوں نے اس وقت وہاں نماز پڑھی' یہ جگہ سہل اور سہیل دو یتیموں کا پڑ اور کھجور سکھانے کا مقام تھی جو اسد بن زرارہؓ کے زیر تربیت تھے۔ جب سواری یہاں بیٹھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ یہ ہماری منزل ہے۔ پھر آپ نے ان لڑکوں کو بلایا اور مسجد تعمیر کرنے کے لئے ان سے "پڑ" کی قیمت پوچھی تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! ہم آپ کو ہبہ کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے ہبہ قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ آخرکار ان سے یہ جگہ خریدی گئی۔

اشعار : مسجد کی تعمیر کے لئے رسول اللہ ﷺ بھی مسلمانوں کے ہمراہ اینٹیں اٹھا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

هذا الحمال لا حمال خيبر   هذا أبر ربنا وأطهر
لاهمّ إن الأجر أجر الآخرة   فارحم الأنصار والمهاجرة

(یہ مسجد کی اینٹوں کا اٹھانا ہے خیبر کے میوہ جات کا اٹھانا نہیں' اے پروردگار! یہ کام نہایت نیکی والا اور صاف ستھرا ہے۔ اے اللہ! بہتر اجر بے شک آخرت کا اجر ہے اور تو اے خدا!! انصار اور مہاجروں کو بخش دے)

یہ شعر کسی مسلمان کا ہے جس کا نام نہیں معلوم ہوا' رسول اللہ ﷺ نے بطور تمثیل پڑھا تھا۔ امام زہری کا بیان ہے کہ کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان اشعار کے علاوہ بطور تمثیل کوئی کامل شعر پڑھا ہو' یہ روایت صرف بخاری میں ہے' مسلم میں نہیں۔ اس روایت کے دوسری اسناد سے شواہد موجود ہیں اور اس روایت میں ام معبد خزاعیہ کا قصہ مذکور نہیں ہے۔ اب ہم یہاں ترتیب دار مناسب امور بیان کرتے ہیں۔

معجزہ اور سفر کی تفصیل : امام احمد (عمرو بن محمد ابو سعید عنقری' اسرائیل' ابواسحاق) براء بن عازب سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے "عازب" سے ۱۳ درہم میں زمین خریدی اور عازب کو کہا کہ براء کو کہو میرے گھر تک چھوڑ آئے۔ تو اس نے کہا نہیں' یہاں تک کہ آپ بتا دیں کہ جب آپ سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گئے' آپ نے سفر میں کیا کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا' ہم رات کے آخری حصہ میں روانہ ہوئے۔ رات دن' دوپہر تک چلتے رہے' دوپہر کے وقت میں نے غور سے دیکھا کہ کوئی سایہ ہے جس میں ہم بیٹھ سکیں' ایک بڑا سا پتھر نظر آیا میں وہاں

گیا تو اس کا معمولی سایہ تھا۔ میں نے جگہ کو ہموار کیا اور چادر بچھا کر عرض کیا یارسول اللہ! لیٹ جایئے' رسول اللہ ﷺ لیٹ گئے۔ پھر میں ادھر ادھر تعاقب کرنے والوں کو دیکھنے لگا' اچانک ایک چرواہا نظر آیا' میں نے پوچھا اے لڑکے! تو کس کا چرواہا ہے؟ اس نے ایک قریشی کا نام لیا جس کو میں جانتا تھا' میں نے پوچھا تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! میں نے کہا کیا تو مجھے دودھ نکال کر دے گا؟ اس نے کہا جی ہاں! پھر میں نے اس کو کہا تو وہ ایک بکری لایا' میں نے کہا اس کے تھن صاف کرو اس نے صاف کر دیئے تو پھر میں نے کہا اپنے ہاتھ صاف کرو' میرے پاس ایک برتن تھا' برتن کے منہ پر میں نے باریک کپڑا رکھا پھر اسی نے دودھ دوھیا پھر میں نے دودھ کو چھینٹا اور وہ ٹھنڈا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا' رسول اللہ ﷺ اتفاقاً بیدار ہو چکے تھے' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! نوش فرمایئے آپ نے اس قدر پیا کہ میرا دل خوش ہو گیا پھر پوچھا کیا آغاز سفر کا وقت آگیا ہے؟

پھر ہم چل پڑے اور لوگ ہمارے تعاقب اور جستجو میں تھے' سوائے سراقہ بن مالک کے' اس سوار کے ہمیں کوئی نہیں ملا' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تعاقب کرنے والا ہمارے قریب آگیا ہے' آپ نے فرمایا رنج و غم نہ کر' بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے' جب ہمارا اور اس کا فاصلہ صرف ایک یا دو (یا دو یا تین) برچھوں کے مقدار رہ گیا تو عرض کیا یارسول اللہ! تعاقب کرنے والا قریب آچکا ہے اور میں آبدیدہ ہو گیا' آپ نے فرمایا روتے کیوں ہو؟ عرض کیا واللہ! مجھے اپنی جان کا دریغ نہیں' میں تو آپ کے لئے اشکبار ہوں' تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی (اللّٰھم اکفناہ بما شئت) یااللہ! ہمیں اس سے بچا لے جیسے چاہتا ہے۔ تو گھوڑے کے پاؤں پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گئے اور وہ اس سے کود گیا اور اس نے عرض کیا' اے محمدؐ! مجھے معلوم ہے کہ یہ آپ کا کارنامہ ہے۔ دعا کیجئے کہ اللہ مجھے اس عذاب سے نجات بخشے' واللہ! میں بعد میں آنے والے سب تعاقب کنندگان کو روک لوں گا اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے آپ ایک تیر بطور نشانی لے لیں' راستے میں آپ میرے اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ پر سے فلاں مقام پر گزریں گے جو چاہیں وہاں سے پکڑ لیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیں کوئی ضرورت نہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں دعا کی' گھوڑا زمین سے باہر نکل آیا اور وہ اپنے احباب کے پاس چلا گیا۔

میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینہ چلا آیا' لوگ آپ کے استقبال کے لئے آئے' راستوں اور چھتوں پر آپ کی ایک جھلک دیکھنے آئے' خدام اور بچے راستوں میں ادھر ادھر دوڑتے ہوئے اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' محمدؐ تشریف لائے۔ آپؐ وہاں پہنچے تو باہمی نزاع پیدا ہوا کہ آپؐ کس کے ہاں مہمان ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج رات میں عبدالمطلب کے ننھیال' بنی نجار کے ہاں ان کی تعظیم و تکریم کی خاطر بسر کروں گا۔ صبح ہوئی تو آپ وہاں چلے گئے جہاں آپ کو حکم ہوا۔ براءؓ کا بیان ہے کہ سب مہاجرین سے پہلے مصعب بن عمیر آئے' پھر ام مکتوم اعمیٰ فہری آئے' پھر حضرت عمرؓ بیس ارکان کے قافلہ میں تشریف لائے' ہم نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ تو بتایا آپ تشریف لا ہی رہے ہیں' پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' ساتھ ساتھ حضرت ابوبکرؓ بھی تھے' رسول اللہ ﷺ

کی آمد سے قبل میں نے "مفصل منزل" کی متعدد سورتیں پڑھ لی تھیں' یہ روایت متفق علیہ ہے از حدیث اسرائیل ماسوائے براء کے "مقولہ "اول من قدم علینا" کے۔ امام مسلم اس میں منفرد ہیں اور اسرائیل کی سند سے اس کو بیان کیا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رات غار میں رہے' حضرت ابوبکرؓ ساتھ تھے' قریش نے جب آپ کو مفقود پایا تو آپ کی گرفتاری پر سو اونٹ کا اعلان کیا' جب تین راتیں گزر گئیں اور تعاقب و جستجو کرنے والے سست پڑ گئے تو اجیر اپنے اور ان کے اونٹوں کو لے کر حاضر ہو گیا اور اسماء بنت ابی بکر توشہ دان لائی اور اس کو باندھنے کے لئے رسی بھول آئی' جب سفر پر روانہ ہونے لگے تو توشہ دان کو لٹکانے کے لئے رسی ندارد' اس نے اپنا نطاق کھول کر رسی کی بجائے استعمال کیا' بنابریں اس کو "ذات النطاقین" کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت ابوبکرؓ نے دو سواریوں میں سے بہتر سواری پیش کی اور عرض کیا یارسول اللہ! (فداک ابی وامی) سوار ہو جایئے' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کسی اور کے اونٹ پر سوار نہ ہوں گا تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! (فداک ابی وامی) یہ آپ کا ہے فرمایا بالکل نہیں' لیکن بتاؤ کتنے میں خریدا؟ عرض کیا اتنے درہم میں' فرمایا قیمت کے عوض میں لے لیتا ہوں عرض کیا یہ بھی آپ ہی کی ہے۔

قصوا ۸۰۰ سو میں : واقدی نے متعدد اسناد سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے "قصوا" کو لیا اور حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں کو آٹھ سو درہم میں خریدا تھا۔ ابن عساکر نے ابو اسامہ از ہشام از عروہ از عائشہؓ بیان کیا ہے کہ وہ "جدعاء" تھی' امام سہیلی نے بھی ابن اسحاق سے اسی طرح نقل کیا ہے' واللہ اعلم۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے عامر بن فہیرہ اپنے غلام کو اپنے پیچھے ردیف بنا لیا' خدمت اور کام کاج کے لئے۔

ام معبد کے ہاں قیام اور جن کے اشعار : حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ تین رات تک ہم بے خبر تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا کس طرف عزم اور قصد ہے' یہاں تک کہ ایک جن (زیریں مکہ) مسفلہ سے یہ اشعار گاتا ہوا آیا' لوگ برابر آواز سن رہے تھے مگر اس کو دیکھ نہ پائے تھے اور بالائی مکہ کی طرف یہ اشعار گاتا ہوا چلا گیا۔

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ رفیقین حلا خیمتی أم معبد
هما نزلا بالبر وارتحلا فافلح من أمسی رفیق محمد
ليهن بني كعب مكان فتاتهم ومقعدها للمؤمنين بمرصد

(اللہ پروردگار عالم اپنی جزا سے نوازے ان دو ساتھیوں کو جو ام معبد کے دو خیموں میں فروکش ہوئے۔ وہ نیکی اور تقویٰ سے اس کے ہاں مقیم ہوئے' پھر وہ شام کو روانہ ہو گئے اور جو رفیق محمد ہے وہ کامیاب و کامران ہے۔ بنی کعب کو ان کی خاتون کا مقام مبارک ہو' اور اس کی رہائش مسلمانوں کے لئے راحت کدہ ہے)

حضرت اسماءؓ کا بیان ہے یہ اشعار سن کر ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا قصد ہے۔

چار رفیق سفر اور طریق ہجرت : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رفیق سفر چار تھے۔ رسول اللہ" حضرت ابوبکرؓ' عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر اور عبداللہ بن ارقد' مشہور نام عبداللہ بن اریقط وائلی ہے' وہ مشرک تھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کو ان کا ماہر راستہ عبداللہ بن ارقد مکہ کے زیریں حصہ سے لے چلا' پھر ان کو "ساحل" پر لے آیا یہاں تک کہ اس نے عسفان کے زیریں حصہ سے راستے کو عبور کیا پھر ان کو "امج" کے نیچے راستے سے لے نکلا پھر وہ ان کو قدید لے جانے کے بعد' درمیان سے راستہ کاٹ کر ضرار میں لے گیا۔ بعد ازاں "ثنیۃ المرہ" میں پھر "لقف" کے راستہ پر پھر لقف کے کنوئیں کے راستہ پر' بعد ازاں مجاج کے کنوئیں کی وادی سے ان کو لے چلا پھر "مرج مجاج" کے راہ پر لے آیا پھر ان کو "ذی العضوین" سے مرج کے درمیان سے لے چلا پھر ذی کشد کے بطن سے پھر ان کو "جداجد" پر لے آیا پھر اجرد مقام پر' پھر ان کو تعہن کے کنوئیں "بطن اعداء" میں سے ذاسلم پر لے چلا پھر لسبا بید پھر القامہ' پھر ان کو عرج لے آیا' یہاں آکر ایک سواری چلتے چلتے پیچھے رہ گئی اور رسول اللہ ﷺ کو اوس بن حجر اسلمی نے "ابن رداء" نامی ایک اونٹ مدینہ تک دیا اور اپنا غلام مسعود بن ہنیدہ ہمراہ کیا۔

پھر یہ "ماہر راہ" اور خریت' عرج سے ثنیہ العائر (یا بقول ابن ہشام ثنیہ الغائر) رکوبہ کے دائیں طرف لے چلا یہاں تک کہ وہ بطن ریم میں فروکش ہوئے' پھر ان کو قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں لے آیا' بروز سوموار ۱۳۔ ربیع الاول (۱۴ نبوت) دوپہر کے وقت قریب تھا کہ سورج نصف النہار پر ہو۔ ابو نعیم نے واقدی سے قریباً ان ہی "منازل" کا ذکر کیا ہے اور بعض "منازل" میں ان کے مخالف بھی بیان کیا ہے' واللہ اعلم۔

نیک شگون : ابو نعیم (ابو حامد بن جبلہ' محمد بن اسحاق' اسراج' محمد بن عبادہ بن موسیٰ عجلی' اخوہ موسیٰ بن عبادہ' عبداللہ بن سیار' ایاس بن مالک بن اوس اسلمی) حضرت مالک بن اوس اسلمیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ سفر ہجرت کے دوران رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ جحفہ میں ہمارے اونٹوں کے باڑے کے پاس سے گزرے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ کس کے اونٹ ہیں۔ معلوم ہوا کہ اسلم قبیلے میں سے کسی اسلمی کے ہیں' آپؐ نے ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ان شاء اللہ میں سلامتی سے ہمکنار ہو گیا۔ پھر نام پوچھا تو مسعود بتایا پھر حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ان شاء اللہ مجھے سعادت و خوش بختی میسر ہو گئی۔ پھر مالک بن اوس اسلمی نے ابن رداء نامی ایک اونٹ سواری کے لئے پیش کیا۔

۱۵ یوم میں سفر کیا : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کا بیان گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے بروز سوموار روانہ ہوئے اور مدینہ میں بھی بروز سوموار تشریف فرما ہوئے' آپ کی مکہ سے روانگی اور مدینہ میں تشریف آوری کا پندرہ دن کا فاصلہ ہے' کیونکہ آپ غار میں تین روز ٹھہرے۔ پھر آپ "ساحل" کے راستے پر روانہ ہوئے' یہ عام راستہ سے نہایت بعید اور دور راستہ ہے۔

ام معبد اور اس کا واقعہ : راستہ میں ام معبد بنت کعب از بنی کعب بن خزاعہ کے پاس سے گزرے' بقول ابن ہشام' یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ اس کا نام ہے عاتکہ بنت خلف بن معبد بن ربیعہ

بن اصرم اور مورخ اموی نے بتایا ہے کہ اس کا نام ہے عاتکہ بنت تبیع' حلیف بنی منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن صنیس بن حرام بن خیسہ بن عمرو --- اور ام معبد کے بیٹے ہیں' معبد' نضرہ اور حنیدہ پسران ابو معبد' ابو معبد کا نام ہے اکثم بن عبدالعزیٰ بن معبد بن ربیعہ بن اصرم بن صنیس' ام معبد کا قصہ مشہور و معروف ہے۔ متعدد سند سے مروی ہے' ایک سند' دوسری کی تائید کرتی ہے۔ یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام معبد عاتکہ بنت خلف کے خیمہ میں فروکش ہوئے۔ اس سے کھانا طلب کیا تو اس نے کہا' واللہ! ہمارے پاس کھانا ہے نہ دودھیل بکری' صرف یہی ایک حائل اور بانجھ بکری ہے' رسول اللہ ﷺ نے بکری منگوائی اس کے تھن صاف کر کے اللہ سے دعا کی اور ایک بڑے پیالے میں اس کا دودھ نکالا یہاں تک اس پر جھاگ آ گئی اور فرمایا

اے ام معبد! پی لو' اس نے عرض کیا آپ ہی نوش فرمایئے! آپ ہی اس کے زیادہ حقدار ہیں آپ نے پھر اس کو تھما دیا اور اس نے پی لیا۔ پھر ایک اور حائل بکری منگوائی اس کا بھی دودھ نکال کر پیا پھر ایک اور حائل بکری منگوائی تو اس کا دودھ "ماہر راہ" کو پلایا پھر ایک اور حائل بکری منگوا کر اس کا دودھ عامرؓ کو پلایا۔ پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور قریش رسول اللہ ﷺ کے تعاقب اور جستجو میں تھے۔ ام معبد کے پاس آئے تو اس سے پوچھا کیا تم نے محمدؐ کو دیکھا ہے' ان کا حلیہ ایسا ایسا ہے اور آپؐ کے اوصاف و شمائل بھی بتائے تو اس نے کہا مجھے تمہاری بات سمجھ میں نہیں آتی' ہمارے پاس ایک نوجوان "حائل" بکریوں کو دوہنے والا آیا تھا' قریش نے کہا ہم اسی کے طلب گار ہیں۔

قصہ ام معبدؓ از بزار : حافظ بزار (محمد بن معمر' یعقوب بن محمد' عبدالرحمان بن عقبہ بن عبدالرحمان بن جابر بن عبداللہ' ابوہ عقبہ' ابوہ عبدالرحمان) جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ مکہ سے ہجرت کر کے روانہ ہوئے تو غار ثور کے اندر داخل ہوئے' غار میں متعدد سوراخ تھے' ایک سوراخ میں ابوبکرؓ نے اپنی ایڑی رکھ دی' مبادا اس سے کوئی موذی چیز نکل آئے' غار میں تین رات بسر کیں پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور ام معبد کے خیموں کے پاس فروکش ہوئے۔ اس نے حسن و جمال کے پیکر کو دیکھ کر کہا کہ یہ قبیلہ تمہاری ہم سے اچھی مہمانی کر سکتا ہے۔ جب آپ وہاں شام تک ٹھہرے رہے تو اس نے اپنے چھوٹے بچے کے ہاتھ بکری اور چھری بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھری لے جا اور پیالہ لا' ام معبد نے کہہ بھیجا کہ یہ دودھ والی بکری ہے نہ بچے والی' آپ نے پھر فرمایا پیالہ لاؤ وہ پیالہ لائی تو آپؐ نے اس کی پشت پر ہاتھ مارا وہ جگالی کرنے لگی اور دودھ لے آئی۔ آپ نے دودھ دوہا تو پیالہ بھر گیا' خود پیا اور ابوبکر کو پلایا پھر دودھ کر ام معبد کے پاس بھیجا۔ بزار کا بیان ہے کہ یہ روایت میری دانست میں صرف اسی سند سے مروی ہے اور عبدالرحمان بن عقبہ سے صرف یعقوب بن محمد ہی روایت نقل کرتا ہے گو اس کی نسبت مشہور و معروف ہے۔

حافظ بیہقی (یحییٰ بن زکریا بن ابی زائد' محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ' عبدالرحمان بن اصبہانی' عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ) حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ سے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوا اور ہم عرب

کے ایک قبیلہ کے ہاں پہنچے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک گوشہ میں مکان دیکھا اور اس کا قصد کیا' ہم وہاں اترے تو اس میں صرف ایک خاتون تھی' اس نے عرض کیا' جناب! میں ایک "باپردہ" خاتون ہوں' میرے پاس کوئی مرد موجود نہیں' اگر آپ مہمانی کے طلب گار ہیں تو قبیلہ کے رئیس کے پاس تشریف لے جائیں' آپؐ نے اس سے کوئی بات نہ کی (اور یہ شام کا وقت تھا) اس کا بیٹا بکریاں ہانکتا ہوا لے آیا تو اس نے اپنے بیٹے کو کہا' یہ بکری اور چھری ان بزرگوں کے پاس لے جا اور ان کو کہہ کہ میری امی کہہ رہی ہے یہ بکری ذبح کرو' خود کھاؤ اور ہمیں بھی کھلاؤ۔ جب وہ بکری اور چھری لے آیا تو اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھری لے جا اور پیالہ لا' اس نے عرض کیا یہ تو بانجھ بے دودھ کے بکری ہے۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ۔ پھر وہ پیالہ لایا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا پھر دوھا اور لبالب پیالہ بھر گیا تو کہا کہ اس کو اپنی والدہ کے پاس لے جا' اس نے شکم سیر ہو کر پیا پھر وہ پیالہ لے آیا تو آپ نے پھر' اس میں دوھا تو کہا اس بکری کو لے جا اور دوسری بکری لا' آپ نے اس سے بھی دوھا اور مجھے (ابوبکرؓ) پلایا پھر وہ تیسری بکری لایا تو آپ نے اس سے بھی دودھ' دوھ کر بھر دیا پھر خود پیا۔ ہم نے وہ رات گزاری اور پھر ہم چل پڑے۔ وہ عورت اس وجہ سے آپ ﷺ کو "مبارک" کہنے لگی۔ اس کی بکریاں بہت زیادہ تھیں حتیٰ کہ وہ انہیں مدینہ تک لاتی۔ ایک دفعہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے بیٹے کو دیکھا تو اسے پہچان لیا۔ وہ کہنے لگا کہ اے اماں! یہ وہ شخص ہے جو اس "مبارک" کے ساتھ تھا۔ وہ عورت کھڑی ہوئی اور کہنے لگی اے اللہ کے بندے! وہ آپ کے ساتھ کون شخص تھا؟ ابوبکرؓ نے کہا تم اسے نہیں جانتیں؟ وہ کہنے لگی نہیں۔ فرمایا وہ اللہ کے نبی ہیں۔ وہ کہنے لگی مجھے ان کے پاس لے چلو۔ ابوبکر اسے لے کر آیا تو نبی اکرم ﷺ نے ام معبد کو کھانا کھلایا اور اسے تحفے دیئے۔ ابن عبدان کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ وہ عورت حضرت ابوبکرؓ کو کہنے لگی میری اس (مبارک) کی طرف راہنمائی کیجئے۔ اور وہ عورت ابوبکر کے ساتھ چلی اور نبی اکرم ﷺ کو پنیر اور اعرابیوں کے ساز و سامان سے کچھ چیزیں ہدیہ دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اسے تحفے تحائف دیئے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ بھی کہا کہ ام معبد مسلمان ہو گئی۔ اس کی سند حسن ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے مناقب و شمائل : بیہقی' ابو عبداللہ الحافظ اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی (ابو العباس اصم' حسن بن مکرم' ابو احمد بشر بن محمد السکری' عبدالملک بن وھب مذحجی' الجر بن صباح) ابو معبد خزاعی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ' ابوبکرؓ' عامر بن فہیرہ اور "ماہر راستہ" عبداللہ بن ارقد لیثی ہجرت کی رات مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے تو ام معبد کے خیموں کے پاس گزرے۔

ام معبد : ام معبد ایک پختہ عمر اور توانا عمر تھی' خیمہ کے صحن میں گوٹھ مار کر بیٹھی رہتی تھی اور مسافروں کو کھلاتی پلاتی رہتی تھی۔ اس "سعادت مند" قافلہ نے اس سے پوچھا کیا اس کے پاس گوشت یا دودھ ہے' خرید لیں گے' اس کے پاس کچھ نہ تھا' اس نے عرض کیا اگر ہمارے پاس کچھ ہو تا تو آپ کی میزبانی سے دست کش نہ ہوتے کہ وہ لوگ تنگ دست اور قحط زدہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو خیمہ کے ایک گوشے میں' ایک بکری موجود ہے' پوچھا اے ام معبد! یہ بکری

کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا کمزوری کے باعث بکریوں کے ساتھ چل پھر نہیں سکتی' پوچھا کیا دودھ دیتی ہے؟ اس نے عرض کیا یہ تو اس بات سے کہیں زیادہ لاغر ہے' فرمایا اس کے دوھنے کی اجازت دیتی ہو؟ اس نے عرض کیا دودھ ہو تو دوھ لو' رسول اللہ ﷺ نے بکری کو منگوا کر بسم اللہ پڑھ کر اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھنوں کو صاف کیا اور برتن منگوایا جو چند آدمیوں کو سیراب کر دے۔ اس نے ٹانگیں چوڑی کیں اور جگالی کرنے لگی' آپ نے اس میں خوب زور سے دوھا اور وہ لبالب بھر گیا۔ آپ نے ام معبد کو بھیجا اس کو پلایا اور اپنے رفقا کو یکے بعد دیگرے بار بار پلایا کہ وہ شکم سیر ہو گئے اور آپ نے سب سے آخر میں پیا کہ "قوم کا ساقی آخر میں پیتا ہے" پھر آپ نے اس میں دوبارہ دوھا اور اس کو اس کے پاس چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔

معمولی دیر بعد اس کا شوہر ابو معبد آیا (کمزور' ناتواں' لاغر اور دبلی پتلی بکریوں کو ہانکتا ہوا لایا جو بہ صد مشکل چل رہی تھیں) دودھ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا' پوچھا اے ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا؟ دودھیل بکری گھر بھر میں نہیں اور سب بکریاں بے دودھ کے بانجھ ہیں۔ اس نے عرض کیا واللہ! ہمارے پاس ایک مبارک اور فرخ نہاد شخص آیا تھا اس کی باتیں ایسی ایسی تھیں' اس نے کہا اس کا حلیہ تو بیان کرو' معلوم ہوتا ہے کہ وہ قریش کا مطلوب و مقصود ہے۔ اس نے کہا میں نے ایسا شخص دیکھا ہے جو نمایاں حسن و جمال' پاکیزہ رو' خوش اخلاق' نہ توند نکلی ہوئی نہ چندیا کے بال گرے ہوئے' نہایت خوبرو اور دل آویز' آنکھیں سیاہ اور فراخ' پلکیں دراز اور گنجان' آواز میں بھاری پن' روشن پتلی سرگیں آنکھیں' باریک پیوستہ ابرو' گردن نقرئی صراحی دار' داڑھی گھنی' جب خاموش ہو تو پروقار' بات کرے تو بلند و بالا اور پررونق' شیریں کلام' واضح الفاظ کلام کمی اور بیشی سے پاک' گویا اس کا کلام موتیوں کی لڑی ہے جو بکھر رہی ہے' دور سے دیکھنے میں خوبرو اور دل فریب اور قریب سے نہایت حسین و جمیل' درمیانہ قد' نہ لمبا تڑنگا جو آنکھ کو برا لگے اور نہ پست قامت جو دیکھنے میں حقیر لگے' دو شاخوں کے درمیان ایک عمدہ شاخ ہے جو تینوں میں سے سرسبز و شاداب اور خوبصورت ہے' خوش منظر ہے' رفیق ایسے جو' ہر آن ان کے گرد و پیش ہوتے ہیں' بات کرے تو چپ چاپ سنتے ہیں' حکم دے تو تعمیل کے لئے دیوانہ وار لپکتے ہیں' مخدوم اور مرجع خلائق اور مطاع' نہ کوتاہ سخن اور نہ فضول گو۔

یہ باتیں سن کر ابو معبد بولا' واللہ! یہ ضرور صاحب قریش ہے جس کی وہ تلاش و جستجو میں ہیں۔ اگر میری ان سے ملاقات ہو جاتی تو میں ان سے رفاقت اور مصاحبت کا التماس کرتا اگر مجھے میسر ہوا اور موقعہ ملا تو میں اس کی سرتوڑ کوشش کروں گا۔ مکہ کی فضا سے ایک اونچی اور بلند آواز سنائی دے رہی تھی لیکن آواز دینے والا نظر نہ آرہا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

جزى الله رب الناس خير جزائه ۔۔۔ رفيقين حلا خيمتي أم معبد

هما نزلا بالبر وارتحلا به ۔۔۔ فأفلح من أمسى رفيق محمد

فيال قصي ما زوى الله عنكم ۔۔۔ به من فعال لا تجاري وسؤدد

(اللہ تعالیٰ پروردگار عالم' اپنا بہتر بدلہ دے ان دو ساتھیوں کو جو ام معبد کے خیموں میں فروکش ہوئے۔ وہ عزت و وقار سے اترے اور اسی عزت و احترام سے روانہ ہو گئے' جو محمدؐ کا رفیق سفر ہے' وہ کامیاب و کامران ہے۔ پس اے آل قصی! اللہ تعالیٰ نے تم کو کس قدر نمایاں اور بے مثال کارناموں اور سیادت سے محروم کر دیا ہے)

سلوا أختكم عن شاتها وإنائها فانكم إن تسألوا الشاة تشهد
دعاها بشاة حائل فتحلبت له بصريح ضرة الشاة مزبد
فغادره رهنا لديها لحالب يدر لها في مصدر ثم مورد

(اپنی بہن سے اس کی بکری اور برتن کے بارے پوچھو' اگر تم نے اس سے دریافت کیا تو بکری خود زبان حال سے گواہی دے گی۔ آپ نے اس سے بانجھ بکری طلب کی اور اس نے آپ کو دودھ دے دیا اور تھنوں میں جھاگ دار دودھ تھا۔ آپ نے وہ اس کے پاس حالب اور دوھنے والے کے لئے چھوڑ دی جو دو وقت دودھ دیتی ہے)

لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں موجود نہ پایا۔ ام معبد کے خیموں کا راستہ لیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں جا ملے اور حسان بن ثابت نے ان اشعار کے جواب میں کہا۔

لقد خاب قوم زال عنهم نبيهم وقدسر من يسرى اليهم ويغتدى
ترحل عن قوم فزالت عقولهم وحل على قوم بنور مجدد
[هداهم به بعد الضلالة ربهم وأرشدهم من يتبع الحق يرشد]
وهل يستوى ضلال قوم تسفهوا عمىً وهداة يهتدون بمهتد

(وہ قوم خائب و خاسر ہے جس سے ان کا نبی ہجرت کر گیا اور مسرور ہے وہ شخص جو ان کی طرف شب و روز رواں ہے۔ وہ بے بصیرت قوم سے روانہ ہو کر' اپنے نور روز افزوں کے ساتھ ایک قوم کے پاس جاگزین ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ضلالت کے بعد ہدایت سے روشناس کیا جو شخص حق کے تابع ہو وہ راہنمائی پا لیتا ہے۔ کیا قوم کے گمراہ سفید اور اندھے ہدایت یافتہ لوگوں کے مساوی ہو سکتے ہیں)

نبي يرى مالا يرى الناس حوله ويتلو كتاب الله في كل مشهد
وإن قال في يوم مقالة غائب فتصديقها في اليوم أوفي ضحى الغد
ليهن أبابكر سعادة جده بصحبته من يسعد الله يسعد
ويهن بني كعب مسكان فتاتهم ومقعدها للمسلمين بمرصد

(نبیؐ ان حالات کو دیکھتا ہے جن کو لوگ ان کے گرد و نواح میں نہیں دیکھتے اور ہر مشہد و مقام میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ اور وہ کسی بات کی پیش گوئی کرے تو اس کی تصدیق اسی روز ہو جاتی' یا کل چاشت کو۔ ابوبکر کو اس کی مصاحبت کی نیک بختی مبارک ہو' اللہ جس کو سعادت بخشے وہی سعید ہوتا ہے۔ اور بنی کعب کو مبارک ہو اپنی خاتون کا مقام اور اس کا مسلمانوں کے لئے بیٹھنا)

ابو معبد : عبدالملک بن وھب مذحجی راوی کا بیان ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ ابو معبد مسلمان ہو گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ ابو نعیم نے بھی عبدالملک مذحجی کی سند سے اس طرح بیان کیا

ہے اور اس کے آخر میں اضافہ کیا ہے کہ مجھے معلوم ہوا کہ ام معبد نے ہجرت کی اور مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچی۔

پہلے قصہ کی توثیق : ابو نعیم (بہ متعدد اسناد بکر بن محرز کلبی خزاعی' ابوہ محرز بن مہدی' حرام بن ہشام بن حبیش بن خالد' ابوہ ہشام) حبیش بن خالد صحابی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکرؓ' عامر بن فہیرہ اور ان کا راہبر عبداللہ بن ارقد جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو ام معبد کے خیمہ کے پاس سے گزرے اور اس نے مذکورہ بالا روایت کے مطابق بیان کیا ہے۔ محمد بن احمد بن علی بن مخلد (محمد بن یونس بن موسیٰ کدیمی' عبدالعزیز بن یحییٰ بن عبدالعزیز مولیٰ عباس بن عبدالمطلب' محمد بن سلیمان بن سلیط انصاری) سلمان ابوہ سلیط انصاری بدری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکرؓ' عامر بن فہیرہ اور ان کا راہنما عبداللہ بن اریقط ہجرت کے لئے روانہ ہوئے تو ام معبد خزاعیہ کے پاس سے گزرے (اور وہ آپ کو پہچانتی نہ تھی) تو اس کو کہا اے ام معبد! کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ اس نے کہا واللہ! نہیں' بکریاں سب عازب اور بے دودھ کے ہیں' آپؐ نے پوچھا یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے کہا کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکی' پھر اس نے مذکور بالا حدیث کی طرح بیان کیا ہے۔

امام بیہقی کا بیان ہے کہ احتمال ہے کہ یہ سب قصے ایک ہی ہوں پھر انہوں نے ام معبد کی بکری کے قصہ کے مشابہ ایک اور قصہ بیان کیا ہے۔

معجزہ : بیہقی' (ابو عبداللہ الحافظ احمد بن اسحاق بن غالب' ابوالولید' عبداللہ بن ایاد بن لقیط' ایاد بن لقیط) قیس بن نعمان سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ مکہ سے چھپتے چھپاتے روانہ ہوئے اور ایک غلام کے پاس سے گزرے جو بکریاں چرا رہا تھا' اس سے دودھ طلب کیا تو اس نے کہا میرے پاس دودھیل بکری نہیں ہے' ہاں! ایک بزغالہ آغاز سرما میں حاملہ ہوئی تھی اس نے ناتمام اور کچا بچہ جنا اور اس کا دودھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو لا' وہ لایا تو نبی علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا' اس کے تھنوں کو صاف کر کے دعا کی اور اس کا دودھ اتر آیا۔ ابوبکر سپر لائے' آپ نے دودھ دوھا' ابوبکرؓ کو پلایا پھر دوھا اور چرواہے کو پلایا' پھر دوھا اور خود پیا' چرواہے نے کہا آپ کون ہیں؟ واللہ! میں نے آپ جیسا کبھی نہیں دیکھا' آپؐ نے فرمایا اگر یہ بات صیغہ راز میں رکھو تو میں تم کو بتاؤں' اس نے کہا "ہاں" تو آپ نے فرمایا میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں اس نے کہا وہی جس کو قریش "صابی" کہتے ہیں' آپ نے فرمایا وہ یہی کہتے ہیں تو اس نے کہا میں شاہد ہوں کہ آپؐ نبی ہیں اور میں اس بات کا بھی شاہد ہوں کہ آپ کا قرآن حق ہے اور ایسے بے مثال معجزہ نبی سے ہی صادر ہو سکتا ہے اور میں آپؐ کا تابع فرمان اور پیروکار ہوں' آپ نے فرمایا آج یہ کام تیری استطاعت سے باہر ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ میرا دین غالب آگیا تو میرے پاس آنا۔

اس روایت کو ابو یعلیٰ موصلی نے جعفر بن حمید کوفی' عبداللہ بن ایاد بن لقیط سے بیان کیا ہے۔

ابن مسعود کا ایمان اور معجزہ : ابو نعیم نے (ابن مسعود کا واقعہ بھی بیان کیا ہے) (یونس بن حبیب' ابوداؤد' ...) ... کے قریب

تھا' عتبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے' آپ مشرکین سے مفرور تھے۔ آپؐ نے پوچھا اے لڑکے! تمہارے پاس دودھ ہو تو ہمیں پلا؟ میں نے کہا میں امین ہوں' آپ کو دودھ نہیں پلا سکتا۔ انہوں نے کہا کیا ایسی بزغالہ ہے جو جفتی کے قابل نہ ہو' عرض کیا جی ہاں! میں نے وہ بزغالہ آپ کو پیش کر دی' ابوبکر نے اسے پکڑا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے تھن پکڑ کر دعا کی' تھنوں میں دودھ بھر گیا پھر ابوبکر پیالہ نما پتھر لائے' آپ نے اس میں دوھا' آپؐ نے اور ابوبکرؓ نے پیا اور مجھے بھی پلایا پھر تھنوں کو اشارہ کیا وہ سمٹ گئے' بعد ازیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا مجھے قرآن پڑھایئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو تعلیم یافتہ غلام ہے۔ چنانچہ میں نے تنہا نبی علیہ السلام سے ستر سورتیں روبرو پڑھیں' کوئی میرے ساتھ نہ تھا (قد فرا من المشرکین) سے مراد ہجرت نہیں بلکہ یہ قبل از ہجرت کا واقعہ ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعود آغاز اسلام میں مسلمان ہو چکے تھے' حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ واپس چلے آئے' جیسا کہ بیان ہو چکا ہے' ان کا یہ واقعہ صحیح ہے اور صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور ہے' واللہ اعلم۔

خواب کی تعبیر : امام احمد (عبداللہ بن مصعب بن عبداللہ زبیری' ابوہ) فائد غلام عبادل سے بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم بن عبدالرحمان بن سعد کے ہمراہ سفر میں تھا (ہم "عرج" مقام پر تھے کہ ابن سعد آیا --- اور یہ سعد وہی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو "رکوبہ" کا راستہ بتایا تھا) کہ ابراہیم نے کہا' مجھے وہ حدیث بتایئے جو آپ کے والد نے آپ کو بتائی تھی' تو ابن سعد نے کہا' مجھے میرے والد نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کا مختصر راستہ اختیار کرنے کا ارادہ کیا تو سعد نے عرض کیا کہ "رکوبہ" وادی کے ویران علاقہ میں اسلم قبیلہ کے دو چور ہیں ان کو مہانان کہتے ہیں آپ کی خواہش ہو تو ہم ان کو گرفتار کر لیں' تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ہمیں ان کے پاس لے چلو' آپ نے ان کو اسلام کی طرف بلایا اور دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر انکے نام دریافت کئے تو انہوں نے "مہانان" بتایا تو آپؐ نے فرمایا "یہ نہیں" بلکہ تمہارا نام "مکرمان" ہے' آپؐ نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ انکے پاس مدینہ میں آئیں۔

ہم اس راستہ پر چلے اور قباء کے پاس پہنچ گئے تو آپ سے بنی عمرو بن عوف نے ملاقات کی' تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا' ابو امامہ اسعد بن زرارہ کیا ہے؟ اسعد بن خیثمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ مجھ سے پہلے پہنچا ہے کیا میں اس کو اطلاع نہ دے دوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور چلتے چلتے ایک کھجور کے پاس پہنچے دیکھا تو ایک حوض پانی سے لبالب ہے' یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ وہ مقام ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حوضوں والے علاقہ میں اتر رہا ہوں جیسا کہ بنی مدلج کے حوض میں (انفرد بہ احمد)

نبی علیہ السلام کا مدینہ میں داخل ہونا اور آپ کا فروکش ہونا : بخاری کی روایت میں زہری از عروہ بیان ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام دوپہر کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں ممکن ہے یہ بعد از زوال ہو کہ ایک متفق علیہ روایت میں ہے جو (اسرائیل از ابو اسحاق از براء بن عازب از ابوبکرؓ) ہجرت کے بارے مروی ہے کہ ہم رات کے وقت آئے تو انصار میں نزاع پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کس

کے مہمان ہوں تو آپؐ نے فرمایا میں رات عبدالمطلب کے ننھیال بنی نجار کے ہاں ان کی تعظیم و تکریم کی خاطر بسر کروں گا۔

رفع القیاس : اللہ اعلم' یہ رات کا وقت' یا تو آپؐ کے قبا میں آمد کے روز ہو گا کہ آپ دوپہر کے وقت آبادی کے قریب پہنچے اور کھجور کے سایہ تلے کھڑے ہو گئے' پھر مسلمانوں کے ہمراہ چلے اور قبا میں "رات" کو داخل ہوئے اور زوال کے بعد کے وقت کو "رات" سے تعبیر کیا کیونکہ "عشی" کا اطلاق زوال آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے۔ یا اس سے یہ مراد ہو قبا سے روانگی کے وقت دوپہر تھی اور چلتے چلتے آپ بنی نجار کے پاس رات کو پہنچے' کما سیاتی' واللہ اعلم۔

مسجد قبا کا سنگ بنیاد : امام بخاری نے زہری از عروہ بیان کیا ہے کہ آپؐ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوئے اور دس سے زائد راتیں وہاں بسر کیں اور اس قیام کے دوران مسجد قباء کا سنگ بنیاد رکھا پھر آپ لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ "مسجد نبوی" کے مقام پر آپ کی سواری بیٹھ گئی اور یہ جگہ سہل اور سہیل دو یتیم لڑکوں کا مربہ اور کھجور سکھانے کا "پڑ" تھا' آپ نے ان سے یہ قطعہ اراضی خرید لیا اور اس کو مسجد قرار دے دیا اور یہ بنی نجار کے محلہ میں ہے۔

ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ پر سایہ کیا : محمد بن اسحاق (محمد بن جعفر بن زبیر' عروہ بن زبیر' عبدالرحمان بن عویم بن ساعدہ) متعدد رجال قوم سے بیان کرتے ہیں کہ ہمیں جب رسول اللہ ﷺ کے سفر ہجرت کی اطلاع ہوئی تو ہم آپ کے چشم براہ تھے۔ نماز فجر کے بعد ہم "حرہ" کے پاس آپؐ کا انتظار کرتے' واللہ! جب تک ہم سایہ پاتے آپ کا انتظار کرتے' دوپہر ہو جاتی تو واپس چلے آتے' یہ موسم گرما کا واقعہ ہے' یہاں تک کہ جس روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ہم بدستور آپ کا انتظار کرتے رہے' سایہ نہ رہا تو واپس چلے آئے۔ ہم ابھی گھروں میں آئے ہی تھے کہ سب سے پہلے آپ کو یہودی نے دیکھا اور باواز بلند اس نے کہا اے بنی قیلہ! اے انصار! یہ تمہارے بزرگوار آئے' پھر ہم جلدی جلدی رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے آتے۔ آپ کھجور کے سایہ تلے تھے اور ابوبکر بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اور ہم میں سے اکثر لوگوں نے قبل ازیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہ تھا اور لوگوں کا آپ کے پاس ہجوم ہو گیا تھا اور لوگ آپ کا' ابوبکر سے امتیاز نہ کر سکتے تھے' یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ کے دھوپ آئی تو ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ پر سایہ کر دیا' تب ہم نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا "یہی مفہوم بخاری کی روایت میں بیان ہو چکا ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے بھی "مغازی" میں اسی طرح بیان کیا ہے۔

سینکڑوں افراد نے استقبال کیا : امام احمد (ہاشم' سلیمان' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں لڑکوں میں' ادھر ادھر دوڑ رہا تھا کہ لوگ کہہ رہے تھے' محمدؐ تشریف لائے' میں گیا اور کچھ نہ دیکھا' پھر لوگوں نے کہا' محمدؐ تشریف لائے' پھر دوڑ کر گیا اور کچھ نہ دیکھا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مع ابوبکرؓ تشریف لے آئے اور مدینہ کے کھنڈرات میں رک گئے اور ایک بدوی کو بھیجا کہ انصار کو ان کی آمد کی اطلاع کرے' پھر پانچ سے زائد انصاری آپؐ کے استقبال کیلئے آئے اور عرض کی' تشریف لائیے' آپ امن اور امام و مقتدا

ہیں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ مع ابوبکرؓ لوگوں کے جلو میں چلے آئے اور مدینہ کے لوگ گھروں سے باہر نکل آئے' یہاں تک کہ نوجوان عورتیں بھی گھروں کی چھت پر آپکو دیکھ کر کہہ رہی تھیں' آپ کون سے ہیں' آپؐ کون سے ہیں۔ میں نے ایسا خوش کن منظر اب تک نہیں دیکھا' انس کا بیان ہے میں نے آپکو ہجرت کے روز بھی دیکھا اور وفات کے روز بھی' ان دونوں جیسا منظر میں نے نہیں دیکھا۔

حافظ بیہقی (حاکم' اصم' محمد بن اسحاق صنعانی' ابوالنضر ہاشم بن قاسم' سلیمان بن مغیرہ' ثابت) حضرت انسؓ سے مذکور بالا روایت کی طرح بیان کرتے ہیں۔

نعرہ تکبیر : بخاری و مسلم (اسرائیل' براء) حضرت ابوبکرؓ سے حدیث ہجرت میں بیان کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ آئے تو مرد گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آگئے اور خواتین چھتوں پر' بچے اور خدام نعرے مار رہے تھے' اللہ اکبر' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے' اللہ اکبر' محمدؐ تشریف لائے' اللہ اکبر' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ پھر آپ دوسرے روز بحکم الٰہی وہاں سے روانہ ہوئے۔

استقبالیہ اشعار : بیہقی' ابوعمرو ادیب' ابوبکر اسماعیلی' ابوخلیفہ' ابن عائشہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے' خواتین اور بچے کہہ رہے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع

(بدر منیر نکل آیا' کوہ وداع کی گھاٹیوں سے۔ ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں)

رفع التباس : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ قباء میں کلثوم بن ہدم یکے از بنی عمرو بن عوف از بنی عبید کے ہاں فروکش ہوئے' بعض کہتے ہیں سعد بن خیثمہ کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ اس التباس کا باعث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کلثوم بن ہدم کے مکان سے باہر تشریف لائے تو سعد بن خیثمہ کے مکان پر لوگوں کی مجلس میں بیٹھتے' سعد' مجرد تھے بیوی بچہ نہ تھا اور اس کے گھر کو "بیت الغراب" کنواروں اور غیر شادی شدہ لوگوں کا گھر کہتے تھے' واللہ اعلم۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ' حبیب بن اساف یکے از بنی حارث بن خزرج کے ہاں "سخ" میں قیام پذیر تھے' بعض لوگ خارجہ زید بن ابی زہیر برادر بنی حارث بن خزرج کا نام لیتے ہیں۔

علیؓ نے ہجرت کی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ علیؓ تین شب و روز تک مکہ میں مقیم رہے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جو امانتیں جمع تھیں وہ ان کے مالکوں کو واپس کر کے اور مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے اور آپ کے ہمراہ کلثوم بن ہدم کے مہمان ٹھہرے اور قباء میں آپؐ کا قیام ایک یا دو رات تھا۔

حضرت سہلؓ کا خفیہ خدمت کرنا : حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ قباء میں ایک مسلمان خاتون تھی' شوہر کے بغیر۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا وہ رات کو آتا ہے اس کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ باہر آتی ہے اور اس کو وہ کچھ دیتا ہے اور وہ پکڑ لیتی ہے' میں نے اس سے بدگمانی کی اور اس سے پوچھا اے اللہ کی بندی! یہ کون ہے؟ جو ہر رات تیرا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو' تو باہر آتی ہے اور وہ تجھے کچھ دیتا ہے' نہ معلوم وہ کیا ہے؟ اور تو ایک پاکباز مسلم خاتون ہے' تیرا شوہر نہیں ہے۔ اس نے بتایا یہ سہل بن حنیف ہے اس کو معلوم ہوا کہ میرا کوئی

نہیں ہے' رات کو قوم کے لکڑی کے بتوں پر حملہ آور ہوتا ہے' ان کو توڑتا ہے پھر وہ ایندھن میرے پاس لے آتا ہے کہ ان کو جلا لے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ' سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے عراق میں اپنے پاس فوت ہو جانے کے بعد ان کی یہ خفیہ خدمت بیان کیا کرتے تھے۔

قباء میں قیام کے روز : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں سوموار (کا باقی ماندہ حصہ) منگل' بدھ اور جمعرات سہ رات مقیم رہے اور مسجد کی بنیاد رکھی پھر آپ مشیت الٰہی سے بروز جمعہ ان کے پاس سے روانہ ہوئے۔ لیکن بنی عمرو بن عوف کا خیال ہے کہ نبی علیہ السلام ان کے پاس اس سے زیادہ دن مقیم رہے۔ عبداللہ بن ادریس نے محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ بنی عمرو بن عوف کا گمان ہے کہ نبی علیہ السلام ان کے ہاں ۱۸۔ رات مقیم رہے۔ میں --- ابن کثیر--- کہتا ہوں کہ بخاری کی روایت میں زہری از عروہ بیان ہو چکا ہے کہ آپ ان کے ہاں **(بضع عشرہ لیلۃ)** دس سے زائد رات مقیم رہے' موسیٰ بن عقبہ نے مجمع بن یزید بن حارثہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں ۲۲۔ رات مقیم رہے اور واقدی کا بیان ہے کہ یہ بھی منقول ہے کہ آپؐ بنی عمرو بن عوف کے ہاں قباء میں ۱۴۔ رات مقیم رہے۔

مدینہ میں پہلا جمعہ : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ بنی سالم بن عوف میں نماز جمعہ کا وقت آگیا اور رسول اللہ ﷺ نے وادی "رانونا" میں جمعہ پڑھایا (یہ مدینہ میں پہلا جمعہ تھا) پھر عتبان بن مالک' عباس بن عبادہ بن فضلہ' بنی سالم کے دیگر افراد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں قیام فرمایئے ہم کثیر مقدار میں ہیں اور دفاع کے سازوسامان سے لیس ہیں۔ آپ نے فرمایا سواری کا راستہ چھوڑ دو' یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے' پھر انہوں نے سواری کا راستہ چھوڑ دیا' چلتے چلتے بنی بیاضہ کے محلّہ میں پہنچے تو زیاد بن لبید اور فروہ بن عمرو نے مع دیگر اشخاص کے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لایئے' ہم تعداد میں کثیر اور جنگی سامان سے مسلح ہیں۔ آپ نے فرمایا **(خلو سبیلها فانها مامورہ)** انہوں نے بھی سواری کا راستہ چھوڑ دیا پھر چلتے چلتے "بنی ساعدہ" کے محلّہ کے پاس سے گزرے تو بنی ساعدہ کے چند افراد میں سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو آئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں قیام فرمایئے' ہم کثیر تعداد میں ہیں اور سامان دفاع سے مسلح ہیں۔ آپ نے فرمایا **(خلوا سبیلها فانها مامورہ)** چنانچہ انہوں نے بھی یہ بات تسلیم کرلی اور سواری کا راستہ چھوڑ دیا پھر آپ روانہ ہوئے اور بنی حارث بن خزرج کے ہاں پہنچے تو بنی حارث بن خزرج کے سربر آوردہ اشخاص میں سعد بن ربیع خارجہ بن زید اور عبداللہ بن رواحہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ **(هلم الینا الی العدد والعدة والمنعة)** آپ نے فرمایا اسے جانے دو پھر آپ روانہ ہوئے اور "عدی بن نجار" کے محلّہ سے گزرے --- یہ عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو کے قریبی رشتہ دار تھے --- یہ لوگ بھی عدی بن نجار کے اعیان میں سلیط بن قیس اور ابو سلیط اسیرہ بن خارجہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تعداد اور دفاع کا سازوسامان بھی ہے' قیام فرمایئے' آپ

نے فرمایا سواری کا راستہ چھوڑ دیجئے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور بنی مالک بن نجار کے محلّہ میں آکر "موجودہ مسجد نبوی" کے مقام پر آکر بیٹھ گئی' اس وقت یہ جگہ بنی مالک بن نجار کے دو یتیموں سہل اور سہیل کا مربد --- کھجور سکھانے کی جگہ --- تھی اور یہ دونوں معاذ بن عفراء کے زیر پرورش و تربیت تھے' اور بخاری کی روایت زہری از عروہ میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ اسعد بن زرارہ کی زیر تربیت و پرورش تھے' واللہ اعلم۔

عبداللہ بن ابی منافق کے عزائم پر خاک : موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ رستے میں رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس خزرج کے گھر کے پاس سے گزرے وہ گھر میں موجود تھا' آپ معمولی دیر وہاں رکے کہ وہ اپنے گھر میں آنے کی پیشکش کرے گا' یہ منظر دیکھ کر عبداللہ "منافق" نے کہا' جو لوگ آپ کو لائے ہیں ان کے پاس جائیے' یہ جواب رسول اللہ ﷺ نے انصار کے بعض افراد کو بتایا تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے اس کی جانب سے معذرت کی' یارسول اللہ! آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے' ہمارا عزم تھا کہ خاندان کی قیادت و سعادت کا تاج اس کے سر پر رکھیں اور اس کو اپنا سردار بنائیں۔

ابو ایوبؓ کا اعزاز : موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں قباء سے رسول اللہ ﷺ کی روانگی سے قبل' انصار اکٹھے ہو گئے اور آپ کی سواری کے گرد و پیش چلنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم کی غرض سے سواری کی مہار تھامنے کے لئے ہر ایک دوسرے سے الجھ رہا تھا۔ جب بھی رسول اللہ ﷺ انصار کے کسی محلّہ سے گزرتے تو وہ آپ کو اپنے ہاں قیام کی پیشکش کرتے اور آپ فرماتے اسے آزاد چھوڑ دو' یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے' میں وہیں قیام کروں گا جہاں مجھے اللہ اترنے کی اجازت مرحمت کرے گا۔ جب ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے پاس پہنچے تو وہ ان کے دروازے پر بیٹھ گئی' آپؐ سواری سے نیچے اترے اور ابو ایوب کے مکان میں تشریف لے گئے اور وہیں قیام کیا یہاں تک کہ مسجد نبویؐ تعمیر کی اور اپنے مکانات بنائے۔

سواری بیٹھ گئی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی سواری بیٹھ گئی آپ اس سے اترے نہیں' وہ پھر اٹھ کر تھوڑی دور چلی' آپ نے اس کی مہار ڈھیلی چھوڑی ہوئی تھی وہ پھر پیچھے کو پلٹی اور پہلی جگہ آکر بیٹھ گئی' پھر وہ اڑ گئی' آواز کرنے اور بلبلانے لگی اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی' ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ نے آگے بڑھ کر پالان اٹھالیا اور اس کو اپنے گھر میں رکھ دیا اور رسول اللہ ﷺ اس کے مہمان ہوئے۔ "مربد" کے بارے پوچھا کس کا ہے؟ معاذ بن عفراء نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ سہل اور سہیل پسران عمرو کا ہے۔ وہ میرے زیر پرورش ہیں میں ان کو رضامند کرلوں گا۔ آپ یہاں مسجد تعمیر کرلیں' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ مسجد اور مکانات کی تعمیر تک ابوایوبؓ کے ہاں رہائش پذیر رہے۔ مسجد کی تعمیر میں رسول اللہ ﷺ مہاجر اور انصار سب مسلمانوں نے حصہ لیا (تعمیر مسجد کا واقعہ عنقریب بیان ہو گا' ان شاء اللہ)

دف بجانا : "دلائل" میں بیہقی (ابو عبداللہ' ابوالحسن علی بن عمرو الحافظ' ابو عبداللہ محمد بن مخلد دوری' محمد بن

سلیمان بن اسماعیل بن ابی ورد' ابراہیم بن صرمہ' یحییٰ بن سعدی' اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے' جب آبادی کے اندر داخل ہوئے تو انصار کے سب مرد و زن استقبال کے لئے آئے اور ہر ایک نے پیشکش کی کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا سواری کو آزاد چھوڑ دو' کیونکہ یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے۔ چنانچہ وہ ابو ایوبؓ کے گھر کے دروازہ پر بیٹھ گئی اور بنی نجار کی بچیاں دف بجا کر گا رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار

(ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں' محمدؐ کیا اچھا ہمسایہ ہے)

آپ نے ان بچیوں سے پوچھا کیا تم اللہ کے رسول سے محبت کرتی ہو؟ تو انہوں نے کہا ہاں واللہ! یارسول اللہ' تو آپ نے سہ بار فرمایا واللہ! میں بھی تم لوگوں سے محبت کرتا ہوں۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور سنن اربعہ میں نہیں' مستدرک میں امام حاکم نے اس کی تخریج کی ہے جیسا کہ مروی ہے۔

بیہقی (ابو عبدالرحمان سلمی' ابو القاسم عبدالرحمان بن سلیمان نحاس مقری در بغداد' عمر بن حسن حلبی' ابو خیثمہ مصیص' عیسیٰ بن یونس' عوف اعرابی' ثمامہ) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے خاندان کے پاس سے گزرے تو لڑکیاں دف بجا کر گا رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ جانتا ہے کہ میں بھی تمہیں دل سے چاہتا ہوں۔ اس روایت کو ابن ماجہ نے ہشام بن عمار از عیسیٰ بن یونس بیان کیا ہے۔

انصار سے پیار : امام بخاری (معمر' عبدالوارث' عبدالعزیز) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے خواتین اور بچیوں کو غالباً شادی سے واپس آتے دیکھ کر سیدھے کھڑے ہو کر سہ بار فرمایا' اے اللہ! تم لوگ مجھے سب سے پیارے ہو۔

پاسبان مل گئے : امام احمد (عبدالصمد بن عبدالوارث' ابوہ' عبدالعزیز بن صہیب) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے' ابوبکرؓ آپ کے ردیف تھے' ابوبکر سفید ریش اور معروف تھے' نبی علیہ السلام سیاہ ریش اور ان لوگوں میں غیر معروف تھے' راستہ میں مسافر' حضرت ابوبکرؓ سے پوچھتا کہ آپ کے آگے کون سوار ہے؟ تو ابوبکر کہتے یہ آدمی مجھے راستہ بتاتا ہے' پوچھنے والا مسافر سمجھتا کہ وہ مدینے کا راہ بتا رہا ہے' ابوبکر کا مقصد تھا راہ نجات۔ ابوبکر نے مڑ کر دیکھا کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار قریب آگیا ہے' تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ شاہ سوار ہمارے قریب آپہنچا ہے' رسول اللہ ﷺ نے التفات فرما کر دعا کی یااللہ! اس کو نیچے گرا دے' گھوڑے نے اس کو نیچے گرا دیا پھر کھڑا ہو کر ہنہنانے لگا تو گرنے والے نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ جو چاہیں حکم فرمائیں' آپ نے فرمایا یہیں رک جا' اور کسی کو ہمارا تعاقب نہ کرنے دے' وہ صبح کو آپ کا مخالف تھا اور شام کو آپ کا محافظ بن گیا۔

انصار نے استقبال کیا : ... رسول اللہ ﷺ نے ... کی جانب بھیجا اور انصار کے پاس پیغام بھیجا وہ

آئے اور انہوں نے (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ) کو سلام کہا اور عرض کیا آپ باوقار اور مطاع و مقتدا کی حیثیت میں سوار ہو جائیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ سوار ہو گئے اور انصار آپ کے گردوپیش اسلحہ لئے ہوئے تھے' مدینہ میں اعلان ہو گیا کہ نبی علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں' لوگ سر اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کو تاکنے لگے اور کہنے لگے' اللہ کے نبیؐ تشریف لے آئے ہیں۔ چنانچہ آپ چلتے چلتے ابوایوب کے گھر کے پاس پہنچ گئے۔ (انسؓ کا بیان ہے کہ وہ اپنے گھر میں یہ بات کر رہا تھا کہ عبداللہ بن سلام نے سن لیا وہ اپنے نخلستان میں کھجوریں چن رہا تھا وہ بعجلت تمام آیا اور جس میں کھجوریں ڈال رہا تھا وہ بھی ساتھ لیتا آیا اور نبی علیہ السلام کے فرمودات سن کر چلا گیا)

اور نبی علیہ السلام نے پوچھا کس کا گھر زیادہ قریب ہے' تو حضرت ابو ایوبؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں' میرا گھر یہ ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں جاؤ اور ہمارے قیام کا انتظام کرو' معمولی دیر بعد وہ آیا تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے انتظام کر لیا ہے۔ بسم اللہ! تشریف لائیے اور آرام فرمائیے۔

عبداللہ بن سلام کا اسلام لانا : رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام بھی دوبارہ آگیا اس نے کہا میں گواہ ہوں کہ آپ برحق نبی ہیں اور آپ برحق کلام لائے ہیں اور یہود بخوبی جانتے ہیں کہ میں ان کا رئیس اور ان کے رئیس کا صاحبزادہ ہوں' میں ان کا جید عالم ہوں اور ان کے جید عالم کا بیٹا ہوں' آپ ان کو بلا کر میرے بارے پوچھیں مگر ان کو یہ خبر نہ ہو کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اگر یہ معلوم ہو گیا تو وہ میری نسبت تہمتیں تراشیں گے۔ آپ نے ان کو بلایا وہ آئے اور آپ نے ان کو فرمایا اے یہودیو! تم پر افسوس! اللہ سے ڈرو' تم اس پروردگار کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں' تم خوب جانتے ہو میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں اور جو دین لے کر آیا ہوں وہ سچ ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہم کو تو معلوم نہیں کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں یہ انہوں نے سہ بار کہا' اسی طرح امام بخاری نے اس روایت کو منفرد بیان کیا ہے' محمد از عبدالصمد' مگر محمد کی ولایت ذکر کئے بغیر بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینہ۔ مناقب پ ۱۵)

رسول اللہ ﷺ پہلی منزل میں : ابن اسحاق (یزید بن ابی حبیب' مرثد بن عبداللہ یزنی' ابی رہم السماعی) حضرت ابو ایوبؓ متوفی ۵۲ھ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے مکان پر مقیم ہوئے (مکان دو منزلہ تھا) میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ صدقے' میں نہایت ناگوار اور خلاف ادب سمجھتا ہوں کہ میں بالائی منزل میں ہوں اور آپ زیریں میں "براہ کرم" آپ اوپر تشریف لے چلیں اور میں نیچے چلا آتا ہوں آپ نے فرمایا' اے ابو ایوب! مجھ پر اور زائرین پر مہربانی کر کہ میں زیریں حصہ میں ہی سکونت رکھوں چنانچہ رسول اللہ ﷺ زیریں منزل میں تھے اور میں بالائی منزل میں۔ ایک روز پانی کا برتن ٹوٹ گیا' ام ایوب اور میں نے لحاف لیا (گھر میں صرف وہی لحاف تھا) اور اس سے پانی جذب کرنے لگے مبادا رسول اللہ ﷺ پر ٹپکے اور آپ کو تکلیف ہو۔

باقی ماندہ کھانا : ہم آپ کا رات کا کھانا تیار کرتے اور آپ کے پاس بھیج دیتے' کھانے کے بعد' باقی ماندہ

کھانا واپس لوٹا دیتے' ام ایوب اور میں جہاں آپ کی انگلیوں کا نشان پڑا ہوتا بطور تبرک وہیں سے کھاتے یہاں تک کہ ایک رات ہم نے کھانا بھیجا (جس میں پیاز یا لہسن تھا) آپ نے واپس بھیج دیا اس میں انگلیوں کے نشانات نہ تھے میں گھبرا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ نے کھانا کھائے بغیر واپس کر دیا' فرمایا میں نے اس میں لہسن کی بدبو محسوس کی ہے اور میں فرشتے سے مناجات کرتا ہوں' باقی رہا کھانا تو یہ تم کھالو' چنانچہ ہم نے کھالیا اور بعد ازیں ہم نے لہسن آپ کے کھانے میں استعمال نہیں کیا۔ بیہقی نے اس روایت کو (لیث بن سعد' یزید بن ابی حبیب' ابی الحسن یا ابی الخیر مرثد بن عبداللہ یزنی' ابی رہم) ابوایوب سے بیان کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے (یونس بن محمد مودب از لیث) بیان کیا ہے۔

سوء ادب سے گریز : بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' ابوعمرو حیری' عبداللہ بن محمد' احمد بن سعید دارمی' ابونعمان' ثابت بن یزید' عاصم احول' عبداللہ بن حارث' افلح مولیٰ ابی ایوب) حضرت ابوایوبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس قیام پذیر تھے اور زیریں منزل میں فروکش تھے اور ابوایوب بالائی منزل میں۔ اس سے بے ادبی پر ابوایوب متنبہ ہوا اور اس نے عرض کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اوپر چلیں' چنانچہ اس نے ایک گوشے میں رات بسر کی پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے اسی بارے گزارش کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زیریں منزل ہمارے لئے آرام دہ ہے' تو اس نے عرض کیا بہ تقاضائے ادب میں اس بالائی منزل میں نہ رہوں گا جس کے زیریں میں آپ سکونت فرما ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ بالائی منزل میں تبدیل ہو گئے اور ابوایوب نیچے والی منزل میں۔

حضرت ابوایوبؓ رسول اللہ ﷺ کا کھانا تیار کرتا تھا۔ جب بچا ہوا کھانا واپس آتا' کھانے پر رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کے نشانات دیکھ کر وہیں سے کھانا کھاتا' ایک روز کھانا تیار کیا اس میں لہسن تھا' جب کھانا واپس آیا تو اس پر رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کے نشانات نہ تھے' معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے نہیں کھایا' وہ گھبرا کر اوپر گیا اور پوچھا کیا لہسن حرام ہے؟ فرمایا حرام تو نہیں' لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں تو عرض کیا جس کو آپؐ ناپسند کرتے ہیں میں بھی اس کو پسند نہیں کرتا۔ اس نے بیان کیا کہ نبی علیہ السلام سے فرشتہ ہم کلام ہوتا ہے' اس کو امام مسلم نے احمد بن سعید دارمی سے بیان کیا ہے۔

انسؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے تازہ سبزیوں کا سالن پیش کیا گیا آپ کی دریافت پر عرض کیا کہ اس میں فلاں فلاں سبزیاں ہیں تو آپ نے ان کے تناول سے گریز کیا اور فرمایا تو کھا لے میں اس سے مناجات کرتا ہوں جس سے تو نہیں کرتا۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ابوایوب کے گھر میں نزول فرمایا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی سواری کی مہار پکڑ لی اور وہ اس کے پاس تھی۔

تحائف اور ابوایوب کے ہاں مدت اقامت : حضرت زید بن ثابت کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ' ابوایوبؓ کے ہاں مہمان تھے تو سب سے پہلے تحفہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ میری والدہ نے ارسال کیا ہے تو آپ نے دعا دی "بارک اللّٰہ فیک" پھر آپؐ نے حاضرین مجلس کو بلایا اور سب نے کھا لیا۔ پھر سعد بن عبادہؓ کا ثرید اور شوربے کا تحفہ آیا اور روزانہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں تین چار صحابہ تحائف پیش کیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کا قیام ابوایوب کے پاس سات ماہ رہا۔

خاندان نبوت کی آمد : رسول اللہ ﷺ نے ابوایوب کے ہاں قیام کے دوران ہی زید بن حارثہ اور ابو رافع کو پانچ سو درہم اور دو سواریاں دے کر مکہ روانہ کیا کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثوم دختران رسول اللہ ﷺ' حضرت سودہ بنت زمعہ زوجہؓ رسولؐ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو لے آئیں' رقیہؓ اپنے خاوند حضرت عثمانؓ کے ہمراہ حبشہ میں تھیں اور حضرت زینبؓ مکہ میں اپنے شوہر ابوالعاص کے ہاں تھیں۔

ان کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ کی بیوی حضرت ام ایمن بھی مدینہ آئیں اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر' حضرت ابوبکرؓ کے اہل و عیال کو لے کر آئے۔ ان میں حضرت عائشہؓ بھی شامل تھیں ابھی ان کی رخصتی نہ ہوئی تھی۔

الرجل مع رحلہ : بیہقی (علی بن احمد بن عبداللہ' احمد بن عبید صفار' خلف بن عمرو عکبری' سعید بن منصور' عطاف بن خالد' صدیق بن موسیٰ) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے' تو آپ کی سواری جعفر بن محمد بن علی اور حسن بن زید کے مکانات کے درمیان بیٹھ گئی تو وہاں لوگوں نے رہائش کی پیشکش کی' آپؐ کی سواری پھر اٹھ کھڑی ہوئی تو آپؐ نے فرمایا اس کا راستہ چھوڑ دو' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے' پھر چل کر "منبر نبوی" کی جگہ بیٹھ گئی پھر وہ وہیں جم گئی (اس جگہ پر چھپر تھا لوگ اس کے سایہ میں بیٹھتے تھے اور دوپہر کو آرام و راحت حاصل کرتے تھے) چنانچہ رسول اللہ ﷺ سواری سے اترے اور سایہ میں بیٹھ گئے' ابوایوبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا گھر سب سے قریب تر ہے' آپؐ میرے ہاں تشریف لے چلئے' آپؐ نے اثبات میں جواب دیا تو وہ آپ کا پالان اپنے گھر لے گیا پھر ایک اور شخص آیا اس نے پوچھا آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا (ان الرجل مع رحلہ حیث کان) کہ آدمی اپنے پالان کے ساتھ ہی ہوتا ہے جہاں بھی ہو' رسول اللہ ﷺ چھپر میں بارہ روز تک رہے یہاں تک کہ مسجد تعمیر کر لی' یہ ابوایوب خالد بن زیدؓ کی بہت بڑی منقبت اور فضیلت ہے۔

مکافات عمل : یزید بن ابی حبیب کی معرفت' محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے امیر المومنین خلیفہ علیؓ کی جانب سے ابن عباسؓ بصرہ کے حاکم تھے کہ ابوایوب بصرہ تشریف لائے اور ابن عباس نے اپنا مکان مع سامان ان کے سپرد کر دیا جیسا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا مکان سپرد کر دیا تھا۔ ابوایوبؓ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابن عباسؓ نے بیس ہزار درہم اور چالیس غلام کا تحفہ پیش کیا اور ابوایوب کی بصرہ کی رہائش گاہ ان کے غلام افلح کے پاس تھی' پھر مغیرہ بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام نے اس سے ایک ہزار دینار میں خرید لی اور اس کی مرمت کر کے' مدینہ کے ایک محتاج خاندان کو ہبہ کر دی۔

مدینہ کے محلے : بنی نجار کے محلّہ میں رسول اللہ ﷺ کا قیام ہوا اور یہ قیام مشیت ربانی سے تھا۔ یہ بنی

نجار کی بہت بڑی فضیلت اور منقبت ہے۔ مدینہ میں نو آبادیاں اور کالونیاں تھیں' ہر آبادی اپنے مکانات' باغات اور زراعت کے لحاظ سے ایک مستقل آبادی تھی' ہر قبیلہ اپنے محلہ اور آبادی میں اکٹھا ہو گیا تھا اور یہ آبادیاں ایک دوسرے سے پیوستہ تھیں۔ مشیت ایزدی نے' رسول اللہ ﷺ کے لئے بنی مالک بن نجار کا محلہ منتخب فرمایا۔

انصار کی منقبت : حضرت انس بن مالکؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انصار کے سب خاندانوں میں بنی نجار کا خاندان بہتر ہے۔ پھر بنی عبدالاشہل' پھر بنی حارث بن خزرج کا' پھر بنی ساعدہ کا اور انصار کا ہر خاندان بہتر اور برتر ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ ساعدیؓ نے کہا' رسول اللہ ﷺ نے ہم پر کئی خاندانوں کو فضیلت و برتری عطا کی' کسی نے کہا کہ تم کو بھی کئی خاندانوں پر فضیلت دی **(ھذا لفظ البخاری)** مسلم۔ بخاری نے اسی طرح حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے اور ابو سلمہ از ابو اسید مالک بن ربیعہ سے بھی بیان کیا ہے۔

عبادہ بن سہل از ابو حمیدؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ابو اسید نے سعد بن عبادہ ساعدی کو کہا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی تعریف و توصیف بیان کی ہے اور ہم (بنی ساعدہ) کو اخیر میں کر دیا ہے۔ نبی علیہ السلام کی خدمت میں سعدؓ حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے انصار کے خاندانوں کی تعریف فرمائی اور ہم کو سب سے آخر کر دیا' آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تم اچھے لوگوں میں ہو۔ جملہ انصار' دنیا اور آخرت میں رفعت و عظمت سے سرفراز ہیں اور قدر و منزلت سے ہمکنار ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے ہجرت کرنے والوں میں اور مدد دینے والوں میں اور وہ لوگ جو نیکی میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہو گئے ان کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے' یہ بڑی کامیابی ہے۔ **(۹/۱۰۰)** اور ان کے لئے بھی ہے کہ جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو ان کے پاس وطن چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچائے جائیں پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔ **(۵۹/۹)**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ہجرت کرنا نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا' اگر لوگ ایک وادی اور راستہ پر چلیں تو میں انصار کی وادی اور راستہ پر چلوں گا' انصاری میرے خاص اور راز دار ہیں' باقی لوگ عام ہیں۔ اور فرمایا انصار میرے محرم اسرار' قابل اعتبار اور راز دار ہیں اور رسول اللہ نے فرمایا "جن سے انصار صلح کریں میں ان سے صلح جو ہوں اور وہ جن سے برسرپیکار ہوں میں بھی ان سے نبرد آزما ہوں۔"

امام بخاری (حجاج بن منہال' شعبہ' عدی بن ثابت) حضرت براء بن عازبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انصار سے وہی دوستی رکھے گا جو مومن ہو گا اور ان سے دشمنی وہی رکھے گا جو منافق ہو گا جو کوئی انصار سے محبت رکھے اللہ بھی اس سے محبت رکھے گا اور جو کوئی انصار سے دشمنی رکھے اللہ بھی اس

سے دشمنی رکھے گا' اس حدیث کو ابوداؤد کے علاوہ سب اصحاب سنن نے شعبہ سے بیان کیا ہے۔ امام بخاری (مسلم بن ابراہیم' شعبہ' عبدالرحمان بن عبداللہ بن جبیر)' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان کی علامت اور نشانی انصار سے محبت رکھنا ہے۔ نفاق و دو عملی کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

اس روایت کو امام بخاری نے ابو الولید اور طیالسی سے' امام مسلم نے خالد بن حارث اور عبدالرحمان مہدی سے اور ان چار نے شعبہ سے بیان کیا ہے۔ انصار کے فضائل و مناقب میں متعدد آیات وارد ہیں اور بیشتر احادیث میں ان کے محاسن اور اوصاف بیان ہیں' ابو قیس صرمہ بن ابی انس (جس کا ذکر پہلے بیان ہو چکا ہے) یکے از شعراء انصار نے رسول اللہ ﷺ کی آمد اور انصار کی خدمات کا بہترین تذکرہ کیا ہے اور بقول ابن اسحاق اس نے انصار کے مشرف بہ اسلام ہونے اور رسول اللہ ﷺ کا ان کے پاس ہجرت کرنے سے عزت و افزائی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة　　یذکر لو یلقی صدیقا مواتیا
ویعرض فی أهل المواسم نفسه　　فلم یر من یؤوی ولم یر داعیا
فلما أتانا واطمأنت به النوی　　وأصبح مسرورا بطیبة راضیا
وألفی صدیقا واطمأنت به النوی　　وکان له عونا من الله بادیا
یقص لنا ما قال نوح لقومه　　وما قال موسی إذ أجاب المنادیا

(آپؐ نے قریش میں ۱۳ سال وعظ و نصیحت کی کاش! کسی ہم نوا دوست کو پا لیتے۔ موسم حج میں اپنی ذات کو پیش کیا مگر کسی کو پناہ دینے والا اور اپنے ہاں بلانے والا نہ پایا۔ آپ جب ہمارے ہاں تشریف لائے اور آپ کی سواریوں نے اطمینان کا سانس لیا اور طیبہ سے خوش و خرم ہوئے۔ اور آپ نے موافق طبع دوست کو پایا اور مقیم ہو گئے اور آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی واضح مدد ہے۔ ہمیں ان باتوں سے آگاہ کرتا ہے جو نوحؑ نے اپنی قوم سے کہی تھیں اور جو موسیٰؑ نے کہا تھا جب اس نے منادی کی آواز پر لبیک کہا)

فأصبح لا یخشی من الناس واحداً　　قریبا ولا یخشی من الناس نائیا
بذلنا له الاموال من جل مالنا　　وأنفسنا عند الوغی والتآسیا
نعادی الذی عادی من الناس کلهم　　جمیعا ولو کان الحبیب المواسیا
ونعلم أن الله لا شیء غیره　　وأن کتاب الله أصبح هادیا
أقول اذا صلیت فی کل بیعة　　حنانیك لا تظهر علینا الأعادیا

(اب آپ کو نہ کسی قریبی دشمن کا اندیشہ ہے اور نہ ہی دور والے دشمن سے۔ ہم نے ان کے لئے مال و دولت صرف کیا لڑائی اور غم خواری کے وقت اپنی جانیں قربان کیں۔ ہم ان کے دشمن سے عداوت رکھتے ہیں اگرچہ وہ خالص دوست ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ اللہ کے بغیر کوئی بھی حاجت روا نہیں اور قرآن لوگوں کا راہنما ہے۔ جب میں کسی عبادت خانہ میں نماز پڑھتا ہوں تو دعا کرتا ہوں ہم پر دشمن کو غالب نہ کر' میں تیری رحمتوں کا متواتر طلب گار

ہوں)

قول ذ جوزت أرضا مخيفة تباركت سم لله نت وليا
فضت معرضا ن حتوف كثيرة ونت لا تتقي لنفسك باقيا
فو لله ما يدري لفتى كيف سعيه ذ هو م يجعل له لله واقيا
ولا حمل لنخل لعيمة ربها ذ صبحت ريا وصبح ثاويا

جب میں خوفناک مقام سے گزرتا ہوں تو دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ کے نام! تو بابرکت ہے تو ہی مہربان ہے۔ تو مصائب کو نظر انداز کرتا ہوا چلا چل بے شک موتوں کے مواقع بہت ہیں اور تو اپنی ذات کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ واللہ! نوجوان نہیں جانتا کہ اس کی سعی و کاوش کا کیا انجام ہو گا جب اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت نہ کرے۔ ریگستان کی کھجور بھی اپنے مالک کی پرواہ نہیں کرتی' جب وہ سیراب ہو اور اپنے مقام پر قائم ہو)

ابن اسحاق وغیرہ نے ان اشعار کو بیان کیا ہے۔ ان کو عبداللہ بن زبیر حمیدی وغیرہ نے سفیان بن عبید از یحییٰ بن سعید انصاری از عمر اور عمر رسیدہ انصاری خاتون سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن عباس کو صرمہ بن قیس کے پاس آتا جاتا دیکھا ہے وہ ان اشعار کو بیان کرتا تھا۔ (روایت بیہقی)

مکہ افضل ہے یا مدینہ : مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ بھی نبی علیہ السلام کی ہجرت کی بدولت عظمت و رفعت کا مظہر ہوا' اولیاء اللہ اور صالح انسانوں کا مرجع و ماویٰ بنا' مسلمانوں کا مضبوط قلعہ اور حصن حصین ثابت ہوا اور اقوام عالم کا مرکز ہدایت بنا' مدینہ کی فضیلت و مکرمت میں کافی احادیث مروی ہیں ان کو ہم ان شاء اللہ کسی اور مقام پر بیان کریں گے۔ صحیحین میں (حبیب بن یساف از جعفر بن عاصم) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک ایمان (اور اسلام) سمٹ کر مدینہ میں اس طرح آجائے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے سوراخ میں چلا آتا ہے۔ نیز امام مسلم نے اس روایت کو (محمد بن رافع' شبابہ' عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر' ابوہ محمد بن زید) حضرت ابن عمرؓ سے بھی بیان کیا ہے۔

نیز صحیحین میں (مالک' یحییٰ بن سعید' ابو الحباب سعید بن یسار) حضرت ابو ہریرہؓ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مجھے ایسی بستی میں ہجرت کا حکم ہوا جو سب بستیوں پر غالب آجائے گی یعنی یثرب' اور یہ مدینہ لوگوں کو گناہوں کی آلائش سے اس طرح پاک کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کا میل اور زنگ دور کر دیتی ہے۔

ائمہ اربعہ میں سے صرف امام مالک ہی مدینہ منورہ کی افضلیت کے قائل ہیں۔ حافظ بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' الولید اور ابوبکر' حسن بن سفیان' ابو موسیٰ انصاری' سعید بن سعید' اخوہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی یااللہ! تو نے مجھے میرے محبوب شہر سے جلاوطن کیا یعنی اپنے محبوب ترین شہر میں مجھے آباد کر' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ میں آباد فرما دیا یہ حدیث نہایت غریب ہے۔ جمہور کا مشہور مسلک یہ ہے کہ مکہ' مدینہ سے افضل ہے' ماسوائے رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ کے' جمہور نے اس مسلک کے بیشتر دلائل پیش کئے ہیں' ان کے بیان و توضیح کا مقام کتاب المناسک ہے' ان شاء اللہ۔

مشہور ترین دلیل یہ ہے : جو امام احمد (ابو الیمان' شعیب' زہری' ابو سلمہ بن عبدالرحمان) عبداللہ بن عدی

بن حمراء سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے نبی علیہ السلام سے' سوق مکہ میں حزورہ مقام پر کھڑے ہوئے سنا تھا کہ آپ فرما رہے تھے' "واللہ! بے شک تو اللہ کی ساری زمین سے افضل ہے اور اللہ کو سب سے پیاری ہے' اگر مجھے جلاوطن نہ کر دیا جاتا تو میں نہ نکلتا۔" امام احمد نے اس روایت کو (یعقوب بن ابراہیم' ابوہ' صالح بن کیسان) زہری سے بھی بیان کیا ہے' امام ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے بھی لیث از عقیل از زہری بیان کیا ہے' ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ اس روایت کو یونس نے بھی زہری سے بیان کیا ہے اور اس روایت کو محمد بن عمرو نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان کے ذریعہ حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کیا ہے اور میرے (ابن کثیر) کے نزدیک حدیث زہری صحیح تر ہے۔ امام احمد (عبدالرزاق' معمر' زہری' ابوسلمہ بن عبدالرحمان) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حزورہ مقام پر تشریف فرما تھے کہ آپ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تو اللہ کی زمین میں سے بہتر ہے اور اللہ کو تمام دنیا سے محبوب ہے اگر اہل مکہ مجھے جلاوطن نہ کرتے تو میں نہ جاتا' امام نسائی نے بھی اس کو معمر سے بیان کیا ہے۔

تبصرہ : حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ یہ معمر کا وہم ہے اور بعض نے اس کو محمد بن عمرو از ابی سلمہ از ابی ہریرۃؓ نقل کیا ہے اور یہ بھی وہم ہے اور صحیح وہی روایت ہے جو جماعت نے بیان کی ہے کہ (یہ ابوہریرہؓ کی روایت نہیں بلکہ عبداللہ بن عدی کی ہے) امام احمد (ابراہیم بن خالد' رباح' معمر' محمد بن مسلم بن شہاب زہری) حضرت ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور آپؐ حزورہ میں تھے **واللّٰہ انک لخیر ارض اللّٰہ' واحب الارض الی اللّٰہ ولولا انی اخرجت منک ماخرجت** اس روایت کو طبرانی نے (احمد بن خلید حلبی' حمیدی' دراوردی' ابن اخی الزہری' محمد بن جبیر بن مطعم) عبداللہ بن عدی بن حمراء سے بیان کیا ہے' یہ ہیں اس حدیث کی تمام سندیں اور صحیح وہی ہے جو اوپر بیان کی ہے' واللہ اعلم۔

ہجرت کے سال اول کے واقعات اور سن ہجری کا اجراء

خلافت فاروقی کے ۱۶ھ' ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں سن ہجرت سے اسلامی تاریخ کے آغاز پر صحابہ کرام کا اتفاق ہوا وہ یوں کہ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں' ان کے پاس ایک آدمی کی دستاویز پیش کی گئی جو مقروض کے خلاف تھی اس میں تحریر تھا کہ یہ شعبان میں واجب الادا ہے' حضرت عمرؓ نے پوچھا کون سا شعبان؟ کیا سال رواں کا شعبان یا گذشتہ شعبان یا آئندہ شعبان --- پھر صحابہ کرام کی ایک مجلس منعقد کی' ان سے اسلامی تاریخ کے بارے تجویز طلب کی کہ اس کے ذریعہ قرض وغیرہ کی ادائیگی کو معلوم کر سکیں --- کسی نے کہا کہ ایرانی تاریخ کی طرح' تاریخ مقرر کر لو وہ یکے بعد دیگرے اپنے بادشاہوں کی حکمرانی سے تاریخ کا آغاز کرتے ہیں' حضرت عمرؓ نے اس تجویز کو پسند نہ کیا--- پھر کسی نے کہا کہ روم کا طریقہ تاریخ اپنا لو' وہ اسکندر مقدونی کے دور حکمرانی سے تاریخ شروع کرتے ہیں' حضرت عمرؓ نے اس کو بھی قابل قبول نہ سمجھا--- بعض نے یہ تجویز پیش کی کہ میلاد رسول اللہ ﷺ سے تاریخ کی ابتدا کر لو' بعض نے کہا یہ نہیں

بلکہ آپ کی بعثت سے تاریخ کا آغاز کرو اور بعض نے آپ کی وفات سے تاریخ کی ابتداء کرنے کی تجویز پیش کی۔

آخرکار حضرت عمرؓ کا میلان ہجرت سے تاریخ مقرر کرنے کی طرف ہوا' اس کی شہرت اور مشہوری کی وجہ سے اور حاضرین مجلس نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا۔ صحیح میں امام بخاری نے "التاریخ و متی رخوا" کے عنوان کے تحت (عبداللہ بن مسلم' عبدالعزیز' ابوہ) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ نے تاریخ کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے کیا نہ وفات سے بلکہ آپ کے مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لانے سے۔ واقدی نے ابن ابی الزناد کی معرفت ابوالزناد سے بیان کیا ہے کہ تاریخ کے آغاز کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے واقعہ ہجرت سے تاریخ کے آغاز پر اتفاق کیا۔

محرم سے آغاز سال : ابوداؤد طیالسی نے قرہ بن خالد سدوسی کی معرفت محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کیا کہ تاریخ کی ابتدا کرو' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا مطلب ہے؟ تو اس نے بتایا کہ عجمی اپنی تحریر میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ فلاں سال کے فلاں ماہ میں ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تحسین کی اور فرمایا طریقہ تاریخ مقرر کرو۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا کون سے سالوں سے شروع کریں۔ بعض نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا سال پیش کیا' بعض نے آپ کی وفات کا سال بیان کیا' بالاخر وہ سال ہجرت سے آغاز پر متفق ہو گئے پھر کہا کون سے ماہ سے آغاز کریں' بعض نے ماہ رمضان کہا' پھر بعض نے ماہ محرم پیش کیا کہ وہ حاجیوں کی واپسی کا مہینہ ہے چنانچہ ماہ محرم سے سال کے شروع کرنے پر اتفاق ہو گیا۔
ابن جریر (قتیبہ' نوح بن قیس طائی) عثمان بن محصن سے بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس **والفجر والیال عشر** (۱-۲/۸۹) کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد یکم محرم' آغاز سال کی صبح ہے --- عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ محرم اللہ کا محترم ماہ ہے اور وہ سال کا آغاز ہے۔ اس میں بیت اللہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ لوگ اس سے سال کا آغاز کرتے ہیں اور اس میں رائج الوقت سکہ جاری کیا جاتا ہے۔

امام احمد (روح بن عبادہ' زکریا بن اسحاق) عمرو بن دینار سے بیان کرتے ہیں کہ یعلی بن امیہ نے یمن میں سب سے اول' تاریخ لکھنے کا آغاز کیا' نبی علیہ السلام مدینہ میں' ربیع الاول میں ہجرت کر کے تشریف لائے اور صحابہ کرام نے آغاز سال یعنی محرم سے تاریخ کی ابتدا کی۔ ابن اسحاق نے زہری سے اور محمد بن صالح نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ بنی اسماعیل نے آتش ابراہیمؑ سے تاریخ کا آغاز کیا۔ بعد میں انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر سے تاریخ کی ابتدا کی' بعد ازاں کعب بن لوی کی وفات سے' پھر واقعہ فیل سے تاریخ شروع کی' بعد ازاں عمرؓ نے واقعہ ہجرت سے تاریخ کا آغاز کیا۔ یہ ۱۷ھ یا ۱۸ھ کا قصہ ہے۔ یہ مضمون ہم --- ابن کثیر --- نے سیرت عمرؓ میں مفصل بیان کیا ہے۔ الغرض صحابہ کرام نے اسلامی تاریخ کا آغاز سن ہجرت سے کیا اور سال کو محرم سے شروع کیا جمہور ائمہ کا یہی قول ہے۔ سہیلی وغیرہ نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ اسلامی سال کی ابتداء ربیع الاول سے ہے کہ اسی ماہ میں رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی تھی۔ (اور سہیلی نے من اول یوم (۹/۱۰۸) سے اس بات پر دلیل پکڑی کہ نبی علیہ السلام کے مدینہ میں آمد کے پہلے روز سے تاریخ کا آغاز ہے'

جیسا کہ صحابہؓ نے سال ہجرت سے سن ہجری کا آغاز کیا) بلاشبہ امام مالک کا قول قرین قیاس اور مناسب ہے لیکن امت کا عمل اس کے خلاف ہے کیونکہ عرب کے ہاں' سال کا آغاز ماہ محرم سے ہے' لہٰذا انہوں نے سال ہجرت کو سن ہجری کا پہلا سال قرار دیا اور اس کی ابتداء ماہ محرم سے کی جیسا کہ عرب کا دستور تھا تاکہ ملکی نظام میں گڑبڑ نہ پڑے' واللہ اعلم۔

سن ہجری کا آغاز : رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں قیام پذیر ہوتے ہوئے بھی' سن ہجری کا آغاز ہو چکا تھا' سن ہجرت سے قبل ۱۲۔ ذوالحج کو انصار بیعت عقبہ ثانیہ سے مشرف ہو چکے تھے اور واپس مدینہ چلے آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت فرما دی تھی۔ چنانچہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو ہجرت میسر تھی' مدینہ میں ہجرت کر کے چلے آئے۔ بجز رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں اور حضرت علیؓ امانتوں کی ادائیگی کے لئے پیچھے رہ گئے تھے جو امانتیں نبی علیہ السلام کے پاس کفار کی ودیعت تھیں۔ پھر حضرت علیؓ قبا میں آپؐ سے آملے جبکہ آپؐ بروز سوموار دوپہر کے وقت قریباً زوال کے وقت قباء میں تشریف لائے تھے۔ واقدی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ۲ ربیع الاول کا ہے۔ ابن اسحاق نے بھی اس کو بیان کیا ہے' مگر اس نے اس پر توجہ نہیں دی اور ۱۲۔ ربیع الاول کو ترجیح دی ہے' یہی جمہور کا مشہور مسلک ہے۔

۱۳ سال مکہ میں رہے : صحیح تر قول کے مطابق نبی علیہ السلام مکہ میں بعثت کے بعد ۱۳ سال مقیم رہے اور حماد بن سلمہ نے ابوحمزہ ضبعی کی معرفت حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور ۱۳ سال مکہ میں مقیم رہے ---- ایسے ہی ابن جریر (محمد بن معمر' روح بن عبادہ' زکریا بن اسحاق' عمرو بن دینار) ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ۱۳ سال قیام کیا' قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ ابن عباس نے صرمہ بن ابی انس شاعر کے اشعار تحریر کئے تھے۔

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة　　يذكر لو يلقى صديقا مواتيا

اور واقدی نے بھی (ابراہیم بن اسماعیل' داؤد حصین' عکرمہ) ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اس نے صرمہ شاعر کے شعر کو بطور استشہاد پیش کیا تھا۔

توی فی قریش بضع عشرة حجة　　يذكر لو يلقى صديقا مواتيا

عجیب تر قول : ابن جریر نے (حارث از محمد بن سعد از واقدی) پندرہ سال کا عرصہ بیان کیا ہے۔ یہ قول نہایت غریب ہے اور اس سے بھی غریب تر وہ قول ہے جو ابن جریر نے روح بن عبادہ سے سعید کی معرفت قتادہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں آٹھ سال وحی نازل ہوئی اور دس سالہ مدینہ میں۔

دس سال : حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعثت کے بعد دس سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ منورہ میں' حضرت انس بن مالکؓ' حضرت عائشہؓ' حضرت سعید بن مسیبؒ اور حضرت عمرو بن دینارؒ کا بھی یہی قول ہے جو ابن جریر نے اس سے بیان کیا ہے اور ابن عباسؓ سے بھی امام احمد بن حنبل نے بایں سند (یحییٰ بن سعید' ہشام' عکرمہ' ابن عباسؓ) نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۴۳ سال کی عمر میں مبعوث

ہوئے اور مکہ میں دس سال کی سکونت اختیار کی۔

اسرافیل ۳ سال : شعبی کا قول ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اسرافیل تین سال رہے، آپ اسکو محسوس کرتے تھے اور اسکا جسم نہ دیکھتے تھے گاہے بگاہے وہ ایک آدھ بات کا بھی القا کرتا تھا بعد ازاں جبرائیل آپ کے ہمراہ آئے۔ واقدی نے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ اس نے شعبی کے اس قول کو تسلیم نہیں کیا۔ ابن جریر نے رسول اللہ ﷺ کے دس سالہ قیام کے قول اور تیرہ سالہ قیام کے قول کے درمیان، شعبی کے اس قول سے تطبیق دی ہے کہ پہلے تین سال وحی نازل نہ ہوتی تھی، واللہ اعلم۔

قبا میں قیام کی تفصیل اور مسجد کا سنگ بنیاد : نبی علیہ السلام کا قافلہ ہجرت کر کے آیا اور پہلے قباء میں عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوا اور یہاں ۲۲۔ رات یا اٹھارہ رات یا دس سے زائد شب قیام کیا اور بقول موسیٰ بن عقبہ تین رات قیام کیا۔ ابن اسحاق وغیرہ کا مشہور قول یہ ہے کہ آپ قباء میں بروز سوموار تشریف لائے اور جمعہ کے روز تک مقیم رہے --- اور اس مختلف فیہ مدت میں مسجد قباء کا سنگ بنیاد رکھا۔ امام سہیلی نے دعویٰ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قباء میں قیام کے پہلے روز مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور اس نے من اول یوم (۹/۱۰۸) کو اس پر چسپاں کیا ہے اور "اول" سے قبل لفظ تاسیس محذوف ماننے کی خوب تردید کی ہے۔

مسجد قباء عظیم الشان مسجد ہے۔ اس کے بارے قرآن نازل ہوا۔ (۹/۱۰۸) "البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔" ہم نے تفسیر ابن کثیر میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور مسلم شریف کی وہ روایت بھی بیان کی ہے جس میں ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے اور اس کا شافی جواب بھی دیا ہے۔

آبدست کی فضیلت : اور وہ حدیث بھی بیان کی ہے جو امام احمد (حسن بن محمد، ابو ادریس، د بلی) حضرت عویم بن ساعدہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس مسجد قبا میں تشریف لائے اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے "مسجد قبا" کے قصہ میں تمہاری صفائی اور طہارت کی خوب تعریف کی ہے بتاؤ یہ کون سی صفائی اور طہارت ہے۔ انہوں نے عرض کیا واللہ! یا رسول اللہ ﷺ ہمیں صفائی کا کچھ علم نہیں ہے بجز اس امر کے کہ ہمارے ہمسایہ یہود تھے وہ پاخانے کے بعد، پانی سے استنجا کیا کرتے تھے، چنانچہ ہم بھی ایسا کرنے لگے۔ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کو بیان کیا ہے کہ اور اس کے بھی شواہد موجود ہیں۔ یہ خزیمہ بن ثابت محمد بن عبداللہ بن سلام اور ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے (یونس بن حارث از ابراہیم بن ابی میمونہ از ابی ہریرةؓ) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت (۹/۱۰۸) اہل قبا کے بارے نازل ہوئی کہ وہ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے اور ان کے بارے میں یہ مذکور بالا آیت نازل ہوئی۔ امام ترمذی نے اس کو "غریب من ھذا الوجه" کہا ہے اور میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ اس میں یونس بن حارث ضعیف راوی ہے، واللہ اعلم

مسجد قبا کی فضیلت : لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم (۹/۱۰۸) سے مراد مسجد قبا ہے۔ یہ قول عبدالرزاق نے معمر از زہری از عروہ نقل کیا ہے اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے بیان کیا ہے اور یہ قول شعبی' حسن بصری' قتادہ' سعید بن جبیر' عطیہ عوفی اور عبدالرحمان بن زید بن اسلم وغیرہ سے بھی منقول ہے۔ نبی علیہ السلام اس کی زیارت کرتے تھے اور ہر ہفتہ کبھی قباء میں سوار ہو کر آتے اور کبھی پیدل اور اس میں نماز پڑھتے۔ ایک اور حدیث میں ہے "مسجد قباء میں نماز' عمرہ کے ثواب کے مساوی ہے" اور ایک حدیث میں مذکور ہے کہ "جبرائیلؑ نے نبی علیہ السلام کو مسجد قباء کے قبلہ کے رخ کو متعین کرنے کا اشارہ کیا تھا۔"

مسجد قباء پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد اسلامی عہد میں رکھی گئی بلکہ یہ ملت اسلامیہ کی پہلی "عوامی مسجد" ہے۔ "خصوصی مسجد" کی قید سے ہم نے حضرت ابوبکرؓ کی اس مسجد سے احتراز کیا ہے جو مکہ میں انہوں نے اپنے گھر کے در پر خاص اپنے لئے تعمیر کی تھی' واللہ اعلم۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے مسلمان ہونے کا واقعہ قبل ازیں "بشارات" میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے مدینہ آپ ﷺ کی آمد کا سنا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے قباء میں "صدقہ" رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا خود نہیں کھایا اور صحابہ کو کھلا دیا یہ پورا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا مسلمان ہونا : امام احمد (محمد بن جعفر' عوف' زرارہ) حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ جلدی سے آپ کی طرف دوڑے آئے اور میں بھی ان میں شامل تھا جب میں نے آپ کا رخ انور دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ دروغ گو کا چہرہ نہیں ہے۔ میں نے آپ کا یہ پہلا فرمان سنا' سلام پھیلاؤ' کھانا کھلاؤ' رات کو نماز پڑھو جب لوگ محو خواب ہوں۔ اگر تم یہ امور بجالاؤ گے' تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے عوف اعرابی از زرارہ بن ابی اوفی بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اس روایت کے مفہوم کا تقاضا ہے کہ نبی علیہ السلام کو ابن اسلام نے قباء میں ہی عمرو بن عوف کے ہاں دیکھا اور سنا' اور عبدالعزیز بن صہیب از انسؓ کی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ نبی علیہ السلام جب ابو ایوب کے گھر کے پاس تھے وہاں ابن سلامؓ آپؐ کے پاس آیا (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) ان روایات کے پیش نظر صورت حال یہ ہے کہ حضرت ابن سلامؓ نے پہلے آپ کو قبا میں دیکھا اور مدینہ آئے تو آپؐ سے بنی نجار کے محلہ میں ملاقات کی' واللہ اعلم۔

بخاری میں بروایت حضرت انسؓ مذکور ہے کہ نبی علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام نے آکر اسلام قبول کیا کہ میں شاہد ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ دین حق لے کر آئے ہیں اور یہود بخوبی جانتے ہیں کہ میں ان کا رئیس ہوں اور ان کے رئیس کا صاحبزادہ ہوں اور ان کا جید عالم ہوں اور ان کے جید عالم کا بیٹا ہوں' آپ ان کو بلا کر میرے بارے پوچھئے بشرطیکہ ان کو میرے مسلمان ہو جانے کا علم نہ ہو۔ اگر ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا تو وہ میرے خلاف بہتان تراشی کریں گے۔ چنانچہ نبی علیہ

السلام نے ان کے پاس پیغام بھیجا وہ آئے تو آپ نے ان کو تلقین کی' اے گروہ یہود! افسوس! اللہ سے ڈرو! اس اللہ کی قسم جس کے بغیر کوئی معبود نہیں' تم جانتے ہو کہ میں برحق رسول اللہ ﷺ ہوں اور میں تمہارے پاس دین حق لایا ہوں۔ انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے آپ نے یہ بات سہ بار کہی۔

پھر پوچھا عبداللہ بن سلام تمہارے ہاں کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے کہا ہمارا رئیس زادہ ہے' ہمارا جید عالم ہے اور جید عالم کا فرزند ارجمند ہے' آپ نے کہا بتاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو ---۔ انہوں نے کہا حاش للہ' پناہ بخدا' وہ مسلمان نہ ہو گا' آپ نے فرمایا اے ابن سلام! باہر آیئے' وہ باہر آیا تو اس نے کہا اے معشر یہود! اللہ سے ڈرو! واللہ! تم خوب جانتے ہو کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپ دین حق لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا تو جھوٹ بکتا ہے' چنانچہ نبی علیہ السلام نے ان کو مجلس سے نکال دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے باہر آکر شہادت حق کا اعلان کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا شریر ترین انسان ہے اور شریر باپ کا بیٹا ہے' تو ابن سلام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اسی بات کا مجھے خطرہ تھا۔

بیہقی (ابوعبداللہ الحافظ' اصم' محمد بن اسحاق صنعانی' عبداللہ بن ابی بکر' حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام اپنے باغ میں تھا کہ اس نے نبی علیہ السلام کی آمد کی خبر سنی' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ سے ۳ سوال پوچھتا ہوں ان کا جواب صرف نبی ہی جانتا ہے۔ قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے اور بہشتی لوگ پہلے کیا کھانا کھائیں گے اور کیا سبب ہے کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے۔ آپ نے فرمایا جبرائیل نے مجھے ابھی بتایا ہے' اس نے ازراہ تعجب پوچھا جبرائیلؑ نے آپ سے فرمایا؟ ہاں جبرائیل نے تو اس نے کہا' یہ فرشتہ یہود کا دشمن ہے پھر آپ نے تلاوت فرمائی "کہہ دو! جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہو' سو' اسی نے اتارا ہے وہ قرآن اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر" (۲/۹۷) آپ نے فرمایا قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور اہل جنت کی پہلی غذا مچھلی کا کلیجہ اور بچے کا حال یہ ہے جب مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آجائے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آجائے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے تو اس نے کہا میں گواہ ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں گواہ ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

یارسول اللہ! یہودی لوگ بڑے بہتان تراش ہیں اگر ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا تو قبل اس کے کہ آپ ان سے میرے بارے پوچھیں تو وہ میرے خلاف بہتان تراشیں گے' چنانچہ یہود آئے تو آپ نے پوچھا تم میں ابن سلام کیسا آدمی ہے؟ تو انہوں نے کہا ہمارا بہتر عالم ہے اور بہتر عالم کا بیٹا ہے' ہمارا رئیس ہے اور ہمارے رئیس کا بیٹا ہے' آپ نے فرمایا بتاؤ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو انہوں نے کہا' اللہ اس کو اس بات سے پناہ دے' چنانچہ عبداللہ باہر آیا اور اس نے کہا میں گواہ ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہے۔ پھر انہوں نے کہا وہ ہمارا بدترین انسان ہے اور بدترین انسان کا بیٹا ہے اور اس کے نقائص بیان کرنے لگے۔ پھر ابن سلام نے کہا یارسول اللہ! مجھ کو اسی بات کا خوف تھا۔ اس روایت کو امام بخاری نے عبد

بن حمید از عبداللہ بن ابی بکر بیان کیا ہے۔ نیز از حامد بن عمر از بشر بن مفضل بیان کیا ہے۔

محمد بن اسحاق (عبداللہ بن ابی بکر' یحییٰ بن عبداللہ) ابن سلام کے خاندان کے ایک فرد سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام جو ایک جید عالم تھا جب وہ مسلمان ہوا تو اس نے بتایا کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی آمد کا سنا اور میں آپ کی صفات و حالات کا واقف ہوا اور آپ کے زمانہ بعثت پر غور کیا جس کے ہم منتظر تھے۔ میں قباء میں اس راز کو چھپائے ہوئے خاموش تھا' حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لے آئے جب تشریف لائے تو قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں قیام فرمایا۔ ایک آدمی نے ان کی آمد کی خبر سنائی۔ میں اس وقت کھجور پر چڑھا ہوا کھجوریں توڑ رہا تھا اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث کھجور کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر اللہ اکبر کا نعرہ مارا تو میری پھوپھی نے کہا اگر تو موسیٰ بن عمران کی آمد کا سنتا تو اس سے زیادہ بلند آواز سے نعرہ نہ مارتا تو میں نے کہا اے پھوپھی' واللہ! وہ موسیٰ بن عمران کا بھائی ہے اور اس کا دین لے کر مبعوث ہوا ہے' تو اس نے کہا اے برادر زادہ کیا یہ وہی نبی ہے جس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ قرب قیامت مبعوث ہو گا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں تو اس نے کہا پس یہ وہی ہے۔

پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہوا پھر اپنے گھر واپس چلا آیا اور اہل خانہ بھی مسلمان ہو گئے اور میں نے اپنا اسلام یہود سے پوشیدہ رکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہودی قوم بہتان تراش ہے' میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اندر چھپا دیں پھر ان سے میرے بارے پوچھیں وہ آپ کو بتا دیں گے کہ میری ان میں کیا حیثیت ہے بشرطیکہ ان کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہ ہو اگر ان کو میرے مسلمان ہونے کی خبر ہو گئی تو وہ میرے نقائص بیان کریں گے۔ بعد ازاں میں نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے اسلام لانے کا اظہار کیا اور میری پھوپھی خالدہ بنت حارث بھی مسلمان ہو گئیں۔

تا حیات عداوت : یونس بن بکیر (محمد بن اسحاق' عبداللہ بن ابی بکر' گمنام محدث) صفیہ بنت حیی سے بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے چچا اور والد کو بچوں میں سے بہت پیاری تھی اور جب میں بچوں میں سے ان کی طرف خوش ہو کر دیکھتی تو وہ مجھے ہی آغوش میں لیتے جب رسول اللہ ﷺ قباء میں تشریف لائے تو میرے والد اور چچا صبح کی تاریکی میں ہی ان کے پاس گئے اور غروب آفتاب کے وقت آئے۔ جب واپس آئے تو وہ افسردہ دل' تھکے ماندے اور گرتے پڑتے آہستہ آہستہ چلتے آئے۔ میں حسب عادت ان کی طرف مسکراتی آئی' واللہ! انہوں نے میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر سے سنا وہ میرے والد کو کہہ رہے تھے کیا یہ وہی ہے' اس نے کہا ہاں! واللہ! پھر اس نے کہا کیا تو ان کی صفات اور خصائل سے ان کو جانتا ہے؟ اس نے کہا واللہ! خوب جانتا ہوں تو پھر پوچھا اب تیرے دل میں ان کے بارے کیا ہے؟ تو اس نے کہا واللہ! تا حیات عداوت۔

موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے' ابو یاسر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ سے ملاقات اور بات چیت کے بعد واپس آیا تو اس نے کہا' اے میری قوم! میری

بات مانو! اللہ نے تمہارے پاس وہ نبی بھیج دیا ہے جس کے تم منتظر تھے۔ اس کی اطاعت کرو' مخالفت نہ کرو'
پھر اس کا بھائی حیی بن اخطب نضیری جو یہود کا رئیس اور مطاع تھا رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آیا آپ
سے بات چیت کے بعد واپس آیا تو اس نے کہا واللہ! میں ایسے آدمی کے پاس سے آیا ہوں جس کا میں ہمیشہ
دشمن رہوں گا۔ یہ سن کر اس کے بھائی ابو یاسر نے کہا' اے میرے پیارے بھائی! میری یہ ایک بات مان لو'
بعد ازیں میری جیسے چاہو' مخالفت کرو' تم تباہ و برباد نہ ہو گے' تو اس نے کہا' واللہ! میں تیری بات کبھی نہ تسلیم
کروں گا' اس پر شیطان کا تسلط ہو گیا اور قوم اس کی رائے کے تابع ہو گئی۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ ابو یاسر کے انجام کا تو مجھے کوئی علم نہیں باقی رہا حیی بن اخطب' صفیہ ام
المومنینؓ کا والد' اس کے دل میں نبی علیہ السلام اور صحابہؓ کی عداوت رچ بس گئی تھی یہ ملعون اسی عداوت
میں جلتا تھا حتیٰ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے باندھ کر قتل کر دیا گیا جس روز آپ نے بنی **قریظہ** کے
جوانوں کو قتل کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ قباء سے اپنی ناقہ قصوا پر روانہ ہوئے' یہ جمعہ کا روز تھا آپ کو بنی سالم
بن عوف کے محلہ میں جمعہ کا وقت آگیا آپ نے مسلمانوں کو وہاں "وادی رانوناء" میں جمعہ پڑھایا' یہ مدینہ
میں یا مطلقاً رسول اللہ ﷺ نے پہلا جمعہ پڑھایا' واللہ اعلم' کیونکہ آپؐ اور صحابہ کو مکہ میں اجتماع پر قدرت نہ
تھی کہ وہ نماز جمعہ خطبہ اور اذان کے ساتھ پڑھا سکیں' غلبہ کفار کی وجہ سے اور ان کی اذیت و تکلیف کی وجہ
سے۔

ابن جریر (یونس بن عبدالاعلیٰ' ابن وھب) سعید بن عبدالرحمان جمحی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
ﷺ نے بنی سالم میں جو پہلا جمعہ پڑھایا اس میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

((الحمد لله أحمده وأستعينه، وأستغفره وأستهديه، وأؤمن به ولا أكفره،
وأعادي من يكفره وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له، وأن محمدا عبده
ورسوله أرسله بالهدى ودين الحق والنور والموعظة على فترة من الرسل، وقلة من
العلم، وضلالة من الناس، وانقطاع من الزمان، ودنو من الساعة، وقرب من
الأجل. من يطع الله ورسوله فقد رشد، ومن يعصهما فقد غوى وفرط وضل
ضلالا بعيدا، وأوصيكم بتقوى الله فانه خير ما أوصى به المسلم المسلم أن يحضه
على الآخرة، وأن يأمره بتقوى الله. فاحذروا ما حذركم الله من نفسه، ولا
أفضل من ذلك نصيحة، ولا أفضل من ذلك ذكرى، وأنه تقوى لمن عمل به على
وجل ومخافة، وعون صدق على ماتبتغون من أمر الآخرة، ومن يصلح الذي بينه
وبين الله من أمر السر والعلانية لاينوي بذلك إلا وجه الله يكن له ذكرا في
عاجل أمره وذخرا فيما بعد الموت حين يفتقر المرء إلى ماقدم، وما كان من سوى
ذلك يود لو أن بينه وبينه أمدا بعيدا، ويحذركم الله نفسه والله رؤف بالعباد،
والذي صدق قوله، وأنجز وعده، لاخلف لذلك فانه يقول تعالى (ما يبدل القول
لدي وما أنا بظلام للعبيد) واتقوا الله في عاجل أمركم وآجله في السر والعلانية

فانه (من يتق الله يكفر عنه سيئاته ويعظم له اجرا) (ومن يتق الله فقد فاز فوزا عظيما) وإن تقوى الله توقي مقته، وتوقي عقوبته، وتوقي سخطه. وإن تقوى الله تبيض الوجه، وترضي الرب، وترفع الدرجة. خذوا بحظكم ولا تفرطوا في جنب الله قد علمكم الله كتابه، ونهج لكم سبيله ليعلم الذين صدقوا ويعلم الكاذبين فاحسنوا كما احسن الله اليكم، وعادوا اعداءه وجاهدوا في الله حق جهاده هو اجتباكم وسماكم المسلمين ليهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة ولا قوة إلا بالله. فاكثروا ذكر الله واعملوا لما بعد الموت فانه من اصلح مابينه وبين الله يكفه مابينه وبين الناس ذلك بان الله يقضي على الناس ولا يقضون عليه، ويملك من الناس ولا يملكون منه. الله اكبر ولا قوة إلا بالله العلي العظيم)) هكذا اوردها ابن جرير في السند ارسال.

حمد و ستائش اللہ کے لئے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد و بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں' میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں' وہ یکتا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اسی نے محمدؐ کو ہدایت' نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے جبکہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا پر نہ آیا۔ علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی' اسے آخری زمانے میں قیامت کے قریب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا' جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے' وہی راہ یاب ہے اور جس نے اس کا حکم نہ مانا' وہ بھٹک گیا۔ درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے۔

مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں' بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے یہ ہے کہ اسے آخرت کے لیے آمادہ کرے' اور اللہ سے تقویٰ کے لئے کہے' لوگو! جن باتوں سے اللہ نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے' ان سے بچتے رہو' اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ یاد رکھو! کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کے لیے جو اللہ سے ڈر کر کام کر رہا ہے' تقویٰ بہترین مدد ثابت ہو گا اور جب کوئی شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر میں درست کرے گا اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہو گی تو ایسا کرنا اس کے لیے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد (جب انسان کو اعمال کی ضرورت و قدر معلوم ہو گی) ذخیرہ بن جائے گا۔ لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (تو اس کا ذکر اس آیت میں ہے) "انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔" اور جس شخص نے اللہ کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کی بابت یہ ارشاد الٰہی موجود ہے۔ "ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔"

مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو! کیونکہ تقویٰ والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہنچ

جائیں گے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری' عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں' پروردگار کو خوشنود اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔

مسلمانو! حظ اٹھاؤ' مگر حقوق الٰہی میں فروگزاشت نہ کرو۔ اللہ نے اسی لیے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا رستہ دکھایا ہے کہ راست بازوں اور کاذبوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ لوگو! اللہ نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو اللہ کے دشمن ہیں' انہیں دشمن سمجھو اور اللہ کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونے والا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو اور زندگی پانے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔

لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کے لیے عمل کرو' کیونکہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملہ کو درست کر لیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملہ کو درست کر لیتا ہے۔ ہاں! اللہ بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ اللہ بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر کچھ اختیار نہیں ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور ہم کو (نیکی کرنے کی) طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔

مدینہ میں آمد کے وقت رسول اللہ ﷺ کا پہلا خطبہ : بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابو العباس' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' ابن اسحاق' مغیرہ' عثمان بن محمد بن عثمان اور اخنس بن شریق) ابو سلمہ بن عبدالرحمان بن عوف سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں پہلا خطبہ ارشاد فرمایا' آپؐ نے صحابہؓ میں کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا' امابعد! اے لوگو! اپنی ذات کے لئے نیک اعمال آگے بھیجو' واللہ! تمہیں خوب معلوم ہو جائے گا' تم میں سے ہر ایک بے ہوش ہو جائے گا اور اپنی بکریوں کے ریوڑ کو چرواہے کے بغیر چھوڑ جائے گا۔ پھر اس سے اللہ تعالیٰ بغیر کسی ترجمان اور دربان کے پوچھے گا--- کیا تیرے پاس میرا پیغمبر نہ آیا تھا' میں نے تجھے مال و دولت عطا کیا' اور تجھ پر فضل و کرم کیا' تو نے اپنی ذات کے لئے آگے کیا بھیجا؟ پھر وہ دائیں بائیں دیکھے گا کوئی نیک عمل نظر نہ آئے گا پھر اس کو اپنے سامنے سوائے جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا۔ جو شخص اپنی ذات کو آدھی کھجور بھی صدقہ کر کے جہنم سے بچا سکتا ہے وہ آدھی کھجور ہی صدقہ کر لے اور جس کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو وہ اچھی بات ہی کرے۔ بے شک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو تک ملتا ہے' السلام علیکم وعلی رسول اللہ ورحمتہ اللہ وبرکاتہ --- رسول اللہ ﷺ نے دوسرا خطبہ دیا۔ ((أن الحمد لله أحمده واستعينه، نعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا. من يهده الله فلا مضل له: ومن يضلل فلا هادي له. واشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له))

سب سے بہتر کلام' کلام اللہ ہے۔ کامیاب ہے وہ شخص جس کے دل میں' اللہ نے اس کو مزین کر دیا اور اس کو کفر کے بعد' اسلام نصیب کیا اور اس کے سوا' لوگوں کی باتوں سے' اس کو بے نیاز کر دیا ہے۔ بے شک قرآن' بہترین کلام ہے اور سب سے فصیح و بلیغ ہے۔ جو اللہ سے دوستی رکھے تو اس کو دوست رکھو' اللہ

تعالیٰ سے دل کے تمام گوشوں سے محبت کرو' اللہ کے کلام اور اس کے ذکر سے مت اکتاؤ' تمہارے دل اس سے سخت نہ ہوں گے۔ **ومن یختار اللّٰہ ویصطفی فقد سماہ خیرتہ من الاعمال وخیرتہ من العباد والصالح من الحدیث ومن کل ما اوتی الناس من الحلال والحرام** اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ (۳/۱۰۲) جو تم اپنی زبان سے صحیح کہتے ہو' اس پر عمل کر کے' اللہ کے سامنے صداقت کا اظہار کرو' آپس میں تم اللہ کی مہربانی سے محبت کرو' اللہ کا عہد توڑا جائے تو اللہ ناراض ہوتا ہے' والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ یہ سند بھی مرسل ہے' اگرچہ اس حدیث کے الفاظ پہلی سے مختلف ہیں مگر یہ پہلی روایت کی مؤید ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر اور ابو ایوب کے مکان پر قیام : ابو ایوب کے مکان پر رہائش کی مدت میں اختلاف ہے۔ بقول واقدی سات ماہ اور بعض نے ایک ماہ سے بھی کم مدت بتائی ہے' واللہ اعلم۔

امام بخاری (اسحاق بن منصور' عبدالصمد' ابوہ' ابوالتیاح یزید بن حمید ضبعی) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ مدینے کے عوالی میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں فروکش ہوئے اور وہاں چودہ رات قیام کیا پھر بنی نجار کو پیغام بھیجا وہ اسلحہ سے سج دھج کر آئے۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ گویا میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ سواری پر سوار ہیں اور حضرت ابوبکرؓ آپ کے ردیف میں اور بنی نجار کے لوگ آپ کے گرد و پیش ہیں حتیٰ کہ آپ ابو ایوبؓ کے صحن میں تشریف لے آئے۔ جہاں نماز کا وقت آیا' نماز پڑھ لی' بکریوں کے باڑوں میں بھی نماز پڑھ لیتے پھر آپ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا اور بنی نجار کو پیغام ارسال کیا وہ آئے تو آپ نے فرمایا اس جگہ کی قیمت طے کر لو' انہوں نے عرض کیا واللہ! یارسول اللہ ﷺ ہم اس کا ثمن اور اجر صرف اللہ کی رضا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا' اس میں وہی بات ہے جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ قیمت لے لو۔

اس میں مشرکین کی قبریں تھیں۔ اس میں کھنڈرات تھے اور کھجور کے درخت بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قبریں اکھاڑ دی گئیں۔ نشیب و فراز ہموار کر دیئے گئے اور کھجور کے درخت کاٹ دیئے گئے۔ کھجور کے درختوں کو قبلہ جانب رکھ دیا اور دروازے کے دونوں بازو اور ستون پتھر کے بنا دیئے۔ وہ تعمیر کے لئے پتھر لا رہے تھے اور شعر پڑھتے جا رہے تھے' رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ **اللّٰھم انہ لا خیر الا خیر الاخرۃ فانصر الانصار والمھاجرہ** جو کچھ فائدہ کہ ہے وہ آخرت کا ہے فائدہ۔ کر مدد انصار اور پردیسیوں کی اے اللہ)

اس روایت کو امام بخاری نے متعدد مقامات پر درج کیا ہے اور امام مسلم نے عبدالصمد کے والد اور عبدالوارث بن سعید سے بیان کیا۔ صحیح بخاری میں زہری از عروہ مروی ہے کہ مسجد نبویؐ کی جگہ' سہل اور سہیل دو یتیموں کا' جو اسعد بن زرارہ کے زیر پرورش تھے' مربد اور کھجور کے سکھانے کا مقام تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان سے قیمت پوچھی تو انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہبہ کرتے ہیں' آپ نے ہبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا' حتیٰ کہ ان سے یہ جگہ خرید لی۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ہمراہ مٹی اٹھا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

ھذا الحمال لا حمال خیبر ھذا أبر ربنا وأطھر
لاھم إن الأجر أجر الآخرۃ فارحم الانصار والمھاجرہ

اسعدؓ نے تبادلہ کر لیا : موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ اسعد بن زرارہ نے ان یتیموں کو اس کے عوض بیاضہ میں اپنا نخلستان دے دیا تھا۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ سہل اور سہیل دونوں یتیم معاذ بن عفراء کے زیر پرورش تھے۔

عریش موسیٰؑ : بیہقی (ابوبکر بن ابی الدنیا' حسن بن حماد ضبی' عبدالرحیم بن سلیمان' اسماعیل بن مسلم) حضرت حسن بصریؒ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مسجد تعمیر کی تو صحابہ بھی آپ کے ہمراہ شامل تھے۔ آپ خود ان کے ہمراہ اینٹیں اٹھا رہے تھے یہاں تک کہ آپ کا سینہ مبارک غبار آلود ہو گیا اور آپ نے فرمایا اس کو چھپر بنا دو موسیٰؑ کے چھپر کی طرح۔ میں نے حسن بصری سے پوچھا' عریش موسیٰ کیا ہے؟ تو اس نے کہا جب ہاتھوں کو اٹھائے تو چھت تک پہنچ جائے۔ (یہ روایت مرسل ہے)

حماد بن سلمہ (ابوسنان' یعلی بن شداد) حضرت عبادہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس انصار کے مال و دولت اکٹھا کر کے لائے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ کب تک ہم اس چھپر کے نیچے نماز پڑھتے رہیں گے آپ اس مال سے مسجد تعمیر کریں اور اس کی زیبائش و آرائش کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اپنے بھائی موسیٰؑ سے بے رغبتی اور نفرت نہیں ہے۔ یہ چھپر ہے موسیٰؑ کے چھپر ایسا' یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

مسجد نبوی کی پہلی حالت اور وسعت : ابوداؤد' حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں مسجد کے ستون کھجور کے درخت کے تھے اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں اور ڈالیوں کی تھی پھر یہ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں خراب ہو گئی تو آپؓ نے حسب سابق کھجور کے ستون اور اس کی ڈالیوں سے اس کی مرمت کر دی۔ پھر خلافت عثمانی میں اس کی حالت خستہ ہو گئی تو اسے اینٹوں سے تعمیر کر دیا اور یہ اب تک قائم ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

امام ابوداؤد (مجاہد بن موسیٰ' یعقوب بن ابراہیم' ابوہ' ابو صالح' نافع) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں مسجد نبوی اینٹوں سے تعمیر تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے درخت کے تھے' حضرت ابوبکرؓ نے اس میں تبدیلی نہیں کی اور حضرت عمرؓ نے اس میں اینٹ اور نئی شاخوں اور نئے ستونوں کا اضافہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کی تعمیر شدہ بنیادوں پر اس کی تعمیر کی' حضرت عثمانؓ نے اس میں تبدیلی کی اور اس کے رقبہ میں کافی اضافہ کیا اور اس کی دیواریں نفیس پتھروں اور چونے سے تعمیر کیں اور اس کے ستون رنگ برنگ پتھروں کے تھے اور چھت بھی ساج کی تھی۔

مسجد نبوی میں اضافہ : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے حدیث رسول ـــ جو شخص اللہ کی رضا جوئی کی خاطر مسجد بنائے اگرچہ وہ مرغ سنگ خوار کے انڈہ دینے کے گڑھا کے موافق ہو' اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا ـــ ان کی تائید

کی اور بعد ازیں انھوں نے اس میں کوئی تغیر نہیں کیا۔ اس عمل سے اہل علم اس قول (حکم الزیاد حکم المزید) کہ اضافہ کا حکم مضاف الیہ کا' اور مزید فیہ کا حکم ہوتا ہے ہر دلیل لاتے ہیں چنانچہ یہ اضافہ بھی نماز کے زیادہ ثواب وغیرہ کا مستوجب ہو گا۔ ولید بن عبدالملک بانی جامع دمشق کے عہد حکومت میں اس میں مزید اضافہ کیا گیا اور اس اضافہ کے نگران تھے' عمر بن عبدالعزیز جو ولید کی جانب سے مدینہ کے حاکم اعلیٰ تھے۔ آپؒ نے اس میں نبی علیہ السلام کے جملہ رہائشی مکانات شامل کر دیئے' بعد ازیں اس میں بیشتر اضافے ہوئے اور قبلہ رخ بھی اضافہ کیا گیا یہاں تک کہ روضہ مبارک اور منبر شریف' اگلی صفوں کے پشت میں واقع ہو گیا جیسا کہ آج کل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا خود کام کرنا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوایوبؓ کے مکان پر تشریف فرما رہے یہاں تک مسجد نبوی اور رہائشی مکانات کی تعمیر ہو گئی' تعمیر میں رسول اللہ ﷺ بھی کام کرتے رہے' مسلمانوں کو رغبت دلانے اور کام پر آمادہ کرنے کے لئے' چنانچہ اس میں مہاجر اور انصار سب نے پوری دل جمعی سے کام انجام دیا کسی مسلمان نے کہا۔

لئن قعدنا والنبی یعمل لذاك منا العمل المضلل

(واللہ! اگر ہم آرام سے بیٹھ رہیں اور نبیؐ کام میں مشغول ہوں تو یہ ہمارا غلط رویہ ہو گا)

نبی علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ سب کام کرتے تھے اور یہ گنگناتے تھے۔

لا عیش إلا عیش الآخرہ اللھم ارحم الانصار والمھاجرہ

(قابل اعتماد زندگی بس آخرت کی زندگی ہے۔ یااللہ انصار اور مہاجرین پر رحم و کرم فرما)

حضرت عمار بن یاسرؓ : حضرت عمار بن یاسرؓ آئے اور حاضرین نے ان پر اینٹیں لاد دیں' انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! انھوں نے مجھے مار ڈالا' خود نہیں اٹھاتے مجھ پر زیادہ اینٹیں لاد دیتے ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے دست مبارک سے اس کے بال صاف کر رہے ہیں۔ (اس کے بال گھنگریالے تھے) اور آپؐ فرما رہے تھے افسوس اے ابن سعید! وہ تیرے قاتل نہیں ہیں' تیرا قاتل تو ایک باغی گروہ ہے۔ اس سند سے یہ روایت منقطع ہے۔ بلکہ مفصل ہے' محمد بن اسحاق اور حضرت ام سلمہؓ کا درمیانی رابطہ غائب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے متصل سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (شعبہ' خالد حذاء' سعید اور حسن بصری پسران ابی الحسن بصری' اپنی والدہ خیرہ کنیز ام سلمہ سے) ام سلمہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی' نیز امام مسلم نے اس کو (ابن عطیہ ابن عون' حسن بصری' بصری خود) حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسر کو مخاطب کر کے فرمایا در آں حالانکہ وہ اینٹیں اٹھا رہا تھا۔

"ویح لک یا ابن سمیة اتقتلک الفئة الباغیة"

عبدالرزاق (معمر' حسن بصری' والدہ خود) حضرت ام سلمہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مسجد کی تعمیر میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سب شامل تھے۔ ہر کوئی ایک ایک پتھر اٹھا رہا تھا اور عمار دو پتھر اٹھا رہا تھا' ایک اپنا اور

ایک رسول اللہ ﷺ کا رسول اللہ ﷺ نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا' اے ابن سمیہ! لوگوں کے لئے ایک اجر اور تیرا اجر دوہرا ہے۔ تیری آخری غذا دودھ ہے اور تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔ یہ سند صحیحین کی شرط کی حامل ہے۔ بیہقی وغیرہ نے متعدد راویوں کے ذریعہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے بیان کیا ہے کہ ہم مسجد نبوی کی تعمیر میں ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور عمارؓ دو دو' رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ کر اس کے جسم سے مٹی صاف کرنے لگے اور فرما رہے تھے عمار! افسوس! اسے باغی جماعت قتل کرے گی وہ ان کو جنت کی دعوت دے رہا ہے اور وہ لوگ اس کو "نار" کی طرف بلا رہے ہیں' یہ سن کر عمار نے کہا "اعوذ باللہ من الفتن" لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو (مسدد از عبدالعزیز بن مختار از خالد) نیز (ابراہیم بن موسیٰ از عبدالوھاب ثقفی از خالد حذاء)) بیان کیا ہے مگر "تقتلک الفئة الباغیه" جملہ نقل نہیں کیا۔

دقیق فرق : بیہقی کا بیان ہے کہ امام بخاری نے مذکور بالا فقرہ اسی وجہ سے بیان نہیں کیا کہ امام مسلم نے اس روایت کو (از ابی نضرہ از ابو سعید خدریؓ از خود سے بہتر راوی) بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمارؓ کو کہا جب وہ خندق کھود رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس کے سر سے مٹی صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے ہائے عمار کی مصیبت! اس کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ نیز اس روایت کو امام مسلم نے (شعبہ از ابو مسلم از ابو نضرہ از ابو سعید خدریؓ از ابو قتادہ۔ جو مجھ سے بہتر صحابی راوی ہے) کہ رسول اللہ ﷺ نے عمار بن یاسرؓ کو فرمایا ابن سمیہ! ہائے تیری جانکاہ مصیبت! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔

ابوداؤد طیالسی (وہیب' داؤد بن ابی ہند' ابو نضرہ) حضرت ابو سعید خدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خندق کھودنے کا حکم دیا تو لوگ ایک ایک پتھر اٹھا رہے تھے اور عمار بیماری کے باوصف دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ مجھے کسی رفیق نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے سر سے مٹی صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے' اے ابن سمیہ! تیری جانکاہ مصیبت باغی گروہ تجھے قتل کرے گا۔ حافظ بیہقی کا بیان ہے کہ ابو سعید خدریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے جو براہ راست سنا تھا اور جو اس نے کسی کی معرفت سنا تھا اس میں اس نے فرق بیان کیا ہے اور اس میں خندق کا ذکر غلطی اور وہم پر مبنی ہے' یا ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی تعمیر اور خندق کی کھدائی دونوں مقامات پر فرمایا ہو' واللہ اعلم۔

بقول امام ابن کثیر' خندق کی کھدائی کے دوران اینٹ اٹھانے پر اس کو چسپاں کرنا بے معنی ہے۔ بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی کو اشتباہ لاحق ہوا ہے' واللہ اعلم۔

معجزہ اور اس کی عمدہ توجیہ : یہ حدیث معجزات میں سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمار کے بارے پیش گوئی فرمائی کہ اس کو باغی گروہ قتل کرے گا اس کو جنگ صفین میں اہل شام نے قتل کیا تھا اور حضرت عمارؓ حضرت علیؓ کے ہمراہ عراقیوں میں شامل تھے۔ حضرت علیؓ کا حضرت امیر معاویہؓ سے حق فائق تھا ان کو "باغی" کہنے سے' ان کی تکفیر لازم نہیں آتی جیسا کہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے شیعہ وغیرہ کا خیال ہے کہ وہ باغی تھے مگر وہ جنگ میں اجتہاد کی بنا پر شریک ہوئے تھے۔ ہر مجتہد صواب اور حق پر نہیں ہوتا بلکہ جو صواب اور حق پر ثابت ہوا اسے دوہرا اجر ہے اور خطاکار بھی ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے اور جس راوی نے اس

حدیث میں (لا انا لها الله شفاعتی یوم القیامه) "اس کو بروز قیامت اللہ میری سفارش سے محروم رکھے گا" کا اضافہ کیا ہے۔ اس نے یہ اضافہ بیان کر کے اللہ کے رسول ﷺ پر افترا کیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا نہیں کہ یہ مقبول سند سے منقول نہیں' واللہ اعلم۔

باقی رہا یدعوهم الی الجنة ویدعون الی النار) کا مفہوم یہ ہے کہ عمار اور اس کے رفقاء اہل شام کو الفت و محبت اور اتفاق و اتحاد کی طرف بلاتے تھے اور اہل شام اپنے سے فائق اور برتر کو محروم کر کے خلافت پر متمکن ہونا چاہتے تھے اور افراتفری پیدا کرنا چاہتے تھے کہ ہر علاقہ پر ایک مستقل امام اور حکمران ہو۔ یہ اختلاف امت اور انتشار و خلفشار پر منتج ہے' گو ان کا یہ ارادہ نہ تھا لیکن یہ ان کے فعل اور جنگ جوئی کا لازمی نتیجہ ہے' واللہ اعلم۔ (برمحل ہم اس کو مفصل بیان کریں گے)

خلفاء کے بارے پیش گوئی : دلائل میں بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابوبکر بن اسحاق' عبید بن شریک' نعیم بن حماد' عبداللہ بن مبارک' حشرج بن نباتہ' سعید بن جمہان) سفینہ مولائے رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ پتھر لائے اور اس کو رکھ دیا پھر حضرت عمرؓ نے پتھر لا کر رکھ دیا پھر حضرت عثمانؓ نے پتھر لا کر رکھ دیا تو آپ نے فرمایا "یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے" بیہقی (یحییٰ بن عبدالحمید حمانی' حشرج' سعید) سفینہ سے بیان کرتے ہیں کہ تعمیر مسجد کے وقت رسول اللہ ﷺ نے سنگ بنیاد رکھا پھر فرمایا کہ ابوبکر میرے پتھر کے ساتھ پتھر رکھے پھر عمرؓ اس کے برابر پتھر رکھے پھر عثمانؓ اس کے متصل پتھر رکھے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ یہ حدیث اس سیاق سے غریب ہے۔

معروف روایت وہ ہے جو امام احمد (ابو النضر' حشرج بن نباتہ عبسی یا اشجعی --- اور پھر زید بن خباب عبدالصمد از حماد بن سلمہ --- اور یہ دونوں سعید بن جمہان) سفینہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خلافت کا عرصہ تیس سال ہے' بعد ازاں حکومت و سلطنت ہو گی۔ پھر سفینہ نے اس کی تشریح کی کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت دو سال اور حضرت عمرؓ کی خلافت دس سال اور حضرت عثمان کی خلافت ۱۲ سال کی اور حضرت علیؓ کی مدت خلافت چھ سال۔ ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے متعدد طرق سے سعید بن جمہان سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور ہم صرف اس سے ہی اس حدیث کو جانتے ہیں اور اس کے الفاظ ہیں (الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم یکون ملکا عضوضا) پھر باقی مفہوم بھی بیان کیا ہے۔

منبر کا رونا : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ "مسجد نبوی" میں ابتداء میں منبر نہ تھا بلکہ نبی علیہ السلام کھجور کے ایک ستون اور مڈھ سے سہارا لگا کر خطبہ دیتے تھے' جو آپ کے "مصلیٰ" جائے نماز کے قریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کیلئے منبر تیار کر دیا گیا تو آپ اس کو چھوڑ کر منبر کی طرف خطبہ کے لئے بڑھے تو وہ رو پڑا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خطبات قریب سے سنا کرتا تھا۔ پھر نبیؐ نے اس کو گود میں لے کر تسلی دی یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا جیسا کہ بچہ کو رونے سے تسلی دی جاتی ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ متعدد طرق سے سہل بن سعد ساعدیؓ' جابرؓ' عبداللہؓ بن عمرؓ' عبداللہؓ بن عباسؓ' انس بن مالکؓ اور ام سلمہؓ سے بیان ہو گی۔

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرنے کے بعد کیا اچھا کہا' اے مسلمانوں کی جماعت!

ایک لکڑی رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کے اشتیاق میں رو رہی ہے تو کیا وہ لوگ جو آپؐ کے دیدار کے امیدوار ہیں وہ آپ کے دیدار کے اشتیاق میں اس سے زیادہ رونے کے مستحق نہیں۔

مسجد نبوی کے فضائل : امام احمد (یحیٰی بن انیس بن ابی یحیٰی' انیس' ابوہ) ابوسعید خدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ "**المسجد الذی اسس علی التقوی**" کے بارے میں خدری اور عمرو کا اختلاف ہوا' خدری نے کہا اس سے مراد "مسجد نبوی" ہے اور عمرو نے کہا اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد مسجد نبوی ہے اور مسجد قباء کی بھی بہت فضیلت ہے۔ اس روایت کو امام ترمذی نے (**قتیبہ از حاتم بن اسماعیل از انیس بن ابی یحیٰی اسلمی**) بیان کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

امام احمد (اسحاق بن عیسیٰ' لیث بن سعد' امام ترمذی اور نسائی **قتیبہ** کی معرفت لیث سے --- عمران بن ابی انس' عبدالرحمان بن ابی سعید) ابوسعید خدری سے بیان کرتے ہیں کہ (**المسجد الذی اسس علی التقوی**) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا تھا تو اس نے بتایا کہ میرے والد نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے (**المسجد الذی اسس علی التقوی**) کے بارے سوال کیا تو آپ نے کنکریوں کی مٹھی زمین پر مار کر فرمایا وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔ امام احمد (وکیع' ربیعہ بن عثمان تیمی' عمران بن ابی انس) سہل بن سعدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں (**المسجد الذی اسس علی التقوی**) (۹/۱۰۸) کے بارے دو آدمیوں کا اختلاف ہوا' ایک نے کہا اس سے مراد مسجد نبوی ہے دوسرے نے کہا مسجد قباء ہے۔ پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ امام احمد (ابونعیم' عبداللہ بن عامر اسلمی' عمران بن ابی انس' سہل بن سعد) حضرت ابی بن کعبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا (**المسجد الذی اسس علی التقوی**) (۹/۱۰۸) سے مراد مسجد نبوی ہے۔

دو ٹوک بات : یہ متعدد اسناد ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ علم قطعی کے مفاد کی حامل ہوں کہ اس آیت (۱۰۸/ ۹) سے مراد مسجد نبوی ہو۔ حضرت عمرؓ' حضرت ابن عمرؓ' حضرت زید بن ثابت' حضرت سعید بن مسیب کا یہی مسلک ہے اور اس کو ابن جریر نے "مختار قول" کہا ہے۔ اور دوسرے فریق کا خیال ہے کہ اس آیت (۱۰۸/ ۹) کا مسجد قباء کے بارے شان نزول (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) اور ان مذکور بالا احادیث میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں کیونکہ مسجد نبوی ان صفات کی زیادہ مستحق ہے کہ مسجد نبوی کا شمار ان تین مساجد میں ہے جن کے بارے شد رحال کی روایت مروی ہے جو متفق علیہ ہے اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ نیز مسلم شریف میں ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے کہ ماسوائے تین مساجد کے کسی مسجد کی طرف شد رحال اور عزم سفر نہ ہو' مسجد نبوی' بیت اللہ اور بیت المقدس کے۔ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' مسجد نبوی میں نماز پڑھنا ہزار نماز سے بھی افضل ہے' سوائے بیت اللہ کے۔ مسند احمد میں عمدہ سند کے ساتھ ایک عمدہ اضافہ ہے کہ **فان ذلک افضل**' کہ بیت اللہ میں اس سے بھی بہتر ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میرے گھر اور منبر کا درمیانی قطعہ اراضی جنت کے باغات میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر (بروز قیامت) میرے حوض کوثر پر رکھا ہوا ہوگا۔ مسجد نبوی کے فضائل و محاسن میں بیشتر احادیث مروی ہیں وہ ہم کتاب الاحکام الکبیر کے باب مناسک میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

امام مالک اور ان کے ہم نوا لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ مسجد نبوی' بیت اللہ سے افضل ہے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر ہے اور وہ محمد ﷺ کی' اور یہ بات واضح ہے کہ محمد ﷺ ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں مگر جمہور کا مسلک اس کے خلاف ہے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ مسجد حرام افضل ہے کیونکہ وہ مکہ میں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین و زمان کی تخلیق کے روز ہی محترم قرار دے دیا تھا نیز اس کو ابراہیم علیہ السلام اور محمد ﷺ نے حرم قرار دیا' لہٰذا اس میں وہ صفات و نعوت موجود ہیں جو کسی اور مسجد میں موجود نہیں' اور اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کا اور مقام ہے' وباللہ المستعان۔

رہائشی مکانات : مسجد نبوی کے ارد گرد' آپ کے رہائشی مکانات تعمیر کرائے گئے ان مکانات کی چھتیں نیچی تھیں اور صحن بھی قریب قریب ہی تھے۔ حسن بصری اپنی والدہ "خیرہ" ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیز کے پاس ہوتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نبی علیہ السلام کے مکانات کی چھتوں کو اپنے ہاتھ سے چھو لیتا تھا بقول امام ابن کثیر حسن بصری رحمہ اللہ' سرخ و سفید' فربہ اور دراز قد تھے۔ الروض الانف ص ۱۳ ج ۲ میں سہیلی کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام کے مکانات نو تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے مکانات : ان کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی دیواریں کھجور کی شاخوں کی تھیں ان پر مٹی سے لپائی ہوئی تھی بعض دیواریں پتھر کی بھی تھیں بقول حسن بصری آپ کے مکانات میں اونی چادروں کے پردے تھے جو عرعر درخت کی لکڑیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ تاریخ بخاری میں ہے کہ آپ کا دروازہ ناخنوں سے کھٹکھٹایا جاتا تھا تو معلوم ہوا کہ دروازوں پر کپڑے نہ تھے اور یہ تمام مکانات' ازواج مطہرات امہات المومنین کی وفات کے بعد' مسجد نبوی میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ واقدی اور ابن جریر وغیرہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن اریقط مکہ کی طرف روانہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید بن حارثہ اور ابو رافع غلامان رسول کو اس کے ہمراہ بھیجا اور ان کو دو سواریوں کے علاوہ ایک سواری کی قیمت پانچ سو درہم بھی دی کہ وہ فدیہ سے ایک اور سواری خرید لیں کہ مکہ مکرمہ میں ان کے اہل و عیال کو لے آئیں۔

عائشہ اور ام رومان کی سواری کا بھاگنا : چنانچہ وہ مکہ پہنچے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دختران رسول علیہ السلام حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہؓ ازواج رسول (علیہ السلام) ام رومان والدہ عائشہؓ اور آل ابی بکر کو عبداللہ ابی بکر کی رفاقت میں لے کر روانہ ہو گئے' اثنا راہ میں حضرت عائشہؓ اور ان کی والدہ ام رومان کا اونٹ بے قابو ہو کر بھاگ کھڑا ہوا ام رومان کہنے لگیں ہائے دلھن! ہائے بیٹی!

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے غائبانہ آواز سنی کہ مہار ڈھیلی چھوڑ دو' میں نے مہار ڈھیلی چھوڑی تو وہ سواری باذن الٰہی رک گئی اور اللہ نے صحیح سلامت رکھا' چنانچہ یہ لوگ آئے اور سنح مقام پر مقیم ہو گئے

پھر رسول اللہ ﷺ نے آٹھ ماہ بعد حضرت عائشہؓ سے شادی کی۔ ان کے ہمراہ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ بھی مدینہ چلی آئیں' اس وقت عبداللہ بن زبیر شکم مادر میں تھے اور وضع حمل کا وقت قریب تھا۔

مدینہ کے وبائی امراض میں مہاجرین کا مبتلا ہونا : امام بخاری حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ بخار میں مبتلا ہو گئے میں نے مزاج پرسی کی ابا جان کیسی طبیعت ہے اور بلالؓ سے بھی طبیعت کا حال پوچھا حضرت ابوبکر کو جب بخار تیز ہوتا تو کہتے۔

كل امرئ مصبح في أهله والموت أدنى من شراك نعله

(آدمی خیریت سے اپنے گھر میں صبح کرتا ہے موت اس کے جوتی کے تسمے سے ہے نزدیک تر)

اور بلال کا جب بخار اتر جاتا تو وہ بلند آواز سے یہ اشعار کہتا۔

ألا ليت شعري هل أبيتن ليلة بواد وحولي اذخر وجليل

وهل أردن يوما مياه مجنة وهل يبدون لي شامة وطفيل

(کاش میں پھر مکہ وادی میں رہوں ایک رات' سب طرف مرے آگے ہوں وہاں جلیل اور اذخر' نبات اور پیوں پانی مجنہ کے جو ہیں (آب برات) کاش پھر دیکھوں میں شامہ پھر دیکھوں طفیل)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ ﷺ نے دعا کی یا اللہ ہمیں مدینہ کی ایسی محبت دے جیسی مکہ کی محبت ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب و ہوا درست فرما اور اس کے صاع اور مد دونوں پیانوں میں برکت کر دے اور یہاں کا بخار جحفہ میں منتقل کر دے اس روایت کو امام مسلم نے ابوبکر بن ابی شیبہ از ہشام مختصر بیان کیا ہے بخاری کی روایت میں (ابی سلمہ از ہشام بن عروہ از ابوہ از عائشہؓ) مروی ہے اس میں شعر بلال کے بعد یہ اضافہ ہے۔ یا اللہ! عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت بھیج جیسے انہوں نے ہمیں وبائی امراض کے علاقہ میں جلا وطن کیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی' یا اللہ! ہمیں مدینہ ایسا محبوب کر دے جیسا مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ' یا اللہ! ہمارے لیے اس کے صاع اور مد میں برکت فرما دے اور اس کو ہمارے لیے صحت افزا مقام بنا دے اور اس کے بخار کو جحفہ میں منتقل کر دے۔ (وادی بطحان میں معمولی سا پانی تھا' بد مزہ بد رنگ)

زیاد (محمد بن اسحاق' ہشام بن عروہ اور عمر بن عبداللہ بن عروہ بن زبیر) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت یہ وبائی امراض کا علاقہ تھا صحابہ کرام اس کی وجہ سے تکلیف اور بیماری میں مبتلا ہوئے اور نبی علیہ السلام (بحمد اللہ) محفوظ رہے۔

حضرت ابوبکرؓ' عامر بن فہیرہؓ اور بلالؓ (غلامان ابی بکر) ایک ہی مکان میں مقیم تھے ان کو بخار لاحق ہوا میں ان کی مزاج پرسی کے لیے گئی (یہ قبل از حجاب کا واقعہ ہے) اور وہ شدید بخار میں مبتلا تھے۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ سے طبیعت کا حال پوچھا ابا جان آپ کا مزاج کیسا ہے؟ تو انہوں نے کہا

كل امرئ مصبح في أهله والموت أدنى من شراك نعله

(ہر آدمی اپنے اہل و عیال میں صبح دم ہوتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے قریب ہوتی ہے)

میں نے یہ سن کر کہا واللہ! بد حواسی کے عالم میں کچھ کہہ رہے ہیں پھر میں نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ سے خیر خیریت پوچھی تو اس نے کہا

لقد وجدت الموت قبل ذوقه　　إن الجبان حتفه من فوقه

كل امرئ مجاهد بطوقه　　كالثور يحمي جلده بروقه

(میں نے موت کی تکلیف' اس کا ذائقہ چکھنے سے پہلے پالی بے شک بزدل آدمی کی موت اس پر مسلط ہوتی ہے ہر آدمی اپنی ہمت کے مطابق کوشش کرتا ہے۔ جیسے بیل اپنے سینگ سے اپنی حفاظت کرتا ہے)

میں نے اس کے یہ اشعار سن کر کہا واللہ' حواس باختگی کے عالم میں کچھ کہہ رہا ہے اور بلال کو جب بخار تیز ہو جاتا تو وہ گھر کے صحن میں پڑا کہتا۔

ألا ليت شعري هل أبيتن ليلة　　بفخ وحولي إذخر وجليل

وهل أردن يوما مياه مجنة　　وهل يبدون لي شامة وطفيل

(کاش! مجھے معلوم ہو کہ میں ایک رات مکہ میں بسر کروں فخ مقام اور میرے ارد گرد اذخر اور جلیل گھاس ہو اور کیا میں کبھی مجنہ چشمہ کا پانی پیوں گا۔ اور کیا میرے سامنے شامہ اور جلیل پہاڑ ہوں گے)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے یہ کیفیت رسول اللہ ﷺ سے بیان کی کہ وہ شدت بخار کی وجہ سے حواس باختگی میں کچھ کہتے رہتے ہیں تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی یا اللہ! ہمیں مدینہ محبوب بنا دے۔ جیسا کہ مکہ محبوب تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کے مد اور صاع میں ہمارے لیے برکت فرما دے اور اس کے وبائی امراض کو مھیعہ اور جحفہ میں منتقل فرما دے۔

امام احمد (یونس' لیث' یزید بن ابی حبیب' ابوبکر بن اسحاق بن یسار' عبداللہ بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی عیادت کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرما دی تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا ابا جان کیسا مزاج ہے؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا

كل امرئ مصبح في أهله　　والموت أدنى من شراك نعله

عامر کی مزاج پرسی کی تو اس نے کہا

إني وجدت الموت قبل ذوقه　　إن الجبان حتفه من فوقه

پھر بلال رضی اللہ عنہ کی طبیعت کا پوچھا تو اس نے کہا

يا ليت شعري هل أبيتن ليلة　　بفخ وحولي إذخر وجليل

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے مزاج کے بارے بتایا تو آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا کی یا اللہ! ہمیں مدینہ محبوب بنا دے جیسا کہ تو نے مکہ کو خوش تر بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ یا اللہ! ہمارے لیے اس کے صاع اور مد میں برکت فرما دے اور اس کے وبائی امراض مھیعہ اور جحفہ

کی طرف منتقل کر دے۔ اس روایت کو امام نسائی نے قتیبہ از لیث بیان کیا ہے نیز امام احمد نے عبدالرحمان بن حارث از عائشہؓ بیان کیا۔

امام بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ اور ابو سعید بن ابی عمرو' ابو القیاس احمد' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور یہ وبائی امراض کا علاقہ تھا اور اس کی وادی بطحان کا پانی بد مزہ اور گدلا تھا۔ ہشام کا بیان ہے کہ جاہلی دور میں مدینہ کے وبائی امراض مشہور و معروف تھے وبائی علاقہ جب کوئی وارد ہوتا تو اسے بتایا جاتا کہ وہ گدھے کی طرح آوازیں نکالے جب وہ اس کی تعمیل کرتا تو وہ علاقہ کے وبائی امراض سے محفوظ رہتا۔ ایک شاعر مدینہ میں آیا تو اس نے کہا

لعمری لئن عبرت من خیفة الردی نهیق الحمار اننی لجزوع

(زندگی کی قسم! اگر میں موت کے خوف سے گدھے کے آواز کی نقل اور حکایت کروں تو میں نہایت جزع فزع کرنے والا ہوں گا)

خواب : امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے دیکھا ہے گویا ایک کالی عورت بکھرے ہوئے بالوں والی مدینہ سے نکل کر جحفہ چلی گئی ہے۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر بیان کی ہے کہ مدینہ کی وباء جحفہ منتقل ہو گئی ہے۔ اور یہ بخاری کے الفاظ ہیں امام مسلم نے اس کو بیان نہیں کیا امام ترمذی نے اس کو صحیح کیا ہے۔ ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو موسیٰ بن عقبہ سے بیان کیا ہے نیز حماد بن زید نے ہشام بن عروہ از عائشہ بھی اسی روایت کو بیان کیا ہے۔

بقول ہشام:۔ جحفہ میں نومولود' بلوغت سے قبل ہی بخار سے ہلاک ہو جاتا اس کو امام بیہقی نے دلائل نبوت میں بیان کیا ہے۔

یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہ ایک "وبا زدہ" علاقہ تھا۔ صحابہ ؓ وہاں بخار اور بیماری میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ بخار نے ان کو نہایت کمزور کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو اس بیماری سے محفوظ رکھا۔

رفع اشکال : حضرت ابن عباس ؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ "عمرہ قضا" کی ادائیگی کے لیے چار ذی قعدہ ۷ ہجری میں مکہ آئے تو مشرکین مکہ نے کہا تمہارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جن کو مدینہ کے وبائی امراض نے کمزور و ناتواں کر دیا۔ یہ بات سن کر' رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو فرمایا کہ وہ رمل اور پہلوانوں کی چال چلیں' رکن یمانی اور حجر اسود کا درمیانی فاصلہ آرام سے چلیں ان کے درمیان آرام اور سکون سے چلنے کا اشارہ صرف صحابہ کی حالت پر رحم کرنے کی خاطر تھا۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ "عمرہ قضا" ماہ ذی قعدہ ۷ ہجری میں ادا کیا اور مدینہ سے وباء کے انتقال کی دعا کو یا تو آپ نے اس وقت تک ملتوی رکھا ہو یا بخار اتر گیا ہو مگر اس کی کمزوری کے آثار باقی ہوں یا وہ سرگرانی اور بخار کے آثار سے ابھی تک نڈھال اور آزردہ ہوں واللہ اعلم

بیٹھ کر نماز پڑھنے والی حدیث کا شان ورود : زیاد نے ابن اسحاق سے اور زہری نے عبداللہ بن عمرو

بن عاصؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ؓ مدینہ تشریف لائے' تو ان کو مدینہ کے بخار نے کمزور اور خستہ حال کر دیا (صرف رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے اس سے محفوظ رکھا) ایسی کمزوری لاحق ہوئی کہ وہ نماز میں قیام نہیں کر سکتے تھے بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو بیٹھے ہوئے نماز پڑھتے دیکھ کر فرمایا' معلوم ہو کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو' کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے نصف اجر ملے گا پھر صحابہ فضیلت و ثواب کی خاطر' ضعف و بیماری کے باوصف تکلیف اٹھا کر بھی نماز' کھڑے ہو کر پڑھتے۔

مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت اور یہود مدینہ سے مصالحت

طبری کے مطابق مدینہ میں بنی قینقاع' بنی نضیر اور بنی قریظہ یہود کے تین قبائل آباد تھے۔ یہ انصار سے قبل بخت نصر کے عہد سے مدینہ میں آباد تھے جب اس نے بلاد مقدس کو تاخت و تاراج کر دیا تھا۔ جب سیل عرم کے باعث وہاں کے لوگ منتشر ہو گئے تو اوس اور خزرج مدینہ میں یہود کے پاس مقیم ہو گئے اور ان کے حلیف ہو گئے اور ان سے مشابہت کرنے لگے' کیونکہ وہ ان کو نبیوں کی تعلیمات سے بہرہ ور سمجھتے تھے مگر اللہ نے ان مشرکین کو دین اسلام سے سرفراز کر دیا۔ اور یہود کو ان کے حسد اور سرتابی اور اتباع حق سے سرکشی کرنے کی وجہ سے ذلیل و خوار کر دیا۔

امام احمد (عفان' حماد' عاصم احول) حضرت انس بن مالک ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر میں مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا۔ اس روایت کو امام احمد' امام بخاری' امام مسلم اور امام ابو داؤد نے متعدد طرق سے' عاصم بن سلیمان احول کی معرفت' حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر پر مہاجرین اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا۔

امام احمد (نصر بن باب' حجاج بن ارطاۃ (نیز امام احمد شریح از عباد از حجاج) عمرو بن شعیب' ربیعہ' جدہ) بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے انصار اور مہاجروں کے درمیان ایک معاہدہ تحریر کروایا کہ وہ آپس میں لیتے دیتے رہیں گے۔ اور اپنے اسیر کو معروف طریقہ سے فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور اہل اسلام کے درمیان اصلاح و آشتی کی فضا قائم کریں گے۔ امام احمد نے (سریج از عباد از حجاج از حکم از قاسم از ابن عباس) اسی طرح نقل کیا ہے۔ اور امام احمد اس سند میں منفرد ہیں صحیح مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر بطن اور خاندان پر اس کی دیت لکھوا دی۔

مکتوب اور معاہدہ : محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک وثیقہ لکھوایا اس میں یہود سے بھی مصالحت اور معاہدہ کا ذکر تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو' ان کے دین اور مال پر قائم رکھا اور کچھ باہمی شرائط طے کیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد ﷺ نبی امی کا یہ معاہدہ ہے' قریشی اور یثربی مسلمانوں کے درمیان جو ان کے پیرو ہیں۔

(۱) ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں کہ وہ ایک قوم ہیں باقی لوگوں کے سوا۔

(۲) قریشی مہاجرین اپنی سیادت اور ذمہ داری پر قائم رہیں گے۔ حسب سابق باہمی دیت ادا کریں گے' اپنے

قیدیوں کا معروف اور انصاف کے ساتھ فدیہ ادا کریں گے۔

(۳) بنی عوف اپنی ذمہ داری اور سیادت پر قائم رہیں گے' حسب سابق اپنی دیتیں ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے اسیر کو مسلمانوں کے درمیان معروف اور مروج طریقہ سے چھڑائے گا۔

(۴) پھر آپ نے انصار کے ہر خاندان بنی ساعدہ' بنی جشم' بنی نجار' بنی عمرو بن عوف اور بنی نبیت کا ذکر کیا۔ اور اس کو یہاں تک وسیع فرمایا کہ آپس میں مسلمان کسی گراں بار' عیال دار کو بے سہارا نہ چھوڑیں' اس کے فدیہ اور دیت میں معروف طریقے سے تعاون کریں۔

(۵) کوئی مسلمان' کسی دوسرے مسلمان کے غلام کے ساتھ عہدو پیان نہ کرے اور اسکے بغیر اسکا حلیف نہ بنے۔

(۶) تمام مسلمان ہر سرکش' جور و جفا' ظلم و زیادتی' اور گناہ و عصیان کے خواہش مند کے خلاف محاذ قائم کریں گے خواہ ان کے اپنے فرزند کے ہی خلاف ہو۔

(۷) کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کرے۔

(۸) کسی کافر کی مسلمان کے مقابلہ میں مدد نہ کی جائے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کا عہد اور پناہ ایک ہی ہے۔ ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔

(۱۰) مسلمان باہمی ایک دوسرے کے بھائی ہیں غیر مسلموں کے بالمقابل۔

(۱۱) جو یہودی ہمارے تابع اور حلیف ہیں وہ ہماری مدد اور غم خواری کے مستحق ہیں۔ ان پر ظلم نہ ہو گا اور ان کے خلاف تعاون نہ ہو گا۔

(۱۲) تمام مسلمانوں کی مصالحت ایک ہو گی۔ جہاد اور جنگ میں کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کو چھوڑ کر صلح نہ کرے بجز اس بات کے کہ وہ سب کے لیے مفید اور یکساں عدل و انصاف کی حامل ہو۔

(۱۳) جو لشکر ہمارے ساتھ جنگ میں شامل ہو گا وہ ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائے گا اور اسکو آرام کا موقع مہیا کرے گا۔

(۱۴) مسلمان' شہداء کے خاندانوں کی خیر خواہی اور کفالت کریں گے۔

(۱۵) بلا شبہ' مسلمان بہتر ہدایت اور اچھے طریقے پر فائز ہیں۔ کوئی معاہد مشرک' قریش کے مال و جان کی پناہ نہ دے گا اور مومن کے خلاف وہ حائل نہ ہو گا اور نہ اس کے خلاف مدد دے گا۔

(۱۶) جو شخص کسی مسلمان کو ناحق' بلا وجہ مار ڈالے تو اس پر قصاص لازم ہے۔ یہاں تک کہ مقتول کے وارث دیت پر رضامند ہو جائیں' اور تمام مسلمان اس کے خلاف ہوں گے۔

(۱۷) اور کسی مسلمان کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور اس صحیفہ کے مندرجات کا اقرار و اعتراف کرتا ہو جائز نہیں کہ وہ نئی بات کے ایجاد کرنے والے کی مدد کرے یا اس کو پناہ دے' جو شخص ایسے ایجاد کنندہ کی مدد کرے گا یا اس کو جگہ دے گا تو اس پر بروز قیامت اللہ کی لعنت اور غیظ و غضب ہو گا اس کی توبہ قبول ہو گی نہ فدیہ' نہ نفل نہ فرض۔

(۱۸) صحیفہ کے مندرجات کی تعبیر میں جو بھی اختلاف رونما ہو' اس کے فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول

کی طرف رجوع ہو گا۔

(۱۹) یہود جب تک محارب اور غیر مسلم ہوں وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگی اخراجات برداشت کریں گے۔

(۲۰) اور بنی عوف کے یہودی بھی مسلمانوں کے ہمراہ ایک جماعت ہوں گے۔

(۲۱) یہود کو مذہبی آزادی ہو گی اور مسلمان اپنے دین کے پابند ہوں گے۔(۲۲) ان کے غلام اور وہ خود محفوظ ہوں گے بجز ظالم اور گناہ کے مرتکب کے' ایسا شخص اپنی ذات اور خاندان کی ہلاکت کا موجب ہو گا۔

(۲۳) بنی نجار' بنی حارث' بنی ساعدہ' بنی جشم' بنی اوس' بنی ثعلبہ' بنی جفنہ' اور بنی شطنہ کے یہود کے بھی حقوق ہوں گے جو بنی عوف کے یہود کے ہیں۔

(۲۴) اس میں استثنا محمد ﷺ کی اجازت سے ہو گا۔

(۲۵) زخم اور ضرب کے بدلہ میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔

(۲۶) جو شخص کسی کو غفلت اور فریب سے ہلاک کر دے تو اس نے خود کو فریب دیا بجز مظلوم شخص کے۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ اس کے بلاوجہ فعل کی سزا پر قادر ہے۔

(۲۸) یہود اور مسلمان ہر کوئی اپنے اپنے اخراجات برداشت کرے گا۔

(۲۹) جو شخص اس صحیفہ پر عمل در آمد کرنے والی اقوام سے جنگ کرے گا' اس کے خلاف وہ سب متحد ہوں گے۔

(۳۰) معاہدہ کرنے والی اقوام کے آپس میں تعلقات خیر خواہانہ' نیکی اور وفاداری پر استوار ہوں گے۔

(۳۱) کوئی شخص اپنے حلیف کے جرم کی وجہ سے مجرم نہ ہو گا۔

(۳۲) مظلوم کی مدد و نصرت ہو گی۔

(۳۳) اس صحیفہ پر عمل در آمد کرنے والوں کے لئے یثرب اور اس کی جرف وادی "حرم مقدس" ہے۔

(۳۴) پناہ طلب کرنے والا بھی اپنی طرح محترم ہو گا بشرطیکہ ضرر رساں اور گنہ گار نہ ہو۔

(۳۵) کسی خاتون کو پناہ نہیں دی جا سکتی سوائے اس کے اہل کی اجازت کے۔

(۳۶) اہل معاہدہ میں کوئی حادثہ یا اختلاف رونما ہو جس سے فساد برپا ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے سپرد ہے۔

(۳۷) جو شخص صحیفہ کے مندرجات سے وفاداری کرے گا اور اس کی تعمیل کرے گا اللہ اس کا محافظ و نگاہ باں ہو گا۔

(۳۸) قریش اور ان کے ہم نوا لوگوں کو پناہ نہ دی جائے گی۔

(۳۹) یثرب پر حملہ آور کے خلاف دونوں کو ایک دوسرے کا تعاون کرنا ہو گا۔

(۴۰) مسلمان کسی دشمن سے صلح کریں گے تو یہود بھی اس کے پابند ہوں گے۔ اگر یہود کسی سے مصالحت کریں تو مسلمان بھی صلح میں شریک ہوں گے لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہو گی۔

(۴۱) ہر شہری پر شہر کے اس گوشہ کی حفاظت ضروری امر ہے جو ان کی جانب اور بالمقابل ہو۔

(۴۲) اس صحیفہ کی شرائط میں صرف ظالم اور گناہ گار ہی حائل اور مانع ہو گا۔

(۴۳) جو شخص کسی ضرورت سے مدینہ سے باہر چلا جائے وہ بھی امن و امان میں ہو گا اور جو مدینہ میں مقیم ہو وہ بھی مامون و محفوظ ہو گا سوائے ظالم اور مجرم کے۔

(۴۴) اللہ تعالیٰ نگہبان اور محافظ ہے اس شخص کا جو نیک اور متقی ہے۔

ابن اسحاق نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ کتاب الغریب وغیرہ میں ابو عبید القاسم بن سلام نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

مہاجرین اور انصار کے درمیان رسول اللہ ﷺ کا اخوت قائم کرنا : وہ لوگ جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو ان کے پاس وطن چھوڑ کر آتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو اور جو لوگ اپنے نفس کے لالچ سے بچائے جائیں پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔ (۵۹/۹) اور وہ لوگ جن سے تمہارے عہد و پیمان ہوں تو انہیں ان کا حصہ دو۔ (۴/۳۳)

امام بخاری' (صلت بن محمد' ابو اسامہ' ادریس' طلحہ بن مصرف' سعید بن جبیر) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں **ولکل جعلنا موالی** (۴/۳۳) اور ہر شخص کے ہم نے وارث مقرر کر دیئے ہیں' اور **والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم** (۴/۳۳) وہ لوگ جن سے تمہارے عہد و پیمان ہوں تو انہیں ان کا حصہ دو' یعنی ان کی مدد اور نصرت کرو۔ عطیہ اور نصیحت و خیر خواہی سے نوازو' اب وراثت مواخاۃ کا وقت ختم ہو گیا ہے صرف اس کی وصیت کی جا سکتی ہے۔ امام احمد (سفیان' عاصم) حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمارے گھر میں مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارے کی بنیاد قائم کی۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کا سلسلہ قائم کیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ہم اللہ کے رسول پر افترا اور بہتان باندھنا نہیں چاہتے' ہمیں یہ بات اور خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے دین میں تم دو -- دو آدمی بھائی بنو پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ میرا بھائی ہے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ (جو تمام رسولوں کے سردار' متقی لوگوں کے امام' پروردگار عالم کے رسول اور تمام انسانوں میں سے بے نظیر اور فقید المثال ہیں) اور حضرت علیؓ دونوں بھائی ہوئے۔ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب (جو اللہ اور اس کے رسول کے شیر اور رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے) اور حضرت زید بن حارثہ (جو رسول اللہ ﷺ کے غلام تھے) دونوں آپس میں بھائی بنے۔ غزوہ احد میں حضرت حمزہؓ نے اس کی وصیت کی تھی۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ذوالجناحین اور حضرت معاذ بن جبلؓ دونوں آپس میں بھائی ہوئے۔ حضرت جعفرؓ اس وقت حبشہ میں تھے۔ بقول ابن اسحاق' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت خارجہ بن زید خزرجیؓ بھائی بھائی تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عتبان بن مالک میں رشتہ اخوت قائم کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کو بھائی بھائی بنایا' عبدالرحمان بن عوف اور سعد بن ربیع بھائی بھائی تھے۔ زبیر بن

عوام اور سلمہ بن سلامہ بن وقشی بھائی بھائی تھے۔ (بقول بعض زبیر اور عبداللہ بن مسعود بھائی بھائی تھے) حضرت عثمان بن عفانؓ اور اوس بن ثابت نجاریؓ بھائی بھائی تھے' طلحہ بن عبیداللہ اور کعب بن مالک بھائی بھائی تھے سعید بن زید اور ابی بن کعب آپس میں بھائی بھائی تھے' مصعب بن عمیر اور ابوایوب باہمی بھائی بھائی تھے' ابو حذیفہ اور عباد بن بشر بھائی بھائی تھے۔ عمار بن یاسر اور حذیفہ بن یمان بھائی بھائی تھے' بقول بعض عمار اور ثابت بن قیس بھائی بھائی تھے۔

ابوذر (بریر یا جندب بن جنادہ) اور منذر بن عمر (المعنق لیموت) بھائی بھائی تھے' حاطب بن ابی بلتعہ اور عویم بن ساعدہ آپس میں بھائی بھائی تھے' حضرت سلمان فارسیؓ اور ابوالدرداؓ میں رشتہ مواخات قائم تھا' بلال اور ابو رویحہ عبداللہ بن عبدالرحمان خشعمی فزعی بھائی بھائی تھے' ان انصاری اور مہاجرین کے نام ہمیں بتائے گئے ہیں جن کے درمیان رسول اللہ ﷺ نے رشتہ اخوت قائم کیا تھا۔ بقول امام ابن کثیر ان میں سے بعض محل نظر ہیں۔ نبی علیہ السلام اور حضرت علیؓ کی مواخات کا بعض اہل علم انکار کرتے ہیں اور اس خبر کی صحت کو مشکوک سمجھتے ہیں اور اس کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ رشتہ اخوت تو اس لئے مشروع تھا کہ ایک کو دوسرے سے معاشی مفاد اور سہولت حاصل ہو۔ تالیف قلبی اور دل جوئی کا باعث ہو۔ پس یہ مقصد یہاں بے معنی اور مفقود ہے۔ اور نہ ہی ایک مہاجر کو دوسرے مہاجر کے ساتھ اخوت قائم کرنے میں کوئی مفاد ہے۔ جیسا کہ حضرت حمزہؓ اور زید بن حارثہ کا مواخات کا مسئلہ۔

غالباً اس میں یہ مصلحت ملحوظ ہو گی کہ نبی علیہ السلام نے حضرت علیؓ کی معاشی ضرورت کسی کے سپرد نہیں کی کیونکہ ابوطالب کی حیات میں ہی حضرت علیؓ کی کفالت و پرورش رسول اللہ ﷺ کے ہی ذمہ تھی آپ ہی اس کی ضروریات معیشت پورا کرتے تھے اسی طرح حضرت حمزہؓ اور زید بن حارثہ کی مواخات بھی اسی مصلحت پر مبنی ہے' واللہ اعلم۔ حضرت جعفرؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کی مواخات بھی محل نظر اور قابل اعتراض ہے' جیسا کہ ابن ہشام نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ جعفرؓ ۷ھ کے آغاز میں فتح خیبر کے موقعہ پر حبشہ سے آئے' ان میں اور حضرت معاذ بن جبل میں اخوت قائم کرنے کا چہ معنی! جبکہ وہ ابھی مدینہ میں موجود بھی نہیں۔ غالباً اس میں بھی یہی ملحوظ ہو گا کہ جب وہ آئیں گے تو ان میں اخوت قائم کر دیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی مواخات : حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت سعدؓ بن معاذ کی اخوت کا بیان بھی' امام احمد کی اس روایت کے مخالف اور معارض ہے جو (عبدالصمد از حماد از ثابت) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن جراح اور ابو طلحہ انصاری کو بھائی بھائی بنا دیا اسی طرح امام مسلم نے تنہا اس روایت کو حجاج بن الشاعر از عبدالصمد بن عبدالوارث سے بیان کیا ہے اور یہ ابن اسحاق کے قول (کہ ابوعبیدہ اور سعد بن معاذ بھائی بھائی تھے) سے زیادہ صحیح ہے' واللہ اعلم۔

اخوت : "باب کیف آخی النبی بین اصحابہ" کے عنوان کے تحت امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ جب مدینہ آئے تو عبدالرحمان بن عوف کو سعد بن ربیع کا بھائی بنا دیا اور ابو جحیفہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ اور ابوالدرداءؓ کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف : امام بخاری (محمد بن یوسف' سفیان' حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف مدینہ آئے تو نبی علیہ السلام نے ان کے اور سعد بن ربیع کے درمیان رشتہ اخوت قائم کر دیا تو انصاری نے عرض کیا کہ میرے اہل اور مال سے نصف لے لیں تو عبدالرحمانؓ نے کہا اللہ تیرے اہل اور مال میں برکت کرے مجھے بازار کا راستہ بتا دو۔ چنانچہ وہ (خرید و فروخت کے بعد) کچھ پنیر اور گھی نفع میں کما لائے چند روز کے بعد نبی علیہ السلام نے اس پر زرد خوشبو کا نشان دیکھ کر پوچھا اے عبدالرحمان! یہ کیا ہے؟ تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے انصاری عورت سے شادی کی ہے۔ آپ نے پوچھا مہر کیا دیا عرض کیا گٹھلی برابر سونا' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تو ولیمہ کر ایک ہی بکری کا سہی" (تفرد بہ من ھذا الوجہ) امام بخاری نے اس روایت کو متعدد مقامات میں بیان کیا ہے اور امام مسلم نے بھی متعدد طرق سے' حمید سے بیان کیا ہے۔

امام احمد (عفان' حماد' ثابت اور حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف مدینہ ہجرت کر کے آئے تو نبی علیہ السلام نے اس کے اور سعد بن ربیع کے درمیان رشتہ اخوت قائم کر دیا تو سعد نے کہا' بھائی جان! میں مدینہ کا امیر ترین رئیس ہوں' آدھا مال لے لو' اور میری دو بیویاں ہیں جو پسند ہو ان میں سے ایک لے لو' عبدالرحمان نے کہا' اللہ تعالیٰ تیرے اہل و مال میں برکت کرے مجھے ذرا بازار کا راستہ بتا دو' راستہ بتا دیا تو وہ چلے گئے' خرید و فروخت کے بعد کچھ پنیر اور گھی منافع کما لائے پھر چند روز بعد عبدالرحمان آئے تو ان پر زعفران کے نشانات تھے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے شادی کر لی ہے پوچھا کیا مہر دیا تو اس نے عرض کیا "گٹھلی کے برابر سونا" تو آپ نے فرمایا "ولیمہ کر' خواہ ایک بکری ہی ہو۔" عبدالرحمان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ اگر میں پتھر کو بھی اٹھاؤں تو مجھے اس سے سیم و زر کے منافع کی توقع ہوتی تھی۔

تبصرہ : امام بخاری کا اس حدیث کو حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف سے معلق بیان کرنا نہایت عجیب و غریب ہے کیونکہ یہ تو حضرت انسؓ کی مسند روایت ہے۔ ممکن ہے یہ ہو کہ اس نے اس حدیث کو عبدالرحمان بن عوف سے سنا ہو' واللہ اعلم۔

ثلاثی حدیث : امام احمد (یزید' حمید) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے معمولی مال میں بھی' انصاریوں جیسا مساوات کرنے والا کسی کو نہیں پایا اور نہ ہی زیادہ سرمایہ میں سے خوب خرچ کرنے والا کسی کو پایا ہے۔ انہوں نے ہمیں کام کاج سے بے فکر کر دیا ہے اور پیداوار میں شریک بنا لیا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ سارا صلہ و ثواب وہ لے جائیں گے تو آپؐ نے فرمایا ایسا نہ ہو گا' جب تک تم ان کا شکریہ ادا کرتے رہو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو' یہ حدیث ثلاثی ہے' بخاری اور مسلم کی شرط کی حامل ہے' اس سند سے صحاح ستہ میں مذکور نہیں ہے اور یہ مفہوم صحیح بخاری کی کتاب الوکالتہ میں ہے۔

کام کر کے اور حصہ لینا : امام بخاری (حکم بن نافع' شعیب' ابوالزناد' اعرج) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے

ہیں کہ انصار نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے اور مہاجرین بھائیوں کے درمیان باغات کو تقسیم فرما دیجئے' آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا' پھر انہوں نے کہا وہ محنت و مشقت کرلیں اور ہم ان کو پیداوار میں سے حصہ دے دیں گے تو مہاجرین نے کہا **سمعنا واطعنا** منظور ہے' تفرد بہ۔ عبدالرحمان بن زید بن اسلم کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بتایا کہ تمہارے مہاجر بھائی مال و دولت اور اہل و عیال چھوڑ کر تمہارے پاس چلے آئے ہیں تو انہوں نے کہا ہمارا مال ہمارے سب کے درمیان تقسیم کردیں تو آپؐ نے فرمایا علاوہ ازیں کوئی اور تجویز' تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کیا تو آپ نے فرمایا وہ لوگ محنت کرنا نہیں جانتے' تم لوگ ان سے کام کاج میں کفایت کرو اور ان کو پیداوار میں حصہ دو تو انصار نے اثبات میں جواب دیا۔ ہم نے سورہ (۵۹/۹) کی آیت کے ذیل میں انصار کے فضائل و محاسن میں جو احادیث اور آثار مروی ہیں وہ بیان کئے ہیں۔

مدینہ میں سب سے اول ابوامامہؓ کی وفات : سعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار اپنی قوم بنی نجار کے نقیب اور نوجوان تھے۔ اور لیلۃ عقبہ میں بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے اور عقبہ کی ہرسہ مجالس میں شریک تھے "عقبہ ثانیہ" میں (ایک قول کے مطابق) اس نے سب سے اول بیعت کی اور **ھذم النبیت** کے علاقہ میں "**نقیع الخضمات**" کے مقام پر مدینہ میں سب سے اول نماز جمعہ پڑھائی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر جاری تھی کہ ابو امامہ اسعد بن زرارہ اس عرصہ میں فوت ہو گئے' گلے کے ورم کی وجہ سے یا سینے کے درد کی وجہ۔ تاریخ میں ابن جریر نے (محمد بن عبدالاعلیٰ' یزید بن زریع' معمر' زہری) حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسعد بن زرارہ کو "شوکہ" مرض میں داغ دیا (رجالہ ثقات)

ابن اسحاق (عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم' یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن اسعد بن زرارہ سے) بیان کرتے ہیں کہ یہود اور عرب کے منافقین کے لئے ابوامامہؓ کی موت بری ثابت ہوئی وہ کہتے کہ اگر محمدؐ نبی ہوتا تو اس کا صحابی نہ فوت ہوتا۔ "سنو! میں اپنی ذات اور اپنے صحابی کی ذات کے لئے اللہ سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔" اس بیان کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد اسعد بن زرارہ سب سے پہلے فوت ہوئے۔ اسد الغابہ میں ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کے سات ماہ بعد شوال ۱ھ میں فوت ہوئے' واللہ اعلم۔

محمد بن اسحاق نے عاصم بن عمر سے نقل کیا ہے کہ بنی نجار نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی ابو امامہ اسعدؓ کے بعد کسی کو ہمارا نقیب مقرر کردیں تو آپ نے فرمایا تم لوگ میرے ننھیال ہو اور میں تمہاری ضروریات کا کفیل ہوں گا اور میں تمہارا نقیب ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا مناسب نہ سمجھا' بنی نجار' باقی انصار پر اپنی فضیلت و برتری کا یوں اظہار کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے نقیب ہیں۔

ابن اثیر کا قول : ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس قول سے ابو نعیم اور ابن مندہ کے اس قول کی واضح تردید

ہوتی ہے کہ اسعد بن زرارہ بنی ساعدہ کے نقیب تھے بلکہ وہ تو بنی نجار کے نقیب تھے واقعی ابن اثیر نے درست کہا ہے۔

کلثوم بن ہدم آپ کی آمد کے بعد پہلے فوت ہونے والا صحابی : تاریخ میں ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد مسلمانوں میں سے سب سے پہلے کلثوم بن ہدم فوت ہوئے' آپ کی آمد کے معمولی عرصہ بعد فوت ہوئے بعد ازاں اسعد بن زرارہ فوت ہوئے ان کی وفات مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران واقع ہوئی' ذبحہ' یا شھقہ (یا شوکہ) مرض سے۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں' کلثوم بن ہدم بن امرئ القیس بن حارث بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس انصاری اوسی' از بنی عمرو بن عوف عمر رسیدہ تھے' اور رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں تشریف آوری سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو قباء میں رات اس کے ہاں بسر کیا کرتے تھے اور دن کے وقت سعد بن ربیع کے مکان پر لوگوں سے ملاقات کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ بنی نجار کے ہاں تشریف لے گئے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بعد کلثومؓ پہلا مسلمان ہے جو فوت ہوا بعد ازاں اسعد بن زرارہ (ذکرہ الطبری)

ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں عبداللہ بن زبیر کی ولادت : مہاجرین کے ہاں عبداللہ بن زبیر' پہلا بچہ ہے جو مدینہ میں پیدا ہوا جیسا کہ نعمان بن بشیر انصار کے ہاں پہلا بچہ ہے جو مدینہ میں پیدا ہوا۔ بعض کا بیان ہے کہ ابن زبیر ہجرت کے بیس ماہ بعد پیدا ہوئے' (قالہ ابو الاسود) اس روایت کو واقدی نے (محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابی حثمہ از ابیہ از جدہ) بیان کیا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ نعمانؓ ہجرت سے چودہ ماہ بعد' ابن زبیرؓ سے چھ ماہ قبل پیدا ہوئے' صحیح بات وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے۔ یعنی ماہ شوال میں پیدائش۔

امام بخاری (زکریا بن یحییٰ' ابو اسامہ' ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت اسماءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر' شکم میں تھا اور وہ ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں قباء میں قیام کیا اور وہیں اس کو جنم دیا پھر اس نومولود کو لا کر رسول اللہ ﷺ کی گود میں رکھ دیا پھر آپ نے کھجور چبائی' اور اس کے منہ میں لعاب دہن ڈالا' اور اس کے معدہ میں پہلی غذا رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن تھا' پھر اس کو کھجور کی گھٹی دی' پھر اس کے لئے برکت کی دعا کی' یہ مدینہ کے اسلامی دور میں پہلا نومولود تھا۔ خالد بن مخلد نے (علی بن مسہر از ہشام از عروہ از اسماء) اس کی متابعت کی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر نے بہ حالت حمل ہجرت کی۔

امام بخاری (قتیبہ' ابو اسامہ' ہشام بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے اسلامی دور میں' عبداللہ بن زبیر سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا۔ اسے رسول اللہ کے پاس لایا گیا آپ نے ایک کھجور کو چبا کر اس کے منہ میں ڈالا اس طرح عبداللہ کے معدہ میں' رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن پہلی غذا تھی۔ یہ بیان واقدی وغیرہ کے خلاف حجت ہے کہ بیان ہوا ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن اریقط کے ہمراہ زید بن حارثہ اور ابو رافع کو مکہ روانہ کیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اہل و عیال اور ابوبکر کے اہل و عیال کو لے

آئیں چنانچہ وہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد مدینہ لے کر حاضر ہو گئے' اور اسماء بنت ابی بکر اس وقت حمل سے تھیں جب عبداللہ بن زبیر کو جنم دیا تو مسلمانوں نے اس خوشی میں ایک زور دار نعرہ مارا کیونکہ ان کو یہود مدینہ سے معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے جادو کر دیا ہے کہ ہجرت کے بعد سے اب تک کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ چنانچہ ابن زبیر کو پیدا کر کے' اللہ تعالیٰ نے یہود کی افواہ کو خاک میں ملا دیا۔

ماہ شوال ۱ھ میں رسول اللہ ﷺ کی عائشہ سے شادی : امام احمد (وکیع' سفیان' اسماعیل بن امیہ' عبداللہ بن عروہ' عروہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہ شوال میں' میرے ساتھ نکاح کیا اور ماہ شوال میں میری رخصتی عمل میں آئی بتاؤ! آپ کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ صاحب نصیب تھی؟ اور عائشہؓ چاہتی تھیں کہ ان کی خواتین کی ماہ شوال میں رخصتی عمل میں آئے۔ اس روایت کو امام مسلم' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے متعدد اسناد سے سفیان ثوری سے بیان کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے اور ہم اس روایت کو صرف سفیان ثوری کی سند سے جانتے ہیں۔

بنا بریں حضرت عائشہؓ کی رخصتی' ہجرت کے سات یا آٹھ ماہ بعد معرض عمل میں آئی۔ ابن جریر نے یہ دونوں قول بیان کئے ہیں۔ قبل ازیں نبی علیہ السلام کا حضرت سودہؓ سے شادی کرنے کا مفصل واقعہ بیان ہو چکا ہے اور مدینہ میں آنے کے بعد' حضرت عائشہؓ کی رخصتی کا مکمل واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے اور حضرت عائشہؓ کی رخصتی دن کے وقت "سنح" مقام میں عمل میں آئی' لوگوں کے عام رسم و رواج کے خلاف۔

ماہ شوال میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی کا عمل' بعض لوگوں کے اوہام پرستی کہ "عیدین کے درمیان شادی کا انجام' برا ہوتا ہے" کی سخت تردید کا حامل ہے کہ خود حضرت عائشہؓ نے لوگوں کے وہم کی تردید کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری "نسبت" کا پیغام شوال میں دیا اور ماہ شوال میں مجھ سے شادی کی' بتایئے رسول اللہ ﷺ کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہے۔ اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ سمجھتی تھیں کہ وہ تمام ازواج مطہرات میں سے رسول اللہ ﷺ کو پیاری ہیں اور ان کی یہ سوچ بالکل درست تھی جو واضح دلائل سے پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ اس باب میں صحیح بخاری کی روایت جو عمرو بن عاص سے مروی ہے وہی فیصلہ کن ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو سب سے پیارا کون ہے تو آپ نے فرمایا عائشہؓ میں نے عرض کیا مردوں میں سے کون؟ تو فرمایا اس کا والدؓ

نماز : بقول ابن جریر ۱ھ میں حضر اور مقیم کی نماز میں دو رکعت کا اضافہ ہو گیا۔ قبل ازیں سفر اور حضر کی نماز یکساں دو رکعت تھی' یہ اضافہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے ایک ماہ بعد ۱۲ ربیع الثانی کو ہوا۔ واقدی کے مطابق اس مسئلہ میں اہل حجاز میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ قبل ازیں بخاری کی روایت بیان ہو چکی ہے جو (معمر از زہری از عروہ از عائشہؓ) مروی ہے کہ ابتداء میں نماز دو رکعت فرض ہوئی' بعد میں اس کو نماز سفر قرار دے دیا گیا اور نماز حضر میں اضافہ کر دیا گیا۔ یہ روایت (شعبی از مسروق از عائشہؓ) بھی مروی ہے۔ بیہقی نے حسن بصری سے بیان کیا ہے کہ ابتداءً ہی نماز حضر چار رکعت فرض ہوئی' واللہ اعلم۔ ہم --- ابن کثیر --- نے اس مسئلہ پر سورہ نساء (۴/۱۰۱) میں مفصل بحث کی ہے۔

اذان اور اس کی مشروعیت : ابن اسحاق کا بیان ہے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں مطمئن ہو گئے اور مہاجر بھی آپ کے پاس منتقل ہو گئے اور انصار بھی متحد ہو گئے اور اسلام کو استحکام اور استقلال نصیب ہوا تو نماز باقاعدہ قائم ہوئی۔ زکوٰۃ اور روزے فرض ہوئے اور شرعی حدود جاری ہوئیں۔ حلال اور حرام کی پابندی ہوئی اور ان کے ہاں اسلام کو سازگار اور موافق ماحول میسر ہو گیا اور انصار وہ قبیلہ تھا جس نے پہلے مدینہ میں "دار ہجرت" اور ایمان حاصل کر رکھا تھا۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ بلا اطلاع نماز کے وقت آپ کے پاس اکٹھے ہو جاتے تھے پھر آپ نے سوچا کہ یہود کے بوق اور بگل کی طرح بنالیں جس سے اپنی نماز کی طرف بلاتے ہیں پھر آپ نے اس کو پسند نہ کیا۔ پھر آپ نے ناقوس تیار کرنے کا حکم دیا کہ اس کی ضرب سے مسلمانوں کو نماز کی اطلاع دی جائے۔ آپ اسی حال میں فکرمند تھے کہ عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ خزرجی انصاری نے "اذان" کا خواب دیکھا اس نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! امشب میرے پاس خواب میں کوئی آیا' سبز لباس پہنے' ہاتھ میں ناقوس لئے ہوئے تھا میں نے کہا یاعبداللہ! کیا یہ ناقوس فروخت کرو گے اس نے پوچھا' کیا کرو گے' میں نے بتایا کہ ہم اس کے ذریعہ نماز کی طرف بلائیں گے۔ اس نے کہا کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتاؤں؟ پوچھا وہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ تو (نماز کے لئے اس طرح اذان) کہے' اللہ اکبر (چار بار) اشہد ان لا الہ الا اللہ (دو بار) اشہد ان محمد رسول اللہ (دو بار) حی علیٰ الصلوۃ (دو بار) حی علیٰ الفلاح (دو بار) اللہ اکبر (دو بار) لا الہ الا اللہ ایک بار۔

جب اس نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کیا تو آپؐ نے فرمایا ان شاء اللہ یہ خواب سچا ہے۔ پس بلال کے ساتھ کھڑا ہو کر ان کلمات کی ان کو تلقین کر۔ وہ ان کلمات سے اذان کہے' وہ تجھ سے بلند آواز ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ کی اذان اپنے گھر میں سنی تو جلدی سے اپنی چادر کھینچتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اس ذات کی قسم' جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے مجھے بھی ایسا خواب آیا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا فللہ الحمد' اللہ کا ہی شکر ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ یہ حدیث مجھے محمد بن ابراہیم بن حارث نے محمد بن عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ سے' اپنے والد کی معرفت بتائی ہے۔ امام ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے متعدد طرق سے یہ حدیث ابن اسحاق سے نقل کی ہے۔ ترمذی اور ابن خزیمہ وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ اس کو تکبیر بھی سکھائی کہ اس نے کہا پھر تو کہہ جب نماز باجماعت کے لئے پکارے تو کہہ اللہ اکبر اللہ اکبر' اشہد ان لا الہ الا اللہ' اشہد ان محمد رسول اللہ' حی علی الصلوۃ' حی علی الفلاح' قد قامت الصلوۃ' قد قامت الصلوۃ' اللہ اکبر اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ۔ اس روایت کو ابن ماجہ نے (ابوعبید محمد بن عبید بن میمون سے بواسطہ محمد بن سلمہ حرانی ابن اسحاق) بیان کیا ہے (کما تقدم) ابو عبید کا بیان ہے کہ مجھے ابوبکر حکمی نے بتایا کہ عبداللہ بن زید انصاری نے اس سلسلہ میں کہا۔

احمد اللہ ذی الجلال وذی الا کرام حمداً علی الأذان کبیرا

اذ اتانی بہ البشیر من اللہ فاکرم بہ لدی بشیر
فی لیال والی بھن ثلاث کلما جاء زادنی توقیر

(خدائے ذوالجلال اور صاحب اکرام کا اذان کے خواب پر بہت بہت شکر ہے۔ جب مجھ کو اللہ کی جانب سے مژدہ سنانے والا وہ آیا' کیسا ہی اچھا ہے وہ میرے پاس بشارت لانے والا۔ مسلسل تین رات وہ آیا جب بھی وہ آیا اس نے میرے وقار اور آبرو میں اضافہ کیا)

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں یہ واقعہ غریب ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ اس نے یہ خواب مسلسل تین رات دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا' واللہ اعلم۔ اس روایت کو امام احمد نے' محمد ابن اسحاق سے نقل کیا ہے اور زہری نے سعید بن مسیب کی معرفت عبداللہ بن زید سے بیان کیا جیسے محمد بن اسحاق نے محمد بن ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے مگر اشعار بیان نہیں کیے۔

الصلوۃ خیر من النوم : امام ابن ماجہ (محمد بن خالد بن عبداللہ واسطی' ابوہ' عبدالرحمان بن اسحاق' زہری' سالم' ابوہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے اہتمام کے لئے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو بعض نے بوق اور بگل کا نام لیا تو آپؐ نے یہود کی مشابہت کی وجہ سے اس کو پسند نہ کیا پھر کسی نے ناقوس کا نام لیا تو آپ نے اس کو نصاریٰ کی مشابہت کی بنا پر گوارا نہ کیا پھر اس رات عبداللہ بن زید انصاری اور عمر کو اذان کا خواب آیا' انصاری نے رات کو ہی رسول اللہ ﷺ کو یہ خواب بتا دیا اور آپؐ نے بلال کو حکم دیا اور اس نے (فجر کی) اذان کہی' بقول زہری بلال نے فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم' الصلوۃ خیر من النوم کا اضافہ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس اضافے کو برقرار رکھا' عمرؓ نے آکر عرض کیا یارسول اللہ! میں نے بھی اس کی طرح خواب دیکھا ہے مگر وہ (عبداللہ بن زید) مجھ سے سبقت لے گیا۔ "کتاب الاحکام الکبیر" میں باب اذان میں' یہ فصل ان شاء اللہ مکمل تحریر ہو گی۔

سہیلی کی روایت اسراء پر تعاقب : باقی رہی وہ حدیث جو سہیلی نے (بزار' محمد بن عثمان بن مخلد' ابوہ' زیاد بن منذر' محمد بن علی بن حسین' علی' حسینؓ) حضرت علیؓ سے بیان کی ہے۔ اس نے حدیث اسراء میں بیان کیا ہے کہ پردہ کے پیچھے سے ایک فرشتہ نمودار ہوا اس نے انہی کلمات سے اذان کہی جب بھی وہ ایک کلمہ کہتا تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کہتے' اذان کے بعد فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک پکڑا اور آپ کو آگے کر دیا تو آپ نے آسمان والوں کی امامت فرمائی ان میں آدمؑ اور نوحؑ بھی شامل تھے --- تو یہ حدیث سہیلی کے زعم کے مطابق صحیح نہیں بلکہ منکر ہے۔ اس میں زیاد بن منذر ابو الجارود راوی منفرد اور متہم ہے۔ اور فرقہ جارودیہ کا بانی ہے جو اس کی طرف منسوب ہے۔ بالفرض رسول اللہ ﷺ نے اگر اسراء کی رات یہ اذان سنی ہوتی تو یقیناً آپ ہجرت کے بعد ہی نماز کی طرف بلانے کے لئے اس کا حکم دیتے' واللہ اعلم۔

وحی سے توثیق : ابن ہشام کا بیان ہے کہ ابن جریج نے کہا کہ مجھے عطاء نے بتایا میں نے عبید بن عمیر سے سنا کہ نبی علیہ السلام اور صحابہ نے نماز کے اجتماع کے لئے ناقوس استعمال کرنے کا مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ نے ناقوس کے لئے دو لکڑیاں بھی خریدنے کا ارادہ کر لیا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ ناقوس نہ بناؤ بلکہ اذان

کہو' چنانچہ حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس خواب بتانے کو گئے اور نبی علیہ السلام پر "اذان کے کلمات" کی وحی نازل ہو چکی تھی اور حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ کی اذان سن کر گھبرا گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو خواب بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس خواب سے قبل وحی نازل ہو چکی ہے' اس سے واضح ہوا کہ عبداللہ بن زید انصاری کے خواب کی تقریر و تائید کے سلسلہ میں وحی نازل ہوئی تھی جیسا کہ بعض نے بتایا ہے' واللہ اعلم۔

اذان سے قبل : ابن اسحاق (محمد بن جعفر بن زبیر' عروہ بن زبیر) نجاری خاتون سے بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی کے پاس میرا مکان سب سے اونچا تھا اور بلال روزانہ اس پر فجر کی اذان کہتا تھا سحری کے وقت آ کر چھت پر بیٹھ جاتا اور صبح ہونے کا انتظار کرتا جب وہ دیکھتا کہ صبح پھیل گئی ہے تو دعا کرتا (**اللّٰھم احمدک واستیعنک علی قریش ان یقیموا دینک**) پھر اذان کہتا' نجاری خاتون کا بیان ہے کہ واللہ! وہ بلاناغہ یہ دعا پڑھتا۔ ابوداؤد نے یہ حدیث منفرد بیان کی ہے۔

سریہ حمزہؓ : بقول ابن جریر' واقدی کا زعم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے سات ماہ بعد رمضان اھ میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو تیس مہاجرین کے دستہ میں سفید پرچم دے کر روانہ کیا کہ قریش کے تجارتی قافلوں کے آڑے آئے اور حضرت حمزہؓ کا ابوجہل سے آمنا سامنا ہوا جو قریش کے تین سو (۳۰۰) افراد کے ہمراہ تھا مگر مجدی بن عمرو ان کے درمیان حائل ہو گیا اور لڑائی کی نوبت نہ آئی اور حضرت حمزہؓ کا علم بردار ابومرثد غنوی تھا۔

سریہ عبیدہ بن حارث : بقول ابن جریر' واقدی کا خیال ہے کہ ماہ شوال اھ میں رسول اللہ ﷺ نے عبیدہ بن حارث کو سفید پرچم دے کر "بطن رابغ" کی طرف روانہ کیا اور اس کا علم بردار تھا مسطح بن اثاثہ' وہ جحفہ کی سمت ثنیتہ المرہ پہنچا' اس کے ہمراہ ساٹھ مہاجر ہی تھے (کوئی انصاری شریک قافلہ نہ تھا) ان کی "احیا" چشمہ پر مشرکین سے جھڑپ ہوئی۔ صرف تیراندازی ہوئی' مسابقت اور پیش قدمی نہیں ہوئی' بقول واقدی' مشرکین کی تعداد دو سو تھی اور ان کا امیر ابوسفیان صخر بن حرب تھا اور یہی ہمارے نزدیک درست اور مثبت ہے بعض کہتے ہیں ان کا امیر تھا مکرز بن حفص۔

سریہ سعدؓ : بقول واقدی ماہ ذی قعد اھ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو سفید پرچم دے کر "خرار" کی طرف بھیجا علم بردار مقداد بن اسودؓ تھا۔ واقدی' (ابوبکر بن اسماعیل' اسماعیل ابوہ' عامر بن سعد) سعدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں بیس یا اکیس افراد کے دستہ میں پیدل روانہ ہوا دن کو ہم چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے یہاں تک کہ ہم پانچویں روز صبح کو "خرار" پہنچ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تاکید کی تھی کہ خرار سے تجاوز نہ کریں اور تجارتی قافلہ یہاں سے ایک روز قبل گزر گیا تھا۔ بقول واقدی' قریش کا یہ تجارتی قافلہ ساٹھ افراد پر مشتمل تھا اور سعدؓ کے ہمراہ بھی صرف مہاجر ہی تھے۔

تعاقب : ابن جریر کا بیان ہے کہ ابن اسحاق کے نزدیک یہ تین سرایا جن کا واقدی نے اھ میں بیان کیا یہ دراصل ۲ھ میں وقوع پذیر ہوئے ہیں ابن اسحاق کے کلام

میں وہ وضاحت نہیں ہے جو ابن جریر نے بیان کی' جیسا کہ ہم ۲ھ کے ابتدا میں کتاب مغازی کے آغاز میں بیان کریں گے اور یہ ان شاء اللہ اس کے بعد ہی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا مقصد ہو کہ یہ تین سرایا اھ میں روانہ کئے ہوں' ہم انشاء اللہ اس کو بر محل مزید تفصیل سے بیان کریں گے۔

واقدی : واقدیؒ کے ہاں قابل قدر اور بہترین اضافہ جات ہوتے ہیں اور ان کی تاریخ غالباً محرر ہے اور واقدی کا شمار بڑے بڑے ماہر تاریخ دانوں میں ہے وہ بذات خود فی نفسہ صدوق ہے' مگر ہرگو اور کثیر الکلام ہے۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب (**التکمیل فی معرفة الثقات والضعفاء والمجاهیل**) میں اس کی عدالت و صداقت اور جرح قدح کے بارے خوب مفصل لکھا ہے' وللہ الحمد والمنتہ۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ : اھ ماہ شوال میں عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے۔ ہجرت کے بعد یہ اسلامی دور میں سب بچوں سے قبل پیدا ہوئے۔ جیسا کہ امام بخاری نے ان کی والدہ حضرت اسماء اور خالہ حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر چھ ماہ اس سے قبل پیدا ہوئے۔ بنا بریں عبداللہ بن زبیر' مہاجرین میں سے' سب سے پہلے نومولود ہیں' بعض کا خیال ہے کہ عبداللہ بن زبیر اور نعمان بن بشیر ۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بہ ظاہر قول اول درست ہے۔ جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں' وللہ الحمد والمنتہ اور ہم ۲ھ کے واقعات میں "قول ثانی" کی طرف بھی اشارہ کریں گے۔

وفیات : ابن جریر کا بیان ہے کہ بعض مورخ کہتے ہیں کہ مختار بن ابی عبید اور زیاد بن سمیہ اھ میں پیدا ہوئے' واللہ اعلم۔ اھ میں کلثوم بن ہدم اوسی فوت ہوئے جس کے ہاں رسول اللہ ﷺ قباء میں فروکش ہوئے اور بنی نجار کے محلّہ میں روانہ ہونے سے قبل تک اس کے ہاں مقیم رہے۔ پھر اھ میں ابو امامہؓ اسعد بن زرارہ نقیب بنی نجار فوت ہوئے اور رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے۔ (کما تقدم)

بقول ابن جریر اھ میں ابو اصیحہ اپنے نخلستان میں طائف میں فوت ہوا' ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل سہمی بھی مکہ میں فوت ہوا' بقول ابن کثیر یہ لوگ تینوں مشرک فوت ہوئے مسلمان نہ ہوئے تھے۔

۲ھ کے واقعات کا بیان

اس میں بہت سے غزوات اور سرایا کی روانگی عمل میں آئی ان سب سے اہم غزوہ بدر ہے جو رمضان ۲ھ میں وقوع پذیر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے باعث حق اور باطل' ہدایت اور ضلالت کے درمیان امتیاز پیدا کر دیا۔ یہ مغازی اور بعوث کے بیان کا مقام ہے' واللہ المستعان۔

کتاب المغازی

"سیرت" میں امام محمد بن اسحاقؒ نے یہودی علماء اور ان کی اسلام' اور اہل اسلام کے ساتھ عداوت اور ان کے بارے جو آیات نازل ہوئیں' کے بیان کے بعد ان کی فہرست ذکر کی ہے جس میں مندرجہ ذیل

اشخاص شامل ہیں۔

بنی نضیر کے احبار : حیی بن اخطب' ابو یاسر اور' جدی پسران اخطب' سلام بن مشکم' کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق' ابو رافع اعور سلام بن ابی الحقیق تاجر حجاز جس کو صحابہ نے خیبر میں قتل کیا تھا' ربیع بن ربیع بن ابی الحقیق' عمرو بن جحاش' کعب بن اشرف طائی نبہانی اس کی والدہ بنی نضیر سے ہے۔ صحابہؓ نے اس کو ابو رافع سے قبل قتل کر دیا تھا اور اس کے حلیف' حجاج بن عمرو' کردم بن قیس' یہ بنی نضیر کے ممتاز احبار کی فہرست ہے۔

بنی ثعلبہ کے احبار : بنی ثعلبہ بن فطیون میں سے ہے' عبداللہ بن صوریا' حجاز میں اس کے پایہ کا کوئی عالم نہ تھا۔ (بقول ابن کثیر' بعض کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا) ابن صلوبا' مخیریق یہ دونوں غزوہ احد میں مسلمان ہو گئے تھے اور مخیریق ممتاز عالم تھا۔

بنی قینقاع کے احبار : زید بن لصیت' سعد بن حنیف' محمود بن شیخان یا سبحان' عزیز بن ابی عزیز یا عزیز بن ابی عزیر' عبداللہ بن ضیف' سوید بن حارث' رفاعہ بن قیس' فنحاص' اشیع' نعمان بن اضاء' بحری بن عمرو' شاش بن عدی' شناش بن قیس' زید بن حارث' نعمان بن عمیر' سکین بن ابی سکین' عدی بن زید' نعمان بن ابی اوفی' محمود بن دحیہ' مالک بن صیف یا ابن ضیف' کعب بن راشد' عازر' رافع پسران ابو رافع' خالد ازار پسران ابی ازار' (اور بقول ابن ہشام آزر بن ابی آزر) رافع بن حارثہ' رافع بن حریمہ' رافع بن خارجہ' مالک بن عوف' رفاعہ بن زید بن تابوت' عبداللہ بن سلام' بقول ابن اسحاق' یہ ان کا ممتاز اور جید عالم تھا قبل از اسلام اس کا نام تھا "حصین" جب مسلمان ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا۔

بنی قریظہ کے احبار : بقول ابن اسحاق' بنی قریظہ کے احبار میں سے ہیں' زبیر بن باطا بن وھب' عزال بن شموال' کعب بن اسد اور اسی نے غزوہ خندق میں عہد شکنی کی تھی۔ شمویل بن زید' جبل بن عمرو بن سکینہ' نحام بن زید' کردم بن کعب' وھب بن زید' نافع بن ابی نافع' عدی بن زید' حارث بن عوف' کردم بن زید' اسامہ بن حبیب' رافع بن زمیلہ' جبل بن ابی قشیر' وھب بن یھوذا۔

بنی زریق کے احبار : لبید بن اعصم جس نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا۔

بنی حارثہ کے یہود میں سے : کنانہ بن صوریا اور بنی عمرو بن عوف کے یہود میں سے قردم بن عمرو اور بنی نجار کے یہود میں سے سلسلہ بن برھام۔

تبصرہ : بقول ابن اسحاق' یہ ہے فہرست یہود کے احبار کی اور ان کے اشرار کی' رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے ساتھ بغض و عداوت رکھنے والوں کی اور ان لوگوں کی جو رسول اللہ ﷺ سے بوجہ ضد و عناد اور کفر کے بکثرت سوال کرتے رہتے تھے اور ان لوگوں کی جو اسلام کا نور بجھانے کی تگ و دو میں رہتے تھے۔ بجز عبداللہ بن سلام اور مخیریق کے۔ بعد ازاں ابن اسحاق نے عبداللہ بن سلام اور اس کی پھوپھی خالدہ کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے اور غزوہ احد میں مخیریق کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے۔

مخیریقؓ : مخیریق نے بروز ہفتہ یہود کو مخاطب کر کے کہا اے معشر یہود! واللہ! تم خوب جانتے ہو کہ محمد ﷺ کی مدد و نصرت تم پر واجب اور لازمی ہے۔ تو انہوں نے کہا آج تو ہفتہ کا روز ہے تو اس نے کہا اب تمہارے لئے ہفتے کا احترام ضروری نہیں رہا پھر وہ مسلح ہو کر جہاد میں چلا گیا۔ وہ بڑا سرمایہ دار تھا اور اپنی قوم کو وصیت کر گیا کہ اگر میں شہید ہو گیا تو میرا مال و دولت محمدؐ کے سپرد ہو گا وہ اس میں جو چاہے تصرف کریں' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہو گیا لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ لڑتا لڑتا شہید ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ اس کے بارے فرمایا کرتے تھے "مخیریق یہود سے بہتر آدمی ہے۔"

اوس قبیلہ کے منافقین کی فہرست : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ان کینہ پرور یہود کی طرف اوس اور خزرج کے منافقین بھی مائل ہو گئے' چنانچہ اوس قبیلہ کے منافقین میں سے تھے زوی بن حارث یا زری بن حارث اور جلاس بن سوید بن صامت انصاری اس کے بارے آیت (۷۴/۹) نازل ہوئی۔ "یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا' اور بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ کہا اور مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔" یہ واقعہ یوں ہے کہ جب یہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گیا تو اس نے کہا واللہ! اگر یہ آدمی (محمدؐ) صادق ہوا تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہوں گے' یہ بات عمیر بن سعد نے جو اس کی بیوی کا بیٹا تھا' رسول اللہ ﷺ کو بتا دی تو جلاس نے اس بات سے انکار کر دیا اور حلفاً کہا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی' چنانچہ یہ آیت اس کے بارے نازل ہوئی۔ مورخین کا خیال ہے کہ وہ تائب ہو گیا تھا اور اس کی اسلامی حالت اچھی ہو گئی تھی' یہاں تک کہ اس سے اسلامی شعار اور خیر و برکت کا ظہور ہوا۔

حارث بن سوید : اور اس کا بھائی حارث بن سوید' مجذر بن زیاد بلوی اور قیس بن زید یکے از بنی ضبیعہ کا جنگ احد میں قاتل ہے۔ یہ حارث مسلمانوں کے لشکر میں شامل تھا اور منافق تھا جب جنگ شروع ہوئی تو اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور خود قریش کے ساتھ جا ملا۔ بقول ابن ہشام' مجذر بلوی نے حارث کے والد سوید کو جاہلیت کی جنگ میں قتل کیا تھا اور اس نے غزوہ احد میں اس سے باپ کا بدلہ لے لیا۔ اور ابن اسحاق کا بیان ہے کہ سوید بن صامت کا قاتل معاذ بن عفراء ہے۔ اس نے جنگ بعاث سے قبل' اس کو تیر مار کر قتل کر دیا تھا اور ابن ہشام نے اس بات سے انکار کیا کہ حارث نے قیس بن زید کو قتل کیا ہو' کہ ابن اسحاق نے اس کو شہدائے احد کی فہرست میں شمار نہیں کیا۔ بقول ابن اسحاق' رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو اس کے قتل کا حکم دیا اگر وہ اس پر قابو پا لے چنانچہ حارث نے اپنے بھائی جلاس کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کے لئے توبہ کا مطالبہ کرے کہ وہ اپنی قوم کے پاس واپس چلا آئے' ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے نازل فرمایا (۸۶/۳) اللہ ایسے لوگوں کو کیونکر راہ دکھائے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور گواہی دے چکے ہیں کہ بے شک یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس روشن نشانیاں آئی ہیں۔

بجاد بن عثمان بن عامر۔ نبتل بن حارث کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا جو شیطان دیکھنا چاہتا ہے وہ اس کو دیکھ لے وہ فربہ جسم' کالا سیاہ' سر کے بال پراگندہ' آنکھیں سرخ اور سیاہ رخسار والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا کلام سن کر منافقوں کو بتایا کرتا تھا' اس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے کہا محمد تو نرا کان ہے جو کوئی

بات کرے اس کو سچ سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے نازل فرمایا "اور بعضے ان میں سے پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نراکان ہے۔" (۹/۶۱)

ابو حبیبہ بن ازعر۔ اس کا شمار مسجد ضرار کے بانیوں میں سے ہے۔ ثعلبہ بن حاطب اوسی، معتب بن قشیر، ان دونوں کے بارے آیت (۹/۷۵) نازل ہوئی "اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوں میں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے"۔ معتب وہی شخص ہے جس نے جنگ احد میں کہا تھا اگر ہمارے ہاتھ میں کچھ کام ہوتا تو ہم اس جگہ مارے نہ جاتے چنانچہ اسی کے بارے آیت (۳/۱۵۴) نازل ہوئی اور اس نے غزوہ احزاب میں کہا تھا کہ محمدؐ ہم سے وعدہ کرتا ہے کہ ہم کسریٰ اور قیصر کے خزانے استعمال میں لائیں گے اور حالت یہ ہے کہ رفع حاجت کے لئے جاتے ہوئے خوف محسوس کرتے ہیں پھر اس کے بارے آیت (۳۳/۱۲) نازل ہوئی اور جبکہ منافق اور جن کے دلوں میں شک تھا کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا صرف دھوکا ہے۔

حارث بن حاطب : بقول ابن ہشام (معتب بن قیشر) ثعلبہ اور حارث پسران حاطب، امیہ بن زید کے خاندان سے ہیں اور بدری ہیں، منافقین میں سے نہیں ہیں جیسا کہ باوثوق اہل علم نے مجھے بتایا ہے اور ابن اسحاق نے بھی ثعلبہ اور حارث کو بنی امیہ بن زید کے خاندان سے بتایا ہے اہل بدر کی فہرست میں۔ بقول ابن اسحاق، عباد بن حنیف برادر سہل بن حنیف، بخرج، یہ بھی مسجد ضرار کے بانی ارکان میں سے تھا۔ عمرو بن حرام یا حزام یا خذام، عبداللہ بن نبتل، جاریہ بن عامر بن عطاف، یزید یا زید، مجمع پسران جاریہ، یہ لوگ مسجد ضرار کے ارکان میں سے تھے۔

مجمع : یہ نوجوان لڑکا تھا اس نے کافی قرآن یاد کر رکھا تھا اور مسجد ضرار کا امام تھا۔ غزوہ تبوک کے بعد جب مسجد ضرار تباہ و برباد ہو گئی اور خلافت فاروقی کا دور آیا تو اہل قبا نے عمرؓ سے درخواست کی کہ مجمع ان کو نماز پڑھا دیا کرے تو عمرؓ نے کہا واللہ! ایسا نہ ہو گا، کیا وہ مسجد ضرار میں منافقین کا امام نہ تھا تو اس نے حلفاً کہا، مجھے ان کی کسی بات کا علم نہ تھا۔ مورخین کا خیال ہے کہ عمرؓ نے اس کو امامت کی اجازت دے دی۔

ودیعہ بن ثابت : یہ بھی مسجد ضرار کے بانی ارکان میں سے تھا اور اس نے کہا تھا ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے چنانچہ اس کے بارے (۹/۶۵) آیت نازل ہوئی اگر تم ان سے دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے۔

خذام بن خالد : اسی نے اپنے مکان سے مسجد ضرار کے لئے جگہ وقف کی تھی۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق پر استدراک کیا ہے کہ اوس قبیلہ میں سے بنی نبیت کے خاندان سے بشر اور رافع پسران زید بھی منافق تھے۔

مذبع بن قیظی : یہ اندھا تھا اسی نے رسول اللہ ﷺ کو کہا تھا جبکہ آپؐ اس کے باغ میں سے گزر کر کسی کے پاس جا رہے تھے کہ اگر تو نبی ہے تو میں تجھے اپنے باغ میں سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اس

نے مٹھی میں مٹی پکڑ کر کہا واللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ صرف تیرے سر پر پڑے گی تو میں یہ مٹھی پھینک دیتا یہ سن کر لوگ اس کے قتل کے درپے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو' یہ آنکھوں سے اندھا اور دل سے بھی اندھا ہے۔ سعد بن زید اشہلی نے کمان مار کر اس کے سر کو زخمی کر دیا۔

اوس بن قیظی : اسی نے کہا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ اور کھلے پڑے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۱۳/۳۳) حالانکہ یہ غیر محفوظ اور کھلے نہ تھے وہ صرف بھاگنا چاہتے ہیں۔

حاطب بن امیہ بن رافع : فربہ جسم تھا اور بوڑھا ہو چکا تھا' اس کا بیٹا یزید بن حاطب' مخلص مسلمانوں میں سے تھا' غزوہ احد میں زخموں سے نڈھال ہو گیا اسے بنی ظفر کے محلہ میں لایا گیا (بقول عاصم بن عمر) مسلمان مرد و زن اسے تسلی دے رہے تھے' اے ابن حاطب! جنت مبارک ہو' اور وہ زخموں سے چور حالت نزع میں تھا' یہ سن کر اس کے والد اوس کا نفاق کھل کر سامنے آگیا اور وہ کہنے لگا ہاں! حرمل کے باغ کی مبارک باد واللہ! تم نے بے چارے کو دھوکا اور فریب دیا۔

ابو طعمہ بشیر بن ابیرق : زرہ چور' اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ (۴/۱۰۷) اور ان لوگوں کی طرف سے مت جھگڑ جو اپنے دل میں دغا رکھتے ہیں۔ قزمان حلیف بنی ظفر اس نے جنگ احد میں سات افراد کو قتل اور ہلاک کیا اس کو اپنے زخم کی تکلیف محسوس ہوئی تو اس نے خود کشی کر لی اور اس نے کہا میں نے تو صرف قومی جوش و جذبہ سے جہاد کیا تھا بعد ازاں یہ ملعون مر گیا۔ بقول ابن اسحاق اوس قبیلہ کے خاندان بنی عبدالاشہل میں سوائے ضحاک بن ثابت کے کوئی منافق نہ تھا یہ نفاق اور یہود کی محبت سے متہم تھا یہ ہے اوس قبیلہ کے منافقین کی فہرست۔

خزرج قبیلہ کے منافقوں کی فہرست : بقول ابن اسحاق خزرج قبیلہ کے منافق تھے رافع بن ودیعہ' زید بن عمرو' عمرو بن قیس' قیس بن عمرو بن سہل' جد بن قیس اسی نے کہا تھا کہ (۹/۴۸) مجھے تو اجازت ہی دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے۔ (کہ رومی عورت کے حسن پر مفتون ہو جانے کا خطرہ ہے) عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار اور خزرج اور اوس کا رئیس' ان لوگوں نے جاہلیت میں اس کی حکمرانی اور تاج پوشی کا ارادہ کیا تھا قبل ازیں وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے' تو یہ منصوبہ دھرا رہ گیا اور وہ جلنے اور حسد کرنے لگا اور اس نے کہا تھا (۶۳/۲۸) وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو اس میں سے عزت والا ذلیل کو ضرور نکال دے گا۔ اس منافق کے بارے متعدد آیات نازل ہوئیں۔ اس کے اور ودیعہ عوفی' مالک بن ابی توقل' سوید' اور داعس کے بارے یہ آیت (۵۹/۱۲) اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے' جب یہ منافقین خلاف معاہدہ در پردہ بنی نضیر کی طرف مائل ہو گئے تھے۔

احبار یہود میں سے منافق : ابن اسحاق کا بیان ہے یہود کے بعض احبار' بطور تقیہ اور منافقت کے بہ ظاہر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے اور در پردہ کافر تھے اور یہ کافروں سے بدتر دشمن تھے۔ سعد بن حنیف' زید بن لیث یہ وہی منافق ہے جب آپ کی سواری گم گئی تو اس نے کہا' محمد کا گمان ہے کہ اس کے پاس آسمانی خبریں آتی ہیں اور اس کو اپنی سواری کی خبر نہیں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ! مجھے وہی

معلوم ہوتا ہے جو اللہ مجھے بتائے اس نے مجھے یہ بتایا ہے کہ وہ سواری اس وادی میں ہے اس کی مہار درخت کے ساتھ اٹک گئی ہے چنانچہ چند صحابہ گئے اور اس کو اسی حالت میں پایا۔

نعمان بن اوفی' عثمان بن اوفی' رافع بن حرملہ یہ وہی منافق ہے جس کے بارے رسول اللہ ﷺ نے اس کی وفات کے روز کہا تھا کہ آج بڑے منافقین میں سے ایک بڑا منافق مرا ہے۔ رفاعہ بن زید بن تابوت یہ وہی منافق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تبوک سے واپسی کے وقت شدید آندھی چلی تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک عظیم کافر کی موت کی وجہ سے چلی ہے۔ مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ رفاعہ بن زید فوت ہو گیا ہے۔ سلسلہ بن برھام' اور کنانہ بن صوریا بھی یہودی منافقین میں سے تھے۔

یہودی منافقین کا مسجد نبوی سے اخراج : یہ لوگ مسجد نبوی میں آتے' مسلمانوں کی باتیں سنتے مذاق کرتے اور دین کا استہزا کرتے' ایک روز مسجد نبوی میں یہ لوگ جمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے مل جل کر بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا ان کو نکال دو' چنانچہ وہ بڑی سختی سے مسجد سے نکال دیئے گئے۔

ابو ایوبؓ نے عمرو بن قیس نجاری کو (جو ان کا جاہلیت میں بتوں کا نگران ہوتا تھا) پاؤں سے پکڑا اور گھسیٹ کر مسجد سے باہر پھینک دیا اور وہ کہہ رہا تھا اے ابوایوب! کیا تو مجھے بنی ثعلبہ کے مربد اور پڑ سے باہر پھینک رہا ہے۔ پھر ابوایوبؓ نے رافع بن ودیعہ کا گریبان پکڑا اور اس کو نہایت شدت سے باہر نکال کر تھپڑ رسید کیا اور کہہ رہے اے خبیث منافق! تجھے صد افسوس۔ عمارہ بن حزم نے زید بن عمرو کو (جو دراز ریش تھا) داڑھی سے پکڑ کر کھینچا اور مسجد سے باہر نکال دیا اور اس کے سینہ پر دو ہتھڑ مارا اور وہ گر پڑا تو اس نے کہا اے عمارہ! تو نے میرے جسم کو زخمی اور خراش دار کر دیا تو عمارہؓ نے کہا اے منافق! اللہ! تجھے ذلیل کرے اور قیامت کے روز اللہ نے تیرے لئے جو عذاب مقرر کیا ہے وہ اس سے شدید تر ہے' آئندہ مسجد نبوی کا رخ نہ کرنا۔

ابو محمد مسعود بن اوس بدریؓ نے قیس بن عمرو بن سہل کو پکڑا (وہ نوجوان تھا اور ان منافقین میں یہی نوجوان تھا) اور اس کی گدی پر مار کر مسجد سے نکال دیا۔ ایک خدری صحابیؓ نے حارث بن عمرو کو (جس کے سر کے بال دراز تھے) بالوں سے پکڑا اور اس کو گھسیٹ کر مسجد نبوی سے باہر نکال دیا اور وہ منافق کہہ رہا تھا اے ابو الحارث! آپؓ نے بڑی سختی کی تو اس نے کہا اے عدواللہ! تو اپنی حیثیت سے اسی امر کے لائق تھا آئندہ مسجد نبوی کے قریب مت آنا تو پلید اور ناپاک ہے۔ ایک عمری صحابیؓ زری بن حارث منافق کی طرف کھڑا ہوا اور اس کو بڑی سختی سے مسجد سے باہر نکال دیا اور اپنے ناک پر کپڑا ڈال کر بطور کراہت و نفرت چھی چھی کرنے لگا اور اسے کہا تجھ پر شیطانی حرکات مسلط ہیں۔ ابن اسحاقؒ نے ان منافقین کے بارے سورہ بقرہ اور سورہ توبہ کی جو آیات نازل ہوئی ہیں ان کی تفسیر کی ہے جو بہت عمدہ اور مفید ہے۔

غزوات کی ابتداء

غزوہ ابواء یا غزوہ ودان : یہ حمزہ بن عبدالمطلب یا عبیدہ بن حارث کا دستہ اور سریہ ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ امام بخاریؒ نے کتاب المغازی میں کہا ہے بقول ابن اسحاق سب سے پہلا غزوہ رسول اللہ ﷺ نے ابواء کا کیا پھر بواط پھر عشیرہ۔ پھر اس نے زید بن ارقم سے بیان کیا کہ اس سے دریافت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے کتنے غزوات کئے ہیں تو اس نے کہا ۱۹۔ ان میں سے سات میں وہ شامل تھا اور پہلا غزوہ عشیرہ ہے' غزوہ عشیرہ کے بیان کے موقعہ پر یہ حدیث مع اسناد و الفاظ بیان ہو گی' ان شاء اللہ

کتنے غزوات کئے : صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سولہ غزوات کئے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سولہ غزوات کئے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جو بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۹ غزوات کئے اور ان میں سے آٹھ میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ حسین بن واقد' ابن بریدہ کی معرفت بریدہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ۱۷۔ جنگیں لڑیں اور آٹھ میں خود شریک ہوئے۔ (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) مریسیع (۵) قدید (۶) خیبر (۷) فتح مکہ (۸) حنین اور ۲۴ فوجی دستے روانہ کئے۔ یعقوب بن سفیان (محمد بن عثمان دمشقی تنوخی' ہیثم بن حمید' نعمان) مکحول سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے اٹھارہ جنگیں لڑیں آٹھ میں بذات خود شریک ہوئے۔ (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) قریظہ (۵) بیئر معونہ (۶) بنی مصطلق (۷) خیبر (۸) فتح مکہ (۹) حنین اور طائف (غزوہ بیئر معونہ کو قریظہ کے بعد ذکر کرنا محل نظر ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ وہ احد کے بعد ہے (مذکور بالا غزوات ۹ ہیں' ۸ نہیں)

یعقوب (سلمہ بن شبیب' عبدالرزاق' معمر' زہری) سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اٹھارہ غزوات کئے' پھر میں نے ان سے بعد میں سنا کہ (۲۴) غزوات کئے' معلوم نہیں یہ وہم اور غلطی ہے یا بعد میں کسی اور سے یہ سنا ہو۔ طبرانی (دبری (اسحاق بن ابراہیم دبری) عبدالرزاق' معمر) زہری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ۲۴ غزوات کئے۔ اپنی مسند میں (عبدالرحمان بن حمید' سعید بن سلام' زکریا بن اسحاق' ابوالزبیر) حضرت جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ۲۱ غزوات کئے۔

حاکم کے تعاقب پر نظر : امام حاکم (ہشام) قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور فوجی دستے کل ۴۳ ہیں۔ امام حاکم کا بیان ہے ممکن ہے کہ ۴۳ سے مراد صرف سرایا ہوں غزوات کے بغیر کہ "اکلیل" میں رسول اللہ ﷺ کے بعوث اور سرایا' سو سے زائد باترتیب بیان ہیں۔ امام حاکم نے بتایا کہ بخاری میں مجھے ایک قابل وثوق ساتھی نے بتایا کہ اس نے ابو عبداللہ محمد بن نصر کی کتاب میں پڑھا ہے کہ غزوات اور لڑائیوں کے علاوہ بعوث اور سرایا ستر سے اوپر ہیں' امام حاکم کا بیان نہایت عجیب ہے اور قتادہ کے کلام کو' اپنی رائے پر حمل کرنا بھی محل نظر ہے۔ امام احمد (ازہر بن قاسم راسی' ہشام دستوائی) قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور دستے کل ۴۳ ہیں ان میں سے ۲۴ سرایا اور دستے اور ۱۹

غزوات ہیں اور ان میں سے صرف ۸ میں حضرت محمد ﷺ بہ نفس نفیس تشریف لے گئے۔ (۱) بدر (۲) احد (۳) احزاب (۴) مریسیع (۵) خیبر (۶) فتح مکہ (۷) حنین (نوٹ) یہ تعداد میں بجائے آٹھ کے سات ہیں۔

سن وار غزوات : موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مغازی جن میں خود تشریف لے گئے یہ ہیں (۱) جنگ بدر، رمضان ۲ھ (۲) جنگ احد شوال ۳ھ (۳) جنگ احزاب اور بنی قریظہ شوال ۴ھ (۴) غزوہ بنی مصطلق اور بنی لحیان شعبان ۵ھ (۵) خیبر ۶ھ (۶) فتح مکہ رمضان ۶ھ (۷) غزوہ حنین اور محاصرہ طائف شوال ۸ھ بعد ازاں ۹ھ میں حضرت ابوبکرؓ کے زیر اہتمام حج ہوا پھر ۱۰ھ میں خود رسول اللہ ﷺ امیر حج تھے اور بارہ غزوات کئے جن میں لڑائی کی نوبت نہ آئی اور پہلا غزوہ ابواء ہے۔ حنبل بن ہلال (اسحاق بن علاء، عبداللہ بن جعفرؒ مطرف بن مازن یمانی، معمر) زہری سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد، جہاد کی اجازت کے سلسلہ میں یہ آیت (۲۲/۳۹) (**اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا**) سب سے پہلے نازل ہوئی، پہلا غزوہ بدر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے بروز جمعہ ۱۷ رمضان۔ پھر غزوہ بنی نضیر میں تشریف لے گئے پھر غزوہ احد میں ماہ شوال ۳ھ پھر غزوہ خندق شوال ۴ھ میں پھر بنی لحیان شعبان ۵ھ پھر خیبر ۶ھ میں پھر فتح مکہ شعبان ۸ھ میں، پھر حنین رمضان ۸ھ میں۔ رسول اللہ ﷺ گیارہ غزوات میں تشریف لے گئے جن میں لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ ان میں رسول اللہ ﷺ کا پہلا غزوہ ابوا ہے، (۲) عشیرہ (۳) غطفان (۴) بنی سلیم (۵) ابواء یہ مکرر بیان ہے لیکن ابن ہشام میں ہے (ابواء بواط، عشیر) (۶) غزوہ بدر اولیٰ (۷) طائف (۸) حدیبیہ (۹) صفراء (۱۰) تبوک، بعد ازاں اس نے بعوث بیان کئے ہیں یہ اقتباس میں نے تاریخ ابن عساکر سے نقل کیا ہے اور یہ نہایت غریب ہے اور درست ترتیب ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

علم مغازی کا اہتمام : فن مغازی کا اہتمام اور اس سے عبرت حاصل کرنا اور اس کے لئے **مستعد** ہونا درخور اعتناء مسئلہ ہے جیسا کہ واقدی نے عبداللہ بن عمر بن علی کی معرفت اس کے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نے علی بن حسینؓ سے سنا کہ ہم قرآن کی طرح علم مغازی سے واقف تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عبداللہ سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں اپنے چچا زہری سے سنا کہ علم مغازی میں دنیا اور آخرت کا علم موجود ہے۔ محمد بن اسحاق، صاحب سیرت نے ''مغازی'' میں یہود کے احبار اور منافقین کے بیان کے بعد ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہاد کے لئے **مستعد** ہوئے اور قرب و جوار میں آباد مشرکوں اور دشمنوں کی عداوت اور شرارت سے دفاع کے لئے آمادہ ہوئے۔ (اس نے بیان کیا ہے کہ)

قریباً ایک سال بعد جہاد (ابواء) : رسول اللہ ﷺ بروز سوموار قریباً بوقت زوال ۱۲ ربیع الاول ۱ھ کو مدینہ تشریف لائے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی (کہ ۱۳ سالہ دور مکہ میں گزارا) قریباً مدینہ میں پورا سال قیام کے بعد جہاد کے لئے ماہ صفر میں روانہ ہوئے اور سعد بن عبادہ کو مدینہ کا نائب امیر مقرر کیا۔ اور آپ ودان یعنی ''ابواء'' میں پہنچے (بقول ابن جریر ودان اور ابواء ایک مقام کے دو نام ہیں) آپ کا مقصد قریش اور بنی ضمرہ بن عبد مناۃ کے حالات سے آگاہی اور جستجو تھا

بنی ضمرہ سے صلح : آپ نے اس مہم میں بنی ضمرہ سے مصالحت کی اور مصالحت کا سربراہ فحشی بن عمرو ضمری تھا وہ اس وقت اپنی قوم کا نمائندہ تھا رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔ پھر آپ ماہ صفر کے باقی ماندہ اور ربیع الاول کے ابتدائی ایام میں مدینہ میں مقیم رہے۔ بقول ابن ہشام' یہ رسول اللہ ﷺ کا پہلا غزوہ ہے اور بقول واقدی آپ کا پرچم سفید تھا اور چچا حمزہ کے پاس تھا۔

پہلا تیر جو جہاد میں چلایا گیا : بقول ابن اسحاق' رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں' اپنے اس قیام کے دوران عبیدہ بن حارث کو ۶۰ یا ۸۰ مہاجروں کے دستہ میں (جس میں کوئی انصاری نہ تھا) روانہ کیا۔ چلتے چلتے "ثنیہ مرہ" کے زیریں حصہ میں ایک چشمہ پر پہنچ گئے وہاں قریش کے ایک بڑے قافلے سے مڈبھیڑ ہو گئی مگر لڑائی تک نوبت نہ پہنچی۔ البتہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس روز ایک تیر چلایا یہ سب سے پہلا تیر ہے جو اسلامی دور میں فی سبیل اللہ جہاد میں چلایا گیا پھر اسلامی دستہ واپس لوٹ آیا اور یہ اسلامی دستہ نہایت جوش و خروش میں تھا۔

مقداد بھرانی اور عتبہ بن غزوان مازنی : مشرکین قریش میں سے مقداد بن عمرو بھرانی حلیف بنی زہرہ اور عتبہ بن غزوان بن جابر مازنی حلیف بنی نوفل بھاگ کر مسلمانوں میں آملے۔ یہ دونوں مسلمان تھے اور کفار کے ساتھ اسی غرض کے لئے آئے تھے۔

کفار کا سپہ سالار کون تھا؟ : بقول ابن اسحاق' مشرکین کا رئیس قافلہ عکرمہ بن ابی جہل تھا اور ابن ہشام نے ابو عمرو بن علاء (یا ابن ابی عمرو بن علاء) کی معرفت ابو عمرو مدنی سے بیان کیا ہے کہ ان کا رئیس قافلہ مکرز بن حفص تھا' واقدی سے اس بارے دو قول بیان ہو چکے ہیں (۱) مکرز (۲) ابو سفیان صخر بن حرب لیکن اس نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے' واللہ اعلم۔ ابن اسحاق نے اس دستہ کے بارے ایک قصیدہ ذکر کیا ہے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف منسوب ہے۔

أمن طيف سلمى بالبطاح الدمائث ... أرقت وأمر في العشيرة حادث
ترى من لؤي فرقة لا يصدها ... عن الكفر تذكير ولا بعث باعث
رسول أتاهم صادق فتكذبوا ... عليه وقالوا لست فينا بماكث
إذا ما دعوناهم إلى الحق أدبروا ... وهروا هرير المجحرات اللواهث

(کیا تو سلمیٰ کے تصور سے نرم وادیوں میں پیدا ہوا اور قوم میں ایک امر رونما ہے۔ تو لوی خاندان کو دیکھتا ہے کہ اس کو کفر سے وعظ و نصیحت روکتی ہے نہ کسی دستہ کا روانہ کرنا۔ ان کے پاس سچا رسول آیا انہوں نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ تو ہمارے ہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ جب ہم ان کو حق بات کی دعوت دیتے ہیں تو وہ پشت پھیر جاتے ہیں اور ہانپتے ہوئے کتوں کی طرح آواز کرتے ہیں)

اور عبداللہ بن زبعری نے جواب آں غزل کے طور پر کہا۔

أمن رسم دار أقفرت بالعثاعث ... بكيت بعين دمعها غير لابث
ومن عجب الأيام والدهر كله ... له عجب من سابقات وحادث

جیش أتانا ذی عرم یقوده عبیدة یدعی فی الهیاج ابن حارث
لنترك أصنام بمكة عكف مواريث موروث كريم لوارث

(کیا میں ایسے مسلمان کے کھنڈرات سے مقام عثالمت میں ایسی آنکھ کے ساتھ رویا جو متواتر اشکبار تھی۔ اور عجائبات زمانہ سے (اور زمانہ تمام تر عجائبات کا مجموعہ ہے) جو سابق ہیں اور حادث ہیں۔ ایک سرکش لشکر کے باعث جن کی قیادت عبیدہ کر رہا تھا جسے جنگوں میں ابن حارث کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کہ ہم مکہ میں بتوں کی عبادت ترک کر دیں یہ ترکہ ہیں وارث کے لئے بہترین موروث سے)

امام ابن اسحاق نے پورا قصیدہ ذکر کیا ہے ہم نے کامل قصیدہ اس وجہ سے بیان نہیں کیا کہ امام ابن ہشام' لغت کے امام نے بیان کیا ہے کہ اکثر ماہر شعراء ان دونوں قصیدوں کا انکار کرتے ہیں۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی اس تیراندازی کی بابت کہا۔

ألا هل أتى رسول الله أنی حمیت صحابتی بصدور نبلی
أذود بها أوائلهم ذیادا بكل حزونة وبكل سهل
فما یعتد رام فی عدو بهم یا رسول الله قبلی
وذلك أن دینك دین صدق وذو حق أتیت به وفضل
ینجی المؤمنون به ویخزی به الكفار عند مقام مهل
فمهلا قد غویت فلا تعبنی غوی الحی ویحك یا ابن جهل

(کیا رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا ہے کہ میں نے اپنے رفقا کی حمایت کی ہے اپنے تیروں کی نوک سے۔ میں ان سے ان کے پہلے لوگوں کا دفاع کرتا تھا ہر سنگلاخ اور نرم میدان میں۔ یارسول اللہ! مجھ سے قبل کسی تیرانداز نے دشمن کے لئے تیر تیار نہیں کیا۔ اور یہ اس باعث کہ دین جو آپ نے پیش کیا سچ اور حق ہے اور انصاف پرور ہے۔ اس کے ذریعہ مومن نجات پائیں گے اور کافر رسوا ہوں گے انتظار کے مقام میں۔ اے عکرمہ ابن ابو جہل! افسوس! مجھ پر عیب نہ لگا کہ میں نے قبیلہ کو بہکایا ہے)

بقول ابن ہشام! اکثر ماہرین شعراء سعد کی طرف اس قصیدے کی نسبت پہ اعتراض کرتے ہیں۔

پہلا جھنڈا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عبیدہ بن حارث کا یہ پہلا پرچم ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اسلامی دور میں کسی مسلمان کو دیا تھا مگر زہری' موسیٰ بن عقبہ اور واقدی نے اس کے خلاف بیان دیا ہے کہ عبیدہ بن حارث سے قبل حمزہ بن عبدالمطلب کو دستہ دے کر روانہ کیا تھا واللہ اعلم اور حدیث سعدؓ میں آئندہ بیان ہو گا کہ عبداللہ بن جحش اسدی سرایا اور فوجی دستوں کا پہلا امیر تھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابواء سے واپسی کے دوران' مدینہ پہنچنے سے قبل' عبیدہؓ کو روانہ کیا تھا موسیٰ بن عقبہ نے بھی زہری سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی مقام پر حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کو ساحل سمندر کی طرف' عیص کی سمت تیس مہاجر سواروں کی معیت میں (جن میں کوئی انصاری نہ تھا) روانہ کیا اور اسی ساحل پر ابوجہل ملا جو مکہ کے تین سو سواروں کے ساتھ وہاں موجود

تھا۔ مجدی بن عمرو جہنی درمیان میں حائل ہو گیا جو فریقین سے دوستانہ تعلق رکھتا تھا پس سب لوگ منتشر ہو گئے اور لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

بقول ابن اسحاق' بعض کا خیال ہے کہ حمزہ کا پرچم اولین پرچم ہے جو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو دیا ہو اور اختلاف اس وجہ سے ہے کہ حمزہؓ اور عبیدہؓ کی روانگی بیک وقت عمل میں آئی اور لوگوں کو اشتباہ ہو گیا۔ میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے بیان کیا ہے کہ حمزہؓ کی روانگی عبیدہؓ سے قبل تھی اور اس نے بیان کیا ہے کہ حمزہؓ کا دستہ ابواء سے قبل روانہ کیا تھا اور جب ابواء سے رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لائے تو عبیدہؓ کو ساٹھ مہاجرین کے دستہ کے ساتھ روانہ کیا' نیز واقدی سے بیان ہو چکا ہے کہ حمزہؓ کا دستہ رمضان اھ میں روانہ کیا تھا اور بعد ازیں شوال اھ میں عبیدہؓ کو روانہ کیا' واللہ اعلم۔ ابن اسحاق نے حضرت حمزہؓ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہؓ کا پرچم پہلا پرچم ہے جو اسلامی دور میں انہیں دیا گیا۔ اگر یہ اشعار حضرت حمزہؓ کے ہوں تو بات اسی طرح درست ہے کہ وہ صحیح بات ہی کرتے ہیں خدا کو بہتر معلوم ہے کہ کون سا مقدم تھا مگر ہم نے اہل علم سے یہی سنا ہے کہ عبیدہ بن حارث ک دستہ مقدم ہے اور ان کا قصیدہ یہ ہے

ألا يا لقومي للتحلم والجهل ... وللنقص من رأي الرجال وللعقل
وللراكبينا بالمظالم لم نطأ ... لهم حرمات من سوام ولا أهل
كأنا تبلناهم ولا تبل عندنا ... لهم غير أمر بالعفاف وبالعدل
وأمر بإسلام فلا يقبلونه ... وينزل منهم مثل منزلة الهزل

(خبردار! اے میری قوم! اپنے جھوٹے خواب اور جہالت پر حیرت کا اظہار کرو نیز عقل اور لوگوں کی رائے کی مخالفت کرنے پر۔ اور ظلم و ستم کے لئے سوار ہونے پر تعجب کا اظہار کرو اور ہم نے ان کے اہل اور مال کی حرمت کو پامال نہیں کیا۔ گویا ہم نے ان سے قطع رحمی کی ہے۔ ہمارے نزدیک ان سے قطع رحمی بالکل نہیں سوائے عفت و پاکدامنی اور عدل و انصاف کے حکم کے۔ اور سوائے اسلام قبول کرنے کے حکم کے وہ اس کو قبول نہیں کرتے اور یہ بات ان کے ہاں مزاح کی حیثیت رکھتی ہے)

فما برحوا حتى انتدبت لغارة ... لهم حيث حلوا أبتغي راحة الفضل
بأمر رسول الله أول خافق ... عليه لواء لم يكن لاح من قبل
لواء لديه النصر من ذي كرامة ... إله عزيز فعله أفضل الفعل
عشية ساروا حاشدين وكلنا ... مراجله من غيظ أصحابه تغلي

(وہ اسی حالت پر اڑے رہے حتیٰ کہ مجھے ایک مہم کے لئے بھیجا گیا کہ جہاں وہ نازل ہوں (ان پر حملہ کروں) فضل و کرم کی تلاش کے لئے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے' اس کے اوپر پہلا علم لہرا رہا ہے جو قبل ازیں کسی پر نمودار نہ تھا۔ جھنڈے کے پاس مدد و نصرت اللہ غالب کی جانب سے ہے اس کا فعل' سب سے افضل فعل ہے۔ وہ مستعد ہو کر پچھلے پہر چل رہے تھے اور ہمارے دل ان کے غیظ و غضب سے جوش مار رہے تھے)

فلما تراءینا أناخوا فعقّلوا مطایا وعقّلنا مدی غرض النبل
وقلنا هم حبل الاله نصیرنا ومالکم إلا الضلالة من حبل
فثار أبو جهل هنالك باغیا فخاب ورد الله كيد ابي جهل
وما نحن إلا في ثلاثين راكبا وهم مائتان بعد واحدة فضل

(جب ہم نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو انہوں نے سواریوں کو بٹھا کر گھٹنے باندھ دیئے اور ہم نے بھی تیر کے نشانہ کے فاصلہ پر سواریوں کو باندھ دیا۔ ہم نے ان کو کہا اللہ کا قرآن ہمارا مددگار ہے اور تمہارے پاس سوائے ضلالت کے کوئی سہارا نہیں۔ وہاں ابوجہل سرکشی سے جوش میں آگیا پھر وہ ناکام ہوگیا اور اللہ نے ابوجہل کی تدبیر کو ناکام کر دیا۔ ہم صرف تیس سوار تھے اور وہ تھے دو سو ایک)

فيال لؤي لا تطيعوا غواتكم وفيئوا إلى الاسلام والمنهج السهل
فاني أخاف أن يصب عليكم عذاب فتدعوا بالندامة والثكل

(اے آل لوی! تم اپنے گمراہ لوگوں کی اطاعت نہ کرو اسلام اور آسان طریقہ کی طرف لوٹ آؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے اور تم ندامت اور ہلاکت و فلاکت کا واویلا کرو)

ابوجہل بن ہشام ملعون نے اس کے جواب میں کہا۔

عجبت لاسباب حفيظة والجهل وللشاغبين بالخلاف وبالبطل
وللتاركين ما وجدنا جدودنا عليه ذوي الاحساب والسؤدد الجزل

(میں اس غم و غصے اور جہالت کے وجوہ سے حیران ہوں اور مجھے ان پر تعجب ہے جو اختلاف اور بے فائدہ باتوں پر شور و شر پھیلاتے ہیں۔ اور میں ان سے متعجب ہوں جنہوں نے اس طریقہ کو چھوڑ دیا جس پر ہم نے اپنے حسب و نسب والے عظیم آباء و اجداد کو پایا ہے۔ (ابن اسحاق نے اس کو مکمل نقل کیا ہے)

بقول ابن ہشام' شعر و شاعری کے اکثر ماہرین کے نزدیک' یہ دونوں قصیدے حضرت حمزہؓ اور ابوجہل ملعون کے نہیں ہیں۔

غزوہ بواط : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ربیع الاول ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ قریش کے تجسّس کے لئے روانہ ہوئے اور سائب بن مظعونؓ کو مدینہ پر نائب مقرر کیا بقول واقدی سعد بن معاذ ؓ کو نائب مقرر کیا رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دو سو سوار تھے اور آپ کے پرچم بردار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے اور آپ کا مقصد تھا کہ قریش کے تجارتی قافلہ کے آڑے آئیں جس میں امیہ بن خلف سو افراد کے ہمراہ تھا اور اس میں اڑھائی ہزار اونٹ تھے۔ بقول ابن اسحاق' رسول اللہ ﷺ چلتے چلتے کوہ رضویٰ کی سمت میں بواط مقام پر پہنچے اور وہاں ربیع الثانی اور جمادی اولیٰ کے ابتدائی ایام میں آپؐ نے قیام کیا' پھر مدینہ واپس لوٹ آئے اور لڑائی نہ ہوئی۔

غزوہ عشیرہ : ابن ہشام کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے تجارتی قافلہ کی جستجو کے لئے روانہ ہوئے جو شام کو جا رہا تھا ابو سلمہ بن عبدالاسد کو مکہ پر نائب مقرر کیا اور آپ کے علم بردار حضرت حمزہؓ تھے۔

بقول ابن اسحاق ' آپؐ بنی دینار کے راستہ پر روانہ ہوئے' پھر فیفاء الخیار پہنچ کر' ذات الساق میں ایک درخت کے سایہ تلے فروکش ہوئے اور وہاں نماز پڑھی وہاں آج کل آپ کی مسجد تعمیر ہے پھر کھانا تیار ہوا اور سب نے مل جل کر کھایا اور وہاں دیگ کے چولہے کے نشانات اب (۷۷۴ھ) تک موجود ہیں اور آپ کے لئے مشیریب چشمہ سے پانی لایا گیا پھر آپؐ وہاں سے روانہ ہوئے اور خلائق مقام کو دائیں طرف چھوڑ کر شعب عبداللہ پر چلے پھر صب الشاد ہوتے ہوئے "ملل" میں اترے اس کے اور ضیوعہ کے چوک میں فروکش ہوئے پھر آپؐ "فرش ملل" پر روانہ ہو کر "صخیرات یمام" کے راستہ میں جا ملے پھر سیدھے راستہ پر چلتے رہے یہاں تک کہ "بطن ینبع" میں عشیرہ کے مقام پر فروکش ہوئے اور وہاں جمادی اولیٰ اور جمادی اخریٰ کے چند ایام قیام کیا اس دوران بنی مدلج اور ان کے حلیف بنی ضمرہ سے مصالحت کی پھر مدینہ واپس لوٹ آئے اور لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

امام بخاری (عبداللہ' وھب' شعبہ) ابو اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ میں زید بن ارقمؓ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس سے دریافت ہوا رسول اللہ ﷺ نے کتنی جنگیں کی ہیں تو اس نے بتایا انیس ۔ پوچھا آپ کتنی جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شامل تھے تو اس نے بتایا سترہ میں' میں نے پوچھا پہلی کون سی ہے؟ اس نے کہا عشیر یا عسیر۔ میں نے یہ واقعہ قتادہ کو سنایا تو اس نے کہا "عشیر" ہے اس حدیث سے ظاہر طور پر واضح ہے کہ پہلا غزوہ "عشیرہ" ہے۔ (عشیرش معجمہ اور مھملہ کے ساتھ یفرکوں اور مدورۃ کے آیا ہے اور اسی طرح عشیراء اور عسیرا بھی منقول ہے) حدیث میں تطبیق یہ ہے کہ عشیر پہلا غزوہ بلحاظ زیدؓ کی شمولیت کے ہے اور ابواء مطلقاً پہلا غزوہ جیسا کہ ابن اسحاق نے بیان کیا۔

حضرت علیؓ کا قاتل : محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ اس روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا جو مجھے یزید بن محمد بن خیثم نے محمد بن کعب قرظی سے اور اس نے ابو یزید محمد بن خیثم کی معرفت عمار بن یاسرؓ سے بیان کیا ہے کہ میں اور علیؓ دونوں غزوہ عشیرہ میں شامل تھے رسول اللہ ﷺ نے وہاں ایک ماہ قیام کیا بنی مدلج اور ان کے حلیفوں بنی ضمرہ سے مصالحت کی۔ ایک روز مجھے علیؓ نے کہا جناب عمار! کیا ہم بنی مدلج کے لوگوں کے پاس چلیں جو چشمہ پر کام کر رہے ہیں؟ دیکھیں کیسے کام کرتے ہیں چنانچہ ہم وہاں گئے تھوڑی دیر ان کو دیکھا اور ہمیں نیند نے ستایا تو کھجور کے نیچے مٹی پر لیٹ گئے (ہم دیر تک سوتے رہے) کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے ہمیں جنبش دے کر جگایا ہم اٹھ کر بیٹھ گئے اور ہم خاک آلود تھے اور اس روز رسول اللہ ﷺ نے علی کو کہا اے ابو تراب! کیونکہ وہ گرد آلود تھے۔ پھر ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا ماجرا سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں سب لوگوں سے شقی اور بدبخت دو آدمیوں کے بارے بتاؤں؟ عرض کیا کیوں نہیں فرمایئے! تو آپ نے فرمایا ایک وہ سرخ فام نوجوان جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں اور دوسرا اے علی! وہ جو تیرے سر پر تلوار مارے گا یہاں تک کہ تیری ریش خون سے تر بتر ہو جائے گی۔ اس سند سے یہ حدیث غریب ہے اور اس کا شاہد دوسری سند سے موجود ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ' حضرت فاطمہؓ سے ناراض ہو کر مسجد میں آکر سو گئے نبی علیہ السلام

تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے حضرت علیؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا ناراض ہو کر مسجد میں چلے گئے ہیں رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور ان کو جگا کر مٹی صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے قم یا ابا تراب قم یا اب تراب اے ابو تراب اٹھو' اے ابو تراب اٹھو۔

پہلا غزوہ بدر : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ عشیرہ سے واپسی کے بعد' دس روز بھی مدینہ میں قیام نہ کیا ہو گا کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ کے مویشیوں پر لوٹ مار کی۔ نبی علیہ السلام اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور بدر کے نواح میں سفوان وادی تک جا پہنچے مگر کرز دور نکل گیا آپ اس کو پکڑ نہ سکے اور آپ کے علم بردار حضرت علیؓ تھے۔ بقول ابن ہشام اور واقدی مدینہ پر زید بن حارثہ کو نائب مقرر کیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس چلے آئے اور یہاں تین ماہ جمادی الثانی' رجب اور شعبان قیام فرمایا اور اس اثناء میں حضرت سعد بن ابی وقاص کو آٹھ مہاجرین کے ہمراہ روانہ کیا وہ حجاز کے خرار علاقہ میں پہنچ گئے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ سعدؓ کی روانگی حمزہؓ کے بعد تھی پھر سعد واپس چلے آئے اور لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ حضرت حمزہؓ کی رمضان اھ میں روانگی اور عبیدہ بن حارث کی شوال اھ میں روانگی اور سعد بن ابی وقاص کی ذی قعدہ اھ میں روانگی کا ذکر واقدی سے قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔

جہینہ کا مسلمان ہونا : امام احمد' حضرت سعد بن ابی وقاص سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو جہینہ قبیلہ نے عرض کیا آپؐ ہمارے علاقہ میں قیام فرما چکے ہیں آپ ہم سے عہد و پیمان کریں تاکہ ہماری آپ کے پاس آمدورفت ہو سکے۔ تو آپؐ نے ان سے معاہدہ کر لیا اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (ہم سو افراد سے کم ہوں گے) رجب میں روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ جہینہ کے پہلو میں جو بنی کنانہ کا قبیلہ آباد ہے اس پر حملہ کریں' ہم نے ان پر حملہ کیا وہ زیادہ تھے' ہم نے ڈر کے مارے جہینہ میں پناہ لی' انہوں نے ہمیں پناہ نہ دی اور کہا کہ تم ماہ حرام رجب میں کیوں جنگ کرتے ہو' باہمی مشورہ کیا کہ اب کیا خیال ہے؟ بعض نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کریں اور بعض نے کہا یہ نہیں بلکہ ہم یہیں مقیم رہیں گے۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنے ہمراہ ساتھیوں سے کہا' یہاں نہیں بلکہ ہم قریش کے تجارتی قافلہ پر حملہ کریں۔ اور مال غنیمت اس وقت اسی کا ہوتا تھا جو اس کو حاصل کرتا۔ چنانچہ ہم تجارتی قافلہ کی طرف روانہ ہوئے اور ہمارے باقی رفقا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ ہو گئے انہوں نے آپؐ کو صورتحال سے آگاہ کیا آپ سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور آپ کا چہرہ مبارک غصے سے لال ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا میرے پاس سے تم اکٹھے گئے اور متفرق ہو کر واپس چلے آئے۔ اسی تفرقہ بازی نے گذشتہ قوموں کو ہلاک کیا ہے اب میں تمہارا امیر ایسا آدمی مقرر کروں گا جو تم سے بہتر تو نہیں مگر وہ بھوک پیاس برداشت کرنے میں تم سے صبر مند ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش اسدی کو روانہ فرمایا اور یہ مدینہ کے اسلامی دور میں پہلا امیر تھا۔

ولائل میں اس روایت کو امام بیہقی نے (یحییٰ بن ابی زائدہ از مجالد) اسی طرح بیان کیا ہے مگر اس نے (کہ تم ماہ حرام رجب میں کیوں جنگ کرتے ہو) کے بعد اضافہ کیا ہے سعد نے جواباً کہا کہ ہم ان لوگوں سے ماہ حرام میں جنگ کرتے ہیں جنہوں نے ہمیں بلد حرام --- مکہ --- سے نکالا ہے۔ پھر امام بیہقی نے اس روایت کو (ابی اسامہ' مجالد' زیاد بن علاقہ' قطبہ بن مالک) سعد بن ابی وقاصؓ سے حسب سابق بیان کیا ہے۔ زیاد بن علاقہ اور سعد بن ابی وقاص کے درمیان ایک راوی قطبہ بن مالک کا اضافہ کیا ہے اور یہ زیادہ مناسب ہے' واللہ اعلم۔

اختلاف : اس حدیث کا تقاضا ہے کہ سرایا اور فوجی دستوں کا پہلا امیر عبداللہ بن جحش اسدی تھا اور یہ ابن اسحاق کے اس بیان کے خلاف ہے کہ پہلا جھنڈا عبیدہ بن حارث بن مطلب کو دیا گیا جبکہ واقدی کی ایک حدیث میں ہے کہ پہلا جھنڈا حمزہؓ بن عبدالمطلب کو دیا گیا' واللہ اعلم۔

سریہ عبداللہ بن جحش : جو غزوہ بدر کا باعث ہوا' یہ جنگ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کا دن ہے جس روز دونوں لشکروں کا ٹکراؤ او تصادم ہوا' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش اسدیؓ کو ماہ رجب میں "بدر اولیٰ" سے واپسی کے بعد روانہ کیا اور اس کے ساتھ صرف آٹھ مہاجروں کو روانہ کیا جن میں کوئی انصاری نہ تھا' ابو حذیفہ بن عتبہ' عکاشہ بن محصن بن حرثان حلیف بنی اسد بن حزیمہ' عتبہ بن غزوان حلیف بنی نوفل' سعد بن ابی وقاص زہری' عامر بن ربیعہ وائلی حلیف بنی عدی' واقد بن عبداللہ بن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع تمیمی حلیف بنی عدی' خالد بن بکیر یکے از بنی سعد بن لیث حلیف بنی عدی' سہل بن بیضاء فہری' یہ آٹھ آدمیوں کی فہرست ہے اور ۹ واں ان کا امیر عبداللہ بن جحش ہے۔ (ندوی) یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ وہ آٹھ تھے اور ان کا امیر نوواں تھا' واللہ اعلم۔

مکتوب نبوی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک مکتوب بند کر کے دیا اور حکم دیا کہ دو دن کے سفر کے بعد' اس مکتوب کو دیکھے۔ پھر اس کے مطابق عمل کرے اور اپنے رفقا کو (اس پر عمل کرنے کے لئے) مجبور نہ کرے' چنانچہ اس نے دو روز کے سفر کے بعد مکتوب کھولا تو اس میں یہ تحریر تھا **(فاذا نظرت فی کتابی فامض حتی تنزل نخلة بین مکة والطائف فترصد بہا قریشا و تعلم لنا من اخبارھم)** "میرا یہ مکتوب پڑھ کر سفر جاری رکھ یہاں تک کہ تو مکہ اور طائف کے درمیان مقام نخلہ میں اتر جائے اور وہاں قریش کی تاک میں رہ اور ان کے حالات کا پتہ لگائے۔"

اس نے خط پڑھ کر سر تسلیم خم ہے' کہا اور اپنے رفقاء کو خط کے مضمون سے آگاہ کیا اور بتایا مجھے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ میں تم میں سے کسی کو مجبور کروں۔ جس کو شہادت کی طلب اور رغبت ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جس کو ناگوار ہو وہ واپس پلٹ جائے۔ جس کو زندگی عزیز ہو وہ یہیں سے پلٹ جائے' اور میں تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق جا رہا ہوں' چنانچہ سب ساتھی اس کے ساتھ روانہ ہوئے اور کوئی پیچھے نہ پلٹا۔ وہ حجاز کے راستہ پر چلتے چلتے "فرع" کے بالائی علاقہ "معدن" جو "بحران" کے نام سے

معروف ہے میں پہنچے تو سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کی سواری گم ہو گئی جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے وہ اس کی تلاش و جستجو میں پیچھے رہ گئے اور عبداللہ بن جحش مع باقی رفقا روانہ ہو کر نخلہ مقام پر فروکش ہو گئے۔ وہاں سے قریش کا ایک تجارتی قافلہ گزرا اس میں عمرو بن حضرمی (بقول ابن ہشام حضرمی کا نام ہے عبداللہ بن عباد الصدف) عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی اس کا بھائی نوفل' اور حکم بن کیسان ہشام بن مغیرہ کا غلام موجود تھے جب قافلہ والوں نے ان کو دیکھا تو خوف زدہ ہوئے وہ ان کے قریب ہی فروکش تھے عکاشہ بن محصن نے (جس کا سر منڈا ہوا تھا) ان کو جھانک کر دیکھا تو وہ اسے دیکھ کر مطمئن ہو گئے اور اس نے کہا تمہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں عمرے کی خاطر آئے ہیں۔

صحابہ نے باہمی مشورہ کیا اور ماہ رجب کی آخری تاریخ کا واقعہ ہے کہ اگر آج رات تم نے ان کو چھوڑ دیا (اور حملہ نہ کیا) تو وہ حرم میں پہنچ جائیں گے اور وہاں محفوظ ہو جائیں گے اور اگر تم نے ان کو قتل کیا تو یہ قتل و غارت ماہ رجب میں واقع ہو گی چنانچہ صحابہؓ تذبذب اور تردد میں پڑ گئے اور حملہ کرنے سے ڈر گئے پھر انہوں نے اپنے دلوں کو مضبوط کیا اور قتل و غارت کا فیصلہ کر لیا۔

چنانچہ واقد تمیمی نے عمرو بن حضرمی کو تیر مارا اور ہلاک کر دیا' عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا اور نوفل بن عبداللہ نے بھاگ کر جان بچائی اور ان کے ہاتھ نہ آیا۔ عبداللہ بن جحش مع رفقا سامان اور دو قیدیوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے۔

عبداللہ بن جحش کی بالغ نظری : عبداللہ بن جحش کے خاندان میں سے کسی نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہؓ نے اپنے رفقاء کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ہے اور باقی ماندہ مال اس نے اپنے رفقاء میں تقسیم کر دیا' یہ آیت خمس کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے اور جب "آیت خمس" نازل ہوئی تو عبداللہ بن جحش کی تقسیم کے مطابق نازل ہوئی۔ (قالہ ابن اساہ)

جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا میں نے تمہیں ماہ رجب ماہ حرام میں لڑائی کا حکم نہ دیا تھا چنانچہ مال غنیمت اور دونوں قیدی اسی طرح رہے۔ اور آپ نے اس میں سے کچھ لینے سے انکار فرما دیا جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ سنایا تو وہ سخت نادم ہوئے اور سمجھے کہ وہ ماہ حرم کی حرمت برباد کر کے ہلاک ہو گئے ہیں اور باقی مسلمانوں نے بھی برہم ہو کر ان کو سخت ست کہا۔

قریش نے کہا محمدؐ اور اس کے صحابہؓ نے ماہ حرام کی حرمت کو توڑا ہے اور اس میں خون ریزی کی ہے اور ناجائز مال پر قبضہ کیا ہے اور لوگوں کو گرفتار کر کے قیدی بنا لیا ہے اور مکہ میں مقیم مسلمان' قریش کے جواب میں کہتے تھے کہ یہ واقعہ تو شعبان میں ہوا ہے۔ (رجب میں نہیں)

یہود کا فال نکالنا : اور یہود نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف فال نکالی کہ (عمرو بن الحضرمی قتلہ واقد بن عبداللہ) عمرو سے مراد ہے لڑائی کا جوان ہونا اور بھڑکنا اور حضرمی سے مراد ہے لڑائی کا آغاز ہونا اور واقد سے مراد ہے آتش حرب کا روشن ہو جانا اور اللہ تعالیٰ نے اس لڑائی کو بجائے مفید ہونے کے نقصان دہ بنا دیا ہے جب اس سلسلہ میں لوگوں کی باتوں کی انتہا نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا "آپ سے حرمت والے

مہینہ میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دو اس میں لڑنا بڑا جرم اور گناہ ہے اور اللہ کے راستے سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو اس میں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیردیں اگر ان کا بس چلے۔" (۲/۲۱۷)

یعنی اگر تم نے ماہ حرام میں قتل کیا ہے تو کفار قریش نے بھی اپنے کفر کے باوجود تمہیں راہ حق سے روکا ہے اور مسجد حرام سے نکالا ہے حالانکہ تم اس کے باشندے تھے اللہ کے ہاں تمہاری جلا وطنی کا جرم زیادہ سنگین ہے بہ نسبت تمہارے قتل و غارت کے اور مسلمانوں کو آزمائش و ابتلا میں ڈالنا تو قتل سے بھی بڑھ کر جرم ہے۔ یعنی وہ مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیف دیتے تھے کہ وہ مرتد ہو جائیں ان کا یہ جرم قتل سے بہت بڑا ہے بایں ہمہ وہ اپنے خبث باطن اور بد کرداری پر قائم ہیں اور توبہ نہیں کرتے بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۲/۲۱۷) "وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیردیں اگر ان کا بس چلے۔"

حکم بن کیسان شہید بیئر معونہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب اس بارے میں قرآن نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا غم دور کیا تو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت اور دونوں قیدیوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور قریش نے عثمان اور حکم بن کیسان دونوں اسیروں کا فدیہ روانہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک سعدؓ اور عتبہؓ نہ آجائیں ہم تم سے فدیہ نہ وصول کریں گے ہمیں خطرہ ہے کہ تم ان کو قتل کر دو گے۔ اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو ہم بھی ان کو قتل کر دیں گے پھر سعد اور عتبہؓ واپس آئے آپ نے ان سے فدیہ وصول کر لیا، عثمان بن عبداللہ، فدیہ کے بعد مکہ چلا آیا اور وہیں بہ حالت کفر فوت ہوا باقی رہا حکم بن کیسان تو وہ مسلمان ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی مقیم ہو گیا یہاں تک کہ وہ بیئر معونہ ۴ھ میں شہید ہوا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عبداللہ بن جحش اور ان کے رفقاء کا نزول قرآن کے بعد رنج و غم دور ہوا تو انہوں نے اپنے جہاد کے ثواب کا طمع کیا اور عرض کیا یارسول اللہ! کیا ہمیں اس غزوہ میں مجاہدین کا سا ثواب ملے گا تو اللہ تعالیٰ نے (۲/۲۱۸) نازل فرمایا بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی عظیم امیدواری کی تعریف کی ہے۔

اولیات : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس سلسلہ میں زہری اور یزید از عروہ حدیث منقول ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ عمرو بن حضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں پہلا مقتول ہے اور یہ مال پہلا مال غنیمت ہے، عثمان اور ابن کیسان پہلے اسیر ہیں۔

اشتیاق : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام احمد نے سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن جحش اسدی اسلامی دور میں (فوجی دستہ) کا پہلا امیر ہے ہم نے تفسیر ابن کثیر میں ابن اسحاق کے بیان کے مستند شواھد نقل کئے ہیں من جملہ ان کے ہے۔ حافظ ابو محمد بن حاتم (ابوہ، محمد بن ابوبکر مقدمی، معتمر بن سلیمان، سلیمان، حضرمی، ابو السوار) جندب بن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دستہ اور سریہ

روانہ کیا اس کا امیر ابو عبیدہ بن جراح یا عبیدہ بن حارث تھا جب وہ روانہ ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے اشتیاق میں رونے لگا اور بیٹھ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی بجائے عبداللہ بن جحش کو مبعوث فرمایا اور اس کو ایک بند مکتوب دیا اور فرمایا کہ فلاں مقام پر پہنچ کر اس کو پڑھے اور اس میں تحریر تھا کہ خط پڑھنے کے بعد کسی ساتھی کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کرے جب اس نے خط پڑھا تو انا اللہ الخ کہہ کر اس نے کہا سر تسلیم خم ہے۔ پھر اس نے رفقاء کو بتایا اور خط پڑھ کر سنایا' ان میں سے دو آدمی واپس چلے آئے اور باقی اس کے ساتھ روانہ ہو گئے اور انہوں نے (تجارتی قافلہ) میں سے ابن حضرمی کو قتل کر دیا ان کو معلوم نہ تھا کہ ماہ رجب ہے یا جمادی اور مشرکوں نے اعتراض کیا کہ تم نے ماہ حرام میں قتل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے آیت (۲/۲۱۷) نازل فرمائی۔

یکم رجب : تفسیر میں اسماعیل بن عبدالرحمان "سدی کبیر" نے ابو مالک' ابو صالح' ابن عباسؓ سے (اور مرہ از ابن مسعود از جماعت صحابہ) آیت (۲/۲۱۷) کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ روانہ کیا جو سات افراد پر مشتمل تھا اس میں (۱) عمار بن یاسر' (۲) ابو حذیفہ بن عتبہ' (۳) سعد بن ابی وقاص' (۴) عتبہ بن غزوان' (۵) سہل بن بیضاء' (۶) عامر بن فہیرہ اور (۷) واقد بن عبداللہ یربوعی حلیف عمرؓ تھے اور ان کا امیر تھا عبداللہ بن جحش اسدی اور اس کو ایک بند مکتوب دیا اور فرمایا کہ اس کو "بطن ملل" میں جا کر پڑھنا جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے خط کھولا اس میں تحریر تھا کہ یہاں سے روانہ ہو کر بطن نخلہ میں قیام کر اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا جسے موت عزیز ہو وہ چلے اور وصیت کر دے میں بھی وصیت کر رہا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق روانہ ہو رہا ہوں چنانچہ وہ روانہ ہو اسعدؓ اور عتبہ پیچھے رہ گئے کہ ان کی سواری گم ہو گئی تھی وہ اس کی تلاش میں چلے گئے' عبداللہؓ اور اس کے رفقاء چلتے چلتے "بطن نخلہ" میں پہنچ گئے' معلوم ہوا کہ یہاں حکم بن کیسان' مغیرہ بن عثمان اور عبداللہ بن مغیرہ موجود ہیں پھر راوی نے عمرو بن حضرمی کا واقدؓ کے ہاتھ سے قتل ذکر کیا ہے اور وہ مال غنیمت اور دو قیدی لے کر واپس لوٹے اور یہ پہلا مال غنیمت ہے جو مسلمانوں نے حاصل کیا اور مشرکین نے کہا محمدؐ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے تابع ہے اور یہی پہلا شخص ہے جس نے ماہ حرام کی حرمت کو برباد کیا اور ہمارے ساتھی کو رجب میں قتل کیا۔

مسلمانوں نے اس کے جواب میں کہا ہم نے تو اس کو "جمادی اخری" میں قتل کیا ہے۔ بقول سدی' یہ قتل "جمادی اخریٰ" کی آخری رات اور یکم رجب کو ہوا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ جمادی ۲۹ کا ہو اور انہوں نے ۳۰ کا سمجھ لیا ہو اور اس رات رجب کا چاند نظر آ گیا ہو' واللہ اعلم۔ عوفی نے ابن عباسؓ سے اسی طرح بیان کیا ہے کہ یہ "جمادی اخریٰ" کی آخری رات تھی اور یکم رجب تھی' اور ان کو اس بات کا شعور نہ رہا اسی طرح جندب کی روایت میں بیان ہو چکا ہے جو ابن ابی حاتم نے بیان کی ہے۔

رجب کی آخری تاریخ : اور ابن اسحاق سے نقل ہو چکا ہے کہ یہ واقعہ رجب کی آخری رات کا ہے اور ان کو خطرہ تھا کہ اگر انہوں نے اس مال غنیمت کو حاصل نہ کیا تو وہ فرصت پا کر حرم میں داخل ہو جائیں گے اور مال غنیمت کا حصول مشکل ہو جائے گا چنانچہ انہوں نے دانستے اور عمداً حملہ کیا' اسی طرح

زہری نے بھی عروہ سے بیان کیا ہے' رواہ البیہقی' اللہ بہتر جانتا ہے کہ جمادی کا آخر تھا یا رجب کا آخر۔
امام زہری نے عروہؓ سے نقل کیا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حضرمی کی دیت ادا کر دی تھی اور ماہ حرام کی حرمت کو برقرار رکھا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برات کا اظہار فرمایا' رواہ البیہقی
ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے مشرکین کے الزام کہ مسلمان ماہ حرام کو حلال سمجھتے ہیں کے جواب میں یہ اشعار کہے اور بقول ابن ہشام یہ اشعار عبداللہ بن جحش کے ہیں ؎

تعدون قتلا في الحرام عظيمة وأعظم منه لو يرى الرشد راشد
صدودكم عما يقول محمد وكفر به والله راء وشاهد
وإخراجكم من مسجد الله أهله لئلا يرى لله في البيت ساجد
فإنا وإن عيرتمونا بقتله وأرجف بالإسلام باغ وحاسد
سقينا من ابن الحضرمي رماحنا بنخلة لما أوقد الحرب واقد
دما وابن عبد الله عثمان بيننا ينازعه غل من القيد عاند

(تم ماہ حرام میں قتل کو ایک عظیم جرم سمجھتے ہو' اگر کوئی نیک آدمی سمجھ سے کام لے تو اس جرم سے سنگین جرم ہے۔ تمہارا فرمان محمدؐ سے روکنا اور اس کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ دیکھتا اور سنتا ہے۔ اور تمہارا بیت اللہ سے ان لوگوں کو نکالنا بھی جرم ہے۔ کہ بیت اللہ میں کوئی سجدہ ریز نہ دیکھا جائے۔ اگر تم اس کے قتل کا ہمیں طعنہ مارتے ہو اور اسلام کے خلاف ہر سرکش اور حاسد غلط افواہ پھیلاتا ہے۔ تو سن لو ہم نے عمرو بن حضرمی کے خون سے اپنے نیزوں کو سیراب کیا ہے مقام نخلہ میں جب واقد نے آتش حرب سلگائی۔ سرکش عثمان بن عبداللہ ہمارے درمیان تھا کہ اس کو قید کا طوق کھینچ رہا تھا)

۲ھ (قبل از غزوہ بدر) میں قبلہ کی تبدیلی : بقول بعض یہ تبدیلی ماہ رجب ۲ھ میں واقع ہوئی اور یہی قول قتادہ' زید بن اسلم' اور محمد بن اسحاق کا ہے اور امام احمد نے ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے یہ واضح ہے اور براء بن عازب کی حدیث کا بھی یہی ظاہری مفہوم ہے' واللہ اعلم۔ بعض کہتے ہیں یہ تبدیلی شعبان میں ہوئی اور بقول ابن اسحاق عبداللہ بن جحش کے غزوہ کے بعد ہوئی اور یہ بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں آمد کے اٹھارہ ماہ بعد' یہ تبدیلی شعبان میں واقع ہوئی۔ یہ قول ابن جریر نے بہ سند سدی' ابن عباس' ابن مسعود اور دیگر صحابہ سے نقل کیا ہے۔

جمہور کا مسلک : جمہور کا قول ہے کہ ہجرت سے اٹھارہ ماہ بعد' نصف شعبان میں قبلہ کی تبدیلی عمل میں آئی اور ابن سعد نے واقدی سے بیان کیا ہے کہ یہ تبدیلی بروز منگل ۱۵ شعبان کو رونما ہوئی۔ تاریخ اور دن کا تعین محل نظر ہے' واللہ اعلم۔

ہم (ابن کثیرؒ) نے سورہ بقرہ کی آیت (۲/۱۴۴) پر بالاستیعاب بحث کی ہے۔ یہود اور منافقین کے بے ہودہ اور بے جا اعتراض اور جاہل اور اوباش لوگوں کی نکتہ چینی کا خوب جواب دیا ہے۔ کیونکہ اسلامی تاریخ میں یہ پہلا نسخ تھا اور اللہ تعالیٰ نے نسخ اور تبدیلی کے جواز کے سلسلہ میں قبل ازیں اسی سورت کی آیت (۱۰۶

/۲) ماننسخ من ایة میں اس کو بیان کیا ہے۔

عصر پہلی نماز ہے جو آپ نے کعبہ کی طرف پڑھی : امام بخاری (ابو نعیم' زہیر' ابو اسحاق) حضرت براءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ۱۶۔ یا ۱۷ ماہ نماز پڑھی اور آپ کو کعبہ کا قبلہ ہونا پسند تھا اور آپؐ نے کعبہ کی طرف رخ کر کے "پہلی نماز" عصر پڑھی اور بیشتر مقتدیوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی چنانچہ ان میں سے ایک مقتدی دوسری مسجد میں گیا وہاں لوگ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے کہا میں حلفاً" کہتا ہوں کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ کر آیا ہوں چنانچہ وہ نماز میں ہی بیت اللہ کی طرف گھوم گئے اور تحویل قبلہ سے قبل' جو لوگ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں' معلوم نہیں کہ ہم ان کی نمازوں کے بارے کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (۲/۱۴۳) نازل فرمائی "اللہ تعالیٰ تمہاری نماز کو بے فائدہ کر دے یہ نہیں ہو سکتا۔" اس روایت کو امام مسلم نے دوسری سند سے بیان کیا ہے۔

ابن ابی حاتم (ابو زرعہ' حسن بن عطیہ' اسرائیل' ابو اسحاق) حضرت براءؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف ۱۶۔ یا ۱۷۔ ماہ نماز پڑھی اور آپؐ کی خواہش تھی کہ آپ کو کعبہ کی طرف نماز میں رخ کرنے کا حکم دے دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے آیت (۲/۱۴۴) نازل فرمائی "پس اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے یہ سنتے ہی آپ نے مسجد حرام کی طرف منہ پھیر لیا۔ اب بے وقوف لوگ یعنی یہودی کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کہہ دو مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان --- بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور کعبہ بھی آپ کے سامنے ہوتا تھا جیسا کہ امام احمد نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ جب ہجرت کے بعد مدینہ چلے آئے تو دونوں (بیت اللہ اور بیت المقدس) کی طرف منہ کرنا ناممکن تھا تو آپ ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت اللہ کی طرف پشت کر کے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اس بات کا تقاضا ہے کہ تحویل قبلہ کا عمل ماہ رجب ۲ھ میں ہوا ہو' واللہ اعلم۔

دعا میں ہاتھ اٹھانا : نبی علیہ السلام کی دلی منشا یہ تھی کہ آپؐ کا قبلہ' قبلہ ابراہیم کعبہ ہو' آپ بکثرت دعا فرماتے تھے' عجز و نیاز اور گڑگڑاہٹ سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تھے' آپ دعا میں ہاتھ اٹھاتے اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے تحویل قبلہ کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۲/۱۴۴) "بے شک ہم آپ کے منہ کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جو آپ پسند کرتے ہیں پس اب اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے۔" بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا اور ان کو یہ بتایا جیسا کہ نسائی نے ابو سعید بن معلی سے نقل کیا ہے اور یہ نماز ظہر کا وقت تھا بعض کا قول ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم دو نمازوں کے مابین نازل ہوا تھا (قالہ مجاہد وغیرہ) اور اس کی تائید حضرت براءؓ کی متفق علیہ روایت سے ہوتی ہے کہ آپ نے کعبہ کی طرف جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر ہے اور حدیث ہے کہ اہل قباء کو

تحویل قبلہ کی خبر دوسرے روز فجر کی نماز تک نہ ہوئی جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ لوگ قباء میں نماز فجر پڑھ رہے تھے کہ کسی نے بتایا رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی ہے اور آپؐ کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوا ہے یہ سنتے ہی وہ کعبہ کی طرف گھوم گئے اور وہ شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ مسلم شریف میں بھی حضرت انس بن مالک سے اسی طرح مروی ہے۔

غرضیکہ جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ذریعہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو منسوخ اور تبدیل کر دیا تو بے وقوف اہل کتاب نے بے ہودہ طعن کیا جاہل اور کندہ ناتراش لوگوں نے کہا کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے پھیر دیا۔ حالانکہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہ حکم من جانب اللہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں محمد ﷺ کی صفات میں پڑھتے ہیں کہ مدینہ آپ کا مقام ہجرت ہے اور آپؐ کو کعبہ کی طرف نماز میں متوجہ ہونے کا حکم ہو گا جیسا کہ (۲/۱۴۴) میں ہے۔ "بے شک وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے یقیناً جانتے ہیں کہ وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے' بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بے جا سوال کا جواب دیا۔" (۲/۱۴۴) "اب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے' کہہ دو مشرق اور مغرب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔" (۲/۱۴۲) وہی حقیقی مالک ہے ساری کائنات اس کے زیر تصرف ہے حاکم ہے جس کے فیصلہ کے خلاف کوئی تعاقب نہیں کر سکتا' کائنات میں جو چاہتا ہے کرتا ہے اور شرع میں جو چاہے فیصلہ نافذ کرتا ہے اور وہی ہے جسے چاہتا ہے سیدھا راہ دکھاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راہ سے بہکا دیتا ہے اور اس کی اس میں حکمت و مصلحت ہے جس پر رضا کا اظہار اور سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔ ؎ مرضی مولیٰ از ھمہ اولیٰ۔

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو" (۱۴۳/ ۲) جس طرح ہم نے نماز میں کعبہ کو قبلہ قرار دیا ہے اور تمہارے باپ ابراہیم (جو ابوالانبیاء ہیں) کے قبلہ کی طرف تمہاری راہ نمائی کی بعد اس امر کے کہ موسیٰ اور ان سے قبل کے رسل اس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح ہم نے تم کو برگزیدہ اور ممتاز امت بنایا اور خلاصہ کائنات قرار دیا اقوام عالم سے اشرف و افضل قوم بنایا قدیم و جدید سب اقوام سے معزز و مکرم بنایا تاکہ تم بروز قیامت لوگوں پر گواہ ہو کہ تمہاری فضیلت پر ان کا اجماع ہے اور بروز قیامت بھی ان کا اس بات کی طرف اشارہ ہو گا۔ جیسا کہ بخاری کی کتاب التفسیر میں ابو سعید کی مرفوع روایت میں ہے کہ نوح بروز قیامت امت محمدیہؐ سے گواہی کی درخواست کریں اور جب اس قدر قدیم زمانہ ہونے کے باوصف نوحؑ گواہی طلب کریں گے تو باقی انبیاءؑ تو بالاولیٰ گواہی کی درخواست کریں گے۔

"اور ہم نے وہ قبلہ نہیں بنایا تھا جس پر آپ پہلے تھے مگر اس لئے کہ ہم معلوم کریں اس کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے اس سے جو الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بے شک یہ بات بھاری ہے سوائے ان کے جنہیں اللہ نے ہدایت دی۔" بقول حضرت ابن عباسؓ یہ تبدیلی محض اس وجہ سے ہوئی کہ واضح ہو جائے کہ کون

متبع ہے اور کون مرتد' یہ نسخ قبلہ دور رس نتائج کا حامل اور عظیم الشان امر تھا۔ ماسوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ان کا اس پر پورا یقین ہے وہ ہر قسم کے شک و ارتیاب سے بالاتر ہیں اور وہ اللہ کے حکم پر راضی ہیں کہ وہ قادر مطلق کے بندے ہیں حلیم و علیم اور لطیف و خبیر کے بے دام غلام ہیں۔ اس باب میں بے شمار احادیث و آثار موجود ہیں ان کا بالاستیعاب بیان کرنا طوالت کا موجب ہے۔ یہ تفسیر ابن کثیر میں مفصل بیان ہے اور "کتاب الاحکام الکبیر" میں ہم اس پر ان شاء اللہ اضافہ کریں گے۔

امام احمد (علی بن عاصم' حصین عبدالرحمان' عمرو بن قیس' محمد بن اشعث) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اہل کتاب ہم سے کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا وہ جمعہ کے روز پر ہم سے کرتے ہیں جس سے اللہ نے ہمیں سرفراز کیا اور ان کو محروم رکھا اور قبلہ پر بھی حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ہمیں نصیب کیا اور ان کو بے نصیب کیا اور امام کے پیچھے آمین کہنے پر بھی حسد کرتے ہیں۔

غزوہ بدر سے قبل ۲ھ میں ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت : ابن جریر کا بیان ہے کہ ۲ھ میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے' بقول بعض شعبان ۲ھ میں فرض ہوئے پھر اس نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود "یوم عاشوراء" کا روزہ رکھتے تھے آپ نے ان سے روزے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو نجات بخشی تھی یہ سن کر آپ نے فرمایا ہم موسیٰ کے تم سے زیادہ حق دار ہیں پھر آپ نے "یوم عاشوراء" کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ کی تلقین کی۔ یہ بات حضرت ابن عباسؓ کی متفق علیہ روایت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے احکام سورہ بقرہ کی آیات (۲/۱۸۳'۴'۵) میں مفصل بیان فرمائے ہیں ہم نے تفسیر ابن کثیر میں اس پر ہمہ جہت مفصل اور سیر حاصل بحث کی ہے' وللہ الحمد۔

روزے میں تین تبدیلیاں : امام احمد (ابو النضر' مسعودی' عمرو بن مرہ' عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ) حضرت معاذ بن جبلؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نماز میں تین دفعہ تبدیلی واقع ہوئی۔ اور روزوں میں بھی تین بار تبدیلی واقع ہوئی (نماز کی تبدیلیوں کے بعد اس نے روزوں کی تبدیلیاں بیان کی ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو ہر ماہ تین روزے رکھتے اور عاشوراء کا روزہ بھی رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کے روزے فرض کر دیئے۔ (۲/۱۸۳) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔ گنتی کے چند روز' پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے اور ان پر جو اس کی طاقت رکھتے ہیں فدیہ ہے ایک مسکین کا۔ اب جو شخص چاہتا روزہ رکھتا اور جو شخص چاہتا مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۲/۱۸۵) رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پالے تو اس کے روزے رکھے۔ پس تندرست مقیم پر روزے کو واجب قرار دے دیا مریض اور مسافر کو رخصت فرما دی۔ اور جو عمر رسیدہ ہو

روزے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس پر مسکین کو کھانا کھلانا ضروری قرار دے دیا۔ (یہ ہیں دو تبدیلیاں)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غروب آفتاب کے بعد' سونے سے قبل لوگ کھاتے پیتے اور ہم بستری کرتے جب سو جاتے تو کھانے پینے وغیرہ سے رک جاتے' ایسا ہوا کہ صرمہ انصاری بہ حالت روزہ شام تک کام کرتا رہا' گھر آیا اور عشاء کی نماز پڑھ کر بغیر کھائے پیئے سو گیا اور صبح کو بھی روزہ سے ہو گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی نازک حالت دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ اس قدر آزاردہ کیوں ہو' تو اس نے اپنی ساری کہانی سنائی۔ (دریں اثنا حضرت عمرؓ سونے کے بعد' ہم بستری کے مرتکب ہو چکے تھے) تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۲/۱۸۷) "تمہارے لئے روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے مباشرت کرنا حلال کیا گیا ہے وہ تمہارے لئے پردہ ہیں اور تم ان کے لئے پردہ ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے پس تمہاری توبہ قبول کر لی اور تمہیں معاف کر دیا سو اب ان سے مباشرت کیا کرو' اور طلب کرو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے۔ اور کھاؤ پیؤ جب تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری سیاہ دھاری سے فجر کے وقت صاف ظاہر ہو جائے پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔"

سنن میں اس کو ابو داؤد نے بیان کیا ہے اور مستدرک میں حاکم نے مسعودی کی روایت کے مطابق اور صحیحین میں زہری از عروہ از حضرت عائشہؓ مروی ہے کہ لوگ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو اب جس کا جی چاہے عاشورا کا روزہ رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی یہ بیان کیا ہے۔ اس پر مفصل بحث کا مقام تفسیر ابن کثیر کتاب الاحکام الکبیر ہے۔

فطرانہ : بقول ابن جریر! ۲ھ میں ہی فطرانہ ادا کرنے کا حکم ہوا رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر سے ایک یا دو روز قبل خطبہ ارشاد فرمایا اور صحابہ کو اس کا حکم فرمایا' ۲ھ میں ہی نماز عید الفطر پڑھائی اور یہ پہلی نماز عید تھی آپ میدان میں نماز کے لئے باہر گئے آپ کے آگے برچھی لے جائی جا رہی تھی جو نجاشی نے حضرت زبیرؓ کو ہبہ کی تھی اور ہر عید میں آپ کا یہ معمول تھا۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں ۲ھ میں ہی بقول اکثر متاخرین زکوٰۃ فرض ہوئی۔ جیسا کہ اس کا مفصل بیان غزوہ بدر کے بعد ہو گا۔

غزوہ بدر

"اور اللہ بدر کی لڑائی میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرو' تاکہ تم شکر کرو۔" (۳/۱۲۳) امام ابن کثیرؒ سورہ انفال کی چار آیات (۵ تا ۸/۸) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم نے ان آیات کی مفصل تشریح بیان کی ہے اور حسب حال ہم آئندہ بھی اس پر بحث کریں گے۔

حویطب بن عبدالعزیٰ بدر میں شامل نہیں ہوا : امام ابن اسحاق نے سریہ عبداللہ بن جحش کے ذکر کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ ابو سفیان شام سے ایک تجارتی قافلہ میں آ رہا ہے جس میں ان کا بہت سرمایہ ہے۔ اس میں تیس یا چالیس افراد موجود ہیں جن میں مخرمہ بن نوفل

اور عمرو بن عاص بھی موجود ہیں ---- موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ابن حضرمی کے قتل کے دو ماہ بعد کا ہے اور قافلہ میں ایک ہزار اونٹوں پر تجارتی سامان لدا ہوا تھا ماسوائے حویطب بن عبدالعزیٰ کے ہر قریش کا اس میں حصہ تھا بنابریں وہ جنگ بدر میں شامل نہیں ہوا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے محمد بن مسلم بن شہاب زہری' عاصم بن عمر بن قتادہ' عبداللہ بن ابی بکر اور یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر وغیرہ اہل علم کی معرفت حضرت ابن عباسؓ سے بتایا اور حدیث بدر میں سب کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو سفیان کے بارے میں سنا کہ وہ شام سے ایک تجارتی قافلہ میں آ رہا ہے آپؐ نے مسلمانوں کو ان کی سرکوبی پر آمادہ و تیار کیا اور فرمایا یہ قریش کا تجارتی قافلہ ہے اس میں ان کا سرمایہ ہے اس کی طرف چلو شاید اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نواز دے یہ سن کر لوگ اس کی طرف روانہ ہوئے بعض ان سے خوش و خرم اور یکسار تھے اور بعض نے سستی اور گراں باری کا مظاہرہ کیا کہ ان کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو لڑائی کی نوبت آجائے گی۔

ابو سفیان جب حجاز کے قریب آئے تو لوگوں کے مال کی حفاظت کی خاطر' ہر آنے والے قافلے سے راستہ کی صورت حال کی بابت پوچھتے یہاں تک کہ اس کو کسی قافلے سے معلوم ہوا کہ محمدؐ نے تیرے اور تیرے تجارتی قافلہ کے خلاف صحابہؓ کو لڑنے کی دعوت دی ہے یہ سن کر وہ ہوشیار اور چاق و چوبند ہو گیا اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر مکہ روانہ کیا اور اس کو بتایا کہ قریش کے پاس جائے اور ان کو اپنے مال و متاع کی حفاظت کے لئے آمادہ کرے اور بتائے کہ محمدؐ اپنے صحابہؓ کی جمعیت لے کر ان کے آڑے آگیا ہے اور ضمضم غفاری فوراً مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

عاتکہ کا خواب : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے ایک ثقہ راوی نے عکرمہ کی معرفت حضرت ابن عباسؓ سے (اور یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر سے) بتایا کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ضمضم غفاری کی مکہ میں آمد سے تین رات قبل ایک پریشان کن خواب دیکھا اس نے اپنے بھائی عباس کو اپنے پاس بلا کر خواب بتایا بھائی جان! واللہ! میں نے آج رات ایک خوفناک خواب دیکھا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ قریش پر کوئی آفت اور مصیبت نہ آپڑے۔ میں جو خواب بتاؤں وہ صیغہ راز میں رکھنا بھائی نے پوچھا بتایئے کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے ایک شتر سوار دیکھا ہے اس نے ابطح میں کھڑے ہو کر بہ بانگ دہل اعلان کیا ہے سنو! اے دغابازوں کی اولاد! یا آل غدر! اپنے مقتل کی طرف چلو جو تیسری رات پیش آئے گا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے ہیں پھر وہ مسجد میں چلا گیا اور لوگ اس کے پیچھے مسجد میں داخل ہو گئے ہیں لوگ بدستور اس کے گرد و نواح میں اس کا شتر اس کو کعبہ کی چھت پر لے گیا ہے پھر اس نے بلند آواز سے کہا' **(الا انفروا یا آل غدر لمصار علم فی ثلاث)** پھر اس کے شتر نے اس کو کوہ ابی قبیس کی چوٹی پر کھڑا کر دیا ہے پھر اس نے چلا کر اعلان دہرایا پھر اس نے ایک پتھر پکڑ کر پھینکا اور وہ پتھر نیچے آیا اور کوہ کے دامن میں پہنچا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا مکہ کے ہر گھر میں اس کا ایک ایک ریزہ اور ٹکڑا پہنچ چکا ہے۔

 بن عتبہ کے

پاس گیا اس کو یہ خواب بتا کر صیغہ راز میں رکھنے کی تاکید کی' ولید نے یہ خواب اپنے محرم راز عتبہ کو بتا دیا رفتہ رفتہ بات پھیل گئی یہاں تک کہ پورے قبیلہ قریش کی زبان پر آ گئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں صبح بیت اللہ کے طواف کے لئے گیا تو ابوجہل' قریش میں بیٹھا ہوا تھا اور عاتکہ کا خواب ان کا موضوع تھا۔ ابوجہل نے مجھے دیکھ کر کہا جناب ابوالفضل! طواف سے فراغت کے بعد ہمارے پاس آنا میں فراغت کے بعد ان کے پاس جا بیٹھا تو ابوجہل نے کہا اے فرزندان عبدالمطلب! تم میں یہ "نبیہ" کب نمودار ہوئی ہے۔ میں نے کہا یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ خواب جو عاتکہ نے بیان کیا ہے میں نے پوچھا اس نے کیا خواب دیکھا ہے تو ابوجہل نے کہا اے اولاد عبدالمطلب! تم نے مردوں کی نبوت پر اکتفا نہ کیا حتیٰ کہ تمہاری خواتین نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ عاتکہ نے اپنے خواب میں بتایا ہے کہ تم تین راتوں میں نکلو۔ ہم تین رات تک انتظار کرتے ہیں اگر اس کا خواب درست ہوا تو وہ عنقریب ظہور پذیر ہو گا اور اگر تین رات کا عرصہ گزر گیا اور کوئی سانحہ وقوع پذیر نہ ہوا تو ہم تمہارے خلاف ایک "نوشت" اور "یادداشت" تحریر کریں گے کہ تم عرب میں سب سے زیادہ دروغ گو ہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے واللہ میں نے اس کا کوئی سخت نوٹس نہ لیا صرف خواب کا انکار کیا۔ پھر مجلس برخاست ہوئی اور میں گھر چلا آیا تو بنی عبدالمطلب کی ہر خاتون نے طعنہ دیا۔ کہا تم نے اس بدمعاش اور خبیث کو اس قدر موقعہ دیا کہ وہ تمہارے مردوں کے بارے چہ مگوئیاں کرتا اور ان کی بے عزتی کرتا تھا اور اب تمہارے سامنے خواتین کی بھی بے حرمتی کرتا ہے اور تجھے سن کر کچھ غیرت نہ آئی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا واللہ! میں نے اس سے کوئی سخت بات نہیں کی۔ خدا کی قسم! اب میں اس کے آڑے آؤں گا جب اس نے دوبارہ یہ بات کی تو میں اسے سمجھ لوں گا اور عبرتناک سزا دوں گا۔ میں عاتکہ کے خواب سے تیسرے روز مسجد کی طرف روانہ ہوا اور میں نہایت غضبناک تھا کہ مجھ سے جو کوتاہی ہو گئی ہے اس کا تدارک کروں گا چنانچہ میں مسجد میں داخل ہو گیا اور میں اسے دیکھ کر اس کی طرف چلا کہ میں اس کے سامنے آؤں کہ وہ خواب کے بارے کچھ کہے اور میں اس پر گرفت کروں۔

ابوجہل : ابوجہل ہلکا پھلکا آدمی تھا' چرب زبان' تیز نگاہ اور ہلکے رخسار والا آدمی تھا وہ دوڑ کر مسجد کے دروازے کی طرف نکل گیا میں نے دل میں سوچا کہ اس ملعون کو کیا ہوا ہے۔ کیا وہ میری گرفت سے ڈر کر بھاگ رہا ہے۔ لیکن اس نے ضمضم غفاری کا اعلان سن لیا تھا جو میں نے نہیں سنا تھا۔ وہ بطن وادی میں سواری پر کھڑا ہو کر چلا رہا تھا۔ اس نے سواری کا ناک کان کاٹ کر پالان الٹا کر کے اپنی قمیص پھاڑ لی تھی اور وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا اے گروہ قریش! لطیمہ لطیمہ' تجارتی قافلے کا فکر کرو' تجارتی قافلے کا فکر کرو' تمہارا مال و متاع ابوسفیان کے ہمراہ ہے۔ محمد اپنے صحابہ سمیت اس کے آڑے آ گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کا تدارک اور بندوبست نہ کر سکو گے۔ الغوث الغوث مدد! مدد! اس خوفناک اعلان نے ہمیں ایک دوسرے سے غافل اور بے دھیان کر دیا پس لوگ فوراً تیار ہوئے اور کہہ رہے تھے کیا محمدؐ اور اس کے رفقا کا گمان ہے کہ یہ تجارتی قافلہ بھی ابن حضرمی کے قافلہ ایسا ہو گا واللہ! اب نتیجہ اور ہو گا۔ ابن اسحاق کی طرح موسیٰ

بن عقبہ نے بھی عاتکہ کا خواب بیان کیا ہے کہ جب ضمضم غفاری اس کیفیت سے آیا تو وہ عاتکہ کے خواب سے خائف ہوئے نرم گرم، دشواری اور آسانی ہر حال میں چل پڑے۔

ابو لہب خود نہ گیا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ کوئی خود جا رہا تھا اور کوئی اپنا نائب اور اجرتی بھیج رہا تھا سب قریشی روانہ ہو گئے سوائے ابولہب بن عبدالعزیٰ کے، اس نے چار ہزار درہم کی اجرت پر عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روانہ کیا۔

امیہ بن خلف اور پیش گوئی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے ابن ابی نجیح نے بتایا کہ امیہ بن خلف عمر رسیدہ اور بھاری بھرکم بوڑھا تھا اس نے عدم شمولیت کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ وہ بیت اللہ کے پاس مجلس میں بیٹھا تھا کہ عقبہ بن ابی معیط عود دان میں دھونی لگا کر لے آیا اور اس کے سامنے رکھ کر کہا تمہارا شمار تو خواتین میں ہے۔ اس بخور کو سونگھو، یہ دیکھ کر اس نے کہا "اللہ تیرا برا کرے اور جو تو لایا ہے" پھر وہ تیار ہو کر لوگوں کے ہمراہ چل پڑا۔ ابن اسحاق نے یہ قصہ اس طرح بیان کیا ہے مگر امام بخاری نے اور طرح بیان کیا ہے۔ امام بخاری، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے سعد بن معاذ سے یہ قصہ بیان کیا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کا دوست تھا امیہ جب مدینے جاتا تو سعدؓ کا مہمان ہوتا اسی طرح سعدؓ جب مکہ میں آتا تو امیہ کا مہمان ہوتا، رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کی خاطر مکہ آگیا اور امیہ بن خلف کا مہمان ہوا، سعدؓ نے امیہ کو کہا ذرا ایسا وقت دیکھتے رہو جب کعبہ میں کوئی نہ ہو تو میں اس وقت کعبہ کا طواف کروں پھر امیہ دوپہر کے قریب سعدؓ کو ہمراہ لے کر نکلا، ابوجہل ان سے ملا، وہ امیہ سے پوچھنے لگا جناب ابو صفوان! یہ تمہارے ساتھ کون شخص ہے، امیہ نے کہا سعدؓ ہے۔ تو ابوجہل نے سعد سے کہا "مزے سے، بے خود ہو کر، مکہ میں طواف کر رہے ہو اور تم نے بے دین اور صابی لوگوں کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور تم ان کی مدد کرتے ہو اور ان کی اعانت کرتے ہو، سنو! واللہ اگر تیرے ہمراہ ابو صفوان نہ ہوتا تو، تو بچ کر اپنے گھر نہ جا سکتا۔

سعد نے بھی، بلند آواز سے جواب دیا، واللہ! اگر تو مجھے طواف سے روکے گا تو میں تیرا وہ رستہ روک دوں گا جو اس سے بڑھ کر تجھ پر گراں گزرے گا یہ سن کر امیہ نے سعدؓ کو سمجھایا کہ ابو الحکم یعنی ابوجہل پر اپنی آواز بلند نہ کر وہ اس علاقہ کا سردار ہے۔

یہ سن کر سعدؓ نے کہا، اے امیہ! بس کر، اس کی اتنی طرفداری نہ کر، واللہ! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ امیہ نے پوچھا کیا مکہ میں؟ سعد نے کہا یہ تو میں جانتا نہیں۔ امیہ، سعدؓ کی یہ بات سن کر خوف زدہ ہو گیا۔ امیہ اپنے گھر پہنچا تو اس نے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ام صفوان! تو نے سعدؓ کی بات سنی؟ اس نے پوچھا، کیوں سعدؓ کیا کہتا ہے؟ امیہ نے کہا وہ کہتا ہے کہ محمدؐ نے ان کو بتایا ہے کہ وہ مجھے قتل کریں گے۔ میں نے پوچھا مکہ میں! تو کہتا ہے یہ میں نہیں جانتا۔ پھر امیہ نے کہا واللہ! میں مکہ سے باہر نہیں نکلنے کا، جب جنگ بدر کا وقت آیا تو ابوجہل نے لوگوں کو لڑائی کے لئے آمادہ کیا اور کہا اپنے تجارتی قافلے کو بچاؤ۔ مگر امیہ نے مکہ سے نکلنا پسند نہ

کیا ابوجہل نے آکر کہا ابو صفوان! تم علاقہ کے سردار ہو! جب لوگ دیکھیں گے کہ تم نہیں جا رہے تو کوئی بھی نہ جائے گا' ابوجہل برابر اس کو سمجھاتا رہا بالآخر امیہ نے کہا جب تو کسی طرح سے مانتا نہیں واللہ! میں مکہ میں سے ایک تیز رفتار اور لاثانی اونٹ خریدوں گا' پھر امیہ نے اپنی بیوی کو کہا میرا سامان سفر تیار کر دے تو بیوی نے کہا ابو صفوان! تو اپنے یثربی بھائی کا کہنا بھول گیا ہے' اس نے کہا' نہیں' میں بھولا نہیں' میں تھوڑی دور تک ان لوگوں کے ہمراہ جاتا ہوں۔ جب امیہ گھر سے نکلا تو راہ میں جہاں اترتا اونٹ کو اپنے پاس باندھتا وہ اسی طرح احتیاط کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا۔

اس روایت کو امام بخاری نے کتاب المغازی کے علاوہ دوسرے مقام پر (محمد بن اسحاق از عبیداللہ بن موسیٰ از اسرائیل از ابی اسحاق) بیان کیا ہے تفرد بہ البخاری۔ امام احمد نے اس روایت کو خلف بن ولید اور ابوسعید از اسرائیل بیان کیا ہے اور اسرائیل کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ امیہ کی بیوی نے کہا واللہ! محمد (ﷺ) دروغ گو نہیں۔

لڑائی اور اس کا سبب : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قریش سامان سفر کی تیاری سے فارغ ہو گئے اور روانگی کا عزم کر لیا تو ان کو بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ سے اپنا جنگ و جدال یاد آگیا اور وہ کہنے لگے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ روانہ ہو جانے کے بعد وہ حملہ کر دیں گے۔

بنی بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ اور قریش کی باہمی آویزش اور لڑائی یہ تھی کہ بنی بکر کے کسی آدمی نے عامر بن یزید بن عامر بن ملوح کے مشورہ سے حفص بن اخیف از بنی عامر بن لوی کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا بعد ازاں اس کا انتقام' اس کے بھائی مکرز بن حفص نے لیا اور عامر کو قتل کر کے تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی اور خود جا کر کعبہ کے غلاف سے لپٹ گیا۔

شیطان سراقہ مدلجی کے روپ میں : ابن اسحاق نے یزید بن رومان کی معرفت عروہ بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ جب قریش نے روانگی کا عزم کر لیا تو ان کو بنی بکیر کے ساتھ اپنی آویزش اور مخاصمت یاد آئی۔ قریب تھا کہ یہ امر ان کو بدر کی طرف روانگی سے روک دے۔ تو ابلیس ان کے سامنے سراقہ بن مالک مدلجی (جو ان کا رئیس تھا) کے روپ میں آیا اور اس نے کہا میں تمہیں پناہ دیتا ہوں' بنی بکر تمہارے بعد' کوئی ایسی حرکت نہ کریں گے جو تمہیں ناگوار گزرے چنانچہ وہ تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ ہے مطلب اس آیت (۸/۴۷) کا کہ "ان لوگوں جیسا نہ ہونا جو اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے گھروں سے نکل آئے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ اس پر احاطہ کرنے والا ہے۔ اور جس وقت شیطان نے ان کے اعمال کو' ان کی نظروں میں خوش نما کر دیا اور کہا کہ آج کے دن لوگوں میں سے کوئی بھی تم پر غالب نہ ہو گا اور میں تمہارا حمایتی ہوں۔" شیطان ملعون نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا اور یہ ان کے ساتھ روانہ ہوا' منزل بہ منزل ان کے ساتھ چلتا رہا' اسکے لشکر اور اسکے علم بھی اسکے ہمراہ تھے جیسا کہ متعدد لوگوں نے بیان کیا ہے۔ اور ان کو ان کے مقتل تک پہنچا دیا۔ جب اس نے سنگین حالات دیکھے اور ملائکہ کو مدد کے لئے آتا دیکھا اور جبرائیلؑ کو دیکھ لیا اور جب

دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو وہ اپنی ایڑیوں پر الٹا پھرا اور کہا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں ایسی چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

یہ منظر بعینہ اس طرح تھا جیسا کہ اللہ نے فرمایا (۵۹/۱۶) "مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ آدمی کو کہتا ہے تو منکر ہو جا پھر جب وہ منکر ہو جاتا ہے تو کہتا ہے بے شک میں تم سے بری ہوں کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہاں کا رب ہے۔" (۱۷/۸۱) "اور کہہ دو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا' بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے۔" ابلیس ملعون نے جب اس روز ملائکہ کو نصرت و مدد کے لئے آتے دیکھا تو بھاگ نکلا اور یہ سب سے پہلے بھاگنے والا تھا' قبل ازیں یہی ان کو جرات و جسارت دے کر آمادہ کرنے والا تھا اور ان کو پناہ دینے والا تھا جیسا کہ اس نے ان کو فریب دیا' جھوٹا وعدہ کیا اور ان کو غلط اور بے جا آرزو میں مبتلا کیا اور شیطان کا وعدہ صرف دھوکہ اور فریب ہوتا ہے۔

مشرکین کی فوجی طاقت اور کھانا دینے والوں کا ڈر : یونس نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ قریش عسر یسر دکھ سکھ ہر حال میں بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ فوج کی تعداد ساڑھے نو سو تھی' دو سو گھوڑے تھے۔ ان کے ہمراہ گویا اور گلوکار لونڈیاں تھیں' وہ دف بجاتیں اور مسلمانوں کے ہجو میں اشعار کہتیں۔

اموی نے بیان کیا ہے کہ جب مکہ سے روانہ ہوئے تو ابوجہل نے دس اونٹ ذبح کئے' پھر عثمان بن امیہ بن خلف نے نو اونٹ ذبح کئے' پھر قدید میں سہیل بن عمرو نے دس اونٹ ذبح کئے اور قدید سے وہ ساحل سمندر کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں ایک روز قیام کیا۔ اس دوران شیبہ بن ربیعہ نے نو اونٹ ذبح کئے پھر جحفہ میں قیام کیا اور وہاں عتبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ ذبح کئے پھر ابواء میں چلے آئے تو نبیہ اور منبہ پسران حجاج نے دس اونٹ ذبح کئے' بعد ازاں عباس بن عبدالمطلب نے دس اونٹ ذبح کئے اور مقام بدر میں پہنچ کر' ابو البختری نے دس اونٹ ذبح کئے پھر وہ اپنا اپنا کھانا کھاتے رہے۔ اموی نے اپنے والد کی معرفت ابوبکر ھذلی سے بیان کیا ہے کہ مشرکین کے پاس ساٹھ گھوڑے اور چھ صد زرہ تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس دو گھوڑے اور ساٹھ زرہ تھیں' یہ ہے کیفیت مشرکین کی مکہ سے روانگی کی اور بدر پہنچنے کی۔

علم اور سامان حرب : اور رسول اللہ ﷺ بقول ابن اسحاق' صحابہؓ کے ہمراہ ماہ رمضان ۲ھ میں روانہ ہوئے اور ابن ام مکتوم کو امام مقرر کیا۔ ابو لبابہؓ کو روحاء سے واپس لوٹا دیا اور اس کو مدینہ کا نائب حاکم مقرر کیا اور سفید پرچم حضرت معصب بن عمیر کے سپرد کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے دو سیاہ علم تھے' عقاب حضرت علیؓ کے دست مبارک میں تھا اور دوسرا کسی انصاری کے دست حق پرست میں تھا۔ بقول ابن ہشام سعد بن معاذ انصاری کے ہاتھ میں تھا اور بقول اموی' حباب بن منذر کے پاس تھا اور بقول ابن اسحاق رسول اللہ ﷺ نے "ساقہ" پر قیس بن ابی صعصعہ برادر بنی مازن کو امیر مقرر کیا۔

بقول مورخ اموی' دو گھوڑے تھے ایک پر معصب بن عمیر سوار تھے اور دوسرے پر زبیر بن عوام' اور امام احمد نے (ابو اسحاق از حارثہ بن مضرب) حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ غزوہ بدر میں صرف مقدادؓ ہی اس پر سوار تھے ... ... حضرت ... ... بیان کرتے ہیں کہ

حضرت علیؓ نے ان کو بتایا کہ جنگ بدر میں اسلامی فوج میں دو گھوڑے تھے ایک زبیرؓ کا اور دوسرا مقداد بن اسودؓ کا۔ اموی نے اپنے والد سے' اسماعیل بن ابی خالد کی معرفت تیمی سے نقل کیا ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دو گھوڑے تھے' زبیر بن عوام میمنہ پر اور مقداد بن اسود میسرہ پر مقرر تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا سوار ہونا : بقول ابن اسحاق' ستر شتر تھے جن پر باری باری سوار ہوتے تھے رسول اللہ ﷺ' حضرت علیؓ اور مرثد بن ابو مرثد ایک شتر پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ حضرت حمزہؓ' حضرت زید بن حارثہ' ابو کبشہ اور انسہ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے۔

مساوات کا نمونہ : امام احمد (عفان' حماد بن سلمہ' عاصم بن بہدلہ' زر بن جیش) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہم ایک شتر پر تین افراد باری باری سوار ہوتے تھے' ابو لبابہؓ اور علیؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے' رسول اللہ ﷺ کے چلنے کی باری آئی تو انھوں نے کہا ہم آپ کی باری پیدل چلتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تم مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہوں اور نہ ہی میں تم دونوں کی نسبت اجروثواب میں بے نیاز ہوں۔ اس روایت کو نسائی نے از فلاس از ابن مہدی از حماد بن سلمہ بیان کیا ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں ابو لبابہ کی روحاء سے واپسی سے قبل حضرت علی اور ابولبابہ آپ کے ساتھی تھے' بعد ازاں حضرت علی اور مرثد' واللہ اعلم۔

جانور کے گلے سے گھنٹی اتارنے کا حکم : امام احمد (محمد بن جعفر' سعید' قتادہ' زرارہ بن ابی اوفی' سعد بن ہشام) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیوں کے کاٹ دینے کا حکم فرمایا۔ یہ روایت صحیحین کی شرط کی حامل ہے۔ اس کو نسائی نے (ابو الاشعث از خالد بن حارث از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ) نقل کیا ہے اور ہمارے شیخ حافظ مزی نے "اطراف" میں کہا ہے کہ سعید بن بشر نے قتادہ سے اس کی متابعت کی ہے۔ نیز اس روایت کو ہشام نے (از قتادہ از زرارہ از ابو ہریرہؓ) بھی بیان کیا ہے' واللہ اعلم۔

اتفاقی امر : امام بخاری (یحییٰ بن بکیر' لیث' عقیل' ابن شہاب' عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب بن مالک) عبداللہ بن کعب سے بیان کرتے ہیں کہ کعب بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی غزوہ میں' میں پیچھے نہیں رہا سوائے غزوہ تبوک کے' ہاں غزوہ بدر میں بھی شامل نہ تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے کسی پیچھے رہنے والے کو عتاب نہ فرمایا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ تجارتی قافلہ کی غرض سے چلے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے فریقین کو اچانک ایک دوسرے کے مقابل اور آمنے سامنے کر دیا۔

مدینہ سے بدر کا راستہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کی طرف مدینہ کے درہ سے روانہ ہوئے' پھر عقیق آنے پر ذی الحلیفہ پھر "اولات الجیش" پھر "تربان" پھر "ملل" پھر "غمیس الحمام" پھر "صخیرات الیمامہ" پھر سیالہ پھر "فج الروحاء" پھر "شنوکہ" اور یہی معتدل راستہ ہے۔

کیا نبی غیب دان ہوتا ہے؟ : آپ چلتے چلتے "عرق الظبیہ" پہنچے تو آپ کی ایک اعرابی اور بادیہ

نشین سے ملاقات ہوئی۔ اس سے "لوگوں" کے بارے دریافت کیا اس کو کچھ معلوم نہ تھا کہ آپؐ کے رفقاء نے اس سے کہا' رسول اللہ ﷺ کو سلام پیش کر تو اس نے حیرت سے پوچھا کیا تم میں رسول اللہ ﷺ بھی موجود ہیں انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے آپؐ کو سلام عرض کر کے سوال کیا' اگر آپؐ واقعی رسول اللہ ﷺ ہیں تو بتایئے میری اس ناقہ کے پیٹ میں کیا ہے نر یا مادہ؟

یہ سن کر سلمہ بن سلامہ بن وقش نے کہا یہ بات رسول اللہ ﷺ سے مت پوچھ میرے پاس آ' میں بتاؤں گا سن! تو نے اس سے جفتی کی' اور تیرے نطفہ سے' اس کے پیٹ میں بکری کا بچہ ہے' یہ سن کر' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اس سے بڑی فحش بات کی اور سلمہ سے اعراض کر لیا۔ پھر آپ سج سج میں فروکش ہوئے' یہی روحاء کا چاہ ہے پھر وہاں سے روانہ ہو کر جب "منصرف" میں پہنچے تو مکہ کے راستہ کو بائیں جانب چھوڑ دیا اور دائیں سمت کی طرف چلے "نازیہ" کے راستہ پر "بدر" جانے کی غرض سے اس کے ایک گوشہ میں چلتے چلتے آپؐ نے "وحقان" وادی کو عبور کیا جو نازیہ اور مضیق الصفراء کے درمیان واقع ہے' پھر آپ مضیق کے راستہ پر چلے پھر اس کے زیریں حصہ میں چلتے چلتے "صفراء" کے قریب پہنچے۔

جاسوسی کے لئے روانگی : تو آپؐ نے بس بس بن عمرو جہنی حلیف بنی ساعدہ اور عدی بن ابی الزغباء حلیف بنی نجار کو بدر کی طرف روانہ کیا کہ ابوسفیان اور اس کے تجارتی قافلہ کے بارے معلومات حاصل کریں۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ ان دونوں کو مدینہ سے روانگی کے قبل اس مہم پر روانہ کیا تھا انہوں نے واپس آکر آپؐ کو پوری کارروائی سے آگاہ کیا اور آپؐ نے صحابہ کو اس طرف چلنے کی دعوت دی اگر موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق کا بیان صحیح ثابت ہو تو آپؐ نے ان کو دو دفعہ اس مہم کے لئے بھیجا ہو گا' واللہ اعلم۔

نام بد' انجام بد : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور ان دو (یعنی بس بس جہنی اور عدی) کو آگے روانہ کر دیا تھا (کہ قریش کی نقل و حرکت کی خبر لائیں) اور جب "صفراء" بستی کے سامنے آئے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع تھی ان پہاڑوں کے نام پوچھے تو معلوم ہوا ایک کا نام "مسلح" ہے اور دوسرے کا "مخرئی" ہے پھر ان میں آباد قبائل کے نام پوچھے تو معلوم ہوا کہ غفار قبیلہ کے دو خاندان ہیں ایک "بنی نار" اور دوسرا "بنی حراق" آپؐ نے ان ناموں کو ناگوار سمجھا اور ان کے درمیان چلنے کو بھی پسند نہ کیا۔ چنانچہ آپ نے ان کو اور صفراء بستی کو بائیں طرف چھوڑ دیا اور دائیں طرف چل کر "وادی ذفران" کے قریب پہنچے اور اس کو عبور کر کے فروکش ہوئے اور وہاں آپؐ کو معلوم ہوا کہ قریش پہلے قافلہ کی حفاظت و مدافعت کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔

مقداد کا جرات مندانہ اظہار : آپؐ نے لوگوں سے مشورہ طلب کیا اور ان کو بتایا کہ قریش آرہے ہیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کھڑے ہو کر بیان کیا اور انہوں نے اچھا بیان کیا پھر حضرت عمرؓ نے اپنا عندیہ ظاہر کیا اور خوب بیان کیا' بعد ازاں حضرت مقداد بن اسودؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے ... واللہ ہم ... جواب نہ

دیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کو دیا تھا۔ (۲۴/۵۔ مائدہ) "اے موسیٰ! تو اور تیرا رب جائے اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں" بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ تو اور تیرا رب جائے اور تم لڑو اور ہم بھی آپ کے دوش بدوش لڑیں گے۔ اس ذات برحق کی قسم' جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے (بدر تو کیا چیز ہے) اگر آپؐ ہم کو "برک غماد" تک چلنے کا حکم دیں تو ہم حاضر ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی یہ بات سن کر تحسین کی اور اس کو دعائے خیر دی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے حاضرین مجلس! مشورہ دو! دراصل آپ کے مخاطب انصار تھے کہ وہ معقول تعداد میں تھے۔ علاوہ ازیں انصار نے جب عقبہ میں بیعت کی تھی تو انہوں نے عرض کیا تھا یارسول اللہ! ہم آپ کی حفاظت سے بری ذمہ ہیں تاوقتیکہ آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں جب آپ ہمارے ہاں تشریف لے آئے تو آپ ہماری حفاظت و صیانت میں ہوں گے ہم آپؐ کی اپنے اہل و عیال کی طرح حفاظت کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ کو اندیشہ لاحق تھا کہ انصار ان دشمنوں کے خلاف آپ کی مدد کے پابند ہیں جو مدینہ پر حملہ آور ہوں اور یہ اس بات کے پابند نہیں کہ آپ ان کو مدینہ سے باہر دشمن کے ساتھ لڑنے کے لئے لے جائیں۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کی تقریر : جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے کہا تو سعد بن معاذؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ! واللہ! گویا کہ آپ ہمیں مخاطب فرما رہے ہیں خود رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت سعدؓ نے عرض کیا۔ "ہم آپ کی رسالت پر ایمان لائے اور آپ کی ہر بات کی تصدیق کی اور ہم نے شہادت دی کہ آپ جو دین لائے وہ برحق ہے اور اس بات پر ہم نے آپ سے عہد و پیان کیا ہے اور آپ کی ہر بات کو تسلیم کرنے کا عہد کیا ہے یارسول اللہ ﷺ آپ کا جو ارادہ ہے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایئے ہم آپ کے ساتھ ہیں' اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم آپ کے ساتھ سمندر میں کود جائیں گے ہم سے فرد واحد بھی پیچھے نہ رہے گا اگر آپ ہمیں کل دشمن کے ساتھ لڑنے کا حکم دیں تو ہم بصد خوشی قبول کریں گے۔ ہم لڑائی میں صبر و تحمل اور ثبات کا مظاہرہ کرتے ہیں' دشمن سے لڑائی کے وقت ہم صاف گو ہیں' ممکن ہے کہ اللہ آپ کی آنکھوں میں ہمارے کردار سے خنکی پیدا کرے' آپ اللہ کا نام لے کر روانہ ہوں۔"

سعدؓ کی تقریر سن کر رسول اللہ ﷺ مسرور اور مطمئن ہوئے پھر آپ نے فرمایا میدان جنگ کی طرف چلو اور فتح کا مژدہ سنو۔ اللہ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے واللہ! گویا میں اب ان کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ ابن اسحاق نے اسی طرح بیان کیا اور اس بات کے متعدد شواہد موجود ہیں مختلف اسناد سے من جملہ ان کے وہ روایت ہے جو کہ صحیح بخاری میں ہے۔

حضرت مقدادؓ کا کارنامہ : بخاری (ابونعیم' اسرائیل' مخارق' طارق بن شہاب) ابن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے مقداد بن اسود کا ایک ایسا کارنامہ دیکھا ہے اگر وہ میں انجام دیتا تو اس کے مقابل کسی نیکی کو نہ سمجھتا (وہ سب سے زیادہ مجھے پسند ہوتا) یوں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین پر بددعا فرما رہے تھے کہ مقدادؓ

آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس طرح نہیں کہتے کہ جیسے موسیٰؑ کی قوم نے ان سے کہا تھا تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ ان سے لڑو بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں' آگے پیچھے ہر طرف لڑیں گے۔ حضرت مقدادؓ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ خوش ہو گئے۔

اس روایت میں امام بخاری منفرد ہیں یہ مسلم میں موجود نہیں' امام بخاری نے اس کو متعدد مقامات پر مخارق سے نقل کیا ہے اور امام نسائی نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ اس میں ہے کہ غزوہ بدر میں مقدادؓ گھوڑے پر سوار آئے' الخ۔ امام احمد (عبیدہ بن حمید' حمید طویل) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے بدر کی طرف روانہ ہوتے ہوئے لوگوں سے مشورہ کیا پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی رائے کا اظہار کیا پھر حضرت عمرؓ سے رسول اللہ ﷺ نے مزید مشورہ کی ضرورت سمجھی تو کسی انصاری نے کہا کہ اے انصاریو! رسول اللہ ﷺ کا روئے سخن تمہاری طرف ہے تو کسی انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ایسا نہیں کہیں گے جیسا موسیٰؑ کی قوم نے موسیٰ کو کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور دشمن سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ ہم تو' اس اللہ کی قسم' جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے' "برک غماد" تک جانے کا حکم دیں تو ایسا کریں گے۔ (یہ سند ثلاثی اور صحیح ہے اور شرط بخاری کی حامل ہے)

حضرت سعد بن عبادہؓ کی تقریر : امام احمد (عفان' حماد' ثابت) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی آمد کا معلوم ہوا تو مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے اپنی رائے کا اظہار کیا تو آپؐ نے خاص توجہ نہ دی پھر حضرت عمرؓ نے اپنے خیال کا اظہار کیا تو پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے توجہ نہ فرمائی تو سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا روئے سخن ہماری طرف ہے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر سمندر میں سواری ڈال دینے کا آپ حکم دیں تو ہم ڈال دیں گے اور اگر "برک غماد" تک جانے کا حکم دیں تو ہم کر گزریں گے پھر آپؐ نے لوگوں کو جنگ میں شرکت کی دعوت دی لوگ روانہ ہوئے اور مقام بدر پر پڑاؤ کیا اور ان کے پاس قریش کا ہراول دستہ آیا' اس میں بنی حجاج کا سیاہ فام غلام بھی تھا' مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا اور وہ اس سے ابوسفیان کے بارے پوچھتے تھے وہ کہتا مجھے ابوسفیان کے بارے کوئی علم نہیں مگر یہ ابوجہل بن ہشام' عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف موجود ہیں۔ جب وہ ابوجہل وغیرہ کا نام لیتا تو وہ اس کو مارتے اور مار سے تنگ آ کر وہ کہتا "ہاں" اب میں بتاتا ہوں یہ "ابوسفیان" موجود ہے جب اس کو مارنے کے بعد' پوچھتے تو وہ کہتا مجھے ابوسفیان کا کوئی علم نہیں لیکن یہ ابوجہل' عتبہ' شیبہ اور امیہ موجود ہیں۔ جب وہ یہ کہتا تو اسے مارنے لگتے۔ رسول اللہ ﷺ نماز میں مصروف تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا واللہ! والذی نفسی بیدہ جب وہ سچ بولتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو' اور جب جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کو مارنا چھوڑ دیتے ہو۔

بدر سے قبل مشورہ : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ فلاں کا مقتل ہے۔ آپ زمین پر وہاں دست مبارک رکھتے کہ اس جگہ اور اس جگہ چنانچہ کوئی مقتول بھی نبی علیہ السلام کے بتائے ہوئے مقام سے ادھر ادھر نہ تھا' ... مسلم ... ابوبکر ... تفسیر میں ابن

ابی حاتم اور ابن مردویہ (عبارت ابن مردویہ کی ہے) عبداللہ بن لھیعہ' یزید بن ابی حبیب' اسلم' ابوعمران' ابوایوب انصاری سے بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ آ رہا ہے۔ کیا خیال ہے کہ ہم اس تجارتی قافلہ کی طرف چلیں! شاید اللہ اس سے تم کو مال غنیمت میسر کر دے۔" ہم نے آمادگی کا اظہار کیا روانہ ہوئے اور دو دن کے سفر کے بعد آپؐ نے فرمایا "قریش کے ساتھ جنگ کرنے کے بارے کیا خیال ہے؟ ان کو تمہاری روانگی کا علم ہو چکا ہے۔"

لوگوں نے عرض کیا (ہم ان سے لڑائی نہیں چاہتے) واللہ! ہم میں ان سے لڑائی کی سکت نہیں' ہمارا تو خیال صرف ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کی طرف تھا۔ آپؐ نے دوبارہ فرمایا "قریش کے ساتھ لڑائی کے بارے تمہارا کیا خیال ہے؟" پھر بھی ہم نے وہی سابقہ جواب دیا۔

تو مقداد بن اسودؓ نے اٹھ کر عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپ کو قوم موسیٰ ایسا جواب نہ دیں گے کہ انہوں نے موسیٰؑ کو کہا تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور دشمن سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ ابو ایوب انصاری کا بیان ہے کہ انصار کی تمنا اور خواہش تھی کہ اگر ہم مقداد کا مقولہ کہتے تو یہ ہمیں عظیم سرمایہ سے بھی محبوب ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی' "اے رسول! جس طرح تیرا خدا تجھ کو حق پر تیرے گھر سے نکال لایا حالانکہ مسلمانوں کا ایک گروہ ناخوش تھا" (۸/۵) الی آخرہ۔

ابن مردویہ (محمد بن عمرو' علقمہ بن وقاص لیثی' ابوہ جدہ سے) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف روانہ ہوئے "روحاء" پہنچ کر آپ نے خطاب فرمایا قریش کے ساتھ جنگ کرنے کے بارے کیا خیال ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! معلوم ہوا ہے کہ ان کی تعداد اتنی اتنی ہے۔ آپ نے پھر دوبارہ اسی خیال کا اظہار کیا تو حضرت عمرؓ نے اسی قسم کے خیال کا اظہار کیا آپ نے تیسری بار مشورہ طلب کیا تو سعد بن معاذ ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے؟ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبوت کا اعزاز بخشا ہے اور آپ پر قرآن نازل کیا ہے' میں اس راستہ پر کبھی نہیں آیا اور نہ ہی مجھے اس کے بارے علم ہے اگر آپ چلتے چلتے یمن کے علاقہ "برک غماد" میں بھی تشریف لے چلیں تو ہم خندہ پیشانی سے آپ کے ساتھ چلیں گے ہم قوم موسیٰؑ کا جواب نہ دیں گے کہ تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ۔ دشمن سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ مگر ہم تو عرض کریں گے تم اور تمہارا رب جاؤ اور دشمن سے لڑو ہم آپ کے تابع فرمان ہیں۔ ممکن ہے کہ آپؐ ایک مقصد کے لئے گھر سے روانہ ہوئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے علاوہ ازیں ایک نیا کام اور مقصد پیدا کر دیا ہو جو کام اور قصد اللہ تعالیٰ نے نیا ظاہر فرمایا ہے آپ اس پر غور کریں اور (اللہ کا نام لے کر) روانہ ہوں' آپ جس سے چاہیں تعلقات وابستہ کریں اور جس سے چاہیں منقطع کریں۔ جس سے چاہیں عداوت رکھیں اور جس سے چاہیں صلح کریں اور ہمارے مال و دولت سے جو لینا چاہتے ہیں وہ لے لیں' آپ اس معاملہ میں مختار کل ہیں۔"

حضرت سعد بن معاذ کی اس تقریر پر اللہ نے وحی نازل فرمائی (۸/۵) **کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المومنین لکارھون** اپنے "مغازی" میں اموی نے (ہمارے مال و دولت سے جو لینا

چاہتے ہیں وہ لے لیں) کے بعد اضافہ کیا ہے اور جو مال آپ لے لیں وہ ہمیں باقی ماندہ سے محبوب تر ہوگا۔ آپ جو بھی فرما دیں ہمارا کام تو بس اطاعت و تابعداری ہے' واللہ! اگر آپ چلتے چلتے "برک غماد" تک بھی پہنچ جائیں تو ہم آپ کے ہمراہ چلیں گے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ زفران سے روانہ ہو کر اصافر کے راستہ پر چلے اور "دبہ" کی طرف مائل ہوئے اور "حنان" کو "جو پہاڑ کی طرح بڑا ٹیلہ ہے" دائیں طرف چھوڑ دیا پھر آپ بدر کے قریب اترے۔

رسول اللہ ﷺ کی سفیان ضمری سے بات چیت : رسول اللہ ﷺ اور ایک صحابی (بقول ابن ہشام' حضرت ابوبکر) سوار ہوئے اور (بقول ابن اسحاق از محمد بن یحییٰ بن حبان) چلتے چلتے ایک عربی شیخ کے پاس رکے اور اس سے قریش' محمدؐ اور اس کے رفقاء کے بارے پوچھا تو شیخ نے کہا پہلے آپ بتاؤ تم کون ہو اور کس قبیلہ سے ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو ہمیں بتادے گا تو ہم بھی اپنے بارے بتادیں گے کیا یہ تبادلہ درست ہے تو اس نے ہاں کہہ کر بتایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد مع صحابہ فلاں روز روانہ ہوئے اگر مخبر نے سچ بتایا ہے تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے (اس نے وہی مقام بتایا جہاں رسول اللہ قیام پذیر تھے) نیز مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریش فلاں روز روانہ ہوئے ہیں اگر مخبر سچا ہے تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے (اس نے وہی مقام بتایا جہاں وہ تھے) آپ اس کی بات سن کر فارغ ہوئے تو اس نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہم چشمہ سے ہیں" اور اس کے پاس سے روانہ ہو گئے اور شیخ عربی حیرت کے عالم میں کہہ رہا تھا کون سا چشمہ کیا عراقی چشمہ؟ بقول ابن ہشام اس عربی شیخ کا نام ہے سفیان ضمری۔

مکہ کے جگر گوشے : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ واپس آئے اور شام کے وقت حضرت علیؓ' حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو چند رفقاء کے ہمراہ بدر کے چشمہ کی طرف روانہ کیا کہ ان (قریش) کی نقل و حرکت کی کوئی خبر لائیں (جیسا کہ مجھے یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر سے بتایا ہے) انہوں نے قریش کے پانی کا اہتمام کرنے والوں کو موجود پایا ان میں بنی حجاج کا غلام "اسلم" تھا اور بنی عاص بن سعید کا غلام "عریض ابویسار" تھا۔ وہ ان کو پکڑ لائے اور ان سے پوچھنے لگے (رسول اللہ ﷺ پاس ہی نماز میں مصروف تھے) تو انہوں نے کہا ہم تو قریش کے پانی کا اہتمام کرنے والے ہیں۔ انہوں نے ہمیں پانی لینے کے لئے بھیجا ہے' صحابہؓ نے ان کے اس جواب کو غلط سمجھا اور ان کا خیال تھا کہ یہ ابی سفیان کے تجارتی قافلہ میں سے ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے ان غلاموں کو مارا جب انہوں نے خوب مارا تو انہوں نے کہا "ہم ابوسفیان کے قافلہ میں سے ہیں" پھر صحابہ نے ان کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فراغت کے بعد فرمایا' جب وہ سچ بتاتے تھے تو تم ان کو مارتے تھے اور جب غلط کہتے تھے تو تم ان کو چھوڑ دیتے تھے۔

واللہ! واقعی! انہوں نے سچ کہا ہے کہ وہ قریش کے غلام ہیں' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے قریش کے بارے پوچھا بتاؤ قریش کہاں ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ ٹیلہ جو آپ پرلے کنارے (عدوۃ القصوىٰ) پر دیکھ رہے ہیں وہ اس کے پیچھے ہیں پھر ان سے تعداد کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا' بہت ہیں' آپ نے پوچھا کتنی تعداد میں ہیں؟ تو انہوں نے کہا ہمیں صحیح تعداد معلوم نہیں' آپؐ نے پوچھا روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں

تو انہوں نے کہا ایک روز نو اور دوسرے روز دس تو رسول اللہ ﷺ نے اندازہ لگا کر فرمایا وہ تو نو سو اور ہزار کے درمیان ہیں پھر ان سے پوچھا ان میں "اشراف قریش" میں سے کون کون ہیں تو انہوں نے بتایا (۱) عتبہ بن ربیعہ' (۲) شیبہ بن ربیعہ' (۳) ابو البختری بن ہشام' (۴) حکیم بن حزام' (۵) نوفل بن خویلد' (۶) حارث بن عامر بن نوفل' (۷) طعیمہ بن عدی بن نوفل' (۸) نضر بن حارث' (۹) زمعہ بن اسود' (۱۰) ابوجہل بن ہشام' (۱۱) امیہ بن خلف' (۱۲) نبیہ (۱۳) منبہ پسران حجاج' (۱۴) سہیل بن عمرو' (۱۵) اور عمرو بن عبد ود موجود ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ مکہ ہے۔ اس نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف پھینک دیئے ہیں۔

عدی اور بس بس کی جاسوسی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ بس بس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء دونوں چلتے چلتے بدر پہنچے اور اپنی سواری کو چشمہ کے قریب ٹیلے کے پاس بٹھایا پھر اپنے مشکیزہ سے پانی پیا۔ مجدی بن عمرو جہنی وہاں موجود تھا عدی اور بس بس نے چشمہ پر موجود لڑکیوں میں سے دو لڑکیوں سے سنا کہ ایک دوسری سے گتھم گتھا ہو کر کہہ رہی تھی کہ تجارتی قافلہ کل یا پرسوں آئے گا میں ان کا کام کاج کروں گی اور تیرا قرض ادا کر دوں گی۔ مجدی نے یہ سن کر کہا واقعی اس نے صحیح کہا ہے پھر اس نے ان کو جدا جدا کر دیا۔ عدی اور بس بس نے یہ بات سنی اور سوار ہو کر واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے آئے اور آپ کو سارا ماجرا سنایا۔ ابو سفیان احتیاطاً" تجارتی قافلہ سے قبل بدر میں آیا اور مجدی بن عمرو سے پوچھا کیا تم نے یہاں کسی کو دیکھا؟ اس نے کہا میں نے کوئی اجنبی تو نہیں دیکھا' ہاں دو سوار آئے انہوں نے اپنی سواریوں کو اس ٹیلے کے پاس بٹھایا پھر انہوں نے اپنے مشکیزے سے پانی پیا اور چلے گئے۔

ابوسفیان کی دانائی : ابو سفیان اونٹ کے بیٹھنے کے مقام پر آیا اور اس نے اونٹ کے لید توڑ کر دیکھے تو اس میں کھجور کی گٹھلیاں موجود ہیں اس نے یہ دیکھ کر کہا واللہ! یہ تو یثرب کا چارا ہے فوراً قافلہ کی طرف لوٹ آیا اور اپنے قافلہ کو صحیح راستہ سے ہٹا کر ساحل کی طرف لے گیا اور بدر کو بائیں جانب چھوڑ کر تیز رفتاری سے چلا گیا۔

جہیم کا خواب : قریش جحفہ میں فروکش ہوئے اور جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے خواب دیکھا۔ اس نے بتایا میں نے خواب دیکھا' میں نیم بیداری کی حالت میں تھا کہ ایک سوار آیا ہے اس کے ساتھ اونٹ بھی ہے۔ اس نے ذرا دیر ٹھہر کر عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ اور ابوالحکم امیہ بن خلف اور فلاں (اعیان قریش میں سے جو جنگ بدر میں مارے گئے تھے) کا نام لے کر کہا' قتل ہو گئے ہیں پھر اس نے اپنے اونٹ کو حلق پر زخم کر کے لشکر میں چھوڑ دیا ہے اور لشکر کے ہر خیمے پر اس کے خون کے چھینٹے پڑے' ہیں یہ خواب ابوجہل ملعون کو معلوم ہوا تو اس نے کہا یہ بنی مطلب کا دوسرا نبی ہے اگر لڑائی ہوئی تو کل کو معلوم ہو جائے گا کون مقتول ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابوسفیان نے جب قافلے کو محفوظ کر لیا تو اس نے قریش کو پیغام بھیجا کہ تم اپنے قافلے اور قافلے والوں کی حفاظت کے لئے روانہ ہوئے تھے

اللہ تعالیٰ نے قافلے کو صحیح سلامت پہنچا دیا تم واپس چلے آؤ۔

بدر ایک میلہ تھا : ابوجہل بن ہشام نے کہا ہم "بدر" پہنچنے سے قبل' واپس نہ لوٹیں گے (عرب کے میلوں میں سے بدر بھی ایک میلے کا مقام تھا وہاں ہر سال میلہ لگتا تھا) ہم وہاں تین روز قیام کریں گے' اونٹ ذبح کریں گے' محتاجوں کو کھانا کھلائیں گے شراب پلائیں گے' گانے والی لونڈیاں گائیں گی اور عرب میں ہماری دھاک بیٹھ جائے گی اور لوگ ہم سے مرعوب رہیں گے' اس لئے یہاں سے چلو اور آگے بڑھو۔

بنی زہرہ اور بنی عدی بدر میں شریک نہ تھے : لوگ جحفہ میں فروکش تھے کہ اخنس بن شریق بن عمرو بن وھب ثقفی حلیف بنی زہرہ نے کہا جو ان میں مطاع اور مقتدا تھا' اے بنی زہرہ! اللہ نے تمہارا مال و متاع محفوظ کر دیا اور تمہارا عزیز مخرمہ بن نوفل بھی صحیح سلامت پہنچ چکا ہے تم صرف مخرمہ اور قافلے کی حفاظت کی خاطر آئے تھے تم واپس چلے چلو اور بلاوجہ تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس ابوجہل کی بات کوئی پائے دار نہیں چنانچہ زہری قبیلہ کے تمام افراد واپس چلے آئے اور ایک زہری بھی جنگ میں شریک نہ ہوا۔ اسی طرح بنی عدی سے بھی کوئی فرد جنگ میں شریک نہ ہوا۔

طالب بن ابی طالب بدر میں نہ شریک ہوا : قریش جحفہ سے روانہ ہوئے۔ طالب بن ابی طالب کا بعض قریشیوں سے تکرار ہوا' انہوں نے کہا! واللہ! اے بنی ہاشم! ہم خوب جانتے ہیں خواہ تم ہمارے ساتھ ہو مگر تمہاری تمنائیں محمدؐ کے ساتھ ہیں۔ یہ سن کر طالب مع رفقا واپس چلا آیا اور اس نے کہا۔

لاهم إما يغزون طالب في عصبة محالف محارب

في مقنب من هذه المقانب فليكن المسلوب غير السالب

وليكن المغلوب غير الغالب

(یااللہ! اگر طالب کسی حلیف یا حریف جماعت میں جنگ کرے ان فوجی دستوں میں سے کسی دستے میں۔ وہ زرہ اتارنے والا قاتل نہ ہو' مقتول ہو' غالب نہ ہو بلکہ مغلوب ہو)

بدر کا حدود اربعہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قریش روانہ ہو کر وادی کے پرلے کنارے عدوۃ القصویٰ میں ٹیلے کے پیچھے اتر پڑے اور وادی کے نشیب کا نام یلیل ہے جو کنوئیں بدر اور ٹیلے کے درمیان واقع ہے۔ جس ٹیلے کے پیچھے کفار کا پڑاؤ تھا اور "قلیب" بدر میں مدینہ کی طرف والے کنارے "عدوۃ الدنیا" پر واقع ہے۔ بقول امام ابن کثیر اسی وضاحت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۸/۴۲) "جس وقت تم ورے کنارے پر تھے اور وہ پرلے کنارے پر اور قافلہ تم سے نیچے اتر گیا تھا اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ایک ساتھ وعدہ پر نہ پہنچتے لیکن اللہ کو ایک کام کرنا تھا جو مقرر ہو چکا تھا۔"

میدان جنگ کا نقشہ : وادی بدر نرم زمین اور ریت تھی' اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی' رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کو پانی میسر ہوا اور زمین جم گئی' چلنا پھرنا آسان ہو گیا اور قریش بارش کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے (کہ بارش سے پھسلان بن گئی) (۸/۱۱) "اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس سے تمہیں پاک کر دے اور [illegible] قدم جما

دے" یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ظاہر اور باطن میں پاکیزہ بنا دیا چلنے پھرنے میں ان کے قدموں کو جما دیا ان میں جرات و جسارت پیدا کر دی شیطانی افکار و وساوس اور خطرات دور کر دیئے۔ (یہ ہے ظاہر اور باطن میں استقلال و ثبات) "اور اوپر سے اللہ تعالیٰ نے ان پر ملائکہ کے ذریعہ فتح و نصرت نازل فرمائی" (۸/۱۲)

"جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کے دل ثابت رکھو' میں کافروں کے دل میں دہشت ڈال دوں گا سو گردنوں پر مارو (سر کے اوپر) اور ان کے پور پور پر مارو' کہ اسلحہ نہ پکڑ سکیں یہ اس لئے ہے کہ وہ اللہ اور اس کے مخالف ہیں اور جو کوئی اللہ اور اس کا مخالف ہو تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے یہ تو چکھ لو۔" (۸/۲۴)

ابن جریر حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رات کو بارش برسی' اگلے دن "بروز جمعہ" جنگ بدر ہوئی۔ ہم نے بارش کی وجہ سے رات درختوں اور ڈھالوں کے تلے بسر کی اور رسول اللہ ﷺ نماز میں مصروف رہے اور لڑائی کے لئے آپ نے لوگوں کو آمادہ و تیار کیا۔ امام احمد (عبدالرحمان بن مہدی' شعبہ' ابواسحاق' حارثہ بن مضرب) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں صرف مقداد ہی اسپ سوار تھے۔ سب لوگوں نے سو کر' رات آرام سے بسر کی صرف رسول اللہ ﷺ رات بھر بیدار رہے۔ درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے اور صبح تک سسکیاں لیتے رہے۔ یہ حدیث عنقریب مطول بیان ہو گی اس روایت کو نسائی نے (بندار از غندر از شعبہ) بیان کیا ہے۔ مجاہد کا بیان ہے کہ اللہ نے بارش برسائی تو گرد و غبار چھٹ گیا' زمین جم گئی' دل ہشاش بشاش ہو گئے اور ریت والی زمین پر قدم جم گئے۔ بقول امام ابن کثیر ۱۷ رمضان ۲ھ کو جمعہ اور بدر کی رات آپ نے ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے بسر کی اور سجدہ میں بکثرت "**یاحیی یاقیوم**" پڑھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے امتی کے مشورہ پر عمل کیا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کفار سے قبل چشمہ پر آئے اور میدان بدر کے قریب تر چشمہ پر فروکش ہو گئے۔ بنی سلمہ کے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حباب بن منذر بن جموح نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا اس مقام کا انتخاب' آپ نے وحی کی رو سے کیا ہے جس سے پس و پیش ہمارے لئے روا نہیں یا یہ جنگی تدبیر اور حکمت عملی ہے؟ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا (یہ وحی نہیں) بلکہ فوجی تدبیر ہے۔ یہ سن کر اس نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ منزل مناسب نہیں بہتر ہو گا کہ آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کر لیں اور آس پاس کے کنوؤں کا پانی ختم کر دیں اور ایک حوض میں سارا پانی بھر لیں۔ پھر جنگ کا آغاز کریں ہمیں پانی کی سہولت میسر ہو گی اور وہ پانی سے محروم رہیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کے مشورے کی تائید کی۔

پانی کا اہتمام اور فرشتے کا نزول : اموی' ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ "جمع الاقماص" میں تھے اور جبرائیلؑ آپ کے داہنے تھے کہ کسی فرشتہ نے آکر کہا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے آپ نے سلام کا جواب دیا (ھو السلام و منہ السلام والیہ السلام) اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ رائے وہی ٹھیک ہے جو حباب بن منذر نے بتائی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل سے

پوچھا کیا آپ اس فرشتہ کو جانتے ہیں تو جبرائیلؑ نے کہا میں سب آسمان والوں کو نہیں جانتا مگر یہ فرشتہ سچا ہے شیطان نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ مع رفقاء وہاں سے روانہ ہوئے اور کفار کے قریب تر چشمہ پر فروکش ہوئے' پھر آپ کے حکم سے باقی کنوئیں بند کر دیئے گئے اور جس کنوئیں پر آپ فروکش تھے اس پر حوض بنا کر پانی سے لبالب کر دیا اور اس پر آبخورے رکھ دیئے۔

بعض کا بیان ہے کہ حباب بن منذرؓ نے جب مشورہ دیا تو ایک فرشتہ نازل ہوا اور جبرائیلؑ آپ کے پاس تھے فرشتے نے کہا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ حباب بن منذر کی رائے بہتر ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے جبرائیلؑ کی طرف توجہ کی تو اس نے کہا میں آسمان کے سب ملائیکہ کو نہیں جانتا' لیکن یہ فرشتہ ہی ہے۔ شیطان نہیں ہے۔ اموی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ آدھی رات کے وقت اس کنوئیں پر فروکش ہوئے جو مشرکین کے قریب تھا اس سے پانی لیا اور اپنے حوضوں کو پانی سے لبالب کر لیا اور مشرکین کا پانی کا بندوبست نہ تھا۔

نیک جذبات کا اظہار اور چھپر کا انتظام : امام ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابی بکر کی معرفت' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ اس نے عرض کیا یارسول اللہؐ! ہماری خواہش ہے کہ آپؐ کے قیام کے لئے چھپر کا انتظام کر دیں؟ اور آپ کے قریب سواریوں کا اہتمام کر دیں پھر ہم جنگ میں کود پڑیں اگر اللہ نے ہمیں دشمن پر غالب کیا اور فتح سے ہمکنار کیا تو یہی ہماری آرزو ہے۔ اللہ نہ کرے اگر شکست ہوئی تو آپ سوار ہو کر باقی ماندہ لوگوں کے پاس پہنچ جائیں۔ پیچھے ایسے بہت سے لوگ رہ گئے ہیں کہ آپ کے ساتھ ہماری محبت ان سے زیادہ نہیں اگر ان کو معلوم ہوتا کہ آپ جنگ سے دوچار ہوں گے تو وہ قطعاً پیچھے نہ رہتے' اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ کی حفاظت کرے گا وہ آپ کے بہی خواہ ہیں اور آپ کے دوش بدوش جہاد کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جذبات کی تعریف کی اور اسے دعا دی' پھر آپؐ کے لئے چھپر کا انتظام کر دیا گیا۔

دعاء مستجاب : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ صبح ہوئی تو قریش میدان جنگ کی طرف آئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ٹیلے سے اترتے دیکھا تو دعا کی "الٰہی! یہ قریش اپنے غرور و تکبر اور فخر و مباہات کا مظاہرہ کرتے ہوئے آرہے ہیں تیری مخالفت کرتے ہیں اور تیرے رسول کی تکذیب کرتے ہیں' یااللہ! میں تیری مدد کا امیدوار ہوں جس کا تو نے وعدہ کیا یااللہ! ان کو ہلاک کر دے۔"

اللہ سے لڑائی کی کسی میں سکت نہیں : رسول اللہ ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ کو سرخ شتر پر سوار دیکھ کر فرمایا "اگر قریش میں سے کوئی نیکی بھلائی کی امید ہے تو اس سرخ اونٹ والے سے ہے اگر قوم اس کی بات مان لے تو سرخرو ہو جائے۔"

غفاری کا تحفہ : خفاف بن ایما بن رحضہ غفاری یا اس کے والد نے اپنے بیٹے کے ہاتھ قریش کے پاس چند اونٹوں کا تحفہ ارسال کیا اور پیشکش کی کہ اگر خواہش ہو تو ہم آپ کو افرادی قوت اور اسلحہ بھی بہم پہنچا سکتے ہیں یہ سن کر انہوں نے اس کے بیٹے کو یہ پیغام دیا کہ یہ آپ کی صلہ رحمی ہے اور آپ نے اپنا فریضہ ادا

کر دیا ہے' بقا کی قسم! اگر ہماری لڑائی انسانوں سے ہے تو ہم میں کوئی کمزوری اور ناتوانی نہیں بزعم محمدؐ اگر ہماری لڑائی خدا سے ہے تو خدا سے لڑائی کی کسی کو سکت نہیں۔

پانی زہر قاتل : جب یہ لوگ میدان جنگ میں آئے تو چند قریشی رسول اللہ ﷺ کے حوض پر آئے ان میں حکیم بن حزام بھی شامل تھا (ان کو دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کچھ نہ کہو پانی پی لینے دو' چنانچہ جس کافر نے بھی اس روز حوض سے پانی پیا وہی مقتول ہوا سوائے حکیم بن حزام کے' وہ بچ رہا بعد ازاں مسلمان ہوا' اس کا دستور تھا کہ جب وہ پختہ قسم کھاتا تو یہ کہتا **لا والذی نجانی یوم بدر**

۳۱۳ : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اصحاب بدر کی تعداد ۳۱۳ تھی جیسا کہ ہم ان کے اسماء گرامی حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب وار بیان کریں گے' ان شاء اللہ۔ صحیح بخاری میں حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد ۳۱۳ تھی' اصحاب طالوت کے مطابق جو اس کے ساتھ نہر عبور کر کے گئے تھے اور اس کے ہمراہ صرف مخلص مومن ہی تھے۔ بخاری میں حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ جنگ بدر کے روز مجھے اور ابن عمر کو کم عمر سمجھا گیا تھا۔ مہاجر جنگ بدر میں ۶۰ سے زائد تھے اور انصار ۲۴۰ سے زائد تھے۔

امام احمد (نصر بن رئاب' حجاج' حکم' مقسم) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ اصحاب بدر کی تعداد ۳۱۳ تھی ان میں مہاجر ۷۶ تھے اور کفار کو شکست بروز جمعہ ۱۷ رمضان ۲ھ کو ہوئی۔

"جبکہ اللہ نے وہ کافر تجھے تیرے خواب میں تھوڑے کر کے دکھلائے اور اگر تجھے بہت دکھلا دیتا تو تم لوگ نامردی کرتے اور کام میں جھگڑا ڈالتے لیکن اللہ نے بچا لیا" (۸/۴۳)

یہ شب بدر کا واقعہ ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ چھپر میں آرام فرما تھے اور لوگوں کو بتایا کہ قبل از اجازت لڑائی کا آغاز نہ کریں' کفار بالکل قریب آگئے تو ابوبکرؓ آپ کو بیدار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے' "وہ قریب آگئے" تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور اسی خواب میں اللہ نے آپ کی نگاہ میں ان کو تھوڑا کر کے دکھلایا' (اموی کا یہ بیان نہایت غریب ہے)

کمی و بیشی کا اعجاز : "اور جب تمہیں وہ فوج' مقابلہ کے وقت' تمہاری آنکھوں میں تھوڑی کر کے دکھائی اور تمہیں ان کی آنکھوں میں تھوڑا کر کے دکھایا تاکہ اللہ ایک کام پورا کر دے جو مقرر ہو چکا تھا۔" (۸/۴۴) جب قریش آمنے سامنے آگئے تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو دوسرے کی نگاہوں میں تھوڑا دکھایا' ایک حکمت اور مصلحت کے تحت کہ ہر ایک دوسرے پر جرات کر کے حملہ آور ہو جائے اور یہ (۸/۴۴) آیت سورہ آل عمران کی (۳/۱۳) کے معارض اور متضاد نہیں کہ "تمہارے سامنے ابھی تک نمونہ دو فوجوں کا گزر چکا ہے جو آپس میں ملیں ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری فوج کافروں کی ہے وہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے ہیں۔"

فریقین کے آمنے سامنے ہونے کے وقت اللہ نے مسلمانوں کو ان کی نگاہوں میں تھوڑا دکھایا اور لڑائی کے دوران کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے کہ اللہ نے کافروں کو مرعوب کر دیا کہ ابتداء" ان کو کم دکھایا اور لڑائی کے وقت مسلمانوں کی تائید و نصرت کی اور کافروں کو وہ اپنے سے دوچند نظر آ رہے تھے

یہاں تک کہ وہ بزدل اور کمزور ہو گئے (۴۳/۱۳) "اور جسے چاہے اپنی مدد سے قوت دیتا ہے اس واقعہ میں دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہے۔" اسرائیل' ابوعبیدہ اور عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں کفار ہماری نگاہ میں بہت تھوڑے دکھائی دیتے تھے یہاں تک کہ میں اپنے پہلو میں کھڑے ساتھی سے پوچھتا تھا کہ تو ان کو ستر (۷۰) سمجھتا ہے تو وہ کہتا نہیں بلکہ وہ میری نگاہ میں سو (۱۰۰) ہیں۔

صلح کی سعی لاحاصل : ابن اسحاق اپنے والد اور دیگر اہل علم کی معرفت مشائخ انصار سے بیان کرتے ہیں کہ جب قریش مطمئن اور مستعد ہو گئے تو انہوں نے عمیر بن وہب جمحی کو بھیجا کہ اسلامی لشکر کا اندازہ لگائے' اس نے لشکر کے گرد و نواح گھوڑے پر سوار ہو کر چکر لگایا اور ان کو آکر بتایا کہ وہ تین سو سے کچھ زائد ہیں یا کم لیکن ذرا انتظار کرو میں ان کی کمین گاہ یا کمک دیکھ آؤں چنانچہ وہ وادی میں دور تک چلا گیا اور اس کو کچھ نظر نہ آیا تو واپس آکر اس نے کہا' کوئی چیز نظر نہیں آئی لیکن سنو! اے معززین قریش! میں نے دیکھا ہے کہ آفتیں موتوں کو اٹھائے لئے آرہی ہیں' یثرب کی سواریاں ہلاکت لئے آرہی ہیں۔ ان کے پاس تلواروں کے بغیر کوئی حفاظتی سامان نہیں ہے' واللہ! میں سمجھتا ہوں کہ ان کا آدمی تب ہلاک ہو گا جب وہ تم میں سے کسی کو موت کے گھاٹ اتار دے' جب وہ تم سے اتنے ہلاک کر دیں گے تو بتاؤ پھر زندگی میں کیا لطف ہے؟ آگے اپنی مرضی کرو۔

حکیم بن حزام نے یہ تبصرہ سنا تو اس نے عتبہ بن ربیعہ کو کہا جناب ابو الولید! آپ قریش کے رئیس اور قائد ہیں' مطاع و مقتدا ہیں' کیا آپ خواہشمند ہیں کہ آپ کا نام "ابدی یادگار" بن جائے' عتبہ نے پوچھا یہ کیونکر؟ حکیم نے کہا قریش کو واپس لے چلو اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا خون بہا ادا کر دو' عتبہ نے کہا' مجھے منظور ہے تم اس بات کے شاہد ہو' وہ میرا حلیف ہے' میرے ذمہ اس کی دیت ہے' میرے ذمہ اس کے مال و متاع کی تلافی ہے۔ لیکن ابن حنظلہ' ابوجہل سے پوچھ لو' میرے خیال میں اس کے بغیر کوئی مخالفت نہ کرے گا۔

عتبہ کا خطبہ : پھر عتبہ نے کھڑے ہو کر خطاب کیا' اے قوم قریش! واللہ! تم محمدؐ اور اس کے رفقاء سے لڑائی لڑ کر کوئی کارنامہ انجام نہ دو گے اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو واللہ! ہم ہمیشہ ایک دوسرے کو بہ نظر کراہت دیکھتے رہیں گے' تم میں سے ہر کوئی اپنے ابن عم اور چچازاد یا ابن خال اور ماموں زاد یا اپنے قبیلے کے کسی آدمی کا قاتل ہو گا' واپس لوٹ چلو! محمدؐ اور باقی عرب کو کھلا چھوڑ دو۔ اگر وہ اس کا کام تمام کر دیں تو یہی تمہارا مدعا ہے اگر وہ ناکام ہو جائیں تو وہ تمہارے پاس آئے گا اور تم اس سے منہ نہ موڑو گے۔

ابوجہل کی رائے : حکیم کا بیان ہے کہ میں ابوجہل کے پاس گیا تو وہ اپنی زرہ پھیلا کر درست کر رہا تھا' میں نے کہا اے ابوالحکم! عتبہ نے مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے۔ تو اس نے کہا واللہ! اس کا پھیپھڑا پھول گیا ہے۔ اس کی ہمت نے جواب دے دیا ہے۔ محمد اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر ڈر گیا ہے واللہ! ہم واپس نہ لوٹیں گے تاوقتیکہ اللہ ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ عتبہ کو کیا ہو گیا ہے اس نے کیسی بہکی بہکی باتیں کی ہیں ۔۔۔ میں اس کا

بیٹا شامل ہے' اس وجہ سے وہ تمہیں ڈراتا ہے پھر اس نے عامر بن حضرمی کو پیغام بھیجا کہ یہ عتبہ تیرا حلیف لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے تو نے اپنا "خون بہا" اپنے سامنے دیکھ لیا ہے۔ پس اٹھ کھڑا ہو اپنے بھائی کے قتل اور عہد شکنی کا واسطہ دے یہ سن کر عامر بن حضرمی کھڑا ہوا اور ننگا ہو کر اس نے نعرہ مارا ہائے عمرو ہائے عمرو۔ آتش حرب تیز ہو گئی صلح کا کام رک گیا اور شر و فساد پر گامزن ہو گئے اور عتبہ نے صلح کی جو رائے پیش کی تھی وہ ناکام ہو گئی اور عتبہ کو جب ابو جہل کا مقولہ کہ "عتبہ کی ہمت نے جواب دے دیا ہے" معلوم ہوا تو اس نے کہا اس بزدل اور نامرد کو معلوم ہو جائے گا کہ نامردی اور بے ہمتی کا داغ کون اٹھاتا ہے میں یا وہ؟ پھر عتبہ نے مغفر اور خود تلاش کی' اس کا سر اتنا بڑا تھا کہ کوئی خود پوری نہ آسکی پھر اس نے بامر مجبوری سر پر کپڑا لپیٹ لیا۔

مروان اور حدیث بدر : ابن جریر سعید بن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ ہم مروان بن حکم کے پاس تھے کہ اس کے دربان نے آکر کہا کہ حکیم بن حزام اذن باریابی کا طالب ہے اس نے کہا اسے اجازت دو جب وہ آیا تو مروان نے اس کو خوش آمدید کہا اور مسند مجلس سے سرک کر نیچے بیٹھ گیا ان کے درمیان صرف تکیہ حائل تھا پھر اس نے کہا' بدر کا واقعہ بیان کیجئے۔ تو اس نے کہا ہم مکہ سے روانہ ہوئے اور جحفہ میں پہنچے تو قریش کا ایک قبیلہ (بنی زہرہ) واپس چلا آیا پھر ہم روانہ ہو کر اس کنارے پر اترے جس کا قرآن میں ذکر ہے پھر میں نے عتبہ بن ربیعہ سے عرض کیا جناب ابوالولید! کیا چاہتے ہو کہ اس دن کا شرف تمہیں تا حیات حاصل رہے۔ اس نے کہا (منظور ہے) کیا سرانجام دوں؟ میں نے عرض کیا کہ تم محمدؐ سے صرف عمرو بن حضرمی کے خون بہا کے طالب ہو' وہ تمہارا حلیف ہے تم اس کا خون بہا ادا کرو' اور لوگ واپس چلے جائیں۔ یہ سن کر اس نے کہا تم اس امر کے شاہد ہو' ابو جہل کے پاس جاؤ اور اسے کہو۔ "کیا آپ کی خواہش ہے کہ آج اپنے رفقاء کو اپنے ابن عم' چچازاد' سے واپس لے جاؤ" میں یہ پیغام لے کر اس کے پاس آیا وہ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور عامر ابن حضرمی اس کے پاس کھڑا ہوا کہہ رہا تھا میں نے عبد شمس سے اپنا عہد و پیمان ختم کر دیا ہے اور آج بنی مخزوم سے اپنا عہد و پیمان قائم کر لیا ہے۔

میں نے ابو جہل کو کہا' عتبہ بن ربیعہ کا پیغام ہے "کیا آپ کی خواہش ہے کہ اپنے رفقا کو واپس لے چلو" اس نے سوال کا جواب دینے کی بجائے کہا کیا کوئی اور قاصد موجود نہ تھا میں نے کہا جی نہیں اور میں اس کے بغیر کسی کا پیغام لے جاتا بھی نہیں۔ حکیم کا بیان ہے کہ میں فوراً عتبہ کے پاس واپس چلا آیا کہ اس کو پیغام کا جواب پہنچا دوں' میں آیا تو عتبہ ایماء بن رحضہ غفاری پہ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا اس نے مشرکین مکہ کو دس اونٹ کا تحفہ پیش کیا تھا۔ اچانک ابو جہل نمودار ہوا' اس کے چہرے بشرے سے شر ٹپک رہا تھا۔ اس نے عتبہ کو کہا تیرا پھیپھڑا پھول گیا' ہمت جواب دے گئی۔ یہ سن کر عتبہ نے کہا یہ عنقریب معلوم ہو جائے گا ابو جہل نے تلوار سونتی اور اس کے گھوڑے کی پیٹھ دے ماری' یہ دیکھ کر ایماء بن رحضہ غفاری نے کہا یہ بدشگونی ہے۔ پھر اسی وقت لڑائی شروع ہو گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی بہترین صف بندی کی تھی : ترمذی نے حضرت عبد الرحمان بن

عوف سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں رات کو صف آراستہ کی تھی۔

امام احمد (ابن لھیعہ' یزید بن ابی حبیب' اسلم ابو عمران) حضرت ابو ایوبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے ہماری صف آراستہ کی۔ ایک دستہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا "معی معی" (تفرد بہ احمد اسناد حسن)

ابن غزیہ کو قصاص دیا اور اس کا واقعہ : ابن اسحاق' حبان بن واسع بن حبان کی معرفت قوم کے مشائخ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں صفوں کو درست کیا۔ آپ کے ہاتھ میں تیر تھا اس کے ساتھ صفیں درست کر رہے تھے۔ آپ صف درست کرتے کرتے سواد بن غزیہ حلیف بنی عدی بن نجار کے پاس سے گزرے وہ صف سے آگے بڑھا ہوا تھا آپؐ نے اس کے پیٹ پر تیر مار کر کہا' اے سواد! سیدھا ہو کر کھڑا ہو! چنانچہ سوادؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! آپ نے مجھے تکلیف دی' آپ کو اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ مجھے آپ بدلہ دیں یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اپنا شکم مبارک ننگا کر کے فرمایا بدلہ لے لو' راوی کا بیان ہے کہ وہ آپ سے بغل گیر ہوا اور آپ سے لپٹ کر اس نے آپ کے شکم مبارک کا بوسہ لیا' تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا سواد! ایسا کیوں کیا' تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ہنگامی صورت حال سے واقف ہیں میری خواہش تھی کہ زندگی کے آخری لحات میں میرا جسم آپ کے جسم اطہر سے مس اور پیوستہ ہو' پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا خیر کی۔

ابن عفراء کی شہادت : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے عاصم بن عمر نے بتایا کہ عوف بن حارث' ابن عفراء نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اللہ اپنے بندے کی کس حالت پر خوش ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا' زرہ کے بغیر' دشمن کے ساتھ لڑنے کی حالت میں' یہ سن کر اس نے زرہ اتار پھینکی اور تلوار بکف لڑتا رہا' یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔

احتیاطی تدابیر : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجاہدین کی صف بندی کے بعد عریش اور چھپر میں تشریف لے آئے۔ آپ کے پاس ابوبکر کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ سعد بن معاذ ؓ عریش کے دروازہ پر مسلح کھڑے تھے اور آپؐ کے ہمراہ دیگر انصاری بھی رسول اللہ ﷺ کی حفاظت پر مامور تھے' مبادا مشرکین ادھر اچانک حملہ آور ہو جائیں۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے لئے عمدہ سواریوں کا انتظام تھا کہ بوقت ضرورت ان پر سوار ہو کر مدینہ تشریف لے آئیں جیسا کہ سعد بن معاذ نے مشورہ دیا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت حضرت علیؓ کی زبانی : مسند میں بزار نے محمد بن عقیل کی معرفت حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک خطاب کے دوران پوچھا اے لوگو! بتاؤ سب سے شجاع اور دلیر کون ہے؟ تو لوگوں نے بیک آواز کہا جناب امیر المومنین آپؓ' تو آپؓ نے فرمایا مجھ سے جس نے بھی مبارزت اور برملا حریف کے سامنے آکر لڑنے کی درخواست کی میں نے اس سے اپنا انتقام لے لیا لیکن سب سے دلیر اور جری ابوبکرؓ ہیں۔ جنگ بدر میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے چھپر تیار کیا ہم نے آپس میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کون رہے گا تاکہ مشرکین میں سے کوئی آپ پر حملہ آور نہ ہو' اللہ کی قسم! ابوبکر ہاتھ میں تلوار لیے کھڑے رہے' رسول اللہ

ﷺ کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے کہ جو حملہ آور ہو اسی کو تہ تیغ کر دیں۔ آپ ہی سب سے شجاع اور دلیر انسان ہیں۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو مشرکین نے پکڑ لیا یہ آپؐ کی مخالفت کر رہا ہے اور وہ آپؐ کو چھڑا رہا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کیا تم نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا لیا' واللہ! ابوبکر کے علاوہ آپؐ کے قریب کوئی نہ جا سکا ابوبکر اس کو مارتے اس سے لڑتے اور کہتے افسوس! کیا تم ایسے شخص کے قتل کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے۔ اس بیان کے بعد حضرت علیؓ نے جو چادر اوڑھے ہوئے تھے اٹھائی اور اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔

پھر حضرت علیؓ نے کہا خدارا بتاؤ کیا آل فرعون کا مومن افضل ہے یا ابوبکرؓ؟ لوگ سوال سن کر خاموش رہے تو حضرت علیؓ نے کہا واللہ! ابوبکرؓ کا ایک وقت کا ثواب' دنیا کے آل فرعون کے مومنوں کے ثواب سے بہتر ہے۔ آل فرعون کا مومن خفیہ تھا اور ابوبکر نے اپنے ایمان کا برملا اظہار کیا۔ بزار کا بیان ہے کہ یہ حدیث اس سند سے مروی ہے۔

یہ ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصی منقبت اور فضیلت کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے عریش میں بھی رفیق تھے اور غار ثور میں بھی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

دعا : رسول اللہ ﷺ بکثرت گریہ و زاری اور گڑگڑا کر دعا فرماتے' **اللّٰھم انک ان تھلک ھذہ الصابة لا تعبد بعد ھا فی الارض**' الٰہی! اگر تو نے اس معمولی جماعت کو ہلاک کر دیا تو کرہ ارض میں تیری عبادت نہ ہو گی اور اللہ تعالیٰ کو پکار کر عرض کرتے الٰہی! جو مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ وفا کر یااللہ! تیری مدد کا امیدوار ہوں آپ ہاتھ اس قدر اونچے اٹھائے ہوئے تھے کہ کندھوں سے چادر گر گئی۔

حضرت ابوبکرؓ آپ کو پیچھے سے آغوش میں لینے لگے اور آپ کی چادر درست کرنے لگے اور کثرت گریہ زاری سے شفقت کرتے ہوئے عرض کرنے لگے یارسول اللہ! اتنا مطالبہ ہی کافی ہے۔ اللہ عنقریب اپنا وعدہ وفا کرے گا۔ سہیلی نے قاسم بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ کہنا کہ اللہ کو اتنا یاد دلا دینا ہی کافی ہے آپ سے محبت و شفقت کے عنوان میں سے ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو انتہائی گریہ و زاری اور گڑگڑا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ محویت کے عالم میں' آپ کے کندھوں سے چادر گر پڑی اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ اس قدر دعا ہی کافی ہے اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈالیے' اللہ نے آپ کی مدد کا وعدہ کیا ہے۔" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل اور رسول اللہ ﷺ پر بڑے مہربان اور شفیق تھے۔

امید اور خوف کا مقام : سہیلی نے روض الانف (ج۔۲' ص ۶۸) میں اپنے شیخ ابوبکر بن العربی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیم و خوف کے مقام پر تھے اور ابوبکر امید و رجا کے مقام پر اور مقام بیم و خوف دوران جنگ کامل ترین اسوہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے آپؐ کو خطرہ تھا کہ کرہ ارض پر بعد ازیں اللہ کی پرستش نہ ہو چنانچہ آپ نے لوگوں کو بھی اسی بات سے آگاہ کیا۔

اور بعض صوفیوں کا یہ کہنا کہ آپ کا یہ مقام غار ثور کے مقام کے بالمقابل تھا' یہ قول مردود ہے کہ اس

قائل نے اس قول کی گہرائی اور عمق پر غور نہیں کیا اور نہ ہی اس پر مرتب ہونے والی لغزش کا اس نے ادراک کیا ہے' واللہ اعلم۔ دو گروہ آمنے سامنے آئے' فریقین بالمقابل آئے اور محاذ آراء ہوئے' دو پارٹیاں اللہ کے سامنے حاضر ہوئیں۔ سید انبیاء نے اللہ کے پاس استغاثہ پیش کیا' صحابہؓ بھی رب کے حضور قسما قسم کی دعائیں کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر روئے' اس رب کے سامنے جو زمین و زمان کا مالک ہے' دعا سنتا ہے اور رنج و بلا دور کرتا ہے۔

اسود مخزومی پہلا مقتول : چنانچہ اسود بن عبدالاسد مخزومی مشرکین میں سے سب سے پہلے قتل ہوا۔ بقول ابن اسحاق' وہ بدمزاج اور بداخلاق تھا۔ اس نے کہا بخدا میں نے اللہ سے عہد و پیمان کیا ہے کہ میں مسلمانوں کے حوض میں سے پانی پیوں گا' اس کو مسمار کر دوں گا یا اس کے ورے جان قربان کر دوں گا۔ جب وہ اپنی صف سے باہر نکلا' تو حمزہؓ بھی اس کی طرف لپکے۔ جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہؓ نے تلوار کا وار کر کے اس کی آدھی پنڈلی کاٹ ڈالی' ابھی وہ حوض کے ورے ہی تھا' زخمی ہو کر وہ پشت کے بل گرا' اس کی ٹانگ سے مشرکین کی طرف خون کے فوارے پھوٹ رہے تھے پھر وہ سرین کے بل رینگ کر حوض کی طرف بڑھا اور اس میں گر گیا اس کا مقصد تھا کہ وہ اپنی قسم کو پورا کر دے' حضرت حمزہؓ نے آگے بڑھ کر اس کو حوض میں ہی قتل کر دیا۔

مبارزت : بہ قول اموی یہ صورت حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ بھی جوش میں آ گیا اور اس نے اپنی شجاعت و شہامت کا مظاہرہ کرنا چاہا۔ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے درمیان نمودار ہوا میدان جنگ کے درمیان میں آ کر' انہوں نے مبارزت (اور آمنے سامنے لڑائی کی) دعوت پیش کی' تو یہ سن کر عوف اور معاذ پسران حارث انصاری' ابناء عفراء اور عبداللہ بن رواحہ انصاری سامنے آئے۔ قریشیوں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا' انصاری۔ یہ سن کر قریشیوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی سروکار نہیں (ایک روایت میں ہے) کہ انہوں نے کہا بہترین ہم پلہ لوگ ہو' لیکن ہمارے سامنے ہمارے ابناء عم اور چچازاد کو نکالو' اور ان میں سے کسی نے کہا' اے محمد! ہمارے سامنے ہماری قوم کے لوگوں کو لائیے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھو اے عبیدہ بن حارث' آگے بڑھو اے حمزہ' سامنے آؤ اے علی۔

اموی کا بیان ہے کہ انصاری میدان مبارزت میں سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو پسند نہ کیا کہ یہ آمنے سامنے لڑائی کا پہلا موقعہ تھا اور آپؐ کو یہ پسند تھا کہ میدان مبارزت میں اپنے خاندان کے لوگ ہوں' چنانچہ آپ نے انصار کو صف میں چلے جانے کا حکم دیا اور مذکورہ بالا قریشیوں کو میدان میں سامنے آنے کا حکم دیا۔

عبیدہؓ پہلا زخمی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ ان کے قریب ہوئے تو پوچھا تم کون لوگ ہو' (زرہ پوش ہونے کی وجہ سے یہ ان کو پہچان نہ سکے تھے) ہر ایک نے اپنا نام بتایا تو انہوں نے کہا بہترین ہم سر ہو۔ حضرت عبیدہؓ عمر رسیدہ تھے' عتبہ کے سامنے آئے' حضرت حمزہؓ شیبہ کے اور حضرت علیؓ ولید بن عتبہ کے حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے تو فوراً بلا تاخیر اپنے مدمقابل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حضرت عبیدہؓ اور

عتبہ دونوں نے آپس میں دو وار کئے جس سے دونوں زخمی ہو کر گر پڑے پھر حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے مڑ کر عتبہ پر تلوار کا وار کیا اور اس کو جہنم رسید کر دیا اور حضرت عبیدہؓ کو اٹھا لائے۔

آیت (۱۹/۲۲) : ابو ذرؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ وہ حلفاً کہا کرتا تھا کہ **ھذان خصمان اختصموا فی ربہم** (۱۹/۲۲) حمزہؓ اور شیبہ' عبیدہؓ اور عتبہ کے بارے نازل ہوئی جب انہوں نے غزوہ بدر میں مبارزت کی۔ (کتاب التفسیر میں الفاظ بخاری میں سے)

امام بخاری' حضرت علی ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ بروز قیامت سب سے پہلے میں دونوں زانوں کے بل بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کروں گا۔ قیس' تلمیذ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ آیت (۱۹/۲۲) **ھذان خصمان اختصموا فی ربہم** ان لوگوں کے بارے نازل ہوئی جو غزوہ بدر میں مبارزت کے لئے نکلے تھے۔ علیؓ اور ولید بن عتبہ حمزہؓ اور شیبہ' عبیدہؓ اور عتبہ۔ انفرد بہ البخاری۔ تفسیر ابن کثیر میں ہم نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے' وللہ الحمد۔

اموی' عبداللہ البہی سے بیان کرتے ہیں کہ عتبہ' شیبہ اور ولید مبارزت کے لئے میدان میں آئے اور ان کے بالمقابل حمزہؓ' عبیدہؓ اور علیؓ آئے' انہوں نے مسلمانوں سے کہا تعارف ہو جائے تو حمزہؓ نے کہا میں ہوں اللہ اور اس کے رسول کا شیر' حمزہ بن عبدالمطلب تو مدمقابل نے کہا اچھے ہم سر ہو' علیؓ نے کہا میں ہوں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی' اور عبیدہؓ نے کہا میں حلیفوں میں شمار ہوں پھر ہر مجاہد اپنے مدمقابل کے سامنے آیا' باہمی جنگ و جدال کیا اور اللہ نے کفار کو جہنم واصل کیا ہند بنت عتبہ بن ربیعہ نے کہا۔

أعینی جودی بدمع سرب علی خیر خندف لم ینقلب
تداعی له رهطه غدوة بنو هاشم وبنو المطلب
یذیقونه حد أسیافهم یعلونه بعد ما قد عطب

(اے میری آنکھ! تو اپنی اشک باری سے سخاوت کر' قبیلہ خندف کے بہتر انسان پر جو پلٹ کر نہیں آیا۔ اس کو صبح سویرے اس کے قبیلے بنی ہاشم اور بنی مطلب نے پکارا۔ جو اپنی تلواروں کی دھاروں سے اس کو موت کا مزہ چکھاتے تھے ہلاکت کے بعد' وہ اس کو دوبارہ مار رہے تھے)

اسی لئے ہندہ نے نذر مانی تھی کہ وہ حمزہ کا کلیجہ چبا ئے گی۔

حضرت عبیدہؓ : حضرت عبیدہؓ بن حارث بن مطلب بن عبدمناف کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لا کر لٹا دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے اپنا قدم پھیلا دیا اور انہوں نے اپنا رخسار رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک پر رکھ کر عرض کیا یارسول اللہ! اگر مجھے ابوطالب دیکھ پاتے تو تسلیم کرتے کہ میں ان کے شعر کا مستحق اور بہتر مصداق ہوں۔

ونسلمه حتی نصرع دونه ونذهل عن أبنائنا والحلائل

(ہم محمدؐ کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب ان کے ورے کٹ مریں اور اپنے اہل و عیال کو بھول جائیں)

بعد ازاں جان پرواز ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں گواہ ہوں کہ تم شہید ہو اس روایت کو امام شافعیؒ نے بیان کیا ہے۔

مھجع پہلا شہید : مھجع حضرت عمر کا غلام جنگ بدر میں پہلا شہید ہے۔ اسکو تیر لگا اور شہید ہو گیا بعد ازاں حارثہ بن سراقہ یکے از بنی عدی بن نجار (جو حوض پر پانی پی رہا تھا) کے سینہ پر تیر لگا اور شہید ہو گیا۔

حضرت انسؓ کی متفق علیہ روایت میں ہے کہ جنگ بدر میں حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے۔ وہ نظارہ اور جنگی کیفیت دیکھنے والوں میں شامل تھے۔ ان کو کسی کا تیر لگا اور شہید ہوئے۔ ان کی والدہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا حارثہ کے بارے فرمایئے اگر وہ جنت میں ہے تو میں شکر صبر کروں گی ورنہ اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کیسا نوحہ کرتی ہوں' نوحہ اس وقت ممنوع نہ تھا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "افسوس! تو بچے کو گم پائے جنت کے آٹھ درجے ہیں اور تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں ہے۔"

تیراندازی اور شعار : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ پھر عام حملہ شروع ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ وہ قبل از حکم اجازت حملہ نہ کریں' اگر وہ تم کو گھیر لیں تو ان کو تیر مار کر بھگا دو' بخاری میں ابو اسید سے مروی ہے کہ جب مشرک تمہارے قریب آجائیں تو پھر تیر مارنا اور اپنے تیروں کو بچا کر محفوظ رکھنا۔

بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' ابو اسحاق) حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں مہاجرین کا "شعار" "یا بنی عبدالرحمان" تجویز کیا اور خزرج کا "یابنی عبداللہ" اور اوس کا "یابنی عبیداللہ" اور اپنے لشکر کا نام "خیل اللہ" اور بقول ابن ہشام صحابہ کا عام شعار "احد احد" تھا۔

فرشتوں کی مدد : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ چھپر میں تھے اور حضرت ابوبکر آپ کے پاس تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ اللہ سے مدد کے طلب گار تھے جیسا کہ اللہ نے فرمایا (۸/۹) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اس نے جواب میں فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لئے پے درپے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں اور یہ تو اللہ نے فقط خوشخبری دی تھی تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

دعا : امام احمد (ابو نوح قراد' عکرمہ بن عمار' سماک حنفی' ابو زمیل' ابن عباسؓ) حضرت عمر فاروق ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو غزوہ بدر میں معلوم ہوا کہ صحابہؓ تین سو سے کچھ زائد ہیں اور مشرکین ہزار سے زیادہ تو رسول اللہ ﷺ "دل گیر" ہو کر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کا لباس صرف تہ بند اور چادر تھا پھر آپ نے دعا فرمائی الٰہی! جو مجھ سے وعدہ کیا ہے وفا کر دے یااللہ! اگر مسلمانوں کی یہ مختصری جماعت تباہ ہو گئی تو کرہ ارض پر پھر تیری کبھی عبادت اور پرستش نہ ہو گی۔ نبی علیہ السلام مسلسل دعا کرتے رہے اور مدد طلب کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کی ردائے مبارک شانوں سے گر گئی' حضرت ابوبکرؓ آئے اور ردائے مبارک کو شانوں پر رکھا پھر پیچھے سے آغوش میں لے کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! پروردگار سے اتنا مطالبہ ہی کافی ہے

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۸/۹) اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکہ اس روایت کو مسلم' ابوداؤد' ترمذی اور ابن جریر وغیرہ نے عکرمہ بن عمار یمانی سے بیان کیا ہے' علی بن مدینی اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اسی طرح متعدد راویوں نے حضرت ابن عباسؓ سے' سدی اور ابن جریر وغیرہ سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت (۸/۹) غزوہ بدر میں نبی علیہ السلام کی دعا کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔

مردفین : اموی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے نہایت گڑگڑا کر نصرت اور معاونت طلب کی۔ حضرت ابن عباس سے مردفین کا معنی منقول ہے وراء کل ملک ملک ہر فرشتے کے پیچھے ایک فرشتہ۔ اور ایک معنی یہ بھی مروی ہے (بعضهم علی الخر بعض را) ایک کے بعد دوسرا' ابو ظبیان' ضحاک اور قتادہ نے بھی یہی بیان کیا ہے' علی بن ابو طلحہ والبی نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور مسلمانوں کی امداد ایک ہزار فرشتے سے کی' جرائیلؑ ۵۰۰ سو کے لشکر میں تھے اور میکائیلؑ بھی پانچ سو کے لشکر میں تھے۔ (یہی مشہور قول ہے)

کتنے فرشتے : لیکن ابن جریر (مثنی' اسحاق' یعقوب بن محمد زہری' عبدالعزیز بن عمران' ربعی' ابو الحویرث' محمد بن جبیر) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جرائیلؑ ایک ہزار فرشتوں میں رسول اللہ ﷺ کے میمنہ میں تھے اور اس میں حضرت ابوبکرؓ موجود تھے' اور میکائیل ایک ہزار فرشتوں میں رسول اللہ ﷺ کے "میسرہ" میں تھے اور میں (یعنی حضرت علیؓ) بھی میسرہ میں تھا۔ اس روایت کو امام بیہقی نے "دلائل" میں (محمد بن جبیر از علی) بیان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اسرافیل بھی ایک ہزار ملائکہ میں آیا اور اس نے بیان کیا ہے کہ ایک برچھی سے وہ زخمی ہو گیا اور بغل خون سے تر بہ تر ہو گئی اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ تین ہزار ملائکہ نازل ہوئے' یہ حدیث غریب اور اس کی اسناد میں ضعف ہے بشرط صحت اس میں مذکور بالا اقوال کی توثیق اور تقویت ہے اور ایک قرات "مردفین" بہ فتح دال ان اقوال کی تائید کرتی ہے' واللہ اعلم۔

دعائے بدر یاحی یا قیوم : امام بیہقی' حضرت علی ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں' میں معمولی دیر لڑائی میں مصروف رہا' پھر میں نہایت سرعت سے رسول اللہ ﷺ کے حالات معلوم کرنے آیا۔ دیکھا تو آپ سجدہ ریز ہیں اور مسلسل یاحی یاقیوم فرما رہے ہیں اور اس پر کوئی اضافہ نہیں فرماتے' میں میدان جنگ کی طرف پلٹ آیا دوبارہ آیا تو آپ بدستور سجدہ میں وہی یاحی یاقیوم کہہ رہے ہیں پھر میدان قتال کی طرف چلا گیا' بعد ازاں واپس آیا تو پھر بھی آپ بہ حالت سجدہ یاحی یاقیوم کا ورد کر رہے ہیں آپ بدستور اسی حالت میں رہے کہ اللہ نے آپ کو فتح نصیب فرمائی۔ "الیوم واللیلة" میں اس روایت کو امام نسائی نے بندار از عبیداللہ بن عبدالمجید ابو علی حنفی بیان کیا ہے۔ اعمش (ابو اسحاق' ابوعبیدہ) حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی عہد یاد دلانے والے کو رسول اللہ ﷺ سے غزوہ بدر میں کسی عہد یاد دلانے والے سے سخت نہیں پایا۔ آپ متواتر دعا کر رہے تھے اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور وعدہ یاد دلاتا ہوں' اے اللہ! اگر یہ مختصر سی جماعت تباہ ہو گئی تو تیری پرستش نہ ہوگی۔ پھر آپ نے التفات فرمایا گویا کہ آپؐ کا چہرہ' چاند کا ٹکڑا ہے اور فرمایا کہ آج پچھلے پہر ہی قریش کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اس کو امام نسائی نے اعمش

سے بیان کیا اور کہا ہے کہ جنگ بدر میں ہم لڑائی میں تھے اور رسول اللہ ﷺ نماز میں۔ اور اس نے کہا میں نے کسی عہد یاد دلانے والے کو نبی علیہ السلام سے سخت عہد یاد دلانے والا نہیں پایا۔

تطبیق : جنگ بدر میں' رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے مقتل اور قتل گاہوں کے بارے متعدد روایات مروی ہیں جیسا کہ مسلم کی روایت از حضرت انسؓ بیان ہو چکی ہے اور حضرت عمرؓ سے بھی یہ روایت مسلم میں مروی ہے۔ حضرت ابن مسعود کی روایت کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے روز یہ بتایا اور یہی مناسب ہے۔ مگر حضرت انسؓ اور حضرت عمرؓ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے جنگ بدر سے ایک روز قبل بتایا تھا۔ اس کی تطبیق میں کوئی مانع درپیش نہیں کہ آپ کو اس کی اطلاع غزوہ بدر سے ایک روز قبل بھی مل گئی ہو غزوہ بدر کے وقت بھی مل گئی ہو' واللہ اعلم۔

ویولون الدبر کا مطلب : امام بخاری نے متعدد طرق (خالد حذاء از عکرمہ از ابن عباس) سے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے جنگ بدر میں اپنے عریش میں کہا یااللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اپنا وعدہ اور عہد پورا کر' یااللہ! اگر تیری مرضی یہی ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھام کر عرض کیا یارسول اللہ! بس کیجئے آپ نے انتہائی اصرار اور الحاح سے سوال کیا ہے پھر آپ زرہ پہنے ہوئے یہ پڑھتے ہوئے عریش سے باہر آئے "کافروں کا گروہ شکست پا گیا ہے اور پیٹھ دکھا گیا ہے۔" یہ آیت (۵۴/۴۵) مکی ہے اور اس کا مظہر جنگ بدر ہے۔ جیسا کہ ابن ابی حاتم نے (ابو حاتم' ابو الربیع زہرانی' حماد' ایوب) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب **سیھزم الجمع ویولون الدبر** (۵۴/۴۵) نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کون سا گروہ شکست خوردہ ہو گا اور کون سی جماعت مغلوب ہو گی۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ جنگ بدر کے وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ زرہ زیب تن کئے ہوئے فرما رہے ہیں' **سیھزم الجمع ویولون الدبر** (۵۴/۴۵) رسول اللہ ﷺ کی تلاوت سن کر میں نے اس کا مطلب سمجھا۔ امام بخاری نے ابن جریج از یوسف بن ماھان بیان کیا ہے کہ اس نے حضرت عائشہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں ابھی بچی تھی' گڑیا کھیلتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی **بل الساعہ موعدھم والساعۃ ادھی و امر** (۵۴/۴۶)

شہادت کا صلہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ' اللہ تعالیٰ سے اپنے تعاون کا وعدہ اور اقرار پورا کرنے کا سوال کرنے لگے' یااللہ! آج اگر یہ مختصر سی جماعت تباہ ہو گئی تو تیری عبادت نہ ہو گی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کہہ رہے تھے یارسول اللہ! اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو عریش میں اونگھ آئی پھر بیدار ہوئے فرمایا اے ابوبکر! مبارک ہو' اللہ کی مدد آ گئی ہے۔ یہ ہیں جبرائیلؑ اپنے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے آ رہے ہیں' سامنے والے دانتوں پر غبار جما ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ میدان بدر میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کر رہے تھے اس ذات کی قسم' جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے آج جو مسلمان صبر و ثبات اور ثواب کی نیت سے آگے بڑھتا ہوا پشت نہ دکھاتا ہوا جہاد میں شامل ہو اور شہید ہو جائے تو اس کا صلہ و ثواب جنت ہے

عمیر بن حمام سلمی جنت کا مشتاق : عمیر بن حمام یکے از بنی سلمہ' ہاتھ میں کھجوریں لئے کھا رہا تھا (اس نے یہ حدیث سن کر کہا) واہ' واہ' میرے اور جنت کے داخلہ میں صرف اتنا وقفہ ہی ہے کہ یہ مجھے قتل کر دیں پھر اس نے یہ کہہ کر کھجوریں پھینک دیں' تلوار تھامی اور لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ امام احمدؒ حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بس بسؓ کو جاسوسی کے لئے روانہ کیا کہ ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کے معلومات اخذ کرے' وہ واپس آیا گھر میں' میرے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی اور نہ تھا' پھر انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے لئے روانہ ہوئے اور فرمایا ہماری ایک خواہش ہے جس کی سواری موجود ہو وہ ہمارے ساتھ سوار ہو کر چلے' لوگ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنے لگے ہماری سواریاں "عالیہ" میں موجود ہیں وہ لے آئیں۔ آپ نے فرمایا "نہ" بس جس کی سواری موجود ہو چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ روانہ ہوئے اور مشرکین سے قبل بدر میں پہنچ گئے' اور مشرکین بھی مکہ سے آ گئے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے ورے کوئی شخص کسی شئے کی طرف پیش قدمی نہ کرے' مشرک مجاہدین کے قریب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جنت کے طلبگارو! جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ! جس کا عرض زمین و زمان کے مساوی ہے۔ عمیر بن حمام انصاری سلمیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس جنت کی طرف جس کا عرض زمین و آسمان کے مطابق ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا واہ! واہ! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم نے یہ واہ' واہ کیوں کہا ہے؟ تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ! محض اس امید اور خواہش سے کہ میں بھی اہل جنت میں سے ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا تو جنتیوں میں سے ہے۔ پھر وہ اپنے "تیردان" سے کھجور نکال کر' کھانے لگا تو اس نے سوچا' میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ ایک طویل زندگی ہے' پھر اس نے کھجوریں پھینک دیں اور لڑائی لڑتا رہا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا' رضی اللہ عنہ۔ اس روایت کو امام مسلم نے ابوبکر بن ابی شیبہ اور متعدد راویوں سے' ابو النضر ہاشم بن قاسم کی معرفت سلیمان بن مغیرہ سے بیان کیا ہے اور ابن جریر نے بیان کیا ہے کہ عمیر جنگ کرتا ہوا یہ اشعار کہہ رہا تھا۔

رکضاً إلی اللہ بغیر زاد إلا التقی وعمل المعاد
والصبر فی اللہ علی الجہاد وکل زاد عرضہ النفاد
غیر التقی والبر والارشاد

(تقویٰ اور عمل آخرت کے زاد کے بغیر اللہ کے پاس جانا حماقت ہے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد پر صبر و ثبات لابدی امر ہے۔ ہر توشہ فنا کی نذر ہے سوائے تقویٰ' نیکی اور رشد و ہدایت کے)

مشرکوں کی تعداد : امام احمد (حجاج' اسرائیل' ابو اسحاق' حارثہ بن مضرب) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ آئے اس کے میوہ جات کھائے' اس کی آب و ہوا کو ناموافق پایا اور بخار میں مبتلا ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ جنگ بدر سے پہلو تہی کرتے تھے ہمیں معلوم ہوا کہ مشرکین روانہ ہو چکے ہیں تو رسول اللہ

ﷺ بھی بدر کی طرف روانہ ہوئے ہم مشرکوں سے وہاں پہلے پہنچ گئے' وہاں ہم نے دو آدمی موجود پائے ایک قریشی تھا اور دوسرا عقبہ بن ابی معیط کا غلام۔ قریشی تو بھاگ گیا اور غلام ہم نے پکڑ لیا ہم نے اس سے پوچھا' قریش کتنی تعداد میں ہیں تو اس نے کہا واللہ! وہ بہت ہیں سخت جنگجو ہیں وہ یہ جواب دیتا تو مسلمان اسے مارنے لگتے حتیٰ کہ وہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا قریش کتنی تعداد میں ہیں تو اس نے وہی سابقہ جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بڑی کوشش کی لیکن اس نے تعداد بتانے سے انکار کر دیا پھر آپ نے پوچھا روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں تو اس نے بتایا دس اونٹ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ایک ہزار ہیں ایک اونٹ قریباً سو آدمی کی خوراک ہوتا ہے۔

پھر رات کو بارش آئی تو ہم نے برسات سے بچنے کے لئے درختوں اور ڈھالوں کا سہارا لیا اور رسول اللہ ﷺ رات بھر دعا کرتے رہے۔ یااللہ! اگر تو نے اس مختصر سی جماعت کو تباہ کر دیا تو تیری پرستش نہ ہوگی' فجر طلوع ہوئی تو اذان ہوئی لوگ درختوں کے نیچے سے چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور جہاد کی طرف راغب کیا اور بتایا کہ قریش کی فوج اس خمدار سرخ پہاڑ کے نیچے ہے جب قریش ہمارے قریب ہوئے اور ہم بھی صف بستہ ہو گئے تو دیکھا کہ ایک آدمی سرخ اونٹ پر سوار قریش میں چل پھر رہا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کہا' حمزہؓ کو بلاؤ' اور حضرت حمزہؓ سرخ اونٹ والے کے قریب تھے۔ پھر حضرت حمزہؓ نے آکر بتایا یہ عتبہ بن ربیعہ ہے جو لڑائی سے منع کرتا تھا اور قریش کو کہتا تھا کہ اس بزدلی کا سہرا میرے سر باندھ دو اور کہو کہ عتبہ بن ربیعہ نے بزدلی کا مظاہرہ کیا حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بزدل نہیں ہوں۔ یہ بات ابوجہل نے سن لی تو اس نے کہا یہ ناگوار اور نامعقول بات تم کہہ رہے ہو۔ واللہ! اگر کوئی اور کہتا تو اس کو میں بے نقط سناتا۔ تو بے ہمت اور مرعوب ہو چکا ہے تو اس نے کہا اے بزدل اور نابنجار! آج معلوم ہو جائے گا کون بزدل ہے پھر عتبہ' شیبہ اور ولید بن عتبہ قومی غیرت کی خاطر میدان جنگ میں اترے اور للکارا کون ہمارے سامنے آتا ہے۔

چنانچہ تین انصاری نوجوان سامنے آئے تو عتبہ نے کہا ان سے ہماری کوئی غرض نہیں' ہم تو صرف بنی عبدالمطلب میں سے اپنے ابنائے عم اور چچازاد لوگوں سے جنگ مبارزت لڑیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اٹھو اے حمزہ! چلے آؤ' اے علی! آؤ اے عبیدہ بن حارث! پھر عتبہ' شیبہ پسران ربیعہ اور ولید بن عتبہ قتل ہوئے اور عبیدہؓ زخمی ہوئے کفار قریش میں سے ۷۰ قتل کئے اور ستر اسیر بنائے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب کو ایک انصاری گرفتار کر کے لایا' عباسؓ نے کہا یارسول اللہ! اس نے مجھے گرفتار نہیں کیا۔ مجھے تو ابلق گھوڑے پر سوار کشادہ پیشانی خوب رو شخص نے گرفتار کیا ہے۔ ان لوگوں میں اسے نہیں پا رہا۔ یہ سن کر انصاری نے کہا یارسول اللہ! میں نے اس کو گرفتار کیا ہے تو آپ نے فرمایا چپ رہ' اللہ نے فرشتے کے ذریعہ تیری مدد کی ہے۔ حضرت علیؓ نے بیان کیا ہے ہم نے بنی عبدالمطلب میں سے عباس' نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب کو گرفتار کیا یہ روایت اور بیان بہت خوب ہے۔ اور اس میں گذشتہ بیان شدہ واقعات اور آئندہ بیان ہونے والے واقعات کے شواہد موجود ہیں اور اس قدر طویل روایت صرف امام احمد نے بیان

کی ہے اور ابوداؤد نے اس حدیث کا کچھ حصہ اسرائیل سے بیان کیا ہے۔

مشکل مقام میں اللہ کی یاد : رسول اللہ ﷺ عریش سے باہر تشریف لائے' لوگوں کو قتال اور جہاد پر راغب کیا اور مجاہد اپنی صفوں میں کھڑے ذکر و اذکار میں مصروف تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے (۸/۴۵) "اے ایمان والو! جب کسی فوج سے جنگ کرو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو' تاکہ تم نجات پاؤ۔"

صحابہ کی کیفیت : اموی نے معاویہ بن عمرو کی معرفت ابو اسحاق سے اوزاعی کا مقولہ بیان کیا ہے کہ جو قوم کسی کے بالمقابل قائم اور صف بستہ ہو ان میں سے پیٹھ نہ پھیرنے والا اور نگاہ نیچی کر کے اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والا امید ہے کہ ریاء و نمود سے محفوظ رہے گا۔ عتبہ بن ربیعہ نے جنگ بدر میں کفار قریش کو مخاطب کر کے کہا' کیا تم صحابہ کو دیکھتے نہیں وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہیں گویا وہ محافظ سیاہ ہیں سانپ کی طرح زہر اگل رہے ہیں۔ "مغازی" میں اموی نے بیان کیا ہے نبی علیہ السلام نے مسلمانوں کو قتال اور جہاد پر للکارا اور ہر مجاہد کو جو وہ مال غنیمت حاصل کرے بطور انعام دینے کا اعلان کر دیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو مجاہد آج کفار سے برسرپیکار ہوا' صبروثبات کا مظاہرہ کر کے' حصول ثواب کی خاطر بغیر پیٹھ پھیرے' پیش قدمی کرتا ہوا شہید ہو گیا تو اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا بعد ازاں اموی نے عمیر بن حمام سلمیؓ کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔

نبی علیہ السلام نے بہ نفس نفیس جنگ میں حصہ لیا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی جہاد میں شریک ہوئے جیسا کہ عریش میں بذریعہ دعا اور آہ و فغاں جہاد کرتے رہے' اسی طرح جہاد کے دونوں مقام' زبان اور تیغ و سنان کے رتبے پر فائز ہوئے۔ امام احمد (وکیع' اسرائیل' ابو اسحاق' حارثہ بن مضرب) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہماری یہ کیفیت تھی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی آڑ لیتے تھے اور آپؐ دشمن کے نہایت قریب ہوتے تھے اور آپؐ اس روز لڑائی میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے' اس روایت کو امام نسائی نے (ابو اسحاق از حارثہ از علیؓ) بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کا بیان ہے جب لڑائی سخت ہو جاتی اور گھمسان کا رن پڑتا تو ہم رسول اللہ ﷺ کی پناہ اور اوٹ لیتے تھے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت علی میمنہ اور میسرہ میں تھے : امام احمد (ابونعیم' مسعر' ابوعون' ابو صالح الحنفی) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ان کے اور ابوبکرؓ کے بارے مشہور تھا کہ ایک کے ہمراہ جبرائیل ہے اور دوسرے کے ہمراہ میکائیل ہے۔ اور اسرافیل ایک بزرگ فرشتہ ہے جو غزوات میں شامل ہوتا ہے' لیکن لڑائی میں شریک نہیں ہوتا۔ یہ روایت گذشتہ بیان کنندہ روایت کے مشابہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ میمنہ میں تھے اور جب ملائیکہ جنگ بدر میں آسمان سے اترے تو جبرائیلؑ بھی پانچ سو ملائیکہ میں اترے اور حضرت ابوبکرؓ کی جانب میمنہ میں تھے اور میکائیل پانچ سو فرشتوں کی جماعت میں نازل ہوئے اور میسرہ میں تھے اور حضرت علیؓ بھی میسرہ میں تھے۔

ابو یعلی نے محمد بن جبیر بن مطعم کی معرفت حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ جنگ بدر میں' میں قلیب

بدر کے پاس پھر رہا تھا کہ تند و تیز ہوا کا جھونکا آیا چنانچہ میکائیلؑ ایک ہزار فرشتوں کی جماعت میں نازل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب کھڑے ہو گئے اور ابوبکرؓ بھی اسی جانب تھے۔ اسرافیلؑ ایک ہزار ملائکہ میں میسرہ میں اترے اور میں بھی میسرہ میں تھا اور جبرائیلؑ بھی ایک ہزار فرشتوں کی جماعت میں نازل ہوئے۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے نیزہ لگا اور میری بغل زخمی ہو گئی۔ صاحب عقد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اشعار میں سے' سب سے بہتر اور افضل شعر' حضرت حسانؓ کا یہ شعر ہے۔ ؎

وببئر بدر إذ يكف مطيهم　　جبريل تحت لوائنا ومحمد

(اور بدر کنوئیں کے پاس جب جبرائیلؑ اپنی سواریوں کو ہمارے اور محمدؐ کے پرچم کے تحت روکے ہوئے تھے)

اہل بدر کی فضیلت : امام بخاری' حضرت رفاعہ بن رافع زرقی بدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جبرائیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ آپؐ اپنے ہاں "اہل بدر" اور بدری صحابہ کو کیا درجہ دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ جملہ مسلمانوں سے افضل ہیں تو جبرائیلؑ نے کہا اسی طرح جو ملائکہ جنگ بدر میں شامل ہوئے ہیں وہ بھی جملہ ملائکہ سے افضل ہیں (انفرد بہ البخاری) (۸/۱۲) "جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں' تم مسلمانوں کے دل ثابت رکھو' میں کافروں کے دل میں دہشت ڈال دوں گا' سو گردنوں پر مارو (یعنی سروں پر) اور ان کے پور پور پر مارو۔"

امام مسلم' حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مجاہد اور غازی کسی مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اس نے کافر کے سر پر کوڑے پڑنے کی آواز سنی اور شاہ سوار کی آواز سنی' "اقدم حیزوم" اے حیزوم آگے بڑھ' اس نے مشرک کو دیکھا کہ وہ چت گرا پڑا ہے۔ پھر اس کو غور سے دیکھا کہ ناک اور چہرہ پھٹ گیا ہے اور جسم نیلا پڑ گیا ہے۔ ایک انصاری نے یہ ماجرا رسول اللہ ﷺ کو بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے۔ یہ تیسرے آسمان کی مدد میں سے ہے۔ چنانچہ ستر مشرک اس روز تہ تیغ ہوئے اور ستر اسیر ہوئے۔

غیر مسلم کا مشاہدہ : ابن اسحاق (عبداللہ بن ابی بکر بن حزم' یکے از رواۃ' ابن عباس) یکے از بنی غفار سے بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا چچازاد دونوں مشرک تھے' مقام بدر میں بطور تماشائی تھے اور اس بات کے منتظر تھے کہ کون شکست سے دوچار ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک بادل نمودار ہوا جب وہ پہاڑ کے قریب ہوا تو ہم نے اس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنی اور اس میں سے "اقدم حیزوم" کسی کا کلام بھی سنا یہ سن کر میرے ابن عم کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور وہ فوراً مر گیا اور میں بھی مرتے مرتے بچا۔

ثبات کا طریقہ : ابن اسحاق (عبداللہ بن ابوبکر' یکے از بنی ساعدہ) ابو اسید مالک بن ربیعہ بدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ آخر عمر میں نابینا ہونے کے بعد اس نے کہا اگر میں آج بدر میں ہوتا اور میری نگاہ صحیح ہوتی تو میں تم کو وہ گھاٹی دکھاتا جہاں سے ملائکہ نمودار ہوئے تھے' مجھے اس بات میں کوئی شک و ارتیاب نہیں جب ملائکہ نمودار ہوئے اور ان کو ابلیس لعین نے دیکھا اور اللہ نے بتایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کے دل ثابت رکھو' اور یہ ثبات قلب اس طرح تھا کہ فرشتہ بدری صحابی کے پاس معروف آدمی کی شکل میں

نمودار ہوتا اور اس کو کہتا شاباش! کافر کچھ نہیں ہیں اللہ تمہارے ساتھ ہے تم ان پر حملہ آور ہو جاؤ۔ واقدی (ابن ابی حبیبہ' داؤد بن حصین' عکرمہ) ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ فرشتہ کسی معروف آدمی کی شکل میں آکر مجاہد کو کہتا کہ میں کفار مکہ کے پاس گیا اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر مسلمان ہم پر حملہ آور ہوئے تو ہم ثابت قدم نہیں رہ سکتے سنو! کافر کوئی شے نہیں ہیں اس قبیل کے اور فقرے بھی کہتا یہ ہے تفسیر **فثبتوا الذین امنوا** (۸/۱۲) کی۔

ابوجہل کا عزم : ابلیس نے جب ملائکہ کو دیکھا تو وہ ایڑیوں کے بل پسپا ہو گیا اور اس نے کہا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں ایسی چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سراقہ کا روپ دھارے ہوئے تھا اور ابوجہل اپنے ساتھیوں کو جنگ پر آمادہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا تم کو سراقہ کا فرار مرعوب نہ کر دے' اس کا تو محمد اور اس کے صحابہ سے ایک وعدہ تھا (جو اس نے پورا کیا) ابوجہل نے مزید کہا لات اور عزیٰ کی قسم! ہم مقام بدر سے واپس نہ پلٹیں گے تاوقتیکہ ہم محمدؐ اور اس کے لشکر کو پہاڑوں میں تتر بتر کر دیں سنو! ان کو قتل نہ کرنا بلکہ اسیر بنانا۔

ملائکہ کا ظہور : امام بیہقی (سلامہ' عقیل' ابن شہاب' ابو حازم' سہل بن سعد) ابو اسید بدریؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے نابینا ہونے کے بعد کہا اے بھتیجے! اگر ہم دونوں بدر میں ہوتے اور میری نگاہ سلامت ہوتی تو میں تم کو وہ درہ دکھاتا جہاں سے ملائکہ نمودار ہوئے تھے۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے روز فرمایا یہ جبرائیلؑ ہیں اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے ہیں اور مسلح ہیں۔ واقدی نے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ اور حکیم بن حزام وغیرہ سب کا بیان ہے کہ جنگ کے وقت رسول اللہ ﷺ ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت اور وعدہ وفا کرنے کا سوال کر رہے تھے یااللہ! اگر کافر اس مختصر جماعت پر غالب آگئے تو شرک پھیل جائے گا اور تیرا دین مٹ جائے گا اور ابوبکرؓ یہ دعا سن کر کہہ رہے تھے واللہ ! اللہ آپ کی ضرور مدد کرے گا۔ اور آپ کے رخ زیبا کو منور کرے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے مدمقابل ہونے کے وقت ایک ہزار ملائکہ جوق در جوق اتارے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر! خوش ہو جاؤ! یہ جبرائیل ہیں زرد عمامہ باندھے ہوئے ہیں' زمین اور آسمان کے مابین اپنے گھوڑے کا لگام تھامے ہوئے ہیں زمین پر اترے تو تھوڑی دیر مجھ سے اوجھل رہے پھر نمودار ہوئے اور ان کے سامنے والے دو دانت غبار آلود ہیں اور وہ بتا رہے ہیں کہ جب آپؐ نے دعا کی تو اللہ کی نصرت آگئی۔ امام بیہقیؒ ابو امامہ بن سہل سے اور وہ اپنے باپ سہل سے بیان کرتے ہیں کہ اے فرزند ارجمند! ہم جنگ بدر میں تھے' کسی مشرک کے سر پر تلوار کا وار کرتے اور اس کا سر وار کرنے سے قبل ہی زمین پر آپڑتا۔ ابن اسحاق' ابو واقد لیثیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں کسی مشرک کا حملہ کرنے کے لئے تعاقب کرتا تو اس کا سر میرے حملہ کرنے سے قبل زمین پر آپڑتا اور میں سمجھتا کہ اس کو کسی اور نے قتل کیا ہے۔ یونس بن بکیر' ربیع بن انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ لوگ فرشتوں کے مقتولوں کا دیگر مقتولوں سے اس طرح امتیاز کرتے تھے کہ ان کے سروں اور پوروں پر آگ سے جلنے کا نشان ہوتا تھا۔

فرشتوں کے عمامے : ابن اسحاق' حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ملائیکہ کی علامت سفید عمامے تھے جن کا زیریں کنارا انہوں نے پشت پر لٹکایا ہوا تھا' صرف جرائیلؑ کا عمامہ زرد تھا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ملائیکہ صرف جنگ بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے دیگر غزوات میں وہ محض تعداد میں اضافہ کے لئے آئے لڑائی میں شریک نہیں ہوئے۔ واقدی (عبداللہ بن موسیٰ بن ابی امیہ' مصعب بن عبداللہ' غلام سہیل بن عمرو) حضرت سہیل بن عمروؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں میں نے گورے چٹے لوگ دیکھے جو چت کبرے گھوڑوں پر سوار تھے' زمین اور آسمان کے درمیان عمامے باندھے ہوئے' وہ قتل کرتے تھے اور اسیر بناتے تھے اور ابو اسید بدریؓ نابینا ہونے کے بعد' بیان کیا کرتے تھے اگر میں تمہارے ساتھ جاؤں اور میں بینا ہوں تو تمہیں وہ درہ دکھاؤں جہاں سے ملائیکہ نمودار ہوئے تھے۔

حیزوم : واقدی نے خارجہ بن ابراہیم کی معرفت ابراہیم سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جرائیلؑ سے پوچھا کہ جنگ بدر میں "اقدم حیزوم" کس فرشتے نے کہا تھا تو جرائیلؑ نے کہا اے محمدؐ! میں آسمان کے سب ملائیکہ کو نہیں جانتا۔ بقول ابن کثیرؒ یہ اثر مرسل ہے اور اس میں سہیلی وغیرہ کے قول کی تردید ہے کہ یہ جرائیلؑ کے گھوڑے کا نام ہے' واللہ اعلم۔ واقدی (اسحاق بن یحییٰ' حمزہ بن صہیب) صہیب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے جنگ بدر میں متعدد کٹے ہوئے ہاتھ اور گہرے زخم دیکھے ان سے خون نہ بہہ رہا تھا۔ واقدی (محمد بن یحییٰ' ابو عقیل) ابوبردہ بن نیارؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں' میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار کے تین سر لا کر رکھ دیئے اور عرض کیا کہ دو کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ باقی رہا تیسرا تو میں نے دیکھا ہے کہ اس کو ایک دراز قامت آدمی نے قتل کیا ہے اور میں نے اس کا سر بھی پکڑ لیا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ فلاں فرشتے کا کارنامہ ہے۔

سائب کا چشم دید واقعہ : واقدی' موسیٰ بن ابراہیم' محمد بن ابراہیم سے بیان کرتے ہیں کہ سائب بن ابی حبیش خلافت فاروقی میں بیان کیا کرتے تھے' واللہ! مجھے کسی انسان نے گرفتار نہیں کیا' ان سے دریافت ہوا پھر کس نے اسیر بنایا تو وہ کہتے جب قریش شکست اور ہزیمت سے دوچار ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ شکست میں شامل تھا پھر مجھے گھنے بالوں والے طویل قامت انسان نے پالیا جو سفید گھوڑے پر سوار تھا اس نے مجھے خوب باندھ دیا۔ ادھر سے عبدالرحمان بن عوف آئے انہوں نے مجھے بندھا ہوا پا کر لشکر میں منادی کی کہ اس کو کس نے باندھا ہے؟ وہ منادی کرتے ہوئے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا تجھے کس نے گرفتار کیا ہے؟ عرض کیا معلوم نہیں اور میں اپنا چشم دید واقعہ بیان کرنا نہ چاہتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تجھے فرشتے نے گرفتار کیا ہے۔ اے ابن عوف! اپنے اس اسیر کو لے جا۔

آسمانی امور کا مشاہدہ : واقدی' حکیم بن حزام سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے جنگ بدر میں دیکھا کہ آسمان سے ایک دھاری دار چادر اتر رہی ہے جس نے آسمان کے ایک افق کو ڈھانپ لیا ہے اور وادی میں پانی بہہ رہا ہے۔ منظر دیکھ کر میرے دل میں آیا کہ یہ آسمانی مدد ہے جس سے محمد (ﷺ) کی تائید ہوئی ہے۔

بس معمولی دیر کے بعد کفار ہزیمت سے دوچار ہو گئے۔ اسحاق بن راہویہ (وھب بن جریر بن حازم' ابوہ' محمد بن اسحاق' ابوہ) جبیر بن مطعمؓ سے بیان کرتے ہیں کہ فریقین جنگ بدر میں مصروف تھے میں نے شکست سے قبل' سیاہ کمبل کی طرح ایک چیز دیکھی جو آسمان سے اتر رہی ہے سیاہ چیونٹی کی مانند' اور میرا غالب گمان تھا کہ وہ ملائیکہ ہیں پھر آنا'' فانا'' کفار شکست سے دوچار ہو گئے۔

قتال سے قبل صورت حال : آپؐ اونگھ رہے تھے فرشتے نصرت اور مدد کے لئے آسمان سے اترے اور آپ نے ان کو دیکھ لیا پھر بیدار ہوئے اور ابوبکرؓ کو نصرت و اعانت کا مژدہ سنایا' اے ابوبکر! خوش ہو جاؤ' یہ جبرائیلؑ ہیں اپنا گھوڑا لئے آ رہے ہیں' معرکہ کی وجہ سے ان کے دانتوں پر گردوغبار ہے۔

نماز میں اونگھ : بعد ازاں نبی علیہ السلام عریش سے (زرہ زیب تن کئے ہوئے) باہر تشریف لائے اور لوگوں کو قتال و جہاد کی ترغیب دینے لگے اور جنت کا مژدہ سنانے لگے اور ملائیکہ کے نزول کی بدولت ان کو جرات و جسارت پر آمادہ کرنے لگے۔ مجاہد ابھی صف بستہ تھے لڑائی کا آغاز نہ ہوا تھا کہ وہ سکینت و طمانیت سے سرفراز ہوئے اور ان پر غنودگی طاری ہو گئی۔ جو طمانیت' ثبات و سکون اور ایمان کی علامت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۸/۱۱) جس وقت اس نے تم پر اپنی طرف سے تسکین کے لئے اونگھ ڈال دی' اس قسم کی غنودگی اور اونگھ بعد ازیں جنگ احد کے موقع پر بھی طاری کی گئی تھی (۳/۱۵۴) بنا بریں حضرت ابن مسعودؓ کا مقولہ ہے کہ میدان جنگ میں اونگھ ایمان کی علامت ہے اور نماز میں نفاق کی۔ اگر تم فتح چاہتے تھے تو فتح آچکی ہے۔ اب اگر تم رک جاؤ تو بہتر ہے اور تم پھر مخالفت پر آمادہ ہو گئے' تو ہم مسلمانوں کی مدد کریں گے۔ (۸/۱۹)

ابوجہل کی دعا : امام احمد' عبداللہ بن ثعلبہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ بدر میں فریقین آمنے سامنے ہوئے تو ابوجہل نے دعا کی یااللہ! ہم میں سے قطع رحمی کرنے والے اور غیر معروف طریقہ ایجاد کرنے والے کو آج ہلاکت سے دوچار کر دے یہ دعا مانگ کر وہی فتح اور فیصلہ کا طالب تھا۔ ابن اسحاق نے سیرت میں اسی طرح بیان کیا ہے اور امام نسائی نے صالح بن کیسان از زہری نقل کیا ہے اور امام حاکم نے بھی امام زہری سے روایت کر کے یہ کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے شرط شیخین کے مطابق مگر شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔ **ان تستفحوا فقد جاء کم الفتح** (۸/۱۹) کی تفسیر میں اموی نے اسباط بن محمد قرشی از عطیہ از مطرت نقل کیا ہے کہ ابوجہل نے دعا کی' یااللہ! فریقین میں سے معزز و مکرم اور اکثریت کی مدد کر' تو آیت (۸/۱۹) مذکور بالا نازل ہوئی۔

وعدہ الٰہی : **واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم** (۸/۷) کی تفسیر میں علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اہل مکہ کے تجارتی قافلے کا علم اہل مدینہ کو ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ قافلے کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ اہل مکہ کو اس صورت حال کا علم ہوا تو وہ بھی تیزی سے روانہ ہوئے کہ ان پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ غالب نہ آجائیں لیکن تجارتی قافلہ زد میں نہ آیا اور بحفاظت آگے نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان دو گروہوں میں سے ایک پر فتح کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن مسلمان تجارتی قافلہ پر فتح

کے خواہش مند تھے اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو قریش لشکر کی طرف لے جا رہے تھے اور لوگ کفار کی شان و شوکت کے خوف سے ان کی طرف جانے کو پسند نہ کرتے تھے۔

معجزہ کا ظہور : آخرکار نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام وادی بدر میں فروکش ہوئے اسلامی لشکر اور پانی کے درمیان نرم و گداز ٹیلہ حائل تھا اور اسلامی لشکر سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور شیطان نے ان کے دلوں میں مختلف وسوسے ڈالنے شروع کیے کہ تمہارا زعم ہے کہ تم اللہ کے اولیا ہو' اور تم میں اللہ کا رسول موجود ہے اور مشرک پانی پر قابض ہیں اور تم بے کسی کے عالم میں مبتلا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خوب بارش برسائی' اسلامی لشکر نے پانی پیا اور طہارت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطانی وساوس سے پاک کر دیا اور ریت خوب جم گئی وہ اور ان کی سواریاں اس پر خوب چلنے لگیں۔ چنانچہ وہ کفار کے لشکر کی طرف بڑھے اور اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کی ایک ہزار فرشتے سے مدد فرمائی' جبرائیلؑ فرشتوں کے پانچ سو گروہ میں تھے اور میکائیل بھی پانچ سو ملائیکہ کے گروہ میں تھے۔

ابلیس سراقہ کا روپ دھارے ہوئے تھا : ابلیس بھی اپنا لشکر لے آیا۔ اس کے ہمراہ اس کی ذریت بھی آ گئی اور وہ بنی مدلج کا روپ دھارے ہوئے تھے اور خود ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں تھا اور شیطان نے مشرکوں کی حوصلہ افزائی کی کہ آج تم پر کوئی غالب نہ ہو گا اور میں تمہارا حمایتی اور مددگار ہوں۔

دعا میں ہاتھ اٹھانا اور معجزہ : جب فریقین آمنے سامنے صف آراء ہوئے تو ابوجہل نے دعا کی یااللہ! ہم میں سے جو ہدایت یافتہ ہے اس کی نصرت فرما اور رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اے پروردگار! اگر یہ "موحدین" کی جماعت ہلاک ہو گئی تو کرہ ارض میں تیری کبھی پرستش نہ ہو گی۔ یہ سن کر جبرائیلؑ نے آپؐ کو کہا کہ مٹی کی ایک مٹھی لیجئے' چنانچہ آپ نے مٹی کی مٹھی لی اور مشرکین کی طرف پھینک دی اور ہر مشرک کی آنکھوں' نتھنوں اور منہ میں یہ مٹی داخل ہو گئی اور وہ پسپا ہو گئے۔

ابلیس کا فرار : جبرائیلؑ ابلیس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کا ہاتھ ایک مشرک کے ہاتھ میں تھا جب ابلیس نے یہ منظر دیکھا تو وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ نکلا' تو اس مشرک نے کہا جناب سراقہ! کیا تم نے کہا نہ تھا کہ میں تمہارا حمایتی اور مددگار ہوں تو اس نے کہا میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے' میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ یہ بات ابلیس نے اس وقت کہی جب اس نے ملائیکہ کو دیکھا' اس روایت کو امام بیہقی نے "دلائل" میں بیان کیا ہے۔ طبرانی' رفاعہ بن رافع سے بیان کرتے ہیں کہ جب ابلیس نے جنگ بدر میں ملائیکہ کا مشرکین کے ساتھ برتاؤ دیکھا تو اسے اندیشہ ہوا کہ وہ اس پر بھی حملہ کریں گے اور حارث بن ہشام اس کے ساتھ چمٹ گیا وہ اس کو سراقہ کا تصور کر رہا تھا چنانچہ اس نے حارث کو سینے میں مکہ مارا اور فرار ہو گیا یہاں تک کہ اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی یااللہ! میں تجھ سے اپنی مہلت کا سوال کرتا ہوں (یہ دعا اس وجہ سے کہی) کہ اس کو قتل کا اندیشہ لاحق ہو گیا تھا۔

ابوجہل کی تقریر : ابوجہل نے کہا اے لوگو! تمہیں سراقہ بن مالک کی بے وفائی مرعوب نہ کر دے اس کا محمدؐ سے ایک وعدہ تھا' تم کو شیبہ' عتبہ اور ولید کا قتل ہو جانا بھی خوف زدہ نہ کر دے کہ انہوں نے جلد بازی سے کام لیا' لات اور عزیٰ کی قسم! ہم واپس نہ لوٹیں گے تاوقتیکہ ان (مسلمانوں) کو پہاڑوں میں بکھیر دیں' کوئی تم میں سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرے بلکہ اس کو اسیر بنائے' یہاں تک کہ تم ان کے کرتوتوں سے ان کو آگاہ کرو اور لات و عزیٰ سے نفرت کا مزا چکھاؤ۔ پھر اس نے یہ اشعار کہے ؎

ما تنقم حرب الشموس مني بازل عامين حديث سني

لمثل هذا ولدتني أمي

(مجھے گھمسان کی جنگ ناگوار نہیں' میں شاہ زور اور نوخیز ہوں ایسے مشکل کام کیلئے مجھے میری والدہ نے جنم دیا ہے)

مشت خاک : واقدی' مروان بن حکم سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے حکیم بن حزام سے جنگ بدر کے بارے دریافت کیا تو حکیم نے اس سوال و دریافت کو پسند نہ کیا مروان نے اصرار کیا تو حکیمؓ نے بتایا کہ فریقین آمنے سامنے کھڑے ہوئے' باہمی جنگ و جدال ہوا پھر میں نے ایک آواز سنی جو آسمان سے زمین کی طرف آئی جیسا کہ طشتری میں کنکر پڑنے کی آواز ہو اور نبی علیہ السلام نے مٹھی میں مٹی لی اور اس کو ہماری طرف پھینک دیا اور ہم ہزیمت سے دوچار ہوئے۔ واقدی' نوفل بن معاویہ دیلی سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہم نے شکست و ناکامی کا منہ دیکھا اور ہم اپنے دلوں میں ایسی آواز سن رہے تھے جیسے کہ طشتری میں کنکر گر رہا ہو۔ یہ کیفیت مرعوبیت اور خوف و ہراس کی وجہ سے تھی۔

ابوجہل کی دعا : اموی' عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر سے بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ میں فریقین بالمقابل ہوئے تو ابوجہل نے دعا کی' یااللہ! آج ہم میں سے قطع رحمی کرنے والے اور غیر معروف طریقہ پیش کرنے والے کو ہلاک و برباد کر دے اور یہی فتح کا طالب تھا۔ فریقین محاذ آرا تھے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے دلوں میں جہاد کی جرات پیدا کر دی اور کفار کو ان کی نگاہ میں قلیل کر دکھایا' یہاں تک کہ صحابہ ان پر حملہ آور ہوئے۔

جبرائیل علیہ السلام کی آمد اور کنکریاں : رسول اللہ ﷺ پر عریش میں اونگھ طاری ہوئی پھر بیدار ہو کر فرمایا اے ابوبکر! مژدہ سنو! یہ جبرائیل ہیں' عمامہ لپیٹے ہوئے ہیں' اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں ان کے دانتوں پر گرد و غبار جمی ہوئی ہے۔ تیرے پاس اللہ کی نصرت اور اس کا وعدہ آچکا ہے۔ جبرائیلؑ نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ کنکریوں کی ایک مشت لے لیں آپ نے مٹھی میں کنکریاں لیں پھر آپ عریش سے باہر آئے اور کفار کے لشکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا **شاهت الوجوه** چہرے بدشکل ہو جائیں۔ پھر ان کی طرف یہ کنکریاں پھینک کر صحابہ کرام کو فرمایا ان پر حملہ آور ہو جاؤ چنانچہ وہ آنا" فانا" شکست سے دوچار ہو گئے' اذن الٰہی سے کچھ رؤسا موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور کچھ گرفتار کر لئے گئے۔

ابن اسحاق کی معرفت زیاد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مٹھی میں کنکریاں لیں اور قریش کی طرف متوجہ ہو کر کہا (شاهت الوجوه) اور ان کنکریوں کو ان کی طرف پھینک کر فرمایا یکبارگی حملہ کر دو چنانچہ

وہ شکست و پسپائی سے دوچار ہوئے کچھ قتل ہوئے اور کچھ اسیر۔ سدی کبیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں حضرت علیؓ کو کہا' زمین سے کنکریاں اٹھا کر دو۔ انہوں نے خاک آلود کنکریاں اٹھا کر پیش کیں تو آپ نے ان کو کفار کے سامنے پھینک دیا اور ہر مشرک کی آنکھوں میں ان کی خاک داخل ہو گئی۔ پھر صحابہ کرام نے کچھ کو تہ تیغ کیا اور کچھ کو اسیر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے اس بارے نازل فرمایا (۸/۱۷) سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور تو نے مٹی نہیں پھینکی (جبکہ پھینکی تھی) بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ آیت (۸/۱۷) مذکور بالا جنگ بدر میں نازل ہوئی بقول عروہ' عکرمہ' مجاہد' محمد بن کعب' محمد بن قیس' قتادہ اور ابن زید وغیرہ اور یہ مشت خاک پھینکنے کا عمل رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین میں بھی کیا جیسا کہ آئندہ بر محل بیان ہو گا۔ انشاء اللہ۔

سعد کی نگاہ میں گرفتاری : ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو قتال و جہاد پر راغب کیا اور مشرکین کی طرف مشت خاک پھینکی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست و ہزیمت سے دوچار کر دیا۔ نبی علیہ السلام اور حضرت ابوبکرؓ دوبارہ عریش میں تشریف لے آئے' سعد بن معاذ اور بعض دیگر انصار' عریش کے دروازے پر برہنہ تلواریں لئے بطور محافظ کھڑے تھے مبادا مشرکین رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہو جائیں۔ بقول ابن اسحاق جب قریش لڑائی سے دست بردار ہو گئے تو صحابہ کرام ان کو گرفتار کرنے لگے۔ گرفتاری کی وجہ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ہویدا دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سعد! معلوم ہوتا ہے کہ تم گرفتاری کو ناپسند کرتے ہو' تو سعدؓ نے اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا واللہ یارسول اللہ! یہ پہلا موقعہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو ہزیمت سے ہمکنار کیا۔ مجھے قتل و خون ریزی گرفتاری سے زیادہ پسند تھی۔

ابو حذیفہؓ بن عتبہ کی نازیبا بات : ابن اسحاق' حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں صحابہ کرام کو بتایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی ہاشم وغیرہ میں سے بعض افراد بامر مجبوری جنگ میں شامل ہوئے ہیں' وہ ہم سے حرب و قتال پر راضی نہ تھے۔ پس جب کوئی ہاشمی تمہاری زد میں آجائے تو اسے قتل نہ کرنا اور جو مجاہد ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد کو پائے وہ اسے قتل نہ کرے' اسی طرح عباس بن عبدالمطلب' عم رسول اللہ' کو بھی قتل نہ کرے وہ بھی بادل نخواستہ' بامر مجبوری آئے ہیں۔ یہ سن کر ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ نے کہا کیا ہم اپنے آباء و اخوان اور ابنا کو قتل کر دیں اور عباس سے درگزر کریں' "ایسا نہ ہو گا" واللہ! اگر وہ میری زد میں آگیا تو میں اسے تہ تیغ کر دوں گا' یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپؐ نے حضرت عمرؓ کو کہا اے ابو حفص! کیا رسول اللہ ﷺ کا چچا تہ تیغ کر دیا جائے گا۔ (بقول حضرت عمرؓ! مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہلی بار کنیت سے مخاطب کیا) چنانچہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں تلوار سے اس کا سر قلم کر دیتا ہوں' واللہ! وہ منافق ہو گیا ہے۔ حضرت ابوحذیفہؓ کا بیان ہے کہ میں اس نامعقول بات سے جو میں نے اس روز کہی' ہمیشہ خائف اور پریشان رہا' میرے خیال میں ... چنانچہ وہ ۱۲ھ میں شہید

ہوئے۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ

ابو البختری بن ہشام کا قتل نہ کرنا : بقول ابن اسحاق رسول اللہ ﷺ نے ابو البختری کے قتل سے بدیں وجہ منع فرمایا تھا کہ اس نے مکہ میں قریش کو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے سے منع کیا تھا' خود بھی اذیت سے باز رہتا تھا اور ناگوار بات نہ کہتا تھا اور ظالمانہ صحیفہ کے چاک کرنے میں بھی اس کا نمایاں کردار تھا۔ مجذر بن زیاد بلوی حلیف انصار' کی اس سے ملاقات ہوئی' تو اس نے کہا "رسول اللہ ﷺ نے تیرے قتل سے منع فرمایا ہے" ابو البختری کے ساتھ اس کا رفیق جنادہ بن ملیحہ از بنی لیث' بھی تھا جو مکہ سے اس کے ہمراہ آیا تھا' اس نے کہا اس کو بھی قتل نہ کرے تو مجذرؓ نے کہا واللہ! میں تیرے زمیل اور رفیق کو چھوڑنے کا نہیں' رسول اللہ ﷺ نے صرف تیرے قتل سے منع فرمایا تھا تو ابو البختری نے کہا واللہ! تب میں اور وہ دونوں لڑتے ہوئے مرجائیں گے کہ خواتین قریش مکہ میں یہ طعنہ نہ دیں کہ اپنی جان بچانے کے لئے' رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا' ابو البختری نے مجذر کے ساتھ لڑتے ہوئے کہا۔

لن يترك ابن حرة زميله حتى يموت أو يرى سبيله

(کہ شریف زادہ' اپنے رفیق کو چھوڑ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ مرجائے یا اپنا راستہ دیکھ لے)

وہ دونوں باہمی لڑے اور مجذر نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور یہ اشعار کہے

إما جهلت أو نسيت نسبي فأثبت النسبة إني من بلي

الطاعنين برماح اليزني والطاعنين الكبش حتى ينحني

بشر بيتم من أبوه البختري أو بشرن بمثلها مني بني

(تو میرے نسب سے ناآشنا ہے یا بھولا ہوا ہے۔ تو میرے نسب کو بلی قبیلہ سے ثابت کر۔ ہم یزنی نیزے استعمال کرتے ہیں مرد اور رئیس کو نیزہ مارتے ہیں یہاں تک کہ وہ جھک کر گر پڑتا ہے۔ تو اس بچے کو یتیم ہونے کی بشارت دے جس کا باپ بختری ہے یا ایسی بشارت میرے بیٹے کو دے)

أنا الذي يقال أصلي من بلي أطعن بالصعدة حتى تنثني

وأعبط القرن بعضب مشرفي أرزم للموت كارزام المرى

فلا يرى مجذرا يفري فري

(میں وہ بہادر ہوں جس کے بارے کہا جاتا ہے کہ میرا نسب بلی قبیلہ سے ہے میں اس قدر زور سے نیزہ مارتا ہوں یہاں تک کہ وہ مڑ جاتا ہے۔ میں مشرقی تلوار کے ساتھ مد مقابل کو ہلاک کردیتا ہوں میں موت کے لئے پکڑتا ہوں' تھنوں پر ہاتھ پھیر کر دودھ اتارنے کی مانند۔ وہ کسی مجذر کو نہ دیکھے گا جو "اس کی طرح" کاٹتا ہو)

پھر مجذرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا' اس ذات گرامی کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے سارا جتن لگایا کہ وہ اسیر ہو جائے اور میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دوں مگر وہ لڑائی کے سوا کسی بات پر رضامند نہ ہوا چنانچہ میں اس سے نبرد آزما ہوا اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

امیہ بن خلف کا قتل : ابن اسحاق نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ سے' نیز عبداللہ بن ابی بکر وغیرہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ سے بیان کیا ہے کہ امیہ بن خلف مکہ میں میرا دوست تھا۔ جاہلیت میں میرا نام "عبد عمرو" تھا' اسلام قبول کیا تو میرا نام عبدالرحمان رکھ دیا گیا۔ چنانچہ مکہ میں امیہ جب مجھے ملتا تو عبد عمرو کہہ کر پکارتا اور کہتا کیا تجھے اس نام سے نفرت ہے جو تیرے باپ نے تجویز کیا تھا' میں اثبات میں جواب دیتا۔ پھر اس نے کہا میں تو "رحمان" کو جانتا نہیں چنانچہ کوئی ایسا نام تجویز کرو جس سے میں آپ کو پکاروں' میں عبد عمرو' پہلا نام لیتا ہوں تو تم جواب نہیں دیتے اور میں تمہیں اس نام سے پکارتا نہیں جس کو میں جانتا نہیں' جب وہ مجھے عبد عمرو کہہ کر بلاتا تو میں اس کو جواب نہ دیتا پھر میں نے امیہ کو کہا اے ابوعلی! جو چاہو' نام تجویز کرو' تو اس نے کہا تیرا نام "عبدالالہ" تجویز کرتا ہوں میں نے اثبات میں جواب دیا چنانچہ جب میری اس سے ملاقات ہوتی تو وہ مجھے عبد الالہ کہہ کر بلاتا اور ہم آپس میں ہم کلام ہوتے۔ جنگ بدر میں' میں اس کے پاس سے گزرا وہ اپنے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا' اور میں وہ زرہیں اٹھائے ہوئے تھا جو میں نے کفار قریش سے اتاری تھیں' اس نے مجھے دیکھ کر کہا' اے عبد عمرو' تو میں نے اس کی بات کا جواب نہ دیا پھر اس نے مجھے "عبد الالہ" کہا تو میں نے کہا' جی ہاں بتایئے کیا بات ہے' تو اس نے کہا کیا تجھے میری ضرورت ہے؟ میں ان زرہوں سے تیرے لئے بہتر ہوں میں نے کہا ہاں واللہ! "یہ بات درست ہے" چنانچہ میں نے زرہوں کو پھینک دیا اور باپ بیٹا دونوں کے ہاتھوں کو پکڑ لیا اور وہ کہہ رہا تھا آج جیسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا' کیا تمہیں دودھیل اونٹنیوں کی ضرورت ہے؟ پھر میں ان کو لے کر چل پڑا۔

ابن اسحاق (عبدالواحد بن ابی عون' سعد بن ابراہیم' ابراہیم) عبدالرحمان بن عوف سے بیان کرتے ہیں کہ میں امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے علی کے درمیان' ان کے ہاتھ پکڑے آ رہا تھا کہ امیہ نے پوچھا جناب عبد الالہ' تم میں سے وہ کون شخص تھا جس نے اپنے سینے پر شترمرغ کا پر آویزاں کیا ہوا تھا میں نے کہا وہ حمزہؓ تھے تو اس نے کہا' اس نے ہمیں بڑے مصائب سے دوچار کیا۔ حضرت عبدالرحمانؓ کا بیان ہے کہ میں ان دونوں کو لئے آ رہا تھا کہ بلالؓ نے دیکھ لیا' یہ حضرت بلالؓ کو مکہ میں' اسلام قبول کرنے کی پاداش میں سزا دیا کرتا تھا' دیکھتے ہی انہوں نے کہا یہ امیہ بن خلف کفر کا مقتدا اور پیشوا ہے۔ اگر یہ زندہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا۔ میں نے کہا بلال! یہ میرے اسیر ہیں۔ اس نے پھر کہا اگر یہ زندہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا۔ پھر اس نے نہایت بلند آواز سے کہا یاانصار اللہ! کفر کا امام' امیہ بن خلف یہ ہے۔ اگر یہ زندہ بچ گیا تو میں نہ بچنے کا' پھر انہوں نے ہمیں ہر طرف سے گھیر لیا یہاں تک کہ کنگن کی طرح وہ ہمارے گرد ہو گئے میں اس کا دفاع کر رہا تھا کہ پیچھے سے ایک مجاہد نے تلوار ماری اور وہ اس کے بیٹے علی کے پیر پر لگی اور وہ گر پڑا۔ یہ دیکھ کر امیہ خوب چیخا' میں نے ایسی زوردار چیخ کبھی نہیں سنی اور میں نے کہا اپنی جان بچالو مگر بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں چنانچہ انہوں نے تلواروں سے ان کا تکا بوٹی کر دیا۔ عبدالرحمان بن عوف کہا کرتے تھے' اللہ بلال پر رحم کرے اس نے میری زرہوں اور قیدیوں کو ضائع کر دیا' امام بخاری نے صحیح بخاری میں قریباً اسی طرح بیان کیا ہے۔

اور کتاب الوکالتہ میں عبدالعزیز بن عبداللہ' عبدالرحمان بن عوف سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیہ

بن خلف سے ایک تحریری معاہدہ کیا کہ وہ میرے اثاثہ وغیرہ کی مکہ میں نگرانی کرے گا' اور میں اس کے اثاثہ وغیرہ کی مدینہ میں حفاظت کروں گا جب میں نے اپنے نام میں "رحمان" کا ذکر کیا تو اس نے کہا میں رحمان کو نہیں جانتا تو اپنے جاہلیت والے نام سے ہی معاہدہ تحریر کروا' چنانچہ میں نے اس سے "عبد عمرو" (جاہلیت والے نام سے ہی) معاہدہ تحریر کروایا۔ جنگ بدر میں جب لوگ سو گئے تو میں پہاڑ پر امیہ کی حفاظت کے لئے چلا گیا جب بلالؓ نے اسے دیکھا تو وہ انصار کی ایک مجلس میں چلا آیا اور اس نے کہا یہ امیہ بن خلف موجود ہے۔ اگر امیہ بچ گیا تو میں نہیں بچنے کا۔ پس بلالؓ کے ساتھ انصار کا ایک گروہ ہمارے تعاقب میں نکل آیا' مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ لوگ ہمیں پکڑ لیں گے تو میں نے اس کے بیٹے علی کو پیچھے چھوڑ دیا کہ میں ان کو اس کے قتل میں مصروف کر دوں ---- اور خود آگے نکل جاؤں ---- انہوں نے اسے قتل کر ڈالا (اور اس پر قناعت نہ کی) اور ہمارے تعاقب میں آئے' امیہ بھاری بھرکم اور فربہ تھا (دوڑ نہ سکتا تھا) جب وہ ہمارے قریب آئے تو میں نے اسے کہا "بیٹھ جا" وہ بیٹھ گیا اور میں خود اس کے اوپر گر گیا کہ اس کو بچا سکوں' مگر انصار نے اس کو میرے نیچے ہی تلواروں سے چھید دیا یہاں تک کہ اسے قتل کر ڈالا' اور کسی کی تلوار میرے پیر میں لگ گئی اور عبدالرحمانؓ اپنے پیر کی پشت پر زخم کا نشان ہمیں دکھایا کرتے تھے۔ یوسف بن ماجشون کا صالح بن ابراہیم اور ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف' باپ بیٹا دونوں سے سماع ثابت ہے' تفرد بہ البخاری اور رفاعہ بن رافع کی مسند میں ہے کہ امیہ بن خلف کا وہ قاتل ہے۔

ابو جہل ملعون کا قتل : بقول ابن ہشام' ابو جہل یہ رجز پڑھتا ہوا میدان جنگ میں آیا تھا۔

ما تنقم الحرب العوان مني　　بازل عامين حديث سني

لمثل هذا ولدتني أمي

(ان کا ترجمہ ابھی گزرا ہے)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگ سے فارغ ہوئے تو آپ نے ابو جہل کی لاش کے تلاش کرنے کا حکم فرمایا اور سب سے پہلے ابو جہل کی لاش معاذ بن عمرو نے تلاش کی۔ جیسا کہ زید بن ثور نے عکرمہ کی معرفت ابن عباسؓ سے اور عبداللہ بن ابی بکر سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے بتایا کہ معاذ بن عمرو بن جموح برادر بنی سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے لوگوں سے سنا کہ ابو جہل نہایت دشوار مقام میں محفوظ ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ابو جہل تک پہنچا نہیں جا سکتا۔ جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے پختہ عزم کر لیا اور اس کی طرف متوجہ ہوا جب وہ میری زد میں آگیا تو میں نے اس پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ اس کی نصف پنڈلی جسم سے جدا کر دی' واللہ! میں نے اس کو ایسی گٹھلی سے تشبیہ دی جو کٹتے وقت پتھروں کے نیچے سے کود جاتی ہے۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے شانے پر ضرب لگائی اور میرا بازو کاٹ دیا مگر الگ نہیں ہوا' میرے پہلو کے جسم کے ساتھ لٹک گیا اور اس وجہ سے مجھے لڑائی دشوار ہو گئی' میں دیر تک اسی طرح لڑتا رہا اور کٹے ہوئے بازو کو اپنے پیچھے کھینچتا رہا جب مجھے دوبھر ہو گیا تو میں نے اس کے اوپر پاؤں رکھ کر جدا کر دیا' بقول ابن اسحاق معاذ بن عمروؓ خلافت عثمانیؓ ۳۵ھ تک زندہ رہے۔

بعد ازاں معوذ بن عفراء ابوجہل کے پاس گئے تو وہ درد سے چلا رہا تھا اس نے وار کیا اور اس کو بے حس و حرکت کر دیا اور ابھی اس کے آخری سانس تھے کہ وہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے اور لڑتے رہے تاآنکہ شہید ہو گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کی لاش تلاش کرنے کا اعلان کیا اور مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا اگر تلاش کرنے میں دشواری لاحق ہو تو گھٹنے پر زخم کا نشان دیکھو۔ میں اور وہ دونوں ایک روز بچپن میں عبداللہ بن جدعان کی دعوت میں تھے آپس میں ہم نے ایک دوسرے کو دھکیلا اور میں اس سے معمولی سا دبلا تھا' میں نے اس کو گرا دیا اور وہ گھٹنے کے بل گرا اور اس کے ایک گھٹنے پر خراش آئی جس کا نشان باقی رہا۔

بقول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں تلاش میں گیا اور اس کی زندگی کے آخری سانس تھے میں نے اس کو پہچان لیا اور اس کی گردن پر پیر رکھ دیا کہ اس نے مکہ میں مجھے پکڑ کر شدید اذیت دی تھی اور تھپڑ رسید کیا تھا۔ پھر میں نے کہا اے اللہ کے دشمن! کیا اللہ نے تجھے رسوا اور ذلیل نہیں کیا؟ اس نے کہا میری رسوائی کا کیا سامان کیا؟ اس بات سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ ایک شخص کو اس کی قوم کے لوگوں نے قتل کر دیا' اس نے پوچھا بتاؤ آج غلبہ اور فتح کس کی ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قبیلہ بنی مخزوم کے لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ بیان کیا کرتے تھے کہ ابوجہل نے مجھے کہا او بکریاں چرانے والے! دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔ تو نہایت دشوار مقام پر چڑھا ہے پھر میں نے اس کا سر قلم کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ عدو اللہ ابوجہل کا سر ہے۔ آپ نے حلفاً پوچھا میں نے حلف اٹھا کر اثبات میں جواب دیا اور رسول اللہ کے سامنے سر کو ڈال دیا اور آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (ابن اسحاق نے اسی طرح بیان کیا ہے)

متفق علیہ روایت میں ہے کہ عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ میں جنگ بدر میں' صف میں کھڑا ہوا تھا' میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو دو انصاری نوخیز لڑکے ہیں' میں نے آرزو کی' کاش میں ان سے زور آور شخصوں کے درمیان ہوتا۔ ان میں سے ایک نے میرا بازو دبا کر پوچھا' اے چچا! کیا تم ابوجہل کو جانتے ہو؟ میں نے کہا جانتا ہوں' مگر تیرا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی گلوچ کرتا ہے۔ واللہ اگر میں اس کو دیکھ لوں' تو میرا جسم' اس کے جسم سے جدا نہ ہوگا تاوقتیکہ ہم میں سے وہ مر جائے جس کی اجل پہلے آئی ہو۔ میں نے یہ سن کر حیرت و استعجاب کا اظہار کیا پھر مجھے دوسرے نے دبایا اور اسی طرح سوال کیا تھوڑی دیر بعد' میں نے ابوجہل کو دیکھا وہ لوگوں میں پھر رہا ہے۔ میں نے ان دونوں لڑکوں کو کہا' کیا تم دیکھ نہیں رہے' وہ ہے تمہارا مطلوب و مقصود جس کے بارے تم پوچھتے ہو۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں تلواریں لے کر اس کی طرف لپکے اور اس پر وار کر کے قتل کر دیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپؐ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو بتایا کہ دونوں نے اس کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ اور آپ نے اس کے سلب اور جنگی لباس کا معاذ بن عمرو کے حق میں فیصلہ دیا اور دوسرا شخص معاذ بن عفراء ہے۔

امام بخاری' بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا' میں جنگ بدر میں صف میں کھڑا تھا

کہ میرے دائیں بائیں دو نوخیز انصاری تھے گویا میں ان کے درمیان ہوتے ہوئے اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھ رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھے چپکے سے پوچھا کہ دوسرا نہ سن لے' اے چچا! مجھے ابوجہل دکھادو میں نے پوچھا اے بھتیجے! تم اس کو دیکھ کر کیا کرو گے؟ تو اس نے کہا میں نے اللہ سے عہد کیا ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو میں اس کو قتل کر دوں گا یا قتل ہو جاؤں گا۔ اور دوسرے نے بھی اسی طرح چپکے سے پوچھا۔ عبدالرحمان کا بیان ہے کہ بعد ازاں مجھے خواہش نہ رہی کہ میں دو مضبوط آدمیوں کے درمیان ہوتا پھر میں نے ان کو اشارے سے بتایا تو وہ شاہینوں کی طرح اس پر لپکے اور اس کو تہ تیغ کر دیا۔ یہ دونوں نوجوان عفراء کے بیٹے تھے۔ نیز صحیحین میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوجہل کا انجام کون دیکھ کر آئے گا' تو عبداللہ بن مسعودؓ نے عرض کیا میں یارسول اللہ! چنانچہ وہ گیا اور اس نے دیکھا کہ اس کو عفراء کے دو بیٹوں نے قتل کر دیا ہے اور وہ ٹھنڈا ہو چکا ہے۔ حضرت ابن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے ابوجہل کی داڑھی پکڑ کر پوچھا تو ہی ابوجہل ہے؟ تو اس نے کہا' کیا اس سے بڑھ کر کوئی بات ہے کہ تم نے اس کو قتل کر دیا ہے (یا اس کو اس کی قوم نے قتل کر دیا ہے)

امام بخاری' حضرت ابن مسعودؓ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ ابوجہل کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا ہے۔ تو اس نے کہا اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا ہے۔ اعمش (ابو اسحاق' ابو عبیدہ) عبداللہؓ بن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ میں ابوجہل کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر پڑا ہے' اس کے سر پر خود تھی اور ہاتھ میں عمدہ تلوار اور میرے پاس ہلکی تلوار تھی' پھر میں اپنی تلوار سے ان کے سر پر مارنے لگا (اور اس کی وہ مار' یاد آ رہی تھی جو مجھے وہ مکہ میں مارا کرتا تھا) میں نے اتنا مارا کہ اس کا ہاتھ کمزور پڑ گیا اور میں نے اس کی تلوار پکڑ لی تو اس نے سر اٹھا کر پوچھا کس کی فتح ہے ہماری یا ان کی' کیا تو مکہ میں ہمارا چرواہا نہ تھا؟ ابن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے اس کو تہ تیغ کر دیا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور بتایا کہ میں نے ابوجہل کو قتل کر دیا ہے۔ آپ نے مجھ سے حلفاً پوچھا اور سہ بار حلف لیا۔ پھر آپ مجھے ساتھ لے کر ان (لاشوں) کے پاس آئے اور ان کے لئے بددعا کی۔

امام احمد (وکیع' اسرائیل' ابو اسحاق) ابوعبیدہ سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا میں جنگ بدر میں ابوجہل کے پاس پہنچا کہ اس کا پاؤں کٹ چکا تھا اور وہ اپنا دفاع اپنی تلوار سے کر رہا تھا میں نے یہ دیکھ کر کہا اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے اے اللہ کے دشمن! رسوا و ذلیل کیا تو ابوجہل نے کہا ایک آدمی ہی تھا جس کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ پھر میں اپنی کند تلوار سے اس کو مارنے لگا اور اس کا ہاتھ کمزور پڑ گیا اور تلوار ہاتھ سے گر پڑی پھر میں نے اس کی تلوار پکڑ کر وار کیا اور اس کو قتل کر دیا پھر میں خوشی خوشی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا کیا اس ذات کی قسم جس کے بغیر کوئی معبود نہیں؟ (تو سچ کہہ رہا ہے) آپ نے یہ بات سہ بار کہی میں نے عرض کیا اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں (واقعی سچ کہہ رہا ہوں) تو آپؐ مجھے ساتھ لے کر تشریف لائے اور اس کی لاش پر کھڑے ہو کر کہا اے اللہ کے دشمن! اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے رسوا و خوار کیا۔ یہ اس امت کا فرعون تھا' دوسری روایت

میں ہے کہ ابن مسعودؓ نے کہا اس کی تلوار رسول اللہ ﷺ نے مجھے بطور انعام دی۔

ابو اسحاق فزاری (ثوری' ابو اسحاق' ابو عبیدہ) ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں' میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا' حضور! میں نے ابو جہل کو قتل کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں (واقعی تم نے قتل کر دیا ہے) میں نے اس طرح حلفاً دو یا تین بار کہا تو نبی علیہ السلام نے نعرہ تکبیر مار کر کہا خدا کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ وفا کیا' اپنے بندے کی نصرت کی اور تنہا اس نے تمام احزاب کو شکست و ہزیمت سے دوچار کر دیا پھر آپ نے فرمایا میرے ساتھ چل کر مجھے دکھا چنانچہ میں آپ کے ہمراہ گیا اور آپ کو دکھایا تو آپؐ نے فرمایا یہ اس امت کا فرعون ہے۔ اس روایت کو ابو داؤد اور نسائی نے ابو اسحاق بیہقی سے نقل کیا ہے۔ واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عفراء کے دونوں بیٹوں کی لاش پر کھڑے ہو کر دعا فرمائی! اللہ پسران عفراء پر رحمت نازل فرمائے۔ یہ دونوں اس امت کے فرعون اور ائمہ کفر کے رئیس کے قتل میں شریک ہیں۔ دریافت ہوا یا رسول اللہ! ان کے ساتھ کون شریک تھا تو آپؐ نے فرمایا ملائکہ اور عبداللہ بن مسعود اس کے قتل میں شریک تھے (روایت بیہقی)

سجدہ شکر : بیہقی (حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' عنبسہ بن ازہر) ابی اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی شخص ابو جہل کے قتل کی بشارت لے کر آیا تو آپؐ نے اس سے سہ بار حلفاً" پوچھا کہ تم نے اس کو قتیل دیکھا ہے تو اس نے حلفاً کہا پھر رسول اللہ ﷺ بطور شکر سجدہ ریز ہو گئے۔

نماز شکرانہ : امام بیہقی (ابو نعیم' سلمہ بن رجاء' شعثاء یکے از خواتین بنی اسد) عبداللہ بن ابی اوفی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح کی بشارت سن کر اور ابو جہل کا سر دیکھ کر دو رکعت نماز پڑھی۔

ابن ماجہ (ابو بشر بکر بن خلف' سلمہ بن رجاء' شعثاء) عبداللہ بن ابی اوفی سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب ابو جہل کے قتل کی بشارت ملی تو دو رکعت نماز پڑھی۔

ابو جہل کی سزا : ابن ابی الدنیا (ابوہ' ہشام' مجالد) شعبی سے بیان کرتے ہیں کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ میں نے میدان بدر میں سے گزرتے ہوئے دیکھا ہے کہ ایک آدمی زمین سے سر نکالتا ہے اور دوسرا اس کے سر پر کوڑا مارتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زمین کے اندر چھپ جاتا ہے۔ وہ پھر سر نکالتا ہے اور دوسرا اس کے سر پر وار کرتا ہے یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ابو جہل بن ہشام ہے اس کو قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا۔ اپنے مغازی میں اموی (ابوہ' مجالد بن سعید) عامر سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ میں نے بدر میں ایک آدمی بیٹھا ہوا دیکھا ہے' وہ ایک آدمی کے سر پر آہنی گرز مار رہا ہے وہ مسلسل مارتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین کے اندر چھپ جاتا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ابو جہل ہے۔ اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کو سزا دیتا رہتا ہے

زبیر کا نیزہ عبیدہ کی آنکھ میں : امام بخاری (عبید بن اسماعیل' ابو اسامہ' ہشام) عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر کا بیان ہے کہ جنگ بدر میں' میں عبیدہ بن سعید بن عاص کے بالمقابل آیا وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا' صرف اس کی آنکھیں نظر آرہی تھیں' اس کی کنیت "ابو ذات الکرش" تھی وہ اپنی صف سے باہر نکلا اور اس نے کہا میں ہوں ابو ذات الکرش میں نے اس پر حملہ کیا اور تاک کر نیزہ اس کی آنکھ میں پیوست کر دیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ ہشام کا بیان ہے مجھے معلوم ہوا کہ زبیر نے کہا کہ میں نے اس کی لاش پر پاؤں اڑا کر بمشکل نیزہ کھینچا اور اس کے دونوں طرف کی دھار مڑ گئی تھی۔ بقول عروہ یہ نیزہ اس سے رسول اللہ ﷺ نے طلب کیا تو اس نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت زبیرؓ نے وہ لے لیا پھر حضرت ابو بکرؓ نے مانگا تو ان کو دے دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے مانگا تو ان کو دے دیا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ نے مانگا تو ان کو دے دیا۔ ان کی شہادت کے بعد آل علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ ان سے حضرت عبداللہ بن زبیر نے واپس لے لیا وہ ان کے قبضہ میں رہا' یہاں تک کہ وہ ۷۳ھ میں شہید ہو گئے۔

عاص کا کون قاتل؟ : ابن ہشام کا بیان ہے کہ ابو عبیدہ وغیرہ علماء مغازی نے مجھے بتایا ہے کہ حضرت عمرؓ سعید بن عاص کے پاس سے گزرے اور ان کو کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے کبیدہ خاطر ہیں اور آپ کا گمان ہے کہ میں نے آپ کے والد کو قتل کیا ہے اگر میں نے قتل کیا ہوتا تو میں معذرت بھی نہ کرتا' میں نے تو اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا باقی رہا تیرا والد' تو میں اس کے پاس سے گزرا تھا وہ اپنی ایڑیوں سے زمین کھود رہا تھا جیسا کہ بیل اپنے سینگ سے' میں نے اس کو نظر انداز کر دیا اور پاس سے گزر گیا پھر اس کے ابن عم (حضرت علیؓ) نے اس کو قتل کر دیا۔

چھڑی کا آہنی تلوار بن جانا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عکاشہ بن محصن بن حرثان اسدی حلیف بنی عبد شمس نے جنگ بدر میں اس قدر قتال و جہاد میں حصہ لیا کہ اس کی تلوار ٹوٹ گئی اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؐ نے اس کو چوبی چھڑی دے کر فرمایا "اے عکاشہ! اس سے لڑائی لڑ" جب اس کو رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے پکڑ کر حرکت دی تو اس کے ہاتھ میں ایک طویل تلوار کی شکل میں تبدیل ہو گئی' نہایت مضبوط اور چمکدار' چنانچہ وہ اس کے ساتھ لڑتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔ اس تلوار کا نام تھا "عون" بعد ازاں یہ تلوار اس کے پاس رہی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جملہ غزوات میں شریک ہوا یہاں تک کہ فتنہ ارتداد کے عہد میں اس کو طلیحہ اسدی نے شہید کر دیا اور طلیحہ اسدی نے اس کے بارے ایک قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

عشیة غادرت بن اقرم ثاویا وعکاشة الغنمی عند مجال

بعد ازاں طلیحہ اسدی مسلمان ہو گیا جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔

بقول ابن اسحاق' عکاشہؓ وہی صحابی ہیں جنہوں نے آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے یہ مژدہ سن کر (کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ میں سے ستر ہزار افراد بلاحساب و عذاب جنت میں داخل کرے گا) دعا کی درخواست کی

تھی کہ اللہ' مجھے بھی ان ستودہ صفات لوگوں میں شامل کر دے تو آپ نے اس کی استدعا قبول کرتے ہوئے دعا فرمائی تھی یااللہ! عکاشہؓ کو بھی ان میں داخل فرما دے یہ حدیث صحاح ستہ اور ابن حبان وغیرہ میں موجود ہے۔ بقول ابن اسحاق' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عرب کا بہترین شاہ سوار ہم میں سے ہے۔ سامعین نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ عکاشہ بن محصنؓ ہے۔ تو ضرار بن ازور نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ تو ہمارے قبیلہ میں سے ہے' تو آپ نے فرمایا وہ تم میں سے نہیں بلکہ حلیف کی بنا پر ہم میں سے ہے۔

بیہقی (حاکم' محمد بن عمر واقدی' عمر بن عثمان خشنی' عثمان خشنی' اپنی پھوپھی سے) بیان کرتے ہیں کہ عکاشہ بن محصن نے کہا کہ جنگ بدر میں میری تلوار ٹوٹ گئی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک لکڑی عطا فرمائی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سفید رنگ کی طویل تلوار ہے میں اس تلوار کے ساتھ لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ہزیمت سے دوچار کر دیا (اور یہ تلوار تاحیات ان کے پاس رہی)

سلمہؓ کی چوبی تلوار : واقدی (اسامہ بن زید' داؤد بن حصین) بنی عبدالاشہل کے متعدد اشخاص سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں سلمہ بن حریش کی تلوار ٹوٹ گئی اور ان کے پاس اسلحہ نہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک لکڑی دی جو ابن طاب کی لکڑیوں میں سے آپ کے دست مبارک میں تھی اور فرمایا اس سے مشرکین پر ضرب لگایئے' تو وہ دیکھتا ہے کہ وہ جید اور عمدہ تلوار ہے' وہ تلوار تاحیات اس کے پاس رہی یہاں تک کہ وہ جسر ابی عبیدہ کے دن شہید ہو گیا۔

آنکھ کے ڈیلے کو صحیح کرنا : "دلائل" میں بیہقی (ابو سعد مالینی' ابو احمد بن عدی' ابو یعلی' یحییٰ حمانی' عبدالعزیز بن سلیمان بن غسیل' عاصم بن عمر بن قتادہ' عمر بن قتادہ) قتادہ بن نعمانؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ان کی آنکھ کا ڈیلا رخسار پر لٹک گیا' احباب نے اس کو کاٹ دینے کا ارادہ کیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس بارے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا مت کاٹو' چنانچہ قتادہ کو بلا کر اپنی ہتھیلی سے ڈیلے کو اندر کر دیا بعد ازاں معلوم نہ ہوتا تھا کہ کون سی آنکھ آفت رسیدہ تھی (اور ایک روایت میں ہے) وہ دونوں آنکھوں میں سے خوبصورت تھی۔ عاصم بن عمر بن قتادہ نے یہ واقعہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کو بتایا اور اس کو یہ شعر سنایا' کہ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار پر لٹک گئی تھی اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے اپنی جگہ پر لوٹا دی گئی تھی۔

أنا ابن الذي سالت على الخد عينه　　فردت بكف المصطفى أيما رد

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس موقعہ پر امیہ بن ابی الصلت کا وہ شعر پڑھا جو اس نے سیف بن ذی یزن کی تعریف میں کہا تھا اور خلیفہ عمرؒ کا یہ شعر پڑھنا واقعی بر محل تھا۔

تلك المكارم لا قعبان من لبن　　شيبا بماء فعادا بعد أبوالا

(یہ لازوال خوبیاں ہیں لسی اور چھاچھ کے دو پیالے نہیں کہ نوش کئے اور پیشاب بن گئے)

لب لگایا اور [illegible] بن منذر'

عبدالعزیز بن عمران' رفاعہ بن یحییٰ' معاذ بن رفاعہ بن رافع) رافع بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں جب لوگ امیہ بن خلف کے ارد گرد جمع ہوئے تو میں بھی ادھر متوجہ ہوا اور اس کی زرہ کو دیکھا وہ بغل کے نیچے سے پھٹ چکی تھی چنانچہ میں نے اس کی بغل میں نیزہ مارا۔ جنگ بدر میں مجھے ایک نیزہ لگا جس کی وجہ سے میری آنکھ زخمی ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی' پھر مجھے کوئی تکلیف نہ محسوس ہوئی۔ اس سند سے یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد جید ہے مگر اصحاب صحاح نے اس کی تشریح نہیں کی نیز طبرانی نے اس کو ابراہیم بن منذر سے بیان کیا ہے۔

حضرت ابوبکر کی تنبیہہ : ابن ہشام کا بیان ہے کہ عبدالرحمان بن ابی بکر' ابھی مسلمان نہ تھا اور جنگ بدر میں مشرکین کے ہمراہ تھا۔ اس کو حضرت ابوبکرؓ نے پکارا اے خبیث! میرا مال و دولت کہاں ہے؟ تو اس نے کہا۔

لم یبق إلا شكة ویعبوب وصارم یقتل ضلال الشیب

(اسلحہ' یعبوب گھوڑے اور تلوار کے علاوہ کچھ نہیں بچا جو گمراہ شیوخ کو قتل کرتی ہے)

یہ عبدالرحمان نے اسلام قبول کرنے سے قبل کہا تھا۔

ایک شعر : مغازی میں اموی سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ مقتولوں کے درمیان جا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " نفلق ھاما" " ہم سروں کو پھاڑتے ہیں اور حضرت ابوبکر کہتے تھے "جو ہم پر غالب تھے اور وہ نافرمان عاق اور ظالم تھے"۔

من رجال أعزة علینا وهم كانوا أعق وأظلما

جنگ بدر میں سربراہان کو کنوئیں میں ڈالنا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ یزید بن رومان نے عروہ کی معرفت حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش کے مقتولین کو قلیب میں ڈالنے کا حکم فرمایا تو سب مقتول اس میں ڈال دیئے گئے ماسوائے امیہ بن خلف کے' کیونکہ وہ اپنی زرہ میں پھول چکا تھا' زرہ اتارنے لگے تو اس کا سارا جسم بکھرنے لگا' پھر انہوں نے وہیں اس پر مٹی وغیرہ ڈال کر دفن کر دیا۔ جب ان کو قلیب میں ڈال دیا تو آپ نے اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر خطاب فرمایا "اے قلیب والو! جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو برحق پا لیا ہے۔ مجھ سے تو جو وعدہ اللہ نے فرمایا تھا میں نے برحق پا لیا ہے۔"

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ مردہ لوگوں سے مخاطب ہیں تو آپؐ نے فرمایا ان کو بخوبی معلوم ہے کہ ان کے رب نے جو ان سے وعدہ کیا تھا وہ واقعی سچا تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ عام لوگ کہتے ہیں کہ جو بات میں نے ان سے کہی ہے وہ انہوں نے سن لی ہے (لقد سمعوا ماقلت لھم) مگر رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ ان کو معلوم ہو گیا ہے (لقد علموا) (یعنی سمعوا کی بجائے علموا کہا)

ابن اسحاق' حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت

یہ فرماتے سنا' اے اہل قلیب! اے عتبہ بن ربیعہ' اے شیبہ بن ربیعہ' اے امیہ بن خلف' اے ابوجہل بن ہشام' علاوہ ازیں اہل قلیب کے نام بھی ذکر کئے اور کہا' جو وعدہ تم سے تمہارے رب نے کیا تھا کیا تم نے اس کو سچ سچ پا لیا' مجھ سے تو جو وعدہ میرے رب نے کیا تھا میں نے ٹھیک ٹھاک پا لیا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ایسے لوگوں سے مخاطب ہیں جو مر کر سڑ چکے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم یہ خطاب' ان سے زیادہ نہیں سن رہے' مگر وہ جواب کی استطاعت نہیں رکھتے' اس روایت کو امام احمد نے ابن ابی عدی از حمید از انسؓ اسی طرح بیان کیا ہے اور یہ شیخین کی شرط پر ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا "اے اہل قلیب! تم اپنے نبی کے حق میں بدترین قبیلہ تھے' تم نے میری تکذیب کی اور لوگوں نے میری تصدیق کی' تم نے مجھے جلا وطن کیا اور لوگوں نے مجھے پناہ دی' تم نے مجھ سے حرب و قتال کیا اور لوگوں نے میری مدد کی' جو وعدہ تمہارے رب نے تم سے کیا تھا کیا تم نے اس کو درست پایا؟ مجھ سے تو جو وعدہ میرے رب نے کیا تھا میں نے ٹھیک ٹھیک پا لیا۔"

سماع موتی : امام ابن کثیر فرماتے ہیں' یہ حدیث من جملہ ان احادیث کے ہے جن کی تاویل حضرت عائشہؓ کرتی ہیں جیسا کہ وہ احادیث جن کی وہ تاویل کرتی ہیں وہ ایک جزء میں مدون ہیں اور ان کا اعتقاد ہے کہ یہ روایت بعض آیات کے منافی اور معارض ہے اور مذکور بالا روایت بھی' **وما انت بمسمع من فی القبور** (۳۵/۲۲) کے منافی اور متضاد ہے۔ دراصل یہ حدیث اس کے مخالف نہیں اور صحیح مسلک صحابہ وغیرہ جمہور کا ہی مسلک ہے' ان احادیث کی رو سے حضرت عائشہؓ کے قول اور مسلک کے برخلاف۔

امام بخاری' حضرت عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے پاس تذکرہ ہوا کہ ابن عمرؓ مرفوع روایت بیان کرتے ہیں کہ میت کو اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میت کو اپنے اپنے گناہ و معاصی کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔ اور اس کا اہل و عیال اب اس پر نوحہ کناں ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے قلیب بدر پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا اور اس میں مشرکین بدر کے مقتول پڑے تھے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ میرا کلام سن رہے ہیں حالانکہ آپ نے فرمایا کہ جو خطاب میں نے ان سے کہا ہے وہ اب جانتے ہیں کہ میں جو بات ان سے کہتا تھا وہ حق اور سچ ہے۔ پھر اس کی تائید میں حضرت عائشہؓ نے "**انک لا تسمع الموتی وما انت بمسمع من القبور**" (۳۵/۲۲) آیت تلاوت کی' یعنی جبکہ وہ آگ میں اپنے مقامات پر جاگزیں ہیں ------ اس روایت کو امام مسلم نے ابوکریب از ابواسامہ بیان کیا ہے۔ حالانکہ میت کے دفن کے بعد' سماع موتی کی متعدد احادیث میں تصریح آئی ہے۔

امام بخاری' حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے قلیب بدر پر کھڑے ہو کر فرمایا جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے وہ بالکل پا لیا؟ پھر فرمایا جو بات میں نے ان سے کہی ہے وہ اب سن رہے ہیں اور یہ حدیث حضرت عائشہؓ کے پاس بیان کی گئی تو انہوں نے کہا نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جو

بات میں ان سے کہتا تھا وہ اب جانتے ہیں کہ وہ حق اور سچ ہے۔ پھر انہوں نے اس کی تائید میں انک لاتسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور (۳۵/۲۲) تلاوت کی' اس روایت کو امام مسلم نے ابوکریب از ابو اسامہ اور ابوبکر بن ابی شیبہ از وکیع اور یہ دونوں ابو اسامہ اور وکیع ہشام بن عروہ سے بیان کرتے ہیں۔

امام بخاری' حضرت ابو طلحہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جنگ بدر میں چوبیس رؤسائے قریش کی لاشوں کو ایک نہایت خراب کنوئیں میں پھینک دیا گیا رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب آپ کسی قوم پر فتح یاب ہوتے تو وہاں تین روز تک قیام کرتے جب وادی بدر میں تیسرا روز ہوا' تو آپ کے حکم سے آپ کی سواری تیار کی گئی' پھر آپ روانہ ہوئے اور آپ کے صحابہ بھی آپ کے ہمراہ تھے ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرف اپنی کسی ضرورت کے تحت تشریف لے جا رہے ہیں آپ چلتے چلتے قلیب کے پاس رک گئے اور اہل قلیب کو نام بنام بلانے لگے "اے فلان بن فلان' اے فلان بن فلان' اب تمہاری مسرت کا باعث ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و پیروی کرتے؟ جو وعدہ ہم سے رب نے کیا تھا وہ ہم نے برحق پا لیا ہے۔ پس کیا تم نے جو وعدہ تم سے رب نے کیا تھا واقعی پا لیا ہے۔" یہ منظر دیکھ کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان بے جان لاشوں سے کیا بات کر رہے ہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا واللہ! جو میں کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔

قتادہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو آپ کی بات سنا دے' توبیخ و حقارت' حسرت و ندامت اور تضحیک کی خاطر۔ اس روایت کو امام ابن ماجہ کے علاوہ سب نے متعدد طرق سے سعید بن ابی عروبہ سے بیان کیا ہے اور امام احمد نے (یونس' محمد مؤدب' شیبان بن عبدالرحمان' قتادہ) حضرت انس بن مالک سے بیان کیا ہے اور ابو طلحہ کا واسطہ بیان نہیں کیا۔ یہ سند صحیح ہے۔ لیکن پہلی سند صحیح تر اور زیادہ واضح ہے' واللہ اعلم۔ امام احمد (عفان' حماد' ثابت) حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولین بدر کو تین روز تک قلیب میں پڑے رہنے دیا یہاں تک کہ وہ بدبودار ہو گئے پھر آپ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا اے امیہ بن خلف! اے ابوجہل بن ہشام! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! جو وعدہ تم سے رب نے کیا تھا کیا تم نے بالکل پا لیا ہے۔ مجھ سے تو جو وعدہ اس نے کیا تھا میں نے برحق پا لیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ان کو تین روز کے بعد مخاطب کر رہے ہیں کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمان الٰہی ہے انک لا تسمع الموتی (۳۵/۲۲) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ! اس رب اقدس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' میری بات کو تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب کی استطاعت نہیں رکھتے' اس روایت کو امام مسلم نے ہدبہ بن خالد از حماد بن سلمہ بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے یہ اشعار کہے۔

عرفت دیار زینب بالکثیب کخط الوحی فی الورق القشیب

تداولها الريــــاح وكــــل جـــون ... مــــن الوسمي منهمــر سكوب

فأمسى رسمهـا خلقــا وأمســت ... يبابــا بعــد ســاكنها الحبيـــب

فــدع عنــك التذكــر كــل يــوم ... ورد حـــرارة القلـــب الكئيـــب

(میں نے ٹیلے پر دیار زینب کو پہچان لیا جیسا کہ تحریر اور نوشت ہو میلے کچیلے کاغذ میں۔ مختلف ہواؤں نے اس میں انقلاب پیدا کر دیا ہے اور ہر سیاہ بارش والے موسلا دھار برسنے والے بادل نے۔ اس کے نشانات بوسیدہ ہو چکے ہیں اور وہ محبوب کی رہائش کے بعد ویران ہو چکے ہیں۔ تو ان کی روز مرہ کی یاد کا خیال ترک کر دے اور غمگین دل کی سوزش کو خیرباد کہہ دے)

وخبّر بـــالذي لا عيـــب فيـــه ... بصـــدق غـــير أخبـــار الكـــذوب

بمـــا صنـــع المليـــك غـــداة بـــدر ... لنـــا فـــي المشـــركين مـــن النصـــيب

غـــداة كـــأن جمعهـــم حـــراء ... بـــدت أركانـــه جنـــح الغـــروب

فـــلاقيناهم منـــا بجمـــع ... كأســـد الغـــاب مـــردان وشـــيب

(تو بے داغ سچی بات بتا جس میں وروغ کا شائبہ تک نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے بدر میں ہمارا مشرکین سے نصیبہ مقرر کیا۔ ہم ان سے ایک ایسے لشکر کے ساتھ لڑے جو جنگل کے شیروں کی مانند جوان اور بوڑھے تھے)

أمـــام محمـــد قـــد وازروه ... علـــى الأعـــداء فـــي لفـــح الحـــروب

بأيـــديهم صـــوارم مرهفـــات ... وكـــل مجـــرّب خـــاضي الكعـــوب

بنـــو الأوس الغطـــارف وازرتهـــا ... بنـــو النجـــار فـــي الـــدين الصـــليب

فغـــادرنا أبـــا جهـــل صـــريعا ... وعتبـــة قـــد تركنـــا بالجبـــوب

(محمدؐ کے روبرو اس لشکر نے دشمن پر سخت جنگ مسلط کی ان کے ہاتھوں تیز دھار قاطع تلواریں تھیں' اور مجرب شخص ٹھوس ٹخنوں والے۔ بنی اوس کے اشراف جن کی بنی نجار نے دین متین میں مدد کی۔ ہم نے ابوجہل اور عتبہ زمین پر گرا ہوا چھوڑا)

وشـــيبة قـــد تركنـــا فـــي رجـــال ... ذوي حســـب إذا نســـبوا حســـيب

ينـــاديهم رســـول الله لمـــا ... قذفنـــاهم كبـــاكب فـــي القليـــب

ألـــم تجـــدوا كلامـــي كـــان حقـــا ... وأمـــر الله يـــأخذ بـــالقلوب

فمـــا نطقـــوا ولـــو نطقـــوا لقـــالوا ... صـــدقت وكنـــت ذا رأي مصـــيب

(اور ہم نے شیبہ کو میدان جنگ میں عالی خاندان کے لوگوں میں چھوڑا جب ان کا نسب بیان کیا جائے۔ ان کو رسول اللہ ﷺ نے خطاب کیا جب ہم نے ان کی جماعت کو قلیب میں پھینکا۔ کیا تم نے میری بات کو حق اور سچ نہیں پایا اور اللہ کے امر کو جو دلوں پر حاوی ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اگر وہ جواب دیتے تو کہتے آپ نے سچ کہا اور آپ کی رائے درست تھی)

ابو حذیفہ بن عتبہ کی غمناکی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب قلیب بدر میں

مقتولین کفار کو ڈالنے کا حکم دیا اور عتبہ بن ربیعہ (والد ابو حذیفہؓ) کو گھسیٹ کر قلیب میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ابو حذیفہؓ کے چہرے کو دیکھا تو وہ غمگین ہے۔ اس کا رنگ فق ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا شاید تمہارے دل میں اپنے باپ کی وجہ سے کچھ وسوسہ آیا ہو (او کما قال رسول اللہ) تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ! واللہ کوئی وسوسہ نہیں آیا مجھے اپنے والد اور اس کے مقتل میں کوئی شبہ نہ تھا مگر میں اپنے والد کے حسن تدبیر، تحمل و بردباری اور فضل و کرم کو خوب جانتا تھا میں امیدوار تھا کہ یہ خوبیاں اس کو اسلام کی طرف مائل اور راغب کر دیں گی جب میں نے اس امید و رجا کے بعد اس کی موت کو بہ حالت کفر دیکھا تو ان حالات نے مجھے غمگین کر دیا یہ سن کر آپؐ نے اس کے لئے دعا خیر کی اور اس کو اچھا اور بہتر کہا۔

امام بخاری، حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ سورہ ابراہیم (۲۸/۱۴۵) میں "الذین بدلوا" سے کفار قریش مراد ہیں اور بقول عمرو مطلق قریش مراد ہیں اور "نعمة الله" سے محمدؐ مراد ہیں اور "دارالبوار" سے یوم بدر میں آگ مراد ہے۔ بقول ابن اسحاق، حضرت حسان بن ثابتؓ نے کہا۔

قومي الذين هُم أووا نبيهم　　وصدقوه وأهل الارض كفار
إلا خصائص أقوام هم سلف　　للصالحين من الانصار أنصار
مستبشرين بقسم الله قولهم　　لما أتاهم كريم الاصل مختار
أهلا وسهلا ففي أمن وفي سعة　　نعم النبي ونعم القسم والجار
[فأنزلوه بدار لا يخاف بها　　من كان جارهُم دارا هي الندار]

(میری قوم وہ ہے جس نے اپنے نبی کو سکونت کا انتظام کیا۔ اور ان کی تصدیق کی اور علاقہ میں کفار تھے۔ ماسوا قوم کے چیدہ افراد کے وہ نیک لوگوں کے اسلاف ہیں انصار میں سے، انصار اور مددگار ہیں۔ اللہ کی تقسیم پر خوش ہیں جب ان کے پاس عمدہ حسب و نسب والے مصطفیٰ و مختار آئے۔ ان کی زبان پر تھا اھلا وسھلا، خوش آمدید اچھا ہے نبی اور اچھا ہے نصیب اور ہمسایہ۔ انہوں نے آپؐ کو اپنے میں بسایا جو ان کا ہمسایہ ہو وہ وہاں خوف زدہ نہیں ہوتا، یہی دراصل رہائش گاہ ہے)

وقاسموهم بها الاموال إذ قدموا　　مهاجرين وقسم الجاحد النار
سرنا وساروا إلى بدر لحينهم　　لو يعلمون يقين العلم ما ساروا
دلاهُم بغرور ثم أسلمهم　　إن الخبيث لمن والاه غرّار
وقال إني لكم جار فأوردهم　　شر الموارد فيه الخزى والعار
ثم التقينا فولوا عن سراتهم　　من منجدين ومنهم فرقة غاروا

(جب وہ ہجرت کر کے آئے تو ان کو اپنا مال و زر تقسیم کر دیا اور منکر کا نصیب نار ہے۔ ہم بھی روانہ ہوئے اور وہ اپنی ہلاکت کی خاطر بدر کی طرف روانہ ہوئے اگر ان کو شکست کا یقینی علم ہوتا تو وہ نہ روانہ ہوتے۔ (شیطان نے پھر انہیں دھوکا سے مائل کر لیا پھر ان کو بے سہارا چھوڑ دیا۔ خبیث اپنے دوست کو دھوکا دیتا ہے۔ اور اس نے کہا میں تمہارا مددگار ہوں اور ان کو بدترین گھاٹ میں دھکیل دیا اس میں رسوائی اور شرمندگی ہے۔ پھر ہم برسرپیکار

ہوئے تو وہ اپنے سربراہوں سے پشت پھیر گئے نشیب و فراز میں فرار ہو کر)

تجارتی قافلہ پر حملے کا مشورہ : امام احمد (یحییٰ بن ابی بکر اور عبدالرزاق' اسرائیل' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مقتولین بدر کے دفن سے فارغ ہوئے تو کسی نے مشورہ دیا کہ اب تجارتی قافلہ پر قبضہ کر لو اس کے درے کوئی چیز حائل نہیں تو حضرت عباسؓ نے جو گرفتار تھے کہا یہ آپ کے لئے ٹھیک نہیں پوچھا کیوں تو اس نے کہا اللہ نے آپ کو دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ وفا کر دیا۔

رؤسائے قریش میں سے جنگ بدر میں ستر افراد قتل ہوئے اگر اللہ چاہتا تو ایک فرشتے کے ذریعے ہی سب کو نیست و نابود کر دیتا لیکن ملائیکہ نے ان افراد کو موت کے گھاٹ اتارا جن میں خیر و رشد کا شائبہ تک نہ تھا ان ملائیکہ میں جبرائیلؑ بھی تھے جنہوں نے بحکم الٰہی قوم لوط کے سات شہروں کو اس کی ہمہ قسم کی آبادی سمیت اکھاڑ کر آسمان کے قریب لے جا کر اوندھا پلٹ دیا ان پر علامت زدہ پتھر برسا دیئے جیسا کہ قصہ لوطؑ میں ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔

جہاد کا فلسفہ : اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ قتال و جہاد کی اجازت دی ہے اور اس کی حکمت و مصلحت بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۴۷/۴) پس جب تم ان کے مقابل ہو جو کافر ہیں تو ان کی گردنیں مارو' یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب مغلوب کر لو تو ان کی مشکیں کس لو' پھر یا تو اس کے بعد احسان کرو' یا تاوان لے لو' یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے یہی --- حکم --- ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے خود ہی بدلہ لے لیتا لیکن وہ تمہارا ایک دوسرے کے ساتھ امتحان کرنا چاہتا ہے۔ (۹/۱۴) "ان سے لڑو تاکہ اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے اور انہیں ذلیل کرے اور تمہیں ان پر غلبہ دے اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے اور ان کے دلوں میں غصہ دور کرے اور اللہ جسے چاہے توبہ نصیب کرے" انصاری نوجوانوں کے ہاتھوں' ابوجہل کا قتل ہونا' پھر ابن مسعود کا اس کے پاس جانا اور اس کی داڑھی نوچنا' سینے پر چڑھنا اور اس کا کہنا' او بکریوں کے چرواہے! پھر اس کا سر کاٹنا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھنا' بایں طرز مسلمانوں کے دلوں کی سوزش کا مداوا کرنا ---- اس کی ذلت و رسوائی کا یہ بہتر اور عبرت آموز طریقہ تھا بہ نسبت اس بات کے' کہ اس پر بجلی گرتی یا مکان کی چھت گرتی یا بستر پر مرجاتا' واللہ اعلم۔

مجبور مسلمان : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مقتولین بدر میں' چند مسلمان بھی تھے جو کفار کے ہمراہ بطور تقیہ آئے تھے۔ مجبور و مقہور تھے' کفار نے ان کو جبراً" اسلام سے برگشتہ کر دیا تھا۔ وہ ہیں' (۱) حارث بن زمعہ بن اسود' (۲) ابو قیس بن فاکہ (۳) ابو قیس بن ولید بن مغیرہ (۴) علی بن امیہ بن خلف (۵) عاص بن منبہ بن حجاج اور ان کے بارے آیت (۴/۹۷) نازل ہوئی' "بے شک جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا' تم کس حال میں تھے انہوں نے جواب دیا ہم اس ملک میں بے بس تھے فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے سو ایسوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے"

آقا کے محرم کا مسئلہ : جنگ بدر میں کل ستر اسیر تھے ان میں' آل رسول اللہ میں سے عباس بن عبدالمطلب عم رسول اللہؐ' عقیل بن ابی طالب ابن عم رسول اللہؐ' نوفل بن حارث بن عبدالمطلب' ابو العاص بن ربیع بن عبد شمس بن امیہ شوہر زینب' دختر نبی علیہ السلام تھے۔ امام شافعی اور امام بخاری وغیرہ نے اس بات سے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ جو شخص اپنے محرم کا مالک بن جائے وہ آزاد نہ ہو گا' انہوں نے حسن از ابن سمرہ کی روایت کا اس سے معارضہ پیش کیا ہے' واللہ اعلم۔

اسیران بدر کے بارے مشورہ : اسیران بدر' کے بارے صحابہ کرام میں اختلاف برپا ہوا بعض کا خیال تھا کہ قتل کر دیئے جائیں اور بعض کہتے تھے کہ فدیہ وصول کر لیا جائے۔ جیسا کہ امام احمد (علی بن عاصم' حمید حضرت انسؓ (اور کسی نے حسن سے بھی بیان کیا ہے) سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے اسیران بدر کے بارے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہؐ! ان کے سر قلم کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض کیا اور پسند نہ کیا پھر آپ نے دوبارہ پوچھا تو حضرت ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا ہمارا خیال ہے کہ آپ ان سے درگزر کریں اور فدیہ وصول فرمالیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بارے یہ آیت نازل فرمائی (۸/۶۸) اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو تم نے لیا اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔ (انفرد بہ احمد)

امام احمد' امام مسلم' ابوداؤد' ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور علی بن مدینی نے بھی اس کو درست قرار دیا ہے۔ عکرمہ بن عمار (سماک حنفی' ابوزمیل' ابن عباسؓ) حضرت عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں ۳۱۳ صحابہ کو دیکھا اور مشرکین مکہ کو دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے ---- حدیث کو بیان کرتے کرتے یہ بیان کیا ---- کہ ان میں ۷۰ کو تہ تیغ کیا اور ستر کو اسیر بنا لیا۔ حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' اور حضرت علیؓ سے مشورہ طلب کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! یہ اسیر چچازاد بھائی ہیں اور اپنے خاندان کے لوگ ہیں۔ میری رائے ہے کہ آپ ان سے فدیہ وصول فرمالیں۔ یہ زر فدیہ ہماری قوت کا باعث ہو گا اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمادے اور وہ ہمارے دست و بازو بن جائیں۔

مال غنیمت کا حلال ہونا : رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے ابن خطاب! تیری کیا رائے ہے؟ تو اس نے کہا میری رائے' ابوبکرؓ کی رائے کے برخلاف ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ میرا فلاں عزیز میرے حوالے کر دیں میں اس کا سر قلم کر دوں۔ عقیل کو علیؓ کے سپرد کر دیں وہ اس کی گردن اڑا دے اور حمزہ کے سپرد فلاں کو کریں' وہ اس کا کام تمام کر دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لئے کوئی رو رعایت نہیں۔ یہ اسیر کفار کے رئیس' قائد اور مقتداء و پیشوا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو پسند کیا اور حضرت عمرؓ کی رائے کو درخور اعتناء نہ سمجھا اور اسیران بدر سے فدیہ لے لیا۔

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ دوسرے روز میں نبی علیہ السلام اور ابوبکرؓ کے پاس گیا اور وہ رو رہے ہیں یہ منظر دیکھ کر' میں نے عرض کیا یارسول اللہ! فرمایئے آپ دونوں کیوں رو رہے ہیں؟ ممکن ہوا تو میں بھی روؤں گا' ورنہ رونی سی شکل بنا لوں گا۔ آپ نے فرمایا اسیران بدر سے فدیہ وصول کرنے کی پاداش میں رو رہا ہوں۔

آپ نے ایک قریب تر درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ عذاب اس درخت سے بھی قریب تر آگیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (۸/۶۷) نازل فرمائی' نبی کو نہیں چاہئے کہ اپنے ہاں قیدیوں کو رکھے یہاں تک کہ ملک میں خوب خون ریزی کرے۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو' اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو تم نے لیا اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔ پھر اللہ نے ان کے لئے مال غنیمت حلال کر دیا۔ (الحدیث)

امام احمد (ابو معاویہ' اعمش' عمرو بن سدہ' عبیدہ) عبداللہ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے اسیران بدر کے بارے مشورہ طلب کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ آپ کی قوم اور خاندان کے لوگ ہیں' آپ ان کو زندہ رہنے دیں اور انتظار فرمائیں' ممکن ہے اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہ! انہوں نے آپ کو جلا وطن کیا' آپ کی تکذیب کی' ان کو بلا کر سر قلم کر دیں۔

ابن رواحہ کا مشورہ : حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! زیادہ ایندھن والی وادی کا آپ انتخاب فرما دیں' پھر اس میں ان اسیروں کو داخل کر کے آگ لگا دیں۔

صحابہؓ کی مثال : یہ سب آراء سن کر رسول اللہ ﷺ اندر چلے گئے اور ان کو کچھ جواب نہ دیا تو کسی کا خیال تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر عمل کریں گے' بعض نے کہا حضرت عمرؓ کی تجویز قبول کریں گے اور کچھ نے کہا کہ ابن رواحہ کی رائے کو ترجیح دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو نرم کرتا ہے یہاں تک کہ بعض ان میں دودھ سے بھی نرم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو غلیظ اور سخت کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پتھر سے بھی سخت ہوتے ہیں۔

ابوبکرؓ آپ کی مثال' ابراہیمؑ کی طرح ہے۔ ابراہیمؑ نے کہا (۱۴/۳۶) "پس جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی پس تحقیق تو بخشنے والا ہے" نیز آپ کی مثال عیسیٰؑ کی طرح بھی ہے۔ اس نے کہا (۵/۱۱۸) "اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔" اے عمر! تیری مثال' نوحؑ کی سی ہے۔ اس نے کہا (۷۱/۲۶) "اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ ہو۔" نیز تیری مثال موسیٰؑ کی سی بھی ہے۔ اس نے کہا (۸۸/۱۰) "اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے پس یہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب دیکھیں۔"

سہیل بن بیضاء : تم تہی دست اور محتاج ہو' کوئی اسیر بغیر فدیہ کے نہ چھوڑا جائے یا اس کو تہ تیغ کر دیا جائے۔ یہ سن کر عبداللہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ماسوائے سہیل بن بیضاء کے کہ میں نے اس سے سنا ہے کہ وہ کلمہ توحید اسلام کا ذکر کر رہا تھا' یہ سن کر آپؐ خاموش ہو گئے تو میرے دل میں اندیشہ پیدا ہوا مبادا آج مجھ پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو' یہاں تک کہ خاموشی کے بعد آپ نے سہیل بن بیضاء کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال کی (۸/۶۷-۶۸) دو آیات نازل فرمائیں۔ امام ترمذی اور حاکم

نے بھی اس روایت کو ابو معاویہ سے اسی طرح بیان کیا ہے' امام حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے' امام مسلم اور بخاری نے اس کی تخریج نہیں کی۔ ابن مردویہ نے اس کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے اسی طرح نقل کیا ہے نیز ابو ایوب انصاری سے بھی ایک روایت اس کی مانند بیان کی گئی ہے۔

انصار کا حضرت عباسؓ کے قتل کا منصوبہ : مستدرک میں امام حاکم نے اور ابن مردویہ نے (عبیداللہ بن موسیٰ' اسرائیل' ابراہیم بن مہاجر' مجاہد) حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ اسیران بدر میں عباس بھی تھے۔ ان کو ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا اور انصار نے عباس کو قتل کی دھمکی دی اور یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا میں آج شب چچا عباس کی وجہ سے سو نہیں سکا' کہ انصار کا خیال تھا کہ وہ اس کو تہ تیغ کر دیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا' کیا میں ان کے پاس جاؤں؟ آپ نے "ہاں" کہا تو حضرت عمرؓ انصار کے پاس آئے اور ان سے کہا عباس کو چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا واللہ! ہم اس کو نہ چھوڑیں گے' یہ سن کر عمرؓ نے ان کو کہا اگر رسول اللہ ﷺ کی یہ خواہش ہو تو پھر انہوں نے کہا اگر رسول اللہ ﷺ کی یہ رضا ہے تو آپ اس کو لے جائیے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور کہا جناب عباس! اسلام قبول کر لیجئے! واللہ! آپ کا اسلام قبول کرنا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ محبوب ہے اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کا مسلمان ہونا پسند ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا' یارسول اللہ! یہ اسیر آپ کے قبیلہ کے لوگ ہیں ان کو رہا کر دیجئے۔ حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا ان کو تہ تیغ کر دیجئے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فدیہ لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (۸/۶۷) نازل فرمائی **ماکان النبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض** امام حاکم نے مستدرک میں کہا ہے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مسلم اور بخاری نے اس کی تخریج نہیں کی۔

مشروط فدیہ : امام ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ (سفیان ثوری' ہشام بن حسان' محمد بن سیرین' عبیدہ) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جرائیلؑ آئے اور بتایا کہ صحابہ کو اسیروں کے بارے اختیار دو' چاہیں تو وہ ان کو قتل کر دیں' دل چاہے تو فدیہ وصول کر لیں' بشرطیکہ آئندہ سال ان میں سے اتنے ہی مجاہد شہید ہو جائیں گے۔ یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا ہم فدیہ وصول کریں گے اور اس قدر ہمارے مجاہد شہید ہو جائیں' یہ حدیث نہایت غریب ہے بعض نے اس کو عبیدہ سے مرسل بیان کیا ہے' واللہ اعلم۔

کتاب من اللہ کا مطلب : ابن اسحاق (ابن ابی نجیح' عطاء) ابن عباسؓ سے **لولا کتاب من اللّٰہ سبق** (۸/۶۸) کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ دستور نہ ہوتا کہ میں پیشگی اطلاع کے بغیر عذاب نہیں کرتا تو تم نے جو فدیہ اسیروں سے لیا ہے اس پاداش میں تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا' ابن ابی نجیح کی معرفت مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ابن اسحاق وغیرہ نے اس مفہوم کو پسند کیا ہے۔ بقول اعمش' اس کا مطلب ہے کہ بدری صحابہ مغفور نہ ہوتے تو' اس جرم میں ان پر سخت عذاب نازل ہوتا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص' سعید بن جبیر اور عطاء بن ابی رباح سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ مجاہد اور ثوری نے بیان کیا ہے کہ اگر اللہ پہلے

سے ان کی مغفرت کا حکم صادر نہ کر چکا ہوتا تو ان کو عذاب سے دوچار ہونا پڑتا۔ والبی نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ ام الکتاب الاول اور لوح محفوظ میں یہ نوشت نہ ہوتی کہ مال غنیمت اور فدیہ تمہارے لئے حلال ہے تو تم عذاب عظیم کی گرفت میں ہوتے بدیں وجہ آیت (۸/۶۹) میں مال غنیمت کو حلال اور طیب قرار دے کر خورد و نوش کا حکم صادر فرمایا ہے۔

پانچ خصائص : حضرت ابوہریرہؓ' ابن مسعود' سعید بن جبیر' عطاء' حسن' قتادہ اور اعمش سے اسی طرح مروی ہے اور ابن جریر نے اس کو مختار قول کہا ہے اور یہ قول مقدم اور ترجیح یافتہ ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی متفق علیہ روایت کی بنا پر کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں پانچ خصوصیات سے نوازا گیا ہوں جو مجھ سے قبل کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب داب قائم ہے' روئے زمین میرے لئے مسجد اور طہور بنا دی گئی ہے' میرے لئے مال غنیمت حلال ہے جو کسی قوم کے لئے حلال نہ تھا' مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ نبی ایک قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا میں عالمگیر نبی ہوں۔ اعمش' حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے علاوہ کسی انسان کے لئے مال غنیمت حلال نہیں ہوا بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (۸/۶۹) پس جو مال تمہیں غنیمت میں حلال اور طیب ملا ہے اسے کھاؤ۔

زر فدیہ : امام ابوداؤد (عبدالرحمان بن مبارک' عبسی' سفیان بن حبیب' شعبہ' ابوالعنبس' ابوالشعثاء) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کے دستور کے مطابق جنگ بدر میں ہر اسیر کا زر فدیہ چار سو درہم مقرر کیا اور یہ کم از کم زر فدیہ تھا اور زیادہ سے زیادہ چار ہزار درہم تھا۔ ان اسیروں میں سے جو اسیر اسلام قبول کر لے گا' اللہ تعالیٰ نے اس زر فدیہ کے معاوضہ میں اس کو دنیا اور آخرت میں مالا مال کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ (۸/۷۰) اے نبی! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور تمہیں بخشے گا۔

والبی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عباس کے بارے نازل ہوئی۔ انہوں نے اپنا زر فدیہ' چالیس اوقیہ سونا دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے چالیس تجارت پیشہ غلاموں سے نوازا اور وہ کہا کرتے تھے مزید برآں میں اللہ تعالیٰ کی موعود مغفرت کا امیدوار ہوں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عباس بن عبداللہ بن معقل اپنے بعض افراد کی معرفت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اسیران بدر رسیوں سے بندھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ رات کے اول پہر بے خواب رہے سو نہ سکے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے آپ بے خواب ہیں تو آپ نے فرمایا' میں چچا عباس کی رسیوں میں بندھنے کی وجہ سے کراہ سن کر "سو نہیں سکا" یہ سن کر صحابہ نے عباس کی رسیاں کھول دیں اور آپ آرام سے سو گئے۔

عباسؓ کا اسلام کا ادعا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عباس سرمایہ دار شخص تھے سو اوقیہ سونا اپنا زر فدیہ ادا کیا۔ بقول ابن کثیر یہ زر فدیہ' اپنا اپنے دو بھتیجوں عقیل اور نوفل' اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو حارثی کی طرف [illegible] تھا کہ وہ تو

مسلمان ہو چکا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم تو آپ کی ظاہر حالت پر حکم نافذ کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کے مسلمان ہونے کو جانتا ہے وہ ہی اس کا صلہ و ثواب دے گا۔

بے زر ہونے کا ادعا : نیز اس کا ادعا اور غلط دعویٰ تھا کہ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو آپؓ نے اور ام فضل نے دفن کیا تھا اور آپ نے کہا تھا اگر میں اس سفر میں کام آجاؤں تو یہ مال فضل' عبداللہ اور قثم کا ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا بخدا مجھے معلوم ہوا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کہ یہ بات میرے اور ام فضل کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں' اس کو ابن اسحاق نے ابن ابی نجیح از عطا از ابن عباس بیان کیا ہے۔ امام بخاری (موسیٰ بن عقبہ' زہری) حضرت انس بن مالک سے بیان کرتے ہیں کہ انصار نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا زر فدیہ معاف کر دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا واللہ! تم ایک درہم کی بھی تخفیف نہیں کر سکتے۔

امام بخاری (ابراہیم بن طہمان' عبدالعزیز بن صہیب) حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ بحرین سے بہت سارا مال آیا اور آپؐ نے فرمایا مسجد میں رکھ دو' ادھر سے عباسؓ تشریف لائے اور عرض کیا یارسول اللہ! مجھ پر نوازش کیجئے میں نے اپنا اور عقیل وغیرہ کا زر فدیہ ادا کیا تھا آپ نے فرمایا "خذ" یعنی لے لو۔ انہوں نے دونوں ہتھیلیوں میں بھر کر اپنے کپڑے میں ڈال لیا پھر وہ اسے تنہا اٹھانے لگے تو اٹھا نہ سکے۔ عرض کیا کسی کو حکم دیجئے کہ اوپر اٹھوا دے۔ آپ نے فرمایا "نہ" پھر کہا آپ ہی مجھے اٹھوا دیں فرمایا بالکل نہیں چنانچہ انہوں نے کچھ مال نکال کر باقی ماندہ اپنے کندھے پر رکھ لیا اور مسجد سے باہر چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ ان کی حرص و آز کی وجہ سے برابر ان کے پیچھے ٹک ٹکی لگائے ہوئے تھے یہاں تک کہ وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ بیہقی' اسماعیل بن عبدالرحمان اسدی سے بیان کرتے ہیں کہ عباس' عقیل اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب' ہر ایک کا زر فدیہ چار سو دینار تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو دھمکی آمیز کلام سے خطاب کیا (۸/۲/۷۱) اگر یہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہیں گے تو پہلے ہی اللہ سے دغا کر چکے ہیں پھر اللہ نے انہیں گرفتار کرا دیا اور اللہ جاننے والا حکم والا ہے۔

بدر میں شہداء اور مقتولوں کی تعداد : مشہور ہے کہ جنگ بدر میں ستر اسیر تھے اور ستر ہی مشرک قتیل تھے جیسا کہ متعدد احادیث میں بیان ہو چکا ہے اور آئندہ بھی بیان ہو گا اور جیسا کہ بخاری شریف میں حدیث براءؓ میں ہے کہ مشرکین جنگ بدر میں ستر قتیل ہوئے اور ستر اسیر ہوئے۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ جنگ بدر میں چھ قریشی شہید ہوئے اور آٹھ انصاری شہید ہوئے اور مشرکین میں ۴۹ ہلاک ہوئے اور ۳۹ اسیر ہوئے' امام بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور ابن لھیعہ نے ابوالاسود کی معرفت عروہ سے بھی شہداء اور ہلاک شدگان مشرکین کی تعداد اسی طرح بیان کی ہے۔ امام حاکم (اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر) محمد بن اسحاق سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں گیارہ مسلمان شہید ہوئے چار قریشی اور سات انصاری اور بیس سے کچھ اوپر مشرک ہلاک ہوئے۔ اس نے دوسرے مقام پر بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ چالیس اسیر تھے اور قتیل بھی اتنے ہی تھے۔

پہلا شہید مھجع ؓ : بیہقی' زہری سے بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلا شہید مھجعؓ مولی حضرت عمرؓ تھا اور ایک انصاری' نیز جنگ بدر میں ستر سے زائد مشرک ہلاک ہوئے اور اتنے ہی اسیر ہوئے۔ اس روایت کو ابن وھب نے یونس بن یزید از زہری از عروہ بن زبیر بیان کیا ہے۔

مشرکین کے اسیروں اور مقتولوں کی تعداد : امام بیہقی کا بیان ہے کہ مشرکین کے مقتولوں اور اسیروں کے بارے یہ صحیح تر روایت ہے پھر حافظ بیہقی نے اس بات پر اس روایت سے دلیل اخذ کی ہے نیز بخاری کی اس حدیث سے بھی جو ابو اسحاق کی معرفت حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد میں عبداللہ بن جبیر کو تیراندازوں پر امیر مقرر کیا اور مشرکین نے ہم سے ستر صحابہ شہید کئے' نبی علیہ السلام اور صحابہ نے جنگ بدر میں ۱۴۰ مشرکین کو گزند پہنچائی۔ ستر کو اسیر بنایا اور ستر کو قتل کیا۔

فریقین کی تعداد : بقول امام ابن کثیرؒ کہ جنگ بدر میں مشرکین کی صحیح تعداد نو سو سے ہزار کے درمیان تھی اور قتادہ نے صراحتہ" بیان کیا ہے کہ وہ نو سو پچاس تھے گویا اس کا ماخذ بھی ہمارا مذکور بالا قول ہے' واللہ اعلم۔ حضرت عمرؓ کی گذشتہ روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ ہزار سے زائد تھے اور درست قول' پہلا ہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کی تعداد ۹۰۰ سو سے لے کر ہزار کے درمیان ہے اور صحابہ کی تعداد اس روز تین سو دس سے زائد تھی جیسا کہ آئندہ مفصل بیان ہو گا۔

غزوۂ بدر کب ہوا : حدیث حکم از مقسم از ابن عباس میں بیان ہو چکا ہے کہ جنگ بدر بروز جمعہ ۱۷ رمضان ۲ھ میں وقوع پذیر ہوئی' عروہ بن زبیر' قتادہ' اسماعیل' سدی کبیر اور ابو جعفر باقر کا بھی یہی قول ہے۔ بیہقی (قتیبہ' جریر' اعمش' ابراہیم' اسود) حضرت عبداللہ بن مسعود سے "لیلتہ القدر" کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس کو تم رمضان کے گیارہ روز باقی رہتے ہوئے تلاش کرو' کہ اس رات کی صبح کو جنگ بدر ہوا۔ بیہقی نے زید بن ارقم سے نقل کیا ہے کہ اس نے لیلتہ القدر کے بارے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ وہ بلاشک ۱۹ ویں رات ہے جنگ بدر کے روز جس روز فریقین کی جنگ ہوئی۔ بقول امام بیہقی' علماء مغازی کا مشہور قول یہ ہے کہ جنگ بدر سترہ رمضان ۲ھ کو ہوئی۔ امام بیہقی نے جنگ بدر کے بارے حضرت ابوایوب انصاری سے ایک سوال کا جواب نقل کیا ہے کہ وہ جنگ ۱۷ کو ہوئی یا ۱۳ کو' یا رمضان کے گیارہ روز باقی رہتے ہوئے یا سترہ روز باقی رہتے ہوئے۔ یہ قول نہایت غریب ہے۔

قباث بن اشیم لیثیؓ کا مسلمان ہونا : ان کے ترجمہ و تعارف میں' حافظ ابن عساکر نے واقدی وغیرہ سے بیان کیا ہے کہ وہ جنگ بدر میں مشرکین کے ہمراہ شامل ہوئے اور انہوں نے صحابہ کی قلت اور کم تعداد ہونے کے باوجود مشرکین کی ہزیمت کو بیان کیا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ایسا واقعہ تو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا' ایسی صورت حال میں تو صرف خواتین ہی جنگ سے فرار کر سکتی ہیں' واللہ! اگر قریشی خواتین بھی آلات جنگ سے لیس ہو کر میدان جنگ میں آتیں تو محمدؐ اور اس کے رفقاء کو پسپا کر دیتیں۔

غزوہ خندق کے بعد کا واقعہ ہے کہ میں نے سوچا مدینہ جاؤں اور محمد کا کلام سنوں کہ میرا دل اسلام کی طرف مائل تھا چنانچہ میں مدینہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ مسجد میں صحابہ کی ایک

جماعت میں مسجد کے سایہ میں تشریف فرما ہیں چنانچہ میں حاضر خدمت ہوا اور میں آپ کو پہچانتا نہ تھا۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے قباث بن اشیم! تم نے ہی جنگ بدر کے بارے کہا تھا۔ "**مارایت مثل هذا الامر' فر منه الا النساء**" یہ بات سن کر میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ "آپ اللہ کے رسول ہیں" کہ یہ بات میرے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا' محض میرے دل میں آئی تھی' میں نے کسی کو بتائی نہ تھی' اگر آپ نبی نہ ہوتے تو آپ کو معلوم نہ ہوتا' ہاتھ پھیلائیے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں' چنانچہ میں مسلمان ہو گیا۔

مال غنیمت کا کون حقدار ہے؟ : جنگ بدر کے مال غنیمت میں صحابہ کرام میں اختلاف برپا ہوا کہ یہ کس کا حق ہے' صحابہ کرام تین گروپوں میں بٹے ہوئے تھے ایک گروپ رسول اللہ ﷺ کا محافظ تھا مبادا دشمن موقعہ پا کر آپ پر حملہ کر دے اور ایک گروپ مشرکین کے ساتھ برسرپیکار تھا وہ ان کو موت کے گھاٹ اتار رہا تھا اور گرفتار کر رہا تھا' اور تیسرا گروپ مال غنیمت کے جمع کرنے میں مصروف تھا۔ ہر فریق دعویدار تھا کہ بہ نسبت دوسرے کے یہی مال غنیمت کا زیادہ حقدار ہے۔

ابن اسحاق (عبدالرحمان بن حارث وغیرہ' سلیمان بن موسیٰ' مکحول) ابو امامہ باہلی سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبادہ بن صامتؓ سے "انفال" کے بارے سوال کیا تو بتایا یہ سورت اصحاب بدر کے بارے نازل ہوئی جب ہم نے مال غنیمت کے سلسلہ میں اختلاف کیا اور بدمزاجی کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے رائے سے ہمیں محروم کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کا اختیار عطا کر دیا چنانچہ آپ نے اس کو اصحاب بدر میں برابر برابر تقسیم فرما دیا' امام احمد نے اس کو محمد بن سلمہ کی معرفت' محمد بن اسحاق سے بیان کیا ہے۔ برابر برابر تقسیم کا مطلب یہ ہے کہ مذکور بالا ہر سہ فریق میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی بلکہ یکساں طور پر سب میں مال غنیمت تقسیم کر دیا اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اس سے خمس اور پانچواں حصہ نہیں لیا گیا جیسا کہ ابوعبیدہ وغیرہ کا خیال ہے' واللہ اعلم۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اس مال غنیمت میں سے ذوالفقار تلوار کو اپنے لئے منتخب کیا اور بقول ابن جریر' ابوجہل کا اونٹ بھی اپنے لئے مختص کر لیا جس کے ناک میں چاندی کی نکیل تھی اور یہ خمس نکالنے سے قبل آپ نے مختص کر لیا تھا۔

امام احمد' عبادہ بن صامت سے بیان کرتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے ہمراہ گیا اور جنگ احد میں شریک ہوا۔ جنگ ہوئی اور اللہ نے کفار کو ہزیمت سے دوچار کیا۔ ایک گروہ نے دشمن کا تعاقب کیا' ان کو تہ تیغ کیا اور میدان سے مار بھگایا (اور بعض کو اسیر بنایا) ایک گروہ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑا اور اس کو جمع کر لیا اور ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے اردگرد تھا' مبادا دشمن موقعہ پا کر آپ کو گزند پہنچائے۔

سورہ انفال کا نزول : جب رات ہوئی اور سب مجاہد اپنے اپنے مقام پر آ گئے تو مال غنیمت جمع کرنے والوں نے کہا' یہ مال ہم نے جمع کیا ہے' اس میں کسی اور کا حصہ نہیں اور تعاقب کرنے والوں نے کہا' تم ہم سے زیادہ اس کے حق دار نہیں ہو ہم نے دشمن کو مار بھگایا اور شکست سے دوچار کیا اور رسول اللہ ﷺ کی نگاہ بانی کرنے والوں نے کہا' ہمیں اندیشہ لاحق ہوا مبادا دشمن موقعہ پا کر آپ کو تکلیف پہنچائے' پس ہم آپ

کی حفاظت میں مصروف رہے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (۸/۱) تجھ سے غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں کہہ دے کہ غنیمت کا مال اللہ اور رسول کا ہے سو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو' اگر ایماندار ہو چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کو برابر برابر تقسیم کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب دشمن کے علاقے میں حملہ کرنے جاتے تو مجاہد کو مال غنیمت میں سے چوتھا حصہ بطور انعام دیتے اور واپسی میں تیسرا حصہ بطور انعام دیتے۔ اور مال غنیمت سے مزید دینا پسند نہ کرتے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے عبدالرحمان بن حارث کی روایت کا آخری حصہ ثوری سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو "حدیث حسن" کہا ہے ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں عبدالرحمان سے بیان کیا ہے اور امام حاکم نے اس کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے مگر امام مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔

ابوداؤد' نسائی' ابن حبان اور حاکم نے متعدد طرق سے (داؤد بن ابی ہند' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں فرمایا جو مجاہد یہ کام انجام دے گا اس کو بطور انعام اتنا ملے گا یہ سن کر نوجوانوں نے ان کاموں کے انجام دینے میں سرعت کا مظاہرہ کیا اور عمر رسیدہ لوگ علم تلے بیٹھے رہے جب مال غنیمت کی تقسیم کا موقعہ آیا تو وہ انعام کے حصول کی خاطر آئے اور عمر رسیدہ لوگوں نے کہا' تم ہم سے ترجیحی سلوک نہ کرو' ہم بھی تمہارے معاون تھے۔ اگر تم ناکام ہوئے تو ہم بھی تمہاری امداد کو چلے آتے پس ان میں نزاع اور اختلاف رونما ہوا تو اللہ تعالیٰ نے سورت انفال (۸/۱) نازل فرمائی۔ (جس کا ترجمہ حدیث عبادہ بن مذکور ہے) سورہ انفال (۸/۱) کی آیت کے سبب نزول میں ہم نے اور آثار بھی بیان کئے ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کا حق اللہ اور اس کے رسول کا ہے وہی اس کے بارے معاشی اور اخروی مصلحت کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے سورت انفال میں اس کا حکم نازل فرمایا بعد ازیں واقعہ بدر اور اس کے انجام کا ذکر کرکے فرمایا (۸/۴۱) "اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں بطور غنیمت ملے خواہ کوئی چیز ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔"

خمس کب نازل ہوا : بظاہر یہ آیت (۸/۴۱) آیت (۸/۱) مجمل کی تفسیر و تشریح ہے جس کی تقسیم اللہ اور اس کے رسول کے سپرد تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی مشیت سے بیان کر دیا ابو زید کا قول بھی یہی ہے مگر ابو عبید قاسم بن سلامؒ کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے مال غنیمت کو مساوی طور پر مجاہدین میں تقسیم فرما دیا اور اس سے خمس اور پانچواں حصہ نہیں نکالا' بعد ازیں خمس کا حکم نازل ہوا جو پہلی تقسیم کا ناسخ ہے' والبی نے ابن عباس سے اسی طرح نقل کیا ہے مجاہد' عکرمہ اور سدی کا بھی یہی قول ہے مگر ابو عبید کا یہ قول محل نظر ہے' واللہ اعلم۔ کیونکہ آیت کے سیاق اور سباق سے واضح ہے کہ یہ آیات غزوہ بدر کے بارے بیک وقت نازل ہوئی ہیں۔ جن میں تقدم و تاخر اور نسخ کا کوئی دخل نہیں نیز مسلم' بخاری میں حضرت علیؓ سے ان ۲ اونٹنیوں کے بارے مروی ہے جن کی کوہان کو حضرت حمزہؓ نے کاٹ دیا تھا ان میں سے ایک غزوہ بدر کے خمس کی تھی... کے مال

غنیمت سے خمس نہیں نکالا۔

مدینہ واپسی : نبی علیہ السلام بدر سے' بہ تائید ایزدی منصور اور فتح یاب ہو کر مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ جنگ بدر بروز جمعہ ۱۷۔ رمضان ۲ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ متفق علیہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم پر فتح یاب ہوتے تو میدان جنگ میں تین روز تک قیام فرماتے اس دستور کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے میدان بدر میں بھی سہ روز قیام فرمایا (کما تقدم) آپ وہاں سے سوموار کی رات کو روانہ ہوئے سوار ہو کر' قلیب بدر پر رکے' اور اہل قلیب سے بطور زجر و توبیخ مخاطب ہوئے۔

عبداللہ بن رواحہؓ اور زیدؓ مژدہ فتح لائے : پھر آپ اسیروں اور مال غنیمت کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اہل مدینہ کو فتح و کامیابی کا مژدہ سنانے کے لئے دو صحابیوں کو روانہ فرمایا عبداللہ بن رواحہ کو عوالی مدینہ اور بالائی حصہ کی طرف بھیجا اور زید بن حارثہ کو زیریں اور مسفلہ علاقہ کی طرف روانہ کیا۔ حضرت اسامہ بن زید کا بیان ہے کہ ہم حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ زوجہ حضرت عثمانؓ بن عفان کی تدفین سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ہمیں جنگ بدر کی فتح کی خوش خبری ملی۔ حضرت عثمان رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے رک گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا اور آخرت میں اجر کا بھی وعدہ کیا۔ حضرت اسامہ کا بیان ہے کہ میرے والد زیدؓ فتح کا مژدہ لے کر آئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ عید گاہ میں کھڑے ایک ہجوم میں اعلان کر رہے تھے' عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ابوجہل بن ہشام' زمعہ بن اسود' ابوالبختری' عاص بن ہشام' امیہ بن خلف' نبیہ اور منبہ پسران حجاج سب کے سب تہ تیغ ہو گئے' میں نے پوچھا ابا! کیا یہ بات درست ہے بتایا ہاں بیٹا! واللہ درست ہے۔

یقین نہ آیا : بیہقی (حماد بن سلمہ' ہشام بن عروہ' عروہ) اسامہ بن زیدؓ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت عثمانؓ اور اسامہؓ کو حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کیلئے مدینہ میں رہ جانے کی اجازت فرمائی تھی اور زید بن حارثؓ' رسول اللہ ﷺ کی سواری عضباء پر سوار ہو کر مژدہ فتح لائے۔ اسامہؓ نے کہا میں نے شور و غل سنا اور اسکی طرف آیا دیکھا تو زید بن حارثہ فتح کا مژدہ لائے ہیں واللہ! میں نے انکی بات کو صحیح نہیں سمجھا حتیٰ کہ میں نے اسیروں کو دیکھ لیا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کو غنیمت میں سے حصہ دیا۔

جبرائیل کی رفاقت : واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے واپسی کے دوران نماز عصر "اثیل" مقام پر پڑھی ایک رکعت کے بعد آپ مسکرائے' صحابہ نے وجہ تبسم دریافت کی تو فرمایا میکائیلؑ کو دیکھا ہے اس کے پر کے اوپر غبار ہے وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور اس نے کہا میں کفار کی جستجو اور تلاش میں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی رضا : جنگ بدر سے فراغت کے بعد آپ کے پاس جبرائیل آئے گھوڑی پر سوار تھے' اس کی پیشانی بندھی ہوئی تھی اور دو دانت غبار آلود تھے اس نے عرض کیا اے محمد! مجھے میرے رب نے بھیجا ہے کہ آپ سے الگ نہ ہوں تاوقتیکہ آپ خوش ہو جائیں کیا آپ خوش و خرم ہیں تو آپؑ نے

"ہاں" میں جواب دیا۔ واقدی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "اثیل" سے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کو روانہ کیا اور وہ بروز سوموار دن چڑھے آئے۔ عبداللہ بن رواحہ' وادی عقیق سے زید بن حارثہ سے جدا ہو گئے۔ چنانچہ عبداللہ بن رواحہ' شتر پر سوار اعلان کر رہے تھے اے انصاریو! رسول اللہ ﷺ کی خیروعافیت مبارک ہو۔ مشرکین قتل اور گرفتار ہو چکے ہیں۔ پسران ربیعہ' پسران حجاج' ابوجہل' زمعہ اور امیہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں' سہیل بن عمرو گرفتار ہو چکا ہے۔

عاصم بن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ابن رواحہ کو الگ کر کے پوچھا کیا سچ کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں! واللہ! رسول اللہ ﷺ کل اسیروں کو لے کر تشریف لے آئیں گے پھر اس نے "عالیہ" میں انصار کے گھر گھر خوشی کا پیام سنایا اور بچے بھی اس کے ساتھ کہہ رہے تھے ابوجہل فاسق تہ تیغ ہو چکا ہے۔ جب وہ بنی امیہ کے محلہ میں آئے تو زید بن حارثہ بھی رسول اللہ ﷺ کی سواری پر سوار ہو کر پہنچ چکا تھا اور اہل مدینہ کو فتح کا مژدہ سنا رہا تھا جب وہ عیدگاہ میں آیا تو اس نے بلند آواز سے کہا عتبہ' شیبہ' پسران ربیعہ' پسران حجاج' امیہ' ابوجہل' ابو البختری اور زمعہ بن اسود موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں' سہیل بن عمرو اسیروں میں گرفتار چلے آرہے ہیں۔ لوگ اس کی بات پر یقین نہیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ زید شکست خوردہ ہے۔ یہاں تک کہ اس بات نے مسلمانوں کو پریشان کر دیا۔ زیدؓ اس وقت تشریف لائے جب رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے دفن سے فارغ ہو چکے تھے۔

منافقین کی ریشہ دوانیاں : ایک منافق نے اسامہ کو کہا' کہ نبی علیہ السلام اور اس کے رفقا قتل ہو چکے ہیں۔ دوسرے منافق نے ابولبابہؓ کو کہا تمہارے رفقاء تتربتر ہو چکے ہیں اب وہ مدینہ میں کبھی نہ آئیں گے۔ محمدؐ اور اس کے رفقاء قتل ہو چکے ہیں یہ ان کی سواری ہے۔ ہم اس کی سواری پہچانتے ہیں اور یہ زیدؓ بدحواسی کے عالم میں ہے' مرعوبیت کے عالم میں ٹاک ٹوئیاں مار رہا ہے۔ تو ابولبابہ نے کہا اللہ تعالیٰ تیری بات کو جھوٹا کر دکھائے گا۔ یہود نے کہا زید شکست کھا کر چلا آیا ہے۔ یہ سن کر اسامہؓ اپنے والد کے پاس آیا اور ان سے تنہائی میں پوچھا جو آپ کہہ رہے ہیں کیا وہ حقیقت ہے؟ تو زید نے کہا ہاں! واللہ! میں سچ کہہ رہا ہوں پھر میں دل کو مضبوط کر کے باہر آیا اور اس منافق کے پاس جا کر کہا تو رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کے بارے شر انگیز افواہیں پھیلا رہا ہے جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو تجھے میں ان کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ تیرا سر قلم کر دیں گے تو اس نے کہا میں نے تو یہ بات لوگوں سے سنی ہے۔ چنانچہ اسیروں کو شقران بدری مولائے رسول ﷺ کی نگرانی میں مدینہ میں لایا گیا اور وہ ۴۹ تھے بقول واقدی متفق علیہ قول یہ ہے کہ وہ ۷۰ تھے۔ معززین اور شرفاء نے آپ کا روحاء میں استقبال کیا اور آپ کو فتح کی مبارک باد پیش کی۔

اسید کی معذرت : اسید بن حضیرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس اللہ کا شکر ہے جس نے آپؐ کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا اور آپ کی آنکھ کی خنکی کا سامان بہم پہنچایا' واللہ! یارسول اللہ! میری جنگ بدر سے غیر حاضری اس باعث نہ تھی کہ آپ دشمن سے نبرد آزما ہوں گے' میرا گمان تو یہی تھا کہ آپ کاروان تجارت کی غرض سے جا رہے ہیں اگر مجھے ذرہ برابر معلوم ہوتا کہ آپ دشمن سے محاذ آرائی کے لئے جا رہے ہیں تو میں

قطعاً پیچھے نہ رہتا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے اس کی معذرت قبول فرمائی اور فرمایا کہ تم نے درست کہا ہے۔

نگران : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ مدینہ واپس آرہے تھے آپ کے ہمراہ اسیران بدر تھے جن میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بھی شامل تھے اور مال غنیمت کا نگران عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار تھا۔ ایک مسلمان نے رجزیہ اشعار پڑھے بقول ابن ہشام اس کا نام ہے عدی بن ابی الزغباء ۔

أقم لها صدورها يا بسبس ليس بذي الطلح لها معرس
ولا بصحراء عمير محبس إن مطايا القوم لا تحبس
فحملها على الطريق أكيس قد نصر الله وفر الأخنس

(اے بس بس! ان سواریوں کے سینوں کو سیدھا رکھو' ذی طلحہ مقام پر ان کا پڑاؤ نہیں ہے۔ اور نہ ہی دشت عمیر میں ان کو روکنا ہے قوم کی سواریاں نہ رکیں گی۔ ان کو راستے پر لے جانا عقل مندی ہے اللہ نے مدد دی اور شیطان فرار ہو گیا)

سلمہ بن سلامہ کا تبصرہ : رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے چلتے چلتے "مضیق الصفراء" کو عبور کر کے "سیر" نامی ٹیلے پر فروکش ہوئے جو مضیق اور نازیہ کے مابین واقع ہے وہاں مساوی طور پر مال غنیمت تقسیم کیا۔ آپ نے پھر کوچ کیا تو "روحاء" میں آپؐ کے صحابہؓ نے استقبال کیا آپ کو اور آپ کے رفقاء کو فتح و کامرانی پر مبارک باد پیش کی' مبارک کے یہ الفاظ سن کر' سلمہ بن سلامہ بن وقش بدریؓ نے کہا --- جیسا کہ مجھے عاصم بن عمراور یزید بن رومان نے بتایا ہے --- کس بات کی تہنیت اور مبارک باد پیش کر رہے ہو واللہ! ہماری جنگ تو بوڑھوں سے ہوئی جن کے سر کے بال جھڑ چکے تھے وہ بندھے ہوئے اونٹوں کی طرح تھے ہم نے ان کو قتل کر ڈالا۔ یہ الفاظ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا اے برادر زادہ! وہ اشراف اور رؤسائے قریش تھے۔

نضر بن حارث اور عقبہ کا قتل کرنا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفراء میں نضر بن حارث کا سر قلم کیا بقول بعض اہل مکہ' حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا پھر وہاں سے روانہ ہوئے' "عرق الظبیبہ" میں عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا' بقول ابن اسحاق رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کے قتل کا حکم دیا تو اس نے عرض کیا اے محمد! بچوں کا کون کفیل ہو گا۔ فرمایا "آتش" --- ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر کے مطابق --- اس کو عاصم بن ثابت بن ابی افلح برادر بنی عمرو بن عوف نے قتل کیا "مغازی" میں موسیٰ بن عقبہ نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اور اس کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے علاوہ کوئی اسیر قتل نہیں کیا اور جب عاصم بن ثابت اسے قتل کرنے لگا تو اس نے کہا اے معشر قریش! ان اسیروں میں سے صرف مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے تو اس نے کہا' اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ عداوت کی بنا پر۔

حماد بن سلمہ نے عطاء بن سائب کی معرفت شعبی سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کے

قتل کا حکم دیا تو اس نے کہا' اے محمد! کیا سب قریش میں سے آپ مجھے ہی قتل کریں گے تو آپ نے فرمایا "ہاں" کیا جانتے ہو اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا' میں ایک روز مقام ابراہیم کے پیچھے سجدہ ریز تھا اس نے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ کر خوب دبایا اور اٹھایا نہیں تاوقتیکہ میں نے سمجھا کہ میری آنکھیں پھوٹ جائیں گی۔ ایک بار یہ بکری کا اوجھ لایا' میں سجدہ میں تھا اور میرے سر پر ڈال دیا چنانچہ فاطمہؓ آئی اور اس نے اتار کر میرا سر دھویا بقول ابن ہشام' علیؓ نے ہی عقبہ کو قتل کیا جیسا کہ زہری وغیرہ کا بیان ہے۔ بقول امام ابن کثیر' یہ دونوں نہایت شریر اور بداخلاق تھے دوسروں کی نسبت کفر و عناد' سرکشی کا مجسمہ تھے یہ ملعون اسلام اور اہل اسلام کی ہجو کا موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ نضر بن حارث ملعون کی ہمشیرہ قتیلہ نے اپنے بھائی کا مرثیہ کہا

يا راكبا إن الأثيل مظنة ... من صبح خامسة وأنت موفق

أبلغ بها ميتا بأن تحية ... ما إن تزال بها النجائب تخفق

مني إليك وعبرة مسفوحة ... جادت بواكفها وأخرى تخنق

هل يسمعن النضر إن ناديته ... أم كيف يسمع ميت لا ينطق

أمحمد يا خير ضنء كريمة ... من قومها والفحل فحل معرق

(اے سوار! غالب گمان ہے کہ تو پانچویں رات کی صبح کو مقام اثیل پر پہنچ جائے گا بشرطیکہ تجھے توفیق نصیب ہو۔ وہاں مدفون میت کو سلام پہنچا دے۔ دستور ہے کہ سواریاں سلام پہنچانے کی خاطر رواں دواں رہتی ہیں۔ میری جانب سے اور آنسو جو آنکھ سے ٹپک رہا ہے جس نے گرتے ہوئے آنسو کو نثار کر دیا ہے اور دوسرا ابھی آنکھ میں منتظر ہے۔ اگر میں نضر کو پکاروں تو کیا وہ سن لے گا؟ بلکہ مردہ جس کو بولنے کی استطاعت نہ ہو کیسے سن سکتا ہے؟ اے محمدؐ! اے اپنی قوم کی ایک محترمہ کے فرزند ارجمند' جس کا شوہر نامدار بھی عالی جاہ ہے)

ما كان ضرك لو مننت وربما ... من الفتى وهو المغيظ المحنق

أو كنت قابل فدية فلينفقن ... بأعز ما يغلو به ما ينفق

والنضر أقرب من أسرت قرابة ... وأحقهم إن كان عتق يعتق

ظلت سيوف بني أبيه تنوشه ... لله أرحام هنالك تشقق

صبرا يقاد إلى المنية متعبا ... رسف المقيد وهو عان موثق

(اگر آپ احسان فرما دیتے تو آپ کا کیا نقصان تھا؟ بسا اوقات غیظ و غضب سے مغلوب جوان بھی احسان کر دیتا ہے۔ یا آپ زر فدیہ کو قبول فرماتے تو زر کثیر صرف کر دیا جاتا۔ نضر سب اسیروں سے آپ کا قریبی عزیز تھا۔ اور رہائی کا زیادہ حقدار تھا' اگر کسی کو آزاد کر دیا جاتا۔ اس کے چچا زاد بھائیوں کی تلواریں اس کو نوچنے لگیں۔ ارے حیرت ہے وہاں کس قدر قطع رحمی نمودار ہوئی۔ وہ تھکا ماندہ موت کی طرف بیڑیوں میں باندھ کر لیجایا جا رہا تھا اور وہ اسیر بندھا ہوا تھا)

بقول ابن ہشام مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان اشعار کا علم ہوا تو فرمایا اگر قبل از قتل یہ اشعار سن

پاتا تو اس پر احسان کر دیتا۔ (واللہ اعلم)

ابوھند سے تحفہ قبول کیا : بقول ابن اسحاق' رسول اللہ ﷺ سے اسی مقام "صفراء" میں ہی ابوہند' غلام خروہ بن عمرو بیاضی نے ملاقات کی' یہ آپ کا حجام تھا۔ اس کے پاس ایک مشک حیس' کھجور' ستو اور گھی سے تیار شدہ حلوہ کی بھری ہوئی تھی' اس نے یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا اور آپ نے قبول فرمالیا۔ اور انصار کو اس کے بارے وصیت کی۔

اسیروں سے حسن سلوک : بقول ابن اسحاق' پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے اور قیدیوں سے ایک روز قبل مدینہ میں تشریف لے آئے' بقول نبیہ جب بدر سے اسیروں کو روانہ کیا تو صحابہؓ میں ان کو تقسیم کر کے حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔

ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم : مصعب بن عمیرؓ کا حقیقی بھائی بھی اسیروں میں تھا' اس کا بیان ہے کہ مجھے ایک انصاری ابو الیسر گرفتار کر رہا تھا کہ مصعب میرے پاس سے گزرا تو انصاری کو تاکید کی' کہ اس کو اچھی طرح سے باندھ لو' اس کی والدہ سرمایہ دار ہے ممکن ہے وہ آپ کو زر فدیہ ادا کر دے' یہ سن کر ابو عزیز نے کہا اے برادر من! یہ آپ کی میرے بارے وصیت ہے تو مصعب نے کہا میرا بھائی انصاری ہے تو نہیں پھر اس کی والدہ نے پوچھا سب سے زیادہ فدیہ کتنا دیا گیا ہے۔ بتایا گیا چار ہزار درہم تو اس نے چار ہزار درہم فدیہ پیش کیا۔ بقول امام ابن کثیرؒ اس کا نام زرارہ ہے ملاحظہ ہو اسد الغابہ لابن اثیر اور خلیفہ بن خیاط نے اس کو صحابہؓ میں شمار کیا ہے۔ یہ مصعب کا حقیقی بھائی ہے ان کا ایک اور بھائی تھا ابوالروم' ابو عزیز کو جنگ احد کے مقتولوں میں شمار کرنے والے نے غلط کہا ہے وہ ابو عزۃ تھا جو جنگ احد میں ہلاک ہوا' کما سیاتی' واللہ اعلم۔ ابو عزیز کا بیان ہے کہ جب ہم بدر سے روانہ ہوئے تو میں انصاریوں کے سپرد تھا' جب وہ صبح اور شام کا کھانا لاتے میرے آگے روٹی رکھ دیتے اور خود کھجور کھاتے (یہ محض رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا کرشمہ تھا) جس کے ہاتھ میں کہیں سے روٹی آتی وہ میرے سامنے رکھ دیتا میں شرماتا اور روٹی ان کو واپس کر دیتا مگر وہ ہاتھ بھی نہ لگاتا اور مجھے ہی واپس دے دیتا۔

بقول ابن ہشام' نضر بن حارث کے بعد' بدر میں ابو عزیرہ قریش کا علمبردار تھا۔

ماتم میں : ابن اسحاق' عبداللہ بن ابی بکر' کی معرفت بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن سعد بن زرارہ نے بتایا کہ جب اسیروں کو مدینہ لایا گیا تو سودہ بنت زمعہ' رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ' آل عفراء کے ہاں "ماتم" میں تھیں جو عوف اور معاذ پسران عفراء شہیدان بدر کی وجہ سے تھا یہ قبل از حجاب کا واقعہ ہے۔ سودہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ واللہ! میں ان کے گھر تھی جب اسیر لائے گئے' پھر میں واپس اپنے گھر چلی آئی اور رسول اللہ ﷺ بھی گھر پر موجود تھے' ناگہاں ابویزید سہیل بن عمرو پر نگاہ پڑی جو کمرے کے ایک گوشہ میں تھا' اس کے ہاتھ رسی سے گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے تو بے ساختہ بول اٹھیں اے ابویزید! تم نے خود کو ان کے سپرد کر دیا (اور مشکیں کسوالیں) تم عزت کی موت' کیوں نہ مرگئے؟ میں نے یہ جملہ کہا ہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ کہہ کر چونکا دیا اے سودہ! کیا تو اللہ اور اس کے رسول

کے خلاف لوگوں کو آمادہ کر رہی ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ واللہ' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے۔ جب میں نے ابویزید کو اس ناگفتہ بہ حالت میں دیکھا تو بے ساختہ میری زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

فتح بدر سے نجاشی کی خوشی : حافظ بیہقی' عبدالرحمان صنعانی سے بیان کرتے ہیں ایک روز نجاشی نے جعفر اور اس کے رفقا کو بلایا' وہ آئے تو نجاشی اپنے گھر میں بوسیدہ کٹا پھٹا لباس پہنے خاک پر بیٹھا تھا' جعفر کا بیان ہے کہ ہم نجاشی کو اس کیفیت میں بیٹھے دیکھ کر سہم گئے جب اس نے ہمارے چہرے بشرے کی کیفیت کو دیکھا تو اس نے کہا' میں تمہیں خوشی کا مژدہ سناتا ہوں' تمہارے علاقے سے مجھے خبر ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی مدد کی ہے اور اس کے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے' فلاں فلاں اسیر ہو چکے ہیں اور فلاں فلاں قتل' بکثرت پیلو دار وادی بدر میں جنگ ہوئی ہے گویا میں اسے اب دیکھ رہا ہوں' میں وہاں اپنے آقا ضمری کے اونٹ چرایا کرتا تھا یہ سن کر جعفر نے پوچھا' فرمایئے آپ خاک پر کیوں بیٹھے ہیں اور جسم پر یہ چیتھڑے کیوں ہیں؟ نجاشی نے بتایا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کلام میں یہ مذکور ہے کہ اللہ کے بندوں پر ضروری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو نئی نعمت سے نوازے تو وہ تواضع اور انکساری کا اظہار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی اعانت کر کے مجھے ممنون کیا ہے۔ تو میں نے بھی تواضع اور فروتنی کا مظاہرہ کیا ہے۔

مکہ میں شکست کی خبر : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مکہ میں قریش کی ہزیمت کی خبر' سب سے پہلے حیسمان بن عبداللہ خزاعی نے بتائی۔ لوگ اس سے پوچھنے لگے بتاؤ' کیا حال ہے۔ اس نے بتایا' عتبہ' شیبہ' ابوجہل' امیہ' زمعہ' نبیہ' منبہ' ابوالبختری اور کئی ایک رؤسائے قریش میں سے قتل ہو چکے ہیں' یہ سن کر صفوان بن امیہ نے کہا' واللہ! یہ بدحواسی کے عالم میں ہے۔ اس سے میرے بارے پوچھو تو انہوں نے کہا بتاؤ صفوان بن امیہ کا کیا حال ہے' اس نے کہا وہ یہ حطیم میں بیٹھا ہوا ہے' واللہ! میں نے اس کے والد (امیہ) اور بھائی (علی) کو مقتولوں میں دیکھا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ مکہ میں جب شکست کی اطلاع ہوئی اور انہوں نے اس کی تحقیق اور تثبیت کر لی تو خواتین نے غم کے مارے بال نوچ لئے' گھوڑوں اور اونٹوں کی کونچیں کاٹ دی گئیں۔ سہیلی نے قاسم بن ثابت کی "دلائل" سے نقل کیا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر اہل مکہ نے جنات میں سے ہاتف کی آواز سنی۔

أزار الحنيفيون بدراً وقيعة سينقضُّ منها ركن كسرى و قيصرا
أبادت رجالا من لؤى وابرزت خرائد يضربن الترائب حسرا
فياويح من أمسى عدو محمد لقد جار عن قصد الهدى وتحيرا

(ایک واقعہ میں مسلمانوں نے بدر میں موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس سے کسریٰ اور قیصر کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ جس نے اس کے سرداروں کو تباہ کر دیا ہے۔ اور وہ دوشیزگان ننگے سر سینہ کوبی کر رہی ہیں۔ اس پر افسوس ہے جو محمدؐ کا دشمن ہو گیا ہے' جو راہ راست سے بھٹک کر حیران ہو گیا)

اندوہ ناک خبر پر ابولہب کا رد عمل : ابن عباس کی

معرفت عکرمہ غلام ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ ابو رافع رسول اللہ ﷺ کے غلام نے بتایا کہ میں حضرت عباسؓ کا غلام تھا اور اسلام اہل بیت میں پھیل چکا تھا۔ حضرت عباسؓ ان کی بیوی ام فضل اور میں مسلمان ہو چکے تھے۔ عباس لوگوں سے ڈرتے تھے اور عوام کی مخالفت کو برا جانتے تھے' اسلام کو ظاہر نہ کرتے تھے اور سرمایہ دار تھے مال لوگوں میں پھیلا ہوا تھا۔۔۔ ابولہب جنگ بدر میں شامل نہ ہو سکا تھا اس نے اپنی بجائے عاص بن ہشام بن مغیرہ کو روانہ کیا تھا (اکثر لوگوں کا یہی دستور تھا جو خود نہ جا سکا اس نے اپنے قائم مقام کسی اور کو بھیجا) جب قریش کی شکست کی خبر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو رسوا و ذلیل کر دیا اور ہم نے اپنے آپ میں قوت و عزت محسوس کی۔ میں کمزور جسم کا ناتواں آدمی تھا' تیر بنایا کرتا تھا' میں نے وہ بنا کر' چاہ زمزم کے کمرہ میں ایک کونے میں رکھ دیئے' واللہ! میں اس کمرے میں تھا اور تیروں کو ایک کونے میں رکھ دیا تھا۔ میرے پاس ام فضل بھی بیٹھی تھی اور یہ شکست کی خبر ہمارے لئے مسرت کا باعث تھی۔ ابولہب بدترین حالت میں پاؤں گھسیٹتا چلا آرہا تھا یہاں تک کہ وہ آکر خیمہ کی ڈوری پر بیٹھ گیا' اس کی پیٹھ میری پشت کی طرف تھی۔ وہ بیٹھا ہی تھا کہ ناگہاں لوگوں نے کہا یہ ابوسفیان' مغیرہ بن حارث آرہا ہے۔

ابولہب نے اسے کہا' میرے پاس آؤ' زندگی کی قسم! تمہارے پاس صحیح خبر ہے۔ چنانچہ وہ ابولہب کے پاس بیٹھ گیا اور لوگ گرد و نواح کھڑے تھے تو اس نے پوچھا۔ اے برادر زادہ' بتاؤ' قوم کا کیا حال ہوا؟ اس نے کہا' واللہ! بس جنگ کا آغاز ہوا ہی تھا کہ ہمارے کندھوں پر وہ قابض ہو گئے' جسے چاہتے تھے قتل کرتے تھے اور جسے چاہتے گرفتار کر لیتے' واللہ! بایں ہمہ میں لوگوں کو قابل مذمت و ملامت نہیں سمجھتا' ہماری جنگ سفید رنگ کے لوگوں سے ہوئی' جو فضا میں چت کبرے گھوڑوں پر سوار تھے' واللہ! وہ کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے تھے اور نہ کوئی ان کے مدمقابل ٹھہر سکتا تھا۔ ابو رافع کا بیان ہے کہ میں نے خیمہ کی طناب اٹھا کر کہا' واللہ! یہ فرشتے تھے۔ یہ سن کر ابولہب نے میرے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کیا۔ میں بھی اس کے سامنے آیا اور میں کمزور آدمی تھا' اس نے مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا اور میرے سینے پر بیٹھ کر مارنے لگا۔ چنانچہ ام فضل نے خیمے کی ایک لکڑی پکڑی اور اس کے سر پر دے ماری' جس سے خاصا زخم ہو گیا اور اس نے کہا اس کا آقا موجود نہیں ہے اس لئے تو نے اس کو کمزور سمجھ لیا؟ چنانچہ وہ ذلیل و رسوا ہو کر چلا گیا۔ واللہ ! وہ صرف سات روز تک زندہ رہا' اللہ تعالیٰ نے اس کو "عدسہ" پھوڑے میں مبتلا کر دیا اور ہلاک ہو گیا۔

اس روایت کو یونس نے ابن اسحاق سے بیان کر کے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ موت کے بعد' تین روز تک بیٹوں نے دفن نہ کیا یہاں تک کہ اس سے بدبو آنے لگی۔ قریش "عدسہ" کو متعدی مرض سمجھ کر' طاعون کی طرح' اس سے پرہیز کرتے تھے یہاں تک کہ کسی قریشی نے کہا' افسوس تمہیں شرم نہیں آتی تمہارا باپ گھر میں گل سڑ رہا ہے' اس کو دفن کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے کہا ہمیں اس متعدی مرض کا اندیشہ ہے۔ تو اس نے کہا چلو' میں تمہارا تعاون کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اس پر دور سے پانی چھڑکا' ڈرتے ہوئے قریب نہ ہوتے تھے پھر اٹھا کر مکہ کے "او تار" اور بالائی حصہ میں لے گئے اس کو دیوار سے ٹیک لگا کر اس پر پتھر چن دیئے۔

پردہ کرنا : یونس (ابن اسحاق' یحیٰی بن عباد بن عبداللہ بن زبیر' ابوہ) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ اس مقام پر سے گزرتے وقت پردہ کر کے گزرتی تھیں۔

رونا باعث تسکین ہے : ابن اسحاق' یحیٰی بن عباد سے بیان کرتے ہیں کہ قریش نے اپنے مقتولوں پر نوحہ اور بین کیا پھر انہوں نے مشورہ کیا کہ ایسا نہ کرو' محمدؐ اور اس کے صحابہ کو معلوم ہو گیا تو وہ خوش ہوں گے اور نہ ہی اپنے اسیروں کا زر فدیہ بھیجو' یہاں تک کہ تم ان سے انس و محبت کا اظہار کرو ایسا نہ ہو کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی تم پر سختی کریں' زیادہ زر فدیہ مانگیں گے۔ بقول امام ابن کثیرؒ ایسے وقت رونے پر پابندی پسماندگان کے لئے' عذاب الٰہی کی تکمیل تھی کہ میت پر رونے سے غمگین دل کو تسکین ہو جاتی ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اسود بن مطلب کے تین بیٹے جنگ بدر میں ہلاک ہو گئے تھے' زمعہ ابو حکیم' عقیل اور حارث۔ اس کا دل امڈ آیا تھا' وہ رونا چاہتا تھا' وہ اندھا ہو چکا تھا۔ اتفاقاً رات کو کسی طرف سے رونے کی آواز آئی' اس نے اپنے غلام کو بھیجا' معلوم کرے کیا رونے کی اجازت ہو گئی ہے' کیا قریش اپنے مقتولوں پر رو رہے ہیں کہ میں بھی اپنے لخت جگر ابو حکیم پر جی بھر کر رو لوں' میرے سینے میں آگ سی لگ رہی ہے۔ غلام نے واپس آکر بتایا ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے' اس لئے وہ رو رہی ہے' تو اسود کی زبان سے بے ساختہ یہ اشعار نکلے۔

أتبكي أن يضل لها بعير ويمنعها من النوم السهود
فلا تبكي على بكر ولكن على بدر تقاصرت الجدود
على بدر سراة بني هصيص ومخزوم ورهط أبي الوليد

(کیا اونٹ کے گم ہونے پر وہ رو رہی ہے اور بے خوابی اس کو نیند سے روک رہی ہے۔ اونٹ پر مت رو' بدر پر آنسو بہا جہاں نصیبے اور قسمتیں پھوٹ گئیں۔ بدر میں روٴسائے بنی ھصیص' بنی مخزوم اور ابوالولید کے خاندان کے مقتولوں پر رو)

وبكي إن بكيت على عقيل وبكي حارثا أسد الأسود
وبكيهم ولا تسمي جميعا وما لأبي حكيمة من نديد
ألا قد ساد بعدهم رجال ولولا يوم بدر لم يسودوا

(تجھ کو رونا ہے تو ابو عقیل پر رو' اور حارث پر رو' جو شیروں کا شیر تھا۔ تو سب مقتولین بدر پر رو کسی ایک کا نام مت لے مگر ابی حکیم کے ہمسر کوئی نہیں۔ سنو! ان کے چلے جانے کے بعد کچھ لوگ سیادت پر فائز ہو گئے ہیں۔ اگر معرکہ بدر نہ ہوتا تو وہ رئیس نہ بنتے)

پہلا فدیہ : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اسیران بدر میں ابو وداعہ بن ضبیرہ سہمی بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ابو وداعہ کا مکہ میں عقل مند تجارت پیشہ' سرمایہ دار بیٹا موجود ہے' گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو' وہ اپنے والد کا زر فدیہ لے کر آیا ہے اور جب قریش نے کہا تم اپنے اسیروں کے زر فدیہ میں عجلت مت کرو' ایسا نہ ہو کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی تم پر سختی کریں۔ مطلب بن ابی وداعہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

اپنا مذکور بالا فرمان اس کے بارے فرمایا تھا کہ تم سچ کہتے ہو' جلد بازی سے کام نہ لو۔ وہ رات کی تاریکی میں آیا اور اپنے والد کا چار ہزار درہم فدیہ دے کر والد کو لے گیا' بقول امام ابن کثیر' یہ پہلا اسیر تھا جس کا رسول اللہ ﷺ نے فدیہ قبول فرمایا پھر قریش نے بھی اپنے اسیروں کا فدیہ دینا شروع کر دیا۔

سہیل بن عمروؓ : بعد ازاں مکرز بن حفص بن اخیف' سہیل بن عمرو کے فدیہ کے سلسلہ میں آئے۔ اس کو مالک بن دخشم نے گرفتار کیا تھا اور اس نے اس بارے یہ اشعار کہے۔

اسرت سهيلا فلا ابتغي اسيرا به من جميع الامم

وخندف تعلم ان الفتى فتاها سهيل اذا يظلم

ضربت بذي الشفر حتى انثنى واكرهت نفسي على ذي العلم

(میں نے سہیل کو قیدی بنا لیا ہے اس کے عوض میں' میں کائنات میں سے کسی اسیر کا خواہاں نہیں ہوں۔ خندف قبیلہ جانتا ہے کہ بے شک سہیل ہی ایک نوجوان جب وہ مظلوم ہو۔ میں نے تیز دھار والی تلوار سے اس پر ضرب لگائی یہاں تک کہ وہ مڑ گئی اور میں نے خود کو علم والے پر مجبور کر دیا)

بقول ابن اسحاق' سہیل بن عمرو کا زیریں ہونٹ پھٹا ہوا تھا۔ ابن اسحاق نے محمد بن عمرو بن عطا برادر بنی عامر بن لوی کی معرفت بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے میں سہیل کے اگلے دو دانت نکال دوں کہ اس کی زبان لٹک جائے' وہ آپؐ کے خلاف کسی مقام پر تقریر نہ کر سکے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر میں اس کا مثلہ (عضو کاٹنا) کروں گا تو اللہ مجھے مثلہ کر دے گا اگرچہ میں نبی ہوں۔" بقول امام ابن کثیر' یہ حدیث مرسل ہے بلکہ معضل ہے۔ ابو اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیلؓ کے بارے حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا قریب ہے کہ وہ ایسے مقام پر فائز ہو کہ تو اس کو قابل مذمت نہ سمجھے۔ بقول امام ابن کثیر' یہ وہی مقام ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد' وہ مکہ میں قائم ہوا۔ اکثر عرب کے علاقہ میں ارتداد پھیل گیا اور مدینہ وغیرہ میں بھی نفاق سر اٹھانے لگا تو اس نے لوگوں کو خطاب کیا اور ان کو دین حنیف پر قائم رہنے کی تلقین کی۔ (کما سیاتی)

بقول ابن اسحاق' مکرز بن حفص نے سہیل کے فدیہ کے بارے گفتگو کی اور بات ان کی رضامندی تک پہنچ گئی تو انہوں نے زر فدیہ کا مطالبہ کیا تو مکرز نے کہا' اس کی بجائے تم مجھے گرفتار کر لو' اور اس کو رہا کر دو حتیٰ کہ وہ اپنا زر فدیہ بھیج دے چنانچہ انہوں نے سہیل کی بجائے مکرز کو قیدی بنا لیا۔ ابن اسحاق نے اس کے بارے مکرز کے چند اشعار بیان کئے ہیں مگر ابن ہشام نے ان کا انکار کیا ہے' واللہ اعلم۔

ابوسفیان کا بیٹا اسیر ہوا : ابن اسحاق' عبداللہ بن ابی بکر سے بیان کرتے ہیں کہ اسیروں میں ابوسفیان کا بیٹا عمرو بھی تھا (اس کی والدہ' عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی اور بقول ابن ہشام عقبہ کی پھوپھی تھی) حضرت علیؓ نے اس کو گرفتار کیا تھا۔ ابوسفیان کو کسی نے کہا عمرو کا زر فدیہ ادا کر دو تو اس نے کہا' کیا مجھے جانی اور مالی دو طرح کا نقصان اٹھانا ہو گا؟ انہوں نے میرے بیٹے حنظلہ کو قتل کیا اور عمرو کا فدیہ ادا کر دوں۔ اس کو ان کے پاس ہی رہنے دو جب تک دل چاہے اپنے پاس رکھیں' عمرو مدینہ میں ہی قید تھا کہ بنی عمرو بن عوف میں

سے سعد بن نعمان بن اکال عمرہ کی غرض سے مکہ گیا۔ اس کے پاس اس کی چھری بھی تھی اور اس کا بکریوں کا ریوڑ بقیع میں تھا' مسلمان تھا وہیں سے عمرہ کے لئے روانہ ہوا۔ اس کا گمان نہ تھا کہ وہ مکہ میں محصور اور محبوس ہو جائے گا کہ وہ تو عمرہ کی خاطر آیا ہے اور قریش سے معاہدہ ہو چکا تھا کہ وہ کسی حاجی اور عمرہ کرنے والے سے تعرض اور چھیڑ چھاڑ نہ کریں گے مگر ابوسفیان نے اس پر حملہ کر کے' اپنے بیٹے کے عوض گرفتار کر لیا اور اس کے بارے اس نے کہا۔

رھط ابن أكال اجيبوا دعاءه تعاقدتم لا تسلموا السيد الكهلا

فان بني عمرو لئام أذلة لئن لم يكفوا عن أسيرهم الكبلا

(اے ابن اکال کے گروہ تم اس کی پکار کو سنو' تم نے باہمی معاہدہ کیا ہے کہ اپنے بوڑھے رئیس کو بے یارومددگار نہ چھوڑو گے۔ کہ بنی عمرو کمینے اور ذلیل ہوں گے اگر وہ اپنے اسیر کی بیڑی نہ کھولیں)

بنی عمرو' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا معاملہ گوش گزار کیا اور درخواست کی کہ آپؐ عمرو بن ابی سفیان کو ہمیں دے دیں کہ اس کے عوض وہ اپنا اسیر چھڑا سکیں چنانچہ نبی علیہ السلام نے ان کو وہ عطا کر دیا اور انہوں نے اسے ابوسفیان کے پاس بھیج دیا اور ابوسفیان نے سعد بن اکال کو چھوڑ دیا۔

ابوالعاص داماد رسول اللہ ﷺ : بقول ابن اسحاق' ابوالعاص بن ربیع عبد العزیٰ بن عبد شمس بن امیہ' داماد رسول اللہ ﷺ شوہر زینب بنت رسول اللہ ﷺ بھی اسیروں میں تھے۔ خراش بن صمہ یکے از بنی حرام نے اس کو گرفتار کیا تھا۔ ابوالعاص کا شمار مکہ کے سرمایہ دار' امانت دار اور تجارت پیشہ لوگوں میں تھا۔ ان کی والدہ ہالہ' خدیجہ بنت خویلد کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت خدیجہؓ نے کسی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح ابوالعاص سے کر دیں اور آپؐ حضرت خدیجہؓ کی مخالفت نہ کرتے تھے اور یہ بعثت سے قبل کا واقعہ ہے۔

عتبہ بن ابولہب : نبی علیہ السلام نے اپنی دختر حضرت رقیہؓ یا حضرت ام کلثومؓ کی نسبت عتبہ بن ابی لہب سے کر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ابولہب نے کہا کہ محمدؐ کو خانگی معاملات میں الجھا دو اور اس نے اپنے بیٹے عتبہ کو حکم دیا تو اس نے قبل از رخصتی حضرت رقیہؓ کو طلاق دے دی' بعد ازاں حضرت عثمانؓ نے ان سے شادی کر لی۔ کفار مکہ ابوالعاص داماد رسولؐ کے پاس آئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ رقیہ کو چھوڑ دو اور قریش کی جس دوشیزہ سے چاہو شادی کر لو تو اس نے کہا' واللہ! میں اپنی بیوی کو طلاق دینے کا نہیں اور نہ ہی میں کسی قریشی دوشیزہ سے شادی کرنا پسند کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے ابوالعاص کے اسی رویہ کی تعریف و ستائش کی تھی۔ بقول امام ابن کثیر' ابوالعاص کی تعریف و توصیف کی روایت بخاری میں بھی مذکور ہے۔

مسلمان خاتون مشرک پر حرام ہے : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں مغلوب تھے حلال و حرام کا نفاذ نہ کر سکتے تھے اسلام اور کلمہ توحید نے زینب بنت رسول اللہ ﷺ اور ابوالعاص کے درمیان مفارقت پیدا کر دی تھی۔ مگر نبی علیہ السلام کو اس بات کی قدرت نہ تھی بقول امام ابن کثیر' صلح

حدیبیہ ۶ھ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان خواتین کو مشرکین کے لئے حرام قرار دے دیا تھا۔

حضرت زینبؓ کا زر فدیہ : ابن اسحاق (یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر' عباد) حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے جب اپنے اسیروں کا فدیہ روانہ کیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کے فدیہ میں وہ ہار بھیج دیا جو حضرت خدیجہؓ نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ پر اس ہار کو دیکھ کر نہایت رقت طاری ہو گئی اور فرمایا تمہاری مرضی ہو تو اس کے اسیر کو رہا کر دو اور اس کا زر فدیہ واپس کرو۔ صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کا مثبت جواب دیا۔ ابوالعاص کو رہا کر دیا اور ہار واپس کر دیا اور اس سے وعدہ لیا کہ زینبؓ کو مدینہ آنے کی اجازت دے دے چنانچہ اس نے وعدہ وفا کیا۔ (کماسیاتی) بقول ابن ہشام۔

بلا فدیہ رہائی : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جن اسیروں پر رسول اللہ ﷺ نے احسان کیا اور بغیر زر فدیہ کے رہا کر دیا ان میں سے ہیں' ابوالعاص بن ربیع اموی' مطلب بن حنطب بن حارث مخزومی اس کو بنی حارث بن خزرج کے مجاہد نے گرفتار کیا تھا انہی کے پاس رہا' پھر انہوں نے اس کو رہا کر دیا اور وہ اپنی قوم کے پاس چلا گیا' صیفی بن ابی رفاعہ مخزومی' یہ بھی گرفتار کرنے والوں کے پاس تھا۔ انہوں نے اس سے وعدہ لیا کہ وہ اپنا زر فدیہ روانہ کر دے اور اس کو رہا کر دیا مگر اس نے وعدہ وفا نہ کیا اور حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس کے بارے کہا۔

ما كان صيفي ليوفي أمانة قفا ثعلب أعيا ببعض الموارد

ابو عزہ غدار : عمرو بن عبداللہ بن عثمان جمحی' محتاج تھا' کئی لڑکیوں کا باپ تھا اس نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے میں تہی دست' حاجت مند اور عیالدار ہوں' آپ احسان فرما دیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس پر احسان کیا بشرطیکہ وہ آئندہ آپ کے خلاف کسی کا تعاون نہ کرے گا۔ پھر اس نے مدحیہ اشعار کہے۔

من مبلغ عني الرسول محمداً بأنك حق والمليك حميد
وأنت امرؤ تدعو إلى الحق والهدى عليك من الله العظيم شهيد
وأنت امرؤ بوئت فينا مباءة لها درجات سهلة وصعود
فإنك من حاربته لمحارب شقي ومن سالمته لسعيد
ولكن إذا ذكرت بدراً وأهله تأوب ما بي حسرة وقعود

(میرا یہ پیغام محمد رسول اللہ ﷺ کو کون پہنچائے کہ آپ برحق نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ محمود اور تعریف کیا گیا ہے۔ آپ ایسے مرد حق ہیں جو حق و ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں' آپ پر اللہ عظیم کی طرف سے شہید ہے اور گواہ ہے۔ آپ کو ہمارے اندر ایک مرتبہ دیا گیا ہے' جس کے مختلف مراتب ہیں آسان اور دشوار۔ آپ جس سے برسرپیکار ہیں وہ بدنصیب ہے اور جس سے صلح جو ہیں وہ سعادت مند ہے۔ لیکن جب میں بدر اور اہل بدر کو یاد کرتا ہوں تو میرے دل میں حسرت افسوس اور نامردی جاگزین ہو جاتی ہے)

بقول امام ابن کثیرؒ ابوعزہ حجمی نے وعدہ وفا نہ کیا' غداری کی' مشرکین نے اس کو اپنی طرف مائل کر لیا چنانچہ وہ ان میں شامل ہو گیا اور جنگ احد میں گرفتار ہو گیا' اس نے پھر رسول اللہ ﷺ سے رحم کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا' اب میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا کہ تو اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہے کہ میں نے محمدؐ کو دوبارہ دھوکہ دے دیا ہے پھر آپ نے اس کی گردن زدنی کا حکم فرمایا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اور مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی کے بارے فرمایا تھا لا یلدغ المومن من حجر مرتین مسلمان ایک بل سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ یہ حدیث ان مثالوں میں سے ہے جو صرف رسول اللہ ﷺ سے ہی معلوم ہوئی ہیں۔

عمیر بن وھب کی سازش : ابن اسحاق' عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں کہ عمیر بن وھب' قریش کے شیاطین اور بدطینت لوگوں میں سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کو اذیت دیتا تھا اور وہ مکہ میں اس سے سخت تکالیف برداشت کرتے تھے' اس کا بیٹا بھی اسیران بدر میں تھا' بقول ابن ہشام رفاعہ بن رافع نے اس کو گرفتار کیا تھا۔ ایک روز یہ صفوان بن امیہ کے ساتھ حطیم میں بیٹھا ہوا تھا اور اس نے مقتولین بدر کا ذکر کیا تو صفوان نے کہا واللہ اب جینے کا مزہ نہیں' عمیر نے کہا سچ کہتے ہو' واللہ! اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا (جس کی ادائیگی ذرا مشکل ہے) اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں سوار ہو کر جاتا اور محمدؐ کو قتل کر آتا' میرا وہاں جانے کا ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے پاس قید ہے۔ صفوان نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور پیشکش کر دی کہ میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا اور تیرے اہل و عیال کا تا زندگی ذمہ دار ہوں گا' میرے اہل و عیال کے ساتھ وہ گزران کریں گے۔ یہ سن کر عمیر نے کہا' یہ بات میرے اور آپ کے درمیان راز رہے۔ صفوان نے کہا بالکل' پھر عمیر نے اپنی تلوار کو تیز کروایا اور زہر میں بجھوایا' سوار ہو کر چلتا چلتا مدینہ پہنچ گیا۔

دریں اثنا حضرت عمرؓ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے' جنگ بدر کے بارے باتیں کر رہے تھے' اللہ تعالیٰ کی نوازش اور فتح و نصرت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ انہوں نے عمیر کو دیکھا کہ وہ تلوار حمائل کئے مسجد کے دروازے پر سواری سے اترا ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے تیور پہچان کر کہا' یہ کتا اللہ کا دشمن' عمیر بن وھب' اس کا آنا شر و فساد سے خالی نہیں۔ اس نے ہمارے درمیان آتش حرب تیز کی اور جنگ بدر میں اس نے مسلمانوں کا تخمینہ لگا کر مشرکوں کو بتایا تھا۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! عمیر بن وھب' اللہ کا دشمن تلوار حمائل کئے آیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو لے آؤ۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کی تلوار کا پر تلا پکڑا اور گلا دبایا اور انصار' حاضرین مجلس کو کہا تم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھو' اور اس خبیث سے محتاط رہو' اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس احتیاط کے ساتھ اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عمرؓ کو کہا اے عمرؓ! اس کو چھوڑ دو' اور فرمایا اے عمیر! ذرا قریب ہو جا' وہ قریب ہوا تو اس نے جاہلی سلام پیش کیا "انعم صباحا" یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس جاہلی سلام کے عوض بہترین سلام سے سرفراز کیا ہے جو اہل جنت کا سلام ہے۔ تو عمیر نے کہا' واللہ اے محمد! میں تو یہاں نووارد ہوں

آپ نے پوچھا عمیر! کس غرض سے آنا ہوا' اس نے کہا میں اس اسیر کے بارے آیا ہوں جو آپ کے پاس ہے' اس سلسلہ میں احسان فرمائیے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا' تیری گردن میں جو تلوار حمائل ہے اس کا کیا قصہ ہے؟ تو اس نے کہا اللہ ان تلواروں کو تباہ کرے' یہ بدر میں کس کام آئیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا' سچ کہو' کیونکر آئے ہو؟ اس نے دوبارہ عرض کیا محض اسی غرض سے آیا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا (یہ بات نہیں) بلکہ تو اور صفوان حطیم میں بیٹھے تھے تم نے قلیب بدر کا تذکرہ کیا' پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض اور اہل و عیال کا بوجھ نہ ہوتا تو میں جاتا اور محمدؐ کو قتل کر آتا' پھر صفوان نے تیرے عیال اور قرض کی ذمہ داری برداشت کی بشرطیکہ تم مجھے قتل کر دو۔ سنو! اللہ تعالیٰ تمہاری اس سازش کے درمیان حائل ہے۔ یہ سن کر عمیر نے کہا میں شاہد ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

یارسول اللہ! ہم آپ کی سماوی خبروں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور آپ پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس کو جھٹلایا کرتے تھے' میرے اور صفوان کے سوا اس معاملہ کی کسی کو خبر نہ تھی' واللہ! مجھے یقین ہے کہ یہ بات آپ کو اللہ نے بتائی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری اسلام کی طرف راہ نمائی فرمائی اور صراط مستقیم پر چلایا پھر اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے دینی بھائی کو مسائل سمجھاؤ' قرآن پڑھاؤ اور اس کا اسیر آزاد کر دو۔ پھر صحابہ نے آپ کے فرمان کی تعمیل کی۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اللہ کے نور کو بجھانے کی سرتوڑ کوشش کرتا رہا تھا۔ مسلمانوں کو سخت اذیت پہنچایا کرتا تھا اب میری خواہش ہے کہ آپ مجھے مکہ مکرمہ جانے کی اجازت مرحمت فرما دیں میں ان کو اللہ اور رسول کی دعوت پیش کروں اور ان کو اسلام کی طرف بلاؤں شاید اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرما دے ورنہ میں جس طرح مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا ان کو بھی اسی طرح اذیت پہنچاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکہ جانے کی اجازت فرما دی اور وہ مکہ چلا آیا۔ اس دوران صفوان اس کے بارے مدینہ سے آنے والے لوگوں سے پوچھتا رہتا یہاں تک کہ ایک آدمی نے اس کو' عمیر کے مسلمان ہو جانے کی بات بتائی تو اس نے کہا واللہ! وہ اس سے کبھی ہم کلام نہ ہو گا اور نہ اس کو کوئی مفاد پہنچائے گا۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عمیرؓ مکہ میں آیا' اسلام کی تبلیغ کرتا' مخالف کو شدید اذیت پہنچاتا چنانچہ اس کے دست حق پرست پر متعدد لوگوں نے اسلام کی بیعت کی۔

عمیر نے شیطان کو دیکھا : عمیر بن وھب یا حارث بن ہشام نے ابلیس کو جنگ بدر میں دیکھا تھا جب وہ جنگ بدر میں اپنی ایڑیوں کے بل الٹا پھرا اور بھاگ کر اس نے کہا' میں تم سے بیزار ہوں' میں وہ چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے' ابلیس جنگ بدر میں' سراقہ بن مالک رئیس مدلج کا روپ دھارے ہوئے تھا۔ امام محمد بن اسحاقؒ نے جنگ بدر کے بارے جو قرآن پاک' سورہ انفال کے اول سے آخر تک نازل ہوا اس کی نہایت عمدہ اور مفید تشریح کی ہے اور تفسیر ابن کثیر میں ہم نے بھی بالاستیعاب بحث کی ہے۔ تفصیل کے خواہش مند وہاں دیکھ لیں' وللہ الحمد والمنتہ۔ امام ابن اسحاق نے جملہ بدری صحابہ کرام کے نام بیان کئے ہیں مہاجرین اور انصار کے اوس اور خزرج کے اور جن کو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا جس

کی مجموعی تعداد ۳۱۴ ہے۔ ۸۳ مہاجر' ۶۱ اوسی اور ۱۷۰ خزرجی۔ صحیح بخاری میں امام بخاری نے رسول اللہ ﷺ' حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے اسماء گرامی لکھنے کے بعد جملہ بدری صحابہ کے نام حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب وار درج کئے ہیں۔ بدری صحابہ کی یہ فہرست بلحاظ حروف تہجی ترتیب وار مرتب ہے۔ سید عالم' فخر دوعالم محمد رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی کے درج کرنے کے بعد یہ جدول اور فہرست حافظ ضیاء الدین مقدسی کی کتاب الاحکام الکبیر وغیرہ سے ماخوذ ہے۔

حرف الف : ابی بن کعب سید القراء (م' ۱۹۔۲۰ھ) ارقم بن ابو ارقم' ابو ارقم عبد مناف بن اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم مخزومی (م ۵۵ھ) اسعد بن یزید بن فاکہ بن یزید بن خلدہ بن عامر بن عجلان' اسود بن زید بن ثعلبہ بن عبید بن غنم' موسیٰ بن عقبہ نے اسی طرح بیان کیا ہے مگر اموی نے سواد بن رزام بن ثعلبہ بن عبید بن عدی' شک و شبہ سے بیان کیا ہے اور سلمہ بن فضل نے ابن اسحاق کی معرفت سواد بن زریق بن ثعلبہ بیان کیا ہے اور ابن عائذ نے سواد بن زید کہا ہے۔ اسیر بن عمرو انصاری ابو سلیط۔ بعض نے اسیر بن عمرو بن امیہ بن لوزان بن سالم بن ثابت خزرجی بیان کیا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ نے اس کو بدریوں میں بیان نہیں کیا۔ انس بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن حارث اوسی' موسیٰ بن عقبہ نے اسی طرح یہ نام بیان کیا ہے اور اموی نے سیرت میں "انیس" بیان کیا ہے۔

(عمر بن شبہ نمیری' محمد بن عبداللہ انصاری' ابوہ) ثمامہ بن انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے دریافت ہوا کیا آپ بدر میں شامل تھے تو انہوں نے کہا میں کہاں غائب ہو سکتا تھا۔ (محمد بن سعد' محمد بن عبداللہ انصاری' ابوہ) غلام انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے حضرت انسؓ سے پوچھا آپ بدر میں شریک تھے؟ تو انہوں نے کہا میں بدر سے کہاں غائب ہو سکتا تھا۔ محمد بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ حضرت انسؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بدر گئے اور وہ آپؐ کے بدر میں خدمت گار تھے۔ ہمارے استاذ حافظ ابوالحجاج مزی نے تہذیب میں بیان کیا ہے کہ انصاری نے اسی طرح بیان کیا ہے مگر اصحاب مغازی میں سے اس کو کسی نے بیان نہیں کیا۔

انس بن معاذ بن انس بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار' شہید بیئر معونہ ۴ھ بقول واقدی متوفی در خلافت عثمانی ۳۵ھ --- انسہ حبشی غلام رسول اللہ ﷺ متوفی خلافت صدیقی ۱۲ھ اوس بن ثابت نجاری شہید احد ۳ھ اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج ۳۵ھ بقول موسیٰ بن عقبہ' اوس بن عبداللہ بن حارث بن خولی' اوس بن صامت خزرجی برادر عبادہ بن صامت ۳۴ھ بہ عمر ۷۲ سال ایاس بن بکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن ابن لیث بن بکر حلیف بنی عدی (م ۳۴ھ)

حرف باء : بجیر بن ابی بجیر حلیف بنی نجار' بحاث بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم بن عمرو بن عمارہ بلوی حلیف انصار سہ ھ' بسبس بن عمرو بن ثعلبہ بن خرشہ بن زید بن عمرو بن سعید بن ذبیان بن رشدان بن قیس بن جھینہ ... میں سے ایک

تھا کما تقدم' بشر بن معرور خزرجی بکری کا زہریلا گوشت کھانے سے خیبر میں فوت ہوئے' ۷ ھ ۔ بشیر بن سعد بن ثعلبہ خزرجی والد نعمان بن بشیر مشہور ہے کہ اس نے ابوبکر صدیق کی سب سے قبل بیعت کی' بشیر بن عبدالمنذر ابولبابہ اوسی (م ۴۰ھ) رسول اللہ ﷺ نے اس کو روحاء سے واپس کر دیا اور مدینہ کا حاکم مقرر کر دیا اس کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا متوفی در خلافت علیؓ ۴۰ھ۔

حرف تاء : تمیم بن یعار بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج' تمیم غلام خراش بن صمہ' تمیم غلام غنم بن سلم' بقول ابن ہشام غلام سعد بن خیثمہ۔

حرف ثاء : ثابت بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان م ۱۲ھ ثابت بن ثعلبہ' یہ ثعلبہ' جدع بن زید بن حارث بن حرام بن غنم بن کعب بن سلمہ ہے شہید طائف ۸ھ' ثابت بن خالد بن نعمان بن خنساء بن عسیرہ بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار نجاری شہید یمامہ ۱۲ھ یا بیرِ معونہ ۴ھ ثابت بن خنساء بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار نجاری' ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد بن مالک بن غنم بن عدی بن نجار نجاری ش احد ۳ھ' ثابت بن ھزال خزرجی شہید یمامہ ۱۲ھ' ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ بن زید بن مالک بن اوس شہید احد ۳ھ' ثعلبہ بن عمرو بن عبید بن مالک نجاری (حاشیہ میں ہے کہ یہ نام مکرر ہے) ثعلبہ بن عمرو بن محصن خزرجی شہید جسر ابی عبیدہ' ثعلبہ بن غنمہ بن عدی بن نابی سلمہ شہید غزوہ خیبر ۷ھ میں شہید' یا خندق میں' ثقف بن عمرو بن کیے از بنی حجرال بنی سلیم حلیف بنی کثیر بن غنم بن دودان بن اسد۔

حرف ج : جابر بن خالد بن مسعود بن عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن نجار نجاری م' جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ سلمی عقبی م'۔

تعاقب : امام ابن کثیر کا بیان ہے کہ جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی م ۷۸ھ کو بھی امام بخاری نے بدریوں میں ذکر کیا ہے' سعید بن منصور از ابو معاویہ از اعمش از ابو سفیان از جابر کہ میں جنگ بدر میں اپنے ساتھیوں کے لئے کنوئیں سے پانی نکالا کرتا تھا یہ سند شرط مسلم کی حامل ہے لیکن محمد بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث محمد بن عمرو واقدی کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا یہ عراقیوں کا وہم ہے۔ جابرؓ جنگ بدر میں حاضر نہ تھے۔ امام احمد (روح بن عبادہ' زکریا بن اسحاق' ابوالزبیر) جابر بن عبداللہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ۱۹ غزوات میں شریک ہوا' غزوہ بدر اور احد میں شریک نہیں ہوا' مجھے میرے والد نے روک دیا تھا۔ میرا والد غزوہ احد ۳ھ میں شہید ہوا بعد ازاں ان میں رسول اللہ ﷺ سے کسی جنگ میں غیر حاضر نہیں ہوا اس روایت کو امام مسلم نے ابو خیثمہ از روح نقل کیا ہے۔

جبار بن صخر سلمی م ۳۰ھ عمر ۶۲ سال۔ جبر بن عتیک انصاری م ۱۷ھ ۔ جبیر بن ایاس خزرجی'

حرف حاء : حارث بن انس بن رافع خزرجی حارث بن اوس بن معاذ بن برادر سعد بن معاذ اوسی ش احد ۳ھ عمر ۲۸ سال' حارث بن حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ بن زید بن مالک بن اوس اس کو رسول اللہ ﷺ نے راستہ سے واپس کر دیا تھا اس کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا (علیؓ کے ساتھ جنگ

صفین میں تھے' حارث بن خزمہ بن عدی بن ابی غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج حلیف بنی زعور بن عبدالاشہل (م/۴۰ھ) عمر ۶۷ سال' حارث بن صمہ خزرجی اس کو رسول اللہ ﷺ نے راستہ سے واپس کردیا تھا کہ راستہ میں زخمی ہو گیا تھا اس کو غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا شہید بیئر معونہ ۴ھ' حارث بن عرفجہ اوسی' حارث بن قیس بن خلدہ ابو خالد خزرجی خلافت عمرؓ میں فوت ہوا' حارث بن نعمان بن امیہ انصاری بقول ابن اسحاق ش موتہ ۸ھ' حارثہ بن سراقہ نجاری بدری پاسبانوں میں تھا کہ تیر لگا اور جنت فردوس میں پہنچ گیا ش بدر ۲ھ' حارثہ بن نعمان بن رافع انصاری خلافت معاویہ ۶۰ھ میں فوت ہوا' حاطب بن ابی بلتعہ لخمی حلیف بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی م ۳۰ھ حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ اشجعی از بنی دھمان' ابن ہشام نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے اور بقول واقدی' حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود ہے "مغازی" میں ابن عائذ نے اسی طرح بیان کیا ہے اور بقول ابن ابی حاتم' حاطب بن عمرو بن عبد شمس کے بارے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ مجہول آدمی ہے۔ حباب بن منذر خزرجی' خزرج کا علم جنگ بدر میں اس کے ہاتھ میں تھا متوفی درخلافت فاروقی' حبیب بن اسود --- بقول موسیٰ بن عتبہ "حبیب بن سعد" --- غلام بنی حرام سلمی' حبیب بن اسلم غلام آل جشم بن خزرج انصاری بدری قالہ ابن ابی حاتم' حریث بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ انصاری برادر عبداللہ بن زید جس کو اذان کا خواب آیا تھا"' حصین بن حارث بن مطلب بن عبد مناف ۳۳ھ' حمزہ بن عبدالمطلب عم رسول اللہ ﷺ شہید احد ۳ھ۔

حرف خاء : خالد بن بکیر برادر ایاس مذکور بالا شہید واقعہ رجیع ۴ھ' خالد بن زید ابو ایوب انصاری ۵۲ھ' خالد بن قیس بن مالک بن عجلان انصاری' خارجہ بن حمید حلیف بنی خنساء خزرجی بعض اس کا نام حارثہ بن حمیر بتاتے ہیں' واللہ اعلم۔ خارجہ بن زید خزرجی' ابوبکرؓ کے سسر شہید احد ۳ھ' خباب بن ارت حلیف بن زہرہ تمیمی یا خزاعی اولین مہاجر ہیں م ۳۷ھ' خباب غلام عتبہ بن غزوان م ۱۹ھ' خراش بن صمہ سلمی' خبیب بن اساف بن عتبہ خزرجی واقعہ رجیع ۴ھ بعد تختہ دار پر چڑھا دیئے گئے' خریم بن فاتک بقول امام بخاری' خلیفہ بن عدی خزرجی سہ ھ' خلید بن قیس بن نعمان بن سنان بن عبید انصاری سلمی' خنیس بن حذافہ بن قیس بن سعد بن سہم سہمی جنگ احد ۳ھ میں شہید ہوئے اور حفصہ بنت عمرؓ بیوہ ہو گئیں' خوات بن جبیر انصاری خود جنگ میں نہ تھا اس کو غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا م ۴۰ھ بقول واقدی ۴۲' خولی بن ابی خولی عجلی قدیم مہاجر حلیف بنی عدی م ۱۹ھ درخلافت عمر خلاد بن رافع خزرجی ش بدر ۲ھ بقول ابن الکلبی اصابہ (۱۳۹' ج ۱) خلاد بن سوید خزرجی شہید جنگ **قریظہ** ۵ھ' خلاد بن عمرو بن جموح خزرجی شہید احد ۳ھ'

حرف ذال : ذکوان بن عبد قیس خزرجی ش احد ۳ھ ذوالشمالین (عمیر) بن عبد بن عمرو بن نضلہ از غبشان بن سلیم بن ملکان بن اقصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر خزاعی حلیف بن زہرہ جنگ بدر ۲ھ میں شہید ہوا بقول ابن ہشام اس کا نام عمیر ہے ذوشمالین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ بائیں ہاتھ سے کام کرتے تھے۔

حرف راء : رافع بن حارث اوسی وفات درخلافت عثمان ۳۵ھ' رافع بن عنجدہ بقول ابن ہشام یہ اس کی والدہ کا نام ہے باپ کا نام ہے معلی بن لوذان خزرجی یہ جنگ بدر میں ۲ھ شہید ہوئے ربعی بن رافع بن

حارث بن زید بن حارثہ بن جد بن عجلان بن ضبیعہ' بقول موسیٰ بن عقبہ ربعی بن ابی رافع' ربیع بن ایاس خزرجی' ربیعہ بن اکثم بن سخبرہ بن عمرو بن لکیز بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ' حلیف بن عبدشمس' اولین مہاجرین میں سے ہے شہید خیبر ۷ھ' رخیلہ بن ثعلبہ بن خالد بن ثعلبہ بن عامر بن بیاضہ خزرجی' رفاعہ بن رافع زرقی برادر خلاد بن رافع م ۴۱' ۴۲ھ' رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر اوسی برادر ابولبابہ شہید خیبر ۷ھ' رفاعہ بن عمرو بن زید خزرجی شہید احد ۳ھ۔

حرف زاء : زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد' رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کا بیٹا اور آپؐ کا حواری اور مخلص مددگار ش ۳۶ھ' زیاد بن عمرو بقول موسیٰ بن عقبہ' زیاد بن اخرس بن عمرو جہنی' بقول واقدی' زیاد بن کعب بن عمرو بن عدی بن رفاعہ بن کلیب بن برذعہ بن عدی بن عمرو بن زعری بن رشدان بن قیس بن جہینہ' زیاد بن لبید زرقی' زیاد بن مزین بن قیس خزرجی' زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان بن ضبیعہ' اس کو طلیحہ اسدی نے قتل کیا۔ زید بن حارثہ غلام رسول اللہ ﷺ شہید موتہ ۸ھ' زید بن خطاب برادر عمرؓ شہید یمامہ ۱۲ھ' زیدؓ بن سہل بن اسود بن حرام ابو طلحہ نجاری م ۵۰'۵۱ھ'

نوٹ : زید بن دثنہ بن معاویہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ انصاری' غزوہ بدر میں شریک ہوئے' بیرِ معونہ ۴ھ میں اسیر ہوئے اور تنعیم میں مشرکین کے ہاتھوں قتل ہوئے' ملاحظہ ہو اصابہ نمبر ۲۸۹۲ استیعاب نمبر ۲/ ۵۵۳ یہ نام امام ابن کثیر سے "سہواً" درج ہونے سے رہ گیا ہے سبحان من لا یسھو' (ندوی)

حرف سین : سالم بن عمیر اوسی' خلافت معاویہ ۶۰ھ میں فوت ہوا' سالم بن غنم بن عوف خزرجی' سالم بن معقل مولی ابی حذیفہ شہید یمامہ ۱۲ھ' سائب بن عثمان بن مظعون جمحی اپنے والد کے ساتھ تھا شہید یمامہ ۱۲ھ' سبیع بن قیس بن عائذ خزرجی' سبرہ بن فاتک' ذکرہ البخاری' سراقہ بن عمرو نجاری' شہید موتہ' ۸ھ' سراقہ بن کعب نجاری خلافت معاویہ میں فوت ہوا' سعد بن خولہ غلام بنی عامر بن لوی اولین مہاجرین میں سے حجتہ الوداع م ۱۰ھ' سعد بن خیثمہ اوسی انصاری شہید بدر ۲ھ' سعد بن ربیع خزرجی بدری شہید احد ۳ھ' سعد بن زید بن مالک اوسی' بقول واقدی' سعید بن زید بن خالد خزرجی' سعد بن سہیل بن عبدالاشہل نجاری' سعد بن عبید انصاری شہید قادسیہ' ۱۵ھ' سعد بن عثمان بن خلدہ ابو عبادہ بقول ابن عائذ ابو عبیدہ' سعد بن معاذ اوسی' اس کے پاس اوس کا علم تھا' غزوہ بنی قریظہ کے بعد م ۵ھ' سعد بن عبادہ بن دلیم خزرجی م ۱۵ھ' امام بخاری' عروہ' ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اس کو شرکاء بدر میں شمار کیا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ساتھ جنگ کے بارے مشورہ کیا تو سعد بن عبادہ نے کہا تھا یارسول اللہ! گویا آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ سعد بن معاذ ہیں اور سعد بن عبادہؓ کو رسول اللہ ﷺ نے راستہ سے واپس کر دیا تھا۔ مدینہ پر حاکم مقرر کر کے یا اس کو سانپ ڈس گیا تھا اور بدر میں شمولیت نہیں کر سکے' یہ بات سہیلی نے ابن قتیبہ سے نقل کی ہے' واللہ اعلم۔

سعد بن ابی وقاص مالک بن اہیب زہری یکے از عشرہ مبشرہ م ۵۵ھ' سعد بن مالک ابوسہل بقول واقدی' بدر میں جانے کے لئے تیار ہوئے مگر بیمار ہو گئے اور اللہ کو پیارے ہو گئے' م ۲ھ' سعید بن زید بن

عمرو بن نفیل عدوی، عمرؓ کے ابن عم، بدر کے بعد شام سے واپس آئے رسول اللہ ﷺ نے اس کو غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا م ۵ھ، سفیان بن بشر بن عمرو خزرجی، سلمہ بن اسلم بن حریش اوسی شہید جسر ابی عبیدہ، ۱۴ھ، سلمہ بن ثابت بن وقش بن زغبہ شہید احد ۳ھ، سلمہ بن سلامہ بن وقش بن زغبہ م ۴۵ھ، سلیم بن حارث نجاری، سلیم بن عمرو سلمی شہید احد، ۳ھ، سلیم بن قیس بن فہد خزرجی (خلافت عثمان میں وفات پائی)، سلیم بن ملحان برادر حرام بن ملحان نجاری شہید بیئر معونہ ۴ھ، سماک بن اوس بن خرشہ ابو دجانہ، بعض سماک بن خرشہ کہتے ہیں شہید یمامہ ۱۲ھ، سماک بن سعد بن ثعلبہ خزرجی برادر بشر بن سعد، سہل بن حنیف اوسی، م ۳۸ھ، سہل بن عتیک نجاری،"" سہل بن قیس سلمی شہید احد، ۳ھ، سہیل بن رافع نجاری، مسجد نبوی کی جگہ سہیل اور اس کے بھائی کی تھی خلافت عمرؓ میں فوت ہوا۔ سہیل بن وھب ابن بیضا فہری سنہ ۹ھ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی، سنان بن ابی سنان بن محصن بن حرثان مہاجر حلیف بن عبد شمس بن عبد مناف م ۳۲ھ، سنان بن صیفی سلمی، سواد بن زریق بن زید انصاری بقول اموی، سواد بن رزام، سواد بن غزیہ بن اھیب بلوی، سویبط بن سعد بن حرملہ عبدری، سوید بن مخشی ابو مخشی طائی حلیف بنی عبد شمس بعض کہتے ہیں اس کا نام ہے ازید بن حمیر۔

حرف شین : شجاع بن وھب بن ربیعہ اسدی، اسد بن خزیمہ، حلیف بنی عبد شمس مہاجر شہید یمامہ ۱۲ھ، شماس بن عثمان مخزومی بقول ابن ہشام، اس کا نام عثمان بن عثمان ہے جاہلی دور میں شماس نامی خوبصورت آدمی تھا، اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کو شماس کہنے لگے شہید احد ۳ھ، شقران، غلام رسول اللہ ﷺ، بقول واقدی، اس کو غنیمت سے حصہ نہیں دیا اور یہ اسیروں پر نگران تھا۔ وہ مجاہدین جن کے اسیر تھے انہوں نے تھوڑا تھوڑا مال دیا اور وہ ایک حصہ سے زیادہ ہو گیا۔

حرف ص : صہیب بن سنان رومی مہاجر م ۳۹ھ، صفوان بن وھب بن ربیعہ فہری برادر سہیل بن بیضاء شہید بدر ۲ھ، صخر بن امیہ بن خنساء سلمی (اصابہ ۴۰۳۹)

حرف ض : ضحاک بن حارثہ بن زید سلمی، ضحاک بن عبد عمرو نجاری، ضمرہ بن عمرو شہید احد ۳ھ، جہنی بقول موسیٰ بن عقبہ، ضمرہ بن کعب بن عمرو حلیف انصار برادر زیاد بن عمرو۔

حرف ط : طلحہ بن عبیداللہ تیمی یکے از عشرہ مبشرہ جنگ بدر کے بعد شام سے واپس آیا رسول اللہ ﷺ نے اس کو غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا م ۳۶ھ، طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف مہاجر برادر حصین اور عبیدہ م ۳۳ھ، طفیل بن مالک بن خنساء سلمی شہید خندق ۵ھ، طفیل بن نعمان بن خنساء سلمی، طفیل بن مالک مذکور بالا کا ابن عم شہید غزوہ خندق ۵ھ، طلیب بن عمیر بن وھب بن ابی کبیر بن عبد بن قصی (ذکرہ الواقدی) شہید یرموک یا اجنادین۔

حرف ظ : ظہیر بن رافع اوسی (ذکرہ البخاری)

حرف ع : عاصم بن ثابت بن ابی اقلح انصاری شہید بیئر رجیع ۴ھ جن کی لاش کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے

شہد کی مکھیوں کا چھتہ بھیج کر کی تھی۔ عاصم بن عدی بن جد بن عجلان' رسول اللہ ﷺ نے اس کو مقام روحاء سے واپس کر دیا مال غنیمت سے اس کو حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا م ۴۵ھ بہ عمر ۱۲۰ سال' عاصم بن قیس بن ثابت خزرجی' عاقل بن بکیر برادر ایاس' خالد اور عامر' عامر بن امیہ بن زید بن حسحاس نجاری شہید احد ۳ھ' عامر بن حارث فہری' یہ نام سلمہ نے ابن اسحاق اور ابن عائذ سے بیان کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ اور زیاد نے ابن اسحاق سے "عمرو بن حارث" بیان کیا ہے' عامر بن ربیعہ بن مالک عنزی حلیف بنی عدی مہاجر م ۳۵ھ' عامر بن سلمہ بن عامر بن عبداللہ بلوی قضاعی حلیف بنی سالم بن مالک بن سالم بن غنم بقول ابن ہشام اس کو عمر بن سلمہ بھی کہتے ہیں' عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث ابن فہر' ابو عبیدہ بن جراح مہاجر یکے از عشرہ مبشرہ م ۱۸ھ طاعون عمواس' عامر بن فہیرہ مولی ابی بکر شہید بیئر معونہ ۴ھ' عامر بن مخلد نجاری شہید احد ۳ھ' عائذ بن ماعص بن قیس خزرجی شہید بیئر معونہ ۴ھ یا یمامہ ۱۲ھ' عباد بن بشر بن وقش اوسی شہید یمامہ ۱۲ھ' عباد بن قیس بن عامر بن خزرجی' عباد بن قیس بن عیشہ خزرجی برادر سبیع شہید موتہ ۸ھ' عباد بن خشخاش قضاعی شہید احد ۳ھ' عبادہ صامت خزرجی م ۳۴ھ دور ملہ یا بیت المقدس' عبادہ بن قیس بن کعب بن قیس شہید موتہ ۸ھ' عبداللہ بن امیہ بن عرفطہ' عبداللہ بن ثعلبہ بن خزمہ برادر بحاث' عبداللہ بن جحش بن رئاب اسدی شہید احد ۳۰ھ' عبداللہ بن جبیر بن نعمان اوسی شہید احد ۳۰ھ' عبداللہ بن جد بن قیس سلمی' عبداللہ بن حق بن اوس ساعدی بقول موسیٰ بن عقبہ' واقدی اور ابن عائذ عبد رب بن حق اور بقول ابن ہشام عبد رب بن حق' عبداللہ بن حمیر برادر خارجہ بن حمیر' اشجعی حلیف بنی حرام' عبداللہ بن ربیع بن قیس خزرجی' عبداللہ بن رواحہ خزرجی شہید موتہ ۸ھ' عبداللہ بن زید بن عبد ربعہ بن ثعلبہ خزرجی جسے اذان کا خواب آیا ۳۲ھ یا غزوہ احد ۳ھ' عبداللہ بن سراقہ عدوی' موسیٰ بن عقبہ' واقدی اور ابن عائذ نے اس کو بدریوں میں شمار نہیں کیا البتہ ابن اسحاق وغیرہ نے اس کو بدریوں میں شمار کیا ہے' عبداللہ بن سلمہ بن مالک عجلانی حلیف انصار شہید احد ۳ھ' عبداللہ بن سہل بن رافع برادر بنی زعوراء شہید غزوہ خندق ۵ھ' عبداللہ بن سہیل بن عمرو مکہ سے والد اور مشرکین کے ہمراہ آیا اور ان سے جدا ہو کر اہل اسلام کے ساتھ شامل ہو گیا شہید یمامہ ۱۲ھ' عبداللہ بن طارق بن مالک قضاعی حلیف اوس اور "اصابہ" میں ہے' عبداللہ بن طارق بن عمرو بن مالک بلوی حلیف بنی ظفر' عبداللہ بن عامر بلوی ذکرہ ابن اسحاق' عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی فرزند ارجمند رئیس المنافقین شہید یمامہ ۱۲ھ' عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم ابو سلمہ شوہر ام سلمہ متوفی ۳ھ (مگر امام ابن کثیر نے ان کو شہید بدر کہا ہے) جو محل نظر ہے' عبداللہ بن عبدمناف بن نعمان سلمی' عبداللہ بن عبس' عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرہ بن کعب' ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول جمادی اولیٰ سوموار ۱۳ھ' عبداللہ بن عرفطہ بن عدی خزرجی' عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی ابو جابرؓ شہید احد ۳ھ' عبداللہ بن عمیر بن عدی خزرجی' عبداللہ بن قیس بن خالد نجاری شہید احد ۳ھ' عبداللہ بن قیس بن صخر بن حرام سلمی' عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار' جنگ بدر میں اس کو

رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت پر عدی بن ابی الزغباء کے ہمراہ نگران مقرر کیا تھا م ۳۰ھ' عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ اولین مہاجرین میں سے ہیں شہید یمامہ ۱۳ھ' عبداللہ بن مسعود ھذلی حلیف بنی زہری اولین مہاجرین میں سے ہے م ۳۳ھ' عبداللہ بن مظعون جمحی اولین مہاجرین میں سے ہے م ۳۰ھ۔

عبداللہ بن نعمان بن بلدمہ سلمی' عبداللہ بن انیسہ بن نعمان سلمی' عبدالرحمان بن جبر بن عمرو ابو عیس خزرجی م ۳۴ھ' عبدالرحمان بن عبداللہ بن ثعلبہ ابو عقیل قضاعی بلوی شہید یمامہ ۱۲ھ' عبدالرحمان بن عوف بن عبدعوف بن عبدالحارث زھرہ یکے از عشرہ مبشرہ' عبس بن عامر بن عدی سلمی' عبید بن تیہان برادر ابو الھیثم' اس کا نام عتیک بھی مذکور ہے شہید احد ۳ھ' عبید بن ثعلبہ از بنی غنم' عبید بن زید بن عامر بن عمرو بن عجلان بن عامر' عبید بن ابی عبید انصاری' عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبدمناف برادر حصین اور طفیل۔ جنگ مبازرت میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا پھر بدر کے بعد شہید ہوئے ۲ھ' عتبان بن مالک بن عمرو خزرجی (خلافت معاویہؓ میں فوت ہوئے) عتبہ بن ربیعہ بن خالد بن معاویہ بہرانی حلیف بنی امیہ از لوذان یرموک میں بھی شامل ہوا' عتبہ بن عبداللہ بن صخر سلمی' عتبہ بن غزوان بن جابر مہاجرین اولین میں سے ہے م ۱۵ھ' عثمان بن عفان خلیفہ سوم یکے از عشرہ مبشرہ' ذوالنورین ۳۵ھ' اپنی زوجہ بنت رسول کی تیمار داری کے لئے پیچھے رہ گئے تھے آپؐ نے اس کو حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا۔ عثمان بن مظعون جمحی ابو السائب برادر عبداللہ و قدامہ مہاجر قدیمی سہ ھ' عدی بن ابی الزغباء جہنی اس کو رسول اللہ ﷺ نے بسبس بن عمرو کے ہمراہ بطور جاسوس روانہ کیا تھا' عصمہ بن حصین بن وبرہ بن خالد بن عجلان' عصیمہ حلیف بنی حارث اشجعی یا بنی اسد سے' عطیۃ بن نویرہ بن عامر بن عطیہ خزرجی' عقبہ بن عامر بن نابی سلمی' عقبہ بن عثمان بن خلدہ خزرجی برادر سعد بن عثمان' عقبہ بن عمرو ابو مسعود بدری امام بخاری نے اس کو بدری قرار دیا ہے مگر اکثر اصحاب مغازی نے اس کو بدریوں میں شامل نہیں کیا۔

عقبہ بن وھب بن ربیعہ اسدی حلیف بنی عبد شمس برادر شجاع بن وھب اولین مہاجرین میں سے ہے' عقبہ بن وھب بن کلدہ حلیف بنی غطفان' عکاشہ بن محصن غنمی اولین مہاجرین میں سے بلا حساب جنتی' علیؓ خلیفہ چہارم یکے از عشرہ مبشرہ ش ۴۰ھ اور جنگ مبازرت میں شریک' عمار بن یاسرؓ عنسی مذحجی از اولین مہاجرین' عمارہ بن حزم بن زید نجاری' عمر بن خطاب' خلیفہ دوم یکے از عشرہ مبشرہ ش ۲۳ھ' عمر بن عمرو بن ایاس یمنی حلیف بنی لوذان بقول بعض برادر ربیع اور ورقہ' عمرو بن ثعلبہ بن وھب بن عدی بن مالک ابو حکیم' عمرو بن حارث بن زھیر بن ابی شداد بن ربیعہ فہری' عمرو بن سراقہ عدوی مہاجر' عمرو بن ابی سرح فہری مہاجر بقول واقدی اور ابن عائذ اس کا نام معمر ہے' عمرو بن طلق بن زید بن امیہ بن سنان بن کعب بن غنم از بنی حرام' عمرو بن جموح بن حرام انصاری' عمرو بن قیس بن زید سواد بن مالک بن غنم بقول واقدی اور اموی' عمرو بن قیس بن مالک بن عدی بن خنساء بنی عمرو ابو خارجہ' موسیٰ بن عقبہ نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔

عمرو بن عامر بن حارث فہری ذکرہ موسیٰ بن عقبہ' عمرو بن معبد بن ازعر اوسی' عمرو بن معاذ اوسی برادر سعد بن معاذ' عمیر بن حارث بن ثعلبہ' عمرو بن حارث بن بعدۃ بن ثعلبہ سلمی بھی کہتے ہیں۔ عمیر بن حرام

بن جموح سلمی ذکرہ ابن عائذ و الواقدی' عمیر بن حمام بن جموح' عمیر بن حرام مذکور بالا کا ابن عم شہید بدر ۲ھ' عمیر بن عامر بن مالک بن خنساء بن مبذول بن عمرو ابوداوٗد مازنی' عمیر بن عوف غلام سہیل بن عمرو' اموی وغیرہ نے اس کا نام عمرو بتایا ہے اور متفق علیہ روایت میں عمرو ہی مذکور ہے (حدیث بعث ابی عبیدہ الی البحرین) عمیر بن مالک بن اھیب زہری برادر سعد بن ابی وقاص شہید بدر ۲ھ' عنترہ غلام بنی سلیم بعض کہتے وہ غلام نہیں بلکہ اس قوم کا فرد ہے' واللہ اعلم' عوف بن حارث بن رفاعہ بن حارث فہری ابن عفرا وتبت عبید بن ثعلبہ نجاریہ شہید بدر ۲ھ' عویم بن ساعدہ انصاری از بنی امیہ بن زید' عیاض بن غنم فہری از اولین مہاجرین۔

حرف غ : غنام بن اوس خزرجی (ذکرہ الواقدی) مگر ان کا نام متفق علیہ نہیں۔

حرف ف : فاکہ بن بشر بن فاکہ خزرجی۔ فروہ بن عمرو بن ودفہ (یا وذفہ) خزرجی

حرف ق : قتادہ بن نعمان اوسی' قدامہ بن مظعون جمحی مہاجر برادر عثمان اور عبداللہ' قطبہ بن عامر بن حدیدہ سلمی' قیس بن سکن نجاری' قیس بن ابی صعصعہ' عمرو بن زید مازنی جنگ بدر میں ساقہ اور لشکر کے پچھلے حصے کا امیر تھا' قیس بن محصن بن خالد خزرجی' قیس بن مخلد بن ثعلبہ نجاری۔

حرف ک : کعب بن حمان یا جمار یا جماز بقول ابن ہشام کعب بن عبشان اور کعب بن مالک بن ثعلبہ بن جماز بھی منقول ہے بقول اموی' کعب بن ثعلبہ بن حبالہ بن غنم غسانی حلیف بنی خزرج بن ساعدہ' کعب بن زید بن قیس نجاری' کعب بن عمرو ابو الیسر سلمی' کلفہ بن ثعلبہ یکے از بکائین ذکرہ موسیٰ بن عقبہ' کنار بن حصین بن یربوع ابو مرثد غنوی از اولین مہاجرین۔

حرف م : مالک بن دخشم یا ابن دخشن خزرجی' مالک بن ابی خولی جعفی حلیف بن عدی' مالک بن ربیعہ ابو اسید ساعدی' مالک بن قدامہ اوسی مہاجر' مالک بن عمرو برادر ثقف بن عمرو مہاجر حلیف بن تمیم بن دودان بن اسد' مالک بن قدامہ اوسی' مالک بن مسعود خزرجی' مالک بن ثابت بن نمیلہ مزنی حلیف بنی عمرو بن عوف' مبشر بن عبدالمنذر بن زنیر اوسی برادر ابو لبابہ اور رفاعہ شہید بدر ۲ھ' مجذر بن زیاد بلوی مہاجر' محرز بن عامر نجاری' محرز بن نضلہ اسدی حلیف بنی عبد شمس مہاجر' محمد بن مسلمہ حلیف بنی عبدالاشہل' مدلج یا مدلاج بن عمرو برادر ثقف بن عمرو مہاجر' مرثد بن ابو مرثد غنوی' مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبد مناف مہاجر بعض اس کا نام عوف بھی کہتے ہیں' مسعود بن اوس انصاری نجاری' مسعود بن خلدہ خزرجی' مسعود بن ربیعہ قاری مہاجر حلیف بنی زہرہ سنہ ھ' مسعود بن سعد یا ابن عبد سعد بن عامر بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث' مسعود بن سعد بن قیس خزرجی' مصعب بن عمیر عبدری مہاجر غزوہ بدر میں علم بردار سنہ ھ' معاذ بن جبل خزرجی' معاذ بن حارث نجاری' ابن عفراء برادر عوف اور معوذ' معاذ بن عمرو بن جموح خزرجی' معاذ بن ماعض خزرجی برادر عائذ' معبد بن عباد بن قشیر بن فدم بن سالم بن غنم بعض کہتے ہیں معبد بن عبادہ بن قیس اور بقول واقدی قشیر کی بجائے قشعر ہے اور بقول ابن ہشام قشعر ابو خمیصہ' معبد بن قیس بن صخر سلمی برادر عبداللہ بن قیس سنہ ھ' معتب بن عبید بن ایاس بلوی قضاعی' معتب بن عوف

الخزاعی حلیف بنی مخزوم مہاجر' معتب بن قشیر اوسی' معقل بن منذر سلمی' معمر بن حارث جمحی مہاجر' معن بن عدی اوسی' معوذ بن حارث جمحی ابن عفراء برادر معاذ بن عوف' معوذ بن عمرو بن جموح سلمی' غالباً معاذ بن عمرو کا برادر' مقداد بن عمرو بہرانی یہی ہے۔ مقداد بن اسود از اولین مہاجرین جنگ بدر میں شاہ سوار تھا اور اس نے جرات مندانہ کلمات کہے تھے' ملیل بن وبرہ خزرجی منذر بن عمرو بن خنیس ساعدی' منذر بن قدامہ بن عرفجہ خزرجی' منذر بن محمد بن عقبہ انصاری از بنی جحجبی' مجمع غلام عمرؓ یمنی غزوہ بدر ۲ھ میں پہلا شہید۔

حرف ن : نضر بن حارث بن عبد رزاح بن ظفر بن کعب' نعمان بن عبد عمرو نجاری برادر ضحاک' نعمان بن عمرو بن رفاعہ نجاری' نعمان بن عصر بن حارث حلیف بن اوس سنہ ھ' نعمان بن مالک بن ثعلبہ خزرجی اس کو قوقل بھی کہا جاتا ہے جو نعمان بن یسار غلام بنی عبید' یا نعمان بن سنان' نوفل بن عبیداللہ بن نغلہ خزرجی۔

حرف ھا : ھانی بن نیار ابوبردہ بلوی ماموں براء بن عازب' ھلال بن امیہ واقفی۔ ان کا نام صحیحین میں قصہ کعب بن مالک میں' اہل بدر میں مذکور ہے اس کو ارباب مغازی میں سے کسی نے "اہل بدر" میں بیان نہیں کیا' ھلال بن معلّٰی خزرجی برادر رافع بن معلی۔

حرف و : واقد بن عبداللہ تمیمی مہاجر حلیف بنی عدی' ودیعہ بن عمرو بن جراد جہنی' (ذکرہ الواقدی و ابن عائذ) ورقہ بن ایاس بن عمرو خزرجی برادر ربیع بن ایاس سنہ ھ' وھب بن سعد ابن ابی سرح' موسیٰ بن عقبہ ابن عائذ اور واقدی نے اس کو بنی عامر بن لوی میں ذکر کیا ہے اور ابن اسحاق نے اسی کا تذکرہ نہیں کیا۔

حرف ی : یزید بن اخنس بن خباب بن حبیب بن جرہ سلمی' بقول سہیلی یزید کا بیٹا اور باپ تینوں بدر میں شامل ہوئے' ابن اسحاق وغیرہ نے ان کو اہل بدر میں شمار نہیں کیا مگر اکثر نے ان کی بیعۃ رضوان میں شمولیت ذکر کی ہے (اور صحابہ میں شمولیت بدر کے لحاظ سے بے مثال ہیں) یزید بن حارث بن قیس خزرجی "ابن فسحم" فسحم ان کی والدہ کا نام ہے شہید بدر ۲ھ' یزید بن عامر بن حدیدہ ابو المنذر سلمی' یزید بن منذر بن سرح سلمی برادر معقل بن منذر۔

باب الکنی : ابو اسید مالک بن ربیعہ "تقدم" سنہ ھ ابو الاعور بن حارث بن ظالم نجاری' بقول ابن ہشام ابو الاعور الحارث بن ظالم نجاری بقول واقدی ابو الاعور کعب بن حارث بن جندب بن ظالم --- ابوبکر صدیقؓ تقدم ۱۳ھ ابو حبہ بن عمرو بن ثابت کے از بنی ثعلبہ بن عمرو انصاری' ابو حذیفہ مھشم بن عتبہ بن ربیعہ مہاجر' ابو الحمراء غلام حارث بن رفاعہ بن عفرا' ابو خزیمہ بن اوس بن اصرم نجاری' ابو سبرہ غلام ابو رھم بن عبدالعزیٰ مہاجر' ابو سنان بن محصن بن حرثان برادر عکاشہ مع اپنے بیٹے سنان کے بدر میں تھا' ابو الصباح بن نعمان یا عمیر بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرء القیس بن ثعلبہ' بدر میں شامل نہ ہوا راستہ سے واپس پلٹ آیا کہ پتھر لگنے سے زخمی ہو گیا اور اس کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور خیبر ۷ھ میں شہید ہوا' ابو عرفجہ حلیف بنی ... غلام رسول اللہ ﷺ ابو لبابہ بشیر بن عبد منذر "تقدم" ابو مرثد غنوی کناز بن حصین

"تقدم"" ابو مسعود عقبہ بن عمرو بدری "تقدم" ابو ملیل بن از عر بن زید اوسی۔

۳۱۴ مع رسول اللہ ﷺ : جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ سمیت تین سو چودہ مسلمان شامل ہوئے جیسا کہ امام بخاری (عمرو بن خالد' زہیر' ابو اسحاق) براء بن عازب سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ جنگ بدر میں اتنے مجاہد تھے جتنے طالوت کے ساتھ نہر عبور کر گئے تھے' تین سو دس سے زائد' بقول براء' طالوت کے ساتھ نہر پار وہی لوگ گئے تھے جو ایماندار تھے۔ امام بخاری نے اس روایت کو اسرائیل اور سفیان ثوری از ابو اسحاق از براءؓ بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ بقول ابن جریر' اکثر اسلاف کا قول ہے کہ اصحاب بدر کی تعداد ۳۱۰ سے زائد تھی۔

امام بخاری نے (محمود' وھب' شعبہ' ابی اسحاق) براء سے بیان کیا ہے کہ جنگ بدر میں' میں اور ابن عمرؓ کمسن سمجھے گئے' مہاجر جنگ بدر میں ساٹھ سے زائد تھے اور انصار دو سو چالیس سے زائد تھے اس روایت میں یہی تعداد بیان ہوئی ہے۔ ابن جریر' حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں مہاجر ستر تھے اور انصار دو صد ۳۶ تھے مہاجروں کے علم بردار حضرت علیؓ اور انصار کے حضرت سعد بن عبادہؓ تھے۔ اس حدیث کی رو سے وہ ۳۰۶ مجاہد تھے' بعض کہتے ہیں ۳۰۷ تھے۔ بقول امام ابن کثیر' رسول اللہ ﷺ سمیت ۳۰۷ ہوئے اور آپ کے بغیر ۳۰۶ ہوئے' واللہ اعلم۔ قبل ازیں ابن اسحاق کا بیان گزر چکا ہے کہ مہاجر ۸۳ تھے۔ اوسی ۶۱ تھے اور خزرجی ۱۷۰ تھے یعنی کل ۳۱۴ مجاہد تھے یہ روایت بخاری اور ابن عباس کی روایت کے متضاد ہے' واللہ اعلم۔

تعاقب : بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کسی نے پوچھا کیا آپؓ بدر میں شامل تھے تو فرمایا میں کہاں غائب ہو سکتا تھا اور سنن ابوداؤد میں جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں' میں اپنے اصحاب کے لئے پانی فراہم کرتا تھا۔ امام بخاری اور ضیاء مقدسی نے ان کو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا' واللہ اعلم۔

وہ صحابہ جو بدر میں عدم شمولیت کے باوجود مال غنیمت سے فیض یاب ہوئے : بقول امام ابن کثیر' امام ابن اسحاق نے اہل بدر میں درج ذیل صحابہ کرام کو شمار کیا ہے جو کسی عذر کی بنا پر بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور اجر کا وعدہ کیا (۱) حضرت عثمان بن عفانؓ جو کہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تیمارداری کی وجہ سے جنگ میں شامل نہ ہو سکے۔ (۲) سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ کسی ضرورت کے تحت شام میں تھے۔ (۳) طلحہ بن عبیداللہؓ بھی شام میں تھے۔ (۴) ابو لبابہ بشیر بن عبدالمنذر کو رسول اللہ ﷺ نے مقام روحاء سے واپس لوٹا دیا تھا جب آپؐ کو مکہ سے قریش کی روانگی کا علم ہوا تھا اور اس کو مکہ کا حاکم بنا دیا تھا۔ (۵) حارث بن حاطب بن عبید بن امیہ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے راستہ سے ہی واپس لوٹا دیا تھا۔ (۶) حارث بن صمہؓ رفاء میں زخمی ہو گئے اور ان کو بھی واپس کر دیا۔ (۷) خوات بن جبیر (۸) ابو الصیاح بن ثابتؓ ان کی پنڈلی زخمی ہو گئی اور ان کو بھی واپس لوٹا دیا اور بقول واقدی (۹) سعد ابو مالکؓ نے زاد سفر تیار کیا مگر فوت ہو گیا اور بقول بعض روحاء میں فوت ہوا۔

شہداءِ بدر : جنگ بدر میں ۱۴ مجاہد شہید ہوئے چھ درج ذیل مہاجر (۱) عبیدہ بن حارث بن مطلبؓ جنگ میں پاؤں کٹ گیا اور صفراء میں روح پرواز ہوئی۔ (۲) عمیر بن ابی وقاص برادر سعد بن ابی وقاص' اس کو عاص بن سعید نے شہید کیا۔ یہ سولہ سالہ نوخیز تھے' رسول اللہ ﷺ نے کم سنی کی وجہ سے واپس چلے جانے کا ارشاد فرمایا تو وہ رو دیئے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ شوق دیکھ کر اجازت فرما دی اور درجہ شہادت پایا (۳) ذوشمالین بن عبد عمرو خزاعی (۴) صفوان بن بیضاء (۵) عاقل بن بکیر لیثی حلیف بنی عدی (۶) مجع غلام عمرؓ جنگ بدر میں پہلا شہید۔

آٹھ درج ذیل انصاری (۱) حارثہ بن سراقہ کو حبان بن عرقہ نے حلق میں تیر مارا اور وہ شہید ہو گیا (۲) معوذ (۳) اور عوف پسران عفراء (۴) یزید بن حارث' ابن فسحم' عمیر بن حمام' رافع بن معلی بن لوذان (۷) سعد بن خیثمہ (۸) مبشر بن عبد المنذرؓ

سامان حرب اور علم : مجاہدین کے پاس ستر اونٹ تھے (کما تقدم) اور دو گھوڑے تھے' ایک پر جس کا نام بعرجہ یا سبحہ تھا' مقدادؓ بن اسود سوار تھے اور دوسرے پر جس کا نام یعسوب تھا زبیر بن عوامؓ سوار تھے' مہاجروں کا علم' حضرت علیؓ کے پاس تھا اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس اور ایک علم مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا مہاجرین کی مجلس شوریٰ کے امیر حضرت ابوبکرؓ تھے اور انصار کی مجلس شوریٰ کے حضرت سعد بن معاذ تھے۔

مشرکین کی تعداد : مشرکین کے لشکر کے بارے' سب سے عمدہ اور احسن قول یہ ہے کہ وہ نو سو سے لے کر ہزار تک تھے عروہ اور قتادہ نے بتایا ہے کہ وہ ۹۵۰ تھے اور بقول واقدی ۹۳۰ تھے یہ معین تعداد' دلیل کی محتاج ہے۔ حالانکہ بعض احادیث میں ہے کہ وہ ایک ہزار سے زائد تھے ممکن ہے یہ تعداد خادموں سمیت ہو' واللہ اعلم۔

قتیل اور اسیر : بخاری میں براء سے مروی ہے کہ ستر مشرک قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے جمہور کا بھی یہ قول ہے بنا بریں کعب بن مالک نے ایک قصیدے میں کہا ہے۔

فأقام بالعطن المعطن منهم سبعون عتبة منهم والاسود

واقدی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ اور عروہ بن زبیر نے اس کے برعکس بیان کیا ہے یہ لوگ علم مغازی کے امام ہیں' ان کی تائید کے بغیر اجماع اور اتفاق کا بیان ناممکن ہے گو ان کا قول حدیث صحیح کی نسبت مرجوح ہی ہے' واللہ اعلم۔

پہلا قتیل اور پہلا بھگوڑا : مشرکین کے مقتول اور اسیروں کے نام ابن اسحاق وغیرہ نے شمار کئے ہیں اور ضیا مقدسی نے "احکام" میں یہ خوب بیان کئے ہیں اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ان میں سے پہلا قتیل ہے اسود بن عبد الاسد مخزومی اور پہلا بھگوڑا ہے خالد بن اعلم خزاعی یا عقیلی حلیف بن مخزوم مگر یہ فرار اس کے کسی کام نہ آیا اور وہ گرفتار ہو گیا' اسی نے کہا تھا۔

(اور ہم ایسے بزدل نہیں ہیں کہ ہمارے زخموں سے ایڑیاں خون آلودہ ہوں بلکہ ہم ایسے شیر دل ہیں کہ پیروں کی پشت پر خون گرتا ہے۔ ہم پسپا نہیں ہوتے پیش قدمی کرتے ہیں)

اس نے یہ شعر کہا مگر وہ اس میں راست باز نہ تھا۔

پہلا اسیر : ان میں پہلا اسیر ہے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث اور جملہ اسیروں میں سے ان کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے تہ تیغ کر دیا گیا اور ان میں سے پہلے کون قتل ہوا یہ مختلف فیہ بات ہے۔

بعض مفت رہا کئے اور باقی سے فدیہ لیا : رسول اللہ ﷺ نے بعض اسیر بغیر فدیہ لئے مفت رہا کر دیئے۔ ابوالعاص بن ربیع اموی' مطلب بن حنطب بن حارث مخزومی' صیفی بن ابی رفاعہ' ابو عزہ شاعر' وھب بن عمیر بن وھب جمحی اور باقی ماندہ اسیروں سے زر فدیہ لے کر رہا کر دیا یہاں تک کہ عم محترم حضرت عباسؓ سے دیگر اسیروں کی نسبت زیادہ فدیہ لیا کہ عطیہ اور بخشش کا شائبہ نہ ہو حالانکہ عباس کے گرفتار کنندگان نے درخواست کی تھی کہ آپؐ اس کا زر فدیہ معاف فرما دیں مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا ایک درہم بھی مت چھوڑو۔

زر فدیہ : محدود نہ تھا کم و بیش اور متفاوت تھا کم از کم چار سو درہم اور بعض سے چالیس اوقیہ سونا لیا اور بقول موسیٰ بن عقبہ' حضرت عباس سے ایک اوقیہ سونا لیا اور بعض کو زر فدیہ کے مطابق اجرت پر اجیر رکھ لیا جیسا کہ امام احمد (علی بن عاصم' داؤد' عکرمہ) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے بعض اسیروں کے پاس زر فدیہ نہ تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان کا زر فدیہ یہ مقرر کر دیا کہ وہ انصار کے دس بچوں کو لکھنا سکھا دے چنانچہ ایک روز ایک بچہ روتا ہوا اپنی والدہ کے پاس آیا تو اس نے پوچھا کیوں رو رہا ہے تو اس نے کہا مجھے میرے استاذ نے مارا ہے تو والدہ نے کہا آئندہ اس کے پاس نہ جانا وہ بدطینت بدر کا بدلہ لے رہا ہے۔

فضیلت اہل بدر : بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حارثہ بن سراقہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تو اس کی والدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ جانتے ہیں حارثہ مجھے کس قدر پیارا تھا اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں اور ثواب کی امید رکھوں اگر وہ برے حال میں ہے تو تو آپ دیکھئے میں کیسا روتی پیٹتی ہوں' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' افسوس تو دیوانی ہے۔ کیا بہشت ایک ہی ہے' اللہ کی بہت بہشت ہیں اور حارثہ تو جنت فردوس میں ہے۔ تفرد بہ البخاری۔ دیگر اسانید سے حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حارثہ جنگی صورت حال کا معائنہ کرنے والوں میں تھے اور اس میں ہے (**ان ابنک اصاب الفردوس الاعلی**) یہ حدیث اہل بدر کی فضیلت پر عظیم آگہی اور اطلاع ہے کیونکہ حضرت حارثہ میدان جنگ میں نہ تھے بلکہ وہ دور سے جنگ کا معائنہ کر رہا تھا۔ حوض سے پانی پیتے ہوئے کو تیر لگا اور جان بحق ہو گیا بایں ہمہ وہ فردوس اعلیٰ میں پہنچ گیا جو تمام بہشت سے افضل و اعلیٰ ہے اور نہروں کا منبع ہے اور رسول اللہ ﷺ نے امت کو بتایا کہ جب وہ اللہ سے جنت کا سوال کریں تو جنت فردوس کا سوال کریں۔

جب دور سے نظارہ کرنے والے کا جنت میں یہ اعلیٰ و ارفع مقام ہے تو فرمائیے میدان جنگ میں سر گنا

طاقتور دشمن سے لڑنے والے کا کیا مقام ہو گا؟

بخاری اور مسلم میں (اسحاق بن راھویہ' عبداللہ بن ادریس' حصین بن عبدالرحمان' سعد بن عبیدہ' ابو عبدالرحمان سلمی) حضرت علیؓ سے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اور اس کا فتح مکہ کے سال اہل مکہ کو خط روانہ کرنا مذکور ہے اور حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ اس کا سر قلم کر دے کہ اس نے اللہ' رسول اور مسلمانوں کی خیانت کے جرم کا ارتکاب کیا ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ غزوہ بدر میں شامل تھا (کیا تم کو معلوم نہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو نظر کرم سے دیکھ کر فرمایا ہے' اب تم جیسے چاہو (اچھے یا برے) کام کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے (اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں **الیس من اھل بدر ولعل اللّٰہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد وجبت لکم الجنة اوقد غفرت لکم**) یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ آب دیدہ ہو گئے اور کہا اللہ اور اس کا رسول (ہر کام کی مصلحت) خوب جانتے ہیں۔

امام مسلم (قتیبہ' لیث' ابو الزبیر) حضرت جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حاطب کے غلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکوہ کیا یارسول اللہ ﷺ! حاطب جہنم میں داخل ہو گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو غلط کہہ رہا ہے وہ جہنم میں داخل نہ ہو گا اس نے غزوہ بدر اور حدیبیہ میں شمولیت کی ہے۔

امام احمد (سلیمان بن داؤد' ابوبکر بن عیاش' اعمش' ابو سفیان) حضرت جابرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بدر یا حدیبیہ میں شامل ہونے والا مجاہد جہنم میں نہ جائے گا (**تفرد به احمد وھو علی شرط مسلم**) امام احمد (یزید' حماد بن سلمہ' عاصم بن ابی النجود' ابو صالح) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نظر کرم کی ہے اور فرمایا ہے جیسے چاہو عمل کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے' اس روایت کو ابوداؤد نے احمد بن سنان اور موسیٰ بن اسماعیل کی معرفت یزید بن ہارون سے بیان کیا ہے۔

حافظ بزار نے اپنی "مسند" میں (محمد بن مرزوق' ابو حذیفہ' عکرمہ' یحییٰ بن ابی کثیر' ابو سلمہ) حضرت ابوہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ان شاء اللہ امیدوار ہوں کہ اہل بدر میں سے کوئی جہنم میں داخل نہ ہو گا۔ بقول حافظ بزار یہ حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے صرف اسی سند کے ساتھ مروی ہے بقول امام ابن کثیر' حافظ بزار اس میں منفرد ہے اور یہ بخاری کی شرط کی حامل ہے اور اصحاب ستہ نے اس کی تخریج نہیں کی' واللہ اعلم۔ "فرشتوں کا بدر میں حاضر ہونے" کے عنوان کے تحت امام بخاری (اسحاق بن ابراہیم' جریر' یحییٰ بن سعید' معاذ بن رفاعہ بن رافع زرقی' اپنے والد رفاعہ بدری سے) بیان کرتے ہیں کہ جبرائیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہنے لگے آپ اہل بدر کو کیا درجہ دیتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا وہ سب مسلمانوں سے افضل ہیں تو جبرائیل نے کہا بدری فرشتے بھی اسی طرح ہیں (انفرد بہ البخاری)

زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا مکہ سے مدینہ آنا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رہائی کے بعد ابوالعاص جب مکہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ تم "بطن یاجج" میں ٹھہرو جب زینبؓ تمہارے پاس سے گزرے تو اس کو ہمراہ لے کر میرے پاس لے آؤ

چنانچہ وہ فوراً روانہ ہو گئے' یہ واقعہ غزوہ بدر کے قریباً ایک ماہ بعد رونما ہوا۔ ابو العاص نے مکہ پہنچ کر حضرت زینبؓ کو والد محترم ﷺ کے پاس جانے کی اجازت دے دی تو وہ زاد راہ تیار کرنے لگیں۔

راز داری : ابن اسحاق' عبداللہ بن ابی بکر کی معرفت حضرت زینبؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں زاد سفر کی تیاری میں مصروف تھی کہ ہند بنت عتبہ (امیر معاویہ کی والدہ) نے مجھے کہا' اے بنت محمد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو اپنے والد کے پاس جانا چاہتی ہے تو میں نے کہا' میرا یہ ارادہ نہیں ہے' یہ سن کر اس نے کہا اے بنت عم! ایسا وطیرہ اختیار نہ کرو اگر آپ کو سامان یا روپیہ پیسہ کی ضرورت لاحق ہو جو سفر میں کام آئے' میں بخوشی دے سکتی ہوں مجھ سے پرہیز نہ کرو کہ خواتین کے دلوں میں وہ رنج و ملال نہیں ہوتا جو مردوں کے دلوں میں ہوتا ہے۔ حضرت زینبؓ کا بیان ہے کہ میرا خیال ہے کہ اس نے یہ بات خلوص سے کہی تھی مگر میں اس سے پرحذر تھی میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میرا جانے کا ارادہ نہیں ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے جب وہ اپنے زاد سفر کی تیاری سے فارغ ہو گئیں تو ابو العاص کے بھائی کنانہ بن ربیع نے سواری پیش کی' آپ سوار ہو گئیں اور کنانہ نے اپنی کمان اور تیروان ساتھ لے لیا اور اس کو روز روشن میں لے کر چل پڑا اور قریش میں یہ بات موضوع بحث بنی تو وہ ان کی تلاش میں چل پڑے اور چلتے چلتے "ذی طویٰ" میں ان کو پا لیا تو سب سے پہلے' ان کی طرف ھبار بن اسود فہری آیا اور اس نے نیزے سے سواری کو ڈرا دیا اور حضرت زینبؓ جو کہ حاملہ تھیں ان کا حمل ضائع ہو گیا اور ان کا دیور کنانہ تیر نکال کر بیٹھ گیا اور اعلان کر دیا جو میرے قریب آئے گا تیر بہدف ہو گا چنانچہ لوگ اس کے پاس سے لوٹ آئے۔ پھر ابو سفیان رؤسائے قریش آئے اور اس کو کہا اے جوان! تیر مت چلاؤ حتیٰ کہ ہم تم سے بات چیت کر لیں۔ چنانچہ وہ تیر اندازی سے رک گئے اور ابو سفیان نے کہا تم نے ٹھیک نہیں کیا برملا خاتون کو لے چلا ہے' حالانکہ تو ہماری جان کی مصیبت اور محمدؐ کے کارنامے کو خوب جانتا ہے جب تو محمدؐ کی بیٹی کو اعلانیہ اور برملا لے جائے گا تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ ہماری ذلت و رسوائی کا موجب ہے اور ہماری کمزوری و ناتوانی کے باعث ہے۔ مجھے زندگی کی قسم! ہمیں اس کو روکنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں اور اس کے خلاف کوئی جوش و جذبہ بھی نہیں لیکن اچھی صورت یہ ہے کہ تم اس کو واپس لے چلو جب حالات نارمل اور پرسکون ہو جائیں اور لوگ سمجھیں کہ ہم نے ان کو واپس لوٹا لیا ہے تو اس کو چپکے سے اس کے باپ کے پاس لے جاؤ پھر اس نے اس منصوبے پر عمل کیا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت زینبؓ کو واپس لوٹا کر جب یہ لوگ مکہ میں آئے تو ہند بنت عتبہ زوجہ ابو سفیان نے ان کی مذمت کرتے ہوئے کہا۔

أفي السلم أعياراً جفاء وغلظة وفي الحرب اشباه النساء العوارك

(کیا صلح میں تم گدھوں کی طرح بے مروت اور سنگدل ہوتے ہو اور لڑائی میں حائضہ عورتوں کی طرح ہوتے ہو)

بقول بعض یہ شعر اس نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا جو بدر سے شکست کے بعد واپس لوٹے تھے۔ بقول ابن اسحاق وہ دو چار روز مکہ میں مقیم رہیں یہاں تک کہ جب چہ میگوئیاں ختم ہو گئیں تو رات کو چپکے

سے حضرت زینبؓ کو حضرت زیدؓ اور اس کے ساتھی کے سپرد کر دیا وہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں رات کی تاریکی میں لے آئے۔

''دلائل'' میں امام بیہقی نے (عمر بن عبداللہ بن عروہ بن زبیر' عروہ) حضرت عائشہؓ سے' حضرت زینبؓ کی مکہ سے آنے کا واقعہ بیان کر کے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثؓ کو اپنی انگوٹھی دے کر مکہ روانہ کیا کہ زینبؓ کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ چنانچہ اس نے اپنی حکمت و دانائی سے یہ انگوٹھی ایک چرواہے کو دی اور اس نے حضرت زینبؓ کو پہنچا دی۔ حضرت زینبؓ یہ انگوٹھی دیکھ کر پہچان گئیں تو اس سے پوچھا تجھے یہ کس نے دی ہے تو اس نے بتایا مکہ سے باہر ایک آدمی نے مجھے دی ہے۔ چنانچہ حضرت زینبؓ رات کو مکہ سے باہر آئیں اور اس کے پیچھے سوار ہو گئیں اور وہ آپ کو مدینہ لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے میری سب بیٹیوں سے زینب افضل ہے کہ اس کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی۔ یہ حدیث علی بن حسین بن زین العابدین نے سنی تو وہ عروہ کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایک حدیث بیان کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ تو عروہ نے کہا واللہ! مجھے ساری دنیا کی دولت بھی مل جائے تو میں حضرت فاطمہؓ کی کبھی تنقیص پسند نہیں کرتا بعد ازیں یہ روایت بیان نہ کروں گا۔

بقول ابن اسحاق' اس کے بارے عبداللہ بن رواحہؓ یا ابو خیثمہ برادر بنی سالم بن عوف نے یہ اشعار کہے' بقول ابن ہشام یہ اشعار ابو خیثمہ کے ہیں۔

أتاني نذى لا يقدر الناس قدره　　لزينب فيهم من عقوق ومأثم
واخراجها لم يخز فيها محمد　　على مأقط وبيننا عطر منشم
وأمسى أبو سفيان من حلف ضمضم　　ومن حربنا في رغم أنف ومندم
قرنا ابنه عمراً ومولى يمينه　　بذى حلق جلد الصلاصل محكم

(مجھے زینب کے بارے قطع رحمی اور گناہ کی اندوہناک خبر پہنچی ہے جس کا لوگ اندازہ نہیں کر سکتے۔ اور زینب کا نکال دینا جس میں محمدؐ رسوا نہیں ہیں باوجود باہمی معرکہ اور شدید لڑائی کے۔ ابو سفیان ضمضم کے حلیف ہونے اور ہمارے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ سے ذلیل و پشیمان ہے۔ ہم نے اس کے بیٹے عمرو اور اس کے مولی یمین کو مضبوط زنجیر میں باندھ دیا ہے)

بقول ابن اسحاق مولی یمین سے مراد عامر بن حضرمی ہے اور بقول ابن ہشام عقبہ بن عبد حارث بن حضرمی ہے کہ عامر بن حضرمی تو بدر میں قتل ہو گیا تھا۔

فاقسمت لا تنفك منا كتائب　　سراة خميس من لهام مسوم
نزوع قريش الكفر حتى نعلها　　بخاطمة فوق الانوف بميسم
ننزلهم أكناف نجد ونخلة　　وإن يتهموا باخيل والرجل نتهم
يدى الدهر حتى لا يعوج سربنا　　ونلحقهم آثار عاد وجرهم

(میں نے قسم کھائی ہے کہ ہم سے ہمیشہ سرداروں کے لشکر روانہ ہوتے رہیں گے۔ جو قریشی کافروں کو ڈراتے رہیں

گے یہاں تک کہ ہم ان کے ناک پر داغ لگا دیں۔ ہم ان کو نجد اور نخلہ کے اطراف و اکناف میں اترنے پر مجبور کریں گے اگر وہ تہامہ میں چلے جاویں گے تو ہم بھی تہامہ میں ان کا تعاقب کریں گے۔ حوادث زمانہ ظاہر ہو چکے ہیں یہاں تک کہ ہمارا لشکر ان سے منہ نہ موڑے گا اور ہم ان کو عاد اور جرھم قبائل کے ساتھ ملا دیں گے)

وينـدم قـوم لم يطيعـوا محمـداً علـى أمرهـم وأي حـين تنـدم
فـأبلغ أبـا سـفيان إمـا لقيتـه لئن أنـت لم تخلص سجوداً وتسـلم
فابشـر بخـزي فـي الحيـاة معجّـل وسـربـال قـار خـالداً فـي جهنـم

جس قوم نے محمد کی اطاعت نہ کی وہ نادم ہوں گے لیکن یہ ندامت کا کون سا وقت ہے۔ اگر ابوسفیان سے تیری ملاقات ہو تو اس کو بتا دے اگر تو نے سجدہ نہ کیا اور اسلام نہ لایا۔ تو دنیا میں بعجلت ذلت سے خوش ہو اور جہنم میں تارکول کے دائمی لباس سے)

ابن اسحاق (یزید بن ابی حبیب' بکیر بن عبداللہ بن اشج' سلیمان بن یسار' ابواسحاق دوسی) حضرت ابو ہریرۃؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا میں بھی ان میں تھا اور فرمایا ھبار بن اسود اور اس کے ساتھی کو جو اس کے ساتھ زینب کی طرف بڑھا تھا' اگر پکڑ لو تو ان کو نذر آتش کر دینا' پھر دوسرے روز آپؐ نے پیغام بھیجا میں نے تم کو ان کے بارے نذر آتش کرنے کا حکم دیا تھا پھر مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے لائق نہیں کہ وہ کسی کو آگ میں جلائے اگر تم ان پر قابض ہو جاؤ تو قتل کر دینا' تفرد بہ ابن اسحاق اور یہ شرط (شیخین) یا سنن کی حامل ہے اور کتب صحاح میں نہیں ہے۔

امام بخاری (قتیبہ' لیث' بکیر' سلیمان بن یسار) حضرت ابو ہریرۃؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی دستہ روانہ کیا اور فرمایا اگر فلاں فلاں قابو آجائے تو ان کو آگ سے جلا دینا پھر جب ہم روانہ ہونے لگے تو فرمایا میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں کو نذر آتش کر دینا سنو! آگ کا عذاب صرف اللہ کو ہی سزاوار ہے اگر تم ان کو پکڑو تو تہ تیغ کر دینا۔

ابوالعاص کا مسلمان ہونا : ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ابوالعاص مکہ میں بحالت کفر مقیم رہا اور حضرت زینبؓ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں۔ فتح مکہ سے قبل ابوالعاص تجارتی قافلہ میں شام گئے' واپسی میں ایک فوجی دستہ سے آمنا سامنا ہو گیا' فوجی دستہ نے مال و متاع پر قبضہ کر لیا اور ابوالعاص بھاگ کر رات کے اندھیرے میں حضرت زینبؓ کے پاس چلے آئے اور ان سے پناہ طلب کی' انہوں نے پناہ دے دی۔ جب رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز کے لئے گھر سے آئے' آپ نے تکبیر تحریمہ کہی اور مقتدیوں نے بھی' تو حضرت زینبؓ نے بلند آواز سے کہا اے لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نماز سے فراغت کے بعد نمازیوں سے مخاطب ہوئے اے لوگو! جو بات میں نے سنی ہے کیا تم نے سماعت کی ہے؟ سب نے ہاں میں جواب دیا تو فرمایا واللہ! اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' مجھے قبل ازیں اس بات کا علم نہ تھا حتیٰ کہ میں نے اب سنا جو تم نے بھی سنا' اور کم تر مسلمان بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ گھر آکر' حضرت زینبؓ کے پاس گئے اور ان کو نصیحت کی کہ مہمان کی تعظیم و تکریم

کرو مگر اختلاط و ملاپ سے احتراز رہے کہ تم اس کے لئے حلال نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آمادہ کیا کہ وہ اس کا مال و متاع واپس کر دیں چنانچہ انہوں نے ہر چیز واپس کر دی کوئی چیز باقی نہ رہی تو ابوالعاص یہ سارا مال و اسباب لے کر مکہ چلے آئے اور ہر ایک کو اس کا حصہ دے دیا تو پھر کہا اے قریشیو! کیا کسی کا میرے ذمہ کوئی بقایا باقی رہ گیا ہے سب نے کہا بالکل نہیں' اللہ آپ کو جزائے خیر دے' ہم نے آپ کو ایک وفادار اور اچھا انسان پایا ہے۔ بعد ازاں اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

واللہ! مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایمان لانے سے صرف یہی بات مانع تھی کہ تم کہو' مال ہضم کرنے کی خاطر مسلمان ہو گیا ہے۔ اب جبکہ اللہ نے مجھے توفیق دی اور میں اس کی ادائیگی سے فارغ ہو گیا ہوں تو اسلام قبول کرتا ہوں پھر ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلا آیا۔

ابن اسحاق (داؤد بن حصین' عکرمہ) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب کو ابوالعاص کی تحویل میں تجدید نکاح کے بغیر ہی دے دیا۔ اس روایت کو امام احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ نے بھی بیان کیا ہے بقول امام ترمذی اس کی سند میں کوئی مضائقہ نہیں مگر ہم اس حدیث کا مفہوم نہیں سمجھتے ممکن ہے یہ داؤد بن حصین کے حافظہ کا کرشمہ ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ ۶ سال بعد اس کو لوٹایا اور دوسری روایت میں ہے کہ ۲۔ سال بعد نکاح اول کے ساتھ ان کی تحویل میں دے دیا۔ رواہ ابن جریر اور ایک روایت میں ہے کہ نکاح کی تجدید نہیں کی' بقول سہیلی' میری دانست میں کوئی فقیہ بھی اس بات کا قائل نہیں۔

اکثر اہل علم کے ہاں اس حدیث میں التباس اور شبہ ہے کیونکہ فقہاء کا قاعدہ اور دستور یہ ہے کہ جب کافر عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر کافر ہی رہے اگر یہ عورت قبل از دخول اور خلوت صحیحہ ہی اسلام قبول کر لے تو فوراً افتراق ہو جائے گا اگر وہ بعد از دخول مسلمان ہوئی ہے تو اختتام عدت تک انتظار کیا جائے گا اگر شوہر بھی عدت کے اندر مسلمان ہو گیا تو نکاح باقی رہے گا اگر وہ عدت کے اندر مسلمان نہ ہوا تو نکاح فسخ ہو گا۔ حضرت زینبؓ آغاز اسلام میں ہی مشرف بہ اسلام تھیں اور غزوہ بدر ۲ھ کے بعد ایک ماہ بعد ہجرت کر کے مدینہ آئیں اور مسلمان عورت مشرک مرد پر ۶ھ میں حدیبیہ والے سال حرام ہوئی اور ابوالعاص ۸ھ میں قبل از فتح مکہ مسلمان ہوا جس نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو چھ سال بعد لوٹایا تو یہ بھی درست ہے کہ اس کی ہجرت کے ۶ سال بعد لوٹایا اور جس نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو سال بعد لوٹایا کہ مسلمان عورت کے مشرک مرد پر حرام ہونے کے ۲ سال بعد لوٹایا تو یہ بھی درست ہے۔

بہرحال مدت مذکورہ میں جو کم از کم ۲ سال ہے عدت ختم ہو چکی ہے تو نکاح اول کے ساتھ اس کو کیونکر واپس کیا؟ بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ احتمال باقی ہے کہ عدت ختم نہ ہوئی ہو اور قصہ یمین کی طرح اس میں بھی احتمال درست ہے۔ اور بعض نے اس پہلی مذکورہ بالا حدیث کا اس حدیث سے معارضہ پیش کیا ہے جو حجاج بن ارطاۃ نے (عمرو بن شعیب بن ابیہ عن جدہ) بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دختر کو ابوالعاص کی تحویل میں نئے نکاح اور نئے مہر سے دیا۔ بقول امام احمد' یہ حدیث ضعیف اور کمزور ہے۔ حجاج کا عمرو بن

شعیب سے سماع ثابت نہیں' اس نے یہ روایت محمد بن عبید اللہ عزمی سے سنی ہے اور عزمی کی حدیث ناقابل اعتبار ہے۔ اور پہلے نکاح کے ساتھ ابوالعاص کی تحویل میں دینے کی حدیث صحیح ہے۔ امام دار قطنی نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ حدیث حجاج درست نہیں اور حدیث ابن عباس ردھا بالنکاح درست ہے اور بقول ترمذی اس حدیث کی سند میں مقال ہے۔

اہل علم کا اس پر تعامل ہے کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر سے قبل مسلمان ہو جائے بعد میں اس کا شوہر مسلمان ہو تو وہ شوہر' اختتام عدت سے قبل عورت کا زیادہ حقدار ہے۔ امام مالک' اوزاعی' شافعی' احمد اور اسحاق کا یہ مسلک ہے اور بعض کا قول ہے کہ وہ بظاہر اختتام عدت کے بعد بھی حقدار ہے اور جس نے تجدید نکاح بیان کیا وہ قول ضعیف ہے۔ حضرت زینبؓ کے قصہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا خاوند اختتام عدت کے بعد مسلمان ہو تو عورت کا نکاح محض انقضاء عدت سے فسخ نہیں ہوتا بلکہ وہ "خیار" کے ساتھ باقی رہتا ہے عورت چاہے تو غیر کے ساتھ شادی کر سکتی ہے چاہے تو وہ پہلے خاوند کے مسلمان ہونے کا انتظار کرے' جب تک وہ نکاح نہ کرے پہلے خاوند کی ہی بیوی ہے۔ یہ قول قوی ہے اور فقہی لحاظ سے بھی درست ہے' واللہ اعلم۔

اس قول پر بخاری کے باب "نکاح من اسلم من المشرکات وعدتھن" کتاب الطلاق' سے بھی دلیل اخذ کی جا سکتی ہے کہ امام بخاری نے (ابراہیم بن موسیٰ' ہشام' ابن جریج' عطاء) حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ مشرک' رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ دو فریق تھے ایک فریق "حربی" جو آپ سے لڑائی پر کمر بستہ رہتا تھا اور دوسرا "معاھد" جو آپ سے صلح رکھتا تھا جب حربی فریق کی عورت ہجرت کر کے آجائے جب تک حیض سے پاک نہ ہو جائے اس کو نکاح کا پیغام نہیں دیا جاتا تھا۔ جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس سے نکاح کرنا جائز ہو جاتا تھا اگر نکاح سے قبل ہی اس کا خاوند ہجرت کر کے آجائے تو وہ اس کے سپرد کر دی جاتی ۔۔۔ اگر حربی کا غلام یا لونڈی ہجرت کر کے آجائے تو وہ آزاد تصور ہوں گے اور ان کے حقوق مہاجرین جیسے ہیں۔ پھر اس نے "معاھد" فریق کا ذکر کیا مجاہد کی حدیث کے مطابق۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک حیض سے ہی استبراء رحم ہو جائے گا تین حیض عدت نہ گزارے گی۔ "اور اگر نکاح سے قبل ہی اس کا خاوند ہجرت کر کے آجائے تو وہ اس کے سپرد کر دی جاتی" کا تقاضا ہے اگرچہ وہ عدت ختم ہونے کے بعد ہجرت کر کے آیا ہے تو وہ عورت اپنے پہلے خاوند کے سپرد کر دی جائے گی جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے جیسا کہ واقعہ حضرت زینبؓ سے واضح ہے اور یہ اکثر علماء کا مسلک ہے' واللہ اعلم۔

غزوہ بدر کے بارے شعراء عرب کا کلام : من جملہ اس کے وہ اشعار ہیں جو ابن اسحاق نے حضرت حمزہ بن عبد المطلب سے نقل کئے ہیں اور ابن ہشام نے ان کا انکار کیا ہے۔

ألم تر أمراً كان من عجب الدهر ... وللحين أسباب مبينة الأمر
وما ذاك إلا أن قوماً أفادهم ... فحانوا تواصٍ بالعقوق وبالكفر
عشية راحوا نحو بدر بجمعهم ... وكانوا رهوناً للركية من بدر

وكنا طلبنا العير لم نبغ غيرها فساروا الينا فالتقينا على قدر

(کیا تو نے عجائبات زمانہ سے ایک عجوبہ نہیں دیکھا اور موت کے اسباب واضح ہوتے ہیں۔ ایسے ہوا کہ قوم کو باہم نافرمانی اور کفر کی وصیت نے تباہ کر دیا اور وہ تباہ ہو گئے۔ وہ پچھلے پہر اپنے لشکر کو بدر کی طرف لائے اور قلیب بدر میں محبوس اور گروی ہو گئے۔ ہمارا مقصد صرف تجارتی قافلہ تھا اور وہ بھی ہماری طرف آئے پس ہمارا آمنا سامنا ایک اندازے کے مطابق ہو گیا)

فلما التقينا لم تكن مثنوية لنا غير طعن بالمثقفة السمر
وضرب ببيض يختلي الهام حدها مشهرة الالوان بينة الأثر
ونحن تركنا عتبة الغي ثاويا وشيبة في قتلي تجرجم في الجفر
وعمر و ثوى فيمن ثوى من حماتهم فشقت جيوب النائحات على عمرو
جيوب نساء من لؤى بن غالب كرام تفرعن الذوائب من فهر

جب ہم نبرد آزما ہو گئے تو پسپائی کی گنجائش نہ تھی ماسوائے گندم گونی تیروں کے مارنے کے۔ اور چمکدار نفیس تلوار چلانے کے جس کی تیز دھار سر قلم کر دیتی ہے۔ ہم نے سرکش عتبہ اور شیبہ کو مقتولین بدر میں چھوڑا ہے وہ کنوئیں میں پھینکے جا رہے تھے۔ اور ان کے محافظوں میں سے عمرو بھی وہاں موجود ہے۔ عمرو کے ماتم پر بین کرنی والی عورتوں کے گریبان چاک ہو گئے۔ لوی کے رؤسا کی عورتوں کے جو فھر کی معزز خواتین ہیں)

اولئك قوم قتلوا في ضلالهم وخلوا لواء غير محتضر النصر
لواء ضلال قاد ابليس أهله فخاس بهم إن الخبيث إلى غدر
وقال هم إذ عاين الأمر واضحا برئت اليكم ما بيّ اليوم من صبر
فاني أرى ما لا ترون وإنني أخاف عقاب الله والله ذو قسر

(یہ لوگ اپنی ضلالت و گمراہی میں ہلاک ہو گئے اور اپنا علم بے سہارا چھوڑ گئے۔ گمراہی کا علم ابلیس نے علم برداروں کی قیادت کی اس نے ان کے ساتھ غداری کی' بے شک خبیث ابلیس ان کو غدر کی طرف لے گیا۔ جب اس نے خوفناک صورتحال کو واضح دیکھا تو اس نے کہا میں تم سے بے زار ہوں اب مجھے صبر و ثبات کی طاقت نہیں۔ میں وہ چیز دیکھتا جو تم نہیں دیکھ رہے اور میں اللہ کے عذاب سے خائف ہوں اور اللہ غالب ہے)

فقدمهم للحين حتى تورطوا وكان بما لم يخبر القوم ذا خبر
فكانوا غداة البئر الفا وجمعنا ثلاث مئين كالمسدمة الزهر
وفينا جنود الله حين يمدنا بهم في مقام ثمّ مستوضح الذكر
فشد بهم جبريل تحت لوائنا لدا مأزق فيه مناياهم تجرى

(اس نے ان کو موت کے حوالے کر دیا یہاں تک کہ وہ موت کے بھنور میں پھنس گئے اور اس نے باخبر ہونے کے باوصف قوم کو اندھیرے میں رکھا۔ وہ قلیب بدر کے روز ایک ہزار تھے اور ہم سفید اونٹوں کی طرح تین سو تھے۔ اور ہم میں اللہ کا لشکر موجود تھا جبکہ اللہ نے ان کے ذریعہ ہماری مدد کی مقام بدر میں جس کی یاد نمایاں ہے۔ جبرائیل

نے ہمارے علم تلے ان پر حملہ کیا' مشکل مقام کے وقت اس میں ان پر آفات و مصائب رواں دواں ہیں)

ابن اسحاق نے ان اشعار کے جواب میں حارث بن ہشام کے اشعار نقل کئے ہیں ہم نے ان کو عمداً نظر انداز کر دیا ہے اور حضرت علیؓ نے یہ اشعار کہے لیکن ابن ہشام نے ان کا انکار کیا ہے ؎

ألم تر أن الله أبلى رسوله بلاء عزيز ذي اقتدار وذي فضل
بما أنزل الكفار دار مذلة فلاقوا هوانا من أسار ومن قتل
فامسى رسول الله قد عز نصره وكان رسول الله أرسل بالعدل
فجاء بفرقان من الله منزل مبينة آياته لذوي العقل
فآمن أقوام بذاك وأيقنوا فامسوا بحمد الله مجتمعي الشمل

(کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ غالب صاحب قدرت اور صاحب فضل و کرم نے اپنے رسول پر انعام و احسان کیا ہے۔ کفار کو قعر مذلت میں اتار کر چنانچہ وہ قید اور قتل کی رسوائی سے دوچار ہوئے۔ اللہ کے رسول کی مدد غالب آگئی اور اللہ کا رسول عدل و انصاف کے ساتھ مبعوث ہوا۔ وہ اللہ کی جانب سے قرآن لایا جس کی آیات عقلمند کے لئے واضح اور بین ہیں۔ اس پر اقوام عالم ایمان لائیں چنانچہ وہ بحمد اللہ ایک اجتماعی قوت ہیں)

وأنكر أقوام فزاغت قلوبهم فزادهم ذو العرش خبلا على خبل
وامكن منهم يوم بدر رسوله وقوما غضابا فعلهم أحسن الفعل
بايديهم بيض خفاف عصوا بها وقد حادثوها بالجلاء وبالصقل
فكم تركوا من ناشئ ذو حمية صريعا ومن ذي نجدة منهم كهل
تبيت عيون النائحات عليهم تجود باسبال الرشاش وبالوبل

(چند اقوام نے انکار کیا اور ان کے دل کج ہو گئے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خرابی در خرابی میں مزید مبتلا کر دیا۔ جنگ بدر میں اللہ نے ان پر اپنے رسول اور غضبناک قوم کو مسلط کر دیا' ان کا کارنامہ خوب تر تھا۔ وہ شمشیر بکف تھے جس سے وہ وار کرتے تھے اور ان تلواروں کو انہوں نے تازہ صیقل کروایا اور زنگ اتروایا تھا۔ پس انہوں نے بے شمار باحمیت جوانوں' بہادروں اور بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا)

نوائح تنعى عتبة الغيّ وابنه وشيبة تنعاه وتنعى أباجهل
وذا الرجل تنعي وابن جدعان فيهم مسلبة حرى مبينة الثكل
ثوى منهم في بئر بدر عصابة ذوو نجدات في الحروب وفي المحل
دعا الغي منهم من دعا فاجابه وللغي أسباب مرمقة الوصل
فاضحوا لدى دار الجحيم بمعزل عن الشعب والعدوان في أسفل السفل

(نوحہ کرنے والی عورتوں کی آنکھیں ان پر کم و بیش آنسو بہا رہی ہیں۔ وہ نوحہ گر خواتین سرکش عتبہ' اس کے بیٹے ولید اور بھائی شیبہ کی موت پر رو رہی ہیں اور ابوجہل پر ماتم کر رہی ہیں۔ اور وہ کٹے ہوئے پاؤں والے کی خبر بھی دے رہی ہیں اور ان میں ابن جدعان بھی ہے وہ ماتمی لباس پہنے دل جلی اور گمشدہ اولاد والی ہے۔ قلیب بدر میں' ان

میں سے ایک جماعت پڑی ہوئی ہے جو لڑائیوں میں بہادر تھے اور قحط سالی میں۔ ان میں سے گمراہی اور سرکشی نے جس کو پکارا اس نے قبول کر لیا سرکشی اور گمراہی کے اسباب و وسائل کمزور ہوتے ہیں۔ وہ شور و شر سے علیحدہ ہو کر جہنم میں بہت مشغول ہیں)

ابن اسحاق نے ان اشعار کا جواب حارث سے بیان کیا ہے ہم نے قصداً ترک کر دیا ہے۔ حضرت کعب بن مالک نے کہا۔

عجبت لأمر الله والله قادر   على ما أراد ليس لله قاهر
قضى يوم بدر أن نلاقي معشرا   بغوا وسبيل البغي بالناس جائر
وقد حشدوا واستنفروا من يليهم   من الناس حتى جمعهم متكاثر
وسارت إلينا لا تحاول غيرنا   بأجمعها كعب جميعا وعامر

(میں نے اللہ کے فیصلے پر حیرت و تعجب کا اظہار کیا اللہ اپنے فیصلے پر قادر ہے' اللہ پر کوئی قادر اور غالب نہیں ہے۔ اس نے بدر کے روز فیصلہ کیا کہ ہم باغی جماعت سے برسرپیکار ہوں اور بغاوت کی راہ ٹیڑھی اور ظالمانہ ہے۔ وہ خود اکٹھے ہوئے اور گردونواح کے لوگوں کو بھی اکٹھا کیا یہاں تک کہ ان کا لشکر بہت زیادہ ہو گیا۔ کعب اور عامر کے جملہ قبائل ہماری طرف آئے جن کا قصد ہمارے سوا نہ تھا)

وفينا رسول الله والأوس حوله   له معقل منهم عزيز وناصر
وجمع بني النجار تحت لوائه   يمشون في الماذي والنقع ثائر
فلما لقيناهم وكل مجاهد   لأصحابه مستبسل النفس صابر
شهدنا بأن الله لا رب غيره   وأن رسول الله بالحق ظاهر

(ہم میں اللہ کے رسول ہیں اور اوس قبیلہ کے لوگ ان کے گردونواح ہیں وہ آپ کے لئے مضبوط قلعہ ہیں وہ غالب اور مددگار ہیں۔ اس کے علم کے تلے نجاری زرہوں میں ملبوس چلے آ رہے ہیں اور فضا میں غبار محیط ہے۔ جب ہم ان کے سامنے آئے اور ہر کوئی صبر مند اور اپنے ساتھیوں پر جان نثار تھا۔ ہم شاہد ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور اللہ کا رسول حق کے ساتھ غالب ہونے والا ہے)

وقد عريت بيض خفاف كأنها   مقاييس يُزهيها لعينيك شاهر
بهن أبدنا جمعهم فتبددوا   وكان يلاقي الحين من هو فاجر
فكب أبو جهل صريعا لوجهه   وعتبة قد غادرته وهو عاثر
وشيبة والتيمي غادرت في الوغى   وما منهم إلا بذي العرش كافر

(سفید چمکدار تلواریں برہنہ ہیں گویا وہ آتشیں شعلے میں ان کو تیرے سامنے وار کرنے والا جنبش دے رہا ہے۔ ان کے ساتھ ہم نے ان کے لشکر تباہ کیا اور وہ تتر بتر ہو گئے اور فاسق و فاجر موت کے ہمکنار ہو رہا تھا۔ ابو جہل اوندھا منہ کے بل گرا اور عتبہ کو میں نے لڑکھڑاتا ہوا چھوڑا۔ شیبہ اور تیمی کو میں نے شوروغل میں چھوڑا اور وہ سب اللہ کے منکر تھے)

فامسوا وقود النار فی مستقرها وکل کفور فی جهنم صائر
تلظی علیهم وهی قد شب حمیها بزبر الحدید والحجارة ساجر
وکان رسول الله قد قال اقبلوا فولوا وقالوا إنما أنت ساحر
لأمر أراد الله أن یهلکوا به ولیس لأمر حمه الله زاجر

(آگ کی تہ میں وہ ایندھن بن گئے ہر منکر جہنم رسید ہو گا۔ آگ ان پر حملہ زن ہے اس حال میں کہ اس کی حرارت کو لوہے کی تختیوں سے تیز کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو کہا کہ میری بات پر توجہ کرو لیکن وہ پھر گئے اور انہوں نے کہا تو' تو جادوگر ہے۔ اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کی ہلاکت کا ارادہ کیا تھا اور جس بات کا اللہ فیصلہ کر لے اس کو کوئی روکنے والا نہیں)

کعب بن مالک نے کہا

ألاهل أتی غسان فی نأی دارها وأخبر شیء بالامور علیمها
بأن قد رمتنا عن قسی عداوة معدٌ معاً جهالها وحلیمها
لأنا عبدنا الله لم نرج غیره رجاء الجنان إذ أتانا زعیمها
نبی له فی قومه إرث عزة وأعراق صدق هذبتها أرومها

(کیا آل غسان کو بعید مسافت کے باوصف یہ خبر پہنچی ہے اسرار و رموز سے واقف کار' ہی بہتر خبر دے سکتا ہے۔ کہ معد قبیلہ کے عالم اور جاہل سب نے ہم پر بیک وقت حملہ کیا۔ کہ ہم نے اللہ کی پرستش کی (ہم غیر اللہ کے امیدوار نہیں ہیں) جنت کی امید سے جب ہمارے پاس اس کا رئیس اور کفیل آیا۔ وہ نبی اپنی قوم میں معزز و پروقار ہے اور سچائی کا سرچشمہ ہے ان کے خاندانی وقار نے ان کو سلیقہ مند اور بے عیب بنا دیا ہے)

فساروا وسرنا فالتقینا کأننا أسود لقاء لا یرجی کلیمها
ضربناهُم حتی هوی فی مکرّنا لمنخر سوء من لؤی عظیمها
فولوا ودسناهم ببیض صوارم سواء علینا حلفها وصمیمها

(وہ اور ہم سب چلے اور آمنے سامنے ہو گئے گویا کہ ہم لڑائی کے شیر ہیں جن کا زخمی زندگی سے مایوس ہوتا ہے۔ ہم نے حملہ کیا یہاں تک کہ ہمارے حملہ میں لوی کا رئیس گر پڑا ناک کے بل۔ ہمارے سامنے ان کے حلیف اور رئیس سب یکساں تھے)

کعب نے پھر کہا

لعمر أبیکما یا ابنی لؤی علی زهو لدیکم وانتخاء
لما حامت فوارسکم ببدر ولا صبروا به عند اللقاء
وردناه ونور الله یجلو دجی الظلماء عنا والغطاء
رسول الله یقدمنا بأمر من أمر الله أحکم بالقضاء

(اے پسران لوی! تمہارے والد کے بقا کی قسم! تمہارے غرور و تکبر کے باوجود۔ جب تمہارے شاہ سوار بدر میں نہ

پنپ سکے اور لڑائی کے وقت صبر نہ کر سکے۔ تو ہم میدان جنگ میں آئے اور اللہ کا نور ظلمت و تاریکی کے پردوں کو منور کر رہا تھا۔ اللہ کا رسول' اللہ کے حکم سے ہمارا پیشوا تھا اور اللہ ہی قضا و قدر کے فیصلے کرتا ہے)

فما ظفرت فوارسكم ببدر وما رجعوا اليكم بالسواء
فلا تعجل أبا سفيان وارقب جياد الخيل تطلع من كداء
بنصر الله روح القدس فيها وميكال فيا طيب الملاء

(تمہارے شاہ سوار بدر میں کامیاب نہ ہوئے اور نہ ہی صحیح سلامت واپس لوٹے۔ اے ابوسفیان! عجلت نہ کر' ان گھوڑوں کا انتظار کر جو مکہ کے مقام کداء سے نمودار ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے اس میں جبرائیلؑ ہو گا اور میکائیل پس اے رؤسائے قریش اس کا انتظار کرو)

حضرت حسان بن ثابت نے کہا بقول ابن ہشام یہ اشعار عبداللہ بن حارث سہمی کے ہیں۔

مستشعری حلق الماذی يقدمهم جلد النحيزة ماض غير رعديد
أعنی رسول إله الخلق فضله على البرية بالتقوى وبالجود
وقد زعمتم بان تحموا ذماركم وماء بدر زعمتم غير مورود
ثم وردناه لم نسمع لقولكم حتى شربنا رواء غير تصريد

(زرہ پوش' مضبوط طبع' جری دلیر اور بزدلی سے دور آدمی ان کی قیادت کر رہا ہے۔ یعنی کائنات کے رب کا رسول' اللہ نے اس کو تقویٰ اور فیاضی سے کائنات پر برتری بخشی ہے۔ تمہارا گمان تھا کہ تم اپنے فرائض منصبی کی حفاظت کر سکو گے اور بدر کے چشمہ کے بارے تمہارا خیال تھا کہ یہ محفوظ ترین ہے۔ پھر ہم آئے اور تمہاری بات کو نظر انداز کر دیا یہاں تک کہ ہم نے جی بھر کر پیا)

مستعصمين بحبلٍ غير منجذم مستحكم من حبال الله ممدود
فينا الرسول وفينا الحق نتبعه حتى الممات ونصر غير محدود
وافٍ وماضٍ شهاب يستضاء به بدر أنار على كل الاماجيد

(ہم نہ ٹوٹنے والی رسی کو تھامے ہوئے تھے جو اللہ کی رسیوں میں سے مضبوط کی ہوئی تھی۔ ہم میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اور ہم میں سچائی ہے اس کی ہم آخری دم تک اتباع کریں گے اور غیر محدود نصرو مدد ہے۔ وہ وفادار ہے دلیر ہے' روشن ستارا ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور بدر منیر ہے جس نے تمام اثرات کو منور کر دیا ہے)

حضرت حسانؓ نے مزید کہا۔

ألا ليت شعری هل أتی أهل مكةٍ إبادتنا الكفّار فی ساعة العسر
قتلنا سراة القوم عند مجالنا فلم يرجعوا إلا بقاصمة الظهر
قتلنا أبا جهل وعتبة قبله وشيبة يكبو لليدين وللنحر
قتلنا سويداً ثم عتبة بعده وطعمه أيضا عند ثائرة القتر

(کاش مجھے معلوم ہو! کیا اہل مکہ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ میدان جنگ میں ہم نے کفار کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہم نے معرکہ میں قوم رؤسا کو تہ تیغ کر دیا ہے وہ واپس لوٹے تو ان کی کمر ٹوٹ چکی تھی۔ ہم نے ابوجہل سے قبل عتبہ کو قتل کیا اور شیبہ کو جو ہاتھوں اور سینے کے بل گرا پڑا تھا۔ ہم نے اسود کو بعد ازیں عتبہ کو' اور طعمہ کو بھی گرد و غبار میں موت کے گھاٹ اتار دیا)

فكم قد قتلنا من كريم مسودا ۔ له حسب في قومه نابه الذكر
تركنا هموا للعاويات ينبنهم ۔ ويصلون نارا بعدُ حامية القعر
لعمرك ما حامت فوارس مالك ۔ وأشياعهم يوم التقينا على بدر

(ہم نے متعدد رؤسا قتل کئے جو قوم میں مشہور اور عالی نسب تھے۔ ہم نے ان کو درندوں کے لئے چھوڑ دیا جو نوبت بہ نوبت آرہے تھے اور بعد ازیں گہری آگ میں داخل ہوں گے۔ تیری بقا کی قسم! مالک کے شاہ سوار محفوظ نہ رہ سکے اور ان کے رفقاء جب ہم بدر میں مدمقابل ہوئے)

جنگ بدر میں عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کا مبارزت میں پیر کٹ گیا تو اس نے کہا۔

ستبلغ عنا أهل مكة وقعة ۔ يهب لها من كان عن ذاك نائيا
بعتبة إذ ولى وشيبة بعده ۔ وما كان فيها بكر عتبة راضيا
فان تقطعوا رجلي فانيّ مسلم ۔ أرجي بها عيشا من الله دانيا
مع الحور أمثال التماثيل أخلصت ۔ من الجنة العليا لمن كان عاليا

(ہمارے حادثہ فاجعہ کی اہل مکہ کو خبر ہو گی جو شخص اس میں شامل نہ تھا وہ بھی اس کو سن کر چونک جائے گا۔ عتبہ اور بعد ازیں جب شیبہ لوٹا اور اس میں عتبہ کا پلو ٹھی کا بیٹا راضی نہ تھا۔ اگر تم نے میرا پیر کاٹ دیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں' میں مسلمان ہوں اس کی بجائے میں اللہ سے اچھی زندگی کا طالب ہوں۔ مخصوص خوبرو حوروں کے ساتھ' جنت فردوس میں جو عالی مرتبہ لوگوں کے لئے ہیں)

فاكرمني الرحمن من فضل منه ۔ بثوب من الاسلام غطى المساويا
وما كان مكروها إلىّ قتالهم ۔ غداة دعا الا كفاء من كان داعيا
ولم يبغ إذ سألوا النبي سواءنا ۔ ثلاثتنا حتى حضرنا المناديا

(میں نے اس کے عوض اپنی زندگی فروخت کر دی میں نے اس کا کافی حصہ بسر کر لیا ہے یہاں تک کہ میں نے ہم عصر لوگوں کو مفقود پایا ہے۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اسلام کے لباس سے نواز ہے۔ جس نے میری کوتاہیوں کو چھپا لیا ہے۔ مجھے ان کے ساتھ قتال اور جہاد ناپسند نہ تھا جب پکارنے والے نے ہم پلہ اور ہم سر لوگوں کو بلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم تینوں کے علاوہ کسی کو تلاش نہ کیا یہاں تک ہم نے بلانے والے کی آواز پر لبیک کہا)

لقيناهم كالاسد تخطر بالقنا ۔ نقاتل في الرحمن من كان عاصيا
فما برحت أقدامنا من مقامنا ۔ ثلاثتنا حتى ازيروا المنائيا

ہم شیروں کی طرح ان کے سامنے آئے جو اپنے نیزے ہلا رہے تھے اللہ کے نافرمان سے ہم لڑ رہے تھے۔ ہمارے تینوں کے پاؤں میدان میں جمے رہے یہاں تک کہ وہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے)

حضرت حسان بن ثابت نے حارث بن ہشام کے جنگ بدر سے فرار ہونے کی مذمت کرتے ہوئے کہا۔

تبت فؤادك في المنام خريدة　　تشفي الضجيع ببارد بسام

كالمسك تخلطه بماء سحابة　　أو عاتق كدم الذبيح مدام

نفج الحقيبة بوصها متنضد　　بلهاء غير وشيكة الاقسام

بنيت على قطن أجم كأنه　　فضلا إذا قعدت مداك رخام

وتكاد تكسل أن تجيء فراشها　　في جسم خرعبة وحسن قوام

(نازنین دوشیزہ نے بستر میں تیرے دل کو بیمار کر دیا ہے جو ہم بستر کو خنک اور ہنس مکھ چہرے سے شفایاب کرتی ہے۔ کستوری کی طرح ہے جس کی بارش کے پانی سے آمیزش یا پرانی شراب کی طرح جیسے دم مسفوح۔ بھاری بھرکم' فربہ' حسین' بھولی سادہ لوح ہے' جلدی قسم نہ کھانے والی۔ فربہ سرین پر اس کے جسم کا بالائی حصہ ہے جب وہ بیٹھتی ہے گویا اس کا سرین ایک کپڑے سے ملبوس ہے رخام کی سل کی طرح۔ آرام طلب ہے قریب ہے کہ وہ اپنے نرم و نازک اندام اور خوبصورت جسم میں اپنے بستر تک آتے ہوئے ہلکان ہو جائے)

أما النهار فلا أفتر ذكرها　　والليل توزعني بها أحلامي

أقسمت أنساها وأترك ذكرها　　حتى تغيب في الضريح عظامي

بل من لعاذلة تلوم سفاهة　　ولقد عصيت على الهوى لوامي

بكرت إلي بسحرة بعد الكرى　　وتقارب من حادث الايام

زعمت بأن المرء يكرب عمره　　عدم لمعتكر من الاصرام

(دن بھر تو میں' اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتا اور رات کو مجھے اس کے خواب مجھے شوق اور ترغیب دلاتے ہیں۔ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں اس کو فراموش کر دوں گا اور اس کی یاد سے بے نیاز ہو جاؤں گا یہاں تک کہ قبر میں میرا جسم اتر جائے۔ لیکن اس ملامت گر عورت کو کون روکے جو بے عقلی سے مجھے طعن و ملامت کرتی ہے اور میں محبت کے سلسلہ میں اپنے ملامت کرنے والوں کی مخالفت کرتا ہوں۔ نیند کے بعد اور ایام وصال کے بعد وہ میرے پاس سحری کے وقت آئی اس نے کہا کہ وہ آدمی جو اونٹوں کے ریوڑ سے محروم ہو جائے وہ عمر بھر غمگین رہتا ہے)

إن كنت كاذبة الذي حدثتني　　فنجوت منجى الحارث بن هشام

ترك الأحبة أن يقاتل دونهم　　ونجا برأس طمرة ولجام

يذر العناجيج الجياد بقفرة　　مر الدموك بمحصد ورجام

ملأت به الفرجين فارمدت به　　وثوى أحبته بشر مقام

وبنو أبيه ورهطه في معرك　　نصر الاله به ذوي الاسلام

(اگر تو اپنی بات میں جھوٹی ہے تو' تو حارث بن ہشام کی طرح نجات پا جائے۔ اس نے اپنے دوستوں کو نظر انداز کر دیا

کہ وہ ان کی حفاظت کرے تیز رو گھوڑی کے مراور لگام لے کر بھاگ آیا۔ وہ تیز رفتار عمدہ گھوڑوں کو چٹیل میدان میں پیچھے چھوڑ کر ایسے تیز چلتی ہے جیسے چرخی کی رسی ڈول کے ساتھ گھومتی ہے۔ سواری نے اس کے ساتھ اپنے پیروں اور ہاتھوں کا درمیانی حصہ بھر دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ نہایت سرعت سے چلی ہے اور سوار کے محبوب ایک برے مقام میں (خاک و خون میں) آلودہ پڑے تھے۔ اس کے بھائی اور خاندان' میدان جنگ میں مرے پڑے ہیں۔ اہل اسلام کی اللہ نے وہاں مدد کی)☆

ضحنتهم والله ينفذ أمره　　حرب يشب سعيرها بضرام

ـو لا الآله وجريها لتركنه　　جزر السباع ودسنه بحـوم

من بين مأسور يشد وثاقه　　صقر إذا لاقى الأسنة حام

ومجدل لا يستجيب لدعوة　　حتى تزول شوامخ الأعلام

(اللہ اپنا فیصلہ نافذ کرتا ہے' ان کو جنگ نے ہلاک کر ڈالا ہے۔ جس کی آگ ایندھن سے جلائی جا رہی ہے۔ اگر اللہ کی منشاء اور گھوڑا تیز رفتار نہ ہوتا تو وہ اس کو درندوں کا لقمہ بنا دیتے اور اس کو پاؤں سے پامال کر دیتے۔ ان کے بعض شاہینوں کو اسیر کر کے خوب باندھ دیا گیا ہے جب وہ میدان میں اترتے تھے تو اپنے فرائض کی حفاظت کرتے تھے۔ اور بعض قتل ہو کر گرے پڑے ہیں (وہ کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے یہاں تک کہ فلک بوس پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائیں) واضح شرمندگی اور کھلی ذلت کے ساتھ جب اس نے دیکھا کہ تلواریں ہر سردار کو ہانک رہی ہیں) بالعار والذل المبين إذا رأى　　بيض السيوف تسوق كل همام

بيدي أغر إذا انتمى لم يخزه　　نسب القصار سميدع مقدام

بيض إذا لاقت حديدا صممت　　كالبرق تحت ظلال كل غمام

(وہ تلواریں' خوبرو' پیش رفت' سردار کے ہاتھوں میں ہیں جب وہ نسب بیان کرتا ہے تو اس کو کوتاہی اور تنگی داماں رسوا نہیں کرتی۔ تلواریں جب زرہوں سے ٹکراتی ہیں تو ان سے شرارے اٹھتے ہیں جیسے بادل سے بجلی چمکتی ہے)

بقول ابن ہشام' اس قصیدے کے تین اشعار فحش گوئی کی وجہ نظر انداز کر دیئے ہیں۔ ابو جہل کے بھائی حارث بن ہشام نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے۔

القوم أعلم ما تركت قتالهم　　حتى رموا فرسي بأشقر مزبد

وعرفت أني إن أقاتل واحدا　　أقتل ولا ينكي عدوي مشهدي

فصددت عنهم والأحبة فيهم　　طمعا لهم بعقاب يوم مفسد

(اللہ جانتا ہے میں ان کے خلاف جنگ میں کمربستہ رہا حتیٰ کہ انہوں نے میرے گھوڑے کو تیر مار کر جھاگ دار خون سے رنگین کر دیا۔ مجھے خوب معلوم تھا اگر میں ان سے تنہا لڑوں گا تو قتل کر دیا جاؤں گا اور جنگ بدر میں میری حاضری دشمن کو نقصان دہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں ان سے واپس لوٹ آیا حالانکہ میرے احباب وہاں تھے اس امید سے کہ ان کو تباہ کن جنگ سے مزہ چکھاؤں گا)

حضرت حسانؓ نے کہا۔

یا حار قد عولت غیر معول | عند الهیاج وساعة الاحساب
إذ تمتطی سرح الیدین نجیبة | مرضی الجراء طویلة الاقراب
والقوم خلفك قد ترکت قتالهم | ترجو النجاء ولیس حین ذهاب
ألا عطفت علی ابن أمك إذ ثوی | قعص الاسنة ضائع الاسلاب
عجل الملیك له فاهلك جمعه | بشنار مخزیة وسوء عذاب

(اے حارث! تو نے جنگ اور حسب کے امتحان کے وقت غلط عزم کیا۔ جب تو نہایت تیز قدم تیز رفتار عمدہ سواری پر سوار ہوا۔ قوم تیرے پیچھے مصائب میں مبتلا تھی تو نے جنگ سے انحراف کر کے نجات کی امید کی حالانکہ وہ انحراف کا وقت نہ تھا۔ تو اپنے بھائی کی طرف کیوں نہ متوجہ ہوا جبکہ وہ وہاں تھا موت کی نذر ہو چکا تھا اس کا سلب اور لباس ضائع ہو چکا تھا۔ اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا اور اس کی فوج کو بھی تباہ کر دیا رسوا کن شرمندگی اور بدترین عذاب کے ساتھ)

لقد علمت قریش یوم بدر | غداة الأسر والقتل الشدید
بأنا حین تشتجر العوالی | حماة الحرب یوم أبی الولید
قتلنا ابنی ربیعة یوم سارا | الینا فی مضاعفة الحدید
وفربها حکیم یوم جالت | بنو النجار تخطر کالاسود
وولت عند ذاك جموع فهر | وأسلمها الحویرث من بعید

(قریش نے جنگ بدر میں قتل اور قید و بند کے وقت معلوم کر لیا۔ کہ جب نیزے متحرک ہوں تو ہم لڑائی پر کمربستہ ہوتے ہیں۔ ہم نے پسران ربیعہ کو تہ تیغ کر دیا جب وہ ہماری طرف ڈبل بنتی والی زرہوں کو پہن کر آئے۔ جنگ سے حکیم نے فرار کیا جب بنی نجار شیروں کی طرح میدان جنگ میں دندنا رہے تھے۔ اس وقت فہر کی فوجیں پسپا ہو گئیں اور حارث نے ان کو دور سے بے سہارا چھوڑ دیا)

لتمد لاقیتموا ذلا وقتلا | جهیزا نافذا تحت الورید
وکل القوم قد ولوا جمیعا | ولم یلووا علی الحسب التلید

(تم ذلت و رسوائی اور فوری قتل سے ہمکنار ہوئے۔ سب قوم پسپا ہو گئی اور اس نے اپنی قدیم حسب پر نگاہ غلط بھی نہ ڈالی)

ہند بنت اثاثہ بن عباد بن مطلب نے عبیدہ بن حارث بن مطلب کا مرثیہ کہا۔

لقد ضمن الصفراء مجدا وسؤددا | وحلما أصیلا وافر اللب والعقل
عبیدة فابکیه لأضیاف غربة | وأرملة تهوی لاشعث کالجذل
وبکیه للأقوام فی کل شتوة | إذا احمر آفاق السماء من المحل
وبکیه للأیتام والریح زفزف | وتشبیب قدر طالما أزبدت تغلی
فان تصبح النیران قد مات ضوؤها | فقد کان یذکیهن بالحطب الجزل

لطـارق لیـل أو لملتمـس القـری ومستنبح اضحی لدیه علی رسل

(مقام صفرا میں مجد و شرف' سیادت و بردباری اور عقل و دانش کو دفن کر دیا گیا ہے۔ پردیسی اور بیوہ عورتوں کی مہمانی کی وجہ سے عبیدہ پر آنسو بہا۔ جو پراگندہ بالوں والے اور مضبوط آدمی کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ اس پر اشک بار ہو' ہر موسم سرما میں محتاج قوموں کی وجہ سے۔ جب آسمان کے آفاق قحط سالی کی وجہ سے سرخ ہو جائیں۔ اس پر یتیموں کی وجہ سے رو' خشک سالی کے تیز و تند ہوا میں اور ہانڈی کے نیچے آگ روشن کرنے کی وجہ سے جو ابل کر جھاگ دار ہو رہی ہے۔ اگر آگ بجھ جاتی تو وہ اسے ایندھن سے روشن کرتا تھا۔ رات کے آنے والے کے لئے یا کسی کی مہمانی کے لئے یا بھولے بھٹکے کے لئے جو اس کے پاس دودھ کی طلب میں آئے)

عاتکہ : مغازی میں اموی نے بیان کیا ہے کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے بدر کے خواب کے بارے کہا۔

ألما تكـن رؤيـاى حقـا ويـأتكم بتأويلهـا فـلّ مـن القـوم هـارب
رأى فأتـاكم بـاليقين الـذى رأى بعينيه ما تفـرى السيوف القواضب
فقلتـم و لم أكـذب عليكـم وإنمـا يكذبنى بـالصدق مـن هـو كـاذب
ومـا جـاء إلا رهبـة المـوت هاربـا حكيـم وقـد أعيـت عليـه المذاهـب
أقامت سيوف الهند دون رءوسكم وخطيـة فيهـا الشـبا والتغـالب

((کیا میرا خواب سچ نہ تھا کیا اس کی تعبیر' شکست خوردہ قوم سے تمہارے سامنے واضح نہیں ہوئی جو فرار ہو کر آیا۔ اور اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جن کو تلواریں کاٹ رہی تھیں۔ میں نے دروغ بیانی سے کام نہیں لیا اور تم نے غلط کہا دروغ گو ہی میری صدق بیانی کی تردید کرتا تھا۔ حکیم موت کے اندیشے سے بھاگ کر آیا' اس پر سارے راستے تنگ ہو چکے تھے۔ ہندی تلواریں تمہارے سروں کے ورے ہیں اور نیزے جن کی تیز دھاریں ہیں اور غلبہ)

كـأنّ حريـق النـار لمـع ظباتهـا إذا مـا تعاطتهـا الليـوث المشـاغب
ألا بـأبي يـوم اللقـاء محمـداً إذا عض من عون الحروب الغـوارب
مرى بالسـيوف المرهفـات نفوسـكم كفاحا كما تمرى السحاب الجنـائب
فكـم بـردت أسيافه مـن مليكـة وزعـزع ورد بعـد ذلـك صـالب
فمـا بـال قتلى فـى القليـب ومثلهـم لدى ابن أخى أسرى له مـا يضـارب

(گویا آگ کی لو ان کی دھاروں کی روشنی ہے جب وہ شور و شر پھیلانے والے شیروں کے ہاتھوں میں ہوں۔ خبردار! روز جنگ میرے والدین محمدؐ پر فدا ہوں' جب سخت لڑائی سے گردنیں کٹ جائیں۔ تیز تلواروں سے اس نے تمہارا رو در رو خون بہا دیا جیسا کہ جنوبی بادل بارش برساتے ہیں۔ متعدد رؤسا کو اس کی تلوار نے موت کے گھاٹ اتارا اور بعد ازیں گھوڑے پر لرزہ طاری ہو گیا۔ قلیب بدر کے مقتولوں کا کیا حال ہے اور اتنے ہی میرے برادر زادہ کے پاس اسیر ہیں جو مارے نہیں گئے)

فكـانوا نسـاء أم أتـى لنفوسـهم مـن الله حَيْـن سـاق والعـين حـالب
فكيـف رأى عنـد اللقـاء محمـدا بنـو عمـه والحـرب فيهـا التجـارب

☆

ألم يغشكم ضربا يحار لوقعه اجبان وتبدو بالنهار الكواكب

(یہ زنانیاں تھے یا اللہ کی طرف سے ان کی ہلاکت کا وقت آگیا اور ہلاکت غالب آگئی۔ محمدؐ کو ان کے ابنائے قوم نے جنگ کے وقت کیسا پایا اور جنگ تجربہ گاہ ہے۔ کیا تم پر اس نے ایسی کاری ضرب نہیں لگائی جس کی وجہ سے بزدل حیرت زدہ ہوتا ہے اور دن کو ستارے نظر آتے ہیں)

اموی کے مطابق عاتکہ نے یہ بھی کہا۔

هلا صبرتم للنبي محمد ببدر ومن يغشي الوغى حق صابر

ولم ترجعوا عن مرهفات كأنها حريق بأيدي المؤمنين بواتر

ولم تصبروا للبيض حتى أخذتموا قليلا بأيدي المؤمنين المشاعر

ووليتموا نفراً وما البطل الذي يقاتل من وقع السلاح بنافر

أتاكم بما جاء النبيون قبله وما ابن أخي البر الصدوق بشاعر

سيكفي الذي ضيعتموا من نبيكم وينصره الحيان عمرو وعامر

(تم نے جنگ بدر میں محمد نبیؐ کے سامنے صبرمندی کا مظاہرہ کیوں نہ کیا لڑائیوں میں جانے والے کے لئے صبر لازم ہے۔ اور کیا تم پسپا نہیں ہوئے تلواروں کی ضرب سے گویا وہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں جلانے والی قاطع تلواریں ہیں۔ اور تم لوگ بھاگ آئے بہادر اور جنگ جو شخص اسلحہ کے خوف سے فرار نہیں ہوتا۔ تمہارے پاس سابقہ نبیوں کی تعلیمات لے کر آیا ہے' میرا برادر زادہ نیک اور سچا ہے شاعر نہیں ہے۔ اپنے نبی کی قدر و منزلت کو جو تم نے تھیں پہنچائی ہے وہ ہی کافی ہو گی عمرو اور عامر قبیلے اس کے مددگار ہوں گے)

طالب کا مرثیہ : طالب بن ابی طالب رسول اللہ ﷺ کا ثنا خواہ ہے اور بہ حالت کفر قلیب بدر میں پڑے قریش کا مرثیہ خواں ہے۔

ألا إن عيني أنفذت دمعها سكبا تبكّي على كعب وما إن ترى كعبا

ألا إن كعبا في الحروب تخاذلوا وأرداهمو اذا الدهر واجترحوا ذنبا

وعامر تبكي للملمات غدوة فيالت شعري هل أرى لهم قربا

فيا أخوينا عبد شمس ونوفل فدا لكما لا تبعثوا بيننا حربا

(سنو! میری آنکھ کے آنسو خشک ہو گئے ہیں وہ کعب پر رو رہی اور کعب کو دیکھ نہیں رہی۔ کعب کو لڑائیوں نے بے سہارا چھوڑ دیا' زمانے نے اس کو تباہ کر دیا اور انہوں نے جرم کا ارتکاب کیا۔ اور عامر پیش آمد مصائب کو صبح کے وقت رو رہا ہے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں ان کے قرب سے محفوظ ہوں۔ اے برادران عبد شمس اور نوفل' میں تم پر قربان ہوئی! ہمارے درمیان لڑائی نہ برپا کر)

ولا تصبحوا من بعد ود وإلفة أحاديث فيها كلكم يشتكي النكبا

ألم تعلموا ما كان في حرب داحس وحرب أبي يكسوم إذ ملئوا الشعبا

فلولا دفاع الله لا شيء غيره لاصبحتموا لا تمنعون لكم سربا

فما إن جنينا في قريش عظيمة سوى أن حمينا خير من وطئ الترب

(محبت و پیار کے بعد تم لوگوں کے درمیان یہ موضوع بحث نہ بنو کہ ایک مصیبت کا شکوہ کرتا ہو۔ کیا تم حرب داحس سے بے خبر ہو اور کیا تم حرب ابویکسوم کو نہیں جانتے جب انہوں نے اپنی کثرت سے شعب کو بھر دیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا دفاع کا دستور نہ ہوتا تو تم کسی کا رستہ روک نہ سکتے۔ ہم نے قریش میں کسی بڑی بات کا ارتکاب نہیں کیا، بجز اس بات کے کہ ہم نے کائنات سے افضل ترین شخص کی حمایت کی ہے)

أخا ثقة في النائبات مرزءا كريما ثناه لا بخيلا ولا ذربا

يضيف به العافون يغشون بابه يؤمون نهرا لا نزورا ولا صربا

فوالله لا تنفك نفسي حزينة تململ حتى تصدقوا الخزرج الضربا

(قابل اعتماد ہے جو حوادثات میں مصائب سے ہمکنار ہوتا ہے اس کے حالات اچھے ہیں جو بخیل اور چرب زبان نہیں۔ محتاج لوگ اس کے در پر آتے ہیں وہ اسی دوران نہر پر آتے ہیں جس کا پانی نہ تھوڑا ہے نہ بدمزہ۔ واللہ! میں غمگین اور بے چین رہوں گا حتیٰ کہ تم خزرجیوں کو خوب مزہ چکھاؤ)

ضرار کا قصیدہ : امام ابن اسحاق نے مشرکین کے قصیدے نقل کئے ہیں، جن میں وہ اپنے بدر کے مقتولوں کے مرثیہ خواں ہیں، من جملہ ان اشعار کے ضرار بن خطاب بن مرداس برادر بنی محارب بن فہر کے شعر ہیں بعد ازاں وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔

عجبت لفخر الأوس والحين دائر عليهم غدا والدهر فيه بصائر

وفخر بني النجار إن كان معشر أصيبوا ببدر كلهم ثم صائر

فإن تك قتلى غودرت من رجالنا فإنا رجالا بعدهم سنغادر

وتردي بنا الجرد العناجيج وسطكم بني الأوس حتى يشفي النفس ثائر

(میں اوس کے فخر پر حیران ہوں حالانکہ موت کل ان کے سر پر بھی کھڑی ہے اور زمانہ عبرت آموز ہے۔ اور بنی نجار کے فخر پر بھی اگر ایک گروہ بدر میں ہلاک ہو گیا ہے وہاں جو صبرمند تھا اور کوئی بات نہیں۔ اگر ہمارے مقتول میدان میں بلا کفن چھوڑ دیئے گئے ہیں تو ہم بھی ان کے مقتول بے گور و کفن چھوڑ دیں گے۔ اے بنی اوس! تمہارے درمیان ہم تیز رو بن بال، گھوڑے دوڑائیں گے تاکہ انتقام لینے والے کا دل شفایاب ہو جائے)

ووسط بني النجار سوف نكرها لها بالقنا والدارعين زوافر

فنترك صرعى تعصب الطير حولهم وليس لهم إلا الأماني ناصر

وتبكيهم من أرض يثرب نسوة لهن بها ليل عن النوم ساهر

وذلك أنا لا تزال سيوفنا بهن دم ممن يحاربن مائر

(اور بنی نجار کے درمیان بھی دوڑائیں گے عنقریب ان پر نیزوں اور بھاری بھر خوش مزاج زرہ پوشوں سے حملہ آور ہوں گے۔ ہم ان کو میدان میں مرے پڑے چھوڑیں گے کہ ان کے آس پاس پرندوں کے غول ہوں گے اور سوائے آرزو کے ان کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ ان پر یثربی عورتیں روئیں گی اور رات بھر جاگتی رہیں گی۔ یہ اس وجہ

سے کہ ہماری تلواروں سے دشمن کا خون ٹپکتا ہے)

فان تظفروا فی یوم بدر فانما ۔ باحمد أمسی جدکم وھو ظاھر
وبالنفر الاخیار ھم أولیاؤہ ۔ یحامون فی اللأواء والموت حاضر
یعد أبوبکر وحمزۃ فیھم ۔ ویدعی علیّ وسط من أنت ذاکر
أولئك لامن نتّجت من دیارھا ۔ بنو الأوس والنجار حین تفاخر

(اگر تم جنگ بدر میں فتح یاب ہو تو سنو! تمہارا مقدر احمدؐ کی وجہ سے تیز ہوا ہے۔ اور بہتر اشخاص کی وجہ سے جو اس کے دوست ہیں وہ مصائب میں حمایت کرتے ہیں جبکہ موت نظر آرہی ہو۔ ان میں ابوبکر اور حمزہ شمار ہیں اور ان کے وسط میں علی بھی مذکور ہیں۔ یہ لوگ کامیابی کا موجب ہیں نہ کہ اوس اور نجار کی اولاد)

ولکن أبوھم من لؤی بن غالب ۔ إذا عدت الانساب کعب وعامر
ھم الطاعنون الخیل فی کل معرك ۔ عداۃ الھیاج الاطیبون الاکابر

(مگر ان کا جد امجد لوی بن غالب ہے جب نسب کا تذکار ہو تو کعب اور عامر ہی برتر ہیں۔ وہی پاکباز اکابر لڑائی کے وقت ہر میدان میں شاہ سواروں پر نیزے برساتے ہیں)

اس کے جواب میں کعب بن مالک نے اپنا رائیہ قصیدہ پڑھا جو گزر چکا ہے۔

ابوبکر شداد : بقول ابن اسحاق ابوبکر شداد بن اسود بن شعوب نے کہا' امام بخاری کے مطابق اس نے حضرت ابوبکرؓ کی بیوی ام بکر سے شادی کرلی تھی جب انہوں نے اس کو طلاق دے دی تھی۔

تحیی بالسلامۃ أم بکر ۔ وھل لی بعد قومی من سلام
فماذا بالقلیب قلیب بدر ۔ من القینات والشرب الکرام
وماذا بالقلیب قلیب بدر ۔ من الشیزی تکلل بالسنام
وکم لك بالطوي طوی بدر ۔ من الخومات والنعم المسام
وکم لك بالطوی طوی بدر ۔ من الغایات والدسع العظام

(ام بکر مجھے خیروعافیت کی دعا دیتی ہے کیا قوم کی ہلاکت کے بعد بھی میری عافیت و سلامتی ہے۔ کیا ہے قلیب بدر میں؟ قلیب بدر میں گویا عورتوں کا گانا سننے والے اور معزز خوش ہیں۔ کیا ہے بدر کے کنوئیں میں؟ اس میں پڑے ہیں' پیالوں میں' کوہان کا گوشت ڈال کر ضیافت کرنے والے۔ بدر کے گھڑے میں تیرے کتنے احباب ہیں؟ اونٹوں والے اور جنگلات میں چرنے والے مویشیوں کے مالک۔ بدر کے کنوئیں میں تیرے کتنے محبوب ہیں؟ وہاں ہیں بڑے بڑے عطیہ والے)

وأصحاب الکریم أبی علی ۔ أخی الکأس الکریمۃ والندام
وانك لو رأیت أبا عقیل ۔ وأصحاب الثنیۃ من نعام
إذا لظللت من وجد علیھم ۔ کأم السقب جائلۃ المرام
یخبرنا الرسول لسوف نحیا ۔ وکیف حیاۃ أصداء وھام

(اور معزز ابو علی امیہ بن خلف مہمان نواز اور صدر مجلس کے احباب و ہم نشین۔ اگر تو ابو عقیل اور مقام نعام کے باشندگان کو دیکھ لے۔ تو، تو ان پر غم و اندوہ کی وجہ سے اس اونٹنی جیسی ہو گی جس کا حمل گر گیا ہو اور پریشان گھومتی پھرتی ہو۔ ہم کو رسولؐ کا بتانا ہے کہ ہمارا حشر ہو گا اور ہم دوبارہ زندہ ہوں گے بتاؤ! الو اور ھام کو انسانی زندگی کیونکر میسر ہو گی)

امیہ بن ابی صلت :

ألاّ بكيت على الكرام نبي الكرام أولى الممادح
كبكا الحمام على فروع الأيك في الغصن الجوانح
يبكين حرا مستكينات يرحن مع الروائح
أمثالهن الباكيات المعولات من النوائح
من يبكهم يبكي على حزن ويصدق كل مادح

(تو نے اچھے لوگوں کی اچھی اولاد پر جو قابل ستائش ہیں آہ و فغان کیوں نہ کیا۔ گھنے سایہ والے درخت کی لرزاں شاخوں میں کبوتر کے رونے کی طرح۔ وہ غمناک عاجزانہ روتی ہیں اور شام کو جانے والوں کے ساتھ جاتی ہیں۔ ان کی مثال ہے رونے والی عورتوں کی جو بین کر کے چیخ رہی ہیں۔ جو ان پر آنسو بہائے گا وہ رنج و غم پر آنسو بہائے گا اور ہر مدح کرنے والے کو وہ صادق قرار دے گا)

ماذا ببدر والعقنقل من مرازبة جحاجح
فمدافع البرقين فالحنان من طرف الاواشح
شمط وشبان بهاليل مغاوير وحاوح
ألاّ ترون لما أرى ولقد أبان لكل لامح
أن قد تغير بطن مكة فهي موحشة الأباطح

(بدر اور اس کے ٹیلہ میں کیسے کیسے رؤسا اور سادات ہیں۔ مقام برقین کی سیلابی جگہ اور "مقام اور اشح" کے ٹیلہ میں۔ ادھیڑ عمر اور نوجوان سردار تاخت و تاراج کرنے والے تیز مزاج۔ کیا تم وہ نہیں دیکھتے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اور وہ ہر دیکھنے والے کے سامنے واضح ہے کہ اندرون مکہ تبدیل ہو چکا ہے۔ اور اس کے نشیب و فراز وحشت ناک اور خالی ہیں)

من كل بطريق لبطريق نقي اللود واضح
دعموص أبواب الملوك وجائب للخرق فاتح
ومن السراطمة الخلاجمة الملاوثة المناجح
القائلين الفاعلين الآمرين بكل صالح
المطعمين الشحم فوق الخبز شحما كالا نافح

(ہر رئیس سے جو دوسرے سے خالص محبت کرتا تھا۔ شاہوں کے ہم نشینوں سے اور وسیع جنگلات عبور کرنے

والے فاتح لوگوں سے۔ دراز قامت قد آور اور اپنے مقاصد میں کامیاب رؤس سے۔ جو گفتار اور کردار کے غازی اور ہر اچھے کام کی تلقین کرنے والے تھے۔ روٹی کے اوپر چربی رکھ کر کھلانے والے وہ چربی "انفحہ" کی مانند ہے وہ ہے بکری کے بچے کا اوجھ کچھ کھانے سے قبل)

نقــل الجفــان مــع الجفــان إلى جفــان كالمنــاضح
ليســت باصفــار لمــن يعفــو ولا رح رحــارح
للضيــف ثــم الضيــف بعــد الضيــف والبســط الســلاطح
وهــب المئــين مــن المئــين إلى المئــين مــن اللواقــح
ســوق المؤبــل للمؤبــل صــادرات عــن بــلادح

(دیگوں کو دوسری دیگوں کے ساتھ ملا کر پلٹتے ہیں جو حوضوں کی طرح ہیں۔ سائلوں کے لئے وہ دیگیں خالی اور چھوٹی نہیں ہیں۔ یکے بعد دیگرے مہمانوں کے لئے اور دستر خوان وسیع و عریض ہیں۔ سینکڑوں دودھیل اونٹنیوں میں سے سینکڑے در سینکڑے ہبہ کر دیتے ہیں۔ بے شمار اونٹوں کو بے شمار لوگوں کو دے دینا جو مقام بلادح سے واپس لوٹ رہے ہیں)

لكرامهــم فــوق الكــرام مزيــة وزن الرواجــح
كمثــاقل الارطــال بالقســطاس بــالايدى الموائــح
خذلتْهمــوا فئــة وهــم يحمــون عــورات الفضــائح
الضــاربين التقدميــة بــالمهندة الصفــائح
ولقــد عنــاني صوتهــم مــن بــين مستســق وصــائح

(ان کے معزز لوگوں کو دیگر معززین پر فوقیت حاصل ہے راجح وزن کی طرح۔ ترازو میں وزن کے بوجھل ہونے کی طرح ایسے ہاتھوں میں جن پر لرزہ طاری ہے۔ ایسے معززین کو ایک گروہ نے رسوا کر دیا ہے اور وہ رسوا کن مصائب کا دفاع کرتے تھے۔ چوڑی ہندی تلواروں سے آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہیں۔ مجھے ان کی چیخ و پکار نے غمگین کر دیا ہے بعض ان سے پانی طلب کر رہے ہیں اور بعض چلا رہے ہیں)

لله در بــنى علــى آيــم منهــم ونــاكح
إن لم يغــيروا غــارة شــعواء تحجــر كــل نــابح
بالمقربــات المبعــدات الطامحــات مــع الطوامــح
مــرداً عــلى جــرد إلى أســد مكالبــة كــوالح
ويــلاق قــرن قرنــه مشــى المصــافح للمصــافح
بزهــاء ألــف ثــم ألــف بــين ذى بــدن ورامــح

(اللہ ہی کے لئے بنی علی کی خوبیاں ہیں۔ ان کے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی۔ اگر وہ خوفناک غارت اور لوٹ کھسوٹ نہ ڈالیں جو ہر بھونکنے والے کو اپنے مکان میں پناہ لینے پر مجبور کر دے۔ عمدہ اور نفیس گھوڑوں کے ساتھ جو

سربلند کرنے والوں کے ساتھ سربلند کر کے چلتے ہیں۔ نوخیز جوان عمدہ گھوڑوں پر سوار ہو کر ترش روشیروں کی طرف بڑھتے جائیں۔ اور ہر ہم سر' اپنے ہم سر کے مد مقابل ہو جیسا کہ مصافحہ کرنے والا دوسرے کے ساتھ چلتا ہے۔ دو ہزار سے زائد ہوں بعض زرہ پوش اور بعض تیرانداز)

تبصرہ : امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان خلاف حقیقت اور ذلیل و رسوا اشعار کے کہنے پر اس کی کم عقلی و کم ظرفی اور جہالت و نادانی نے اس کو آمادہ کیا کہ اس نے مشرکین کی مدح سرائی کی اور مسلمانوں کی مذمت کی۔ ابوجہل اور اس کی قماش کے کمینے جاہل اور اوباش لوگوں کی عدم موجودگی اور فقدان کے باعث وہ مکہ میں وحشت زدہ اور رنج و غم میں مبتلا ہے۔ مگر وہ حضرت محمد مصطفیٰ حبیب خدا اور فخر دو عالم کی مکہ سے ہجرت اور ترک سکونت سے وحشت زدہ اور پریشان نہیں ہے جس کا رخ زیبا چاند سے زیادہ منور ہے اور وہ علم و عقل کے لامتناہی درجات پر فائز ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے ترک سکونت اور جلاوطنی سے غم زدہ اور رنجیدہ نہیں۔

امام ابن اسحاق نے غزوہ بدر کے سلسلہ میں بہت اشعار نقل کئے ہیں ہم نے ان کو بے جا طوالت اور خوف ملامت سے نظرانداز کر دیا ہے اور بحمد اللہ بیان کردہ اشعار ہی کافی ہیں۔

جاہلیت کے اشعار : مغازی میں اموی م ۱۵۴ھ نے (اپنے والد' سلیمان بن ارقم' ابن سیرین) حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کے اشعار بیان کرنے سے درگزر فرمایا ہے۔ سلیمان کا بیان ہے کہ یہ حدیث زہری نے بیان کی اور اس سے دو قصیدوں کا استثناء کیا۔ امیہ کا قصیدہ جو اس نے مقتولین بدر کے بارے کہا ہے اور اعشیٰ کا قصیدہ جس میں اس نے اخوص کا تذکرہ کیا ہے یہ حدیث غریب ہے اور راوی سلیمان بن ارقم متروک ہے' واللہ اعلم۔

بدر سے فراغت کی تاریخ : جنگ بدر سے رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخر یا شوال ۲ھ کے آغاز میں فارغ ہوئے اور مدینہ میں صرف سات روز قیام کیا اور غزوہ بنی سلیم میں تشریف لے گئے۔ بقول ابن ہشام سباع بن عرفطہ انصاریؓ یا ابن ام مکتومؓ کو امیر مدینہ مقرر کیا اور بقول ابن اسحاق "چشمہ کدر" پر پہنچ کر سہ روز قیام کیا پھر مدینہ واپس چلے آئے اور جنگ کی نوبت نہ آئی چنانچہ وہاں ماہ شوال کے باقی ماندہ ایام اور ماہ ذی قعدہ تک قیام فرمایا اور قریش کے اکثر اسیروں سے وہیں زر فدیہ وصول فرمایا۔

غزوہ بنی سلیم ۲ھ : بقول امام سہیلی قرقرہ' نرم و گداز زمین' اور کدر' خاکستری رنگ کے پرندے کو کہتے ہیں۔

امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ محمد بن جعفر بن زبیر' یزید بن رومان اور چند ایک معتبر اشخاص نے مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک (جو انصار کے ممتاز عالم تھے) کی معرفت بتایا کہ ابوسفیان جب تجارتی قافلہ لے کر مکہ چلا آیا اور جنگ بدر کے شکست خوردہ لوگ بھی واپس لوٹ آئے تو اس نے منت مانی تھی کہ جب تک وہ محمدؐ سے برسرپیکار نہ ہو گا غسل جنابت نہ کرے گا چنانچہ وہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے دو سو قریشی شتر سواروں کو لے کر ... میل کے

فاصلہ پر فروکش ہوا۔

پھر رات کی تاریکی میں "بنی نضیر" کے محلّہ میں آیا اور حی بن اخطب کا دروازہ کھٹکھٹایا اس نے ڈر کے مارے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا پھر وہ سلام بن مشکم کے پاس آیا (جو بنی نضیر کا رئیس اور خزانچی تھا) اس کے دروازے پر دستک دی چنانچہ اس نے اجازت دی اور ابوسفیان کی خوب خاطر تواضع کی اور اس کو مخفی راز بتائے پھر وہ رات کے پچھلے پہر اپنے لشکر میں آگیا اور چند قریشیوں کو بھیجا وہ "عریض" پر حملہ آور ہوئے اور ایک نخلستان کو نذر آتش کر دیا۔ ایک انصاری اور اس کے حلیف کو کھیت میں قتل کر کے واپس چلے آئے پھر اہل مدینہ کو معلوم ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان کے تعاقب میں نکلے۔ بقول ابن ہشام' ابو لبابہ بشیر بن عبدالمنذر کو امیر مدینہ مقرر کیا۔ ابن اسحاق کے مطابق "قرقرۃ الکدر" پر پہنچ کر واپس چلے آئے' ابوسفیان اور اس کے لشکر پر آپ کامیاب اور دستیاب نہ ہو سکے' اور صحابہ کرام نے وہاں بہت سے سامان پر قبضہ کیا جس میں "ستو" اور سویق بکثرت تھے سامان ہلکا کرنے کی خاطر یہ مشرکین نے خود چھوڑ دیا تھا چنانچہ اس غزوہ قرقرۃ الکدر کا نام ہی "غزوہ سویق" رکھ دیا گیا صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! کیا ہمیں اس سفر میں جنگ کا ثواب ملے گا تو رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔

ابوسفیان اپنی کارروائی بیان کرتا ہوا ابن مشکم یہودی کا مدح سرا ہے۔

وإنـي تخـيرت المدينـة واحـدا لحلـف فلـم أنـدم و لم أتلـوم

سـقاني فرّوانـي كميتـا مدامـة على عجـل مني سلام بن مشكم

ولما تولى الجيـش قلـت و لم أكـن لأفرحـه أبشـر بعـز ومغنـم

تـأمل فـإن القـوم سـر وإنهـم صريـح لـؤى لا شمـاطيط جرهـم

ومـا كـان إلا بعـض ليلـة راكـب أتـى ساعيا مـن غـير خلـة معـدم

(میں نے مدینہ میں سے صرف ایک آدمی کو اپنی دوستی کے لئے منتخب کیا' میں نہ نادم ہوں اور نہ قابل ملامت۔ میری عجلت کے باوجود سلام بن مشکم نے مجھے جی بھر کر شراب پلائی۔ اور جب لشکر واپس لوٹا اور میں سلام کو مشقت میں نہ ڈالنا چاہتا تھا تو میں نے کہا عزت اور غنیمت کے ساتھ خوش رہ۔ غور کر' قریشی خالص قوم ہے اور یہ لوی کی نسل سے ہیں جرہم کے مخلوط لوگ ایسے نہیں۔ اور بس صرف رات کے کچھ حصہ میں بغیر کسی احتیاج اور تہی دستی کے تیز رفتاری سے آیا)

حضرت فاطمہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی شادی : ایک متفق علیہ روایت میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جنگ بدر کے مال غنیمت سے میرے پاس ایک اونٹنی تھی اور "خمس" سے رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک اونٹنی عطا فرمائی تھی جب میں نے فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ سے رخصتی کا ارادہ کیا اور بنی قینقاع کے ایک سنار سے وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے کہ ہم "اذخر" لا کر' سناروں کے ہاتھ فروخت کریں اور اس رقم کو میں اپنے نکاح کے ولیمہ میں صرف کروں۔ میں اسی خیال میں اپنی اونٹنیوں کے لئے پالان' بورے اور رسیاں فراہم کر رہا تھا اور سواریاں ایک انصاری کے گھر کے پاس بیٹھی تھیں میں سامان جمع کر کے

سواریوں کے پاس گیا تو دیکھتا ہوں کہ ان کے کوہان کاٹ لئے گئے ہیں اور "کوکھیں" چیر کر کلیجے نکال لئے گئے ہیں میں یہ منظر دیکھ کر بے ساختہ رو پڑا اور پوچھا یہ کس کا کارنامہ ہے' معلوم ہوا کہ حمزہ بن عبدالمطلب کا کارنامہ ہے اور وہ انصار کے "مے خواروں" میں موجود ہیں اور گویا عورت نے اپنے گانے میں کہا ہے ۔
اے حمزہ! ان فربہ اونٹنیوں کے لئے اٹھو۔ یہ سن کر حضرت حمزہؓ نے ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور کوکھیں چیر کر کلیجے نکال لئے۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس زید بن حارثہ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے کی رنجیدگی کو پہچان کر پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! آج جیسا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں پر حملہ کیا' کوہان کاٹ لئے اور کلیجے نکال لئے۔ وہ اس مکان میں ہیں' ان کے ہمراہ مے خوار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے چادر منگوا کر اوڑھ لی پھر آپ پیدل روانہ ہوئے' میں اور زید آپ کے پیچھے تھے آپ چلتے چلتے اس گھر کے پاس آئے جہاں حمزہؓ موجود تھے۔ آپ نے اجازت طلب فرمائی اجازت کے بعد آپ اندر تشریف لے گئے اور حمزہ کو اس "فعل" پر ملامت کرنے لگے۔ دیکھا تو حمزہ نشے میں ہے آنکھیں سرخ ہیں' حمزہ نے آنحضورؐ پر نظر ڈالی پھر نظر اونچی کی اور آپؐ کو گھٹنوں تک دیکھا پھر انہوں نے نگاہ ذرا اونچی کر کے آپ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا اور کہا "کیا تم میرے باپ کے غلام ہو؟" یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پہچان لیا کہ وہ نشے میں چور ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ الٹے پاؤں وہاں سے لوٹے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے آئے۔ (بخاری کتاب المغازی) نیز امام بخاری نے اس روایت کو متعدد مقامات میں بیان کیا ہے۔

خمس کا حکم : اس حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ غنیمت بدر سے بھی خمس نکالا گیا تھا جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں' اس بیان کے برعکس جو کتاب الاموال میں ابو عبید قاسم بن سلام نے ذکر کیا ہے کہ خمس کا حکم غنیمت بدر کی تقسیم کے بعد نازل ہوا تھا ابوعبید کے اس مسئلے کے متعدد ائمہ خلاف ہیں مثلاً امام بخاری اور ابن جریر وغیرہ اور تفسیر ابن کثیر میں بھی ہم نے اس غلطی کی نشان دہی کی ہے' واللہ اعلم۔ یہ واقعہ حرمت خمر سے قبل کا ہے اور حمزہؓ جنگ احد ۳ھ میں شہید ہو گئے تھے اور یہ جنگ تحریم خمر سے قبل تھی' واللہ اعلم۔ اس حدیث سے اہل علم نے یہ استنباط کیا ہے کہ متوالا اور مست فاتر العقل ہوتا ہے اس کی بات طلاق' اقرار وغیرہ میں قابل قبول نہیں ہوتی جیسا کہ اہل علم کا مسلک ہے اور کتاب الاحکام میں بیان ہے۔

امام احمد (سفیان' ابن ابی نجیح' ابو نجیح' یکے از رواۃ) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فاطمہؓ کی "نسبت" کے بارے کہنے کا ارادہ کیا تو دل میں سوچا کہ میں تو تہی دست ہوں پھر میں نے آپ کے احسان و صلہ اور کرم و بخشش کا خیال کیا تو آپ کے سامنے نسبت اور منگنی کا اظہار کیا تو آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ مال و زر ہے؟ عرض کیا جی نہیں' پوچھا وہ خطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں فلاں روز دی تھی عرض کیا وہ تو میرے پاس ہے فرمایا وہ میرے پاس لاؤ چنانچہ میں نے وہ لا کر آپ کو دے

دی' امام احمد نے "مسند" میں اسی طرح بیان کیا ہے اور اس میں ایک راوی مبہم اور مجہول ہے۔

ابوداؤد (اسحاق بن اسماعیل طالقانی' عبدہ' سعید' ایوب' عکرمہ) حضرت ابن عباس سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کچھ مہر ادا کرو۔ عرض کیا میرے پاس کچھ نہیں تو فرمایا تمہاری خطمی زرہ کہاں ہے؟ اس روایت کو نسائی نے (ہارون بن اسحاق از عبدہ بن سلیمان از سعید بن ابی عروبہ از ایوب سختیانی) بیان کیا ہے۔

ابوداؤد (کثیر بن عبید حمصی' ابو میوہ' شعیب بن ابی حمزہ' غیلان بن انس حمصی' محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان' از یکے از صحابہؓ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے شادی کے بعد حضرت فاطمہ زہراؓ کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو منع فرما دیا تاوقتیکہ وہ ان کو کچھ دے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس کچھ نہیں تو فرمایا اس کو اپنی زرہ ہی دے دو چنانچہ زرہ دے دی اور پھر وہ حضرت فاطمہؓ کے پاس گئے۔

دلائل میں بیہقی (ابو عبداللہ الحافظ' ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' ابن اسحاق' عبداللہ بن ابی نجیح' مجاہد) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی نسبت کے بارے رسول اللہ ﷺ سے بات چیت ہوئی تو میری ایک کنیز نے مجھے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فاطمہؓ کی منگنی کے بارے گفتگو ہوئی ہے میں نے کہا مجھے معلوم نہیں' تو کنیز نے کہا اس کی منگنی کی گفتگو ہوئی ہے اس بات میں کیا امر مانع ہے کہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں وہ آپ سے شادی کر دیں گے۔ میں نے کہا میرے پاس کچھ ہے بھی؟ جس سے میں شادی کر سکوں اس نے مزید کہا اگر آپ ان کے پاس چلے جائیں تو وہ شادی کر دیں گے۔ واللہ! وہ مجھے بار بار کہتی رہی تا آنکہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں آپ کی ہیبت و جلالت اور رعب کی وجہ سے بول نہ سکا' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے خود ہی پوچھا کیوں آئے ہو' کیا کوئی ضرورت ہے؟ میں پھر خاموش رہا تو فرمایا شاید تم فاطمہؓ کے پیغام کے لئے آئے ہو' عرض کیا "جی ہاں" پوچھا کیا تمہارے پاس مہر کی ادائیگی کے لئے کچھ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ نہیں تو فرمایا وہ زرہ جو میں نے دی تھی اس کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے (بخدا وہ زرہ چار درہم کے بھی مساوی نہ تھی) فرمایا میں نے فاطمہ کی تمہارے ساتھ شادی کر دی ہے اس زرہ کو اس کے سپرد کر دو۔ پس وہ زرہ حضرت فاطمہؓ کا مہر تھی۔

بقول ابن اسحاق' حضرت فاطمہؓ کے بطن اطہر سے حضرت علیؓ کی اولاد ہے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت محسن' جو بچپن میں فوت ہو گئے۔ حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

جہیز : بیہقی (عطاء بن سائب' سائب) حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز میں ایک حاشیہ دار چادر ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ دیا جس میں "اذخر" بھری ہوئی تھی۔

رخصتی کا وقت : امام بیہقی نے ابو عبداللہ بن مندہ کی "کتاب المعرفہ" سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ہجرت سے ایک سال بعد حضرت فاطمہ سے منگنی کی اور دوسرے سال رخصتی عمل میں آئی' بقول امام ابن کثیرؒ' بنا بریں رخصتی کا عمل ۲ھ کے آغاز میں وقوع پذیر ہوا ہو' لیکن حضرت حمزہؓ کی اونٹنیوں والی

حدیث کا تقاضا ہے کہ رخصتی غزوہ بدر کے چند دن بعد عمل میں آئی ہو چنانچہ یہ ہمارے بیان کے مطابق ۲ھ کے اواخر کا واقعہ ہو گا' واللہ اعلم۔

۲ھ کے مجمل واقعات : (۱) ام المومنین حضرت عائشہؓ سے شادی کی' (۲) اس سال میں مشہور غزوات کا ابھی ذکر ہو چکا ہے اور ضمناً مسلم اور غیر مسلم اعیان کی وفات کا بھی ذکر ہو چکا ہے مثلاً جنگ بدر میں چودہ مہاجر اور انصاری شہید ہوئے اور ستر غیر مسلم قریشی قتل ہوئے (۳) اور جنگ بدر کے چند روز بعد ملعون ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب جہنم رسید ہوا۔ (۴) مدینہ میں' غزوہ بدر کی فتح کی بشارت لے کر زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ آئے تو حضرت عثمانؓ وغیرہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کو دفن کر چکے تھے اور حضرت عثمانؓ ان کی تیمارداری میں' رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مدینہ میں رہے آپ نے حضرت عثمانؓ کو غنیمت سے حصہ دیا اور بروز قیامت اجر کا وعدہ کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی دوسری لخت جگر ام کلثوم بھی آپؓ کی زوجیت میں دے دی۔ بنا بریں حضرت عثمانؓ کو "ذوالنورین" کہتے ہیں اور یہ بات مشہور ہے کہ کسی نبیؑ کی دو بیٹیاں حضرت عثمان کے سوا کسی کی زوجیت میں نہیں آئیں' (۵) قبلہ کی تحویل عمل میں آئی' (۶) حضری نماز میں اضافہ ہوا (۷) ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے (۸) زکوٰۃ کا نصاب مقرر ہوا (۹) فطرانہ فرض ہوا (۱۰) مدینہ کے مشرک اور یہود --- بنی قینقاع' بنی نضیر' بنی قریظہ اور بنی حارثہ --- مسلمانوں کے زیر سایہ ہوئے اور مسلمانوں سے مصالحت کی (۱۱) اکثر مشرک اور یہود نے اسلام کا اظہار کیا اور وہ درپردہ منافق تھے بعض تو ان میں سے اپنے پہلے دین پر ہی قائم رہے اور بعض متذبذب اور متردد تھے نہ ادھر کے نہ ادھر کے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔ (۱۲) بقول ابن جریر رسول اللہ ﷺ نے دیات تحریر کر کے' اپنی تلوار کے ساتھ لٹکائیں' (۱۳) بقول ابن جریر' حضرت حسنؓ بن علی پیدا ہوئے' بقول واقدی' ابن ابی سبرہ نے اسحاق بن عبداللہ کی معرفت ابو جعفر سے بیان کیا ہے کہ ذوالحج میں حضرت علیؓ کی حضرت فاطمہؓ سے رخصتی عمل میں آئی' اگر یہ روایت درست ہو تو حضرت حسن بن علی کی ولادت والا قول غلط ہے۔

(الحمد للہ سیرت النبی ﷺ کی جلد اول مکمل ہوئی)

